



# انوار الکتب

فی حیل

## لغات القرآن

حصہ چہارم

ہف

علی محمد پی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

القلم

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور



۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# انوار البیان

مجلد

فِي حَجَل

## لغات القرآن

حصہ چہارم

تالیف

علی محمد ایدیل کمشنر ریسارڈ

الناسخ

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

# دُعائی درخواست

بصد حسرت یہ بات لکھی جا رہی ہے کہ  
مؤلف انوار البیان فی حل لغات القرآن  
جلد ثالث و رابع کی طباعت کے وقت  
دار آخرت کی طرف رحلت کر چکے ہیں  
تمام قارئین سے درخواست ہے کہ جب بھی  
اس کتاب کا مطالعہ کریں تو مؤلف  
جناب چوہدری علی محمد رحمۃ اللہ علیہ  
کے لئے ضرور بالضرور دعاء مغفرت کریں کہ  
اللہ تعالیٰ ان کی یہ سعی جمیلہ قبول فرمائے اور  
دار آخرت میں جنت الفردوس نصیب فرمائے

آمین  
یارب العالمین

---

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

(٢٤)

سُورَةُ الذَّارِيَاتِ - الطُّورُ - النُّجُومُ - الْقَمَرُ  
الرَّحْمَنُ - الْوَاقِعَةُ - الْحَدِيدُ

---

## قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ أَيُّهَا الْمُرْسَلُونَ ه

۵۱: ۳۱ = قَالَ - ای قال ابراہیم لما ذهب عنه الروع وجاءته البشرى ولما علم انهم ملائكة - جب ابراہیم (علیہ السلام) کا ڈر جاتا رہا اور ان کو خوشخبری بھی مل گئی - اور ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ مہمان فرشتے ہیں تو کہنے لگے (میزر ملاحظہ ہو ۱۱: ۷۴)

== فَمَا خَطْبُكُمْ: ما استفہامیہ ہے خَطْبُكُمْ مضاف مضاف الیہ خَطْبٌ مصدر خَطَبَ يَخْطُبُ (باب نصر) کا اسی باب سے خُطْبَةٌ وَخِطَابَةٌ بھی مصدر آئے ہیں۔ بمعنی وعظ کہنا۔ تقریر کرنا۔ حاضرین کے روبرو خطبہ پڑھنا۔ کہتے ہیں خَطَبَ الْقَوْمَ اس نے قوم سے خطاب کیا۔

الْخَطْبُ مصدر - حالت کو کہتے ہیں۔ مَا خَطْبُكَ تمہاری کیا حالت ہے، تمہارا کیا حال ہے تمہارا کیا مدعا ہے۔ تم کو اس پر کس نے اکسایا۔ ویسے تو الخطب ہر کام کو کہتے ہیں بڑا ہو یا چھوٹا۔ لیکن عام طور پر کسی بڑے ناپسندیدہ معاملہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے:

مَا خَطْبُكُمْ - تمہارا کیا مدعا ہے۔ تمہارا کیا مقصد ہے آنے کا۔

== الْمُرْسَلُونَ: اسم مفعول جمع مذکر، بھیجے ہوئے، فرستادگان، (اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا مدعا کیا ہے۔)

۵۱: ۳۲ = اُرْسِلْنَا: ماضی مجہول جمع مستکم۔ اُرْسَالٌ (افعال) مصدر۔ ہم بھیجے گئے ہیں

== قَوْمٌ مُّجْرِمِينَ: موصوف و صفت۔ مجرمین اسم فاعل جمع مذکر، مجرم، گنہ گار، جرائم پیشہ لوگ، مراد حضرت لوط کی قوم ہے، جو ایسے گندے افعال میں مبتلا تھے کہ اس سے پہلے کسی نے بھی ویسے گندے عمل نہیں کئے تھے۔ یہ لوگ لواطت کے بانی تھے۔ رائزن اور لیٹیرے تھے اور مجمع عام کے روبرو بے حیائی کے کام کرتے تھے۔

۵۱: ۳۳ = لِنُرْسِلَ: لام تعلیل کا بے نُورْسِلَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) جمع مستکم۔ اُرْسَالٌ (افعال) مصدر تاکہ ہم برسائیں۔ تاکہ ہم بھیجیں۔ عَلَيْهِمْ ان پر، قوم مجرمین پر۔

== حِجَارَةٌ مِّنْ طِينٍ: مٹی سے بنے ہوئے پتھر۔ کنکر، وہ مٹی جو پتھر بن گئی ہو۔ مٹی کی قید اس وجہ سے لائی گئی کہ یہ تو ہم دور ہو جائے کیونکہ بعض لوگ اولے کو بھی پتھر کہتے ہیں۔

== مُسَوِّمَةٌ: اسم مفعول واحد مؤنث (تفعیل) مصدر۔ مُسَوِّمَةٌ صفت ہے حِجَارَةٌ کی۔ سَوِّمٌ کا معنی ہے کسی چیز کی طلب میں جانا۔ اور طلب، کبھی صرف دوسرا جزر ملحوظ

ہوتا ہے۔ جیسے یَسُومُونَكُمُ سُوءَ الْعَذَابِ: (۲: ۴۹) تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے، دینی چلبتے تھے۔ یا وہ تمہارے لئے سخت تکلیفیں تلاش کرتے تھے، کبھی جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے سُخْتُ الْإِبِلِ فِي الْمَرْعَى۔ میں نے چراگاہ میں چرنے کے لئے اونٹوں کو بھیج دیا۔ یا جیسے قرآن مجید میں ہے وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيهِ تُسِيمُونَ (۱۶: ۱۰) اور اس سے درخت بھی شاداب ہوتے ہیں جن میں تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو۔ یا چرنے کے لئے بھیجتے ہو۔

اس مادہ سے سُومَةٌ، سِيمَةٌ، سِيمًا علامت یا نشان ہے۔ قرآن مجید میں ہے:-  
سِيمًا هُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِنْ أَثَرِ السُّجُودِ (۲۸: ۲۹) کثرت سجد سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔

سُومَةٌ (یعنی نشان زدہ کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ جو پتھر مسرفین کی ہلاکت کے لئے مخصوص کئے گئے تھے وہ دوسرے پتھروں سے بعض نشانوں اور علامات سے ممیز کئے گئے تھے۔

دوم یہ پتھر پر اس شخص کا نام تھا جو اس سے ہلاک ہونا مقدر ہو چکا تھا۔

سوم :- یہ پتھر دنیاوی پتھروں سے مختلف النوع تھے۔

عِنْدَ رَبِّكَ - عِنْدَ ظرف مکان ہے۔ گو ظرف زمان بھی مستعمل ہے جیسے عِنْدَ طُلُوعِ

الشمس: یہ بمعنی قرب۔ رائے، فیصلہ، مہربانی بھی آتا ہے یہاں بمعنی نزدیک، مضاف ہے اور

رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر عِنْدَ کا مضاف الیہ۔ تیرے رب کے نزدیک :

مُسْرِفِينَ: اسم فاعل جمع مذکر اسراف (افعال) مصدر۔ حد اعتدال یا حد مقررہ سے

آگے بڑھنے والے۔ یعنی بیہودہ صرف کرنے والے۔ لواطت کرنے والے۔ حد حلال سے حد حرام کی

طرف بڑھنے والے، بدکاری میں حد سے بڑھنے والے۔

آیت ۳۲ تا ۳۴ کا ترجمہ ہوگا۔

وہ بولے ہم کو گنہگار لوگوں کی طرف (قوم لوط کی طرف) بھیجا گیا ہے کہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں

جو آپ کے رب کی طرف سے حد سے تجاوز کرنے والوں کے لئے نامزد ہو چکے ہیں۔

۳۵: ۵۱ = فَأَخْرَجْنَا۔ پھر ہم نے نکال دیا۔ وَفِیْهِ ذُرِّيَّتُكَ يَاقُوبُ۔ أَخْرَجْنَا ماضی جمع مستکم

اخراج (افعال) مصدر ضمیر جمع مستکم، اللہ کے لئے ہے اس جملہ سے قبل کچھ عبارت مہذوف

ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔

کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فرشتوں کی گفتگو ختم ہوئی اور وہ حضرت لوط علیہ

السلام کا قصہ سورۃ ہود (آیات ۷۷ تا ۸۴)، سورۃ الحجر (آیات ۶۱ تا ۷۷)، اور سورۃ عنکبوت (۲۹) آیات ۳۳ تا ۳۵ میں ملاحظہ فرمادیں۔ یہاں سورۃ ہذا میں صرف اس آخری وقت کا ذکر کیا جا رہا ہے جب اس قوم پر عذاب نازل ہونے والا تھا۔

ارشاد ہوتا ہے:-

پھر ہم نے (یعنی عذاب کے نازل ہونے سے قبل) ان سب لوگوں کو نکال لیا جو اس بستی میں مومن تھے۔

== مَنْ: موصولہ ہے۔ جو۔

== فِيهَا: میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائبہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کے متعلق ہے بستیوں کا ذکر اگرچہ پہلے نہیں کیا گیا لیکن رفتار کلام سے معلوم ہوتا ہے۔

== مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۔ مِّنْ بیانہ ہے، یعنی جو، جتنے، پس جتنے وہاں مومن (ایمان دار) تھے

ہم نے ان کو وہاں سے نکال لیا۔ مومنوں سے مراد حضرت لوط پر ایمان لانے والے ہیں

۵۱: ۳۶ == فَمَا: ف عاطفہ، اور مافیہ ہے اور (ہم نے) نہ (پایا)۔۔۔۔

== فِيهَا: ہا ضمیر واحد مؤنث غائبہ، حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کی طرف راجع ہے

== غَيْرَ بَيْتٍ: ایک گھر کے سوا۔ فَمَا وَجَدْنَا... الایۃ اور ہم نے اس میں ایک گھر کے

سوا مسلمانوں کا کوئی گھر پایا۔

**فائدہ** آیت ۳۵ میں لفظ المؤمنین آیا ہے اور ایہ نہا میں المسلمین آیا ہے۔ بعض

علماء کے نزدیک مسلم سے مراد وہ شخص ہے جو دل سے نہیں بس صرف زبانی (ظاہری) طور پر اسلام قبول کر لے اور مومن اس کو کہیں گے جو سچے دل سے ماننے والا ہو۔

اگرچہ قرآن مجید میں مسلم اور مومن کے الفاظ اکثر انہی معانی میں آئے ہیں۔ لیکن کئی مقامات

ایسے بھی ہیں جہاں یہ الفاظ دونوں معانی کو متضمن ہیں۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن

جلد پنجم سورۃ الحجرات (۲۹) حاشیہ نمبر ۳۱)

تفسیر منطہری میں ہے، پہلے ان کو مومن فرمایا پھر مسلم۔ کیونکہ ہر مومن مسلم ہوتا ہے۔

۵۱: ۳۷ == وَتَوَكَّنَا فِيهَا آيَةٌ: واو عاطفہ، تَوَكَّنَا ماضی جمع مشکلم۔ تَوَكَّنَا (باب نصر

مصدر) ہم نے چھوڑا۔ فِيهَا اسی فی القرئی (ان) بستیوں میں

آيَةٌ: منصوب بوجہ مفعول فعل تَوَكَّنَا کے: (نشانی)

ترجمہ۔ بچرہم نے ان رستیوں ( میں ایک نشانی چھوڑی (جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہوں) نشانی سے مراد بحیرہ مُردار ہے جس کا جنوبی علاقہ آج بھی ایک تباہی کے آثار پیش کر رہا ہے  
 = یَخَافُونَ: مضارع معروف جمع مذکر غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح مصدر) وہ خوف کھاتے ہیں وہ ڈرتے ہیں۔

= الْعَذَابَ الْأَلِيمَ: موصوف و صفت مل کر مفعول یَخَافُونَ کا۔ دردناک عذاب  
 ۵۱: ۳۸ = وَفِي مُوسَى: ای وجعلنا فی موسیٰ ایۃ: جملہ نداء کا عطف جملہ وَتَرَكْنَا فِيهَا آيَةً پر ہے اور ہم نے موسیٰ کے واقعہ میں بھی ایک نشانی باعبرت رکھی ہے۔  
 = إِذْ: اسم ظرف زمان ہے (گو اسم ظرف مکان بھی مستعمل ہے) بطور حرف مفاعلات بھی مستعمل  
 بمعنی جب۔

= سُلْطٰنٍ مُّبِينٍ: موصوف و صفت، سلطان کے معنی حجت، دلیل، برہان کے ہیں جو یہاں مراد ہے۔ گو اس کا استعمال، زور و قوت: اور سند کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔  
 مبین: بمعنی ظاہر۔ کھلی، کھلی دلیل یا برہان بمعنی معجزہ بھی ہے، یہاں اشارہ ہے ان معجزات کی طرف جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے عطا کر کے فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ مثلاً عصا ید بیضار۔ قوط، سمندر میں راستے بنا دینا وغیرہ۔

۵۱: ۳۹ = فَتَوَلَّىٰ: میں و عبارت مقدرہ پر دال ہے یعنی حضرت موسیٰ فرعون کے پاس تشریف لے گئے: اور اسے حق کی دعوت دی۔ مگر اس نے دعوت کو ٹھکرا دیا۔ اور سننے سے منہ پھیر لیا۔  
 تَوَلَّىٰ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَوَلَّى (تفعل) مصدر۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پلٹھ پھری۔ اس نے ایمان لانے سے، اعراض کیا۔

= بَرُّكُنْہِ۔ رکن بمعنی آسرا۔ قوت، زور، کسی شے کی وہ جانب جس کا آسرا لیا جائے۔  
 مضاف مضاف الیہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ فرعون کی طرف راجع ہے اور قوت سے مراد اس کی ذاتی قوت ہے اس کا لشکر، اس کی فرمانبرداری رعایا ہو سکتی ہے۔  
 بَرُّكُنْہِ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ ب۔ تقدیر کی ہو سکتی ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ اس نے اپنے لشکر حجاز اپنے اعوان و انصار یا اپنی ذاتی طاقت سے منغور ہو کر حضرت موسیٰ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۲۔ ب۔ مصاحبت کی بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے: اس نے اپنے لشکر اپنے



اعوان والنصار اور اپنی قوم سمیت حضرت موسیٰ کی دعوت کو سننے سے منہ پھیر لیا۔  
۳۔ دُکن سے مراد اگر اس کی ذاتی قوت لی جائے تو مطلب ہوگا کہ اس نے اپنی ذاتی قوت کے بل بوتے پر حضرت موسیٰ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ای ثنی عطفہ واعرض عن الایمان اس نے (غور سے) گردن اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

یا جیسے قرآن مجید میں انسان کی ایسی ہی حالت کو یوں بیان فرمایا ہے :-

وَإِذَا أَلْمَنَّا عَلَى اللّٰسَانِ اَعْرَضَ وَنَا بِجَانِبِهِ (۸۳:۱۷) اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو روگرداں ہو جاتا ہے اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے۔  
= وَقَالَ سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُونٌ هَ اِیْ دَقَالَ فِرْعَوْنُ هُوَ اِیْ مَوْسٰی (ساحر اور مجنون اور فرعون نے کہا کہ موسیٰ بڑا جادوگر ہے یا مجنون ہے۔

ابو عبیدہ نے کہا کہ اس جگہ اذ یعنی داؤ کے ہے یعنی موسیٰ جادوگر اور پاگل ہے ، ظاہر یہ ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے معجزات صادر ہوتے دیکھ کر آپ کو جادوگر کہا۔ اور چونکہ اس بیمار کو بصیرت والی عقل میں حضرت موسیٰ کی دعوت توحید نہیں آئی تھی اس لئے آپ کو پاگل کہنے لگا۔ اس کے دونوں کلاموں میں تضاد تھا۔ کیونکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام مجنون تھے تو ساحر کیسے ہو گئے ساحر تو دانشمند ہوتا ہے اور اگر دانشمند تھے تو مجنون کیسے ہو گئے؟  
بیضادی نے لکھا ہے کہ :-

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر فرعون نے آپ کو آسیب زدہ کہا۔ پھر سوچنے لگا کہ ان افعال کے اظہار میں موسیٰ کے اپنے اختیار اور کوشش کو دخل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو جادوگر ہے اور اگر بے اختیار ہے تو پاگل ہے۔

كَانَ جَعَلَ مَا ظَهَرَ عَلَيْهِ مِنَ الْخَوَارِقِ مَنْسُوبًا إِلَى الْجِنِّ وَتُرَدُّ فِي ۲۱  
حاصل ذلك باختیاره وسعيه او بغيرهما فان كان باختياره فهو ساحر  
وان كان بغيره فهو مجنون۔ (بیضادی)

۴۰:۵۱ = فَأَخَذْنَاهُ فَنَرْتَبِ كَابِ اَخَذْنَا مَا نَبِيَّ جَمْعِ مُسْتَكْمٍ۔ اَخَذْنَا (باب نصر) مصدر  
کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو پکڑ لیا۔

= وَجُنُودًا . وَاَوْ عَاطِفٌ جُنُودٌ جَمْعُ جُنْدٍ كِي ، بِمَعْنَى فَوْجٍ . لَشَكَرَ : اس کا عطف کا ضمیر مفعول پر ہے۔ ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑا۔

== فَتَبَدُّنَهُمْ: ف عاطف، تَبَدُّنًا ماضی جمع متکلم تَبَدُّنُ رَبَابِ ضَرْبٍ مصدر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع فرعون اور اس کا لشکر ہے۔ اور ہم نے ان کو پھینک دیا۔ یا ڈال دیا == فِي الْيَمِّ: جار مجرور، اِی فِي الْبَحْرِ، دریا میں، یعنی ہم نے ان کو پکڑ کر دریا میں پھینک کر غرق کر دیا۔

== وَهُوَ مُلِيمٌ: جملہ حالیہ ہے مُلِيمٌ اسم فاعل واحد مذکر اِلَا مَتَّ (افعال) مصدر۔ ملامت یا لوم کا مستحق، ایسا کام کرنے والا جس پر ملامت کی جائے۔ لوم، مادہ۔ لَامَ وَوَلُمْتُ (باب نصر) لَوْمًا کے معنی کسی کو برے فعل کے ارتکاب پر بُرا بھلا کہنے اور ملامت کرنے کے ہیں۔ لَا تُؤْمَرُ مَلَامَتُ كَرْنِ وَالَا۔ مَلُومٌ ملامت کیا ہوا۔ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةً لَا لِيْمٍ (۵۴:۵) اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ اور قَائِلُهُمْ غَيْرُ مُلُومِينَ (۶:۲۳) ان سے مباشرت کرنے میں انہیں ملامت نہیں ہے۔

وَهُوَ مُلِيمٌ اور وہ کام ہی ملامت کے قابل کرتا تھا۔

۵۱:۴۱ = وَفِي عَادٍ: اس کا عطف بھی وَتَوَكَّنَا فِيهَا پر ہے اِی وَتَوَكَّنَا فِي هَلَكَةِ قَوْمِ عَادِ اِيَّةً: یعنی قوم عاد کی ہلاکت و تباہی میں بھی ہم نے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی چھوڑی۔ == التَّوْبِخِ الْعَقِيمِ: موصوف و صفت مل کر آر سَلْنَا کا مفعول۔ وہ آندھی جو خیر و برکت سے خالی ہو۔

عَقِيمٌ، بانجھ عورت کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ ہوا ہے جو خیر و برکت سے خالی ہو نہ تو بادلوں کو اڑا کر لائے اور نہ درختوں کو بار آور کرے: نہ اس میں رحمت کا کوئی شاہدہ ہو۔ وَهِيَ الَّتِي لَا تَلْقَحُ سَجَابًا وَلَا شَجَرًا وَلَا رَحْمَةً فَمَا وَلَا بَرَكَةً وَلَا مَنفَعَةً

(قرطبی) نیز ملاحظہ ہو ۵۱:۲۹

۵۱:۴۲ = مَا تَذَرُ مِنْ شَيْءٍ أَنتَ عَلَيْهِ۔ مَا نَافِيہ ہے۔ تَذَرُ مَضَارِعَ وَاحِدَ مَوْنِثِ غَائِبِ ضَمِيرِ فَاعِلِ الرِّيحِ الْعَقِيمِ کی طرف راجع ہے، وہ نہیں چھوڑتی ہے۔ وَذُرُّ رَبَابِ فَتَحٍ مصدر۔ اس کا صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے۔ أَنتَ مَضَارِعَ وَاحِدَ مَوْنِثِ غَائِبِ اِثْنَانِ (باب ضرب) مصدر وہ آتی۔ وہ پڑی۔ عَلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع شئی ہے۔ وہ جس شے پر پڑتی اسے نہ چھوڑتی۔

== إِلَّا حَرَفَ اسْتِثْنَاءٍ۔ مگر

== جَعَلْتَهُ، جَعَلْتِ: ماضی واحد مؤنث غائب: ضمیر فاعل کا مرجع التَّوْبِخِ ہے گا ضمیر مفعول

واحد مذکر غائب مثنیٰ کے لئے ہے۔

== كَالرَّمِيمِ۔ ک تشبیہ کا ہے رمیم۔ استخوان بوسیدہ، گلی ہوتی ہڈی۔ رِمَّةٌ (جس کے معنی ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے ہیں) سے صفت مشبہہ کا صیغہ ہے اس کی جمع اَرِمَاتٌ ہے اور رِمَامٌ ہے۔

إِلَّا جَعَلْتُهُ كَالرَّمِيمِ: مگر یہ کہ اسے بوسیدہ ہڈیوں کی طرح ریزہ ریزہ کر دیتی  
۴۲:۵۱ = وَفِي ثَمُودَ: وَفِي عَادِ كِطْرٍ اس کا عطف بھی و ترکنا فیہا پر ہے (آیت  
۳۴) ای و ترکنا فی قصۃ ثمود آیۃ: یعنی قوم ثمود کے قصہ میں بھی ہم نے (اپنی قدرت کی)  
لثانی چھوڑی۔

== اذْقِيلَ لَهُمْ۔ جب ان سے (یعنی قوم ثمود) کہا گیا تھا۔ تَمَتَّعُوا فَعَلْ امْرُءٍ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ  
كَمَتَّعٌ (تَفَعَّلٌ) مصدر تم فائدہ اٹھاؤ، تم بربت لو، تم مزے اٹھاؤ،  
== حَتَّىٰ حِينٍ حَتَّىٰ حَرْفٌ انْتِهَاءٌ غَايَةٌ فِي الزَّمَانِ کے لئے ہے، حین وقت، زمانہ، مدت  
ترجمہ۔ جب ان سے کہا گیا تھا کہ تم ایک خاص وقت تک مزے کر لو۔

## فَائِدَةٌ:

مفسرین میں اس امر پر اختلاف ہے کہ اس سے مراد کونسی مدت ہے  
حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے اشارہ سورۃ ہود کی اس آیت کی طرف ہے جس میں بیان کیا  
گیا ہے کہ ثمود کے لوگوں نے جب حضرت صالح کی اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
ان کو خبردار کر دیا گیا تھا کہ تین دن تک تم مزے کر لو، اس کے بعد تم پر عذاب آجائے گا (ہود: ۶۱)  
بخلاف اس کے حضرت حسن بصری کا خیال ہے کہ یہ بات حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی دعوت  
کے آغاز میں کہی تھی اپنی قوم سے اور اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم توبہ اور ایمان کی راہ  
اختیار نہ کرو گے تو ایک خاص وقت تک ہی تم کو دنیا میں عیش کرنے کی مہلت نصیب ہوگی۔  
اور اس کے بعد تمہاری شامت آجائے گی:

ان دونوں تفسیروں میں دوسری تفسیر ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعد کی آیت  
فَعَتَّوْا عَنِّ اَمْرًا بَهْرًا پھر انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی (یہ بتاتی ہے کہ جس  
مہلت کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے وہ سرتابی سے پہلے دی گئی تھی اور انہوں نے سرتابی اس تنبیہ  
کے بعد کی۔ اس کے برعکس سورۃ ہود والی آیت میں تین دن کی جس مہلت کا ذکر کیا گیا ہے  
وہ ان ظالموں کی طرف سے آخری اور فیصلہ کن سرتابی کا ارتکاب ہو جانے کے بعد کی گئی تھی  
(تفہیم القرآن)

۴۴:۵۱ = فَعَتَوْا۔ تفصیل کے لئے ہے عَتَوْا ماضی جمع مذکر غائب عَتَوْا (باب نصر) مصدر معنی اطاعت سے اکڑنا۔ تکبر کرنا۔ اور حد سے بڑھ جانا۔ مگر انہوں نے تکبر اور غرور کے ساتھ اپنے رب کے حکم کی تعمیل سے، مرتابی کی۔

= فَآخَذَ تَهْمًا: وَ عَطْفٌ سَبَبِيٌّ كَلْبٌ۔ أَخَذَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ضمیر فاعل کا مرجع الصعقۃ ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، پس ما عطف نے ان کو آیا۔  
= الضَّعِيقَةُ: امام راعب رح لکھتے ہیں۔

الصاعقة اور الصاقعة دونوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی ہولناک دھماکہ، لیکن صَقَعٌ کا لفظ اجسام ارضی کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور صَعِقٌ اجسام علوی کے بارے میں۔  
لیض اہل لغت نے کہا ہے کہ صاعقة تین قسم پر ہے:-

اول:- یعنی موت اور ہلاکت، جیسے فرمایا فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۶۸:۳۹) تو جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب مر جائیں گے: يَا فَآخَذَ تَهْمًا الضَّعِيقَةُ (۴۴:۵۱) سو ان کو موت نے اکڑا۔

دوم:- یعنی عذاب جیسے فرمایا کہ فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَ ثَمُوْدَ: (۱۳:۴۱) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ (عذاب) آیا تھا۔

سوم:- یعنی آگ اور بجلی کی کڑک، جیسے فرمایا۔ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ (۱۳:۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔  
لیکن یہ تینوں چیزیں دراصل صَاعِقَةُ کے آثار سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی توفعنا میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور کبھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ یعنی دراصل وہ ایک ہی چیز ہے اور یہ سب چیزیں اس کے آثار میں سے ہیں۔

= وَ هُمْ يَنْظُرُونَ۔ جملہ حالیہ ہے در آن حالیکہ وہ دیکھ رہے تھے، یعنی دیکھ رہے تھے اور اس کی مدافعت میں کچھ نہ کر رہے تھے۔  
تفسیر کبیر رازی میں ہے کہ:-

بمعنی تسلیمہم وعدم قد رتھم علی الدافع کما یقول القائل للمضروب یضربک فلان وانت تنظر: اس کا مطلب ہے کہ ہتھیار ڈال دینا اور مدافعت کی قدرت نہ رکھنا:

جیسا کہ کوئی مضروب سے کہے کہ وہ تمہیں پیٹ رہا ہے اور تم کھڑے دیکھ رہے ہو؟ - یعنی مدافعت میں کچھ بھی نہیں کر رہے، مضروب کی بے بسی کی انتہاء ہے۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں اور جگہ فرمایا  
فَاخَذْنَاكُمْ الضَّعِيفَةَ وَانْتَدْتُمْ نُنظُرُونَ (۵۵:۲)

۵۱:۲۵ = فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ : وَ عَاطِفٌ : مَا نَافِيَةٌ - اسْتَطَاعُوا - ماضی جمع مذکر غائب : اسْتَطَاعَتْ (استفعال) مصدر - وہ نہ کر سکے - ان سے نہ ہو سکا - ان چیزوں کا تمام و کمال پایا جانا جن کی وجہ سے فعل سرزد ہو سکے استطاعت کہلاتا ہے - فَمَا اسْتَطَاعُوا مِنْ قِيَامٍ - پھر وہ نہ تو اٹھنے کی طاقت رکھتے تھے -

اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَا يَسْتَطِيعُونَ لِنَصْرِ الْفَسِيحِينَ (۲۱:۲۳) وہ نہ تو آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں - یا اور جگہ فرمایا - مِنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (۳:۹۷) جو اس گھرنک جانے کی استطاعت رکھے - طَوْعَ مَادَّة - طَوْعٌ کی ضد کُفْرٌ ہے جس کو فعل مکمل کرنے کے اسباب مہیا ہوں اس کو مستطیع کہیں گے - اس کی ضد عاجز ہے یعنی جس کو تمام اسباب میں سے چند مہیا ہوں اور چند مہیا نہ ہوں -

۵۱:۲۷ = وَ مَا كَانُوا مُنْتَصِرِينَ : وَ عَاطِفٌ : مَا نَافِيَةٌ ، كَانُوا فِعْلٌ نَاقِصٌ مُسْتَنْصِرِينَ خَبْرٌ كَانُوا كِي : اور نہ ہم سے، انتقام لے سکے یا مقابلہ کر سکے یا اپنی مدد کر سکے :  
مُنْتَصِرِينَ اسم فاعل - جمع مذکر - اِنْتَصَارٌ (افتعال) مصدر - اس کے دو معنی ہیں ۱۔ انتصر من عدوہ ای انتقم من عدوہ - اس نے اپنے دشمن سے بدلہ لے لیا - یعنی انتقام لے لیا -

۲۔ اِنْتَصَرَ عَلَى خَصْمِهِ اسْتَظْهَرَ : وہ اپنے حلیف پر غالب آیا - اس پر قابو پا لیا - پہلی صورت میں آیت کا مطلب ہوگا - کہ ہم نے ان پر اپنا عذاب مسلط کیا اور وہ لوگ جنہیں اپنی طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا - ان میں سکت نہ رہی کہ وہ ہم سے انتقام نہ لے سکے - دوسری صورت میں معنی ہوگا :-

کہ وہ ہم پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی قوت سے ہمارے بھیجے ہوئے عذاب کو ٹال نہ سکے  
۵۱:۲۶ = وَقَوْمٌ نُوحٍ مِنْ قَبْلُ : وَ عَاطِفٌ اور قوم نوح کا عطف فاخذتم یا قبضتہم کی ضمیر ہے ای واہلکنا قوم نوح -

مِنْ قَبْلُ : قَبْلُ بَعْدُ کی ضد ہے یہ اسم ظرف زمان بھی استعمال ہوتا ہے اور اسم ظرف مکان بھی - قبل کو بعد کی طرح اضافت لازمی ہے، جب بغیر اضافت کے آئیگا تو ضمہ پر

مسنی ہوگا۔ جیسا کہ آیت نہا میں۔

اور اذانت کے ساتھ جیسے کہ مِنْ قَبْلِهِمْ: مِنْ قَبْلُ اِیْ مِنْ قَبْلِ هَوْلَاءِ الْمَهْلِكِیْنَ ان ہلاک ہونے والوں سے پہلے۔ یعنی فرعون، عاد، ثمود کی قوموں سے پہلے ہم نے قوم نوح کو ان کی سرکشی، کفر و فسق کی وجہ سے ہلاک کیا۔

== اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ: یہ علت ہے قوم نوح کی ہلاکت کی، قَوْمًا فٰسِقِیْنَ موصوف وصفت مل کر کَانُوْا کی خبر ہے:

فٰسِقِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر، بحالت نصب۔ فَاَسِیْقُ کی جمع۔ بمعنی شریعت کی حدود سے نکل جانے والے۔ کافر اور نافرمان لوگ،

## فَایِدُ ۷ :

آخرت کے بارے میں تاریخی دلائل پیش کرنے کے بعد اب پھر اس کے ثبوت میں آفاقی دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔

== وَالسَّمَاءَ بَنَیْنَهَا۔ اِیْ بَنَیْنَا السَّمَاءَ مفعول کو فعل سے پہلے لایا گیا ہے ہَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب السماء کی طرف راجع ہے۔ بَنَیْنَا ما ضمی جمع متکلم۔ بَنَیْ بَنَیْنِیْ بِنَاءً (باب ضرب، مصدر۔ ہم نے بنایا۔

== بِاَیْدِیْ: قوت سے، طاقت سے، یہاں بِاَیْدِیْ یَدٌ کی جمع نہیں ہے بلکہ اِدَّ یَیْدِیْ (باب ضرب) کا مصدر ہے اِدُّ بھی اس کا مصدر ہے بمعنی مضبوط ہونا۔ سخت ہونا۔ اسی مادہ اِیْد سے باب تفعیل اَیْدٌ یُوَیِّدُ تَایِّدٌ بمعنی قوت دینا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:-

اَیْدِیْ تُّکَّ بِرُوحِ الْقُدُسِ (۵: ۱۱۰) میں نے تمہیں روح القدس سے تقویت دی۔ اور فرمایا:-

وَاللّٰهُ یُوَیِّدُ بِنَصْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (۳۱: ۱۳) اللہ جسے چاہتا ہے اپنی نصرت سے بہت زیادہ تقویت بخشتا ہے۔

صاحب اضوار البیان لکھتے ہیں کہ:-

فَمَنْ نَظَرَ اِنِّهَا جَمْعٌ یَدٍ فِیْ هٰذِهِ الْاٰیَةِ فَقَدْ غَلَطَ غَلَطًا فَاَحْشَاوَالْمَعْنٰی: وَالسَّمَاءَ بَنَیْنَهَا لِقُوَّةٍ:

ترجمہ ہوگا:- اور آسمان کو ہم نے اپنی قوت سے بنایا۔

== مُوسِعُونَ: اسم فاعل جمع مذکر اِیْسَاعُ (افعال) مصدر۔ وسع مادہ، طاقت و مقدر رکھنے والے، وسعت والے۔ مقدور والے۔

**فائدہ :-** صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں کہ ۱۔

اصل الفاظ ہیں اِنَّا لَمُوسِعُونَ: مُوسِعٌ کے معنی طاقت و مقدرت رکھنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور وسیع کرنے والے کے بھی۔

پہلے معنی کے لحاظ سے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ آسمان ہم نے کسی کی مدد سے نہیں بلکہ اپنی طاقت اور زور سے بنایا ہے۔ اور اس کی تخلیق ہماری مقدرت سے باہر نہ تھی۔ پھر یہ تصور تم لوگوں کے دماغ میں آخر کیسے آگیا کہ ہم تمہیں دوبارہ پیدا نہ کر سکیں گے؛

دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے :-

کہ اس عظیم کائنات کو بس ہم ایک دفعہ بنا کر نہیں رہ گئے بلکہ مسلسل اس میں توسیع کر رہے ہیں اور ہر آن اس میں ہماری تخلیق کے نئے نئے کرشمے رونما ہو رہے ہیں۔ ایسی زبردست خلاق ہستی کو آخر تم نے اعادۂ خلق سے عاجز کیوں سمجھ رکھا ہے۔

۴۸:۵۱ = وَالْاَرْضَ اٰی وَفَرَشْنَا لِرٰضٍ۔ اور ہم نے زمین کو بچھایا۔ فو شنا ماضی جمع متکلم فَرَشْتُ وَفَرَشْتُ (باب ضرب) مصدر (قالین یا بستر) بچھانا (گھر کو) فرش لگانا ہا صغیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ الارض کی طرف راجع ہے۔

= نِعْمَ: کلمہ مدح ہے۔ اہل نحو کہتے ہیں کہ جس طرح بِئْسَ فعل ذم ہے اسی طرح نِعْمَ فعل مدح ہے لیکن نِعْمَ (ماضی واحد مذکر غائب) اور نِعِمْتُ (ماضی صغیر واحد مؤنث غائب) کے علاوہ اس سے ماضی اور مضارع کا کوئی دوسرا صیغہ استعمال نہیں ہوتا۔ بہر حال نحو یوں کی اصطلاح میں نِعْمَ فعل ہے۔

امام راغب اصفہانی ج لکھتے ہیں کہ

نِعْمَ کلمہ مدح ہے جو بِئْسَ فعل ذم کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے؛ قرآن مجید میں آیا ہے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ (۴: ۸) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے اور وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمَا هِدُوْنَ (۴۸: ۵۱) اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا (دیکھیو ہم) کیا خوب بچھانے والے ہیں،

= الْمَا هِدُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ مَهْدٌ (باب فتح) مصدر۔ یعنی (بستر) بچھانا۔

== زَوْجَيْنِ : وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نقیض یا نظیر ہو۔ جوڑا۔  
زَوْجٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر ہے۔

روح المعانی میں ہے :-

زوجین اسی نوعین ذکر واثنی۔ یعنی دو صنف مذکر و مؤنث۔  
مجاہد نے کہا ہے کہ :-

یہ متضادات و متقابلات کی طرف اشارہ ہے، مثلاً رات اور دن، آسمان اور زمین، سیاہ  
وسفید۔ ہدایت و ضلالت، بلندی و پستی۔ وغیرہ۔

== لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ : لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل كُمْ اس کا اسم۔ شاید تم۔  
تَذَكَّرُونَ : منار ع جمع مذکر حاضر۔ تَذَكَّرُوا (تفعل) مصدر۔ تم نصیحت پکڑو، تم سمجھ  
جاؤ۔ تم جان لو کہ تعدد ممکنات کی خصوصیت ہے۔ واجب بالذات ہر تعدد اور انقسام سے  
پاک ہے۔ اس کا وجود ناقابل عدم ہے اور اس کی قدرت ہر کمزوری اور عجز سے پاک ہے  
(تفسیر مظہری)

۵۰:۵۱ == فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ۔ اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے۔ اِیُّ قُلُوبِ یَا مُحَمَّدٌ  
رِصْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، لوگوں سے کہو۔ فَفِرُّوا ..... الخ:  
فَفِرُّوا میں و نسبت کی ہے یعنی ممکنات کے احوال اور واجب کی خصوصیت کو سمجھنے  
اور جاننے کا تقاضا ہے کہ تم ہر چیز سے منہ موڑ لو اور بھاگو اور اللہ ہی کی طرف اپنا رخ کر لو،  
فِرُّوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ فِرَارٌ (باب ضرب) مصدر تم بھاگو!  
علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

ففرّوا من حل شیء الی اللہ بالتوجہ والمحبۃ والاستغراق وامثال الاوامر  
ہر چیز سے منہ موڑ لو اور اللہ ہی کی طرف اپنا رخ کر لو۔ اسی کی محبت میں ڈوب جاؤ اور اسی کے  
احکام کی تعمیل میں غرق ہو جاؤ۔  
مدارک التنزیل میں ہے :-

ففرّوا من الشوک الی الایمان باللہ او من طاعة الشیطن الی طاعة الرحمن  
او مما سواہ الیہ۔ پس بھاگو شرک سے ایمان باللہ کی طرف اور شیطان کی پیروی سے  
رحمن کی اطاعت کی طرف اور اس کے سوا سب کو چھوڑ کر اللہ کی طرف۔

== مِنْهُ : میں ضمیرہ واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ بعض نے منہ کی ضمیر کا مرجع عذاب



اور غضب بتایا ہے لیکن پہلا زیادہ صحیح ہے۔

۵۱:۵۱ = وَلَا تَجْعَلُوا - وَأَوْ عَاطِفٌ لَا تَجْعَلُوا فَعَلٌ نَهَى جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ أَوْ مَمْتٌ بِنَاؤٌ  
مَت مَطَّهْرًاؤ -

== إِلَهًا - اسم مفعول، جس کی بندگی کی جائے وہ اللہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل۔  
= الْآخَرَ - دوسرا۔ إِلَهًا کی صفت ہے (کوئی، دوسرا معبود، اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت  
بناؤ۔ یعنی واجب الوجود ہونے میں یا استحقاق معبودیت میں، یا مقصود اصلی اور محبوب ذاتی ہونے  
میں کسی کو اس کا شریک مت بناؤ۔

== إِنِّي دَلَّكُمْ عَلَيْهِ تَذِيْرٌ مُّبِينٌ؛ اس جملہ کی تکرار تاکید کے لئے ہے یا پہلے جملہ میں  
خواص کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ اللہ کے سوا نہ کسی سے محبت کریں نہ اپنا رخ کسی اور کی طرف کریں۔  
اور اس جملہ میں عوام کو حکم دیا گیا ہے کہ شرک اور گناہوں اجتناب کریں۔ کلام کی رفتار  
بھی اسی مفہوم پر دلالت کر رہی ہے۔ یعنی ہر چیز سے اگر تم فرار نہیں کر سکتے تو کم از کم عبادت اور  
تعیل احکام خداوندی میں تو کسی کو شریک نہ قرار دو۔ (تفسیر منطہری)

۵۱:۵۲ = كَذَلِكَ؛ ای الا مر مثل ذلک - وذلک اشارۃ الی تکذیبہم

الرسول وتسميته ساحرًا او مجنونًا۔ ثم فسروا ما اجمل بقوله: مَا  
آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ..... الخ، بات اس طرح ہے ذلک کا اشارہ گذشتہ  
رسولوں کی قوموں کا) اپنے رسول کی تکذیب اور اسے ساحر یا مجنون کا نام دینے کی طرف ہے۔  
پھر اس اجمال کی تفسیر ارشاد باری تعالیٰ مَا آتَى الَّذِينَ..... میں آتی ہے:

== مَا آتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ؛ مَا نَافِيَةٌ هِيَ الَّذِينَ اسْمٌ موصول جمع  
مذکر۔ مِنْ قَبْلِهِمْ اس کا صلہ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب قریش مکہ کی طرف راجع ہے  
ترجمہ ہو گا۔ نہیں آیا ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول۔

== إِلَّا حَرَفَ اسْتِثْنَاءٌ - مگر۔  
== قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ؛ ای قالوا هو ساحر او مجنون؛ مگر انہوں نے  
دہی، کہا کہ یہ جادوگر ہے یا پاگل؛

۵۱:۵۳ = اتوا صوابہ - ہمزہ استفہامیہ انکار اور تنبیہ کے لئے آیا ہے۔ تو اصوا  
مضارع جمع مذکر غائب، تو اصی (تفاعل) مصدر بمعنی ایک دوسرے کو نصیحت کرنا  
وصیت کرنا۔ کہہ مرنا۔ یہ میں ضمیر کا مزج ان کا وہ قول کہ رسول یا تو ساحر ہے یا مجنون

ترجمہ ہو گا۔

کیا ان کے اگلے اپنے پچھلوں کو یہی وصیت کرتے چلے آئے تھے؟

== بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوتٌ : بَلْ حرفِ اضراب ہے۔ ماقبل کے البطل اور مابعد کی تصدیق کے لئے آیا ہے۔ نہیں یہ بات نہیں بلکہ یہ لوگ فطرتاً سرکش و نافرمان تھے۔

== طَاغُوتٌ = اسمِ فاعل جمع مذکر طغیان (بافتح) مصدر یعنی سرکش، نافرمان، معصیت میں حد سے بڑھ جانا، سمندر کا جوش مارنا۔ طَاغِيٌّ کی جمع بحالتِ رفع ہے۔

مطلب: نہیں یہ نہیں کہ ان کے اگلے پچھلوں کو وصیت کرتے چلے آئے تھے بلکہ دراصل یہ لوگ فطرتاً ہی سرکش و نافرمان و باغی تھے۔

۵۴: ۵۱ == تَوَلَّى - امر واحد مذکر حاضر، تَوَلَّى (تَفَعَّلٌ) مصدر، ولی مادہ، تو منہ پھیر لے، تو توجہ ہٹا لے۔ تَوَلَّى کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے، کسی کام کو اٹھانے، والی و حاکم ہونے کے ہیں۔ جیسے وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَيَنْهَ عَنْهُمْ (۵۱: ۵) جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے وہ ان ہی میں سے ہے اور وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ (۲۴: ۱۱) اور جس نے اٹھایا بڑی بات کو ان میں سے اور فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (۲۲: ۴) پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو۔

اور جب اس کا تعدیہ عَنْ کے ساتھ ہوتا ہے خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھیر لینے اور نزدیکی چھوڑ دینے کے معنی آتے ہیں۔ جیسا کہ آیت انہا میں ہے۔

عَنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کا آیت سابقہ میں ذکر ہوا۔

== مَلُومٌ - اسمِ مفعول واحد مذکر، مجرور، نَوْمٌ مادہ۔ ملامت زدہ، ملامت کیا ہوا۔ مَا اَنْتَ بِمَلُومٌ - یعنی جب آپ ان کو بقدر امکان دعوت دے چکے اور اپنی طاقت کے مطابق کوشش کر چکے تو اب ان کی طرف سے روگردانی اور اعراض سے آپ قابلِ ملامت قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

۵۵: ۵۱ == وَذَكَرُوا - فعل امر واحد مذکر حاضر، تَذَكَّرُوا (تَفَعَّلُوا) مصدر۔ تو یاد دلا۔

تو سمجھا۔ تو نصیحت کر، واؤ یہاں بمعنی البتہ ہے۔

== الذِّكْرَى - ذَكَرَ يَذْكُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ پند موعظت۔ (صیغہ مؤنث)

== فَإِنَّ فِي تَعْلِيلِ كَاهِيٍّ كَيْونِيكِهِ -

== تَنْفَعُ مَنَارِعَ دَاخِرًا مَوْتًا غَائِبًا لِنَفْعِ رِبَابِ فِتْحِ مَعْدَرٍ وَهِيَ هِيَ - وَهِيَ فَائِدَةٌ دِيْتِي هِيَ  
سود مند ہوتی ہے۔

== وَذَكَرْنَاكَ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ: البتہ قطع نظراں سرسوں کے اپنے مشن کی تکمیل میں آپ نصیحت کرتے رہے کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لئے سود مند ہوگی؛  
۵۶: ۵۱ == وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ أَصْلٌ فِي يَعْْبُدُونَ تَنَبُّهُمَا  
نون وقایہ ی مستکلم ضمیر مفعول۔ کہ وہ میری عبادت کریں۔ وَادَّ عَاطِفٌ مَا نَافِيَةٌ، الْاِحْرَافُ اسْتِثْنَاءٌ  
لام تعلیل کی؛

۵۷: ۵۱ == مَا أُرِيدُ، مَنَارِعَ مَنَفَى وَاحِدٌ مَسْکَمٌ - أَرَادَ يُرِيدُ إِرَادَةٌ (أَفْعَالٌ) مَعْدَرٌ  
سود د مازہ - میں نہیں چاہتا ہوں، میں طلب نہیں کرتا ہوں۔

== مِنْ رِزْقٍ - مِنْ بَيَانِهِ هِيَ، فِيهِ ان سَمْعُ كَوْنِي رِزْقٍ طَلَبٌ نَهَيْ كَرْتَا هُوں -

== وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ : وَادَّ عَاطِفٌ - مَا أُرِيدُ مَنَارِعَ مَنَفَى وَاحِدٌ مَسْکَمٌ - أَنْ مَعْدَرِي

يُطْعِمُونَ - اِي لُطْعِمُونَ تَنَبُّهُ - اِدْرَدٌ فِيهِ يَطْلَبُ كَرْتَا هُوں كَرْدَهُ بَحْجَه كَهْلَا فِيهِ (جَسِيَا كَرْدَهُ اِدْرَجْجَه فَرَمَايَا  
وَهُوَ يُطْعِمُهُ وَلَا يُطْعَمُهُ (۶: ۱۴)، اِدْرَدِي رَسْبُ كَوْنِي كَهْلَا نَادِيَا هِيَ اِدْرُخُوْدُ كَسِي سَمْعُ كَهْلَا نَهَيْ لِيَتَا

۵۸: ۵۱ == الرِّزْقُ - رِزْقٌ يَنْعِي دَالَا - رُوْرِي يَنْعِي دَالَا - رِزْقٌ سَمْعُ بَرْدَرِنِ فَعَالٌ مَبَالِغٌ كَاصِيْفٌ  
ہے۔ امام خطابی کا بیان ہے کہ رزاق وہ ذات ہے جو رزق کا متکفل ہے، اور ہر جان قیام کے لئے  
جس قدر قوت کی ضرورت ہے اس کی بہم پہنچانے والی ہے اس لفظ کا اطلاق بجز ذات باری تعالیٰ کے جائز  
نہیں ہے۔

== ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ - ذُو مَعْنَى دَالَا - صَاحِبٌ، اِسْمٌ هِيَ - اِدْرَا اِسْمَا رَسْمَةٌ مَكْبَرَةٌ فِيهِ سَمْعُ يَعْْنِي اِن  
چھ اسموں میں سے ہے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یائے مستکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کو پیش کی  
حالت میں واؤ زبر کی حالت میں الف اور زبر کی حالت میں یاء آتی ہے جیسے ذُو اِذَا - ذِي - یہ ہمیشہ  
مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے۔ ضمیر ن طرف نہیں۔ اور اس کا  
تشبیہ بھی آتا ہے اور جمع بھی۔

== ذُو الْقُوَّةِ - مَضَافٌ، مَضَافٌ اِلَيْهِ، قُوَّةٌ وَدَالَا -

الْمَتِينُ. مَتِينٌ - سَيْفٌ صِفَتٌ مَشَبَهٌ مَفْرُودٌ مَضْبُوطٌ - مَسْکَمٌ، رِيْطٌ كِي بَرِي كِي دَائِيں بَائِيں حَصَّةٌ كُو

ماتن کہا جاتا ہے اسی سے مَتْنٌ فَعْلٌ بِنَايَا كِيَا جَس كِي مَعْنَى فِيں اِس كِي لِيَسْتُ قُوِي اِدْرُ مَضْبُوطٌ هُو كِي

اِس كِي اِعْزَا رَسْمَتٌ اِدْرُ مَضْبُوطٌ هُو كِي مَتِينٌ مَضْبُوطٌ لِيَسْتُ وَدَالَا - تُو سِيْعٌ اِسْتِمَالٌ كِي بَعْدُ اِس كَا

معنی ہو گیا قوی، مضبوط۔

المتین کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ یہ القوتہ کی صفت ہے موسوف و صفت مل کر ذُو كَامِرَاتٍ الیہ، زبردست قوت والا۔

۲۔ یہ خبر ہے اس کا متبادر هُوَ مَحْذُوفٌ ہے ای هُوَ الْمَتِينُ۔ وہ نہایت قوی و محکم ہے؛

یہ آیت عدم ارادۃ زرق و قوت کی علت ہے؛

۵۱: ۵۹ = قَاتٍ : فَ عَاطِفٍ اِنَّ حَرًّا تَحْقِيقٌ هَيَّ : بے شک، یقیناً، تحقیق،

== لِكٰذِبِيْنَ ظَلَمُوْا۔ لام اختصاص کا ہے۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ صلہ۔ جنہوں نے ظلم کیا۔ جنہوں نے اپنے رسول کی تکذیب کی!

== ذَنُوْبًا۔ اِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ذَنُوْبٌ اصل میں بڑے ڈول کو کہتے ہیں جس سے کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے۔ عربوں کی عادت تھی کہ کنوؤں اور کھایوں کا پانی ڈول سے تقسیم کیا کرتے تھے۔ ڈول کے ذریعہ پانی تقسیم کرنے میں الراجز کا شعر ہے۔

لَنَا ذَنُوْبٌ وَلَكُمْ ذَنُوْبٌ : فَانِ اَبِيْمٌ فَلَنَا الْقَلِيْبُ۔

(ہمارے تمہارے درمیان پانی کی تقسیم) ایک ڈول تمہارا اور ایک ڈول ہمارا ہے۔

اگر تم یہ نہیں مانتے تو ساری کی ساری کھائی (یا کنواں) ہماری ہے۔

اس سے ذنوب یعنی الدلور ڈول کا اطلاق نصیب یعنی حصہ پر ہونے لگا۔

== اَصْحَابِہِمُ : مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ساتھی۔ ان کے ہم مشرب۔ یعنی وہ گذشتہ

زمانہ کے لوگ جنہوں نے اپنے رسول کی نافرمانی کی اور ان کی تکذیب کے مرتکب ہوئے؛

ہم کی ضمیر قریش مکہ کی طرف راجع ہے۔

اصواء القرآن میں ہے۔

معنی الآية الکریمة۔ فان للذین ظلموا بتکذیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ذنوباً ای نصیباً من عذاب اللہ مثل ذنوب اصحابہم من الامم الماضیة

من العذاب لما کذبوا رسلہم۔ تحقیق ان ظالموں کے لئے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کی تکذیب کی خدا کے عذاب سے ویسا ہی حصہ ہے جیسا کہ ان کے ساتھیوں یا ہم مشربوں کا تھا

جو گذشتہ امتوں میں اپنے رسولوں کی تکذیب کے مرتکب ہوئے؛

== لَا یَسْتَعْجِلُوْنَ : مضارع منفی جمع مذکر غائب استعجال (استفعال) مصدر۔

جلدی مچانا۔ کسی چیز کے جلد واقع ہونے کی طلب کرنا۔ اصل لا یتعجلونہی وہ مجھ سے (اس عذاب)

کے آجانے کی (جلدی طلب نہ کریں۔) یہ عذاب تو ان کے نصیب میں ہو چکا۔ اور اپنے وقت پر آکر رہے گا، کافر جو کہتے تھے ہتی هذا الوعد ان کنتم صدقین یہ ان کو اس کا جواب ہے، ۶۰:۵۱ = وَثِيْلٌ عَذَابٍ، ہلاکت، تباہی، دوزخ کی ایک وادی کا نام۔ عذاب کی شدت = يُوعَدُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ وَعَدٌ (باب ضرب) مصدر۔ ان کو وعیدی جارہی ہے، ان سے وعدہ عذاب کیا جا رہا ہے۔

= يَوْمِهِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کا دن، مراد یوم قیامت ہے؛  
ترجمہ پس تباہی ہے ان کے لئے جنہوں نے کفر کیا اس دن سے جس کا (ان سے) وعدہ کیا گیا ہے یا۔ جس کی ان کو وعیدی گئی ہے،

== — ==

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ :

## (۵۲) سُورَةُ الطُّورِ مَكِّيَّةٌ (۷۶)

۵۲:۱ = وَالطُّورِ - واؤ قسمیہ ہے الطُّور سے مراد طور سینا ہے جو مدین کا ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا تھا۔ قسم ہے طور کی ؛  
۵۲:۲ = وَكُتِبَ مَنْطُورٍ - واؤ عاطفہ ہے كُتِبَ مَنْطُورٍ موصوف و صفت مل کر معطوف الطور کا۔ اور قسم ہے کتب کی جو لکھی ہوئی ہے۔

مَنْطُورٍ اسم مفعول واحد مذکر۔ لکھا ہوا۔ لکھی ہوئی، سَطْرٌ قطار کو کہتے ہیں خواہ کسی کتاب کی ہو۔ کیونکہ حروف ایک دوسرے کے بعد ترتیب سے ایک قطار میں لکھے جاتے ہیں۔ یاد رختوں کی ہو یا آدمیوں کی۔ سَطْرٌ فُلَانٌ كَذَا، کے معنی ہیں ایک ایک سطر کر کے لکھنا؛

۵۲:۳ = فِي رِقِّ قَنْشُورٍ متعلقہ مَنْطُورٍ ہے؛ رِقِّ - الرِّقَّةُ - (باریکی) اور دِقَّةُ کے معنی ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن رِقَّةٌ بناط کناروں کی باریکی کے استعمال ہوتا ہے اور دِقَّةٌ لمجاظ عمق کے بولا جاتا ہے۔ پھر اگر رقت کا لفظ اجسام کے متعلق استعمال ہو تو اس کی ضد صفات آتی ہے۔ جیسے ثَوْبٌ رَقِيقٌ (باریک پٹرام) اور ثَوْبٌ صَفِيقٌ (موٹا پٹرام) اور دل کے متعلق استعمال ہو تو اس کی ضد مساوت آتی ہے مثلاً نرم دل کے متعلق کہا جاتا ہے فُلَانٌ رَقِيقُ الْقَلْبِ اور اس کے بالمقابل سخت دل کو قَسِيٌّ الْقَلْبِ کہیں گے؛

الرِّقِّ کے اسلی معنی کھال یا چمڑا کے ہیں۔ قدیم زمانہ میں جب کہ کاغذ سازی کی صنعت ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں تھی۔ حسب ضرورت پائدار کاغذ نایاب تھا اس لئے دستور یہ تھا کہ کھال کو رگڑ رگڑ کر خوب باریک اور صافی بنا لیا جاتا تھا۔ اور اس میں چمک سی پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ اور ایسی تیار شدہ کھال پر آسانی صحائف، قیمتی دستاویزات اور شاہی فرمان لکھے جاتے تھے۔

= مَنْشُورٍ - اسم مفعول واحد مذکر فشر (باب ضرب) نصر، سَمِعَ) مصدر - مَنْشُورٍ کھلا ہوا۔ کشادہ، پھیلا یا ہوا۔ یہاں کھلا ہوا سے مراد یہ ہے کہ سب کے لئے کھلا ہوا۔ جس کا جی چاہے پڑھے۔ فِي رِقِّ مَنْشُورٍ - کھلے اور ارق میں لکھا ہوا۔

ترجمہ آیات ۲:۳: اور قسم ہے اس کتاب کی جو کھلے ورق پر لکھی ہوئی ہے۔



شریف میں ہے مَا مِنْ يَوْمٍ إِلَّا وَالْبَحْرُ لِيَسْأُذِنَ رَبَّهُ أَنْ يُغْرِقَ نَبِيًّا أَدَمَ: کوئی دن بھی ایسا نہیں آتا جب کہ سمندر اپنے رب کی بنی آدم کو غرق کر دینے کی اجازت نہ چاہتا ہو۔

مذکورہ بالا اقوال سے قوی قول یہ ہے کہ المسجور بمعنی مَوْقَدًا (مہتر کایا ہوا) ہے

۵۲: ۷ = إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ۔ یہ جملہ جواب قسم ہے إِنَّ حَرْفٌ مَثْبُورٌ بِالْفِعْلِ عَذَابُ اسْمٍ إِنَّ عَذَابُ مضاف، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عَذَابُ كَا۔ لام تاکید کا وَاوَقِعٌ خبر،

قسم ہے طُورِکِ، قسم ہے کتابِ مسطورِکِ، قسم ہے البیتِ المعمورِکِ، قسم ہے سقفِ مرفوعِکِ، قسم ہے البحرِ المسجورِکِ، کہ آپ کے رب کا عذاب یقیناً آکر رہے گا۔

وَأَقِمْ اسْمَ فاعِلٍ وَاحِدٍ مَذْکُرٍ: وَقَعُ رُبَّابٍ فَتَحٍ مصدر۔ لازمی ہو جانے والا۔

۵۲: ۸ = سَأَلَهُ مِنْ دَافِعٍ۔ مَا نَافِعٌ، مِنْ زَائِدَةٍ ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے دَافِعٍ اسْمِ فاعِلٍ وَاحِدٍ مَذْکُرٍ۔ دَفَعَ كَرْنُ وَالَا۔ ثَالِثُ وَالَا۔ هِثَانُ وَالَا۔ اُسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔ یہ إِنَّ کی خبر ثانی ہے یا وَاوَقِعُ کی صفت۔ یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے۔

۵۲: ۹ = يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ سَوْرًا: يَوْمَ مَقْضُولٍ فِيهِ هَيْ تَمُورٌ مَضَارِعٌ وَاحِدٌ مَوْثٌ غَائِبٌ: مَوْدُ رِبَابٍ نَصْرٍ مصدر۔ بمعنی پھرنا۔ تیز چلنا۔ وہ تیز چلتی ہے یا چلے گی۔ وہ پھٹ جائے گی۔ وہ لرزے گی۔ مَوْرًا مَفْعُولٌ مَطْلُوقٌ تَاكِيْدٌ كَيْ لَيْلَا يَكِيْبُ

اہل لغت کہتے ہیں کہ کبھی آگے بڑھے کبھی پیچھے ہٹے۔ اور اس طرح جھولے جس طرح کہ تیز جھکڑ میں لمبی کھجوریں جھومتی ہیں۔ تو اس حالت کو بیان کرنے کے لئے مَا رَکِيْمُورُ کے لفظ استعمال کئے جاتے ہیں مقصد یہ بتانا ہے کہ وسیع و عریض آسمان جس کو اپنے مقام سے بال برابر کبھی سرکتے نہیں دکھایا گیا کبھی اضطرابی حرکت اس میں رونما نہیں ہوئی وہ اس روز ایک معمولی اور ہلکی چیز کی مانند ڈول رہا ہوگا۔ جھول رہا ہوگا۔

جس دن آسمان بڑی بڑی طرح تھر تھرا رہا ہوگا:

۵۲: ۹-۱۰ = وَتَسِيرُ الْجِبَالُ وَوَعَاطِفُ، تَسِيرٌ مَضَارِعٌ وَاحِدٌ مَوْثٌ غَائِبٌ سَيُورُ رِبَابٍ ضَرْبٍ مصدر۔ سَيُورًا مَفْعُولٌ مَطْلُوقٌ تَاكِيْدٌ كَيْ لَيْلَا يَكِيْبُ اور پھاڑ بڑی بڑی طرح اڑتے پھریں گے۔

۵۱: ۱۱ = فَوَيْلٌ لِّفَصِيحَتِ كَيْ لَيْلَا يَكِيْبُ بِرِبَادِي، هَلَاكَةٌ (ملاحظہ ہو ۵۱: ۶۰)

= يَوْمٍ مِيْدٍ اسْمِ ظرفِ زَمَانٍ۔ مَنْصُوبٌ مَضَافٌ، اِذٍ مَضَافٌ اِلَيْهِ۔ اِسْرُورٌ، اِسْرُورٌ، اِسْرُورٌ اِی اِذَا وَقَعَتْ ذٰلِكَ جَبَّ يَرِوَا قَعَاتٍ وَقُوْعٌ پَدِيْرٌ هُوْلٌ كَيْ



== مُكَذِّبِينَ - اسم فاعل جمع مذکر بحال تَجْر تَكْذِيبٌ (تفعیل) مصدر، جھٹلانے والے، تکذیب کرنے والے۔

پس اس روز تکذیب کرنے والوں کے لئے بربادی ہوگئی۔

۱۲:۵۲ = الَّذِينَ هُمْ فِي خَوْضٍ يَلْعَبُونَ: الذين اسم موصول جمع مذکر، يَلْعَبُونَ صَلَّ فِي خَوْضٍ جار مجرور مل کر متعلق يَلْعَبُونَ جو تفریح طبع کے لئے فضول باتوں میں لگے رہتے ہیں خَوْضٌ (باب نصر) اصل میں اترنے اور اس کے اندر چلے جانے کو کہتے ہیں۔ بطور استعارہ کسی کام میں مشغول رہنے پر بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال فضول کاموں میں لگے رہنے پر ہوا ہے:   
وَإِذْ آرَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيْتِنَا فَأَخْرَجْنَاهُمْ مِنْهَا وَهُمْ كَالْعِجَالِ الْمُدْرَيْنِ (۶۸:۶) اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بائے میں بے ہودہ بکواس کر رہے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

يَلْعَبُونَ مضارع جمع مذکر غائب لَعِبٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ کھیلتے ہیں، استہزاء کرتے ہیں   
۱۳:۵۲ = يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً - يَوْمَ مَفْعُولٌ فِيهِ - يُدْعَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب: وہ دھکے مار کر ہٹکائے جائیں گے، وہ نہایت سختی سے دھکے جائیں گے۔ دَعٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی سختی سے دھتکارنا۔ دَعَاً مَفْعُولٌ مطلق، يَوْمَ يُدْعَوْنَ بدل ہے يَوْمَ كَمُورٍ   
۱۴:۵۲ = هَذِهِ النَّارُ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكذِّبُونَ - آیت سے قبل وَقِيلَ لَهُمْ

عبارت مقدرہ ہے ان سے کہا جائے گا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے   
۱۵:۵۲ = أَفَسِحْرُ هَذَا - ہمزہ استفہام انکاری تو یعنی ہے وَ تَعْقِيبُ كَاهٍ یعنی دنیا میں تم وحی و معجزات کو سحر کہا کرتے تھے۔ اب حقیقت سامنے آگئی ہے تو تمہارے خیال میں کیا یہ بھی جادو   
ای یقال لهم ذلك: یعنی ان سے یہ کہا جائے گا۔-----

== أَمْ - یعنی یا۔ لَا تُبْصِرُونَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر ابْصَارٌ (أَفْعَالٌ) مصدر۔ تم نہیں دیکھتے ہو۔ یعنی یا کیا تم کو یہ آگ دکھائی نہیں دیتی جس طرح دنیا میں تم کو معجزات دکھائی نہیں دیتے تھے۔

== اصْلَوْهَا: فعل امر جمع مذکر حاضر صَلَّى (باب سمع) مصدر۔ یعنی آگ میں جلنا اور اس میں جا پڑنا۔ هَاضِمٌ واحد متونث غائب، النَّارُ کے لئے ہے۔ تم اس میں جا پڑو۔ تم اس کے اندر چلے جاؤ۔

== اصْبِرُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر صَبَرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم صبر کرو۔   
= أَوْلَا لَصَبِرُوا - أَوْلَا حرف عطف ہے۔ اکثر تخییر کے معنی میں آتا ہے یعنی دو چیزوں میں سے

ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دینا (یا)۔

لَا لَصَبِيرُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر، تم صبر نہ کرو، مطلب یہ کہ تم اب نارہتم میں جلنے پر صبر سے کام لویا بے صبری سے تمہارے لئے دونوں برابر ہیں۔ اب تو تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا ہر صورت میں بھگتنا ہوگی۔

== سَوَاءٌ: مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی دونوں چیزیں تمہارے لئے برابر ہیں سَوَاءٌ خَيْرٌ ہے مبتدأ مخذوف کی ای صِدْرُكُمْ وَتَرْكُهُ سَوَاءٌ؛

== تَجْزُونَ: مضارع مجہول جمع مذکر حاضر جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی بدلہ دینا اور کافی ہونا۔ تم بدلہ دینے جاؤ گے، تم جزا دینے جاؤ گے۔

== مَا مَوْصُولٌ۔ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ اس کا صلہ۔ جو تم کیا کرتے تھے۔ اِنَّمَا تَجْزُونَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ سَوَاءٌ کی تعلیل ہے۔

== فِي جَنَّتٍ وَعَالِيَمٍ ہ دونوں میں تنوین تعظیم کے لئے ہے ای جَنَّتٍ عَظِيمَةٍ و نَعِيمٍ عَظِيمٍ یعنی عظیم الشان جنتیں اور عالی قدر راحتیں۔

۵۲: ۱۸ = فَاكِهِينَ اسم فاعل جمع مذکر بحال نصب۔ فَاكِهَةٌ داحِدَةٌ اِسْمٌ مَصْدَرٌ۔ مزہ اڑانے والے۔ فَاكِهَةٌ بمعنی اسم فاعل ہے بمعنی ظریف۔ ہنس ہنس کر باتیں کرنے والا دوستوں سے ہنسی کرنے والا۔ اور خوب مٹھٹھے لگانے والا۔ بہت زیادہ ہنس مکھ، نصب بوجہ حال ہونے کے ہے۔

== اِنَّمَا۔ ب سبب ما مصدر یہ ای فَاكِهِينَ بِاِيْتَاءِهِمْ رَبِّهِمْ: اپنے رب کی عطا (دین) پر مزے اڑاتے ہوتے۔

== اَقْتَهُمْ: اَتَى ماضی واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ (فعال) مصدر۔ دینا۔ عطا کرنا۔ الشئ کسی کو کوئی چیز دینا هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ المتقين کے لئے ہے

== دَوَقْتَهُمْ۔ وَاَوْعَاطُهُمْ جملہ کا عطف اِثْمُهُمْ پر ہے۔ وَقِي ماضی واحد مذکر غائب وَقَايَةٌ (باب ضرب) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو بچالیکا۔ محفوظ رکھیگا۔ هُمْ كَامِرَجِ المتقين ہے۔ وَاَوْعَاطُهُمْ ان کو بچالیکا۔

== عَذَابِ الْجَحِيمِ، مضاف مضاف الیہ مل کر دَقِي كَامِرَجِ مفعول ثانی۔ ما مصدر یہ کی صورت میں (وَوَقَايَتِهِمْ عَذَابِ الْجَحِيمِ) ترجمہ ہوگا۔ اور اپنے رب کی طرف سے عذاب دوزخ سے بچاؤ پر مزے اڑاتے ہوئے۔

۱۲۔ کُلُوا وَاشْرَبُوا طَعَامًا وَشَرَابًا هَيْنًا تم خوش گوار کھانے کھاؤ اور خوش مزہ مشروب پتو۔ اس صورت میں یہ مفعول بہ کی صفت ہوگا۔

هَيْنًا اس چیز کو کہتے ہیں جس کے کھانے پینے میں دشواری نہ ہو اور کھانے کے بعد معدے میں گرانی نہ ہو۔

== بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ہ ب سببہ ما موصولہ اور كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۱ صلہ۔ لیب ان اعمال کے جو تم کرتے رہے تھے۔

۲۰:۵۲ = مُتَكِبِّينَ، اسم فاعل جمع مذکر۔ منصوب بوجه كَلُوا یا وَقُرْهُمُ يَا اللَّهُم کی ضمیر جمع مذکر غائب سے حال ہونے کے مُتَكِبِّينَ واحد اِنكأ (افتعال) مصدر، تکیہ لگاتے ہوئے۔ پیچھے سے گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوئے۔

= سُورٍ۔ سُورٍ کی جمع ہے۔

سُورٍ لکھتے ہیں؛ سُورٍ یعنی جس پر سرور سے بیٹھا جائے، کیونکہ یہ ارباب نعمت ہی پاس ہوتا ہے۔ اس کی جمع اسیرتہ بھی آتی ہے یہاں مَصْفُوفَةٍ کا موصوف آ رہے ہے۔ مَصْفُوفَةٍ۔ سُورٍ کی صفت ہے صفوں کی صورت میں رکھے ہوئے۔

= زَوْجَانَهُمْ۔ زَوْجًا ماضی جمع مکمل۔ تَزْوِجٌ (تفعیل) مصدر ہم نے ان کو بیاہ دیں۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع المتقین ہے جن کا ذکر چلا آ رہا ہے۔

= حُورٍ۔ حوریں۔ حُورَاءُ کی جمع ہے حُورٌ ا نہایت ہی گوری عورت کو کہتے ہیں۔

= عَيْنٌ بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والیاں۔ زنانِ فرخ چشم، عیناء کی جمع ہے جس کے معنی بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی کے ہیں۔ یہ تونٹ کے لئے مستعمل ہے مذکر کے لئے اَعْيُنٌ ہے جس کا مطلب ہے ایسا شخص جس کی آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ ہوں۔

۲۱:۵۲ = وَالَّذِينَ آمَنُوا۔ الموصول مبتدأ۔ الْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمُ اس کی خبر۔

وَاتَّبَعْتَهُمْ ذُرِّيَّتَهُمْ جملہ مقررہ، الْحَقْنَا بِهِمْ کی تعلیل کے لئے۔ یا یہ معطوف ہے اور اس کا عطف الذین آمنوا پر ہے۔

۔ بِإِيمَانٍ متعلق اتباع۔

= مَا آتَيْنَاهُمْ۔ ماضی منفی جمع مکمل۔ آتَ۔ آتٍ۔ آيَاتُهُ وَالآتَةُ (باب ضرب)

مصدر۔ حَقُّهُ حق کو کم کر کے دینا۔ ہم ان کا حق ان کو کم کر کے نہیں دیں گے۔ ہم ان کے حق میں کوئی کمی نہیں کریں گے:

اگر ما موصولہ لیا جائے تو ترجمہ ہوگا: بے شک جو پرہیزگار ہیں باغوں اور نعمتوں میں چین کرتے ہوں گے ان چیزوں سے جو ان کو ان کے رب نے عطا کیں اور ان کا رب ان کو عذابِ دوزخ سے بچا دے گا۔ (آیات ۱-۱۸) تفسیر حقانی۔

**فَإِنَّكَ** : اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بھی داخل فرمائے گا اور انہیں عذابِ جہنم سے بچا لے گا۔ اس کو علیحدہ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عذابِ دوزخ سے بچنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے ورنہ انسان کے اعمال تو اس قابل ہی نہیں کہ دوزخ سے بچنے کی ضمانت بن سکیں! ہم جو نیک اعمال کرتے ہیں ان میں بھی ایسی ایسی خامیاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے قبول نہ فرمائے تو ان کی حیثیت ایک کھوٹے سکے سے زیادہ نہ ہوگی۔ یہ تو صرف اس کی مہربانی ہے کہ وہ ہماری ناقص عبادتوں کو شرف قبولیت سے نوازے اور ہمیں جہنم سے بچالے۔ (رضیاء القرآن)

== **كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا**۔ ای قیل لہم: **كُلُوا وَاشْرَبُوا**.....  
**كُلُوا** امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، **أَكَلٌ** (باب نصر) مصدر۔ اصل میں **أَكَلُوا** تھا۔ تم کھاؤ **أَكَلٌ** کے حقیقی معنی کھانے کے ہیں۔ مجازاً مندرجہ ذیل معانی میں استعمال ہوتا ہے۔  
 ۱۔ آگ کا لکڑی کو بالکل جلا دینا۔ **أَكَلَتِ النَّارُ الْحَطَبَ**۔ آگ نے ایندھن کو کھا لیا۔  
 ۲۔ کسی کی غیبت کرنا۔ **أَيُّ حَيْثُ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا** (۱۲: ۴۹) کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، یعنی غیبت کرے  
 ۳۔ ناجائز طور پر کسی کا مال لے لینا۔ **وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ** (۲۹: ۴) آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ لو۔

== **وَاشْرَبُوا**۔ واو عاطفہ، **اشْرَبُوا** امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر **شُرِبٌ** (باب سمع) مصدر

تم پیو۔  
 == **هَنِيئًا**۔ **هَنَاءٌ** مصدر (باب فتح، نصر، ضرب) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے  
 پاکیزہ، خوش مزہ،

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ **كُلُوا وَاشْرَبُوا أَكَلًا شَرِبًا هَنِيئًا**۔ تم مزے لے لے کر خوشگواری کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔ اس صورت میں بطور مفعول مطلق ہوگا۔ کیونکہ مصدر کی صفت میں آیا ہے۔

== هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب آیت ندامت میں ہر جگہ الذین اٰمَنُوا کے لئے ہے  
ترجمہ ہوگا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت ایمان میں ان کے پیرو ہوئی تو ان کے ساتھ ان کی  
ذریت کو بھی ہم ملا دیں گے

== ذُرِّيَّةٌ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں مگر عرف میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے  
اصل میں یہ لفظ جمع ہے لیکن واحد جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ذُرِّيَّةٌ  
بَعْضُهُمَا مِنْ بَعْضٍ (۳۳:۳) ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے۔

اس کے اشتقاق کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ یہ ذُرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اور اس کی سہزہ متروک  
ہو گئی ہے۔ جیسے رَوِيَّةٌ اور سَبْرِيَّةٌ میں۔ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ (۱۷:۹)  
اور ہم نے پیدا کئے جہنم کے لئے۔

۲۔ اس کی اصل ذُرْعِيَّةٌ سُبْرُوْنٌ فُعْلِيَّةٌ ہے۔

۳۔ یہ ذُرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ ذُرٌّ دباب نصر، مصدر سے بمعنی  
اللہ کا اپنے بندوں کو زمین میں پھیلا دینا۔

ذُرِّيَّةٌ کی جمع ذُرِّيَّتٌ ہے قرآن مجید میں ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اٰزْوٰجِنَا  
وَذُرِّيَّتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ (۲۶:۲۶) لے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے  
اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی (راہ) ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی  
اولاد کو بھی ان کے درجے تک پہنچا دیں گے، اور ان کے (یعنی مومنین کے) اعمال میں سے  
کچھ راجح کم نہ کریں گے:

== كُلُّ اٰمْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ : یہ جملہ ماقبل کی تعلیل ہے، ہر شخص اپنے اپنے  
اعمال میں اسیر ہے۔ ای کل انسان مودھون ای مجوس او اسیر بکسبہ الباطل۔ ہر  
شخص اپنے اعمال باطل کے عوض مرہون ہے جب تک ان اعمال باطل سے ان کی سزا پا کر، یا  
اللہ تعالیٰ کی ذات والامفات سے ان کی مغفرت پا کر اپنے آپ کو اس رہن سے فک نہیں کر لیتے وہ  
اس میں مجوس رہیگا۔ (اور متذکرہ بالا) رعایتی نعمت حاصل کرنے کا مستحق نہ ہوگا۔

بہر کیف اس میں ایمان کا ہونا شرط ہے : خداوند تعالیٰ کا اس اولاد کو اس رہن سے خلاص ہونے کے بعد رفت درجات عطا کر کے ان کے آباء کے ساتھ ملا دینا محض اس کا تفضل ہے اور احباب  
 = مِمَّا فِي سَبِيلِهِ مَا مَوْصُولَةٌ كَسَبَبٍ صِلَةٍ

= رَهَيْتُجْ. گروی۔ گرفتار۔ پھینسا ہوا۔ دھن سے جس کے معنی گروی ہونے کے ہیں۔  
 بروزن فَعِيلٌ یعنی مفعول۔ مَرَّهُونَ ہے۔

۲۳:۵۲ = وَ أَمَدُّ ذُنُوبُهُمْ - أَمَدٌ ذُنُوبًا ماضی ماضی یعنی مستقبل۔ صیغہ جمع متکلم۔ امدادُ  
 افعال مصدر۔ امداد کرنا۔ بوقتِ ضرورت یا حسبِ خواہش دینا۔ وَتَنَّا نَوْقًا دِينًا۔

أَمَدٌ ذُنُوبُهُمْ اِی زِدْنَاهُمْ فِی وَقْتٍ بَعْدَ وَقْتٍ (المدارک) هُمْ اِی الْاَبَاءُ وَالْاَبْنَاؤُ  
 مِنْ سَکَانَ الْجَنَّةِ - یعنی جنت میں بسنے والے آباء و اجداد اور ان کی اولاد۔ (السیراتفا سیرم)  
 جن کو فضل الہی سے جنت میں باہم ملا دیا جائے گا

= مِمَّا - مرکب ہے مِنْ حَرْفِ جَارٍ اور ما موصولہ سے۔

= يَشْتَهُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِشْتَهَاءٌ (افتعال) مصدر (حس کی) وہ خواہش  
 کریں گے۔ (جسے وہ چاہیں گے۔

ترجمہ :- اور ہم وقتاً فوقتاً انہیں میوے اور گوشت بھے وہ پسند کریں گے بافراط دیتے رہیں گے

۲۴:۵۲ = يَتَنَازَعُونَ - مضارع جمع مذکر غائب مَنَازِعٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ باہم  
 (بطور تفریح) چھین چھپٹ کریں گے۔ ایک لے گا دوسرا لے گا (لغات القرآن)

يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا. اِی يَتَعَاطُونَ وَيَتَنَاوَلُونَ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ كَأْسًا  
 (اضوار البیان) تعاطی کوئی چیز کسی کو کھڑانا۔ تَنَاوَلٌ. ہاتھ بڑھا کر کسی چیز کو لے لینا۔ (الفرانند اللہ)  
 باہم ملاطفت و محبت کے جذبہ سے سرشار کسی کو شراب کا پیالہ پکڑانا اور اسے لے لینے پر اصرار کرنا۔  
 اور دوسری طرف سے ازراہ تملطف و تعطف قبول کرتے ہوئے لے لینا۔ اپنی کثرت میں یہ چھینا چھپٹی کا  
 منظر پیش کرتا ہے۔ لہذا يَتَنَازَعُونَ کا استعمال لینے کی بنا پر بھی اور دینے کی بنا پر بھی ہوتا ہے۔

تَنَازَعٌ باہم نزاع کرنا۔ جھگڑنا۔ ایک دوسرے سے چھیننا۔ اختلاف کرنا۔ چنانچہ قرآن مجید میں  
 بے يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ (۲۱:۱۸) اس وقت لوگ دن کے بارے میں باہم جھگڑنے لگیں گے :

= كَأْسًا مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ مَفْعُولٌ بِهِ - شراب سے بھرے ہوئے پیالے۔ برتن میں بھرے  
 مشروب کو کَاسٌ کہا جاتا ہے اور برتن کو کُوبِيٌّ - کَاسٌ مفرد، مَوْنَتٌ سماعی ہے اس کی جمع  
 كُؤُوسٌ وَ كَاسَاتٌ ہے۔

== فِيهَا مِثْلُهَا صَمِيرًا وَمَثَلُ غَائِبٍ كَأَمْرِ جَنَّةٍ هِيَ

== لَا لَعْنَةَ فِيهَا وَلَا تَأْتِيْمًا: لَانْفِي جَبَسَ كَمَا لَانْفِي جَبَسَ نَكَرَهُ مَفْرَدًا  
 دوسرے نکرہ کے ساتھ مکرر ہو تو مہچرا اختیار ہے کہ اسم کو خواہ نصب بلا تنوین دیں۔ جیسے فَلَا  
 رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ (۱۹۷:۲) حج کے دنوں میں نہ عورت سے رغبت کرے نہ گناہ۔ خواہ رفع  
 تنوینی دیں۔ جیسے يَوْمَ لَا يَبِيعُ فِيهِ وَلَا يُخَلَّةُ (۲۵۴:۲) وہ دن جس میں نہ خرید و فروخت  
 ہوگی اور نہ یاری۔ یہی دوسری صورت آیت زیر مطالعہ میں اختیار کی گئی ہے۔ معنی ہوں گے؛  
 جس کے پینے سے نہ ہڈیاں رسائی ہوگی نہ کوئی گناہ کی بات۔

== لَعْنًا (بَابُ نَصْرِ) سَمِعَ، فَتَحَ مَصْدَرُ هِيَ لَعْنَةٌ كَمَا لَعْنَةُ بَاتٍ كَمَا لَعْنَةُ شَمَارٍ  
 میں نہ ہو۔ جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے، بک بک کرنا۔ بکو اس کرنا۔ قرآن مجید میں ہے۔ لَا تَسْمَعُوا  
 لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ۔ (۲۶:۴۱) اس قرآن کو شنائی نہ کر دو اور (جب پڑھنے لگیں تو شور  
 مچا دیا کرو،

== فِيهَا۔ اِي فِي شُرْبِهَا۔ اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔

== تَأْتِيْمًا (تَفْعِيلٌ) مَصْدَرٌ كَمَا فِي تَأْتِيْمًا۔ اِسْ كَمَا فِي تَأْتِيْمًا۔ اِي تَأْتِيْمًا كَمَا فِي تَأْتِيْمًا۔

لَا لَعْنَةَ فِيهَا وَلَا تَأْتِيْمًا: اِي لَا يَتَكَلَّمُونَ فِي اِثْنَاءِ الشَّرْبِ بِلُغْوِ الْحَدِيثِ  
 وَلَا يَفْعَلُونَ مَا يُوْتِيهِ فَاعِلًا۔ اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔  
 اور نہ وہ ایسے فعل کا ارتکاب کریں گے جس کے کرنے والے پر گناہ لازم آئے۔  
 ۵۲: ۲۴ = يَطْوِفُونَ: مَضَارِعُ جَمْعُ مَذَكْرٍ غَائِبٍ طَوَّفَ وَطَوَّافٌ (بَابُ نَصْرِ) حَكَرَ لَمَّا  
 رہیں گے؛ خدمت کے لئے تیار رہیں گے۔

== غِلْمَانٌ۔ غُلَامٌ كَمَا فِي جَمْعِهِ هِيَ۔ اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔  
 چکی ہوں۔ لڑکا جو بھر پور جوانی میں ہو۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آیا ہے  
 هَذَا غُلَامٌ يَرْتَدُّ بِأَعْيُنِنَا صَدَقَاتُنَا رَاسُومًا لِّمَنْ يَشَاءُ فِي يَوْمِ ذَا الْقُرْبَىٰ۔

== لَهُمْ مِثْلُهَا صَمِيرًا وَمَثَلُ غَائِبٍ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔  
 اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔  
 اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔

== كَانَتْ مِثْلُهَا صَمِيرًا وَمَثَلُ غَائِبٍ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔  
 اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔ اِسْ كَمَا فِي شُرْبِهَا كَمَا فِي شُرْبِهَا۔  
 وہ سب۔

كَانَتْ چار معانی کے لئے مستعمل ہے۔

۱۔ عموماً تشبیہ کے لئے بکثرت یہی استعمال ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی صرف اسی معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے، كَانَتْ تَشْبِيهٌ كَالَّذِي هُوَ (۲۴:۲۳) یہ تو گویا ہو بہو وہی ہے،

۲۔ شك اور ظن کو ظاہر کرنے کے لئے۔ یعنی مستکلم اپنا گمان ظاہر کرنا چاہتا ہے؛ جیسے كَانَتْ بِالشَّيْءِ مُقْبِلَةً، میرا گمان ہے کہ تم جاڑا ساتھ لے کر آؤ گے؛ یعنی سردی زمانے میں واپس آؤ گے؛

۳۔ تحقیق کے لئے جیسے كَانَتِ الْاَرْضُ لَيْسَ بِهَا هِشَامٌ، یعنی ان الارض لیس بہا ہشام۔

۴۔ تقرب کے لئے جیسے كَانَتْ بِالْاَرْضِ نِيَاكُمُ تَكُنُّ، عنقریب تم دنیا سے چلے جاؤ گے گویا تم دنیا میں موجود نہیں ہو۔

== لَوْ لَوْ مَكْنُونٌ، موصوف و صفت۔ لَوْ لَوْ مَوْتِي اس کی جمع لآلِي ہے۔

مَكْنُونٌ اسم مفعول واحد مذکر، كُنَّ اور كُنُونٌ باب نصر، مصدر، چھپایا ہوا۔ صاف، محفوظ۔

۵۲:۲۵ = اَقْبَلَ، ماضی (یعنی مستقبل) واحد مذکر غائب۔ اِقْبَالَ (افعال) مصدر۔ وہ متوجہ ہو گا۔ وَه رُخ کرے گا۔

== يَتَسَاءَلُونَ، مضارع جمع مذکر غائب۔ تَسَاؤُلٌ (تفاعیل) مصدر، باہم ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ دنیا میں جو خوف اور دکھ تھا باہم اس کا تذکرہ کریں گے (ابن عباس)

۵۲:۲۶ = قَالُوا، ماضی یعنی مستقبل، وہ کہیں گے؛

== اِنَّا كُنَّا قَبْلُ، اس سے پہلے دنیا میں ہم؛

== مُشْفِقِينَ، اسم فاعل جسیع مذکر منصوب بوجہ گناہ کی خبر کے۔ ڈرنے والے۔ اِسْتَفَاقٌ (افعال) مصدر۔ مُشْفِقٌ واحد۔ باب افعال، شَفَقٌ کا معنی ہے غروب آفتاب کے وقت

روشنی کا تاریکی سے اختلاط۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔

باب افعال سے استفاق کا معنی ہو گا۔ ایسی محبت کرنا جس میں خوف بھی لگا ہوا ہو۔ کیونکہ مشفق ہمیشہ

مشفق علیہ کو محبوب سمجھتا ہے اور اسے تکلیف نہ پہنچنے سے ڈرتا ہے، ماں کا بچے کی بابت ڈرتے

رہنا کہیں اسے تکلیف نہ پہنچے۔

باب افعال سے اس کی دو صورتیں ہیں۔



۱۔ اگر منوں کے واسطے سے متعدی ہو تو اس میں خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے جیسے وَكُنْتُمْ  
مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ۵ (۲۹:۲۱) اور وہ قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں  
۲۔ اگر اس کے بعد علی یا فی مذکور ہو تو محبت کے معنی کا زیادہ ظہور ہوگا۔  
آیت کا ترجمہ ہوگا۔

کہیں گے ہم بھی اس سے پہلے (دنیا میں) اپنے اہل خانہ پر اپنے انجام کے بارے میں  
سہمے بہتے تھے۔ (ضیاء القرآن)  
۲۸:۵۲ = مَتَّ اللَّهُ مَتَّ مَاضِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ هَتَّ (باب نصر) مصدر۔ اس نے  
بڑا احسان کیا۔ یعنی ہم کو توفیق دی۔ ہماری مغفرت کر دی، اور رحم فرمایا، هَمَّنُونَ احسان مند  
= وَقُنَّا۔ وَقِي مَاضِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔ وَقَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ ناسمیر مفعول جمع  
مستکلم۔ اس نے ہم کو بچا لیا۔

= عَذَابِ السَّمُومِ مضاف مضاف الیہ مل کر وَقِي کا مفعول ثانی،

السَّمُومُ۔ لو۔ تیز کھاپ۔ وہ گرم ہوا جو زہر (سم) کا سا اثر کرے؛ سموم کہلاتی ہے۔  
مَوْنٌ ہے اس کی جمع سَمَائِدٌ ہے۔ بادِ سموم۔ وہ ہوا جو عرب کے صحراؤں میں چلتی ہے  
اور زہر کا اثر رکھتی ہے۔

ترجمہ۔ اور اس نے ہم کو گرم ہوا جو زہر کی سی اثر دالی (لو) سے بچا لیا۔

۲۸:۵۲ = مِّنْ قَبْلُ۔ اِیْ مِنْ قَبْلِ هَذَا؛ اس سے قبل۔

= كُنَّا نَدْعُوهُ۔ مَاضِي اسْتِمْرَارِي جَمْعٌ مُسْتَكْمَلٌ دُعَاؤُهُ دَعْوَةٌ (باب نصر) کا ضمیر واحد  
مذکر غائب۔ ہم اس سے دعا کیا کرتے تھے، یعنی عذابِ دوزخ سے بچنے کی دعا مانگا کرتے تھے  
یا اس کی ہی عبادت کیا کرتے تھے۔

= الْبِرُّ؛ احسان کرنے والا۔ نیک سلوک کرنے والا۔ بِرٌّ سے صفت مشبہہ کا صیغہ ہے  
بِرٌّ (یعنی زمین اور جنگل) کے معنی میں چونکہ وسعت کا تصور موجود ہے اس لئے اس سے بِرٌّ  
کا اشتقاق ہوا۔ جس کے معنی خوب نیکی کرنے کے ہیں۔ چنانچہ بِرٌّ کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی  
طرف ہوتی ہے جیسے إِنَّهُ هُوَ الْبِرُّ الرَّحِيمُ (آیت ہذا) بیشک وہی ہے بڑا احسان کرنے والا  
مہربان۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے وَبِرًّا لِّبِوَالِدَيْهِ (۱۹:۱۴) اور اپنے ماں باپ کے ساتھ  
اچھا سلوک کرنے والا۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کے لئے اس لفظ کا استعمال ہوگا تو اس کے معنی  
ثواب عطا کرنے کے ہوں گے اور جب بندہ کے لئے آئیگا تو اطاعت کرنے کے معنی ہوں گے؛

بِرِّ وَالِدَيْنِ سے مراد ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے اسی کی ضد ہے۔  
بِرٌّ نیکی، بَرٌّ وَاِبْرَارٌ نیکوکار، اچھا سلوک کرنے والا۔ اچھا سلوک کرنے والا۔ هُوَ بِاَرَادٍ بَرٌّ لِوَالِدَيْهِ  
وہ اپنے ماں باپ کے اچھا سلوک کرنے والا ہے۔

== الرَّحْمَةُ رَحْمَةٌ سے بروزن فَعِيلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے نہایت رحم والا۔ بڑا مہربان، اس  
کی جمع رَحْمَاتٌ ہے

۵۲: ۲۹ = فَذَكِّرْ۔ اس میں فَت سبب ہے پہلا کلام تذکیر کی علت ہے اللہ کی طرف سے  
وعدہ اور وعید کو پورا کرنا و عطا اور نصیحت کے حکم کا سبب ہے۔

ذَكِّرْ امر واحد مذکر حاضر، تَذَكِيرٌ تَفْعِيلٌ مصدر۔ تو یاد دلا۔ تو سمجھا، تو نصیحت کر  
== فَمَا أَنْتَ۔ الخ۔ اس میں فَا تَعْلِيلِيہ ہے یعنی آپ لوگوں کو نصیحت کیجئے کیونکہ آپ  
اللہ کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ ہَا نَافِيہ ہے۔

== بِنِعْمَةِ رَبِّكَ۔ ت ملا بست (مصاحبت کے لئے ہے۔) کے ساتھ

یا یہ قسم کے لئے ہے لیکن اقرب یہ ہے کہ ت سبب ہے (روح المعانی)  
نعمة مضاف، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ نعمة مضاف کا۔ مضاف مضاف  
مل کر مجبور حرف جار ت کا۔ آپ کے رب کی نعمت کے سبب۔

== بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ، ب زائدہ ہے تاکید کے لئے ہے۔  
ترجمہ ہوگا:-

کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل کے سبب سے نہ کاہن ہیں نہ مجنون ہیں۔

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو تخمینے سے ماضی کے خفیہ واقعات کی خبر دیتا ہو۔ اور عتران اسے  
کہتے ہیں جو آئندہ کے متعلق خبر دیتا ہو۔ ان دونوں پیشوں کی بنا پر چونکہ ظن پر ہے جس میں صواب و خطا  
کا احتمال پایا جاتا ہے اس لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

مَنْ أَلَى عَرًّا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَقَهُ بِمَا قَالَ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَيَّ

ابی القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) (حدیث شریف)

جو شخص عراف یا کاہن کے پاس جا کر ان کے قول کی تصدیق کرے تو اس نے جو ابوالقاسم  
یعنی مجھ پر اتارا گیا اس کے ساتھ کفر کیا۔

== مَجْنُونٌ : اسم مفعول واحد مذکر۔ جمع مجانین۔ دیوانہ

۵۲: ۳۰ = أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ۔ اَمْ حرف اضراب بَلِّ کے معنی میں ہے یعنی وہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن اور مجنون کہتے تھے۔ جس کی نفی خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں کر دی۔  
فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ۔ بلکہ وہ مزید برآں آپ کو شاعر بھی کہتے ہیں  
(اور کہتے ہیں) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔ یعنی حادثہ موت کا انتظار  
کر رہے ہیں۔

مطلب یہ کہ آپ شاعر ہیں جس طرح اور شاعر زہیر، نالبذ وغیرہ مرگئے اور ان کے ساتھ ان  
کا کلام بھی مر گیا۔ اور ان کے یہی خواہ اور ثناخوانان بھی ختم ہو گئے۔ یہ بھی مر جائیں گے اور ان کے سا  
ان کا کلام اور ان کے ساتھی ختم ہو جائیں گے: ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔  
== نَتَرَبِّصُ۔ مضارع جمع منکلم تَرَبَّصُ (تفعل) مصدر معنی انتظار کرنا۔ ہم انتظار کرتے  
ہیں۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ - (۲: ۲۲۸) مطلقہ عورتوں کو چاہئے کہ انتظار کریں

== رَبِيبِ الْمُنُونِ: مضاف مضاف الیہ مل کر نتر بصر کا مفعول۔

رَبِيبٌ باب ضرب سے مصدر ہے۔ اس کے معنی شک اور گمان ہیں ڈالنے کے ہیں۔ رَبِيبٌ  
استعمال اس شک یا گمان کے متعلق ہوتا ہے جس کی حقیقت بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو  
جاتے۔ اور چونکہ زمانہ کی گردشوں کی تعیین اوقات میں بھی شک ہوتا ہے کہ خدا جانے کب گردش  
کا وقت آجائے اس لئے جب زمانہ کے ساتھ ربیب کا استعمال ہوگا تو گردش کے معنی ہوں گے:  
الْمُنُونِ: مَنْ يَمُنُّ مَنْ وَمِنَّةٌ (باب نصر) سے ہے جس کے معنی رستی کا ثنا ہیں  
اسی کا ثنا کی نسبت سے موت کو بھی المنون کہتے ہیں کیونکہ یہ عمر کو قطع کرتی ہے۔ اسی لحاظ  
سے مَنْ یعنی زمانہ بھی ہے کہ تعداد ایام کو کم اور زندگی کو قطع کرتا ہے۔

رَبِيبٌ کا استعمال جب زمانہ کے ساتھ ہوگا تو مراد گردشِ زمانہ یا حوادثِ زمانہ

ہوں گے اور زندگی کا سب سے بڑا حادثہ یا گردشِ انسان کی موت ہے۔ حادثہ موت میں ربیب  
یعنی شک سے مراد یہ نہیں کہ موت کے وقوع میں شک و شبہ ہے بلکہ اس لحاظ سے ربیب کہا  
جاتا ہے کہ اس کے تعیین اوقات میں انسان متردد رہتا ہے کہ خدا جانے کب اس کا وقت  
آجائے۔

لہذا ربیب المنون کے معنی یہاں حادثہ موت کے ہیں۔ یعنی کافر کہتے ہیں کہ یہ (رسول  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شاعر ہیں ہم ان کی موت کا انتظار کر رہے ہیں جس کے بعد ان کا  
بھی وہی حشر ہوگا جو دوسرے شعراء کا ہوتا ہے یعنی موت کے بعد لوگ ان کو اور ان کے کلام کو

سہول جائیں گے۔

۵۲:۳۱ = قُلْ اٰی قُل لہم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے۔

== تَرَبَّصُوا۔ امر جمع مذکر حاضر، تَوَلَّصْ (تفعل) مصدر۔ تم انتظار کرو،

== الْمُتَرَبِّصِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت جزم۔ مُتَرَبِّصٌ واحد۔ انتظار کرنے والے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

اے میرے نبی! ان بے سرد پامیدیں باندھنے والوں سے کہہ دو، بڑی اچھی بات ہے کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔ وقت خود ہی فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہ تھا۔ کامیابیاں کس کے قدم پڑتی ہیں اور عذاب الہی کس پر نازل ہوتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

۵۲:۳۲ = اَمْ تَأْمُرُهُمْ اَحْلَامًا مُمْتَلِئًا بِهٰذَا: اَمْ كَيْفَا۔ تَأْمُرُهُمْ۔ تَأْمُرُ

مضارع واحد مؤنث غائبہ: اَمُرُّ رِبَابِ نَصْرٍ مصدر هَمٌّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ اَحْلَامًا مُمْتَلِئًا منساق مضاف الیہ۔ ان کی عقلیں۔ اَحْلَامٌ حِلْمٌ کی جمع جس کے معنی بردباری کے ہوتے ہیں اور چونکہ بردباری عقل کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے حِلْمٌ کے معنی عقل کے بھی لیتے ہیں گویا سبب بول کر سبب مراد لیتے ہیں

اور جبکہ قرآن مجید میں اَحْلَامٌ بمعنی خواب بھی آیا ہے مثلاً قَالُوا اَضْحَاثُ اَحْلَامٍ (۱۳:۲۲) انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشانی سے خواب ہیں۔

بِهٰذَا۔ میں اشارہ کفار مکہ کی مختلف ومتضاد باتوں کی طرف ہے یعنی کبھی کہنا کاہن ہے پھر کہنا کہ مجنون ہے اور کبھی کہنا کہ یہ شاعر ہے وغیرہ وغیرہ۔

ترجمہ ہو گا:-

کیا ان کی عقلیں ان (متضاد اقوال) کا ان کو حکم دے رہی ہیں۔؟

== اَمْ هُمْ قَوْمٌ طٰغُوْنَ: یا یہ لوگ ہی شریر ہیں۔ یہاں اَمْ بمعنی بل بطور حرف

اضراب آیا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ یہ اقوال وہ کسی سمجھ یا عقل کی بنا پر کہہ رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہی طٰغُوْنَ ہیں۔ طٰغُوْنَ نافرمان۔ سرکش۔ شریر، معصیت میں حد سے بڑھ جانے والے۔ طٰغِيَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ طٰغِيَانٌ کی جمع:

۵۲:۳۳ = اَمْ يَقُولُونَ: میں اَمْ استفہام انکاری کے لئے ہے:

== تَقْوَلَهُ - تَقْوَلٌ ماضی واحد مذکر غائب، تَقْوَلٌ (تفعل) مصدر - تَقْوَلٌ عَلَيْكَ الْقَوْلُ کسی کے خلاف جھوٹ گھڑنا۔ کسی پر جھوٹ تھوپنا۔ تَقْوَلٌ اس نے جھوٹ گھڑ لیا، ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع قرآن ہے اس نے اس کو جھوٹ گھڑ لیا۔ اس نے اس کو (خود) بنالیا۔

اور جبکہ قرآن مجید ہے وَلَوْ تَقْوَلُ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ - (۲۴:۶۹) اور اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے۔

== بَلْ لَّا يُؤْمِنُونَ : ان کا یہ کہنا (تَقْوَلَهُ کہنا) صحیح نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ دشمنی اور فرط عناد کی وجہ سے یہ لوگ ایمان ہی نہیں لاتے۔ اور اس قسم کی باتیں بناتے ہیں۔

۳۴:۵۲ == فَلْيَا تُولُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ جملہ جواب شرط ہے شرط سے قبل لایا گیا ہے فَجَوَابِ شَرْطٍ کے لئے ہے يَا تُولُوا مَضَارِعُ جمع مذکر غائب (باب ضرب) مصدر۔ پس وہ لے آئیں۔ بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ اس جیسا کلام، ہ کا مرجع قرآن ہے

== اِنْ كَانُوا صٰدِقِيْنَ : صٰدِقِيْنَ، صِدْقٌ سے اسم فاعل جمع مذکر، بحالت نصب بوجہ خبر کَانَ۔ سچے، سچ بولنے والے۔

۳۵:۵۲ == اَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ - اَمْ اسْتَهَامُ انْكَارِيْ كَيْفَ لَمْ يَأْتِ - خُلِقُوا ماضی بھول جمع مذکر غائب خَلَقٌ (باب نصر) مصدر کیا وہ پیدا کئے گئے۔ کیا وہ بنائے گئے۔ مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ بغیر کسی خالق کے، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ:۔ مراد اس سے یہ ہے کہ کیا بغیر رب خالق کے یہ پیدا ہو گئے۔ ایسا ناممکن ہے کیونکہ حادث جو پہلے معدوم تھا بغیر محدث (یعنی پیدا کرنے والے کے) پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

۲۔ وہ بغیر کسی وجہ کے پیدا کئے گئے ہیں یعنی عبادت پر مامور کئے جانے کے بغیر اور بلا سزا و جزا کے مقصد کے یونہی بیکار پیدا کیا گیا ہے۔ کہ ان پر احکام شرعی نافذ نہ ہوں نہ ان کو اعمال کا اچھا یا بُرا بدلہ حشر میں نہ دیا جائے گا۔

۳۔ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ بغیر مادے کے پیدا ہو گئے ہیں حالانکہ اس کا ان کو اقرار تھا اور ہونا بھی چاہتے اور سب کو اقرار ہے کہ انسان منی کے قطرہ سے بنایا گیا ہے، پس پس جیسا وہ جانتے ہیں تو سمجھ لیں کہ ایک قطرہ میں سے بعض کو قلب اور بعض کو دماغ اور بعض کو جگر اور بعض کو ہڈی اور بعض کو سچا بنا دیا۔ اور پھر کس نے یہ کار گیری اس میں کی ہے

اسی خدائے قادر مطلق نے کہ جس کا کوئی شریک و مددگار نہیں۔ پس وہ قادر مطلق بارِ دیگر بھی اس کو پیدا کر سکتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

== اَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ : یا وہ خود ہی اپنے خالق ہیں۔ اَمْ لَطُورِ اسْتِفْهَامِ انکاری ہے۔  
 ۳۶:۵۲ = اَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضَ - اسْتِفْهَامِ انکاری ہے۔ کیا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا؟ نہیں یہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جب تم ان سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا تو کہہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ: لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ: (۱۳۳) ۱۸۷ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو کہہ دیں گے خدا نے (۳۶):  
 (۳۸)۔

بَلْ: اضراب کے لئے ہے یعنی ما قبل کے ابطال کے لئے اور ما بعد کے اقرار کے لئے۔ یعنی ان کا یہ کہنا باطل اور محض زبانی و کلامی ہے کہ ان کو اور آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا اس پر کوئی یقین ہی نہیں۔

== لَا يُوقِنُونَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب: اِلْيَاقًا (افعال) مصدر۔ وہ یقین نہیں کرتے ہیں۔

== ۳۷:۵۲ = دونوں جگہ اَمْ اسْتِفْهَامِ انکاری ہے

== عِنْدَهُمْ: عِنْدَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیه۔ ان کے پاس، ان کے نزدیک۔ جیسے وَاٰخِرُ اٰجِمِ اَهْلِهِ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ (۲۱: ۲۱۷) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) خدا کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے  
 == الْمَصِيطُورُونَ: اسم فاعل جمع مذکر مُصَيِّطُورٌ واحد یہ لفظ اصل میں مَصِيطُورٌ تھا۔ جس کو ص سے بدل دیا گیا۔ جیسے سراط کو صراط کہا جاتا ہے سَيَطُرُكَ مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کام پر مقرر ہونا۔ ذمہ دار ہونا۔ اس لئے مُصَيِّطُورٌ یا مَصِيطُورٌ کا ترجمہ ہوا۔ ذمہ دار نگران، مصلح مادہ۔

== ۳۸:۵۲ = اَمْ اسْتِفْهَامِ انکاری ہے۔ سَلَّمَ سَيِّطُورٌ۔ زئید۔ سَيِّطُورٌ کے ذریعہ چونکہ آدمی سلامتی کے ساتھ ادیت پہنچ جاتا ہے اس لئے اس کام سَلَّمَ ہوا۔ اس کی جمع سَلَامٌ اور سَلَامٌ لَيْدٌ ہے

== كَيْسْتَمِعُونَ: مضارع جمع مذکر غائب۔ استماع (افعال) مصدر۔ سنا۔ کان لگا کر سنا باب افتعال کے خواص میں سے تصرف کی خاصیت ہوتی ہے یعنی تحصیل ماخذ میں کوشش کرنا۔ سو

یہاں اس کا مطلب ہوگا۔ وہ کان لگا کر یعنی گوشش کر کے سُن آتے ہیں۔ (ملاء اعلیٰ کی باتیں آسمان کی باتیں، کلام اللہ)

فِيهِ : ای صاعدین فیہ۔ اس سٹیڑھی پر چڑھ کر یا چڑھتے ہوئے یہ بچہ (مخذوف) فاعل یستمعون سے حال ہے لیستمعون کا مفعول مخذوف ہے۔ ای کلام الملئکتہ۔  
روح البیان میں یَسْتَمِعُونَ فِيهِ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :-

فیہ متعلق مخذوف ہو حال من فاعل یستمعون۔ ای لیستمعون صاعدین فی ذلک السلم و مفعول یستمعون مخذوف ای الی کلام الملئکتہ فیہ مخذوف سے متعلق ہے جو لیستمعون کے فاعل سے حال ہے یعنی اس سٹیڑھی پر چڑھتے ہوئے یا چڑھ کر کان لگا کر (چوری چھپے) سُن لیتے ہیں۔ لیستمعون کا مفعول مخذوف ہے ای کلام الملئکتہ یعنی فرشتوں کا کلام۔ (یا آسمان کی باتیں یا اللہ کا کلام)

أَلَسِرُ التَّفَاسِيرِ مِمَّنْ هِيَ أَمْ لَهُمْ سُلْمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ أَيْ أَلْهَمَ مَرْتَبِي إِلَى السَّمَاءِ يَرْقُونَ فِيهِ فَيَسْمَعُونَ كَلَامَ الْمَلَائِكَةِ فَيَأْتُونَ بِهِ وَيَعَارِضُونَ الرَّسُولَ فِي كَلَامِهِ۔ کیا ان کے پاس آسمان پر جانے کی کوئی سٹیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی باتیں سن لیتے ہیں۔ اور اگر رسول (قبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی کلام کی مخالفت کرتے ہیں اور اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

== قَلِيَّاتٍ ..... یہ جملہ جواب شرط ہے اس سے قبل جملہ شرطیہ مخذوف ہے یعنی اگر ایسا ہے (کہ ان کے پاس آسمانوں پر چڑھنے کے لئے کوئی زینہ ہے جس کے ذریعہ یہ اوپر چڑھ کر وہاں جو قضا و قدر کے فیصلے ہوتے ہیں انہیں سُن پاتے ہیں تو قَلِيَّاتٍ مُسْتَمِعُهُمْ سُلْطٰنٍ مُّبِينٍ۔ تو ان میں سے ایسی باتیں سُن پالینے والا اس پر روشن اور واضح دلیل پیش کرے۔  
فَ جَوَابِ شَرْطِ كَابِ لِيَّاتٍ بِ اَمْرٍ كَا صَغِيرَةٍ وَاحِدَةٍ مَذْكُورَةٍ غَائِبَةٍ : چاہتے کہ وہ لائے ، اِتِّبَانٌ (باب ضرب) مصدر۔

== مُسْتَمِعُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مستمع اسم فاعل واحد مذکر استماع (افتعال) مصدر خوب سننے والا۔ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔

== سُلْطٰنٍ مُّبِينٍ : موصوف و صفت۔ سُلْطٰنٌ برہان، دلیل۔ سند۔ قوت، زور۔ یہاں مراد سند ہے۔ مُبِينٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِبَانَةٌ (افتعال) مصدر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔

۳۹:۵۲ = اَمْ لَكُمْ الْبَنَاتُ وَلَكُمْ الْبَنُونَ : اَمْ منقطعہ انکار اور زجر و تویخ کے لئے آئیے اللہ تعالیٰ نے ان کی بے عقلی اور حماقت بیان فرماتا ہے اور فرماتا ہے کہ عقل کے اندھوں نے کیا بودی اور بے ڈھبھی تقسیم کر رکھی ہے کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کئے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں۔ حالانکہ اگر ان کے ہاں بیٹیاں پیدا ہو جائیں تو شرم کے مارے منہ نہیں دکھاتے عجب ذہنیت بے کہ جسے اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں وہ اللہ کے حصے میں ڈال دیتے ہیں۔

## فَائِدَةٌ :-

اوپر مشرکین کو صیغہ غائب سے خطاب کیا جا رہا ہے اس آیت میں اَمْ منقطعہ کے زجر و تویخ کی شدت کے اظہار کے لئے صیغہ حاضر استعمال ہوا ہے یعنی اللہ کی طرف ان کی حماقت اور سفیہ العقلی کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے سامنے لا کھڑا کر کے ان سے بلا واسطہ خطاب کیا کہ تم بڑے ہی بے وقوف ہو جو ایسی تقسیم کو اختیار کرتے ہو۔ اگلی ہی آیت میں پھر حاضر سے غیبت کی طرف التفات مزید زجر و تویخ میں شدت پیدا کرنے کے لئے ہے کہ چلو ہٹو میری نظر سے دور ہو جاؤ۔ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ بالموابہ تم سے کلام کیا جائے۔

= لَمْ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

۴۰:۵۲ = اَمْ تَسْأَلُهُمْ اجْرًا۔ یہاں پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کی طرف رجوع ہے (آیت نمبر ۳۱ کے بعد) اور کفار سے نفرت کی بنا پر مخاطب سے غائب کی طرف التفات ہے۔ (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳۹:۵۲ متذکرہ بالا)

کیا تبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے ان سے کسی اجر کا مطالبہ کیا ہے۔ اَمْ یہاں بھی استفہامیہ انکار کے لئے ہے۔

= فَهَذَا مِنْ سَبِيهِ هِيَ اِى لِاجْلِ ذَلِكَ رَاوْر، اس وجہ سے وہ.....

= مَغْرَمٌ - الْغُرْمُ وَالْغَرَامَةُ سے مصدر مبیہ ہے۔ الْغُرْمُ (مفت کا تاوان، جرم مانہ) وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جنایت (جرم) کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ غَرِمَ كَذَا غَرَمًا و مَغْرَمًا فلاں نے نقصان اٹھایا۔ اُغْرِمَ فُلَانٌ غَرَامَةً اس پر تاوان پڑ گیا۔

قرآن مجید میں ہے وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا (۹: ۹۸) جو کچھ خرچ کرتے ہیں اُسے

تاوان سمجھتے ہیں۔

= مُتَّقِلُونَ . اسم مفعول جمع مذکر اِنْقَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ گراں بار۔ بوجھ سے



بے ہوئے۔ کہ وہ تاوان کے بوجھ کے نیچے بے ہوتے ہیں۔

۵۲:۴۱ = اَمْ: استفہام انکاری کے لئے ہے

= اَلْغَيْبُ سے مراد کیا ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک الغیب سے مراد لوح محفوظ ہے کہ جس میں تمام غائبات کا

اندراج ہوتا ہے فَهَمْ يَكْتُبُونَ کہ جہاں سے وہ لکھ لیتے ہیں۔ بیضاوی کا بھی یہی قول ہے

۲۔ قتادہ نے کہا ہے کہ یہ جواب ہے کافروں کے قول کا۔ کافروں نے کہا تھا کہ نَتَرْنَا بَصْ

بِهَ رَبِّبِ الْمُنُونِ۔ اللہ نے اس کا جواب دیا۔ کیا ان کو علم غیب ہے کہ (حضرت)

محمد (مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے پہلے مرجائیں گے اور ان کا کوئی نشان باقی نہ رہے گا

اس صورت میں فَهَمْ يَكْتُبُونَ کا ترجمہ ہوگا۔ جس کی بنا پر وہ فیصلہ لے رہے ہیں۔

يَكْتُبُونَ بمعنی يَحْكُمُونَ ہے۔

۵۲:۴۲ = اَمْ استفہامیہ۔ يُرِيدُونَ كَيْدًا۔ يُرِيدُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔

اِرَادَةٌ (باب افعال) مصدر۔ وہ ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ كَيْدًا اچالاکہ۔ فریب

داؤ بیج۔ تدبیر (اچھی ہو یا بُری) کَا دَ يَكِيدُ (باب ضرب) مصدر منصوب بوجہ مفعول ہے

جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ کیا یہ کوئی داؤ کرنا چاہتے ہیں (آپ کے خلاف یا دین کے خلاف)

يُرِيدُونَ میں ضمیر فاعل کفار مکہ کے لئے ہے جو اپنے چوپال یا ندوہ میں بیٹھ کر پیغمبر

خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یا اس کے دین کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔ ان ہی

کفار کے متعلق ارشاد ہے کہ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ، آخر یہی کفار خود اپنے

ہی داؤں میں آنے والے ہیں۔

فَالَّذِينَ فِيهِمْ اِجْتِمَاعٌ يَتَكَلَّمُونَ بِمَا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِنْ شَيْءٍ عِلْمٌ يَعْتَبِرُونَ

وصلہ مل کر مبتداء بمعنی کافر لوگ جو اسلام اور داعی الی الاسلام کے خلاف بُری تدبیریں کیا

کرتے تھے۔ هُمْ ضمیر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ الْمَكِيدُونَ مبتداء کی خبر ہے۔

المکیدون۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ المکید واحد کید (مادہ) مغلوب اور

ہلاک ہونے والے۔ مکر کی سزا میں گرفتار۔ داؤں میں پھنسنے والے۔

۵۲:۴۳ = اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ۔ اَمْ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

= سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ: اس کی دو صورتیں ہیں:-

۱۔ اِگر عَمَّا جو کہ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے اس میں مَا مصدر یہ ہے تو ترجمہ ہوگا:

اللہ تعالیٰ اس کی شرکت سے پاک ہے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

۴۴:۵۲ = وَإِنْ يَرَوْا كِسْفًا... الآية۔ میں واو عالیہ ہے اور جملہ ما بعد ما قبل سے حال ہے اور ہٹ دھرمی اور ایمان و ایقان کے فقدان کی وجہ سے ان کی حالت یہ ہے کہ اگر آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا دیکھ لیں تو یہ کہیں گے یہ تو بادل ہے تہہ برتہ۔  
 اِنْ يَرَوْا - اِنْ شرطیہ ہے بِرَوْ اِضْرَاعٍ مجزوم جمع مذکر غائب رُوِيَةٌ (باب فتح) مصدر۔ اگر وہ دیکھ لیں۔

كِسْفًا جمع كِسْفَةٍ مفرد۔ اَكْسَفَ و كَسَفَ جمع الجمع ٹکڑے، كَسَفَ (باب ضرب) متعدی بھی ہے اور لازمی بھی۔ كَسَفَ الثَّوْبَ کپڑا کاٹ دیا۔ یا پھاڑ دیا۔ كَسَفَ الشَّمْسُ سورج گرہن ہو گیا۔ تمام قرآن مجید میں كِسْفًا یا كِسْفًا جہاں بھی آیا ہے بمعنی جمع و مفرد پڑھا گیا ہے ماسواً اس آیت کے کہ یہاں بمعنی مفرد پڑھا جاتا ہے ۷  
 = سَاقِطًا اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ سَقُوطٌ (باب نصر) مصدر سے گرنے والا۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے۔ گرتا ہوا۔ تنوین نفخیم (عظمت) کے لئے ہے ای كِسْفًا عَظِيمًا۔ ایک بڑا ٹکڑا۔

= يَقُولُوا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ جمع مذکر غائب، وہ کہیں گے :  
 = سَحَابٌ مَّرْكُومٌ۔ ای هَذَا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ۔ سَحَابٌ بادل۔ موصوف مَّرْكُومٌ اسم مفعول واحد مذکر، رَكْمٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی کسی چیز کو ایک دوسرے کے اوپر لگا کر ڈھیر کر دینے کے ہیں، جس طرح ریت کا ٹیلہ ہوتا ہے۔ تہہ برتہ گاڑھا بادل۔ بادل جب سخت گھنا اور تاریک ہو تو اسے سحاب مَرْكُومٌ کہتے ہیں۔ مَرْكُومٌ صفت ہے سحاب کی۔

مشرکوں نے کہا تھا کہ۔ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ (۱۸۴:۲۶) ہم پر آسمان سے عذاب کا ایک ٹکڑا گرا دو۔ اگر تم سچے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر ان پر اوپر سے عذاب کا کوئی ٹکڑا آ بھی جائے تو یہ اس کو تہہ برتہ بادل قرار دیں گے۔ جیسے قوم عاد نے جب سامنے سے بادل آتا دیکھا تھا تو کہا تھا کہ۔ قَالُوا هَذَا عَارِضٌ مَّطَرٌ نَّآءٌ (۲۴:۴۶) کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہیگا۔ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ (ایضاً) (نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی مچا کرتے تھے یعنی آندھی

جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے:

۲۵:۵۲ = ذُرَّهُمْ - ذُرٌّ: امر واحد مذکر حاضر، وَذُرٌّ رِبَابٍ سَمِعَ، فتح، مصدر  
بمعنی چھوڑنا۔ اس کا صرف مضارع یا امر استعمال ہوتا ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب  
توان کو چھوڑ۔ پس ان کو چھوڑ دو،

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَيَذُرُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (۱۸۶:۷)  
اور وہ ان گمراہوں کو چھوڑے رکھتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں پڑے بھٹکتے رہیں۔  
= حَتَّى يُلْقُوا حَتَّى وَقْتُ كِي انْتِهَاءِ كِي اظہار کے لئے ہے۔ یہاں تک۔  
يُلْقُوا مضارع منصوب بوجہ عمل حَتَّى۔ جمع مذکر غائب، مُلَاقَاةٌ (مفاعلة)، مصدر (حَتَّى كِي)  
وہ پالیں۔ وہ مل جائیں۔ لقی مادہ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے حَتَّى يَلْبِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ (۴۰:۷)  
یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔

= يَوْمَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ مل کر يُلْقُوا کا مفعول:

= الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ: متعلق يَوْمٍ، فِيهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع يَوْمٍ،

= يُصْعَقُونَ، مضارع مجہول جمع مذکر غائب: صَعِقٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ صاعقة

کے اصل معنی فضا میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی را، اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی

ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ

(۱۳:۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ (۲) اور کبھی یہ

عذاب کا باعث بنتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً

مِثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ (۱۳:۴۱) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں

جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔ اور (۳) کبھی یہ موت اور ہلاکت کا سبب بنتی ہے

جیسا کہ فرمایا فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ (۶۸:۳۹) تو جو لوگ

آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے۔

اور جگہ آیا ہے فَآخَذَ تَكْمُ الصَّاعِقَةُ (۴۴:۵۱) سو تم کو موت نے آچڑا۔

گویا صاعقة (فضا میں ہولناک آواز) کبھی صرف آگ ہی پیدا کرتی ہے (بجلی کی کوند کی صورت میں)

اور کبھی وہ آواز عذاب اور موت کا سبب بن جاتی ہے۔

اکثر علماء کے نزدیک يُصْعَقُونَ بمعنی يَمُوتُونَ ہے ترجمہ آیت کا یوں ہوگا۔

پس اے نبی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن کو پہنچ جائیں جس میں یہ مار گرائے جائیں گے: (ترجمہ موردی)

السر الفاسیر میں ہے دھو یوم موتھم یہ ان کی موت کا دن ہے۔  
۴۶:۵۲ = يَوْمَ لَا يُغْنِي: بدل ہے يَوْمَهُمْ سے۔ یعنی وہ دن جب ان کی فریب کاری ان کے کسی کام نہ آئے گی،

لَا يُغْنِي مزارع منفی واحد مذکر غائب (افعال، مصدر۔ کام نہ آئے گا۔  
فائدہ نہیں پہنچائے گا، دفع نہیں کرے گا:

= كَيْدُهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کی چال۔ ان کی تدبیر، ان کی فریب کاری،

= نَسِيئًا: یہ مفعول مطلق ہے یعنی کسی قسم کا فائدہ (مفعول بہ نہیں ہے)

= وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ يُنصَرُونَ مزارع مجہول جمع مذکر غائب: نَصَرُوا باب نصر مصدر سے۔

۴۷:۵۲ = لِلَّذِينَ ظَلَمُوا سے عام ظالم مراد ہیں یا مخصوص افراد۔ دونوں قول صحیح ہیں

= عَذَابًا أُولَٰئِكَ لِيَظَلُّوا سے پہلے دنیا میں ہی عذاب ان پر آجائے گا:

جیسا کہ سورۃ السجدہ میں ہے وَلَسْنَا لِيَقْتَرَهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْآدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ

الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (۲۱:۳۳) اور ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب

کے سوا عذاب دنیا کا مزہ بھی چکھائیں گے شاید کہ وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں

يَوْمَ يُصْعَقُونَ (آیت نمبر ۴۵) کے بارہ میں مختلف اقوال کے لحاظ سے آیت نہد میں

دُونَ ذَلِكَ کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔

(۱) مثلاً حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس سے مراد بدر کے دن کافروں کا مارا جانا ہے

(۲) مجاہدؒ کے نزدیک بھوک اور ہفت سالہ قحط مراد ہے۔

(۳) حضرت برار بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے عذابِ قبر مراد ہے۔

(تفسیر منطہری)

ذَلِكَ کا اشارہ عذابِ یومِ فِتْنَةٍ یُصْعَقُونَ کی طرف ہے:

۴۸:۵۲ = اصْبِرْ امر واحد مذکر حاضر۔ صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو صبر کر

تو استقلال سے رہ۔ تو اپنے آپ کو روکے رکھ۔

= لِحُكْمِ رَبِّكَ: میں لام تعیل کی ہے تو اپنے رب کے حکم کے لئے صبر کر:

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ آپ اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کریں۔ یعنی صبر کے ساتھ انتظار کرو۔

۲۔ آپ کے رب نے جو آپ کو حکم دے رکھا ہے صبر و استقامت کے ساتھ اس پر ڈٹے رہو۔  
مطلب یہ ہے کہ ان کفار کے ساتھ معاملہ میں آپ کو بڑی محنت کرنا پڑے گی یا کہ پڑ رہی ہے بڑے دکھ سہنے پڑیں گے۔ بڑی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی مگر آپ صبر و استقامت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اپنا کام پوری دلچسپی سے سرانجام دیتے رہیں آخر کار فتح و کامرانی آپ ہی کی ہوگی اور آپ بغیر کسی گزند کے فتیاب ہوں گے کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

۳۔ بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم نے ان کے عذاب کا حکم دے رکھا ہے آپ وقوع عذاب تک صبر کریں۔

== فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ۖ اِیٰ فِی حِفْظِنَا۔ ہماری حفاظت میں، ہماری نگہداشت میں زحاج نے کہا ہے کہ :- آپ ایسے مقام پر ہیں کہ ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کی حفاظت کر رہے ہیں۔ یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ خلاصہ یہ کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔ اَعْيُنٌ، اَعْيُنٌ کی جمع ہے تاجع متکلم کی ضمیر اظہار عظمت کے لئے ہے اور جمع متکلم کے لحاظ سے اَعْيُنٌ کو بھی بصیغہ جمع استعمال کیا۔

یایوں کہا جائے کہ اَعْيُنٌ کو بصورت جمع مبالغہ کے لئے ذکر کیا اور یہ بتایا ہے کہ ہمارے پاس آپ کی حفاظت کے بہت سے اسباب ہیں (تفسیر منطہری)

== حِينَ - وقت، زمانہ، مدت۔ اس کی جمع اَحْيَانٌ ہے تَقْوَمُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ قیام رباب نصر مصدر۔ تو کھڑا ہو وے۔ تو اٹھے۔ تو کھڑا ہوتا ہے، تو اٹھتا ہے حِينَ تَقْوَمُ جس وقت تو اٹھے۔

حِينَ تَقْوَمُ۔ اِیٰ مِنْ اِیٰ مَكَانٍ قَمْتٍ اَوْ مِنْ مَنَامِكَ؛ اِدَالِی الصَّلٰوۃ  
(رجب بھی) جس کسی مجلس میں سے یا کسی بھی مقام (بیضاوی)  
(رجب بھی) جس کسی مجلس سے یا مقام سے تو اٹھے یا اپنی نیند سے (بیدار ہو) یا نماز کے لئے کھڑا ہو۔

مطلب یہ کہ آپ جب بھی کسی کام کے لئے کھڑے ہوں یا کسی مجلس سے اٹھیں تو اپنے رب کی پاکی بیان کیا کریں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ جسے ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے :-

من جلس فی مجلسٍ وکثر فیہ لفظہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَنْتَ أَلَهُ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَآتُوبُ إِلَيْكَ (جو کسی مجلس میں بیٹھتا ہے اور خوب کہیں ہاکتا ہے لیکن اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کہتا ہے سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ..... الخ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں جو اس سے گناہ ہوئے بخش دیتا ہے :

۴۹:۵۲ = وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ: اسی فسبحہ من الیل وادبار النجوم۔ اور اس کی تسبیح کیجئے رات کے کسی حصہ میں اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوب رہے ہوں۔

مِنُ تَبَعِيضِهِ ہے۔ رات کا بعض حصہ۔ رات کو تسبیح سے مراد ہے کہ نماز پڑھو۔ ہے مقاتل نے کہا کہ اس سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد ہے، میں کہتا ہوں بظاہر تہجد مراد لینا اچھا آیت میں نماز شب کا خصوصی ذکر اس لئے کیا کہ رات کی عبادت نفس پر بڑی شاق گذرتی ہے اور دکھائے کا شبہ نہیں ہوتا۔ (تفسیر منطہری)

۴۹:۵۲ = اِدْبَارَ النُّجُومِ ط اِدْبَارٌ بَرُوزٌ اِنْفِعَالٌ، مصدر ہے۔ پیٹھ پھیرنا۔ اسی وقت ادبار النجوم من اخر الیل اخیر شب تاروں کے ڈھلنے کے وقت۔ غیبتہا بضوء الصبح صبح کی لو سے ستاروں کا ماند پڑ جانا اور گم ہو جانا (روح المعانی) اذا غربت او خفیت جب ستارے ماند پڑ جائیں یا غروب ہو جائیں۔ (بیضادی) ادبار النجوم کے وقت کی تسبیح سے مراد فجر کی نماز کی دو سنتیں ہیں۔ اسی رکعتا الفجر فجر کی دو سنتیں (روح المعانی) او صلاة الفجر (مدارک التنزیل) اِدْبَارَ النُّجُومِ۔ میں اِدْبَارَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۵۳) سُورَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۶۲)

۵۳: ۱ = وَالنَّجْمِ: واؤ قسمیہ ہے۔ اِذَا۔ جب، جس وقت، ناگہاں۔  
ظفر زمانہ کے زماں مستقبل پر بھی دلالت کرتا ہے کبھی زماں ماضی کے لئے بھی آتا ہے  
جیسے وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا لَفُضُّوا إِلَيْهَا (۱۱: ۶۲) اور جب ان لوگوں نے  
سودا بکتا یا سودا ہوتے دیکھا تو جھٹک کر ادھر ادھر چل دیتے۔  
اور اگر اِذَا قسم کے بعد واقع ہو تو پھر زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسا کہ آیت زیر غور  
میں ہے۔ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ (۱: ۵۳) اور قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔  
جب وہ غائب ہو جائے۔

= هَوَىٰ ماضی واحد مذکر غائب ہوی مادہ سے مصدر۔ هَوَىٰ ھ کی فتح  
سے باب ضرب سے بمعنی (ستارہ کا طلوع ہونا۔ اور مصدر هَوَىٰ (ھ کے ضمہ سے) باب  
ضرب سے بمعنی (ستارہ کا) غروب ہونا۔ مستعمل ہے۔ چونکہ ہر دو مصادر میں هَوَىٰ يَهْوَىٰ  
(ماضی اور مضارع) کی ایک ہی صورت ہے لہذا هَوَىٰ بمعنی (ستارہ کا) طلوع ہونا یا غروب  
ہونا ہر دو طرح جائز ہے اور دونوں معانی بھی ایک ہی صیغہ میں لئے جاسکتے ہیں یعنی (ستارہ کا)  
طلوع و غروب ہونا۔

الھَوَىٰ (باب سَمْع) کے معنی خواہشاتِ نفسانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں اور  
جو نفسانی خواہش میں مبتلا ہوا سے بھی هَوَىٰ کہہ دیتے ہیں کیونکہ خواہشاتِ نفسانی انسان  
کو اس کے شرف و منزلت کے مقام سے گرا کر مصائب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ: قسم ہے تارے کی جب وہ طلوع ہو یا غروب ہو جائے،  
النجم مقسم ہے۔  
النَّجْمِ کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱)۔ جمہور کا قول ہے کہ اس سے مراد ستارہ ہے پھر اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔  
۱۔ بعض کے نزدیک یہ کوئی خاص ستارہ نہیں بلکہ جنس مراد ہے یعنی ہر ایک ستارہ۔  
۲۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ثریا ستارہ ہے کلام عرب میں النجم بول کر یہی مراد لیتے ہیں۔

۱۳۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد شعریٰ ستارہ ہے قرآن مجید میں ہے وَأَنْتَ هُوَ رَبُّ الشَّعْرَىٰ (۴۴: ۲۹) اور یہ کہ وہی شعریٰ کا مالک ہے۔  
۱۴۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے زہرہ مراد ہے،

بہر کیف ایک ستارہ خاص ہو یا عام مگر ستارہ مراد لینا ایک قول ہے۔  
(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زمین پر پھیلنے والی بلیں ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے  
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (۵۵: ۶) اور بلیں اور درخت (ہر دو) سجدہ کر رہے ہیں۔

(۳) تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو ظلماتِ عالم میں روشنی دینے کے سبب بطور استعارہ کے ستارہ کہنا بہت ہی ٹھیک ہے۔  
(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ:۔ النجم سے مراد قرآن شریف ہے تنجیم کے معنی ہیں تفریق اور قرآن مجید ٹکڑے ٹکڑے یعنی ٹھوڑا ٹھوڑا ہو کر نازل ہوا ہے۔

اب نجم کے کوئی معنی ہی لے لو مگر اِذَا هَوَىٰ (جب کہ وہ جھکے) سے اسی کے مناسب معنی مراد لیتے جاتیں گے۔ ستاروں کا جھکنا طلوع و غروب جو خدا کی شانِ جبروت بتاتا ہے۔ زمین کی وہ بوٹیاں جن کو درخت نہیں کہتے ان کا جھکنا وہی جھکنا ہے جو ہوا سے سر بسجود ہو کر اس کی شانِ یمتانی بتایا کرتی ہیں۔ قرآن کا جھکنا اس کا اوپر سے نازل ہونا ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کا جھکنا رکوع و سجود کرنا ہے۔ جو خدا کے نزدیک ایک عمدہ حالت ہے اور آپ کا جھکنا ذات باری تعالیٰ کی طرف منازلِ قربت طے کرنا ہے۔

(۵) پانچواں قول یہ ہے کہ بعض عرفاء (صوفیہ) کے نزدیک النجم کے معنی بندہ کا دل ہے جو ظلمتِ سیاہی میں خدا تعالیٰ کا چمکتا ستارہ ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تو اس میں اور بھی روشنی آجاتی ہے جس سے وہ حق اور باطل میں تمیز کرنے پر بخوبی قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

۲:۵۳ = مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ: یہ جواب قسم ہے اور ما نافیہ ہے



= ضَلَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ضَلَّ لُ باب ضرب مصدر سے۔ متعدّد معنی میں مستعمل ہے۔

مثلاً مہینی گمراہ ہونا۔ بہکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ کھو جانا۔ ضائع ہو جانا۔ گم ہونا ہلاک ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔

سیدھے راستے سے روگردانی کو ضلال کہتے ہیں۔ یہ ہدایت کی ضد ہے راستے سے روگردانی دانستہ ہو یا بھول کر، مھوڑی ہو یا زیادہ؛ اس کو ضلال کہتے ہیں افعال و اقوال اور عقائد کی غلطی کے لئے ضلال ہی مستعمل ہے۔ جب کہ غواۃً خاصۃً اعتقادی غلطی کو کہتے ہیں۔

مَا ضَلَّ نہیں بھٹکا وہ۔ وَمَا غَوَىٰ اور نہ وہ کسی اعتقادی غلطی کا مرتکب ہوا۔ غَوَىٰ ماضی واحد مذکر غائب۔ غَعَىٰ باب ضرب مصدر سے مَا غَوَىٰ وہ گمراہ نہیں ہوا۔ وہ اعتقاد میں نہیں بھٹکا۔ وہ نہیں بہکا۔ آغَوَىٰ مہینی گمراہ کرنا۔ مدارك التنزیل میں ہے۔

الفرق بین الضلال والغی ان الضلال هو ان لا یجد السالک الی مقصدہ طریقاً اصلاً۔ والغی ان لا یکون له طریق الی مقصدہ مستقیم ضلال اور غی میں فرق یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد کا صحیح راستہ نہ پائے اور غواۃً یہ ہے کہ اس کے مقصد کی طرف کوئی سیدھا راستہ نہ ہو۔

= صَاحِبِکُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا صاحب، تمہارا ساتھی، تمہارا رفیق۔ صاحب صرف اس ساتھی کو کہا جاتا ہے کہ جس کی رفاقت اور سنگت بکثرت ہو۔ یہاں کُم کا خطاب کفار کی جانب ہے اور صاحب سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

مراغب نے لکھا ہے کہ۔

یہاں صاحب کہہ کر کفار کو اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ تم ان کے ساتھ رہ چکے ہو، ان کا تجربہ کر چکے ہو۔ اور ان کے ظاہر و باطن کو پہچان چکے ہو۔ اور پھر بھی تم نے ان میں کوئی خرابی یا دیوانگی نہیں پائی۔

۳:۵۳ = مَا یَذِطِقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب نَطَقُ (باب ضرب) مصدر۔ وہ نہیں بات کرتا ہے۔ وہ نہیں کلام کرتا ہے۔

== عَنِ الْهَوَىٰ : عَنْ حَرْفِ جَارٍ - الْهَوَىٰ مُجْرور - اسْمٌ وَمصدر (باب سَمْعٍ)  
اس کے معنی خواہشاتِ نفسانی کی طفر مائل ہونے کے ہیں۔ ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز  
رغبت۔ عَنِ الْهَوَىٰ۔ اپنی ذاتی خواہش کی بنا پر۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - اور نہ وہ اپنی خواہشیں نفس سے کوئی بات کرتا ہے  
یہ جملہ مستانفہ ہے اور جملہ سابقہ کی دلیل ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وکیف  
يَضِلُّ أَوْ يَغْوَى وَهُوَ لَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ - وہ کیسے گمراہ ہو سکتا ہے یا بہک  
سکتا ہے جب کہ وہ اپنی خواہشیں نفس سے کوئی بات کرتا ہی نہیں۔

== إِنَّ هُوَ : میں ان نافیہ ہے هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے  
== إِلَّا حَرْفٌ اسْتِثْنَاءٌ وَحْيٌ اِی وَحْيُ الْهَمِّي موصوف یُوحَىٰ مضارع مجہول  
واحد مذکر غائب۔ وحی کی صفت۔ اِی وَحْيٌ یُوحَىٰ مِنْ اللّٰهِ تَعَالَىٰ - یہ جملہ، جملہ  
سابقہ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ کی تاکید کے لئے ہے۔

جملہ کا مطلب :- مَا الْقُرْآنُ اَوَالذی یَنْطِقُ بِهِ الْاَوْحی یُوحِیہ  
اللّٰہ الیہ - قرآن یا جو ارشاد فرماتے ہیں وہ ما سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
وحی ہے اور کچھ نہیں (بیضاوی)

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا مطلب فرماتے ہیں :-  
ان کا ارشاد خالص وحی ہے جو ان کو بھیجی جاتی ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ اس جملہ میں  
کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو یہ ثابت کرتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اجتہاد سے  
کلام نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ کی تائید اس جملہ سے ہو رہی ہے

**فَائِدَةٌ :** بعض کے نزدیک هُوَ کا مرجع صرف قرآن مجید ہی نہیں بلکہ اس کے  
علاوہ جو بات بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زبان مبارک سے نکلتی ہے وہ سب وحی ہے  
اور وحی کی دو قسمیں ہیں :-

۱۔ جب معانی اور کلمات سب منزل من اللہ ہوں اُسے وحی جلی کہتے ہیں۔ جو کہ قرآن مجید  
کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے (اسے وحی ناطق بھی کہتے ہیں)۔  
۲۔ اور جب معانی کا نزول تو منجانب اللہ ہو لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور علیہ الصلوٰۃ  
والتسلیم نے خود پہنایا ہو اسے وحی خفی یا غیر متلو کہا جاتا ہے جیسے احادیثِ طیبہ  
(رضی اللہ عنہم)

۵:۵۳ = عَلَّمَ شَدِيدُ الْقُوَى - عَلَّمَ فعل، شَدِيدُ الْقُوَى فاعل ضمير مفعول

اول القرآن مخدوف مفعول ثانی، ایک بڑے طاقتور (فرشتہ) نے ان کو تعلیم قرآن کی،

ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

شَدِيدُ الْقُوَى - شَدِيدٌ سخت مستحکم، پکا، مضبوط، شَدِيدٌ سے بروزن فعیل صفت

مشبہ کا صیغہ ہے۔ مضاف، الْقُوَى جمع قُوَّةٌ واحد طاقتور۔ سخت اور مضبوط قوتوں والا

اس سے مراد عام مفسرین کے نزدیک حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ یعنی حضرت جبرائیل

علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کو قرآن سکھایا۔

## فَائِدَةٌ:-

اس آیت سے لے کر لَقَدْ رَأَى مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى آیت ۶ تک

کی تفسیر میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ

عہد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی ان آیات کے بارے میں اختلاف رہا ہے

جہاں تک آیات کی نصوص کا تعلق ہے ان سے دونوں مفہوم اخذ کئے جاسکتے ہیں اور

کوئی ایسی حدیث مرفوع بھی موجود نہیں جو ان آیات کے مفہوم کو متعین کر دے۔ ورنہ ایسے

ارشاد نبوی کی موجودگی میں ایسا اختلاف سرے سے رونمائی نہ ہوتا۔

اسی طرح بعد میں آنے والے علماء ان آیات کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں

اپنی دیانتدارانہ تحقیق کی روشنی میں ہمیں یہ حق تو پہنچتا ہے کہ ان دو قولوں میں سے کوئی ایک

قول اختیار کر لیں لیکن ہمیں یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ دوسرے قول کے قائلین کے بارہ میں ہم

کسی بدگمانی کا شکار ہوں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

مزید تشریح و وضاحت یا ہر دو فریقین کے دلائل مستند تفسیر میں ملاحظہ فرمائے

جاسکتے ہیں ہم نے ذیل میں عام مفسرین کی رائے کو اختیار کیا ہے :-

عام مفسرین کے نزدیک شَدِيدُ الْقُوَى سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں

جیسا کہ اور جگہ ارشاد ربانی ہے إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ه ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ

ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ه (۸۱: ۱۹: ۲۰) کہ یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا لایا ہوا ہے جو

قُوَّتٌ والا ہے، مالک عرش کے ہاں عزت والا ہے (قاصد یعنی حضرت جبرائیل کو ذی

قُوَّةٍ بیان فرمایا۔

۶:۵۳ = ذُو مِرَّةٍ، مضاف مضاف الیہ، صاحب مِرَّةٍ۔ مِرَّةٌ خوش منطری

خوبصورتی و بزرگی، اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور جس طرح رسولِ بشری (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ انسانی قوتوں کے حامل، انتہائی حسین و جمیل، اور بہترین علوم و کمالات کے ساتھ متصف تھے، اسی طرح اس آیت میں رسولِ ملکی (حضرت جبرائیل) کو بھی ایسی صفات کا حامل فرمایا گیا ہے کہ وہ خوش منظر، خوبصورت و بزرگ اور شدید القوی فرشتہ ہے جس نے بحکم الہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم دی۔ (کما حقق ابن القيم رحمہ اللہ تعالیٰ — (قاموس القرآن)

أَمْرَدْتُ الْحَبْلَ کے معنی رسی بٹننے کے ہیں اور بٹی ہوئی رسی کو مَرِيو یا مَمْرُ کہا جاتا ہے اسی سے فَلَانٌ ذُو مِرَّةٍ کا محاورہ ہے جس کے معنی طاقت ور اور توانا کے ہیں ذُو مِرَّةٍ یعنی طاقتور (راغب) مِرَّةٍ اصل میں رسی کو بٹننے اور بٹلے کر بچتہ کرنے اور مضبوط بنانے کے ہیں اس لئے ذُو مِرَّةٍ کا معنی طاقت ور اور زور آور کیا گیا ہے۔ یہ لفظ ذہنی اور جسمانی دونوں قوتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی لئے حکیم اور دانا کو بھی ذُو مِرَّةٍ کہتے ہیں۔ قرطبیؒ لکھتے ہیں:-

وقال: قطرب: تقول العرب لكل جنول الرائي حصيف العقل ذو مِرَّةٍ عرب ہر عمدہ رائے والے اور بچتہ عقل والے کو ذُو مِرَّةٍ بولتے ہیں۔ شدید القوی سے حضرت جبرائیل کی جسمانی قوتوں کا بیان ہے اور ذُو مِرَّةٍ سے ان کی دانشمندی اور عقل کا بیان ہے۔

== فاستوى - ف عاطفہ، استوى ماضی واحد مذکر غائب - اس نے قصد کیا اس نے قرار پکڑا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا بیٹھا۔ استواء (افتعال) مصدر۔ یہاں بمعنی سیدھا بیٹھا۔

اللہ تعالیٰ کے استوار علی العرش کے سلسلہ میں — استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے ممکن و استقرار۔ یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے، مطلب یہ کہ تختِ حکومت پر اس طرح قابض ہونا کہ اس کا کوئی حصہ اور کوئی گوشہ حیطة اقتدار سے باہر نہ ہو۔ اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔ غرض سب کام اور انتظام درست ہو۔

۵۳: ۵۳ = وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَىٰ وَهُوَ كَامِرُجِ جِبْرَائِيلَ ہے۔ اُفُقُ الْأَعْلَىٰ موصوف و صفت اُفُقُ اس کنا کے کو کہتے ہیں جہاں زمین اور آسمان

آپس میں ملے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اَعْلَىٰ اَمْعَنَىٰ بلند، مطلب یہ کہ: پھر وہ سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کناے پر تھا۔ (یہاں اونچا کنارہ وہ ہوگا جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے) ۵۲: ۸ = ثُمَّ: التواخى فى الوقت کے لئے ہے۔ یعنی پھر ۵۲: ۸ = دَنَا: ماضی واحد مذکر غائب دُنُوًّا (باب نصر) مصدر۔ وہ نزدیک ہوا۔ وہ قریب ہوا اس سے بے دُنِيَا۔ یعنی عالم دُنیا۔ جو فعل التفضيل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ بہت نزدیک ہے دَنَا کا فاعل جبرائیل ہے۔

۵۲: ۸ = فَتَدَلَّتْ - وَ عَاطَفَ، تَدَلَّتْ: ماضی واحد مذکر غائب تَدَلَّتْ تَفَعَّلَ، مصدر وہ اتر آیا۔ وہ نزدیک ہوا۔ تَدَلَّتْ کا معنی کسی بلند چیز کا نیچے کی طرف اس طرح لٹکنا کہ اس کا تعلق اپنی اصلی جگہ سے بھی قائم ہے۔ جب ڈول کو کنویں میں لٹکایا جاتا ہے اور اس کی رستی لٹکانے والے نے پکڑ رکھی ہو تو کہتے ہیں اَدَلَّتْ دَلُّوا۔ علامہ قرطبی رحمہ اللہ تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اصل التدلئی: النزولُ اِلَى الشَّيْءِ حَتَّى يَقْرُبَ مِنْهُ۔ کہ اس کا اصل معنی ہے کسی چیز کی طرف اترنا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہو جائے۔ اس صورت میں آیت کا مفہوم ہوگا:۔

کہ جبرائیل جو اپنی اصلی صورت میں اپنے چھ سو پروں سمیت شرقی افق پر نمودار ہوئے تھے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالکل قریب ہو گئے۔ دَنَىٰ کی طرح تَدَلَّتْ کا فاعل بھی جبریل ہے۔

۵۳: ۹ = فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ۔ اس میں کان کا اسم محذوف ہے، تقدیر کلام یوں ہے فَكَانَ مَقْدَارَ مَا بَيْنَهُمَا قَابَ قَوْسَيْنِ۔ کان فعل ناقص مقدار (اسم کان محذوف) قَابَ قَوْسَيْنِ خبر کان۔

قَاب (ق و ب مادہ) کے معنی کمان کے درمیان والے حصہ کو کہتے ہیں۔ مقبض (مٹھ) سے لے کر ایک گوشہ کمان تک کے فاصلہ کے ہیں۔ اور قوس کی طرف اضافت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ایک قوس کی مقدار یا فاصلہ۔

القوس: قطعة من الدائرة۔ دائرہ کے کسی حصہ کو قوس کہتے ہیں۔ القوس عام طور پر اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے تیر پھینکے جاتے ہیں۔ آلة على هيئة هلال ترمى بها السهام۔ ہلال کی شکل کا آلہ جس سے تیر پھینکے جاتے ہیں۔

قَابٌ قَوْسَيْنِ دوقوس کی مقدار۔ یعنی ایک کمان۔

لغات القرآن میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے :-

قَابٌ : اندازہ۔ مقدار۔ یا کمان کے قبضہ سے نوک تک کا فاصلہ۔ یعنی آدھی کمان کی لمبائی۔ (تاج، صحاح، راعب، معجم)

اہل عرب کسی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے مختلف الفاظ بولتے تھے۔ مثلاً

کمان برابر۔ ایک نیزے کے برابر۔ ایک کوڑے کے برابر۔ ہاتھ برابر۔ بالشت برابر۔ انگلی برابر وغیرہ۔ آیت میں لفظی قلب کر دیا گیا ہے اصل میں قَابِي قَوْسِيں تھا یعنی کمان کے دو قاب برابر۔ ایک کمان کے دو قاب ہوتے ہیں۔ یعنی وسطی قبضہ سے دونوں طرف کے حصے برابر ہوتے ہیں۔ دو قاب پوری کمان کے برابر ہو گئے۔ (معجم القرآن)

صاحب منہجی الارب نے بھی آیت میں لفظی قلب نقل کیا ہے۔ لیکن قَاب کے عام معنی، اندازہ و مقدار بھی کھا ہے، مصلی نے بھی مقدار ترجمہ کیا ہے..... لیکن علم اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ نہ قلب سکانی کی ضرورت ہے نہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ قرار دینے کی۔ کیونکہ اس جگہ کلام کی بنا اہل عرب کے رواج اور دستور پر ہے۔ عرب میں جب دو شخص گہری دوستی اور ایک روت دوقالب ہونے کا پیمانہ باندھتے تھے تو ہر ایک اپنی کمان نکال کر لاتا تھا پھر دونوں کمانوں کو اس طرح ملا دیا جاتا تھا کہ دونوں قبضے مل جاتے تھے، گوٹے مل جاتے تھے نانت مل جاتی تھی۔ گویا دونوں کمانیں جڑ کر ایک ہو جاتی تھیں۔ پھر دونوں سے ملا کر ایک تیر پھینکا جاتا تھا۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ ہم دونوں ان دونوں کمانوں کی طرح ایک ہو گئے.....

اس صورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان فاصلہ ثابت ہوگا جتنا دو کمانوں کو جوڑنے کے بعد دونوں کے درمیان ہوتا ہے یعنی بالکل فاصلہ نہ ہے گا۔ دونوں کا بالکل متصل ہونا سمجھا جائے گا۔ (واللہ اعلم)

== اَوْ اَذُنِي۔ اس جگہ اَوْ بمعنی یا (شکیہ) نہیں ہے بلکہ اَوْ بمعنی بَلْ ہے جیسے کہ آیت وَ اَرْسَلْنَاهُ اِلَى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيدُونَ : (۱۴۷: ۳۷) اور ہم نے ان کو ایک لاکھ بلکہ اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔

اَذُنِي۔ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر اقصیٰ کے مقابلہ میں آتا ہے۔

بہت نزدیک۔ قریب تر،

۵۳: ۱۰ = فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ: فَ عاطفہ اَوْحَىٰ ماضی واحد مذکر نائب ضمیر فاعل یہاں بھی جبریل کی طرف راجع ہے۔ پس اس نے وحی کی:

إِلَىٰ عَبْدِهِ میں ۱۰ ضمیر واحد مذکر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی جبرائیل امین نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی مَا أَوْحَىٰ جو وحی کی: (مَا موصولہ ہے جو اس نے وحی کی) بعض نے پہلے اَوْحَىٰ کا فاعل جبرائیل اور دوسرے اَوْحَىٰ کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے اس وقت آیت کا ترجمہ ہوگا:-

جبریل نے اللہ تعالیٰ کے بندے کو وحی کی جو اللہ تعالیٰ نے جبریل پر وحی کی: ۵۳: ۱۱ = مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ۔ الْفُؤَادُ رَفْعٌ مَدْمَدَةٌ (یعنی دل۔ اس کی جمع اَفْئِدَةٌ ہے: مَا اور دُوراء موصولہ ہے۔ رَأَىٰ ماضی واحد مذکر غائب اس کا وصلہ۔ موصول وصلہ مل کر مَا كَذَبَ کا مفعول۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جبریل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا تو دل نے اس کی تصدیق کی! کہ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں یہ ایک حقیقت ہے یہ واقعی جبریل ہے جو اپنی اصلی صورت میں نظر آ رہا ہے نظر کا فریب نہیں ہے۔ نگاہوں نے دھوکہ نہیں کھایا۔ کہ حقیقت کچھ اور ہو۔ اور نظر کچھ اور آ رہا ہو۔

۵۳: ۱۲ = افْتَمَرُوا عَلَىٰ مَا يَرَىٰ۔۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے فَتَمَرُّ عَاطِفٌ بے کلام کی تقدیریوں ہے اَشْكَدُ بُؤْنَهُ فِتْمَارُؤُنَهُ۔ تَمَارُؤُنَ مَضَاجِعُ جمع مذکر حاضر مَعَادَاةٌ مَفَاعَلَةٌ مصدر سے: (م م س ی۔ مادہ) ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیا تم اس کو جھٹلاتے ہو اور اس سے جھگڑا کرتے ہو۔ یعنی جس چیز کو وہ دیکھنے کا دعویٰ کر رہے ہیں تمہیں اس کا انکار یا تکذیب نہیں کرنا چاہئے۔ اور نہ ہی جھگڑنا چاہئے۔

قرآن مجید میں اور جگہ ہے فَلَا تَمَارِفْ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا (۲۲: ۱۸) تم ان کے معاملہ میں مت جھگڑنا۔ مت گفتگو کرنا۔

تَمَارُؤُنَ۔ مِرَاءٌ سے مشتق ہے مِرَاءٌ کا معنی جھگڑا کرنا۔ مِرَى الناقۃ دودھ نکلنے کے لئے اونٹنی کے مقن سہلانا۔ باہم جھگڑنے والے بھی اپنے مخالف کی دلیلوں کو نکلوانا چاہتے ہیں۔ اس لغوی معنی کی مناسبت سے مِرَاءٌ کا معنی ہو گیا جھگڑا کرنا۔

(تفسیر منطہری)

عَلَى مَا يَرَىٰ۔ اس چیز کے متعلق جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے مَا

موصولہ اور یرىٰ بمعنى رأى العين آنکھوں سے دیکھنا (رازی)

یوی صیغہ مفاعیل کا استعمال ماضی کے استحضار اور حکایت کے لئے

۱۳:۵۳ = وَلَقَدْ رَاَهُۥ ۙ وَآوَاظُهُۥ قَدْ مَاضَىٰ كَمَا تَحْقِيقُ كَمَا مَعْنَىٰ دِيْنَا هِيَ  
لام تاکید مزید کے لئے۔ (انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا ہے) کا ضمیر واحد مذکر غائب  
کا مرجع حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

= نَزْلَةً أُخْرَىٰ ۙ موصوفہ صفت ای مَرَّةً أُخْرَىٰ دوسری مرتبہ۔ منصوب  
بوجہ مصدر کے ہے۔ کلام کی تقدیریوں ہے وَلَقَدْ رَاَهُۥ ۙ نَزْلَةً أُخْرَىٰ۔ اور  
اس نے تو اس کو دوبارہ بھی نازل ہوتے دیکھا ہے یا دوسری

۱۴:۵۳ = سِدْرَةَ الْمُنْتَهَىٰ اس ترکیب میں موصوفہ کی اضافت صفت کی  
طرف کی گئی ہے سِدْرَةَ بیری کا درخت مُنْتَهَىٰ انتہا، اختتام، آخری سرحد۔ آخری  
کنارہ۔ انتہاء سے مصدر میمی۔ سِدْرَةُ الْمُنْتَهَىٰ بیری کا وہ درخت جو مادی جہان کی  
آخری سرحد پر ہے۔ یہ کیسا درخت ہے اس کی حقیقت کیلئے اس کی شاخوں،  
پتوں اور پھلوں کی نوعیت کیا ہے ہمیں ان کی ماہیت کا علم نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ اعمال خلق پہنچنے کی یہ آخری حد ہے انتہائی حد ہے۔ یہاں پہنچ کر یہ  
اعمال ملائکہ سے لے لئے جاتے ہیں اور اوپر سے احکام اتر کر یہاں تک پہنچتے ہیں اور  
یہاں سے ملائکہ لے کر نیچے اترتے ہیں۔ گویا یہ مقام احکام الہی کے نزول اور اعمال خلق کے  
عروج کی آخری حد ہے۔ جو کچھ پرکے ہے وہ غیب ہے۔

۱۵:۵۳ = عِنْدَهَاۙ فِي ضَمِيرٍ وَاحِدٍ مَوْنٌ غَائِبٌ سِدْرَةَ كَمَا لَمْ يَكُنْ فِي  
کے پاس ہی۔

= جَنَّاتٍ الْمَأْوَىٰ۔ جَنَّاتٍ مضاف الْمَأْوَىٰ مضاف الیہ مَأْوَىٰ، أَوْي يَأْوِي  
کا مصدر۔ بمعنی قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ اور اسم ظرف بمعنی مقام، سکونت، ٹھکانا،  
باب افعال سے أَوْي يَأْوِي الْيَوَاءُ بمعنی کسی کو جگہ دینا۔ ٹھکانا دینا۔ یا رہنے کا مقام  
دینا۔ الْمَأْوَىٰ مَعْرُوفٌ بِاللَّامِ قَرَأَنٌ مَجِيدٌ فِي صَرْفٍ تَيْنٍ جَكَهَ آيَا هِيَ۔ اور ہر جگہ مصدری  
معنی ہے۔



جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ قیام کرنے کی جنت ، اس جنت کو جنت الماویٰ کیوں کہتے ہیں  
علمائے کرام نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں۔

۱۔ شہدار کی رو میں یہاں تشریف فرما ہیں۔

۱۲۔ جبرائیل اور دوسرے ملائکہ کی یہ رہائش گاہ ہے۔

۱۳۔ اہل ایمان کی رو میں یہاں مٹھرتی ہیں۔ وَاللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْلَمُ

۱۶:۵۳ = اِذْ يَغْشَى السَّمَاوَاتِ مَا يَغْشَى - اِذْ اسْمُ نَظْرٍ مَّكَانٍ هُوَ يَغْشَى مَضَاعٍ

کا صیغہ واحد مذکر غائب ، غَشَى وَ غَشِيَانٌ (باب سمع) مصدر سے ہے بمعنی چھا جانا

ڈھانپ لینا۔ یہاں مضاع بمعنی حکایتِ حال ماضی آیا ہے یعنی ایک گذشتہ بات کو بیان

کرنے کے لئے فعل ماضی کے بجائے استعمال ہوا ہے اس میں استمرار غشیان کو بھی ظاہر کیا

گیا ہے یعنی جس وقت کا ذکر ہے غشیان کا عمل جاری تھا۔ لہذا اس کا ترجمہ اکثر یہ کیا گیا

ہے کہ اس وقت تجلی اس کو ڈھانپتے چلی جا رہی تھی ، اس وقت سدرہ پر چھا رہا تھا جو

کچھ چھا رہا تھا۔ (تفہیم القرآن)

جبکہ اس سدرہ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں (تفسیر ما جدی)

جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔ (ضیاء القرآن) جبکہ سدرہ کو چھپا رکھا تھا جس چیز

نے کہ چھپا رکھا تھا۔ (تفسیر حقانی)

== مَا يَغْشَى - يَغْشَى اَوَّلُ كَا فَاعِلٌ هُوَ

فاعل کی نعت و صفت بیان نہیں کر گئی۔ اس کے متعلق مفسرین کے مختلف

اقوال ہیں۔

۱) حضرت ابو ہریرہ رض سے یا کسی اور صحابی سے روایت ہے کہ جس طرح کوئے کسی درخت

کو گھیر لیتے ہیں اسی طرح اس وقت سدرۃ المنتہیٰ پر فرشتے چھا رہے تھے (ابن کثیر)

۲) وفی حدیث: رَأَيْتُ عَلَى كُلِّ وَرْقَةٍ مِنْ وَرْقِهَا مَلَكًا قَائِمًا يُسَبِّحُ اللَّهَ

تَعَالَى - (روح المعانی) میں نے اس کے ہر پتے پر ایک فرشتے کو کھڑا دیکھا جو اللہ

تعالیٰ کی تسبیح بیان کر رہا تھا۔

۳) وَقِيلَ لِيُغْشَاهَا الْجِبُّ الْغَفِيرُ مِنَ الْمَلَائِكَةِ لِيَعْبُدُونَ اللَّهَ تَعَالَىٰ عِنْدَهَا

(مدارک التنزیل) اور کہتے ہیں کہ اس کو فرشتوں کے ایک جم غفیر نے ڈھانپ رکھا

تھا جو اللہ کی عبادت کر رہے تھے۔

۱۴۔ وقال مجاهد و ابراهيم: يغشاها جراد من ذهب (روح المعاني)  
اور مجاہد و ابراہیم کا قول ہے کہ اُسے یعنی سدرۃ المنتہیٰ کو سونے کی ٹڈیوں نے  
ڈھانپ رکھا تھا۔

۱۵۔ انوار و تجلیات کے ہجوم نے سدرۃ کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ان انوار و تجلیات کو بیان  
کرنے کے لئے نہ تو لغت میں کوئی لفظ موجود ہے اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھنے کی  
کسی میں طاقت ہے۔ (ضیاء القرآن)

۱۶۔ واخرج عبد بن حميد عن سلمة قال: استأذنت الملكة الرب  
تعالى ان ينظروا الى النبي صلى الله عليه وسلم فاذن لهم فغشيت  
الملكة السدرة لينظروا اليه عليه الصلوة والسلام (روح المعاني)  
عبد بن حمید نے حضرت سلمہ رضی عنہ سے روایت کی ہے کہ:-

فرشتوں نے اللہ سے اجازت چاہی کہ وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کریں  
ان کو اجازت مل گئی۔ سو فرشتے سدرہ پر لپٹ گئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
زیارت کر سکیں۔

۵۳: ۱۷ = مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَى: مَا نَافِيَهُ هِيَ شَاخِ مَاضِي كَاصْفِ  
واحد مذکر غائب۔ زَاغٌ (باب ضرب) مصدر۔ بہکنا۔ کج ہونا۔ راہِ راست سے بہک  
جانا۔ ان کی آنکھ (اپنے نصب العین سے نہ ہٹی۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:-

رَأَيْنَا لَا نُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا (۳: ۸) اے ہمارے پروردگار!  
جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر۔  
وَمَا طَغَى۔ واو عاطفہ ما نافیہ ہے طغی ماضی واحد مذکر غائب۔ طَغْيَانٌ  
(باب نصر، سمع) مصدر۔ اور نہ وہ حد سے نکل گئی۔ جب نگاہ اپنی حد سے گزر جاتی  
ہے تو بہک جاتی ہے۔ اسی طرح جب پانی اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی  
آجاتی ہے۔ یہاں طغی کا استعمال اسی اعتبار سے ہے:-

علامہ مودودی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تحمل کا یہ حال تھا کہ ایسی زبردست  
تجلیات کے سامنے بھی آپ کی نگاہ میں کوئی چکا چوند پیدا نہ ہوئی اور آپ پوئے

سکون کے ساتھ ان کو دیکھتے ہے۔

دوسری طرف آپ کے ضبط اور کمیونی کا کمال تھا کہ جس مقصد کے لئے بلا یا گیا تھا اُسکی پر آپ نے اپنی نگاہ اور اپنے ذہن کو مرکوز کئے رکھا۔ اور جو حیرت انگیز مناظر وہاں تھے ان کی طرف آپ نے نگاہ ہی نہ اٹھائی۔

۵۳: ۱۸ = لَقَدْ رَأَىٰ: لام تاکید کے لئے ہے قَدْ ماضی سے قبل تحقیق کا معنی دیتا ہے۔  
يَقِينًا انہوں نے دیکھیں۔

= مِنْ تَبْيِضِهِ ہے۔

= اَيَّتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى۔ ایت مضاف رَبِّهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف۔ الْكُبْرَى۔ كِبْرٌ سے افعال التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث، یہ سارا جملہ رَآی کا مفعول ہے۔

آیت کا ترجمہ۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی (قدرت کی کتنی ہی) بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

آیاتِ کبریٰ سے مراد عالم ملکوت کی وہ عجیب و غریب چیزیں ہیں جن کا مشاہدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج پر جاتے ہوئے اور واپسی کے دوران میں کیا جیسے براق سموات، انبیاءِ فرشتے۔ سدرۃ المنتہی، جنت الماویٰ وغیرہ۔

۵۲: ۱۹ = اَفْرَأَيْتُمْ۔ علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

اَفْرَأَيْتُمْ میں استفہام انکاری ہے اور تینبیہی ہے اور محذوف جملہ پر اس کا عطف ہے۔ اصل کلام اس طرح تھا۔ کیا تم نے اپنے معبودوں کو دیکھا اور کیا لات اور عَزْرٰی اور تیسری ایک اور دیوی منات کا غور سے مشاہدہ کیا۔ (مجھلا اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اس کی زمین و آسمان میں سلطنت و سطوت کے سامنے ان حقیر و ذلیل بتوں کی بھی کوئی حیثیت ہے۔

لات، عَزْرٰی، منات کے متعلق صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:-

لات، قتادہ کہتے ہیں کہ یہ قبیلہ ثقیف کا بت تھا۔ جس کا استھان طائف میں تھا۔ بنو ثقیف اس کے بڑے معتقد تھے۔ جب ابرہہ کا لشکر کعبہ کو گرانے کے قصد سے مکہ جاتے ہوئے طائف سے گذرا تو انہوں نے اسے رہبر مہیا کئے اور دیگر سہولتیں بہم پہنچائیں تاکہ وہ ان کے معبود لات کے استھان کو منہدم نہ کرے۔

عُزَّىٰ - اس کا ماخذ عزت ہے یہ اِعْزَىٰ کی تائید ہے سوق عکاظ کے قریب وادی نجد میں خراص نامی ایک لہتی تھی 'عُزَّىٰ کا مندر اس جگہ تھا۔ بنو غطفان اس کی پوجا کیا کرتے تھے بعض کے نزدیک یہ بنی شیبان کی دیوی تھی جو بنی ہاشم کے حلیف تھے، قریش اور دوسرے قبائل اس کی زیارت کو آتے تھے قربانی کے جانور یہاں لاکر ذبح کیا کرتے تھے اور نذرانہ چڑھاتے تھے۔ تمام دوسرے بتوں سے اس کی تکریم و عزت کیا کرتے تھے۔

منوۃ - اس کا مندر قدید کے مقام پر تھا جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے ایک آبادی ہے یثرب کے ادس اور خزرج کے علاوہ بنو خزاعہ بھی اس کے معتقد تھے۔ کعبہ کی طرح اس کا حج بھی کیا جاتا قربانی کے جانور بھی اس کے لئے ذبح کئے جاتے۔ حج کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد جو لوگ اس کا حج کرنا چاہتے وہ وہیں سے کَبَيْكَ كَبَيْكَ کے نعرے لگاتے ہوئے قدید کی طرف چل پڑتے۔

اگرچہ ان بتوں کے مخصوص مندر مختلف مقامات پر تھے جیسا کہ آپ پڑھ آتے ہیں۔ لیکن ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ انہی ناموں کے بت کعبے میں بھی رکھے ہوئے تھے۔ اور دوسرے بتوں کے ساتھ ساتھ ان کی بھی وہاں پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔

علامہ ابو حیان اندلسی رح نے بحر محیط میں اسی رائے کو ترجیح دی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ اُحد کے میدان میں ابو سفیان نے بڑے فخر و ناز سے کہا تھا کہ ۱۔

لَنَا الْعُزَّىٰ وَالْعُزَّىٰ لَكُمْ ۱

کہ ہمارے پاس تو عُزَّىٰ دیوی ہے اور تمہارے پاس کوئی عُزَّىٰ نہیں۔

نیز اَفْرَآئِنْتُمْ فِي خُطَابِ كِصْفِي كَا مَرَجِ قَرِيْشٍ مَّكَّةَ هِي -

ان بتوں کی پوجا کرنے والوں کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

اور یہ بت جنیات کا مسکن ہیں اور یہ جنیات بھی اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ

یہ بت فرشتوں کے ہیکل ہیں اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں (لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذَلِكَ)

۵۳: ۲۰ = مَنُوَّةٌ - اَلَّتْ ، وَالْعُزَّىٰ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ مَفْعُولٌ رَأَيْتُمْ كَيْ هِيَ

۵۳: ۲۱ = اَلذِّكْرَ . مَرْدٌ - نَرٌ - وَاحِدٌ اس کی جمع مَذْكُورٌ وَذِكْرَانٌ ہے

اَلذُّنَّتِيْ مَادَةٌ - عَوْرَتٌ ، هَمْزَةٌ اسْتِفْهَامِيَّةٌ هِيَ .

۵۳: ۲۲ = تِلْكَ - یعنی یہ نر کا تمہارے لئے ہونا اور مادہ کا اللہ کے لئے ہونا۔

= اِذَا - حرف جزاء ہے۔ بمعنی تب، اس وقت، اصل میں یہ اِذْنٌ تھا۔ وقف کی صورت

میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں۔

== قِسْمَةٌ ضِيْرِي : موصوف و صفت، بہت بھونڈی تقسیم، نہایت غیر منصفانہ تقسیم، بہت ناقص، ضِيْرِي - ضَاْرَ يَضِيْرُ (باب ضرب) کا مصدر بھی ہو سکتا ہے اجوف یا ئی ہے۔ اور مہموز العین (باب فتح) سے بھی۔ ضَاْرَ يَضَاْرُ کا مصدر ضِيْرِي ہوگا۔ معنی دونوں کے قریب قریب ایک ہی ہیں۔ لہذا ضِيْرِي ہر دو صورت میں مصدر بھی ہے اور صیغہ صفت بھی۔

۲۳:۵۳ = اِنْ هِيَ : میں اِنْ نافیہ ہے ہِیَ ضمیر واحد مؤنث غائبہ کا اشارہ اصنام کی طرف ہے۔ جن کی کفار پوجا کیا کرتے تھے۔  
== سَمَّيْتُمُوْهَا - سمیتہ ماضی جمع مذکر حاضر تسمیۃ (باب تفعیل) مصدر سے واو اشباع کا ہے۔ اور ہا ضمیر واحد مؤنث غائبہ اصنام کے لئے ہے جنہیں وہ پوجا کرتے تھے۔

یہ محض نام ہی نام ہیں جو تم نے رکھ لئے ہیں۔ ورنہ ان میں حقیقت کچھ بھی نہیں ہے  
علامہ راغب آیت مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا کے تحت لکھتے ہیں۔

در کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اس کے کہ محض نام ہیں جو تم نے رکھ لئے ہیں“ اس کا معنی یہ ہے کہ۔ جن ناموں کا تم ذکر کرتے ہو ان کے مسمیات نہیں ہیں بلکہ یہ اسماء ایسے ہیں جو بغیر مسمی کے ہیں کیونکہ ان ناموں کے اعتبار سے بتوں کے بارے میں جو وہ اعتقاد رکھتے ہیں اس کی حقیقت ان میں پائی ہی نہیں جاتی۔

== اَنْتُمْ وَاٰبَاؤُكُمْ - تم نے اور تمہارے باپ دادا نے یہ فاعل ہیں فعل سَمَّيْتُمْ  
== بِهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائبہ الاضنام کے لئے ہے۔ سُلْطٰنِ سِنْدِ برہان۔ دلیل۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نازل نہیں کی،

== اِنْ يَتَّبِعُوْنَ اِی مَا يَتَّبِعُوْنَ وہ پیروی نہیں کر رہے۔  
== اِلَّا النَّظْرَ وَمَا تَهْوٰی اِلَآ نَفْسٌ : سوائے راہ گمان کی (۲) اور جسے ان کے نفس چاہتے ہیں۔

== وَلَقَدْ : واو حالیہ ہے۔ جملہ حالیہ ہے، یعنی : حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ اَلْهُدٰی۔ اِی الْقُرْاٰن -

۱۴:۵۳ = آءُ استفہام انکاری کے لئے ہے اِلِ لِنَسَانٍ سے مراد یا تو کافر ہے

یا عام انسان۔ پہلی صورت میں مفہوم ہوگا  
ان کفار نے ان بتوں سے جو طرح طرح کی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں یہ محض  
دھوکہ اور فریب ہے ان کی یہ توقعات کبھی بھی پوری نہ ہوں گی۔  
دوسری صورت میں مفہوم ہوگا:-

ایسا نہیں ہو اکر تا کہ انسان جو چاہے وہ ضرور پورا ہو کر ہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے  
اختیار میں ہے اس دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کے آذن سے ہو رہا ہے  
اور عالم آخرت میں جو کچھ ہوگا اس کے حکم سے ہوگا۔

= مَا تَمَنَّى مَا مَوْصُولَةٌ تَمَنَّى اس کا صلہ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَمَنَّى (تفعل)  
مصدر۔ یعنی چاہنا۔ تمنا کرنا۔ آرزو کرنا۔ جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔

۲۵:۵۳ = يَلِيهِ: میں لام اختصاص کا ہے۔ الْآخِرَةُ: قیامت، آخرت، الْاُولَى  
جہاں آخرت کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالم دنیا ہے کیونکہ وہ  
آخرت سے پہلے ہے۔ پس اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے آخرت اور دنیا۔

۲۶:۵۳ = كَمْ اسم مبنی ہے اور صدر کلام میں آتا ہے۔ مبہم ہونے کی وجہ سے  
تمیز کا محتاج ہے یہ عدد سے کنایہ کے لئے آتا ہے اور دو قسم پر ہے۔ استفہامیہ۔  
خبریہ۔ استفہامیہ قرآن مجید میں نہیں آیا۔ استفہامیہ اگر آئے تو اس کا مابعد تمیز بن کر  
منصوب ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں جیسے كَمْ  
رَجُلًا ضَرَبْتُ: تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا۔

جب خبریہ ہو تو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہو کر اسے مجرور کر دیتا ہے اور کثرت کے  
معنی دیتا ہے۔ یعنی کتنے ہی۔ جیسے كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ میں نے کتنے مردوں کو پیٹا۔  
اس میں کبھی اس کی تمیز پر مِنْ جارہ داخل ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے: كَمْ  
مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَا هَا۔ (۴: ۷) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں۔ اور  
كَمْ مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (۲: ۲۴۹) بسا اوقات  
کتنی ہی چھوٹی جماعتوں نے بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے فتح حاصل کی ہے۔ یا كَمْ  
قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَلِيمًا (۱۱: ۲۱) اور ہم نے بہت سی بستیاں جو کہ  
ستمگار تھیں ہلاک کر ڈالیں۔

كَمْ مِّن مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ اُوْرَ اَسْمٰنُوْنَ مِيْنَ بِيْتٍ سَعۡ فَرۡشَتۡهٖۡ هِيَ اٰجِنُ كِي...ؕ

..... الآیۃ۔

== لَا تَغْنِي مَضَارِعُ وَاَحَدُ مَوْنِثِ غَاب۔ اِغْتَاءُ (اِفْعَالُ) مَصَدَر۔ وَه نَفَع نَبِيْ  
دے سکے گی۔ وہ کام نہ آئے گی۔

== شَيْئًا: کچھ بھی۔ اِلَّا حَرَفِ اسْتِنَاءِ

== اَنْ يَّاۤذَنَ اللّٰهُ مِيْنَ اَنْ مَصَدَرِہٖ ہے۔ يَّاۤذَنَ مَضَارِعُ وَاَحَدُ مَذَكْرُ غَاب۔  
منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اِذْنٌ (بَابِ سَمِعَ) مَصَدَر (مگر بعد اس کے) کہ اللہ شفاعت  
کی اجازت دے۔

== لِمَنْ يَّشَاءُ: جس کے لئے وہ چاہے۔ یعنی جس فرشتے کو شفاعت کرنے کی  
یا جس آدمی کے لئے شفاعت کرنے کی اجازت دے۔

== وَيَرْضٰی۔ وَاوْ عَاطِفٌ، يَرْضٰی مَضَارِعُ وَاَحَدُ مَذَكْرُ غَاب۔ رِضٰی (بَابِ سَمِعَ)  
مَصَدَر۔ اور اس کے لئے شفاعت کو پسند کرے:

۵۳: ۲۷ = اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاَلْاٰخِرَةِ۔ بے شک جو لوگ آخرت  
پر ایمان نہیں رکھتے۔ فاعل۔

== لِيَسْمُوْنَ۔ لام تَاكِيْدًا۔ يُسْمُوْنَ مَضَارِعُ جَمْعُ مَذَكْرُ غَاب۔ تَسْمِيَةٌ (تَفْعِيلُ)  
مَصَدَر۔ وہ نامزد کرتے ہیں۔ (فعل)

== الْمَلٰٓئِكَةُ: فرشتوں کو۔ مفعول اول۔

== تَسْمِيَةٌ اِلٰٓءَ نٰثِي۔ مَضَافُ مَضَافٍ اِلَيْهِ تَسْمِيَةٌ نَامُ رَكْحَنًا بَرُوْرًا تَفْعَلَةٌ بَا۔  
تَفْعِيلُ سَعۡ مَصَدَرِہٖ اُنْثٰی عَوْرَتِ كَا سَاوِلُ زَامُ رَكْحَنًا) مَفْعُولُ ثَانِي

ترجمہ ہوگا۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو عورتوں کے نام سے  
نامزد کرتے ہیں۔

۵۳: ۲۸ = وَ مَا لَهُمۡ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ۔ ضَمِيْرُ فَاعِلٍ لِيَسْمُوْنَ سَعۡ حَالِہٖ اِ

بِہٖ مِيْنَ ۵ ضَمِيْرُ وَاَحَدُ مَذَكْرُ غَاب تَسْمِيَةٌ كَعِ ذَكَرِ كَعِ مُتَعَلِّقُ ہے وَضَمِيْرُہٖ لِّلْمَذَكْرِ  
مِنَ التَّسْمِيَةِ رُوحُ الْمَعَانِي، حَالًا لِّكَمَا اِنْ كَوَا سَاوِلُ بَاتِ كَا (فَرَشَتُوْنَ كَوَا عَوْرَتُوْنَ كَعِ نَامُ سَعۡ نَا  
كَرْنِي كَا) عِلْمُ نَبِيْ۔ یعنی ان کو اس حقیقت کا علم ہی نہیں یہ محض اپنے آباء و اجداد  
تقلید میں وہ اس ظن پر قائم ہیں کہ ملائکہ مَوْنِثِ ہيْنَ اور خدَا كِي بِيٲِيَا ہيْنَ۔

== اِنْ يَتَّبِعُونَ اِلَّا الظَّنَّ : اِنْ نَافِيَهٗ - الظَّنُّ مُسْتَثْنٰى مُنْقَطِعٌ - يَهٗ صَرَفَ ظَنٍّ

(بے اصل، بے دلیل خیالات) پر چل رہے ہیں۔ جو تقلید آباء سے حاصل ہوا ہے

== اِنَّ الظَّنَّ ..... الخ۔ جملہ معترضہ ہے اور کافروں کے اتباعِ ظن کرنے کی قباحت کو اس میں ظاہر کیا گیا ہے۔

== لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا - اور ظن حق کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں دیتا۔

یعنی ظن حق کا بدل نہیں ہو سکتا۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت ۲۶ تذکرۃ المصدر)

۵۳ : ۲۹ == فَأَعْرَضُ - میں ف عاطفہ ہے جب ان مشرکوں کی جہالت و خفت

دانش معلوم ہو گئی اور یہ معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہدایت پر چلنے کی

بجائے وہ اپنے بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں تو آپ بھی ان کی طرف سے روگردانی

کر لیجئے کیونکہ ایسوں کو سمجھانا اور حق کی دعوت دینا بے کار ہے۔

أَعْرَضُ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِعْرَاضُ افعال، مصدر۔ تو منہ پھیرے

تو کنارہ کر لے۔

== مَن تَوَلَّى - مَن موصولہ ہے تَوَلَّى ماضی واحد مذکر غائب تَوَلَّى مَرْتَفِعٌ

مصدر۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیر دی۔

== عَن ذِكْرِنَا - یہاں ذکر سے مراد قرآن، یا ایمان یا اللہ کی یاد ہے۔

== ذَلَمُ يُرِدُّ - واو عاطفہ، كَمُ يُرِدُّ فعل مضارع نفی جمد بلم صیغہ واحد مذکر غائب

ہے۔ اور نہیں خواہش رکھتا وہ۔

== اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا - اِلَّا حرف استثناء، الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا موصوف،

صفت۔ بل کر مستثنیٰ۔ منصوب بوجہ مستثنیٰ منقطع کے۔

۵۳ : ۳۰ == مَبْلَغُهُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ مَبْلَغٌ مُّبْلُوخٌ سے اسم ظرف

پہنچنے کی جگہ۔ ان کی علمی انتہا۔ ان کے علم کی آخری حد۔ ان کی انتہائی رسائی۔

مُبْلُوخٌ سے مصدر مہمی بھی ہے۔ یعنی پہنچنا۔

== بِمَنْ فِي مَن موصولہ ہے ضَلَّ عَنْ مَبِيلِهِ میں ۴ ضمیر واحد مذکر غائب

مَرَاتِبِكَ کی طرف راجع ہے،

یہ آیت امر بالاعراض کی تعلیل ہے۔

== وَ اِلٰهِ - میں واو عاطفہ ہے اور لام تخصیص کا ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے :-



== لِيَجْزِيَ لام تغليل کہے یعنی اس نے پیدا کیا اس عالم کو جزار اور سزا دینے کی غرض سے۔ يَجْزِيَ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجه لام تغلیل۔ جَزَاءٌ رباب ضروب مصدر۔ یعنی جزا دینا۔ بدلہ دینا۔ سزا دینا۔ وہ معاوضہ یا بدلہ جو مقابلہ سے مستغنی کرے۔ خیر کے بدلہ میں خیر نثر کے بدلہ میں شر جزا کہلاتا ہے۔ یہاں ترجمہ ہو گا۔

تاکہ وہ سزا دے (برابر بدلہ دے) بدکار کو۔

== اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر آسَاءُ ذُو (جنہوں نے بُرا کام کیا) آسَاءُ ذُو: ماضی جمع مذکر غائب۔ اِسَاءَةٌ (باب افعال) مصدر۔ انہوں نے بُرا کیا۔  
== بِمَا میں بسبب ہے ما موصول ہے عَمِلُوْا اس کا صلہ۔ بسبب اس فعل کے جو انہوں نے کیا۔

== اَحْسَنُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِحْسَانٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے مہلانی کی انہوں نے نیک کام کیا۔

== بِاَلْحُسْنٰی بَ تعدیہ کا ہے۔ اچھا بدلہ۔ نیک بدلہ۔ عمدہ جزا فُعْلٰی کے وزن پر حُسْنٌ سے افعال التفضیل کا صیغہ واحد متونث ہے: اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کو عمدہ بدلہ دے۔

== ۳۲، ۵۳ يَجْتَنِبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اجْتِنَابٌ (افعال) مصدر ہے وہ بچتے ہیں۔ وہ پرہیز کرتے ہیں۔

== كَبٰرِ الْاِثْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بڑے بڑے گناہ۔ يَجْتَنِبُوْنَ کا مفعول ہے۔  
== اَلْفَوَاحِشِ۔ بے حیائی کی باتیں۔ ناشائستہ باتیں۔ فَاحِشَةٌ کی جمع۔  
يَجْتَنِبُوْنَ کا مفعول ثانی،

گناہ کبیرہ کے بارے میں متعدد روایات ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے :-  
ہر وہ کام جس سے کتاب و سنت کی صریح نص سے منع کیا گیا ہو۔ یا اس کے لئے کوئی شرعی حد مقرر ہو یا جس کی سزا جہنم بتائی گئی ہو یا جس کے مرتکب کو لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہو۔ یا جس پر عذاب کے نزول کی خبر دی گئی ہو ایسی تمام باتیں گناہ کبیرہ ہیں۔  
ان کے علاوہ جو دوسرے گناہ ہیں انہیں صغیرہ گناہ کہا جاتا ہے مگر یاد رہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار اور شریعت کے کسی فرمان کا استخفاف اور تحقیر کا شمار بھی کبیرہ گناہوں

میں ہوتا ہے (ضیاء القرآن)

== إِلَّا اللَّمَمُ إِلَّا حُرْفُ اسْتِثْنَاءٍ لَمَمٌ چھوٹے گناہ۔ وہ گناہ جن کا شاذ و نادر ارتکاب ہو۔ مستثنیٰ۔

امام راغب لکھتے ہیں:-

اللَّمَمُ کے اصلی معنی ہیں معصیت کے قریب جانا۔ کبھی اس سے صغیرہ گناہ بھی مراد لئے جاتے ہیں۔

مُحَاوِرَةٌ ہے۔ فُلَانٌ يَفْعَلُ كَذَا الْمَعَاوَةُ کبھی کبھار یہ کام کرتا ہے آیت نہ ا میں لفظ لَمَمٌ مشتق ہے اَلْمَمْتُ بِكَذَا سے۔ جس کے معنی کسی چیز کے قریب جانا کے ہیں۔ یعنی ارادہ کرنا مگر مرتکب نہ ہونا۔ (مفردات راغب)

لَمَمٌ سے مراد وہ گناہ ہے جو آدمی سے کبھی کبھی صادر ہو جائے مگر وہ ان پر جما ہوا نہ ہے بلکہ توبہ کر لے۔ گناہ اس کا معمول نہ بن جائے۔ عادت نہ ہو جائے۔ کبھی کبھی صادر ہو جائے (تفسیر مظہری)

آیت الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشِ إِلَّا اللَّمَمُ آیت الَّذِينَ أَحْسَنُوا..... کا بدل ہے۔ یا صفت ہے یا عطف بیان ہے۔ مضارع کا صیغہ اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ اجتناب کے تجدد اور استمرار پر دلالت کرے، وہ ہمیشہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہتے ہیں (ضیاء القرآن)

إِلَّا اللَّمَمُ استثناء متصل بھی ہو سکتا ہے اور استثناء منقطع بھی۔

۱۔ اگر لَمَمٌ سے مراد چھوٹے گناہ لئے جائیں مثلاً نامحرم پر پہلی نظر۔ آنکھ کا اشارہ۔ بوسہ یعنی زنا سے کم درجہ کا گناہ۔ تو إِلَّا اللَّمَمُ استثناء متصل ہوگا۔

۲۔ اگر لَمَمٌ سے مراد بے ارادہ نظر پڑ جانا۔ گناہ کا خیال آنا۔ لیکن اس کے ارتکاب کے لئے عملی قدم نہ اٹھانا وغیرہ ہو تو یہ استثناء منقطع ہوگا۔ بیضاوی و کشاف و جلالین وغیرہ نے استثناء منقطع ہی لکھا ہے۔

== وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ - وَاسِعٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف الْمَغْفِرَةِ

مضاف الیہ۔ غَفَرَ لِيغْفِرُ (باب ضرب) کا مصدر۔ بمعنی کسی گناہ کا معاف کر دینا۔

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وسیع مغفرت والا۔ جس کے گناہ معاف کرنا چاہیگا بغیر توبہ کے بھی معاف کر دے گا خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا تھا۔  
 اِنْ تَغْفِرِ اللّٰهُمَّ لَغُفْرٍ جَمًّا - وَ اِنِّي عَبْدٌ لِّكَ لَا اَلَمَّا  
 لے اللہ اگر تو معاف کر دے گا تو بہت گناہ معاف کر دے گا۔ تیرا کو نسا بندہ گناہ پر  
 نہیں اُترا۔ (یعنی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا)

== اِذْ: اسم ظرف زمان - جب۔  
 == اَنْشَاكُمْ: اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تمہاری پرورش کی۔ اَنْشَا ماضی واحد مذکر غائب  
 كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِنْشَاءً (افعال) مصدر۔  
 == اَعْلَمُ - اگرچہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے لیکن تفضیلی معنی مراد نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ اللہ  
 کے سوا کوئی اور بھی تم کو پیش آنے والے واقعات و حالات سے واقف تھا مگر اللہ سب سے  
 بڑھ کر واقف کار تھا۔ کیونکہ کوئی انسان بھی اپنی پیدائش پہلے اپنی زندگی کے احوال سے واقف  
 نہیں ہو سکتا۔

== اَجِنَّةٌ: بچے جو پیٹ میں ہوں جَنِينٌ کی جمع ہے، جَنِينٌ پیٹ کے بچے کو کہتے  
 ہیں۔ جَنِينٌ بروزن فاعل مبنی مفعول ہے یعنی چھپا ہوا۔  
 اَلْجَنِينُ قَبْرٌ كَوْ يَحْيَى كَبْتَةٌ ہیں۔ فاعل مبنی فاعل چھپانے والی۔  
 == لَا تُزَكُّوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، تَزَكِيَةٌ (تفعیل) مصدر مبنی مال کی زکوٰۃ لینا  
 یاد دینا۔ خود ستائی کرنا۔ لَا تُزَكُّوْا (تم خود ستائی نہ کرو)  
 نفسِ انسانی کے تزکیہ کی دو صورتیں ہیں:-

۱۔ بذریعہ فعل۔ یعنی اچھے اعمال کے ذریعہ اپنے آپ کو درست کر لینا۔ یہ سندیدہ اور محمود  
 طریقہ ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّى۔ (۸۷: ۱۴) (وہ بامراد ہوا جس نے اپنے آپ کو  
 سنوار لیا۔) میں اسی تزکیہ عملی کا ذکر ہے۔ یہاں تزکیٰ باب تفعیل سے مبنی باب تفعیل  
 اپنے آپ کو سنوارنے کے معنی میں آیا ہے۔  
 ۲۔ بذریعہ قول۔ جیسے ایک عادل اور متقی شخص کا دوسرے شخص کا تزکیہ کرنا۔ اور اس  
 کی خوبی کی شہادت دینا۔

لیکن یہی طریقہ اگر انسان خود اپنے حق میں برتے تو بُرا ہے۔ آیت ہذا فَلَا  
 تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ (سومت بولو اپنی ستھرائیاں یعنی اپنی خود ستائی مت کرو۔) میں اللہ جل  
 شانہ نے اسی تزکیہ سے ممانعت فرمائی ہے کیونکہ اپنے منہ آپ میاں مٹھو بننا عقلاً شرعاً کسی

بھی طرح زیبا نہیں ہے۔

= اَعْلَمُ۔ اوپر ملاحظہ ہو۔

= مَنُ۔ موصولہ ہے۔ اتقی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِتِّقَاءُ (افتعال) مصدر سے

جو ڈرا۔ جس نے پرہیزگاری اختیار کی۔

۵۳:۳۳ = اَفْرَأَيْتَ اسْتَفْهَامِ تَعْجِیْبِ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے

کیا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا۔

= اَلَّذِي تَوَلَّى۔ اَلَّذِي اسم موصول واحد مذکر ہے تَوَلَّى ماضی کا صیغہ واحد مذکر

ہے۔ تَوَلَّى (تفعل) مصدر سے۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیر دی۔ وہ پھر گیا۔

جس نے حق کی طرف سے پشت پھیر لی۔

## فَائِدَةٌ :

۱:- جمہور کے نزدیک اس شخص سے مراد ولید بن مغیرہ ہے، ولید بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو گیا تھا لیکن بعض مشرکوں نے اس کو عار دلائی اور کہا کہ تم نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا۔ اور ان کو گمراہ سمجھنے لگا۔ ولید نے کہا کہ مجھے اللہ کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ ایک شخص بولا۔ اگر تم باپ دادا کے مذہب کی طرف لوٹ آؤ تو میں تم کو اتنا مال دوں گا۔ اور اگر اللہ کا عذاب تم پر آیا تو تمہاری جگہ میں اس کو اپنے اوپر برداشت کر لوں گا۔ ولید شرک کی طرف لوٹ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا۔

۲:- ابن حبریر نے بحوالہ ابن زید بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسلمان ہو گیا کسی نے اس کو غیرت دلائی کہ تو نے بزرگوں کے دین کو چھوڑ دیا۔ اور ان کو گمراہ سمجھا اور دوزخی قرار دیا۔ مسلمان ہونے والے نے کہا کہ مجھے اللہ کے عذاب کا ڈر ہے۔ غیرت دلانے والے نے کہا کہ تو مجھے کچھ مال دیدے تجھ پر جو عذاب آئے گا میں برداشت کر لوں گا۔ اس شخص نے اس کو کچھ مال دے دیا۔ اس شخص نے کچھ اور مانگا اس نے کچھ اور بڑھا دیا۔ مانگتے والے نے ایک تحریر لکھ دی۔ اور گواہی بھی اس پر ثبت کر دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۳:- سدی کا بیان ہے کہ یہ آیت عاص بن دائل سہمی کے حق میں نازل ہوئی جو بعض باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق تھا اور بعض امور میں مخالف۔

۳۲۔ محمد بن کعب قرظی کا قول ہے کہ۔

اس آیت کا نزول ابو جہل کے باسے میں ہوا۔ ابو جہل نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے لیکن اس قول کے باوجود ایمان نہ لایا۔ تھوڑا دینے کا یہی مطلب ہے کہ کسی قدر حق کا اس نے اقرار کیا۔ اور

اَکْدَى سے مراد ہے ایمان نہ لانا۔ (تفسیر مظہری)

۵۳: ۳۲ = وَأَعْطَى قَلِيلًا وَأَوْعَاظُهُمْ - أَعْطَى قَلِيلًا معطوف۔ اور اس نے تھوڑا مال دیا۔ یعنی مشرک نے ولید کو کچھ مال دیا۔ اور باقی کے دینے میں نخل کر گیا۔ انکاری ہو گیا = اَکْدَى ماضی واحد مذکر غائب اَکْدَاءُ (افعال) مصدر جس کے معنی زمین کے پتھر کی طرح سخت نکلنے کے ہیں۔ اَکْدَاءُ اصل میں کُدْيَةٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی زمین کے سخت ہونے کے ہیں۔

عرب کہتے ہیں حَقَرَ فَأَكْدَى اذا بلغه الی کدیه اسی صلابۃ فی الارض فلم یملکہ الحضر۔ جب زمین کھودتے وقت پتھر ملی چٹان آجائے اور مزید کھدائی ناممکن ہو جاتے تو کہتے ہیں حَقَرَ فَأَكْدَى۔ اس نے زمین کھودی اور نیچے سے چٹان نکل آئی یہاں آیت ہذا میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تھوڑا سا مال دے کر باقی کی ادائیگی منقطع کر دی۔

۵۳: ۲۵ = أَعِنْدَ لَا عِلْمَ الْغَيْبِ : ہمزہ استفہام انکاری ہے کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے (یعنی نہیں ہے) کہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ولید بن مغیرہ ہے یا وہ شخص جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

السر التفسیر میں ہے۔

ای یعلم ان غیرہ یتحمل عنہ العذاب والجواب لا : دیکھا جاتا ہے کہ کوئی دوسرا اس پر سے عذاب کو اٹھالے گا اور اس کا جواب ہے ”نہیں“ م  
أَعِنْدَ لَا عِلْمَ الْغَيْبِ - رَأَيْتَ كَا مَفْعُولِ ثَانِي هُوَ - مَفْعُولِ اَوَّلِ اسْمِ مَوْصُولِ  
الَّذِي هُوَ -

= فَهُوَ يَرَى - میں نے سببہ ہے۔ یعنی کیا اس کو غیب کا علم ہے جس کی وجہ سے وہ جانتا ہے یا دیکھتا ہے کہ میں اگر کچھ مال دیدوں گا تو وہ شخص میرے اوپر سے شرک کا عذاب اٹھا کر اپنے اوپر لا لے گا۔

۵۳:۳۶ = اَمْ لَمْ يُنَبَّأْ اَمْ مَعْنَى هَمْزِهِ اسْتِفْهَامِيَّةٌ هِيَ اِى اَلَمْ يُنَبَّأْ لَمْ  
يُنَبَّأْ مَفْرَعٌ مَجْهُولٌ نَفْيٌ جَدِيدٌ صِيغَةٌ وَاحِدَةٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - تَنْبِيْهُةٌ (تَفْعِيْلٌ) مَصْدَرٌ  
ن ب ء مَادَّةٌ - خَبْرٌ دِيْنَا - كَيْفَا اس كُوْخْبِرْ نَهِيْنَ دِيْ كَمْثِيْ -

= بِمَا: فِيْ ب تَعْدِيَّةٌ كَالْهَاءِ - مَا مَوْصُوْلَةٌ هِيَ -

= صَحْفٌ - صَحْفٌ، كِتَابٌ هِيَ - اَوْرَاقٌ، صَحِيْفَةٌ كِيْ جَمْعٌ هِيَ - يَهْ جَمْعٌ نَادِرٌ هِيَ  
كِيُوْنُكَ فَعِيْلَةٌ بَرُوْزٌ فُعْلٌ نَهِيْنَ اَتِيْ - نَدْرَةٌ اَوْرَقِيَّاسٌ فِيْ اس كِيْ مَثَالٌ - سَفِيْنَةٌ  
رَوَاحِدٌ كِيْ جَمْعٌ سَفِيْنَةٌ هِيَ -

ترجمہ:- کیا اس کو ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو حضرت (موسیٰ علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہیں۔

۵۳:۳۷ = وَابْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفِيْ - اس جملہ کا عطف جملہ سابق پر ہے اِى  
وَبِمَا فِيْ صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفِيْ اَوْرَجُوْا فِيْ حَضْرَتِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِيْ صَحِيْفُوْنَ  
مِيْ هِيَ جِسْ نِيْ اَحْكَامٌ كِيْ پُوْرِيْ پُوْرِيْ بَجَا اُوْرِيْ كِيْ تَقِيْ -  
وَفِيْ، مَا صَحِيْ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَوْفِيَّةٌ (تَفْعِيْلٌ) مَصْدَرٌ مَعْنَى كَسِيْ كَامٌ كُوْ پُوْرَا پُوْرَا كَرْنَا  
و، ف، ي، مَادَّةٌ - اَلْوَا فِيْ مَكْمَلٌ اَوْرَجُوْرِيْ جِيْزٌ كُوْ كَهْتِيْ هِيَ -  
قُرْآنٌ مَجِيْدٌ هِيَ -

وَ اَوْ فُوَا الْكَلِيْلَ اِذَا صِلْتُمْ (۲۵:۱۷) اَوْرَجِبْ تَمْ (كُوْنِيْ جِيْزٌ) مَا پ كَر دِيْنِيْ لِكُوْ  
تُوْ پِيَا نِيْ مَكْمَلٌ اَوْرَجُوْرَا پُوْرَا بَهْرَا كَرُوْ -

الَّذِيْ وَفِيْ اسم موصول وصلہ مل کر صفت ہے ابراہیم کی۔ کہ انہوں نے  
خداوند تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کی تھی۔ بیٹے کو ذبح کرنے کے بلاچوں و چرا  
تیار ہو گئے۔ آتشِ نمرود میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اپنے پروردگار کے احکام مخلوق  
تک پہنچائے اور اس سلسلے میں طرح طرح کی تکالیف لوگوں کے ہاتھوں سے اٹھائیں  
وغیرہ وغیرہ۔

۵۳:۳۸ = آیت سے قبل عبارت مقدرہ ہے، وقیل ماذا فی صحف موسیٰ  
وابراہیم؟ فقیل هو!... اور سوال ہے کہ حضرت (موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام) کے  
صحیفوں میں کیا ہے؟ جواب ہے: یہ کہ.....

اَلَا تَنْزِيْرٌ وَاٰزِيْرَةٌ وَاٰخِرِيْ كُوْنِيْ بُوْجْهًا اُطْهَانِيْ وَاَلَا شَخْصٌ دُوْ سَرِيْ (كِيْ گناہ)

کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اَلَّا اَنْ اور لَا سے مرکب ہے۔ اَنْ کی دوسری صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ اَنْ مخفف ہے جو شروع میں ثقیلہ تھا پھر خفیفہ کر لیا گیا یہ کسی شے کی تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے۔ اَضْمِیرِ شَانِ جَوَانَّ کا اسم ہے محذوف ہے کلام ہوگا۔ اِنَّهُ لَا تَنْزِدُ وَاِزْرًا وَاِزْرًا اُخْرٰی۔ تحقیق شان یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھائے والا شخص .....

۵۳: ۳۹ = (۲) وَاَنْ لَّیْسَ لِیْلِ نَسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَاَنْ اَسَاءَ فَعَلٰیهَا (۲۶: ۲۱) جو نیک کام کرے گا تو اپنے لئے اور جو بُرے کام کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو ہوگا۔

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ لِیْلِ نَسَانِ میں لَامِ مَبْنٰی عَلٰی ہے یعنی انسان کے لئے صرف اُسی کا بُرا عمل ضرر رساں ہوگا۔ اس مطلب پر یہ آیت سابقہ آیت کی تفسیر ہو جائیگی اور عطف تفسیری ہوگا۔

۵۳: ۴۰ = (۳) وَاَنْ سَعِیْہٖ سَوَوْۤنَ یُورٰی اور یہ کہ بیشک انسان کی کوشش جلدی دیکھی جائے گی۔

سَعِیْہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی سَعٰی۔ اس کی کوشش۔ سَعٰی یَسْعٰی اس نے ارادہ کیا۔ اس نے قصد کیا۔ وہ دوڑا۔ اُس نے کوشش کی۔ اس نے نیت کی، سَوَوْۤنَ غنقریب، یُوْنٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ دیکھا جائے گا۔ یعنی اس کے عمل کا مقصد معلوم ہو جائے گا (کیونکہ اعمال کے بار آور ہونے کی ادلیں شرطِ خُلُوْصِ نِیَّتِ ہے) ۵۳: ۴۱ = ثُمَّ یُجْزٰۤءُ الْجِزَآءَ الْاَوْۤنٰی۔ پھر اس کو اس کا پورا بدلہ دیا جائیگا ثُمَّ حروفِ عطف ہے۔ ما قبل سے ما بعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر، ازاں بعد یعنی پہلے اس کی سعی کو دیکھا جائے گا اس کی نیت اور ارادہ کو معلوم کیا جائے گا۔ پھر اس پر مترتب جزاؤں پوری پوری دی جائے گی:

یُجْزٰۤی مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اس کا نائبِ فاعل الانسان ہے اَضْمِیرِ واحد مذکر غائب کا مرجع سعی ہے۔ اِیْ یَسْعِیْہٖ اس کی کوشش کے عوض، الْجِزَآءَ الْاَوْۤنٰی۔ موصوف و صفت مل کر یُجْزٰۤی کا مفعول۔ الْاَوْۤنٰی دَفَآءٌ سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے بہت پورا۔ بالکل پورا۔

ترجمہ:-

پھر (اس) انسان کی اس سعی کے عوض بالکل پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

وَلَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ (۲۱: ۴۴)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لا موجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔

۲۲: ۵۲ = ۴ - وَإِنِّي إِلَى رَبِّكَ الْمُنتَهَى : اور یہ کہ بے شک (ہر چیز کی) انتہاء تیرے رب تک (رغم) ہے مُنْتَهَى انتہاء سے مصدر میسی ہے۔

۲۳: ۵۳ = ۵ - اور یہ کہ بیشک وہی ہنساتا ہے اور وہی رُلاتا ہے خوشیوں اور سرتوں کو دے کر ہنسانا اور غم و اندوہ میں مبتلا کر کے رُلانا اسی کے بس میں ہے۔

أَضْحَاكَ مَا ضحكُ ماضی یعنی مستقبل) واحد مذکر غائب۔ اس نے ہنسایا یا وہ ہنساتا ہے  
أَضْحَاكَ (افعال) مصدر سے۔ اور أَبْكَأُ ماضی یعنی مستقبل صیغہ واحد مذکر غائب  
أَبْكَأُ (افعال) مصدر سے اس نے رُلایا یا وہ رُلاتا ہے۔

۲۴: ۵۳ = ۶ - وَأَنَّهُ أَمَاتَ دَآخِيَا - اور بے شک وہی مارتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔ أَمَاتَ ماضی یعنی مستقبل) واحد مذکر غائب۔ إِمَاتَةٌ (افعال) مصدر اس نے مار ڈالا۔ اس نے مارا۔ وہ مارتا ہے یا مائے گا۔

أَحْيَا - ماضی یعنی مستقبل) واحد مذکر غائب إَحْيَاءُ (افعال) مصدر۔ اس نے زندہ کیا۔ اس نے جلایا۔ وہ زندہ کرتا ہے۔ وہ جلاتا ہے۔

۲۵: ۵۳ = ۷ - وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَى - اور یہ کہ بے شک اسی نے پیدا کیا یا وہی پیدا کرتا ہے جوڑے کو۔ ایک نر اور ایک مادہ :

لغات القرآن میں الزوجین کے معنی یوں درج ہیں :-

وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نظیر ہو یا نقیض ہو۔ جوڑا۔ زَوْجٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر۔

آیہ شریفہ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ ( اور ہر چیز کے بنا



جوڑے۔“ میں بعض نے زوجین کے معنی نر اور مادہ کے لئے ہیں اور بعض نے مرکب کے۔ اور صحیح و راجح معنی صنفوں اور قسموں کے ہیں۔ یعنی ہر شے کی ہم نے دو قسمیں کی ہیں اور قسم سے مراد مقابل ہے یعنی ہر شے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتی یا عرضی ایسی ہے جس سے دوسری شے جس میں اس صفت کی ضد اور نقیض ملحوظ ہے اس کے مقابل شمار کی جاتی ہے۔ جیسے آسمان و زمین، جوہر و عرض، گرمی سردی، چھوٹی بڑی، خوشنما بدنما، سفیدی اور سیاہی، روشنی اور تاریکی، وغیرہ وغیرہ۔

قاموس القرآن میں ہے :

دو قسمیں، میاں بیوی۔

صاحب السیر التفاسیر لکھتے ہیں۔

ای الصنفین الذکر والانتی من سائر الحيوانات۔ یعنی تمام حیوانات کو دو قسموں میں پیدا کیا۔ ایک نر اور مادہ۔

مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو مفردات القرآن :

۵۳: ۴۶ = مِنْ لُطْفَةٍ إِذَا تُمْنِي۔ ایک قطرہ منی سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے (مادہ کے رحم میں) یہ شرجح ہے تخلیق حیوانات کی۔

لطفة اصل میں تو اس کے معنی ہیں آبِ صافی کے۔ لیکن اس سے مراد مرد کی منی لی جاتی ہے۔ تُمْنِي مزارع واحد مَوْت غائب۔ مَتْنِي (باب ضرب) مصدر وہ ٹپکائی جاتی ہے۔ وہ ڈالی جاتی ہے

۵۳: ۴۷ = ۸۔ وَأَنْتَ عَلَيْهِ النَّشْأَةُ الْآخِرَى۔ اور تحقیق یہ کہ اسی کے ذمہ دوسری بار پیدا کرنا ہے۔

عَلَيْهِ جَارٍ مَجْرُور۔ اس کے ذمہ۔ عَلِي كَالْفَتْحِ وَجُوبٌ وَلِزُومٍ كَالْمَعْنَى بِرَدِّ لَالْتِ كَرَّرَ بِأَنَّ هُوَ۔ اور اللہ پر کوئی بات لازم نہیں ہے اس لئے عَلِي كَالْحَقِيقَةِ مَعْنَى مَرَادٍ نَهِيَ هُوَ بَلْكَ وَعَدَّ كَوَيْحَةٍ كَرَّرَ مَرَادٍ هُوَ۔ اللہ تعالیٰ ضرور ضرور دوبارہ تخلیق کریگا۔

النَّشْأَةُ الْآخِرَى، موصوف و صفت۔ دوسری بار مُرَدِّهِ سے زندہ کرنا۔ دوسری تخلیق، قیامت کے روز مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا۔

۵۳: ۴۸ = ۹۔ وَأَنْتَ هُوَ أَعْنِي وَأَقْنِي۔ اور یہ کہ بے شک وہی غنی کرتا ہے اور مفلس بناتا ہے۔ أَعْنِي ماضی (بمعنی حال) واحد مذکر غائب إِغْنَاءٌ (إِفْعَالٌ)

مصدر۔ وہ غنی کرتا ہے وہ دولت مند بناتا ہے۔

اَقْتَنَى: ماضی بمعنی حال، واحد مذکر غائب (اِقتناء) مصدر سے: اِقْتَنَاءُ کے معنی ذخیرہ کیا ہوا مال جو باقی رہ سکے، دینے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اِقْتَنَاءُ کے معنی ذخیرہ کیا ہوا مال دینا۔ لیکن باب افعال کے خواص میں سے ایک خاصیت سلب ماخذ بھی ہے، اس اعتبار سے اَقْتَنَى کا مطلب سلب فنیہ ہے یعنی فقیر بنا دینا ہوگا۔ سیاق آیات کے لحاظ سے یہی معنی مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ اَقْتَنَى اِی اَفْقَرَ۔

۵۳: ۲۹ = ۱۰۔ وَ اِنَّهٗ رَبُّ الشَّعْرِیٰ اور یہ کہ وہی الشعری کا رب ہے، الشعری ایک مشہور ستارے کا نام ہے عرب کی ایک قوم کا یہ معبود تھا۔

۵۳: ۵۰ = ۱۱۔ وَ اِنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَیْنِ الْاُولٰٓئِیْ۔ اور یہ کہ بے شک اس نے عادِ اول کو ہلاک کیا۔ عادِ اولیٰ سے مراد قدیم قوم عاد ہے جس کی طرف حضرت ہود علیہ السلام بھیجے گئے تھے یہ قوم جب حضرت ہود کی تکذیب اور نافرمانی کی پاداش میں عذاب میں مبتلا کی گئی تھی تو صرف وہ لوگ بچے تھے جو ان پر ایمان لائے تھے ان کی نسل کو تاریخ میں عاد ثانیہ یا عادِ اُخریٰ کہتے ہیں۔

۵۳: ۵۱ = ۱۲۔ وَ تَمُوْدَ فَمَا اَبْقٰی: اسی انہ اهلك ثمود فما ابقیٰ، اور یہ کہ بے شک اس نے ثمود کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ پھر کسی کو نہ چھوڑا۔

ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی جس کو ایک گرجدار چیخ سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ (ثمود کو حقیقت میں عاد ثانیہ کہا جاتا ہے) تفسیر مظہری ۵  
ثمود کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اَمَّا تَمُوْدُ فَهَدٰۤیْنٰهُمْ فَاَسْتَجَبُوْا لِعَمٰی عَلٰی الْهُدٰی فَاَخَذْنَاھُمْ صٰعِقَةً الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ (۲۱: ۱۷) اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنا پسند کیا تو ان کے اعمال کی سزا میں ایک سخت کڑک نے آپڑا۔

فَمَا اَبْقٰی ف اِی نتیجۃ۔ مَا نَاقِیہ، اَبْقٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ اِبْقَاءُ (افعال) مصدر۔ اس نے باقی نہ چھوڑا۔ (یعنی کافروں میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا سب کو عذاب سے ہلاک کر دیا۔

۵۳: ۵۲ = ۱۳، وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ۔ اس آیت کا عطف آیت مذکورہ بالا

وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادَانَ الْأُولَىٰ: پر ہے ای وَاَنَّهُ مِنْ قَبْلُ أَهْلَكَ قَوْمَ نُوحٍ: اور یہ کہ بے شک اس نے اس سے قبل قوم نوح کو ہلاک کیا۔

اس آیت میں قوم نوح کی ہلاکت کی کیفیت نہیں دی گئی۔ لیکن اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَقَوْمَ نُوحٍ لَمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ أَغْرَقْنَاَهُمْ (۲۵: ۳۷) اور ہم نے قوم نوح (علیہ السلام) کو (بھی) ہلاک کیا (جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

مِنْ قَبْلُ۔ ای من قبل ذلك اس سے پیشتر، قوم عاد و ثمود کی ہلاکت

سے قبل۔

== كَانُوا هُمْ: كانوا میں ضمیر فاعل اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع قوم نوح ہے۔

== أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ: دونوں افعال التفضیل کے صیغے ہیں۔ یعنی زیادہ ظالم، زیادہ سرکش، زیادہ حد سے بڑھ جانے والے۔ زیادہ نافرمان۔ یعنی وہ (قوم نوح) عاد اور ثمود سے بھی زیادہ ظالم اور نافرمان تھے۔

۵۳: ۵۳ = ۱۴: وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ۔ اس کا عطف بھی وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادَانَ الْأُولَىٰ پر ہے۔ اور أَهْوَىٰ بمعنی فاعل۔ جملہ موضع حال میں ہے ان کی ہلاکت کی کیفیت کو واضح کرنے کے لئے۔ اِهْوَاءٌ (افعال) ہوی مادہ سے، بمعنی فضا میں لے جا کر نیچے دے مارنے کے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک اس نے ہلاک کیا (حضرت لوط کی) اوندھی بستیوں کو کہ فرشتوں نے ان کو اوپر اٹھایا پھر اس کے نچلے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کر کے زمین پر پٹک دیا۔

ای الملك رفع قواهم ثم اهوها تهوى الى الارض منقلبة

اعلاها اسفلها۔ روح المعانی۔

یا الْمُؤْتَفِكَةَ کا ناصب اَهْوَىٰ ہے۔ ای اسقطها الى الارض بعد ان رفعهما الى السماء۔ بستیوں کو بلندی پر لے جا کر نیچے زمین پر دے پٹکا (ایضاً) الْمُؤْتَفِكَةَ۔ اسم فاعل واحد مؤنث منصوب اِيْتِفَاكٌ (افعال) مصدر۔ اِنْفَاكٌ مادہ۔ الٹی ہوئی۔ منقلب۔ مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں جو بحیرہ مُردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ اور جن کی تخت گاہ یاسب سے بڑا شہر سدوم، یا سندوم تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریں پھردوں کی بارش کر دی۔

المؤتفکة (واحد صرف اسی آیت میں قرآن مجید میں آیا ہے اور بطور جمع المؤتفکات قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے سورۃ توبہ (۹: ۶۰) اور سورۃ الحاقۃ (۹: ۶۹)۔

۵۳: ۵۴ = فَعَشَّهَا مَا عَشَّتْ هَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مُؤَنَّثٌ غَائِبٌ كَامِرٌ جَمْعٌ ...

المؤتفکة ہے۔ پس چھا گیا ان پر جو چھا گیا۔ لفظ مَا کا ابہام عظمت عذاب اور تباہی کی ہولناکی پر دلالت کر رہا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۳: ۱۶ متذکرۃ الصدر۔

۵۴: ۵۵ = فَيَأْتِي فِيهَا عَاطِفٌ سَبِيحٌ هَبٌّ مِمَّا يَنْفَخُ بِالْمَقَارِبِ بِقُوَّةٍ مِّنْ أَثَرِ النَّوَافِلِ أَتَتْهُمُ الْغَابُغَاتُ فَخَشَعْنَ الْأَصْوَاتَ كَالْهَمْزِ الدَّاسِيَةِ فَسَوَّغْنَ لَهُمْ كُلَّ صَافِحَةٍ مِّنْهُنَّ فِي ذَلِكَ يَوْمٍ كَذِبٍ

۵۵: ۵۴ = فَيَأْتِي فِيهَا عَاطِفٌ سَبِيحٌ هَبٌّ مِمَّا يَنْفَخُ بِالْمَقَارِبِ بِقُوَّةٍ مِّنْ أَثَرِ النَّوَافِلِ أَتَتْهُمُ الْغَابُغَاتُ فَخَشَعْنَ الْأَصْوَاتَ كَالْهَمْزِ الدَّاسِيَةِ فَسَوَّغْنَ لَهُمْ كُلَّ صَافِحَةٍ مِّنْهُنَّ فِي ذَلِكَ يَوْمٍ كَذِبٍ

۵۴: ۵۵ = فَيَأْتِي فِيهَا عَاطِفٌ سَبِيحٌ هَبٌّ مِمَّا يَنْفَخُ بِالْمَقَارِبِ بِقُوَّةٍ مِّنْ أَثَرِ النَّوَافِلِ أَتَتْهُمُ الْغَابُغَاتُ فَخَشَعْنَ الْأَصْوَاتَ كَالْهَمْزِ الدَّاسِيَةِ فَسَوَّغْنَ لَهُمْ كُلَّ صَافِحَةٍ مِّنْهُنَّ فِي ذَلِكَ يَوْمٍ كَذِبٍ

تتماری صیغہ واحد مذکر حاضر (تفعّل) مصدر سے، توشک کرتا ہے یا کریگا۔ توجھلاتا ہے یا جھلاتے گا۔ توجھگڑا کرتا ہے یا کرے گا۔

۱۔ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے ہے لیکن مراد تمام عوام الناس ہیں

۲۔ یہ خطاب ہر شخص سے ہے، اے سننے والے تو اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلایگا۔

۳۔ بعض نے کہا ہے کہ آیت میں مخاطب ولید بن مغیرہ ہے (ملاحظہ ہو آیات ۳۳ تا ۳۷ متذکرۃ

الصدر)۔

مطلب یہ ہے کہ اے انسان! اقوام عاد، و ثمود، و نوح کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک و برباد کر دیا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں شک کرتے تھے۔ کہ یہ صرف اللہ رب العالمین کی عطا کردہ نہیں بلکہ ان کی عطا میں وہ بت بھی شریک ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اسی لئے جب پیغمبران الہی نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے پیغمبروں سے جھگڑا شروع کر دیا۔ تو کیا اے سامع تو بھی اسی کوتاہ نظری کا شکار ہو گیا اور اپنے لئے وہی انجام چاہیگا جو اقوام مذکورہ بالا کا ہوا۔

۵۴: ۵۶ = هَذَا - اس کے متعلق مندرجہ ذیل اقوال ہیں۔

۱۔ هَذَا كَامِرٌ مِمَّا يَنْفَخُ بِالْمَقَارِبِ بِقُوَّةٍ مِّنْ أَثَرِ النَّوَافِلِ أَتَتْهُمُ الْغَابُغَاتُ فَخَشَعْنَ الْأَصْوَاتَ كَالْهَمْزِ الدَّاسِيَةِ فَسَوَّغْنَ لَهُمْ كُلَّ صَافِحَةٍ مِّنْهُنَّ فِي ذَلِكَ يَوْمٍ كَذِبٍ

آیت کا معنی ہوگا کہ پیغمبر اسلام بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ہیں۔

۲۔ قرآن کریم، یعنی یہ قرآن کریم بھی پہلی آسمانی کتابوں کی طرح ڈرانے والا ہے۔

۳۔ یہ واقعات جو تمہیں سناتے گئے ہیں ایک تہیہ ہیں پہلے آئی ہوئی تہیہات میں سے  
 = نَذْرٌ يَوْمٌ: صفت مشبہ مرفوع - نکرہ - واحد - ڈرانے والا - اس کی جمع نَذْرٌ  
 النُّذْرِ الْأُولَىٰ میں الْأُولَىٰ (بمعنی پہلی - اگلی، اَوَّلٌ کامونث) کو بصیغہ مونث لانے  
 کی وجہ یہ ہے کہ النذّر سے مراد جماعت ہے:

علماء کی اکثریت نے اس کے وہ معنی لئے ہیں جو کہ (۳) میں مذکور ہیں۔ جلالین  
 میں ہے من النذّر الاولی ای من جنسہم۔

۵۳: ۵۷ = اَزْفَتْ: ماضی واحد مونث غائب: اَزْفَتْ (باب سمع) مصدر وہ  
 آہنجی۔ اَزْفَتْ کے اصل معنی تنگی وقت کے ہیں۔ چونکہ تنگی وقت کا مطلب وقت کا  
 قریب آگنا ہوتا ہے اس لئے اس کا استعمال قریب آگنے میں ہونے لگا۔

= الْأَزْفَةُ، اَزْفَتْ سے اسم فاعل واحد مونث - نزدیک آگنے والی - قریب آگنے والی  
 جس کے آنے کا وقت بہت تنگ ہو گیا ہو - مراد قیامت ہے۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے  
 وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَزْفَةِ (۱۸: ۴۰) اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ۔  
 ۵۲: ۵۸ = لَهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مونث غائب الْأَزْفَةِ کی طرف راجع ہے  
 = كَاشَفَةٌ - كَشَفٌ سے: (باب ضرب) سے مصدر اسم فاعل واحد مونث:  
 کھولنے والی - ظاہر کرنے والی - کاشفۃ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تہا مبالغہ کے لئے  
 لائی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی قیامت کے وقت کو ظاہر نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ  
 اور جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

لَا يُجَلِّئُهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ (۱۸: ۷) اس کے وقت پر اسے کوئی نہ ظاہر کر سکتا  
 بجز اس (اللہ) کے،

۵۳: ۵۹ = أَقْمِنُ: استفہام انکاری ہے، استفہامیہ و حرف عطف، اس کا  
 عطف محذوف ہے۔ مِنْ حَرْفِ جَارٍ۔ یا أَقْمِنُ سوال بطور زجر ہے۔

= هَذَا الْحَدِيثُ: ای القرآن هَذَا اسم اشارہ الحدیث (بات کلام)  
 مشار الیہ۔ اشارہ اور مشار الیہ مل کر مجرور۔ مِنْ حَرْفِ جَرٍ۔ مِنْ هَذَا الْحَدِيثِ  
 یہ قرآن اور اس کی تعلیمات۔

= تَعَجَّبُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر، عَجِبْتُ (باب سمع) مصدر تم تعجب  
 کرتے ہو۔

تم اچنبھا کرتے ہو۔

أَفَمِنَ هَذَا الْحَدِيثِ تَعْجِبُونَ: کیا تم اس قرآن وحی الہی، کلام الہی کے اور اس میں مشمولہ پند و نصائح سے انکار کرتے ہوئے تعجب کرتے ہو۔ (تَعْجِبُونَ تُنكَارًا - روح المعانی)

تَضْحَكُونَ: مضارع جمع مذکر حاضر۔ ضِحْكُ رَبَابٍ سَمْعٍ مصدر سے: تَضْحَكُونَ (استہزاء) اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے تم لوگ ہنستے ہو۔ وَلَا تَبْكُونَ (حزنًا علیٰ مَا فَرَطْتُمْ فِي شَانِهِ وَخَوْفًا مِنْ عَنِ يَحْيِقُ بِكُمْ مَا حَاقَ بِالْأُمَّةِ الْمَذْكُورَةِ -

اور نہیں روتے ہو تم اس کی شان میں کوتاہی کے ارتکاب کے غم میں اور اس خوف کے کہ کہیں وہ عذاب جس نے مذکورہ بالا امتوں کو گھیر لیا تھا۔ تمہیں بھی نہ آگھیرے: (روح المعانی)

۶۱:۵۲ = وَأَنْتُمْ لَسَمِدُونَ: جملہ اسمیہ تَبْكُونَ کے فاعل سے حال ہے، سَمِدُونَ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:- اہل لغت نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس اور عکرمہ اور ابو عبیدہ نخعی کا قول ہے کہ کمینی زبان میں سُمُود کے معنی گانے بجانے کے ہیں اور آیت کا اشارہ اس طرف ہے کہ کفار مکہ قرآن کی آواز کو دبانے اور لوگوں کی توجہ دوسری طرف ہٹانے کے لئے زور زور سے گانا شروع کر دیتے تھے۔

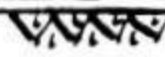
۲۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے بیان کئے ہیں کہ۔ السمود البرطمة دھی رفع الرأس تکبراً۔ کانوا یمزون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم غَضَابًا مَبْرُطِينَ۔ یعنی سمود تکبر کے طور پر سر نیوڑھانے کو کہتے ہیں۔ کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جب گذرتے تو غصے کے ساتھ منہ اوپر اٹھاتے ہوئے نکل جاتے تھے۔

راغب اصفہانی نے مفردات میں بھی یہی معنی بیان کئے ہیں۔ اور اس معنی کے لحاظ سے مسامدون کا مفہوم قتادہ نے غافلون اور حضرت سعید بن جبیر نے معروضون بیان کیا ہے (تفہیم القرآن جلد: پنجم سورۃ النجم آیت ۶۱) ۶۲:۵۲ = فَاسْجُدُوا لِلَّهِ وَاعْبُدُوا: ف ترتیب امر کے لئے ہے کلام ما قبل پر

یہ امر ترتیب ہوا کہ تمام اہل ایمان اور اہل کفر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جائیں اور اس کی بندگی بجالائیں۔

== اُسْجُدْ وَ ا: فعل امر جمع مذکر حاضر، سَجُودٌ (باب نصر) مصدر۔ تم سجدہ کرو، اللہ میں لام حرفِ جرّ استحقاق کے لئے ہے۔ یا اختصاص کے لئے ہے۔ اللہ ہی کو،

== وَاعْبُدُوا۔ واو عاطفہ، اُعْبُدُوا فعل امر جمع مذکر حاضر، عِبَادَةٌ (باب نصر) مصدر۔ کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ کا مرجع اللہ ہے۔ محذوف ہے۔ اور اسی کی عبادت کرو۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

## (۵۴) سُورَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۵)

۵۴:۱ = اِقْتَرَبْتُ: ماضی واحد مؤنث غائب (اقتربا) مصدر  
وہ قریب آگئی۔ وہ نزدیک ہوگئی۔

= السَّاعَةُ: گھڑی، وقت، رات یا دن کا کوئی سا وقت۔

اہل عرب اس کا استعمال وقت ہی کے معنی میں کرتے ہیں چاہے ذرا سی دیر کے لئے ہی ہو  
قرآن مجید میں الساعۃ کا لفظ جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے اس سے القیامۃ ہی مراد ہے  
= اِنشَقَّ: ماضی واحد مذکر غائب انشقاق (الافعال) مصدر۔ وہ بھٹ گیا۔ وہ  
شق ہو گیا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

اِذَا السَّمَاءُ اِنشَقَّتْ (۸۴:۱) جب آسمان بھٹ جائے گا:

۵۴:۲ = وَاِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوْا۔ وَاَوْحَالِيْہِ ہے اس کے بعد لٰكِنْ جَاہِلُہُمْ

مقدر ہے! کلام یوں ہوگا!

وَلٰكِنْ حَاہِلُہُمْ اِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوْا۔ وٰكِن اِن کا حال یہ ہے کہ اگر وہ کوئی

نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں۔

مطلب یہ کہ قیامت کی گھڑی آگئی اور چاند بھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ (قریب قیامت

کی نشانیوں میں سے ایک ہے) اور انہوں نے ایسا ہوتے دیکھ بھی لیا۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا  
ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے بھی ہیں تو (اپنی ہٹ دھرمی کے باعث جو کہ  
ان کی سرشت میں ہے) منہ موڑ لیتے ہیں۔

اِنْ شرطیہ ہے یُرَوُّا مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) جمع مذکر غائب، يُعْرِضُوْا

مضارع مجزوم جمع مذکر غائب (بوجہ جواب شرط) اِعْرَاضُ (افعال) مصدر۔ غائب

= وَاَقْوَلُوْا سِحْرًا مُّسْتَمِرًّا: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یَقُوْلُوْا مضارع جمع مذکر



غائب: سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یَقُولُوا کا مقولہ ہے ہذا (مبتدا محذوف) کی خبر ہے۔

== مُّسْتَمِرٌّ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْتَمَرَّ (استفعال) مصدر سے۔ اس کے متقدّم معانی لئے جا سکتے ہیں۔

۱۔ یہ مِرَّةً سے ماخوذ ہے جس کا معنی قوت ہے اس صورت میں مطلب ہو گا کہ ان کا جادو بڑا زور والا ہے زمین پر ہی نہیں آسمانی چیزوں پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔

۲۔ یہ بمعنی ذَا هِبَةٍ ہے جب کوئی چیز آئے اور گذر جائے تو اہل عرب کہتے ہیں هَبَّ الشَّيْءُ وَاسْتَمَرَ حَيْزَ آتَى اور گئی۔ یعنی بے بنیاد، بے حقیقت اور آنی جانی،

۳۔ یہ استمرار سے ہے بمعنی مستقل، پیہم۔

۴۔ بعض کے نزدیک مستمر کا لفظ مرات (تلخی) سے مشتق ہے۔ یعنی تلخ جادو، بد منہ جادو۔  
۳:۵۴ = كَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ: ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔

كَذَّبُوا - اتَّبَعُوا۔ بالفاظ ما ضی ذکر کرنے سے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ یہ کافروں کی پرانی عادت ہے (کہ وحی کو چھوڑ کر اتباعِ شہوات کرتے ہیں)۔  
كَذَّبُوا۔ اسی كَذَّبُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ یعنی انہوں نے معجزہ دیکھ کر بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی۔

وَ اتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ۔ جملہ معطوف آهْوَاءَهُمْ مضاف الیہ مل کر مفعول اتَّبَعُوا کا۔ اَهْوَى جمع هَوَى کی خواہشات، خیالات۔  
== كُلُّ أَمْرٍ مِثْلُ مَضَافٍ مِثْلُ مَضَافٍ الیہ مل کر مبتدا۔

== مُّسْتَقَرٌّ: اسم فاعل واحد مذکر اِسْتَقَرَّ (استفعال) مصدر۔ قرار پکڑنے والا۔ پھیرنے والا۔ كُلُّ أَمْرٍ کی خبر، ہر معاملہ قرار پکڑنے والا ہے۔ یعنی یہ سلسلہ لامتناہی نہیں آخر کار ایک انجام پر پہنچ کر ٹھہر جائے گا۔ قرار پکڑے گا۔  
انسان کے اعمال بد اس کو آخر کار جہنم میں لیجائیں گے اور اعمالِ حسنہ اپنے کرنے والوں کو بہشت میں لے جائیں گے۔

ای وکل من الخیر والشر مستقر با ہلہ فی الجنۃ اوفی النار۔

(الیس التفاسیر)

تفسیر القرآن میں یوں لکھا ہے۔

یہ سلسلہ بے نہایت نہیں چل سکتا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حق کی طرف بلا رہے ہیں اور تم ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے باطل پر جمے رہو اور ان کا حق پر ہونا اور تمہارا باطل پر ہونا کبھی ثابت نہ ہو۔ تمام معاملات آخر کار ایک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں۔ اسی طرح تمہاری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کشمکش کا بھی لامحالہ ایک انجام ہے جس پر یہ پہنچ کر رہے گی ایک وقت لازماً ایسا آتا ہے کہ جب علی الاعلان یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ حق پر تھے اور تم سراسر باطل کی پیروی کر رہے تھے۔

اسی طرح حق پرست اپنی حق پرستی کا اور باطل پرست اپنی باطل پرستی کا نتیجہ بھی ایک دن ضرور دیکھ لیں گے۔

۴۵۴ = وَالْقَدْ : وَاذْ عَاطِفٌ لَامٌ تَاكِيْدٌ كَا - اَوْرَقَدْ مَاضِيٌّ سَ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَقِيْقَ كَا فَاذْه  
دِيَا بَءَ جَا ءَ هُمْ - اِي اِلَى اَهْلِ مَكَّةَ - اَهْلُ مَكَّةَ كَءَ پَاسِ پَهْنِجِ چَكِي هِيں -  
= اَلَا اَنْبَا ءُ - خَبْرِيں - حَقِيْقَتِيں - نَبَا ءُ كِي جَمْعُ هَے جِس سَ بَرَّ اَفَاذْه اَوْرَقِيْنِ يَاظُنَّ  
غَالِبٌ حَاسِلٌ هُوَ - اَسَءَ نَبَا ءُ كَهْتِے هِيں - جِس خَبْرِيں يَے بَاتِيں مَوْجُوْدٌ هُوں اَسْ كُو نَبَا ءُ نَهِيں بُوْلْتِے  
كِيُوْنَكُ كُوْنِيْ خَبْرٍ اَسْ وَقْتِ تَمَّ نَبَا ءُ كَهْلَانِے كِي مَسْتَحَقَّ نَهِيں جَبْ تَمَّ كُودِءَ شَا بَرَّ كَذِبَ سَ پَاك  
نَهُو - جِيسَ وِءَ خَبْرٍ جُو تَوَا تَرَّ سَ ثَابِتٌ هُوَ - يَا جِس كُو اللّٰهُ اَوْر رَسُوْلٌ نَءَ بِيَانٌ كِيَا هُوَ -  
يِهَا اَلَا اَنْبَا ءُ سَ مَرَادُ وِءَ خَبْرِيں هِيں جُو قَرَّانٌ مَجِيْدٌ يَسْ بِيَانٌ هُوِيں -  
اَلْاَنْبَا ءُ سَ قَبْلَ مِّنْ تَبْعِيْضِهِ كَهِي هُو سَكْتَا يَے اَوْر بِيَانِيَه بَهِي

وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْاَنْبَا ءِ - اِي وَّلَقَدْ جَا ءَ فِى الْقُرْاٰنِ اِلَى اَهْلِ مَكَّةَ  
اِحْبَارُ الْقُرُوْنِ الْخَالِيَةِ اَوْ اِحْبَارُ الْاَخْوَةِ - تَحْقِيْقُ قُرْاٰنٍ مِيں اَهْلُ مَكَّةَ كَءَ پَاسِ سَابِقَةِ اَمْتُوں  
كِي خَبْرِيں كَءَ كَسْ طَرَحِ اِن كَءَ كَفْرٍ وَّ شُرْكٍ كَءَ اَصْرَارٍ پَر اِن پَر تَبَا هِي اَوْر بَرِّيَادِي نَازِلٌ كَرْدِي گَتِي  
اَوْر اَخْرَتِ كَءَ مَتَلَقِ خَبْرِيں كَءَ اَهْلُ كَفْرٍ وَّ شُرْكٍ كَسْ كَسْ عَذَابِ الْيَمِّ مِيں دَهْرَے جَا يِيں گَے -  
پَهْنِجِ چَكِي هِيں -

= مَا فَيْنِةٌ مُّزْدَجَرٌ : مَا مَوْصُوْلٌ ۛ صَمِيْرٌ وَاَحَدٌ مَذْكُورٌ غَايْبٌ كَا مَرْجِعٌ مَا مَوْصُوْلٌ هَے  
(ايسی خبریں) کہ جن میں ....

مُزْدَجَرٌ : مَصْدَرٌ مِيں يَا اِسْمُ نَظَرٌ مَكَانٌ هَے اِنْ دِجَارٌ مَصْدَرٌ سَبَابُ اِفْعَالٍ  
نَزْجُوْءٌ مَادَّةٌ - جَهْرُ كِي يَا جَهْرُ كَتِے كَا اَوْر دُكْتِے كَا مَقَامٌ - يَے لَفْظًا صِلٌ مِيں مُزْتَجَرٌ كَهْتَا تَا ءُ كُو

دال سے بدل دیا گیا۔ از دجر کا معنی ہے طرد کہ صائِحاً بہ۔ بلند آواز سے کسی کو کسی کام سے روکنا۔ باز رکھنا۔ جھڑکنا؛ یعنی یہ واقعات انہیں سختی سے منع کرتے تھے کہ تم گمراہی کی یہ روش چھوڑ دو۔

باب افتعال سے اِزْدَجَارٌ لازم بھی ہے یعنی رُک جانا اور باز رہنا۔ اور متعدی بھی بمعنی روک دینا۔ باز رکھنا۔ لیکن باب انفعال سے اِنْزَجَارٌ لازم آتا ہے بمعنی رُک جانا۔ ٹھہر جانا۔ مَا فِیْہِ مُؤْذَجُوْرٌ۔ جن میں کافی عبرت ہے، کافی تنبیہ ہے۔

آیت کا مطلب؛ ان لوگوں (اہل مکہ) کے پاس (گذشتہ اقوام کی یا آخرت میں ان کے ساتھ سلوک کی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں (قرآن مجید کے ذریعہ) جن میں کافی (اور زور دار) تنبیہ موجود ہے۔

۵۴: ۵ = حِکْمَةٌ؛ یہ آیت سابقہ میں جو مَا ہے (جو فعل جَاءَ کا فاعل ہے) اس کا بدل ہے؛

= بِاللِّغَةِ۔ صفت ہے حِکْمَةٌ کی، پہنچی ہوئی، پہنچنے والی۔ مَبْلُوْعٌ رِبَابِ نَصْرٍ سے مصدر۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے (اَیْمَانٌ بِاللِّغَةِ ۳۹: ۶۸) تاکید میں انتہا کو پہنچی ہوئی قسمیں۔ حِکْمَةٌ بِاللِّغَةِ۔ حکمت اور دانائی میں انتہا کو پہنچی ہوئی بات، سراسر دانائی۔

= فَمَا لَغُنِ النَّذْرُ؛ مَا نَافِیْہِ بھی ہو سکتا ہے اور اسنفہامیہ انکار یہ بھی لَغُنِ مَضَارِعِ کا صیغہ واحد مؤنث غائب (افعال) مصدر سے۔ کام آنا۔ کفایت کرنا۔

لَغُنِ اصل میں لَغْنِ تھا۔ عامل کے سبب سے حذف ہو گئی ہے (لغات القرآن)

اصلہ لَغْنِ لَمْ تَلْکِ الْیَاءُ بَعْدَ التَّوْنِ اِتِّبَاعًا لِرِسْمِ الْعَصَاحِفِ (تفسیر حقانی)

اصل میں لَغْنِ تھا رسم مصحف کے اتباع میں فَوْنِ کے بعد ہی نہیں لکھی جاتی۔

نُذْرٌ مصدر (باب نصر) ڈرانا۔ یعنی اِنْذَارٌ (باب افعال)۔ یَا نَذْرٌ جمع ہے نذیرٌ بمعنی مُنْذِرٌ کی۔ ڈرانوالے۔ یعنی پیغمبران علیہم السلام

مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کا یا ڈرانے کا ان کو کیا فائدہ ہوا۔ یعنی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

۵۴: ۶ = فَتَوَلَّ عَنْهُمْ؛ فَ سببیہ ہے اور عدم اغنار اس کا سبب " پس، تَوَلَّ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَوَلَّى (تَفَعَّلٌ) مصدر۔ تو پھرا۔ تو پھٹا۔ تو متہ پھیلے۔ خطا بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

اگر تَوَلَّى کا تعدیہ بلا واسطہ ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی سے دوستی رکھنا۔ مثلاً

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ (۵۱: ۵) اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔

یا والی و حاکم ہونا؛ مثلاً: فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (۲۲: ۴۷) پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو۔

یا کسی کام کو اٹھانا۔ مثلاً: وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرًا مِنْهُمْ (۲۳: ۱۱) اور جس نے اٹھایا اس ٹہری بات کو۔

اور اگر عَنْ کے ساتھ متعدی ہو۔ خواہ عن لفظوں میں موجود ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی آتے ہیں۔ جس طرح کہ یہاں آیت نہ ا میں استعمال ہوا، پھر منہ پھرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔

۱۱۔ وہاں سے ٹھل جانا۔

۱۲۔ توجہ نہ کرنا۔

عَنْهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اہل مکہ کے لئے ہے۔

پس آپ ان سے منہ موڑ لیں۔ ان سے گفتگو نہ کریں۔ ان کی طرف توجہ نہ کریں۔

صاحب تفسیر حقانی؟ رقمطراز ہیں۔

اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جنگ کے موقع پر آپ ان سے جنگ نہ کریں۔ اور نہ ا کے موقع پر ان کو سزا نہ دیں۔ پھر اس کو آیت السیف سے (آیت جہاد) منسوخ قرار دینا زائد بات ہے،

## فَائِدَةٌ :-

یہاں تک پچھلا کلام تمام ہو گیا۔ اور اسی لئے قرار کے نزدیک وقف لازم ہے۔

== يَوْمَ؛ فعل محذوف کا مفعول فیہ ہے ای اذکر یوم اذا... یاد کرو اس دن کو کہ جب ...

== يَدْعُ مضارع واحد مذکر غائب دُعَاءُ (باب نصر) مصدر۔ پکارتا ہے یا پکارے گا۔ يَدْعُ مادہ دعوا (ناقض وادی) سے مشتق ہے۔ اصل میں يَدُّ عُوًّا تھا۔ واو پر ضمہ دشوار تھا۔ اٹل کو گرا دیا گیا۔ يَدْعُ رہ گیا۔

== اَلدَّاعِي اسم فاعل واحد مذکر۔ بحالتِ رفع وجر۔ دُعَاءُ (باب نصر) مصدر پکارنے والا۔ بلانے والا۔ دعا کرنے والا۔ دَاعٍ اصل میں دَاعُوًّا تھا۔ واو بعد کسرہ کے

طرف میں واقع ہو کر داعی ہوا۔ ابھی پر ضمد دشوار تھا۔ اس کو گرا دیا۔ اب سی اور تنوین  
دو ساکن اکٹھے ہو گئے۔ سی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ دَاعِ ہو گیا۔ الدَاعِ میں الفت  
لام معرفہ کا ہے۔ یہاں الداع سے مراد حضرت اسرافیلؑ ہیں جو صحفہ بیت المقدس پر  
کھڑے ہو کر قیامت کے دن پکاریں گے،

== مَشَى نَكْرًا موصوف و صفت۔ اتنی بُری چیز کہ اس کی مثل معلوم نہ ہو۔  
انتہائی مکروہ ہونے کی وجہ سے لوگ اسے جاننا بھی گوارا نہ کر سکیں۔ مراد یہاں قیامت کا دن  
بے یا میدانِ قیامت، اسی ساحتہ موقف القیامتہ۔ میدانِ محشر۔  
۵۴: ۷ = خُشَعًا۔ عاجزی کرنے والے۔ خُشُوعُ کرنے والے؛ خَا شِعَةً کی جمع جو  
خُشُوعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے، یہ یخْرُجُونَ  
میں ضمیر ہُمُ کا حال ہے۔ اس لئے منصوب ہے:

== يَخْرُجُونَ مضارع جمع مذکر غائب خُرُوجٌ (باب نصر) مصدر سے، سب نکل کھڑے  
ہوں گے۔ سب نکل آئیں گے،

== اَجْدَاثٌ۔ جمع ہے جَدَّتٌ کی۔ بمعنی قبریں۔

== كَانَتْ حَرْفٌ مثابہ لفاعل۔ هُمُ ضمیر جمع مذکر غائب كَانَتْ کا اسم۔  
گویا وہ سب۔

== جَرَادٌ مُنْتَشِرٌ موصوف و صفت جَرَادٌ ٹڈیاں۔ اسم جنس، جَرَادَةٌ اس کا  
واحد ہے بمعنی ٹڈی۔ مُنْتَشِرٌ پراگندہ۔ بکھیرنے والا۔ بکھرنے والا۔ انتشار (افتعال)  
مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر۔ بکھڑی ہوئی ٹڈیاں۔ گویا کہ وہ ٹڈیوں کے دل ہیں جو  
بکھڑے ہیں۔

سورة القارعة میں ارشاد ہے :-

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ (۱۰۱: ۴۴) جس دن لوگ پروانوں کی  
طرح بکھڑے ہوتے ہوں گے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور بھونکنے پر مردوں کا زندہ ہو کر بجملت قبروں سے  
باہر نکل آئے اور موج در موج اور قطار در قطار اس جم غفیر کا میدانِ محشر کی طرف لہرت  
دوڑ پڑنے کو فراش المبثوث اور جراد منتشر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۵۴: ۸ = مَهْطِعِينَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مَهْطِعٌ واحد۔ اِهْطَاعٌ

(افعال) مصدر۔ سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے۔ مُهْطِعٌ عاجزی اور ذلت کی وجہ سے نظر نہ اٹھانے والا۔ بلانے والے کی طرف خاموشی سے چلا جانے والا۔  
مُهْطِعِينَ بوجہ فاعل یَخْرُجُونَ سے حال ہونے کے منصوب ہے۔  
ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

و نَفِخَ فِي الصُّورِ فَإِذَا هُمْ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَى رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ۝  
(۵۱: ۳۶) اور جس وقت صور پھونکا جائے گا یہ قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

فَأَيُّدَاةً: يَقُولُ الْكٰفِرُونَ: الایۃ قبروں سے زندہ ہو کر میدانِ محشر میں آنے کا حکم سب کے لئے ہوگا۔ لیکن کفار اپنے گناہوں کی وجہ سے سخت عذاب میں ہوں گے۔ اور جب وہ داعیِ محشر کی پکار پر دوڑ رہے ہوں گے تو ماحول کی سختی سے عاجز ہو کر پکاریں گے  
هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے۔

== يَوْمٌ عَسِرٌ موصوف و صفت - عَسِرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ (باب ضرب، نصر) مصدر۔ دشوار، سخت، مشکل،

آیت نمبر ۹ سے چل کر (ولقد جاءهم من الآ نبياء آیت ۴ متذکرۃ الصدر) کی تفصیل میں اقوام سابقہ کی پانچ ایسی اقوام کا حال بیان ہوا ہے جو اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک اور برباد ہو گئیں ان میں سے قومِ نوح، قومِ عاد، قومِ ثمود، قومِ لوط، اور فرعونوں کی بربادی کا ذکر ہے۔

== كَذَّبَتْ مَاضِيٍّ وَاحِدٌ مَوْنَتٌ غَائِبٌ،

== قَبْلَهُمْ فِي هُمْ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ كَامِرٌ جَمْعٌ اَهْلٌ مَكَّةَ هِيَ، جَنِّ كَا اَوْ پَرِ ذَكَرٌ مَعْجَزَةٌ شَقِ الْقَمَرِ دَكِيحٌ كَرِ اِيْمَانٌ لَانِي سِي اِنْكَارٌ كَرِنِي كِي سِلْسِلَةٌ هِيَ اِهِيَ:

== عَبِدْنَا: مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَيْهِ - هِمَارٌ اَبْدَه - مَرَادٌ حَضْرَتِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ هِيَ -

== وَ اَزْدُجِرَ: وَ اَوْ عَاطِفٌ اَزْدُجِرَ مَاضِيٍّ مَجْهُولٌ وَ اَحَدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - اَزْدُجَارٌ (اِفْتَعَالٌ)

مصدر سے۔ جس کے معنی جھڑکنے اور ڈانٹنے ڈپٹنے کے ہیں۔ وہ جھڑکا گیا۔ اس کی ڈانٹ

ڈپٹ کی گئی۔ بعض نے اَزْدُجِرَ کے معنی آسب زدہ کے کئے ہیں۔

اَزْدُجِرَ كَا عَطْفٌ مَجْنُونٌ پَرِهِيَ اِيْعَنِي كَافِرُونَ نِي اِي بِي كِهَا كِي نُوْحٍ جَنَاتٌ كِي جَهِيْطُ

میں آ گیا ہے اور کسی جن نے مجھ کو اس بنا دیا ہے۔

یا اس کا عطف قَالُوا پر ہے یعنی نوح علیہ السلام کو قوم والوں نے دیوانہ کہا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ اور تھڑکیاں بھی دیں۔

۵۴: ۱۰ = فَدَعَا رَبَّهُ، یعنی جب سینکڑوں برس سمجھانے پر کوئی بھی ایمان نہ لایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آگئی کہ جس کے نصیب میں ایمان لانا تھا وہ لے آئے اب آئندہ کوئی بھی ایمان نہ لائے گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میں ان کی حرکتوں سے تنگ آچکا ہوں اب تو ہی میری مدد کر۔

= فَانْتَصَرَ: ف سببیہ ہے۔ پس اس لئے۔ اِنْتَصَرَ امر واحد مذکر حاضر۔

اِنْتَصَارٌ (افتعال) مصدر سے، تو مدد کر، تو میری، مدد کر، تو بدل لے۔

۵۴: ۱۱ = فَفَتَحْنَا، ف عاطفہ سببیہ ہے۔ پس ہم نے کھول دیئے۔

= بِمَاءٍ مِنْهُمْ، موصوف و صفت، مُتَمَمِّرِ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْهَمَارٌ

(انفعال) مصدر۔ خوب برسنے والا۔ موسلا دھار برسنے والا۔ پانی کے ریلے کی طرح

برسنے والا۔

پھر ہم نے ان پر پانی کے ریلوں سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔

۵۴: ۱۲ = وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا: وادعاطفہ فَفَجَّرْنَا ماضی جمع متکلم۔

تَفَجِيرٌ تفعیل مصدر۔ بمعنی پھاڑنا۔ عُيُونًا ممتز۔ عُيُونٌ عَيْنٌ کی جمع بمعنی

چشمے، اور ہم نے زمین کو از روئے چشموں کے جاری کر دیا۔ یعنی ہم نے زمین کو چشمے ہی

چشمے ہی چشمے بنا دیا۔

مطلب یہ کہ زمین سے اتنے چشمے پیدا کر دیئے کہ پوری زمین چشمہ ہو گئی۔

= فَالْتَقَى الْمَاءُ: اِلْتَقَى ماضی واحد مذکر غائب اِلْتِقَاءٌ (افتعال) مصدر

وہ مل گیا۔ وہ مقابل ہوا۔ اس کی مڈ بھڑ ہوئی۔

الْمَاءُ سے مراد ماء السماء و ماء الارض ہے آسمان کا پانی اور زمین کا پانی

الْمَاءُ کا اطلاق ایک پانی پر بھی ہوتا ہے اور ایک سے زیادہ پر بھی۔ یہاں دوسرا معنی

مراد ہے۔ یعنی پھر دونوں پانی مل گئے۔

= عَلَىٰ أَمْرٍ قَدَرٍ: عَلَىٰ حَالٍ: أَمْرٌ بمعنی کام، معاملہ، حالت، حکم، امر کا

لفظ تمام اقوال و افعال کے لئے عام ہے چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِلَيْهِ

يُرْجَعُ الْأُمُورُ كَلَّةً (۱۱: ۱۲۳) اسی کی طرف رجوع ہے سب کام کا۔ یہاں امر اپنے عمومی معنی میں مستعمل ہے۔

== قَدْ قَدِرَ: قَدْ ماضی سے قبل تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ قُدِرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ قَدْ رُباب ضرب، نص، مقرر کر دیا گیا۔ ازل میں مقرر کر دیا گیا۔ مقدر کر دیا گیا۔ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قَدِرَ۔ یعنی اس امر کے مطابق جو اللہ نے ازل میں مقدر کر دیا تھا قُدِرَ رزق کی تنگی کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے جیسے وَمَنْ قَدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيَنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ (۶۵: ۷) اور جس کے رزق میں تنگی ہو تو جتنا اس کو خدا نے دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔

۱۳: ۵۴ == حَمَلْنَاهُ: ماضی جمع مستکلم ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر کا مرجع حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ حَمَلٌ (باب ضرب) مصدر۔ لادنا۔ چڑھانا۔ ہم نے اس کو چڑھایا۔ ہم نے اس کو سوار کر لیا۔

== عَلَى ذَاتِ الْوَاوِجِ وَدُسُورٍ۔ الْوَاوِجُ جمع لوح کی۔ بمعنی تختی۔ مضاف الیہ، ذَاتِ مضاف۔ ذَاتِ الْوَاوِجِ تختوں والی۔ تختوں سے بنائی ہوئی۔ دُسُورٍ۔ دِسَارٌ کی جمع، میخیں۔ اور میخوں سے بنی ہوئی۔ یعنی ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک تختوں اور میخوں سے بنی ہوئی (کشتی) پر سوار کر دیا۔

۱۴: ۵۳ == تَجْرِيْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرِيٌّ وَجَرِيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ یعنی تیز گزرنا۔ پانی کی طرح بہنا۔ اس کا فاعل کشتی ہے (ذات الواح) یعنی جو چلتی ہے۔ جو بہتی ہے۔ جو جاری ہے؛

== بِأَعْيُنِنَا، اسی بحفظنا۔ ہماری نظروں کے سامنے، ہماری حفاظت میں۔ ضمیر تَجْرِيْ سے حال ہے۔

== جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرًا۔ اسی فعلنا ذلك جزاء لنوح لانه نعمته كفرها فان كل نبی نعمته من الله (برضاوی) ہم نے یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جو ایک نعمت تھا جس نعمت کی بے قدری کی گئی۔ کیونکہ ہر نبی اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہوتا ہے۔ (حضرت نوح بھی اپنی قوم کے لئے اللہ کی نعمت تھے لیکن اس نعمت کا قوم کی طرف سے کفران کیا گیا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو طوفان میں غرق کر دیا اور نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار کر کے بچایا۔



جِزَاءً (باب ضرب) مصدر ہے۔ جزا دینا۔ بدلہ دینا۔ خیر کے بدلے خیر اور شر کے بدلے میں شر "جزا" کہلاتا ہے۔ یہاں جزاء بطور مفعول لڑ استعمال ہے لہذا منصوب آیا ہے۔

۱۵:۵۴ = وَلَقَدْ تَوَكَّنَّاهَا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مزج سفینہ ہے۔ یعنی اس سفینہ کو ہم نے عبرت دلانے کے لئے باقی رکھا۔ چنانچہ جزیرہ میں یا جودی پر وہ کشتی مدت دراز تک موجود رہی یہاں تک کہ اس وقت کے دور اول کے بعض لوگوں نے بھی اس کو دیکھا تھا۔ (تفسیر منطوی)

یا یہ جنس سفینہ کے لئے ہے۔ یا واقعہ کے لئے ہے یعنی قوم نوح کو بطور عبرت غرق کر دینا اور نوح اور ان کے مومن ساتھیوں کو بچالینے کا واقعہ۔

۱۵:۵۴ = آیت۔ نشانی، حکم خداوندی، پیغام الہی۔ دلیل، معجزہ، آیت اصل معنی کے لحاظ سے ظاہری نشانی کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے قرآن مجید کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ گویا کلام ختم ہو جانے کی نشانی ہے، علامت ہے۔ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے،

۱۵:۵۴ = فَهَلْ مِنْ مَّدَكِرٍ۔ هَلْ سوالیہ ترغیبی ہے یعنی استفہام سے طلب خیر مقصود نہیں ہے بلکہ عبرت اندوزی پر آمادہ کرنا۔ اور نصیحت پذیری کی ترغیب دینا مقصود ہے،

مَدَكِرٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِذْكَارُ (افتعال) مصدر سے اور ذکر مادہ سے مشتق ہے۔ اصل میں اِذْكَارٌ تھا۔ افتعال کے فارکلمہ میں جب ذال واقع ہو تو تاء کو دال میں بدل دیتے ہیں پس اذتکار سے اذدکار بنا۔ اور اسم فاعل کی صورت مَدَكِرٌ ہو گئی۔ ت کو دال سے بدل لینے کے علاوہ دو صورتیں یہ بھی جائز ہیں۔

۱۔ ذال کو دال سے بدل کر ادغام کر دیا جاتے۔ اس صورت میں اِذْكَارُ مصدر۔ (افتعال) اور مَدَكِرٍ اسم فاعل ہوگا (جیسا کہ آیت نہا میں ہے)

۲۔ ذال کو ذال سے بدل کر ادغام ہو۔ اس صورت میں مصدر اِذْكَارُ اور اسم فاعل مَدَكِرٌ ہوگا۔

مَدَكِرٌ نصیحت حاصل کرنے والا۔ عبرت پکڑنے والا

۱۶:۵۴ = نَذْرٍ۔ اصل میں نَذْرِي تھا۔ نَذْرٌ اور اِنْدَارٌ دونوں مصدر ہیں درہم معنی ہیں۔ جیسے اِنْفَاقٌ وَنَفَقَةٌ اور یقین والیقان۔

نَذْرِي۔ میرا ڈرانا۔ استفہام عذاب کی عظمت اور اس کی ہولناکی کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

۱۷:۵۴ = كَسَرْنَا. ماضی جمع متکلم۔ تَيْسِيرٌ، تَفْعِيلٌ مصدر۔ ہم نے آسان کر دیا  
 = لِلذِّكْرِ: جار و مجرور۔ پند و نصیحت کے لئے ذِکْرٌ۔ ذِکْرٌ يَذْكُرُ بِالنَّبِيِّ  
 کا مصدر ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۵۔ متذکرۃ الصدر۔

۱۸:۵۴ = كَذَّبَتْ عَادٌ۔ ای کذبت عادٌ هُوَذَا عَلَيْهِ السَّلَام۔ عاد نے  
 بھی اپنے (پیغمبر) ہود علیہ السلام کی تکذیب کی۔  
 نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۶ متذکرۃ الصدر۔

۱۹:۵۴ = رِيحًا صَوَّصَرًا۔ موصوف و صفت مل کر اَرْسَلْنَا کا مفعول۔ صَوَّصَرًا  
 ہوائے تند۔ سخت ٹھڑ۔ سناٹے کی ٹھنڈی ہوا۔

= فِي يَوْمٍ نَحِسٍ مُسْتَمِرٍّ۔ فِي حَرْفِ يَوْمٍ (مجرور) مضاف۔  
 نَحِسٍ مُسْتَمِرٍّ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔

نَحِسٍ سَخَتْ مَنْحُوسٌ۔ مُسْتَمِرٌّ اسم فاعل واحد مذکر اِسْتَمَرَّ (استفعال) مصدر  
 مسلسل نحوست والا۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ دن اتنی مدت تک قائم رہا جب تک کہ ان کو  
 ہلاک نہیں کر دیا گیا۔ یا مستمر کا مطلب ہے انتہائی تلخ، بد مزہ۔

۲۰:۵۴ = تَنْزِعُ مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَوْثِقَاتِ، تَنْزِعٌ (باب ضرب) مصدر سے  
 جس کے معنی ہیں کسی چیز اپنی جگہ سے اکھاڑنے اور کھینچ لینے کے۔ یعنی وہ (لوگوں کو) جڑوں سے  
 اکھاڑ پھینکتی ہے (بعض نے آندھی کے زور سے ہوا میں اڑ جانا مراد لیا ہے۔

امام راغب ج کہتے ہیں۔

اِنَّا اَرْسَلْنَا..... تَنْزِعُ النَّاسَ (آیت ۱۹:۲۰) ہم نے ان پر سخت منحوس  
 دن میں آندھی چلائی وہ لوگوں کو اس طرح اکھاڑ ڈالتی تھی۔

میں تَنْزِعُ النَّاسَ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہوا اپنی تیزی کی وجہ سے  
 لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے نکال باہر پھینکتی تھی۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:-

تَوْتِي الْمَلِكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمَلِكَ مَنْ تَشَاءُ (۳:۲۶) اور

تو جس کو بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے:

تَنْزِعُ النَّاسَ وہ لوگوں کو اس طرح اکھڑے ڈالتی تھی

= كَا تَهُمُّ: گویا وہ سب: نیز ملاحظہ ہو ۵۴:۷ متذکرۃ الصدر۔

== اَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ: اَعْجَازُ مِضَانٍ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ اَعْجَازُ جڑیں، تنے۔ عَجْرٌ کی جمع جس کے معنی جسم کے پچھلے حصے کے آتے ہیں۔ درختوں کا چونکہ پچھلا حصہ جڑ ہی ہے اس اعتبار سے اَعْجَازُ نَخْلٍ کے معنی درختوں کی جڑوں کے ہیں۔ مُنْقَعِرٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ العقار (الفعال) مصدر سے (ق) ع کا مادہ۔ درخت کا جڑ سے اکھڑ جانا۔ مُنْقَعِرٌ جڑ سے اکھڑا ہوا۔

قَعْرٌ: تہہ، پیندا۔ گرٹھا۔ فارسی کا شعر ہے۔

ورمیان قعر دریا بندم کردہ — بعد می گوئی کہ دامن ترکمن ہشیار باش۔

بعید القعر گہری سوچ والا آدمی۔

اعجاز نخل منقعر: مڈھ سے اکھڑے ہوئے درختوں کی جڑیں۔

۵۴: ۲۱ = فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِي۔ پس دیکھ لو کیسا (دردناک) تھا میرا

عذاب اور کیسی (صحیح) تھی میری تنبیہ۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۶ متذکرۃ الصدر۔

۵۴: ۲۲ = ملاحظہ ہو آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر۔

۵۴: ۲۳ = كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ۔ ثمود۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد چہارم

قوم ثمود نے بھی ڈرانے والوں (پیغمبران الہی) کو جھٹلایا۔

۵۴: ۲۴ = فَقَالُوا: پس انہوں نے کہا

== اَلْبَشَرِ اِمْنَا وَاِحِدًا نَتَّبِعُ۔ ا استغہامیہ ہے۔ بَشَرًا۔ بشر، انسان، آدمی

منصوب بوجہ فعل مضمرب۔ جو اس کی وضاحت کرتا ہے (ای نبتعد) مِنَّا جارجور مل کر

بَشَرًا کی صفت ہے، وَاِحِدًا اس کی صفت ثانی ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے۔ اَنْتَبِعُ بَشَرًا اِمْنَا وَاِحِدًا۔

= نَتَّبِعُ۔ مضارع جمع متکلم اتباع (افتعال) مصدر۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب

مفعول۔ ہم اس کی پیروی کریں، ہم اس کا اتباع کریں۔

ترجمہ یوں ہوگا۔

کیا ایک ایسا انسان جو ہم میں سے ہے (اور) اکیلا ہے۔ ہم اس کی پیروی کریں۔

استغہام انکاری ہے وجہ انکاریہ ہیں۔

ا، بشر ہونا۔ یعنی انسان ہونا ان کے نزدیک اتباع کے مناسب نہ تھا۔

(بشرًا کو نکرہ مزید تحقیر کے لئے لایا گیا ہے)

۲۔ پھر بشر کا ہم میں سے ہی ہونا۔ جس کے پاس ہم پر فوقیت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

۳۔ اس کا اکیلا ہونا اور اس کے ساتھ جماعت کثیرہ کا نہ ہونا۔

ان کے نزدیک یہ بھی اس کی کسر نشان کا باعث تھا۔

== اِنَّا اِذَا لَفِئْ ضَلَّلٍ وَ سَعُرٍ۔ اِی ان نَتَّبِعُهُ اِنَا اِذَا لَفِی ضَلَّلٍ وَ سَعُرٍ

اگر ہم نے اس کا اتباع کر لیا، تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑ جائیں گے:

ضَلَّلٍ۔ گمراہی۔ بھٹکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ کھوجانا۔

سَعُرٍ۔ حق سے دوری (دہب) جنون (افراد) عرب نَاقَةٌ مَسْعُورَةٌ اُسے

اونٹنی کو کہتے ہیں جو بے بہار خود بخود سرگرداں ادھر ادھر چکر کاٹ رہی ہو۔

قَادَہ نے کہا کہ سَعُرٌ کا معنی ہے دُكْہ، دشواری، عذاب۔ سَعُرٌ مفرد بھی ہو سکتا ہے

اور سَعِیْرٌ کی جمع بھی۔ اصل میں سَعْرٌ کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں۔ جب انسان

کے دماغ میں گرمی اٹھتی ہے تو وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ سَعْرٌ کا استعمال سودار اور جنون

کے معنوں میں اسی اعتبار سے ہے۔

۵۴: ۲۵ = عَا لُقِیَ۔ عَا استفہامیہ انکاریہ ہے، اُلُقِیَ اِنْقَاءً سے مصدر باب افعال

ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے وہ ڈالا گیا۔ نازل کیا گیا۔ اَلْفِی عَلَیْہِ الْقَوْلَ کُی کو

کوئی قول امل کرانا۔

= اَلذِّکْرُ وَحِی۔

ترجمہ آیت:

کیا ہم سب میں سے وحی صرف اس پر ہی اتاری گئی (یعنی یہ نہیں ہو سکتا)

= بَلْ: حرف اضراب ہے یہاں ما قبل کے ابطال اور ما بعد کی تصدیق کے لئے

آیا ہے یعنی یہ صحیح کہ ہم میں سے وحی صرف اسی پر نازل ہوئی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے

کہ یہ شخص کذاب اور شیخی خور ہے

= کَذَابٌ اَشْرٌ: کَذَابٌ (باب ضرب) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے

بہت بڑا جھوٹا۔ اَشْرٌ (باب سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بڑائی

ماننے والا۔ بہت اترانے والا۔

۵۴:۲۶ = سَيَعْلَمُونَ سن مستقبل قریب کے لئے ہے۔ وہ عنقریب کل ہی جان لیں گے۔ کل سے مراد۔ مرنے کے فوراً بعد یا عذاب آتے ہی۔ عَذَابٌ اَوْكَلٌ مراد قیامت کا دن یا عذاب کا دن۔

۵۴:۲۷ = اِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ، مضاف مضاف الیہ۔ اونٹنی برآمد کرنے والے۔ اونٹنی بھیجنے والے۔ مُرْسِلُونَ اصل میں مُرْسِلُونَ تھا۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اضافت کی وجہ سے ن ساقط کر دیا گیا ہے۔ النَّاقَةُ۔ اونٹنی۔

= فِئْتَنَةً = مفعول لہ، اِمْتِحَانًا، بطور امتحان۔ بطور آزمائش،

= لَهْمٌ میں ضمیر جمع مذکر غائب نمود کی طرف راجع ہے۔

= فَارْتَقِبْهُمْ، اِرْتَقِبْ، فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ارتقاب (افعال) مصدر کے بمعنی انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس تو ان کے انجام کا انتظار کر

= وَاصْطَبِرْ؛ وَاَوْعَاطِفْ، اِصْطَبِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر تو صبر کر۔ اصْطَبِرْ (افعال) یہ اصل میں اصْطَبِرْ تھا۔ ت کو ط سے بدل دیا گیا۔

**فَإِذْ لَا** : قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اگر بھڑک چٹان کے اندر سے ایک دس ماہ کی گامبن سُرخ رنگ کی اونٹنی برآمد کر دو تو ہم تمہاری پیروی کر لیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کے مطالبہ کے مطابق ویسی ہی اونٹنی برآمد کر دی۔ لیکن ان کے امتحان کی خاطر چند شرائط عائد کر دیں۔

کہ اونٹنی اللہ کی زمین پر کھلی جہاں چاہے پھرتی ہے گی۔ کوئی آدمی اس کی مزاحمت نہیں کرے گا۔

اور یہ کہ جہاں سے قوم ثمود کے افراد اور ان کے مویشی وغیرہ پانی پیتے تھے وہاں پانی کی وارہ بندی کر دی گئی۔ کہ ایک دن اونٹنی وہاں پانی پیا کرے گی اور ایک دن قوم ثمود اور ان کے مویشی وغیرہ۔ کوئی ایک دوسرے کی باری میں گڈمڈ نہیں کرے گا۔ ان شرائط کے خلاف اقدام کرنے پر قوم پر سخت عذاب نازل کیا جائے گا۔

کچھ مدت تک یہ صورت حال جاری رہی اور قوم کے کسی شخص کو خلاف ورزی کی ہمت نہیں ہوئی۔ آخر کار اپنی قوم کے ایک من چلے سردار قدار بن سالف کو انہوں نے

انگینت دی جس پر شیخی میں آکر اُس نے تنبیہاتِ الہی کو پس پشت ڈال کر اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر لے مار ڈالا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: کہ تمہارے لئے تین دن کی مہلت ہے اس کے بعد تم موردِ عذاب ہو گے۔ چنانچہ وعدہ کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ایک خوفناک جنگھاڑ نے آیا۔ اور وہ روندی ہوئی باڑ کی طرح مٹھس ہو کر رہ گئے۔

۵۴: ۲۸ = وَ نَبِئْتُهُمْ - وَادَّعَاطَفَ، نَبَأُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ایہ خطاب حضرت صالح علیہ السلام سے ہے، تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ نَبَأُ حُرُوفِ مَادَّةٍ - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ کا مرجع قوم ثمود ہے۔ ان کو تنبیہ کر دے۔ ان کو خبردار کر دے = اَنَّ الْمَاءَ: بے شک، تحقیق، یقیناً، حُرُوفِ مَشْبَهٍ بِالْفِعْلِ میں سے ہے اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ یہاں الْمَاءُ اسم اَنَّ ہے اور منصوب ہے قِسْمَةٌ اسم مصدر۔ و مصدر ہے حصہ بانٹنا۔ ہر ایک کا حصہ جدا کرنا۔ اَنَّ کی خبر ہے اور مرفوع ہے جملہ کا ترجمہ ہو گا۔

اور انہیں آگاہ کر دیجئے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہے۔

= كُلُّ شَرِبٍ مضاف مضاف الیہ۔ شَرِبٌ پانی پینے کی باری، پانی کا ایک حصہ شَرِبٌ (باب سَمْعٍ) مصدر سے۔ اسم ہے۔ اس کی جمع اشْرَابٌ ہے۔

اسی سلسلہ میں دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:-

قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شَرِبٌ وَلَكُمْ شَرِبٌ يَوْمَ مَعْلُومٍ (۲۶: ۱۵۵)

(حضرت صالح نے) کہا دیکھو یہ اونٹنی ہے (ایک دن) اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری۔ کُلُّ شَرِبٍ پانی کی ہر باری۔

= مُحْتَضَرٌ: اسم مفعول واحد مذکر احتضار (افتعال) مصدر۔ ح ص م مادہ)

مراد پانی کی وہ باری جس پر سب حصہ دار موجود ہوں، پانی کی ہر باری پر باری والا حاضر ہو گا۔ ای یحضر من كانت نوبته فاذا كان يوم الناقة حضرت و شربها و اذا كان يومهم حضروا شربوا۔ (الخازن) جس کی باری ہو کرے گی وہ حاضر ہو کر یگا جب اونٹنی کا دن ہو گا اپنی باری پر وہ حاضر ہوگی اور جب ان کا دن ہو گا تو وہ اپنی باری پر حاضر ہوا کریں گے:

۵۴: ۲۹ = فَنَادُوا - ای فارسلنا الناقة وكانوا على هذه الوتيرة

من القسمة فملوا ذلك وعزموا على عقر الناقة فنادوا لعقها۔  
پس ہم نے اونٹنی کو بھیجا اور وہ پانی کی تقسیم کے اسی طریقہ پر چلتے رہے پھر وہ اکتا  
گئے۔ اور اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کا عزم کر لیا۔ پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹنے  
کے لئے پکارا۔ نَادُوا ماصی جمع مذکر غائب نداد (مفاعلة) مصدر۔ انہوں نے  
پکارا۔

= صَا حَبْرَهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ اپنے ایک رفیق کو، اپنے ایک ساتھی کو  
= فَتَعَاطَى۔ وَ تَعَقَّبَ كَابَسَ۔ تَعَاطَى۔ ماصی واحد مذکر غائب تَعَاطَى۔  
(تفاعل) مصدر سے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے دست درازی کی، اس نے  
پکڑا۔ اس نے ہاتھ چلایا۔ (لغات القرآن)  
(کام کو) کرنے لگنا۔ اس میں مشغول ہونا۔ (فیروز اللغات)  
پس وہ کام کو کرنے لگ پڑا۔

= فَعَقَّرَ: وَ تَرْتِيبَ كَا۔ عَقَّرَ۔ اس نے کونچیں کاٹ دیں۔ یعنی اس نے اونٹنی  
کی کونچیں کاٹ دیں۔

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَعَقَّرُوْهَا: انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ  
دیں۔ (۱۱: ۶۵) : (۲۶: ۱۵۷) : (۹۱: ۱۴) کیونکہ قدار بن سلف کا فعل قوم کی رضامندی  
یا ان کے تعاون ہی سے تھا۔ اس لئے تمام قوم ذمہ دار ٹھہرائی گئی۔

۵۴: ۳۰ = ملاحظہ ہو آیت ۱۶ متذکرۃ الصدر۔

= ۵۴: ۳۱ = فَكَانُوا فِي سَبِيَّةٍ ہے۔ پس وہ ہو گئے۔

= كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ: ك تَشْبِيْهِ كے لئے ہے هَشِيْمِ صفت مشبہ، مضاف  
مجرور بمعنی اسم مفعول۔ هَشِيْمٌ (باب ضرب) مصدر سے، بمعنی توڑنا۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا  
هَشِيْمٌ ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا۔ ریزہ ریزہ کیا ہوا۔ سوکھے ہوئے جھانکڑ۔ چورا چورا کیا ہوا  
المحتظر مضاف الیہ۔ اسم فاعل واحد مذکر احتظار (افتعال) مصدر، اپنے  
لئے بار بنانوالا۔ حظيرة لکڑیوں کا بنایا ہوا بارہ۔

ترجمہ ہو گا۔

تو وہ ایسے ہو گئے جیسے بار والے کی سوکھی اور ٹوٹی ہوئی بار۔  
الْحَظْرُ (باب نصر) کسی چیز کو احاطہ یا بار میں جمع کرنا۔

۳۲:۵۴ = ملاحظہ ہو آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر۔

۳۳:۵۴ = كَذَّبَتْ بِاللُّذُرِ۔ پیغمبروں کی تکذیب کی، لُذُرٌ جمع نَذِيرٌ کی بمعنی ڈرا والے۔ (یعنی پیغمبر) مُنذِرٌ کے معنی میں۔

۳۴:۵۴ = اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ: ہم نے ان پر بھیجے۔ یعنی ہم نے ان پر برسائے۔

حَا صِبَا: باد سنگ بار۔ پتھروں کا مینہ، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔  
حَا صِبٌ اس ہوا کو کہتے ہیں جو چھوٹے سنگریزوں کو اٹھا کر لے جاتی ہے اور برساتی ہے۔ حَصْبَاءٌ چھوٹے سنگریزوں کو کہتے ہیں۔ حَا صِبٌ پتھر پھینکنے والے کو بھی کہتے ہیں اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

ہم نے ان پر پتھر برسائے والے کو بھیجا۔

۳۵:۵۴ = نَجَّيْنَاهُمْ: ماضی جمع متکلم۔ تنجیۃ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچالیا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع ال لُوْطِ ہے۔  
بِسَحْرِ: ب یعنی فی۔ یعنی سحر کے وقت۔ اخیر شب میں۔

۳۵:۵۴ = لِعِمَّةٍ اسم منصوب نکرہ۔ انعام واحسان۔ منصوب بوجہ علت کے۔ اپنی طرف سے انعام واحسان کرنے کی وجہ سے: انعام واکرام دینے کے لئے۔ یعنی ہم نے متعلقین لوطؑ کو اخیر شب کے وقت بچالیا۔ اپنی طرف سے انعام واکرام واحسان کر کے:

۳۶:۵۴ = كَذٰلِكَ: کاف تشبیہ کا۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر، مِثْرًا الیہ۔ آل لوط کا پتھروں کے مینہ سے بچالیا جانا۔

۳۷:۵۴ = نَجَّوْا: مضارع جمع متکلم۔ جَزَاءً (باب ضرب) مصدر۔ ہم بدلہ دیتے ہیں۔ ہم صلہ دیتے ہیں۔

۳۸:۵۴ = مَنْ مَوْصُولٌ بِمَعْنَى الَّذِي جُو (اللہ کی نعمت کا) شکر کرتا ہے۔

۳۹:۵۴ = وَ لَقَدْ: وَاذ عَاطِفٌ لَام تَاكِيْدٌ كَا۔ قَدْ مَاضِيٌّ سَعْدٌ قَبْلَ تَحْقِيْقِ كَا فَائِدَةٌ دِيْتَاہے اور ماضی قریب کے زمانہ کو ظاہر کرتا ہے:

۴۰:۵۴ = اَنْذَرَهُمْ لِبَطْشَتِنَا: اَنْذَرَ مَاضِيٌّ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی ڈرانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع قوم لوط ہے:

۴۱:۵۴ = لِبَطْشَتِنَا: مضاف مضاف الیہ۔ لِبَطْشٍ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی سختی سے پکڑنا اور اس سے قبل (عذاب آنے سے پہلے) وہ (حضرت لوطؑ) ان کو (قوم لوط کو) ہمارے



پکڑ سے ڈرا چکا تھا۔ پکڑ سے مراد عذاب ہے۔

== فَمَّا رَوَّا: ماضی جمع مذکر غائب (تفاعل) مصدر جس کے معنی شک کرنے اور باہم جھگڑنے کے ہیں۔ انہوں نے جھگڑا کیا۔ انہوں نے شک کیا۔

== بِالشُّذْرِ: یہاں نَذْر بطور مصدر بمعنی ڈراوا مستعمل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حضرت لوطؑ کو جھوٹا قرار دیا۔ اور عذاب کا جو خوف انہوں نے دلایا تھا اس میں شک کرنے لگے اور جھگڑنے لگے۔

۵۴: ۲۰ = وَقَدْ: ملاحظہ ہو آیت ۲۲ متذکرۃ الصدر۔

== رَاوَدُوهُ: ماضی جمع مذکر غائب (مفاعلت) مصدر بھسلانا۔ کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ انہوں نے اس کو بھسلایا۔

دو حروف مادہ ہیں۔ الرَّوْدُ کے اصل معنی ترمی کے ساتھ کسی چیز کی طلب میں بار بار آمد و رفت کے ہیں۔ اسی معنی میں فعل رَاوَدَ وَاِرْتَادَ آتا ہے۔ اسی سے رَاوَدُ ہے جس کے معنی ہیں وہ شخص جسے پانی اور چارہ کی تلاش کے لئے قافلہ سے آگے بھیجا جائے۔ اسی سے یعنی رَادَ یُرُوْدُ سے الْاِرْتَادُ ہے جس کے معنی کسی چیز کی طلب میں کوشش کرنے کے ہیں۔ اور ارادہ اصل میں اس قوت کا نام ہے جس میں خواہش، ضرورت، اور آرزو کے جذبات ملے جلے ہوں۔ پھر اس سے مراد دل کا کسی چیز کی طرف کھینچنے کے لئے بولا جاتا ہے جو کہ ارادہ کا مبداء ہے اور کبھی صرف منتہی کے معنی مراد ہوتے ہیں یعنی محض فیصلہ کے لئے۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے استعمال ہو تو منتہی کے معنی مراد ہوتے ہیں یعنی کسی کام کا فیصلہ۔ تزوج نفس کا معنی مراد نہیں ہوتا کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ خواہشاتِ نفسانی سے مُنَزَّهٌ و مُبْرَاہِہ۔ لہذا اَرَادَ اللہُ کَذَا کے معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ نے فلاں کام کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ فرمایا۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ مِنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا (۱۷: ۳۳)

کہہ دیجئے کہ اگر خدا تمہارے ساتھ جبرائی کا فیصلہ کرے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے۔ اور کبھی ارادہ بمعنی امر کے آتا ہے مثلاً۔

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (۲: ۱۸۵) اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے (یعنی آسان کاموں کا حکم دیتا ہے اور ایسے امور کا حکم نہیں دیتا کہ جس سے تم سختی میں مبتلا ہو جاؤ۔)

الْمُرَاوِدَةَ (مفاعلة) یہ بھی رَادٍ سُرُودٌ سے ہے اور اس کے معنی ارادوں میں باہم اختلاف اور کشیدگی کے ہیں۔ یعنی ایک کا ارادہ کچھ ہو اور دوسرے کا کچھ ہو۔  
سَرَّ اَوْزَتْ فَلَدًا نَاعَنَ كَذَا: کے معنی کسی کو اس کے ارادہ سے پھسلانے کے ہیں پھسلانے کی کوشش کرنا کے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے :-

هِيَ سَرَّ اَوْزَتْ نَاعَنَ لَفْسِي (۱۲: ۲۶) اس نے مجھے میرے ارادہ سے پھیرنا چاہا  
سَرَّ اَوْزَتْ فَتَهَا عَن لَفْسِي (۱۲: ۳۰) وہ اپنے غلام سے (ناجانہ) مطلب حاصل کرنے کے درپے ہے یعنی اسے اس کے ارادہ سے پھسلانا چاہتی ہے۔  
سَرَّ اَوْزَتْ عَنهُ اَبَاهُ (۱۲: ۶۱) ہم اس کے باپ کو اس سے پھیرنے کی کوشش کریں گے۔ یعنی اُسے آمادہ کریں گے کہ وہ برادر یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔

(راغب اصفہانی، فی المفردات)

وَلَقَدْ رَاوِدُوْهُ عَنِ ضِيْفٍ: اور انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنے مہمانوں کو بڑے مطلب کے لئے ان کے سپرد کرنے کے ارادہ سے پھسلانا چاہا۔  
فَطَمَسْنَا اَعْيُنَهُمْ وَرَفَعْنَا لَهُمْ طَمَسًا مَّا صُنِيَ جَمْعٌ مُّتَكَلِّمًا (باب ضرب)  
مصدر۔ جس کے معنی مٹا دینا یا بے نور کر دینا ہے۔

جب طمس کا استعمال بنم، قسم، بصر، کے ساتھ ہو تو بے نور اور روشنی زائل ہو جانے کے معنی ہوں گے۔ مثلاً قرآن مجید میں اور جگہ ہے:

فَاِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ (۸: ۷۷) جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے  
یعنی ان کی روشنی زائل کر دی جائے گی:

مٹانے یا بگاڑنے کے معنی میں ہے :-  
مِنْ قَبْلِ اَنْ لَطَمَسَ وُجُوْهُهَا فَنَرَدَّهَا عَلٰى اَذْبَارِهَا (۴: ۴۷) پیشتر اس کے کہ ہم ان کے چہروں کو بگاڑ دیں اور ان کو ان کی پیٹھوں کی طرف پھیر دیں۔  
امام راغب اصفہانی نے آیت شریفہ وَ لَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلٰى اَعْيُنِهِمْ (۶۶: ۳۶) میں دونوں معنی جمع کر دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں :-

یعنی ہم آنکھوں کی روشنی کو اور ان کی صورت و شکل کو مٹادیں جس طرح سے نشان مٹایا جاتا ہے۔

آیت نہا میں بے نور کر دینے کے معنی ہوں گے،

ان کے اس فعل کی وجہ سے ہم نے ان کی آنکھوں کو بے نور کر دیا۔

أَعْيَنَهُمْ مضاف مضاف الیہ ل کر طمسنا کا مفعول۔ ان کی آنکھوں کو (بے نور

کر دیا)

= فَذُوقُوا۔ اسی قلنا لہم۔۔۔ (اور ہم نے ان سے کہا) لو میرے عذاب اور

ڈرانے کا مزہ چکھو۔ نذُر بطور مصدر مستعمل ہے

۵۴: ۳۸ = صَبَّحَهُمْ: صَبَّحَ ماضی۔ واحد مذکر غائب تَصْبِيحٌ (تفعیل)

مصدر۔ یعنی صبح سویرے کسی پر آن پڑنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع قوم

لوٹ ہے جو مورد عتاب ہوئی تھی۔ صَبَّحَ کا فاعل عذاب استتقر ہے۔

= بَكْرَةَ دُنْ كَا اَوَّلِ حَصَّةٍ۔ یہ صبح سے مخصوص تر ہے۔ یعنی صبح سویرے اول النہار میں

بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

= عَذَابٌ مُّسْتَقَرٌّ موصوف و صفت مل کر صَبَّحَ کا فاعل۔ مستقر اسم فاعل

واحد مذکر استتقر اسراستفعال) مصدر یعنی قرار، یعنی قرار کچڑنے والا۔ ٹھہرنے والا۔

یعنی وہ عذاب جو مرنے کے بعد بھی قائم رہا۔ دنیا میں عذاب سنگ باری۔ اس کے بعد عذاب

قبر، پھر دائمی عذاب دوزخ،

آیت کا ترجمہ ہو گا۔

پس صبح سویرے اول النہار ایک لازوال عذاب نے انہیں آیا۔

۵۴: ۳۹ = ملاحظہ ہو آیت ۳۷ متذکرۃ الصدر۔ آیت کی تکرار حقیقت میں از سر نو

۵۴: ۴۰ = ملاحظہ ہو آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر۔ [تنبیہ ہے نصیحت پذیری پر۔ اور

ترغیب ہے عبرت اندوزی کی۔

۵۴: ۴۱ = اَلْاَفْرَعَوْنَ: مضاف مضاف الیہ۔ اَلْاَفْرَعَوْنَ کا ذکر کیا ہے فرعون کا

ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ اصل فرعون ہی تھا اس لئے اس کے ذکر کرنے کی

ضرورت ہی نہ تھی۔

= النُّذُرُ۔ جمع نذیر کی ڈرانے والے۔ مراد یہاں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور

ان کے ساتھی ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک وہ معجزات مراد ہیں جو فرعون اور فرعونوں

کو ڈرانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کئے۔ النذُر فاعل ہے جَاءَ کا

== كَذَّبُوا: میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب آل فرعون کے لئے ہے۔  
 == بِاٰیٰتِنَا كُفِّرُوْا - ب حرف جار۔ اٰیٰتِنَا مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف کُفِّرُوْا مضاف الیہ مل کر صفت اپنے موصوف کی، ہماری تمام آیات کو،

**فَاٰیٰتُهَا :** آیات سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ ۹ نوا احکام ہیں وہ یہ ہیں

۱۔ کسی کو اللہ کا شریک قرار نہ دو۔

۲۔ چوری نہ کرو۔

۳۔ زنا نہ کرو۔

۴۔ جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔

۵۔ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس قتل کرانے کے لئے نہ لے جاؤ۔

۶۔ جادو نہ کرو۔

۷۔ سود نہ کھاؤ۔

۸۔ کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ۔

۹۔ جہاد کے معرکہ سے پشت نہ پھیرو۔

اور ایک خاص حکم یہودیوں کے لئے یہ تھا کہ ہفتہ کے دن (کی حرمت) میں حد سے تجاوز نہ کرو (یعنی ہفتہ کے دن کی حرمت قائم رکھو۔ اس دن دنیاوی کاروبار نہ کرو

(تفسیر المنظہری)

== فَاخَذُوْهُمُ - ف سببہ اخذنا ماضی جمع مستکم۔ اخذ (باب نصر) مصدر

ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس اس تکذیب کے سبب ہم نے ان کو پکڑا۔

== اخذ - مفعول مطلق۔ (سخت) پکڑ۔ اخذ مصدر سے کبھی لینے کے معنی آتے ہیں

اور کبھی پکڑنے کے۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔

اور اخذ مضاف ہے اور عزیز مُقْتَدِر مضاف الیہ۔

عَزِيزٌ مُّقْتَدِرٌ موصوف صفت۔ عزیز غالب۔ زبردست وقوی، مشاق، دشوار

شاہ مصدر و اسکندریہ کا لقب۔

عِزَّةٌ (باب ضرب) مصدر سے فعیل کے وزن پر معنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے

اخذ کا مضاف الیہ ہے :

مُقْتَدِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر (افتعال) مصدر۔ ہر طرح کی قدرت والا صاحب اقتدار۔

فَاخَذْنَا مِنْهُمُ اخْتِذَا عَرِيزٍ مُّقْتَدِرٍ: پھر ہم نے ان کو ایک زبردست صائب اقتدار کی پکڑ پکڑا۔

۴۳:۵۴ = اَكْفَارُكُمْ: استفہام انکاری ہے کلمہ ضمیر جمع مذکر حاضر، مسلمانوں کے لئے ہے۔ یعنی اے مسلمانو!۔ اور کفار سے مراد قبیلہ قریش ہے۔ یعنی اے مسلمانو! کیا یہ قبیلہ قریش کے تمہارے یہ کافر۔

= اَوْلَادِكُمْ۔ اَوْلَادِ اسم اشارہ جمع قریب، مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے کلمہ خطاب لاحق کر کے اَوْلَادِكُمْ بولا جاتا ہے۔ مشار الیہم قوم نوح۔ عاد و ثمود، قوم لوط اور آل فرعون ہے۔

= خَيْرٌ۔ یعنی قوت۔ تعداد۔ رتبے میں بہتر۔  
اَمْ۔ حرف عطف ہے۔ یا۔ کیا۔ استفہام کے معنی دیتا ہے لکھ میں خطاب اہل مکہ ہے (یعنی اے کفار اہل مکہ۔ کیا تمہارے لئے۔

= بَرَاءَةٌ۔ رب سوء مادہ، بَرِيءٌ يَبْرَأُ (باب سماع) سے مصدر۔ بمعنی خلاصی پانا۔ (قرض وغیرہ سے) بری ہونا۔ (بیماری سے) صحت پانا۔ چھٹکارا پانا۔ بیزاری۔ بے زار ہونا۔ اصل میں اس کے معنی ہر اس چیز سے جس کا پاس رہنا بُرا لگتا ہو چھٹکارا پانے کے ہیں۔ جیسے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ (۹:۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔ یا۔ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۳:۹) اللہ مشرکوں سے بیزار ہے۔

چھٹکارا پانے کے معنی میں جیسے بَرَاءَةٌ مِّنَ الْمَرَضِ۔ مجھے مرض سے چھٹکارا حاصل ہو گیا۔ یعنی میں تندرست ہو گیا۔

= الزُّبُرِ جمع ہے نَبُوذٌ کی بمعنی کتابیں۔ آسمانی کتابیں۔

فِي الزُّبُرِ صفت ہے بَرَاءَةٌ کی (ای براءۃ مکتوبہ فی الاوراق او الکتاب السماویۃ المنزلة علی الانبیاء السابقین (تفسیر حقانی) یعنی ایسی معافی جو کتب سماویہ میں مکتوب ہے جو کتب پچھلے پیغمبروں پر آسمان سے نازل ہوئیں۔) آیت کا مطلب ہوگا: یا کیا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں (اللہ کی طرف سے) معافی

لکھی ہوئی ہے کہ تم میں سے کوئی اگر پیغمبروں کی تکذیب بھی کرے گا یا کفر کا ارتکاب کرے گا تب بھی اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

۵۴: ۴۴ = اَمْ يَقُولُونَ، یا کیا یہ لوگ کہتے ہیں۔ اس میں ضمیر فاعل کفار مکہ کے لئے ہے۔ اِی اَمْ يَقُولُونَ کفار قولش (السر التفسیر) کیا کفار قولش کہتے ہیں = جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ: موصوف و صفت۔ جمع۔ سب۔ سائے۔ جَمْعٌ سے بروزن فاعیل مبنی مفعول۔ یعنی مجموع ہے ایک جماعت، جتھا۔ ہم ایک ایسا جتھا ہیں مُنْتَصِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر، بدل لینے والا۔ یعنی ایسا جتھا جو (اپنے خلاف کسی زیادتی کا) بدل لے سکتا ہے، مراد مضبوط۔ طاقتور، انتصار (افتعال) مصدر علامہ پانی پتی اس کی تشریح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی مضبوط، محفوظ ہیں کوئی ہم تک پہنچنے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتا۔ یاد دہانتوں سے ہم انتقام لیتے اور غالب آتے ہیں کوئی ہم پر غالب نہیں آ سکتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

چونکہ لفظ جمع واحد تھا اس لئے اس کی صفت مُنْتَصِرٌ بھی بصیغہ واحد ذکر کی اس کے علاوہ آیات کو جن الفاظ پر ختم کیا گیا اس کا تقاضا بھی یہی تھا۔

۵۴: ۴۵ = سَيُهْزَمُ۔ س مستقبل قریب کے لئے آیا ہے يُهْزَمُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، ہزیمتہ (باب ضرب) مصدر شکست دینے جائیں گے۔ ان کو شکست ہوگی۔

= الْجَمْعُ۔ جمع ہونا۔ اکٹھا ہونا۔ اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا۔ جماعت، فوج۔ جَمْعٌ يَجْمَعُ (باب فتح) کا مصدر ہے۔ آل معروفہ کا ہے۔ مراد وہ جتھہ یا جماعت جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ۔ ہیں۔ وہ عنقریب شکست دینے جائیں گے۔

= يُوَكِّوْنَ الدُّبُرُ: يُوَكِّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تولیۃ (تفعیل) مصدر الدُّبُرُ: اَدْبَارُ جمع يُوَكِّوْنَ کا مفعول ہے۔ پیٹھ دے کر بھاگیں گے۔

۵۴: ۴۶ = بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔ بل کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حکم ماقبل کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے یہی صورت یہاں مراد ہے ارشاد الہی ہے کہ:-

ان کفار کی ہزیمت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلنا ہی ان کی ناکامی اور بے آبروئی کے لئے

کافی نہیں بلکہ اصل عذاب تو قیامت کے دن آنے والا ہے۔ جس کا وقت مقرر ہے اُسے آگے پیچھے نہیں کیا جاسکتا۔

ای لیس هذا تمام عقوبتہم بل الساعة موعده عذابہم و هذا من طلائعہ (روح المعانی)

اس (عذاب) سے ان کی سزا تمام نہیں ہوتی بلکہ قیامت ان کے عذاب کے وعدہ کا وقت ہے یہ موجودہ (عذاب) تو محض اس کا پیش خیمہ ہے۔

== وَالسَّاعَةُ دَاوُعَاطِفُهُ، السَّاعَةُ رُوزِ قِيَامَتِ، يَا عَذَابَهَا (جبلین) اس دن کا عذاب۔

== اَدَّهَى: دَا هَيْتٌ سے افعَل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہت بڑی بلا۔ یا آفت بہت سخت مصیبت۔ جس کو کسی طرح بھی دفع کرنا ممکن نہ ہو۔

== آمَرَ: بہت تلخ، بہت کڑوا۔ مَوَارِدًا سے جس کے معنی کڑوا اور تلخ کے ہیں افعَل التفضیل کا صیغہ۔

۲۴: ۵۲ = فِي ضَلَلٍ وَسُعُرٍ۔ ملاحظہ ہو آیت ۲۴ متذکرۃ الصدر۔

۲۸: ۵۴ = يَوْمَ: فعل محذوف کا مفعول ای اذْكَرُ يَوْمَ۔ یاد کرو وہ دن کہ جس روز۔

== يُسْحَبُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ سَحَبْتُ (باب فتح) مصدر۔ وہ گھسیٹے جائیں گے۔

== عَلَى وَجُوهِهِمْ۔ اپنے منہ کے بل۔ وَجُوهُ جمع وَجْهٌ کی بمعنی منہ،

== ذُوقُوا۔ اس سے قبل عبارت یقال لہم مقرر ہے۔ ان سے کہا جائے گا (آگ لگنے کا) مزہ چکھو۔

ذُوقُوا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر، ذُوقُ (باب نصر) مصدر۔ تم چکھو۔

۵۴: ۲۹ = اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ۔ ای انا خلقنا کل شیءٍ بِقَدَرٍ (بے شک ہم نے ہر چیز کو بنایا ہے اندازہ سے۔) (حاشیہ تفسیر الکشاف)

رُوح المعانی میں ہے:-

اِنَّا خَلَقْنَا كُلَّ شَيْءٍ خَلْقًا رَاقِبًا (بقدر) ہم نے ہر چیز پیدا کی۔ اسے ایک اندازہ سے پیدا کیا۔

صاحب تفسیر المنظم ہی اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:-

تقدیر کے مسئلہ پر قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مباحثہ کیا تھا۔ ان کی تردید کے لئے یہ آیت بطور جملہ معترضہ ذکر کر دی گئی۔

مسلم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ کچھ قریشی مشرک تقدیر کے مسئلہ میں جھگڑا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اس وقت یہ آیات اِنَّ الْمَجْرِبِينَ فِي ضَلَالٍ دُسْعٍ سے کُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ تک نازل ہوئی۔ قدر سے مراد تخلیق سے پہلے اندازہ کر لینا ہے یا قدر سے مراد ہے امر مقدر جو لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے اور ہر چیز کی پیدائش سے پہلے اللہ کو اس کا علم ہے۔ وہی اس شئی کی حالت اور (پیدائش) کے وقت سے واقف ہے۔

حسن نے کہا کہ قدر خداوندی سے مراد ہے ہر چیز کا وہ خاص اندازہ تخلیق جو اللہ کی حکمت کا مقتضار ہے اور اس چیز کو ویسا ہی ہونا چاہئے،

۵۴: ۵۰ = وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ۔ اسی وَمَا صرنا اذا اردنا خلق شیئ الا امرة واحدة فیتم وجود الشئ لبسرة کلمح البصر (السر التفسیر) جب ہم کسی چیز کی تخلیق کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف ایک دفعہ ہی حکم دیتے ہیں اور وہ چیز آنکھ جھپکنے میں مکمل ہو کر وجود میں آجاتی ہے۔

امر کے تحت کسی چیز کو پیدا کرنا، اُسے معدوم کرنا، یا دوبارہ موجود کرنے کا حکم بھی شامل ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے:-

قیامت آجانے کا ہمارا حکم سرعت میں ایسا ہوگا جیسے پلک جھپکنا، اس مضمون کو دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا ہے۔

۵۴: ۵۱ = وَمَا أَمْرُ السَّاعَةِ إِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ أَوْ هُوَ أَقْرَبُ (۱۶: ۷۷) قیامت کا حکم اتنا تیز ہوگا جیسے پلک جھپکنا یا اس سے بھی تیز۔

کلمح بالبصر میں تشبیہ کا ہے کلمح کے معنی بجلی کی چمک کے ہیں۔ رایت لمحة البرق میں نے اسے بجلی کی چمک کی طرح ایک جھلک دیکھا۔ کلمح بالبصر: آنکھ کے جھپکنے کی طرح۔

۵۴: ۵۱ = وَلَقَدْ: واو عاطفہ، لام تاکید کا اور قد تحقیق کے لئے۔  
= اَشْيَاءَ عَكْمٌ: مضاف مضاف الیه۔ اَشْيَاءٌ مُّجْمَعٌ ہے شیعۃ کی، تمہارے طریقہ والے



تمہارے ساتھ والے، یعنی تم سے پہلے لوگ جو کفر میں تمہاری طرح تھے ہم نے ان کو غارت کر دیا  
= فَهَلْ مِنْ مَّدْجِدٍ سوہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ (نیز ملاحظہ ہو

آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر)

= وَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ: داؤ عاطف۔ کل شئی مضاف مضاف الیہ مل کر  
بتدار فَعَلُوهُ (وہ ضمیر واحد مذکر فاعل) جمید فعلیہ متعلق شئی، فِي الزُّبُرِ خبر۔ اور ہر وہ شے  
جو وہ کر چکے ہیں وہ (ان کے) اعمال ناموں میں (لکھی جا چکی) ہے۔

الزُّبُرُ۔ زیور۔ کی جمع ہے بمعنی کتابیں۔ اوراق، (اعمال نامے) یا زیور سے مراد لوح  
محفوظ ہے یعنی ہر فعل و عمل لوح محفوظ میں درج ہے۔

۵۴: ۵۴ = كُلُّ صَغِيرٍ وَ كَبِيرٍ مُسْتَطَرٌّ۔ اسی كل صغیر و كل کبیر ہر چھوٹی  
چیز اور ہر بڑی چیز۔ یعنی مکلفین کا ہر چھوٹا بڑا عمل یا تمام چھوٹی بڑی مخلوق اور اس کی مدت زندگی  
مُسْتَطَرٌّ اسم مفعول واحد مذکر استطرار (افتعال) مصدر۔ سطر مادہ۔

مُسْتَطَرٌّ۔ لکھا ہوا۔ مطلب یہ کہ ہر چھوٹی بڑی چیز، اعمال نامے لکھنے والے فرشتوں کے صحیفوں  
میں یا لوح محفوظ میں مرقوم ہے۔ یہ سابق جملہ کی تاکید و تائید ہے۔

۵۴: ۵۴۔ المتقین۔ اسم فاعل جمع مذکر اتقاء (افتعال) مصدر۔ پرہیزگار لوگ،

= فِي جَنَّتٍ وَ نَهْرٍ۔ یعنی پرہیزگار لوگ جو زیور ایمان اور اعمال صالح سے مُزین  
ہوں گے۔ مرنے کے بعد باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ (یہ جنت جسمانی ہے۔ تفسیر حقانی)  
نہر۔ اسم جنس ہے اس سے مراد جنت کی نہریں ہیں۔

۵۴: ۵۵ = فِي مَقْعَدٍ صِدْقٍ مضاف مضاف الیہ۔ موصوف۔ (مقعد) کی  
اضافہ صفت (صِدْقٍ) کی طرف۔

مَقْعَدٌ اسم ظرف مکان، قُعُودٌ (باب نصر) مصدر سے۔ بیٹھنے کی جگہ۔

صِدْقٍ۔ سچائی۔ راستی، نام نیک، نثار سچی بات،

صِدْقٌ یَصْدُقُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر  
دکھانے کے ہیں اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب ہے اس لئے مجازاً۔ نام نیک اور ذکر خیر کے معنی میں  
بھی استعمال ہوتا ہے۔

علامہ پانی پتی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

مَقْعَدٍ صِدْقٍ۔ یعنی ایسا مقام جہاں نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی اور نہ گناہ۔ (سچائی کا مقام)

اس سے مراد جنت ہے۔

ظاہر میں کوئی برائی ہو نہ باطن میں کوئی نقص ایسے فعل کو صدق کہا جاتا ہے۔  
مندرجہ ذیل آیات میں یہی معنی مراد ہیں۔

۱۔ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ (۵۴: ۵۵)

۲۔ لَهُمْ قَدَمٌ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۲: ۱۰)

۳۔ أَدْخَلْنِي مُدْخَلَ صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ۔ (۸۰: ۱۷)

لغوی نے لکھا ہے کہ۔

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ آیت میں اللہ نے مقام کی صفت صدق کے لفظ سے کی ہے  
پس اس مقام پر اہل صدق ہی بیٹھیں گے۔

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ بدل ہے جَنَّتٍ سے۔

== عِنْدَ مَلِيكَ مُقْتَدِرٍ : یہ یا تو فی مقعد صدق سے بدل ہے یا یہ اُس کی  
صفت ہے۔

مَلِيكَ موصوف۔ مَلِكٌ سے صفت کا صیغہ برائے مبالغہ، بہت بڑا بادشاہ  
مُقْتَدِرٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اقتدار (افتعال) مصدر سے۔

ہر طرح کی قدرت والا۔ با اقتدار۔ صفت۔

مطلب آیت کا ہو گا۔

یعنی اللہ کے پاس جو تمام چیزوں کا مالک اور حکمران ہے اور ہر شے پر قادر ہے کوئی  
شے اس کی قدرت سے خارج نہیں۔ قرب خداوندی بے کیف ہے۔ دانش و فہم کی  
رسائی سے بالاتر ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کا پردہ بصیرت ہٹا دے تو اس کو قرب خداوند  
کا وجدان ہو جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

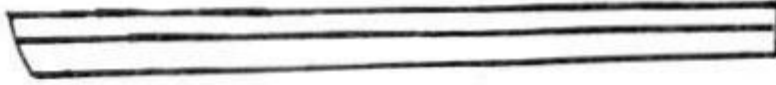
فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكَ مُقْتَدِرٍ۔ عمدہ مقام میں خداوند  
تعالیٰ کے ہاں رہیں گے یہ جنت رُوحانی ہے جو متقین میں سے خاص ابرار و احرار کا حصہ ہے،  
مرئی کے بعد ان کی رُوح حظیرۃ القدس (جنت) کی طرف عالم بالا میں محبوب اصلی کے پاس  
جا کر آرام پاتی ہے تخت رب العالمین کی داہنی طرف بیٹھنے سے یہی مراد ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی اس بارگاہِ قدس میں کاش اپنے ابرار کی صف میں جگہ

دیدے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز (تفسیر حقانی)

مراد اصحاب الیمین (یا اصحاب المیمنہ) ہیں جن کا ذکر سورۃ الواقعہ (۵۶: ۲۷، ۲۸) میں آیا ہے ان کو اصحاب المیمنہ بھی کہا گیا ہے:

ان سے مراد وہ خوش نصیب ہیں جو روزِ محشر عرشِ الہی کے داہنی جانب ہوں گے ان کا اعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۵۵) سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِیَّةٌ (۷۸)

۵۵: ۱ = الرَّحْمٰنُ : رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت رحمت کرنے والا بڑا بخشش کرنے والا۔ بڑا مہربان نیز سورۃ الفاتحہ میں ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ“ کی تشریح میں ملاحظہ ہو۔

۵۵: ۲ = عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ : جملہ فعلیہ، اس نے قرآن کی تعلیم دی۔

۱۔ الرَّحْمٰنُ مبتدا ہے۔ اور جملہ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اس کی خبر۔

۲۔ الرَّحْمٰنُ خبر ہے اس کا مبتدا محذوف ہے۔ اِی اللّٰهُ الرَّحْمٰنُ

۳۔ الرَّحْمٰنُ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے اِی الرَّحْمٰنُ رَبُّنَا۔

الرحمن کے بعد جملہ علم القرآن جملہ مستانفہ ہے۔

عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ میں مفعول اول محذوف ہے تقدیر کلام ہے عَلَّمَ النَّبِیَّ الْقُرْاٰنَ یا جِبْرِیْلَ۔ یا اِلَیْ نَسَانَ۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تعلیم دی۔ یا جبریل کو یا انسان کو۔

= خَلَقَ الْاِنْسَانَ : بعض کے نزدیک الانسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے تھے۔

بعض نے الانسان سے جنس انسان مراد لی ہے۔ یعنی اللہ نے حضرت انسان کو

پیدا کیا اور اسے بولنا، لکھنا، سمجھنا، سمجھانا۔ اور فہم و ادراک عطا کیا کہ دوسرے

جانوروں سے ممتاز ہو گیا۔ اور وحی کو برداشت کرنے اور حامل قرآن بننے کے قابل ہو گیا

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الانسان سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ و صحابہ

وسلم ہوں اور البیان سے مراد قرآن مجید ہو۔ قرآن تمام لوگوں کے لئے راہنما اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی واضح دلیل ہے۔ اس میں ازل سے ابد تک تمام چیزوں کا

بیان ہے۔

ابن کیسان نے کہا ہے کہ اس صورت میں آخری دو نون جملے پہلے جملہ کی تفصیل اور بیان قرار پائیں گے۔۔۔۔۔ اسی لئے حرف عطف دونوں کے درمیان نہیں لایا گیا اور یہ تمام جملے الرَّحْمٰن کے اجزا مترادف ہوں گے؛

۵۵: ۴ = عَلَّمَ۔ میں کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے  
 = الْبَيَانَ مفعول ثانی عَلَّمَ فعل کا۔ بولنا۔ مصدر ہے۔ کسی چیز کے متعلق کھولنے اور واضح کرنے کا نام "بیان" ہے۔ بیان۔ نطق سے عام ہے اور نطق خاص ہے اور کبھی جس چیز کے ذریعہ بیان کیا جاتا ہے چنانچہ کلام اول معنی ہی کے اعتبار سے بیان کہلاتا ہے چنانچہ کلام اول معنی کے اعتبار سے ہی بیان کہلاتا ہے کیونکہ وہ معنی مقصود کو کھولتا اور ظاہر کر دیتا ہے۔ اور مجمل و مبہم کلام کی شرح کو دوسرے معنوں کے اعتبار سے بیان کہتے ہیں  
 هَذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ (۳: ۱۳۸) یہ لوگوں کے لئے بیان ہے۔ اول معنی کی مثال ہے  
 اور تَمَّارَاتٌ عَلَيْنَا بَيَانَهُ (۵: ۱۹) ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا ہے، دوسرے معنی کی مثال ہے اور عَلَّمَ الْبَيَانَ (اس کو بیان سکھایا) دونوں معنی کی مثال بن سکتا ہے  
 (لغات القرآن)

۵: ۵ = الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ، اسی الشمس والقمر یجربان بحسبان۔ الشمس والقمر مبتدا۔ یجربان خبر (محدوف) بحسبان جار مجرور مل کر متعلق خبر۔

حُسْبَانٌ (باب نصر) مصدر ہے بمعنی حساب لگانا۔ شمار کرنا۔ جیسے طُعْيَانٌ رُجْحَانٌ، غَفْرَانٌ، كَفْرَانٌ، مطلب یہ کہ سورج اور چاند ایک (سوچے سمجھے) حساب کے مطابق (چل رہے ہیں)۔

۶: ۵۵ = وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ كَسَجَدَاتٍ اور بیلین (بے تنے کے پودے) اور درخت (تنے والے پودے) (اسی کے حکم سے) سجدہ ریز ہیں۔

النَّجْمُ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

بعض علماء کا قول ہے کہ۔

۱) النَّجْمُ سے مراد نباتات کی وہ قسم ہے جس کا تناہ ہو جیسے بیلین وغیرہ۔ اور الشَّجَرُ سے مراد وہ قسم ہے جس کا تناہ ہو۔

مُتَقَيِّدَةٌ كَقَوْلِ هَيْ كَرِهَ۔

النجم سے مراد آسمان کے ستارے ہیں اور اس پر وہ سورۃ الحج کی یہ آیت دلیل لاتی ہے  
 اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَ  
 الْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ط (۲۲: ۱۸)  
 کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سوج  
 اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے انسان خدا کو  
 سجدہ کرتے ہیں۔

رُوْحُ الْمَعٰنِي فِي هَيْ كَرِهَ۔

والمراد بالنجم النبات الذي ينجم اى يظهر ويطلع من الارض  
 ولا ساق له..... اقتترانه بالشجر يدل عليه۔ النجم سے مراد وہ سبزی  
 یا نباتات ہے جو زمین سے اُگتی اور نکلتی ہے اور اس کا تنا نہیں ہوتا۔ شجر کے ساتھ اس  
 کا ذکر کرنا اس کی دلیل اور قرینہ ہے۔

برضاوی کا یہی قول ہے۔

== يَسْجُدَانِ : مضارع تثنيه مذكرة غائب : سَجُوْدٌ (باب نصر) سے مصدر۔ وہ  
 دونوں سجدہ کرتے ہیں۔

بیلوں اور درختوں کے سجدہ کرنے سے مراد ان کے سایہ کا سبز سجدہ ہونا ہے؛  
 جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:-

يَتَّقِيْئُوْا ظِلَّهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاٰلِ سُجَّدًا لِلّٰهِ وَهٖ  
 دَاخِرُوْنَ ه (۱۶: ۲۸) جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں  
 کو) لوٹتے رہتے ہیں۔ (یعنی) خدا کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔  
 یا اس سے مراد ان کا ہر طرح سے خدا کا تابع فرمان ہونا ہے۔ ان کا اگنا، ٹرھنا  
 پھل دینا۔ سوکھ جانا۔ بالارادہ نہیں بلکہ بلا ارادہ بلا چون و چرا۔ قانون الہی کے پابند ہیں  
 اگر النجم کے معنی ستارے لئے جائیں تو ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کا طلوع  
 و غروب ہے یا ان کا کائنات میں ایک متعینہ نظام کے تحت گردش کرنا ہے۔

۵۵: ۷ = وَالسَّمٰوٰتِ رَفَعَهَا۔ اى خلق السَّمٰوٰتِ ورفَعَهَا۔ آسمان کو پیدا کیا  
 اور اُسے بلند کیا (على الارض) زمین کے اوپر۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے نیچے تھا پھر

اسے بلند کر دیا۔ بلکہ اسے پیدا ہی ایسا کیا۔ یا رَفَعَ السَّمَاءَ آسمان کو بلند کیا یعنی بلندیوں پر قائم کیا۔

ہا صمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السَّمَاءُ ہے اور السَّمَاءُ بوجہ مفعول منصوب ہے  
 = وَضَعَ واحد مذکر غائب وَضَعٌ (باب فتح) مصدر اس نے قائم کیا۔ اس نے رکھا  
 = الْمِيزَانَ۔ اسم مصدر۔ تول۔ اسم آلہ، ترازو، مجازی معنی عدل و انصاف، قانونِ عدل  
 قواعدِ عدل۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں :-

ای شرع العدل و امر بہ۔ اللہ تعالیٰ نے عدل کا قانون بنایا اور اس پر عمل کرنے کا حکم فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بالعدل قامت السموات والارض  
 زمین و آسمان عدل پر قائم ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور اس میں آباد ہر چیز کو اس  
 طرح آباد کیا جیسے اس کی بقاء اور نشوونما کے لئے مناسب تھا۔

علامہ مودودی المیزان کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

قریب قریب تمام مفسرین نے یہاں میزان (ترازو) سے عدل مراد لیا ہے اور میزان قائم کرنے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے اس پورے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔ یہ بے حد و حساب تائے اور سیارے جو فضا میں گھوم رہے ہیں، یہ عظیم الشان قوتیں جو اس عالم میں کام کر رہی ہیں اور یہ لاتعداد مخلوقات اور اشیاء جو اس جہان میں پائی جاتی ہیں۔ ان سب کے درمیان اگر کمال درجہ کا عدل و ازن قائم نہ کیا گیا ہوتا تو یہ کارگاہ ہستی ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چل سکتی تھی۔

خود اس زمین پر کروڑوں برس سے ہوا اور پانی اور خشکی میں جو مخلوقات موجود ہیں ان ہی کو دیکھ لیجئے۔ ان کی زندگی اسی لئے تو برقرار ہے کہ ان کے اسبابِ حیات میں پورا پورا عدل اور توازن پایا جاتا ہے ورنہ ان اسباب میں ذرا سی بھی بے اعتدالی پیدا ہو جائے تو یہاں زندگی کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ (تفہیم القرآن)

۵۵: ۸ = اَلَا تَطْعَمُوۡا۔ اَلَا اَنْۢ اَدۡرُ لَآءِیۡۤیۡۤہِۭنَّ۔ اَنْۢ یَّاۤتُوۡنَکُمۡ بِہِۭنَّ

اس صورت میں لَا تَطْعَمُوۡا مضارع منفی جمع مذکر حاضر ہے، طُعْيَانٌ (باب سمع و نصر) مصدر سے۔ تم زیادتی نہ کرو، تم سرکشی نہ کرو۔ تم حد سے نہ بڑھو۔

ترجمہ آیت ہوگا: اور اللہ نے میزان قائم کر دی تاکہ تم حق سے تجاوز نہ کرو، یا۔ اَنْ مَفْسَرٌ

اور لَا تَطْعَمُوا صیغہ نہی جمع مذکر حاضر ہے۔

ترجمہ:- اور اس نے میزان عدل قائم کر دی (اور حکم دیا ہے کہ) تم وزن میں حق سے تجاوز نہ کرو۔

۵۵: ۹ = اَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ - اَقِيمُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اقامہ (افعال) مصدر سے تم قائم کرو۔ تم درست رکھو۔

الْقِسْطُ - عدل - انصاف - حصہ جو انصاف کے ساتھ دیا جائے۔ القسط اسم مصدر یعنی وزن کو انصاف کے ساتھ ٹھیک رکھو۔

== لَا تَخْسِرُوا = فعل نہی جمع مذکر حاضر - اِحْسَارٌ (افعال) مصدر - تم مت گھٹاؤ مطلب یہ کہ چونکہ تم ایک متوازن کائنات میں رہتے ہو جس کا سارا نظام عدل پر قائم ہے اس لئے تمہیں بھی عدل پر قائم ہونا چاہئے۔ جس دائرے میں تمہیں اختیار دیا گیا ہے اس میں اگر تم بے انصافی کرو گے اور جن حق داروں کے حقوق تمہارے ہاتھ میں دیئے گئے ہیں اگر تم ان کے حق مارو گے۔ تو یہ فطرت کائنات سے تمہاری بغاوت ہوگی۔ اس کائنات کی فطرت ظلم و بے انصافی اور حق ماری کو قبول نہیں کرتی۔ یہاں ایک بڑا ظلم تو درکنار ترازو میں ڈنڈی مار کر اگر کوئی شخص خسار پیدار کے حصے کی ایک تولہ بھر چیز بھی مار لیتا ہے تو میزانِ عالم میں خلل برپا کر دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

۱۰: ۵ = وَالْاَرْضُ وَضَعَهَا - اى وضع الارض - وضع ماضی واحد مذکر غائب - وَضَعٌ (باب فتح) مصدر - بمعنى نیچے رکھنا۔ اسی سے مَوْضِعٌ رکھنے کی جگہ، جس کی جمع مَوَاضِعُ ہے اسی سے وضع کا لفظ وضع حمل اور بوجھ اتارنے کے لئے آتا ہے لیکن اسی مادہ اوضِع سے بمعنی خلق اور ایجاد (یعنی پیدا کرنا) بھی آیا ہے۔ چنانچہ وضع البیت کے معنی مکان بنانے کے آئے ہیں۔

مثلاً إِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ (۳: ۹۵) تحقیق پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا تھا۔ اور اسی سے آیت نہد میں بمعنی پیدا کرنا یا بچھانا آیا ہے۔ وَالْاَرْضُ وَضَعَهَا لِلْاِنَامِ: اور اسی نے مخلوق کے لئے زمین بچھائی (پیدا کی) اسی مادہ سے اور معنی بھی مشتق ہیں۔

== الْاِنَامِ - بمعنی الحيوان ككله (ابن عباس) تمام جاندار بمعنی الانس والجن (حسن) انسان اور جن۔ بہتوں نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ لفظ بہر اس جگہ (آیت نہد) جن اور انس



ہی مراد ہیں کیونکہ خطاب انہی دونوں کو کیا گیا ہے اور آگے چل کر قِبَائِي الْاَلَاءِ رَبِّكُمْ مَا  
تَكْذِبُنِ مِیْنِ۔ یہی دونوں نوعین مخاطب ہیں  
ترجمہ ہوگا:-

اور اس نے جن وانس کے لئے زمین کو (سپید کیا اور اس کی جگہ پر) رکھ دیا۔

۵۵: ۱۱ = فِيهَا۔ اِی فِی الْاَرْضِ

== فَاکْهَتْ ف ک ہ ما ڈہ سے بروزن فاعل اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔  
جس کی جمع فواکہ ہے۔ تا آخر میں مبالغہ کی ہے۔ فَکِهُ طُوعِ اور مَنَسِ مَنَسِ کر باتیں کرنے  
ولے کو کہتے ہیں۔

ابن کيسان نے فاکهته سے وہ بے شمار نعمتیں مراد لی ہیں جو لذت کے لئے کھائی  
جاتی ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ ہر قسم کے میوہ جات پر بولا جاتا ہے۔  
اور بعض نے کہا ہے کہ کھجور اور انار کے علاوہ باقی میوہ جات کو فاکهتہ کہا جاتا ہے اور انہوں  
ان دونوں کو اس لئے مستثنیٰ کیا ہے کہ قرآن مجید میں ان دونوں کو فاکهتہ پر عطف کے ساتھ  
ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے فِيهَا فَاکْهَتْ وَ نَخْلٌ وَ زَمَانٌ (۶۸، ۵۵) اس سے معلوم ہوتا  
ہے کہ یہ دونوں فاکهتہ کے غیر ہیں

== وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ۔ داؤ عاطف۔ النخل موصوف (کھجور) ذَاتُ  
الْاَكْمَامِ۔ مضاف مضاف الیه مل کر صفت۔

اکمام جمع اس کا واحد کِمٌّ ہے۔ کِمٌّ اس غلاف کو کہتے ہیں جو کل یا پھل  
پر لپیٹا ہوا ہو۔ یہ قدرتی طور پر پھلوں پر چڑھا ہوا ہوتا ہے تاکہ اس کا نرم گودا ضائع نہ ہو جائے  
کھجور کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں اسی طرح کیلے کے پھل پر پہلے ہر ایک تہ پر غلاف  
ہوتا ہے۔ ازاں بعد ہر ایک پھلی پر ایک موٹا پھلکا ہوتا ہے اسی طرح اور کئی میووں پر غلاف  
ہوتا ہے۔

الْكُمَّةُ ایک طرح کی گول ٹوپی جو سر پر پہنی جاتی ہے۔

وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ۔ اور کھجوریں غلافوں والی

== وَالْحَبُّ۔ اس کا عطف فاکهتہ پر ہے اور اس زمین میں اناج ہے۔

الْحَبُّ۔ اناج کے دانہ کو حَبُّ یا حَبَّةٌ کہتے ہیں۔ مثلاً گندم، جو۔ یا دیگر اناج اور

غذہ کے دانے۔ یہ موصوف ہے اور ذُوا الْعَصْفِ اس کی صفت ہے۔

ذُوا الْعَصْفِ مضاف مضاف الیہ۔ الْعَصْفُ بمعنی مھبس، مھوسا۔ چھلکا۔ جو دانے کے اوپر لپٹا ہوتا ہے۔ کھیت کے پتے۔

تفسیر کبیر میں اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں:-

۱۔ مھوسہ جو ہمارے مویشی کھانے ہیں۔

۲۔ اس پوٹے کے پتے جس کے ڈنٹھل ہوں اور اس ڈنٹھل کے اطراف و جوانب میں پتے ہوں۔ جیسے کہ خوشے کے اوپر کے پتے ہوتے ہیں۔

۳۔ کھائے ہوئے پھل کا چھلکا۔ (ملاحظہ ہو سورۃ الفیل)

عَصْفٌ جمع ہے اس کا واحد عَصْفَةٌ وَعَصَافَةٌ ہے۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:-

فَالْعَصِيفُ عَصْفًا: (۲: ۷۷) پھر زور بکڑ کر جھکڑ ہو جاتی ہیں۔ یہاں عَصْفٌ

رہا ب ضرب مصدر بمعنی جھکڑ کے ہے جو اس زور سے چلتا ہے کہ چیزوں کو توڑ پھوڑ کر مھوسا بنا دے۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ: اور اناج جس کے ساتھ مھبس ہوتا ہے۔

== الرَّيْحَانُ - روح۔ یا ریح مادہ سے ہے۔ جو اس کو اجوف وادی (روح خیال کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کی اصل ریحو حان ہے۔ اس میں ادغام کر کے تخفیف کی گئی ہے۔ باین دلیل کہ اس کی تصغیر ریحاہین پر ہے۔

اور جو اسے اجوف یائی (ریح) سے لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ریشطان کے وزن پر ہے اور اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ باین دلیل کہ اس کی جمع ریحاہین ہے جیسے شیطان اور شیاطین ہیں۔

ریحان ہر گنے والی خوشبودار چیز کو کہتے ہیں۔ رزق (روزی) کے معنی بھی ہیں

یعنی کھانے کا اناج۔ ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہ کہاں جا رہے ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ

أَطْلُبُ مِنَ رَيْحَانِ اللَّهِ فِي رِزْقِ كَيْ تَلَّاشُ فِي هَوْنٍ .

۵۵: ۱۳ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ: و سببیہ ہے اور اتی استفہامیہ

ہے۔ اور استفہام کا مقصد ہے:-

اے اللہ کو مٹو کہ کرنا۔

۲۔ تکذیب الاء کو رد کرنا۔ کیونکہ الاء کا ذکر نعمتوں کے اقرار اور منعم کے شکر کا مقتضی ہے اور نعمتوں کی تکذیب کی نفی کر رہا ہے۔ اسی طرح ناشکری پر وعید (اور شکر پر) وعدہ نعمتوں کے اقرار و شکر کا موجب ہے:

حاکم نے بوساطت محمد بن منکدر حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:-

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے ہمارے سامنے سورۃ الرحمن آخر تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ: میں تم لوگوں کو خا موش دیکھ رہا ہوں۔ ایسا کیوں ہے؟ تم سے بہتر تو جن تھے جب اور جہنمی بار میں نے ان کے سامنے فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ پڑھی ہر بار انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے تیرے ہی لئے ہر طرح کی حمد ہے (و لا بشری من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد) (تفسیر مظہری) = الاء۔ جمع ہے اس کا واحد ائی ہے اس کا معنی ہے النعم نعمتیں (سان العزائم) امام سراج نے لکھتے ہیں:-

الاء کا واحد ائی والی ہے جس طرح اناء کا واحد انا و ائی آئے (مفرداً) نیز راجب نے بھی الاء کا ترجمہ نعمتیں کیا ہے۔ آیت دَاذْكُرُوا الْاِلاٰهَ اللّٰهِ (۴: ۴۰) کا ترجمہ کیا ہے: پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو۔

المبجی میں اَلْاٰلِیُّ الْاَلٰیُّ (جمع الاء) بمعنی نعمت، مہربانی، فضل لکھا ہے۔

علامہ مودودی نے الاء پر تفصیلی بحث کی ہے جسے درج ذیل کیا جاتا ہے اصل میں لفظ الاء استعمال ہوا ہے جسے آگے کی آیتوں میں بار بار دہرایا گیا ہے اور ہم نے مختلف مقامات پر اس کا مفہوم مختلف الفاظ سے ادا کیا ہے:

اس لئے آغاز میں ہی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس لفظ میں کتنی وسعت ہے اور اس میں کیا کیا مفہومات شامل ہیں۔

الاء کے معنی اہل لغت اور اہل تفسیر نے بالعموم نعمتوں کے بیان کئے ہیں تمام مترجمین نے بھی یہی اس کا ترجمہ کیا ہے اور یہی معنی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے منقول ہیں۔ سب سے بڑی دلیل اس معنی کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنوں کے اس قول کو نقل فرمایا ہے کہ وہ اس آیت کو

سن کر بار بار لا لبثیٰ من نعمک ربنا نکذب کہتے تھے۔  
لہذا زمانہ حال کے محققین کی اس رائے سے ہمیں اتفاق نہیں ہے کہ الآء نعمتوں  
کے معنی میں سرے سے ہوتا ہی نہیں۔

دوسرے معنی اس لفظ کے قدرت اور عجائب قدرت یا کمالات قدرت ہیں  
ابن جریر طبری نے ابن زید کا قول نقل کیا ہے کہ:۔ قِبَايِ الْآءِ رَبِّكُمَا کے معنی ہیں  
قِبَايِ قَدْرَةِ اللَّهِ۔ ابن جریر نے خود بھی آیات ۳۷، ۳۸ کی تفسیر میں الآء کو قدرت  
کے معنی میں لیا ہے امام رازی نے بھی آیات ۱۴-۱۵-۱۶ کی تفسیر میں لکھا ہے: یہ آیات  
بیان نعمت کے لئے نہیں بلکہ بیان قدرت کے لئے ہیں۔ اور آیات ۲۲، ۲۳ کی تفسیر میں  
وہ فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے عجائب قدرت کے بیان میں ہے نہ کہ نعمتوں کے بیان میں  
اس کے تیسرے معنی ہیں۔ خوبیاں، اوصاف حمیدہ اور کمالات و فضائل۔  
اس معنی کو اہل لغت اور اہل تفسیر نے بیان نہیں کیا ہے مگر اشعار عرب میں یہ لفظ کثرت سے  
اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ نالغہ کہتا ہے:

هم الملوک وابتاء الملوک لهد۔ فضل علی الناس فی الآء و النعم  
وہ بادشاہ اور شہزادے ہیں۔ ان کو لوگوں پر اپنی خوبیوں اور نعمتوں میں فضیلت حاصل ہے  
مہلہل اپنے بھائی کَلْبِیْب کے مرثیہ میں کہتا ہے:۔  
الحزم والعزم کان من طبائعہ : ما کلہ الا لئہ یا قوم اخصیہا  
حزم اور عزم اس کے اوصاف میں سے تھے۔ لوگو! میں اس کی ساری خوبیاں بیان  
نہیں کر رہا ہوں،

فضالہ بن زید العدوانی غریبی کی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:۔

غریب اچھا کام بھی کرے تو بُرا بنتا ہے اور: و تحمد الآء البخیل المدردہ  
مالدار بخیل کے کمالات کی تعریف کی جاتی ہے:

أجدع ہمدانی اپنے گھوڑے کسیت کی تعریف میں کہتا ہے کہ:۔

ورضیت الآء الکسیت فمن یبع۔ فرسًا فلیس جوادنا ببيع  
مجھے کسیت کے عمدہ اوصاف پسند ہیں اگر کوئی شخص کسی گھوڑے کو بیچتا ہے تو  
بیچے ہمارا گھوڑا بکنے والا نہیں ہے:

حساسہ کا ایک شاعر حبیب کا نام ابو تمام نے نہیں لیا ہے وہ اپنے مدوح

ولید بن ادہم کے اقتدار کا مرتبہ لکھتا ہے :-

اذا ما امرؤ اثنى بالآءِ ميث : فلا يبعد الله الوليد بن ادہما

فما كان فراحاً اذا الخير مسته : ولا كان مثاناً اذا هو العما

ترجمہ :- جب بھی کوئی شخص مرنے والے کی خوبیاں بیان کرے : تو خدا نہ کرے کہ ولید بن ادہم اس موقع پر فراموش ہو۔

اس پر اچھے حالات آتے تو پھولتا نہ سماتا تھا۔ اور کسی پر احسان کرتا تھا تو جاتا نہ تھا :

طریقہ ایک شخص کی تعریف میں کہتا ہے :-

کامل يجمع الاء الفتى - نبه سید سادات خضہ

وہ کامل اور جوانمردی کے اوصاف کا جامع ہے ۔ شریف ہے سرداروں کا سردار، دریا

ان شواہد و نظائر کی روشنی میں ہم نے لفظ الاء کو اس کے وسیع معنی میں لیا ہے

اور ہر جگہ موقع محل کے مطابق اس کے جو معنی مناسب تر نظر آتے ہیں وہی ترجمے میں درج

کر دیئے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر ایک ہی جگہ الاء کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں اور ترجمے

کی مجبوری سے ہم کو اس کے ایک ہی معنی اختیار کرنے پڑے ہیں کیونکہ اردو زبان میں کوئی

لفظ اتنا جامع نہیں ہے کہ وہ ان سارے مفہومات کو بیک وقت ادا کر سکے۔ مثلاً اس

آیت ۱۳ میں زمین کی تخلیق اور اس میں مخلوقات کی رزق رسانی کے بہترین انعامات ذکر کرنے

کے بعد فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے رب کی کن کن الاء کو جھٹلاؤ گے : اس موقع پر الاء صرف

نعمتوں کے ہی معنی میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی قدرت کے کمالات اور اس کی

صفات حمیدہ کے معنی میں بھی ہے۔ یہ اس کی قدرت کا کمال ہے کہ اُس نے اس کثرۃ خاک کی

اس عجیب طریقے سے بنایا کہ اس میں بے شمار اقسام کی زندہ مخلوقات رہتی ہیں اور طرح طرح

کے پھل اور نعلے اس کے اندر پیدا ہوتے ہیں اور یہ اس کی صفات حمیدہ ہی ہیں کہ اس کے

ان مخلوقات کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں ان کی پرورش اور رزق رسانی کا بھی انتظام

کیا اور انتظام بھی اس شان کا کہ ان کی خوراک میں نری غذائیت ہی نہیں ہے بلکہ لذت کام

ودہن اور ذوق نظر کی بھی ان گنت رعایتیں ہیں۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی کارگیری کے صرف ایک کمال کی طرف بطور نمونہ اشارہ

کیا گیا ہے کہ کھجور کے درختوں میں پھل کس طرح غلافوں میں لپیٹ کر پیدا کیا جاتا ہے اس کی

ایک مثال کو نگاہ میں رکھ کر ذرا دیکھئے کہ کیلے، انار، سنترے، ناریل اور دوسرے پھلوں

کی پلنگ میں آرٹ کے کیسے کیسے کمالات دکھائے گئے ہیں۔ اور یہ طرح طرح کے نغے اور دالیں اور جوب جو ہم بے فکری کے ساتھ پکا پکا کر کھاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو کیسی کیسی نفیس بالوں اور خوشوں کی شکل میں پیک کر کے اور نازک چپکوں میں لپیٹ کر پیدا کیا جاتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

== تَكْدِيْبُنِ : مضارع تثنيه مذکر حاضر۔ تَكْدِيْبٌ ( تَفْعِيْلٌ ) مصدر۔ تم دونوں جھٹلاتے ہو۔ یا۔ تم دونوں جھٹلاؤ گے۔

یہاں مخاطب جن و انس میں اس لئے تثنیہ کا صیغہ لایا گیا ہے بعض کے نزدیک خطاب انسان سے ہے اور واحد کی بجائے تثنیہ کا صیغہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے اس کی مثال قرآن مجید میں اور جگہ ملتی ہے۔ مثلاً:

اَلْفِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كَلَّا كَفَّارٍ عَنِيدٍ (۲۴:۵۰) ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔ یہاں تثنیہ کا صیغہ تاکید کے فائدہ کے لئے آیا ہے۔

## فَالِدًا:

یہ آیت اس سورت میں ۳۱ بار دہرائی گئی ہے۔ تفسیر حقانی میں اس کی وضاحت میں تحریر ہے:-

شعرا نے عرب بلکہ عجم چند اشعار مختلف المضامین کے بعد ایک بند بطور مسدس یا مخمس کے ایک اشتراک خاص ملحوظ رکھ کر مکرر لایا کرتے ہیں، جس سے اس مضمون کی خوبی دو بالا ہو جاتی ہے اور سامع کی طبیعت جو کسی قدر غافل ہو جاتی ہے اس پر ایک کوڑا سا تنبیہ کرنے کے لئے پڑ جاتا ہے۔

اسی طرح اس سورت میں وہ بند فَبَايَ الْاَعْرَابِ رَبِّمَا تَكْدِيْبُنِ ہے جو ہر ایک جاں بخش مضمون کے بعد مکرر آکر مطالب میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس بات کا لطف انہیں کو زیادہ آتا ہے جو کہ مذاق سخن سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔ عبارت کا دلکش ہونا بھی اثر کلام میں بڑی تاکید کرتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

اس طرح سورۃ القمر میں جملہ وَلَقَدْ كَيْسَرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّةٍ كِيْرٍ۔ چار دفعہ اور سورۃ الْمُرْسَلَاتِ میں جملہ وَنِیلٌ يَوْمَئِذٍ لَّا سَكْدٍ بَيْنَ دَسْ مَرْتَبَةٍ دہرایا گیا ہے۔

۱۴:۵۵ = صَلَّالٍ۔ بختی ہوئی مٹی۔ کھنکھاتی ہوئی مٹی۔ وہ خشک مٹی کہ جب اس پر

انگلی ماری جائے تو بچنے اور کھنکھانے لگے، صلصال کہلاتی ہے۔  
امام راغب لکھتے ہیں کہ :-

صلصال اصل میں خشک چیز کے بچنے کا نام ہے اسی سے محاورہ ہے صَلَّ الْمِسْمَارُ  
(کھونٹی بجی)

بعض نے کہا ہے کہ صلصال سڑی ہوئی مٹی ہے۔ یہ عرب کے محاورہ صَلَّ اللَّحْمُ  
سے ماخوذ ہے۔ (گوشت سڑ گیا۔)

== كَالْفَخَّارِ: ک تشبیہ کا ہے اس کا واحد فَخَّارَةٌ ہے، ٹکڑوں کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ  
ٹھوکا لگانے سے اس طرح زور سے بولتے ہیں جیسے کوئی بہت زیادہ فخر کر رہا ہو۔ یہ الفخر  
(باب نصر) سے مصدر ہے۔ جس کے معنی ان چیزوں پر اترانے کے ہیں جو انسان کے ذاتی  
جوہر سے خارج ہوں۔ مثلاً مال و جاہ وغیرہ۔ فاخر اسم فاعل ہے اور فخور و فخیر  
مبالغہ کے صیغے ہیں۔

## فَائِدَةٌ :- حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں قرآن مجید میں مختلف

الفاظ مذکور ہیں کہیں ارشاد ہے :-

۱۔ اِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ (۵۹:۳)  
بے شک (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کا حال (حضرت) آدم (علیہ السلام) کا سا ہے: اس  
نے مٹی سے اس کو پیدا کیا۔

۲۔ کہیں فرمایا ہے اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِنْ طِينٍ لَّا زَبٍ لَّا زَبٍ (۲۱:۳۰) بیشک ہم نے  
(جتنی خلقت بنائی ہے) اس کو چکے گائے سے بنایا ہے۔

۳۔ کہیں فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَآءٍ مَّسْنُوْنَ  
(۲۶:۱۵) اور ہم نے انسان کو کھنکھانے سڑے ہوئے گائے سے پیدا کیا ہے

۴۔ پھر ارشاد ہوتا ہے :- خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ  
(۱۴:۵۵) اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھاتی مٹی سے بنایا۔

درحقیقت ان الفاظ میں اختلاف نہیں ہے بلکہ مطلب ایک ہی ہے۔ کیونکہ حضرت  
آدم کو اللہ تعالیٰ نے اول مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس میں پانی ملا تو طین لَّا زَبٍ ہوئی  
یعنی اس میں چپک پیدا ہوئی اس کے بعد حَمَآءٍ مَّسْنُوْنَ کہلاتی ہے کہ سیاہ ہوگئی اور

سڑ گئی۔ پھر حیب خشک ہوئی صلصال کا لفخار سے موسوم ہوئی۔ کہ ٹھیکری کی طرح کھن کھن بجنے لگی  
۵۵: ۱۵ = الْجَانُّ - جن، سانپ۔ حِبُّنُّ کی جمع ہے جس طرح ابوالبشر (سائے انسانوں  
کے باپ) کا نام آدم ہے اسی طرح ابوالجن (جنوں کے باپ) کا نام جَانُّ ہے۔ جن مسلمان بھی  
ہوتے ہیں اور کافر بھی۔ کھاتے پیتے اور مرتے جیتے رہتے ہیں۔

= خَلَقَ - اى الله خلق، مبتدأ، خبر، الله نے پیدا کیا۔

= مَارِجٍ - آگ کی لپٹ، بھڑکتا ہوا شعلہ، جس میں دھواں نہ ہو۔ مَوْجِحٍ چراگاہ اور اس  
میں جانوروں کو چھوڑ دینا ہے۔ جہاں گھاس بکثرت ہو اور جانور اس میں مگن ہو کر چرتے پھریں  
اور آیت مَرْجِ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ (۱۹: ۵۵) اس نے دو دریا چھوڑ دیئے (رواں کئے)  
جو آپس میں ملتے ہیں۔

المَرْجِجِ کے معنی اصل میں خلط ملط کرنے اور ملا دینے کے ہیں اور المَرْجُوجِ کے معنی اختلاط  
اور مل جانے کے ہیں۔ اور اسی سے آیت شریفیہ ہے۔ فَهَذَا فِيْ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (۱۵: ۵۰) وہ  
ایک غیر واضح (یعنی خلط ملط یا گڈمڈ) معاملہ میں ہیں۔ اور یہی گڈمڈ کی سی کیفیت آگ کی لپٹ  
میں ہے کہ شعلہ جب اوپر کو اٹھتا ہے تو متعدد آگ کے دھائے آپس میں الجھے ہوئے اوپر کو اٹھتے  
معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان جانوروں میں اختلاط ہوتا ہے جو ایک چراگاہ میں آزادی سے گھومتے  
چرتے ہیں اور آپس میں ملتے جلتے ہیں علیحدہ ہوتے چرتے پھرتے ہیں۔

اسی طرح مَرْجِ الْبَحْرَيْنِ ہے کہ دونوں پانی باہم ملتے ہوئے بھی باہم اپنی علیحدہ  
علیحدہ حیثیت قائم رکھتے ہیں۔

امام سراج نے مَارِجٍ کے معنی آگ کا شعلہ جس میں دھواں ہو۔ کئے ہیں۔

لیکن اکثر علمائے اس سے مراد آگ کا وہ شعلہ مراد لیا ہے جس میں دھواں نہ ہو۔

= مِنْ نَّارٍ - بدل ہے مِنْ مَّارِجٍ کا۔ آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ۔

۵۵: ۱۶ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ - پس اے جن دانس تم اپنے رب کے کن  
کن عجائباتِ قدرت کو جھٹلاؤ گے، اگرچہ یہاں نعمت کا پہلو بھی موجود ہے لیکن موقع کی مناسبت  
سے الآء کے معنی عجائبِ قدرت زیادہ موزوں ہے۔

فَائِدَةٌ :- اس سورۃ میں جہاں جہاں فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ آیا ہے  
تفہیم القرآن میں دیئے گئے معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے :



۱۷:۵۵ = رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ : یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اسی ہو رب المشرقین و رب المغربین۔ وہ دو مشرقوں اور دو مغربوں کا پروردگار ہے۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ۔

جاڑے میں آفتاب اور جبکہ سے اور گرمیوں میں اور جبکہ سے طلوع ہوتا ہے اس ظاہر فرق کے لحاظ سے مشرقین یعنی دو مشرق کہتے ہیں۔ اسی طرح دونوں موسموں میں غروب بھی دو جبکہ ہوتا ہے اس لئے مغربین یعنی دو مغرب کہے جاتے ہیں۔ ورنہ ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب اور جبکہ سے ہوتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (۴۰:۴۰) مشرقوں اور مغربوں کا رب۔

۱۸:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ پس اے جن دانس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں بھی اگرچہ موقع و محل کے لحاظ سے الاء کا مفہوم "قدرت" زیادہ نمایاں محسوس ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی نعمت اور صفات حمیدہ کا پہلو بھی اس میں موجود ہے۔ ۱۹:۵۵ = مَرَجٍ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے چھوڑا۔ اس نے مخلوط کیا۔ اس نے چلایا۔ اس نے رواں کیا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۵:۵۵) متذکرۃ الصدر۔

== الْبَحْرَيْنِ : دو سمندر۔ بحر کاتینہ۔ بحالت نصب وجر۔ اور سورۃ الفرقان میں ان دو سمندروں کا ذکر یوں ہے۔

هُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّخْجُومًا (۵۳:۲۵) اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا۔ (مخلوط کیا) ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا۔ اور دوسرے کا کھاری کڑوا۔ (چھاتی جلانے والا) اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں مثلاً ذکر کرتے ہیں اراکان سے چائو گام تک ملے جلے چلتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح تلاطم آتا ہے مگر سفید ساکن رہتا ہے۔ کشتی سفید پانی میں چلتی ہے اور دونوں کے درمیان ایک دھاری سی چلی گئی ہے۔ سفید کا پانی میٹھا ہے اور سیاہ کا کڑوا۔ مولانا دریا آبادی اپنی تفسیر ماجدی میں لکھتے ہیں۔

ماہرین فن کا بیان ہے کہ سطح زمین کے نیچے پانی کے دو مستقل نظام جاری ہیں۔ ایک سلسلہ

آب شور کا ہے جو کہ سمندروں سے ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرا سلسلہ آب شیریں کا ہے جو عموماً دریاؤں، کنوؤں، جھیلوں سے نکلتا ہے۔ عام مشاہدہ سے بھی پایا جاتا ہے کہ زمین کے نیچے کھاری اور میٹھے پانی کے دھکے میلوں تک ساتھ ساتھ موجود ہیں اور بعض جگہ ایک فٹ کے فاصلہ پر ایک کنویں کا پانی میٹھا اور دوسرے کا کھارا نکل آتا ہے اسی طرح ایک سطح پر پانی کھارا ہے تو چند فٹ نیچے جا کر میٹھا پانی آجاتا ہے اور اس کے برعکس بھی۔

== يَلْتَقِينَ : مضارع ثنینه مذکر غائب التقاء (افتعال) مصدر۔ وہ دونوں ملے ہوئے ہیں۔ وہ دونوں ملتے ہیں۔

۵۵: ۲۰ = بَيْنَهُمَا۔ اسی بین البحرین۔ دونوں دریاؤں کے درمیان  
== بَوَّازٌ : روک۔ اوٹ۔ دو چیزوں کے درمیان کی حد۔ موت سے حشر تک کے عالم کو عالم برزخ کہتے ہیں۔

== لَا يَبْغِينَ۔ مضارع منفی ثنینه مذکر غائب یعنی (باب ضرب) مصدر وہ دونوں اپنے حدود سے آگے نہیں بڑھتے۔ یعنی اپنی درمیانی حد فاصل سے تجاوز کر کے آپس میں مل نہیں جاتے بلکہ قریب قریب اور متصل ہونے کے باوجود اپنی علیحدہ حیثیت قائم رکھتے ہیں۔

۵۵: ۲۱ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کرشموں کو جھٹلاؤ گے۔

۲۲: ۵۵ = اللَّوْلُؤُ، لعل، حروف مادہ۔ موتی۔ لآلی، جمع، تَلَاؤُ (تَفَعَّلُ) رباعی مجرد۔ مصدر۔ تَلَاؤُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز کے موتی کی طرح چمکنے کے ہیں۔

== مَوَّجَانٌ۔ چھوٹے موتی، مونگا۔ مہرج حروف مادہ

۵۵: ۲۳ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ؛ پس اے جن وانس تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کمالات کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں بھی اگرچہ آلایں قدرت کا پہلو نمایاں ہے لیکن نعمت اور اوصاف حمیدہ کا پہلو بھی محفی نہیں ہے (مودودی)

۵۵: ۲۴ = وَلَهُ وَاوْءَاظُ لَام تَمْلِكُ كَا۔ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع الرحمن ہے جس کا ذکر پہلے چلا آ رہا ہے۔

== الْجَوَارِ الْمُنشَأَتُ۔ موصوف و صفت۔ جَوَارِ جمع جَارِيَةٍ کی جس کے معنی کشتی کے ہیں۔ جَوْجَوِي (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے بمعنی چلنے والی

چونکہ کشتی سطح آب پر چلتی ہے اسی لئے جَارِيَةٌ کہلاتی ہے جَارِيَةٌ کی جمع جَارِيَاتٌ بھی ہے  
 الْمُنْشَأُتُ: اسم مفعول جمع مَوْنُث۔ الْمُنْشَأَةُ واحد۔ اِنْتِشَاءُ (افعال) مصدر  
 سطح سمندر سے اونچی کی ہوئی کشتیاں، یادہ کشتیاں جن کے بادباں اونچے ہوتے ہیں۔  
 نَشَأُ وَنَشَأَةٌ (باب فتح، کرم) سے بمعنی پیدا ہونا ہے۔ اِنْتِشَاءُ (افعال) پیدا کرنا  
 پرورش کرنا۔ اوپر ابھارنا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳:۱۲)  
 اور بھاری بھاری بادل اٹھاتا ہے یا پیدا کرتا ہے۔

== كَالْعَلَمِ: ک تشبیہ کا۔ اَعْلَامٌ پہاڑ عَلَمٌ کی جمع۔ عَلَمٌ اصل میں اس علامت کو  
 کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی شے کا علم ہو سکے۔ جیسے نشانِ راہ کے پتھر۔ فوج کا علم۔ اسی اعتبار سے  
 پہاڑوں کا نام بھی اَعْلَامٌ ہو گیا۔

ترجمہ۔ اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے

ہوتے ہیں۔

== ۲۵:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ پس اے جن و انس تم اپنے رب کے  
 کن کن احسانات کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں الآء میں نعمت و احسان کا پہلو نمایاں ہے، اس کی  
 قدرت اور صفات حسنہ کا پہلو بھی موجود ہے۔

== ۲۶:۵۵ = كُلُّ مَرَجٍ۔ كُلُّ مَضَافٍ مِّنْ مَّوْصُولٍ مَّضَافٍ إِلَيْهِ۔ ہر ایک، ہر کوئی۔

== عَلَيْهَا: میں ہا ضمیر واحد مَوْنُث غائب کا مرجع وَ الْأَرْضُ وَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ میں  
 الارض ہے (آیت نمبر ۱)

== فَاِنَّ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ فَنِي (باب سمع) فَنِي (باب فتح) وَفَنَاءُ مصدر  
 فنا ہو جانا۔ معدوم ہو جانا۔ فَاِنَّ اصل میں فَاِنِّي مُتَّحَا۔ می پر ضمہ دشوار تھا۔ اسے گرا دیا  
 اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوتے، اسی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ فَاِنَّ ہو گیا  
 فنا ہو جانے والا۔ معدوم ہو جانے والا۔ فَاِنَّ خبر ہے كُلُّ مَرَجٍ کی۔

== ۲۷:۵۵ = يَبْقَى، مضارع واحد مذکر غائب بَقَاءُ (باب سمع) مصدر۔ باقی رہیگا۔ فنا

نہ ہونا۔

== وَجْهٌ رَبِّكَ۔ وَجْهٌ مَضَافٍ، رَبِّكَ مَضَافٌ مَضَافٍ إِلَيْهِ مَرَّةً وَجْهٌ كَمَا مَضَافٌ إِلَيْهِ  
 اس کے اصل معنی چہرہ کے ہیں جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ  
 وَأَيْدِيَكُمْ (۵:۶) اپنے منہ اور ہاتھ دھو لیا کرو۔ اور چونکہ استقبال کے وقت سب سے پہلے

انسان کا چہرہ سامنے نظر آتا ہے۔ اس لئے کسی چیز کا وہ حصہ جو سب سے پہلے نظر آئے اسے وجہ کہہ لیتے ہیں وَجْهَ النَّهَارِ۔ دن کا اول حصہ۔

وَجْهٌ بِمَعْنَى ذَاتٍ هِيَ جِيسَاكَ آيَةٌ نِهَا مِیں :

اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال و عظمت ہے۔ باقی رہ جائے گی یا جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (۲۸۱: ۲۸۸) اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

== ذُو الْجَلَالِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے وَجْهٌ کی۔ (اللہ کی ذات جو صاحب جلال ہے۔ جلال۔ بندگی، عظمت، بلند مرتبہ ہونا۔ جَلَّ يَجْلُو (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ جَلَالَةٌ کے معنی عظمت قدر، یعنی بلند مرتبہ ہونے اور جَلَالٌ کے معنی عظمت قدر کی انتہا کے ہیں۔ اسی لئے یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے چنانچہ یہ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ صرف اسی کو کہا جاتا ہے دوسروں کے لئے استعمال نہیں کیا جاسکتا۔

== وَالْإِكْرَامِ اس کا عطف الجلال پر ہے۔ اللہ کی ذات صاحب جلال و صاحب اکرام ہے۔ اکرام باعظمت ہونا دوسرے کو عزت دینا اور اس پر کرم کرنا۔ بروزنہ افعال مصدر ہے۔ اکرام کے دو معنی آتے ہیں ۱:- یہ کہ دوسرے پر کرم کیا جائے۔ یعنی اس کو ایسا نفع پہنچایا جائے جس میں کسی طرح کا کھوٹ نہ ہو۔

۲:- یہ کہ جو چیز عطا کی جائے وہ عمدہ چیز ہو۔

آیت ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ میں لفظ اکرام میں دونوں معنی پائے جاتے ہیں کرم کا لفظ قرآن مجید میں جہاں بھی آیا ہے وہاں احسان و انعام الہی مراد ہے۔ ۲۸: ۵۵ = فَيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَكُونُوا لِلرَّبِّ ذُلًّا مُّخْفِينَ۔ پس اے جن وائس تم اپنے رب کے کن کن کمالات جھٹلاؤ گے!

۲۹: ۵۵ = يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طِ جَوْ كَوْنِي أَسْمَانٍ مِیں ہے یا زمین میں اسی کا سوال ہے۔ یعنی فرشتے جنات، اور انسان سب اپنی اپنی حاجتیں اللہ سے ہی مانگتے ہیں۔ رزق، صحت، عافیت، توفیق عبادت، مغفرت اور نزول تجلیات

دبرکات کے اسی سے طلب گار ہوتے ہیں۔

اگر مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ سے سب مخلوق مراد لی جائے تو اس صورت میں سوال سے مراد وہ حالت و کیفیت ہوگی جو احتیاج پر دلالت کرتی ہے خواہ زبان سے اس کا اظہار کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

== كَلَّ يَوْمٌ هُوَ فِي شَأْنٍ: جملہ مستانفہ ہے كَلَّ يَوْمٌ مضاف مضاف الیہ یعنی کل وقت من الاوقات و لَحْظَةٌ مِنَ اللَّحْظَاتِ۔ ہر وقت، ہر لحظہ۔ كَلَّ يَوْمٌ۔ منصوب بوجہ ظرفیت کے ہے۔ تقدیر کلام ہے ہوتا بت فی شان کل یوم وہ ہر وقت کسی نہ کسی دھندے میں لگا رہتا ہے۔ شان۔ دھندا۔ فکر، حال۔ کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ بُرا ہو یا بھلا۔ شان کہتے ہیں۔ اس کی جمع شئون ش و ن حروف مادہ ۲۰: ۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ۔ پس اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی اوصافِ حمیدہ کو بھٹلاؤ گے۔

۲۱: ۵۵ = سَنَفْرُغُ لَكُمْ۔ س مستقبل قریب کے لئے ہے نَفْرُغٌ مضارع جمع متکلم فَرَاغٌ (باب نصر، مصدر۔ ہم قصد کریں گے۔ ہم فارغ ہوں گے۔ ہم متوجہ ہوں گے۔) (حساب کی طرف)

الْفَرَاغُ شغل کی ضد ہے۔ اور فَرُؤُغًا (باب نصر، مصدر بمعنی خالی ہونا ہے۔) فَا رِغٌ خالی۔ قرآن مجید میں ہے۔ فَا صَبَرَ فُؤَادُ مُوسَىٰ فِرْعَانَ ۲۸: ۲۸ اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کا دل بے صبر ہو گیا۔ یعنی خوف کی وجہ سے گویا عقل سے خالی ہو چکا تھا۔

اور بعض نے فَا رِغًا کا معنی اس کی یاد کے سوا باقی چیزوں سے خالی ہونا بھی کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَا إِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ (۹۴: ۲۷) جب تم (اور کاموں کے) فارغ ہو کر تو عبادت میں مہممت کیا کرو۔ آیت نذرا کا مطلب ہے کہ:-

(اے جن و انس) ہم عنقریب (اوقات مقررہ کے مطابق) فارغ ہو کر اپنے وقت مقررہ پر تمہاری باز پرس کے لئے (متوجہ ہوا چاہتے ہیں۔)

== الثَّقَلَانِ، مادہ ثقل سے مشتق ہے ثقل کے معنی بوجھ کے ہیں اور ثَقَلٌ اس بوجھ کو کہتے ہیں جو سواری پر لدا ہوا ہو۔ سو ثَقَلَانِ کا لفظی ترجمہ ہو گا:- دو لدے ہو بوجھ

دو بھاری چیزیں۔ دو بوجھل خلقتیں (مراد جن و انسان) جن اور انسان کو ثقلان اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ زمین پر بھاری بوجھ ہیں۔

۱۲۔ یا اس لئے کہ گراں قدر و گراں منزلت ہیں۔

۱۳۔ یا اس لئے کہ یہی خود تکلیف شرعیہ سے گراں بار ہیں۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اے جن و انس ہم عنقریب ہی تمہارے (حساب و کتاب کے) فارغ (خالی) ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر منطہری)

عنقریب ہم تم سے باز پرس کرنے کے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں۔ (مودودی)

۳۲:۵۵ = فَبَايَ الْأَمْرُ بَيْكَمَا تَكُنْ بَنُ: (پھر دیکھ لیں گے کہ تم اپنے رب کے کن کن احسانات کو جھٹلاتے ہو۔

۳۳:۵۵ = يَمَعْشَرِ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ: یا حرف نداء ہے مَعْشَرِ الْجِبِّ وَالْإِنْسِ منادی۔ مَعْشَرِ الْجِبِّ مضاف مضاف الیہ۔ الانس کا عطف الجن پر ہے اسی و معشر الانس، معشر اسم مفرد ہے۔ بڑا گروہ۔ اس کی جمع مَعْشَرٌ ہے۔ اے گروہ جن و انس۔

= اِنْ اسْتَطَعْتُمْ: اِنْ شرطیہ ہے اسْتَطَعْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، اسْتَطَاعَ عَدُوٌّ (استفعال مصدر) ماضی معنی حال ہے) تم کر سکتے ہو، تم سے ہو سکتا ہے۔ تم میں استطاعت ہے

= اَنْ تَنْفُذُوا۔ اَنْ مصدر یہ ہے تَنْفُذُوا مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر حاضر۔ نَفُوذٌ (باب نصر) مصدر۔ تم نکل بھاگو۔ تم باہر چلے جاؤ۔

= مِنْ أَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: مضاف مضاف الیہ۔ أَقْطَارٌ جمع قَطْرٌ کی معنی جانب یا طرف،

= اَلْفُذُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، نَفُوذٌ (باب نصر) مصدر۔ (تو) نکل بھاگو،

= لَا تَنْفُذُوْنَ: لانا فیہ، تَنْفُذُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر، تم نہیں بھاگ سکو گے، تم نہیں نکل سکو گے۔

= اِلَّا بِسُلْطٰنٍ: اِلَّا حرف الاستثناء۔

سُلْطٰنٍ۔ زور، قوت، حجت، برہان، سند،

ترجمہ آیت کا یوں ہے: اے گروہ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے

نکل جاؤ۔ تو نکل جاؤ۔ سلطان کے سوا تم نکل سکتے ہی نہیں۔

ارض و سماء کے اطراف و اکناف سے نکل بھاگنے کی کئی صورتیں ہیں :- مثلاً۔

- ۱۔ قیامت کے روز فرشتے آسمانوں سے اتریں گے اور تمام خلائق کو گھیرے میں لے لیں گے جب جن و انس ان کو دیکھیں گے تو وہ گھیرے سے باہر بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن جدھر بھی جائیں گے اپنے آپ کو بے بس اور گھرا ہوا پائیں گے۔
- ۲۔ قیام قیامت کے وقت لوگ بازاروں میں ہوں گے کہ فرشتوں کو اتا دیکھ کر بھاگنے لگیں گے لیکن فرشتے ان کو گھیرے میں لے کر ان کا فرار ناممکن بنا دیں گے۔
- ۳۔ بعض کے نزدیک یہ موت سے فرار کے وقت کا منظر ہے لوگ موت سے بھاگیں گے لیکن فرشتے ان کو گھیر لیں گے

۴۔ یا یہ کہ لوگ زمین اور آسمانوں میں یہ جاننے کے لئے کہ ان میں کیا ہے ادھر ادھر نکلنے کی کوشش کریں گے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

جن و انس کی بیچارگی اور ناکامی کی وجہ طاقت و قوت اور سند من اللہ کا نہ ہونا ہے ایسا وہ طاقت ہی سے کر سکتے ہیں جو ان کے پاس ہے ہی نہیں کیونکہ اس کا منبع ذات الہی ہے اور جب تک اس کی طرف سے توفیق نہ ہو جن و انس کی کامیابی ناممکن ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ سُلْطٰن سے مراد سند، اجازت، حجت و برہان ہے۔ چنانچہ تاج العروس میں ہے کہ :-

سُلْطٰن کے معنی حجت و برہان کے ہیں اسی معنی میں ارشاد الہی ہے :-

لَا تَنْفُذُونَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (انہیں نکل سکتے بدون سند کے)

البتہ اس کی قوت اور اس کی سند اگر کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ ان حد بندیوں سے باہر نکل سکتا ہے کما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفذ ببدنہ لیلۃ المعراج من السَّمٰوٰت السبع الی سدرۃ المنتہی۔

یعنی جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم شب معراج میں اپنے جسم اطہر کے ساتھ ساتوں آسمانوں سے پار سدرۃ المنتہی تشریف لے گئے۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :-

بعض اہل علم کا قول ہے کہ تنبیہ، تخویف اور باوجود کامل قدرت رکھنے کے درگزر کرنا اور معاف کر دینا یہ سب کچھ اللہ کی نعمت ہے اور عقلی معراج اور تمام ترقیات اور ایسے اسباب

ترقیات کہ ان کے ذریعے سے لوگ آسمانوں سے بھی اوپر پہنچ جائیں۔ ان کا شمول بھی الاء اللہ میں سے ہے۔ (تفسیر مظہری)

۵۵:۳۴ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ پس اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے

۵۵:۳۵ = يُرْسَلُ، مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِرْسَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر چھوڑا جائے گا۔ بھیجا جائے گا۔

= شُواظٌ۔ شعلہ۔ بے دھوئیں کی آج، اسم ہے۔ يُرْسَلُ کا مفعول ما لم یسم فاعل۔

= مِنْ نَّارٍ جَارٍ مجرور۔ شُواظٌ کی صفت ہے۔ شواظ من نار آگ کا شعلہ = وَ نَحَاسٍ۔ واو عاطفہ نَحَاسٌ معطوف۔ اس کا عطف شواظ پر ہے۔ اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں۔

۱، دُھواں۔ امدارک، خازن، حبلا لیں، معالم

۲، پگھلا ہوا تانبہ۔ المہل، یعنی تلچھٹ پگھلا ہوا تانبہ۔ (مجاہد۔ قتادہ)

۳، بغیر دھوئیں کے لپٹ، چونکہ لپٹ کا رنگ تانبہ ہوتا ہے رنگ میں مشابہت کی وجہ سے لپٹ کو نحاس کہا جاتا ہے (راغب)

۴، وہ لال چنگاریاں جو لوہا لال کر کے پٹنے کے وقت نکلتی ہیں۔ آگ (رفا موس) عموماً اہل تفسیر نے اس کا ترجمہ دھواں کیا ہے۔

= لَا تَنْتَصِرَانِ۔ مضارع منفی تثنیہ مذکر حاضر، اِنْتِصَارٌ (اِفْتَعَالٌ) مصدر تم (دونوں) کوئی مدد نہ لے سکو گے (یعنی تم اس کو دفع نہ کر سکو گے۔ اِنْتِصَارٌ بمعنی مدد طلب کرنا۔ مدد لینا۔ ظالم سے انتصار کے معنی اس کو سزا دینا اور اس سے انتقام لینا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَمَنْ اَنْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ، فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ (۴۲) اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے۔

۵۵:۳۶ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ؛ اے جن و انس، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟



علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں :-

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ موجباتِ عذاب سے ڈرانا بھی ایک نعمت خداوندی ہے اس لئے موجباتِ عذاب سے اجتناب لازمی ہے اور فرمانبردار اور نافرمان کے معاوضہ میں (ثواب و عذاب کا) امتیاز بھی اللہ کی نعمت ہی ہے اس لئے نافرمانی سے گریز ضروری ہے۔

۳۷:۵۵ = فَادَا فِ عَطْفِ كَابٍ۔ اِذَا حُرِفَ شَرْطٌ بِـ اِنشَقَّتْ، ماضی (یعنی مستقبل) واحد مؤنث غائب انشقاق (انفعال) مصدر۔ اور جب آسمان پھٹ جائے گا تو نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۴:۱) یہ جملہ شرطیہ ہے۔

= فَكَانَتْ وَرْدَةً فِ جَوَابِ شَرْطٍ كَلِمَةٌ (ماضی یعنی مستقبل) واحد مؤنث غائب کا مزج السماء ہے۔ كَوْنٌ رَّبَابٍ نَصْرٌ مَصْدَرٌ۔ وَرْدَةٌ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ خَيْرِ كَانٍ كَيْ۔ بِمَعْنَى سُرْخٍ (جیسا چمڑہ۔ سفید مالِ لَبْرُخِي۔ سرخ گلاب کی طرح) وَرْدَةٌ بِطَوْرِ اسْمِ جِنْسٍ بِمَعْنَى كَلَابٍ كَابِ بِمَعْنَى لَبْرُخِي، فَكَانَتْ وَرْدَةً جَمْلَةٌ جَوَابِ شَرْطٍ هِيَ۔

= كَالِدِ هَانٍ۔ كَافٌ تَشْبِيهٌ كَابٍ هَانٌ جَمْعٌ دُهْنٌ كِي يَأْذِهِنَّ كِي بِمَعْنَى تَيْلٍ كِي تَلْجُوثٌ۔ لِعَبَسٍ كَيْ نَزْدِكِي يَه دُهْنٌ كِي جَمْعٌ هِيَ جَيْسِي رُمُحٌ وَرِمَاحٌ هِيَ اَوْرَ اس كِي مَعْنَى تَيْلٍ كِي هِيَ۔ كَالِدِ هَانٍ صِفْتٌ هِيَ وَرْدَةٌ كِي۔ وَتَوَعُّقٌ قِيَامَتِ بَكِي دَقْتِ آسْمَانِ كِي كَيْفِيَّتِ بِيَانِ كِي جَارِي هِيَ۔ يَا كَالِدِ هَانِ خَيْرٌ دَوْمٌ هِيَ كَانَتْ كِي۔ اس صورت میں معنی ہوں گے۔

آسمان کا رنگ سرخ گلاب کی طرح ہو جائے گا اور تیل کی طرح پگھل جائے گا۔ اِذَا كِي جَزَا مَحْذُوفٌ هِيَ۔ يَعْنِي جَبِ آسْمَانٍ پھٹ کر سرخ گلاب کی طرح ہو جائے گا تو وہ کیسا ہولناک منظر ہوگا۔

۳۸:۵۵ = فَبَايَ الْاٰءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِيْنَ۔ پس اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔

۳۹:۵۵ = فَيَوْمَئِذٍ اِي يَوْمٍ اِذْ تَنْشَقُّ السَّمَاوُ حَسْبًا ذِكْرٌ يَعْنِي حَسْبُ دِنٍ حَسْبٌ ذِكْرٌ بِالْاَسْمَانِ پھٹ جائے گا۔

= لَا يَسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهِ اِنْسٌ وَلَا جَانٌّ۔ (اس روز) کسی انسان و جن سے اس کے جرم کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح اپنی تفسیر مظہری میں اس آیت کی شرح میں

لکھتے ہیں۔

یعنی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ کام کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے ہی اس کا علم ہوگا۔ اور اعمال ناموں والے فرشتے اعمال لکھ ہی چکے ہوں گے اور عذاب والے فرشتے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔ ہاں اعمال کی باز پرس ہوگی یعنی یہ پوچھا جائے گا کہ جب تم کو نعمت کر دی گئی تھی تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جب کرنے کا حکم دیدیا گیا تھا تو ایسا کیوں نہیں کیا۔ اس وضاحت کے بعد اس آیت میں اور آیت فَوَمَا تَبْتَكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۱۵۱: ۹۲: ۹۳) میں تضاد پیدا نہیں ہوتا۔

ترجمہ :- تیرے پروردگار کی قسم ہم ان سے ضرور باز پرس کریں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے ہیں۔

۴۰: ۵۵ = پھر تم دونوں گروہ اپنے رب کے کن کن احسانات کا انکار کرتے ہو۔  
 ۴۱: ۵۵ = يُعْرِفُ الْمُجْرِمُونَ - يُعْرِفُ: مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔  
 عَرَفَ (باب ضرب) مصدر۔ الْمُجْرِمُونَ: اسم فاعل جمع مذکر اجزائم۔  
 (افعال) مصدر۔ جرم کرنے والے۔ گناہ کرنے والے۔ نائب فاعل۔ گنہگار لوگ پہچانے جائیں گے۔

== بِسِيمَاهُمْ: ب حرف جر۔ سِيمَاهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر محبور۔ سِيمَا کے معنی نشانی۔ اور علامت کے ہیں۔ یہ اصل میں وَسِيمَى تھا۔ واو کو فاء کلمہ کی بجائے ع کلمہ کی جگہ رکھا گیا۔ تو سِوَى ہوا۔ پھر واو ما قبل مکسور واو کو یار کر لیا گیا اور سِوَى ہو گیا۔ ان کا چہرہ، ان کی نشانی، اس صورت میں اس کا مادہ وس م ہے

مادہ س و م سے السیماء کے معنی علامت کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے :-

سِيمَاهُمْ فِي دُجُوهِمْ مِّنْ اَشْرَ السُّجُودِ (۲۸: ۲۹) کثرت سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔

== فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَصِي وَالْاَقْدَامِ ف ترتیب کا ہے يُؤْخَذُ فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب (أَخَذُ) باب نصر مصدر۔ ب تعدیہ کی ہے۔ أَخَذَ بَ کے ساتھ اور بغیر کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے أَخَذْتُ الْخَطَامَ وَأَخَذْتُ بِالْخِطَامِ: میں نے نیکیل سے (اونٹ) کو پکڑا

نَوَاصِي جمع ہے اس کا واحد نَاصِيَةٌ ہے۔ پیشانیاں، پیشانیوں کے بال

واو عاطف ہے الاقدام معطوف جس کا عطف نوا صفا پر ہے۔ اقدام جمع ہے قدم کی  
یعنی پاؤں۔

ترجمہ:- گنہگار ان کے چہروں سے پہچانے جائیں گے پھر ان کو ان کی پیشانی کے بالوں سے اور  
ٹانگوں سے پکڑ لیا جائے گا۔

۴۲:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ (اس وقت تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ

۴۳:۵۵ = هَذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي ..... اِي يُقَالُ لَهُمْ: هَذِهِ جَهَنَّمُ ..... الخ

= یہاں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔

۴۴:۵۵ = لِيُطُوفُونَ: یہ آیت حال ہے الْمُجْرِمُونَ سے (آیت ۴۳) کے

جمع مذکر غائب مضارع معروف طُوفُ رباب نصر مصدر۔ وہ طواف کریں گے: وہ گھومیں

وہ چکر لگائیں گے۔ يَلْتَمِسُ ہا ضمیر واحد مؤنث جہنم کے لئے ہے

= وَحَمِيمٍ اِنْ وَاوَّ عَاطِفٍ۔ حمیم اِنْ موصوف و صفت۔ نہایت گرم پانی۔ گہرے

دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔ مگر

سخت گرم پانی کے لحاظ سے اس کی جمع حَمَائِمُ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے اِحْمَاءٌ۔

دوست کے معنی میں حَمِيمٌ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا (۱۰:۱۰) اور کوئی

دوست کسی دوست کا پُرساں حال نہ ہوگا۔

اِنْ صفت ہے حَمِيمٌ کی اسم فاعل کا صیغہ اِنْ سے جس کے معنی سخت کھولنے اور پکینے

کے ہیں۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے تَسْقِي مِنْ عَيْنٍ اَنْيَّةٍ (۵:۸۸) ایک کھولتے ہوئے

چستے کا پانی ان کو پلایا جائے گا۔

۴۵:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ: پھر تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں

کو جھٹلاؤ گے؟

۴۶:۵۵ = وَ لِمَنْ خَافَ۔ واو عاطف لام استحقاق کا ہے مَنْ موصولہ۔ اور اس کے

لئے ہے جو ڈرا۔

= مَقَامٌ۔ مصدر میں معنی کھڑا ہونا۔ اس صورت میں اس کے دو مفہوم ہوں گے:-

۱:- یہ کہ جو لوگ ہر وقت اس بات سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ ان کا رب ان کی نگرانی کر رہا ہے

وہ ان کے افعال و اقوال سے پوری طرح باخبر ہے وہ ڈرتے ہیں کہ کوئی ایسی بھول نہ ہو جائے

جس کے باعث ان کا رب ان سے ناراض ہو جائے

۲۔ یہ کہ وہ لوگ جو اپنے رب کی جناب میں کھڑے ہونے سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔  
 اگر مقام اسم ظرف لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ :-  
 وہ لوگ جو اس جگہ سے ہر وقت خائف و لرزاں رہتے ہیں جہاں کھڑا کر کے ان سے حساب  
 لیا جائے گا،

= جَنَّاتٍ : دو جنتیں اور یہ مبتدا ہے لِعِن خَافِ اس کی خبر۔

۴۷:۵۷ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ : تم اپنے رب کے کن کن انعامات کو جھٹلاؤ گے؟  
 یہاں سے آخر تک آلَاءِ کا لفظ نعمتوں کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے اور قدرتوں کے معنی میں  
 بھی اور ایک پہلو اس میں اوصاف حمیدہ کا بھی ہے۔

۴۸:۵۵ = ذَوَاتَا أَفْنَانٍ - ذَوَاتَا ذَاتٍ کا تثنیہ بحالتِ رفع ہے۔ والیاں۔ صاحب  
 مضاف، أَفْنَانٍ یہ یا تو فَنَنْ کی جمع ہے (بروزن فَعْلٌ) بمعنی شاخیں یا فَنَنْ رَفْعٌ کی جمع ہے،  
 بمعنی نوع، قسم، رنگارنگ۔

علامہ ابو حیان بحر المحیط میں اول الذکر کو اولیٰ سمجھتے ہیں کیونکہ اَفْعَالٌ (افنان) کے  
 وزن پر فَعْلٌ رَفْعٌ کی جمع بہ نسبت فَعْلٌ (فَنَنْ) کی اسی وزن (افعال) پر جمع کے زیادہ  
 مستعمل ہے علماء کی اکثریت کی یہی رائے ہے۔ مضاف الیہ ہے۔  
 ذَوَاتَا أَفْنَانٍ (شاخوں والیاں) یہ جنتوں کی صفت ہے۔ یعنی پھلے پھولے ابر کے پھر  
 خزاں، گرمی و سردی سے محفوظ۔

۴۹:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ - پھر تم (اے گروہ جن و انس) اپنے رب کے کن کن  
 انعامات کو جھٹلاؤ گے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت متذکرۃ الصدر۔

۵۰:۵۵ = فِيهِمَا عَيْنِينَ تَجْرِيَانِ - ان دونوں جنتوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔  
 عَيْنٌ اصل معنی آنکھ کے ہیں جو کہ بطور مؤنث مستعمل ہے اس کے معانی چشمہ ندی، وغیرہ بطور  
 استعارہ استعمال ہوتے ہیں۔

۵۱:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ - ملاحظہ ہو آیت ۴۷:۵۵ متذکرۃ الصدر۔

۵۲:۵۵ = فِيهِمَا - ضمیرہما تثنیہ مذکر مؤنث غائب جَنَّاتٍ کے لئے ہے۔

= مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ مِنْ حَرِّ جَرٍ - کُلٌّ فَاكِهَةٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ فَاكِهَةٍ  
 بمعنی ہر قسم کے میوے (نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۱ - متذکرۃ الصدر۔

= زَوْجَيْنِ - زوج کا تثنیہ۔ زَوْجَيْنِ قسم قسم، وہ دو نسلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نظیر ہو

یا نقیض ہو۔

ترجمہ :-

اور ان دونوں باغوں میں ہر طرح کے میوؤں کی دو دو قسمیں ہوں گی (ایک وہ جسے تم جانتے ہو اسے دیکھا اور چکھا بھی ہوگا۔ دوسرے وہ جو تمہارے لئے جو تمہارے لئے بالکل نئی ہوگی)۔  
۵۳:۵۵ = ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۳ متذکرۃ الصد۔

۵۴:۵۵ = مُتَكَلِّمِينَ: اسم فاعل جمع مذکر اِتِّكَاءُ (افتعال) مصدر۔ تیکہ لگانے والے تیکہ لگائے ہوئے۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے خَائِفِينَ سے آیت (۴۶) در ان حالیکہ وہ تیکہ لگائے بیٹھے ہوں گے (مَنْ خَافَ تَبَعَ كَيْ مَعَانِي فِي هَذَا) = فُرُشٌ - فِرَاشٌ کی جمع یعنی بستر، بچھونا۔ فَرَشْتُ وَفِرَاشٌ مصدر باب نصر، ضرب (الْفَرَشُ) کے اصل معنی کپڑے کو بچھانے کے ہیں۔ لیکن بطور اسم کے ہر اس چیز کو جو بچھانی جائے فَرَشٌ وَفِرَاشٌ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے :-

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا (۲۲:۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ آیت زیر غور کا ترجمہ ہوگا۔

ایسے بچھونوں پر جن کے استراطلس کے ہوں گے۔

= بَطَائِنُهُمَا: مضاف مضاف الیہ۔ بَطَائِنُ لِبَاطِنَةٍ کی جمع ہے بمعنی استرا، کپڑے کا باطنی حصہ جو جسم سے ملا ہے۔ یہ بَطْنٌ سے مشتق ہے یہ ظہور کی ضد ہے اوپر کی جانب کو ظہر اور اندر کی جانب کو بطن بولتے ہیں۔

کپڑے کے اوپر کے حصے کو ظہارۃ کہتے ہیں اور اندرونی نیچے کے حصہ کو جو جسم سے ملا ہے جیسے استر وغیرہ اسے لبطنۃ کہتے ہیں۔

البطن کے اصل معنی پیٹ کے ہیں اور اس کی جمع لبطن ہے۔ ہر اس چیز کو جس کا حاسہ بصر سے ادراک ہو سکے اسے ظاہر اور جس کا حاسہ بصر سے ادراک نہ ہو سکے۔ اسے باطن کہا جاتا ہے۔

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب فُرُشٍ کے لئے ہے ان بستروں کے استر۔

= اسْتَبْرَقٍ - ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔ دیا۔

بَطَائِنُهُمَا مِنْ اسْتَبْرَقٍ - یہ صفت ہے فُرُشٍ کی، ان بستروں کے استر ریشم کے

موٹے کپڑے کے ہوں گے۔

== وَ جَنَّاتٍ جَنَّتَيْنِ دَانٍ - وَاَوْعَاطِفٍ - جَنَّاتٍ جَنَّتَيْنِ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا  
دَانٍ اس کی خبر۔

جَنَّاتٍ جَنَّتَيْنِ کی مادہ سے مشتق ہے جَنَّتُ (باب ضرب) جَنَّتِ الشَّجَرَةُ  
وَاجْتَنَيْتُهَا۔ میں نے درخت سے پھل توڑا۔ جَنَّاتٍ جَنَّتَيْنِ اسم ہے بمعنی اسم مفعول مجتبیٰ  
یعنی درختوں سے چنے جانے والے اور توڑے جانے والے پھل۔ یعنی جنت کے درختوں کے  
پھل توڑنا آسان ہوگا دشوار نہ ہوگا۔

دَانٍ - اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ جھکنے والا نزدیک۔ دُنُوٌّ (باب نصر) مصدر  
اسی سے دُنْيَا ہے جو اسم تفضیل ہے بمعنی بہت قریب۔

اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَتًّا لَيْلًا (۶۱: ۱۴) اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہو  
۵۵: ۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ - ملاحظہ ہو آیت ۲، متذکرۃ الصدر۔  
۵۶: ۵۵ = فِيهِنَّ : میں ضمیر جمع مؤنث غائب یا تو جنتوں کے محلات کے لئے ہے  
یا جنت کی جملہ نعمتوں کے لئے۔ ان باغات میں جو محلات اور مکانات ان جنتیوں کے لئے  
بنائے گئے ان میں ایسی عورتیں ہوں گی جو شرم و حیا کا پیکر ہوں گی ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی  
== قُصِرَاتُ الطَّرْفِ، مضاف مضاف الیہ۔ قُصِرَاتُ اسم فاعل جمع مؤنث۔ قَا صِرَوةٌ  
واحد قُصْرٌ باب ضرب مصدر۔ نظر روکنے والیاں۔ پاک دامن عورتیں۔ وہ عورتیں جن کی  
نظر اپنے شوہروں سے ہٹ کر دوسروں پر نہ پڑے۔

قُصِرَاتُ الطَّرْفِ - نظر کو سمیٹا۔ الطَّرْفِ نگاہ۔ اسم فاعل کی  
اضافت اپنے مفعول کی طرف کی گئی ہے۔

== لَمْ يُطْمِئِنَّ مَضَاعِ نَفِي تَاكِيْد بَلَمَ - صِيغَةُ وَاحِدٍ مَذْكَرٍ غَائِبٍ هُنَّ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَوْثٌ  
فَاتٍ اَزْدَاجِ كِي طَرَفٍ رَاجِعٌ هِيَ جَمْسٌ بِرَقْصَاتِ الطَّرْفِ اِدَالٌ هِيَ - طَمَّتْ بَابُ ضَرْبٍ مَصْدَرٌ  
كِي مَعْنَى -

۱۔ دم حیض، حیض کا خون،

۲۔ کسی عورت کی بکارت کو ضائع کرنا۔ طَمَّتِ الْمَرْأَةَ اس مرد نے عورت کی بکارت  
زائل کر دی اور مَا طَمَّتِ النَّاقَةَ جَمَلٌ۔ اس اونٹنی کو کسی اونٹ نے بھی نہیں چھوڑا

۳۔ الجماع یا المس (چھونا)

لَمْ يَطْمِثْ فِي ضَمِيرِ فاعِلِ انس اور جان کی طرف راجع ہے ۔  
 = قَبْلَهُمْ فِي ضَمِيرِ كَامِرِجِ انس اور جان ہیں جن کو بہشت میں ایسی ازدواج ملیں گی  
 ترجمہ یوں ہوگا ۔

(ان باغات کے) محلات میں اور مکانات میں نگاہ نیچے رکھنے والی عورتیں ہوں گی  
 جن سے کسی انسان یا کسی جن نے ان کے اپنے سے پہلے (تو) جماع کیا ہوگا (اور نہ ہی  
 چھوا ہوگا)

۵۵: ۵۷ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ - ملاحظہ ہو آیت ۴۷ متذکرۃ الصدر

۵۸: ۵۵ = كَاذِبَةٌ - كَانَتْ حَرْفٌ مَشْبُوهٌ بِالْفِعْلِ - هُوَتْ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَوْثٌ غَائِبٌ كَانَتْ  
 کا اسم - گویا وہ سب - اَلْيَا قُوْتٌ وَالْمَرْجَانُ - خبر - گویا کہ وہ سب یا قوت اور مرجان ہیں  
 یہ قِصْرُ الطَّرْفِ کی صفت ہے۔

۵۹: ۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۷ متذکرۃ الصدر -

۶۰: ۵۵ = هَلْ - حَرْفٌ اسْتِفْهَامٌ هُوَ - اِلَّا سَ مِنْ اَوَّلِ آتٍ تُو مَّا نَافِيَةٌ مَعْنَى دِيْتَابِ هُوَ  
 ترجمہ آیت از مولانا فتح محمد جاندھری -

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں۔

یا استفہام انکاری کے طور پر - جیسے نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور کہا ہے (تفسیر حقانی)

= جَزَاءُ اِلْحْسَانِ - مضاف مضاف الیہ نیکی کا بدلہ - اِلْحْسَانِ نِیْکِی کرنا - اِفْعَالٌ  
 کے وزن پر اِحْسَانٌ مصدر ہے -

اس کے دو معنی ہیں -

ایک غیر کے ساتھ بھلائی کرنا۔

دوم - کسی اچھی بات کا معلوم کرنا۔ اور نیک کام کا انجام دینا۔

صاحب تفسیر منطہری لکھتے ہیں :-

یعنی دینا میں نیک کام کرنے کا آخرت میں بدلہ اچھا ہی ہوگا۔

بعوی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے آیت هَلْ جَزَاءُ اِلْحْسَانِ ..... تلاوت فرمائی - پھر ارشاد فرمایا :-

جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے - صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کے

کے رسول ہی بخوبی واقف ہیں۔

فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-

جس کو میں نے توحید کی نعمت عطا کی اس کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے؛  
روح المعانی میں بھی احسان سے مراد التوحید ہی لیا ہے۔ لکھتے ہیں وقیل المراد ما  
جزاء التوحید الا الجنة توحید کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے۔

۶۱:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ : ملاحظہ ہو آیت ۴۴ متذکرۃ الصدر۔

۶۲:۵۵ = مِنْ دُونِهِمَا جَنَّتَيْنِ : دُونِہِمَا مضاف الیہ مل کر مجسور درجہ  
حرف جار۔ جَنَّتَيْنِ مبتدا۔ مِنْ دُونِہِمَا خبر۔

دُونِ بمعنی ورے۔ سوائے۔ غیر۔ جو کسی سے نیچا ہو۔ جو کسی چیز سے قاصر، یا کوتاہ ہو

ہمما ضمیر تثنیہ (مذکر، مؤنث) غائب۔ ان دونوں جنتوں کے لئے ہے جن کا ذکر آیت ۴۶  
وَلِئِنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَيْنِ میں مذکور ہے۔

اور ان دونوں باغوں کے سوا یا ان دونوں باغوں سے کم تر درجہ میں دو اور باغ ہیں

۶۳:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ : ملاحظہ ہو آیت ۴۴ متذکرۃ الصدر۔

۶۴:۵۵ = مُدَّهَا مَتْنٌ اِسْمُ فَاعِلٍ تَثْنِيَةٌ مَوْثٌ اِدْهِيمَامٌ اِدْفِعِيْلَالٌ۔ مصدر  
واحد مُدَّهَا مَتْنٌ۔ دو گہری سبز جنتیں، ادھیمام کے اصل معنی بہت زیادہ سیاہ ہونا  
کے ہیں۔ چونکہ انتہائی سرسبز و شاداب باغ سیاہی مائل ہوتا ہے اس لئے یہ تعبیر کی گئی  
یہ جَنَّتَيْنِ کی صفت ہے۔

۶۵:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ : ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۴ متذکرۃ الصدر۔

۶۶:۵۵ = فِيهِمَا عَيْنَانِ نَضَّاخَتِنِ : عَيْنَانِ موصوف نَضَّاخَتِنِ صفت،  
صفت موصوف مل کر مبتدا۔ فیہما اس کی خبر۔

عَيْنَانِ دو چشمے۔ نَضَّاخَتِنِ تثنیہ مبالغہ۔ نَضَّاخَةٌ واحد۔ دو ابلتے ہوئے جوش  
زن (چشمے) جن کا پانی کبھی بند نہ ہو۔ نَضَّحٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی پانی چھڑکنا۔  
بہت جوش زن ہونا۔

۶۷:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ : ملاحظہ ہو آیت ۴۴ مذکورہ بالا۔

۶۸:۵۵ = فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَ زَخْلٌ وَ رُمَّانٌ : ترکیب بمطابق آیت مذکورہ بالا  
فاکہۃ میوے۔ زَخْلٌ کھجوریں رُمَّانٌ انار۔



۶۹:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ : ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۴ متذکرۃ الصدر  
 ۷۰:۵۵ = فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حِسَانٌ - موصوف و صفت مل کر مبتدا۔ فیہن اس کی خبر  
 خیرات نیکیاں۔ بھلائیاں، خوبیاں۔ نیک عورتیں۔ خیرۃ کی جمع ہے۔  
 بعض کے نزدیک اس آیت میں خیرات اصل میں خیرات ہے جس کی تخفیف کر لی  
 گئی ہے کیونکہ خیر کا استعمال جب ا فعل التفضیل کے معنی میں ہو تو اس کی جمع نہیں آتی۔  
 خیرات خیرۃ کی جمع ہے جس کے معنی اس عورت کے ہیں جو خیر کے ساتھ مخصوص ہو۔  
 حسان، حسین، خوبصورت، نفیس، عمدہ، حسن، حسین، حسنہ، واحد  
 ترجمہ:۔ ان میں نیک سیرت۔ حسین عورتیں ہوں گی:

۷۱:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ : ملاحظہ ہو آیت ۴۴ متذکرہ بالا۔  
 ۷۲:۵۵ = حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ : جملہ یا خیرات سے بدل ہے۔ یا حور  
 بتدار ہے اور اس کی خبر فیہن محذوف ہے اسی فیہن حور مقصورات فی الخیام  
 مقصورات فی الخیام حال ہے حور سے : دریاں حائیکدہ خیموں میں مقیم ہوں گی، یا یہ  
 صفت ہے حور کی، حوریں خیموں میں بیٹھی ہوئی۔  
 ترجمہ:۔

حوریں ہوں گی خیموں میں بیٹھی ہوئی۔

حور۔ حوراء کی جمع فعلاء فعل کے وزن پر، نہایت گوری عورتیں۔ جن کی آنکھوں  
 کی سفیدی نہایت سفید اور سیاہی نہایت گہری ہو۔  
 مقصورات اسم مفعول۔ جمع مؤنث قصر باب نصر، مصدر۔ چھپائی ہوئی عورتیں،  
 پردہ نشین، یادہ عورتیں جنہوں نے اپنی نگاہ کو اپنے شوہروں تک روک رکھا ہوگا اور کسی دوسرے  
 کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گی۔

اسم مفعول یعنی اسم فاعل۔ (قصورات الطرف)

الخيام خیمہ کی جمع ہے۔

۷۳:۵۵ = ملاحظہ ہو آیت ۴۴ متذکرۃ الصدر۔

۷۴:۵۵ = لَمْ يَطْمِئِنُّوْا اِنْسُ قَبْلَهُمْ وَاَلْجَانُ : ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۶ مذکورہ بالا

۷۵:۵۵ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبِينَ : ملاحظہ ہو آیت ۴۴ متذکرۃ الصدر۔

۷۶:۵۵ = مُتَكَلِّمِينَ اسم فاعل جمع مذکر۔ بجاالت نصب، اِتِّكَاءُ (افتعال) مصدر۔

تکلیف لگاتے ہوئے یہ منصوبہ بوجہ حال کے ہے جس کا ذوالحال محذوف ہے جس کی طرف قبلاہم میں ضمیر ھم دلالت کرتی ہے۔

== رَفُوفٌ - قَالِينَ - مَكِيَّةٌ -

زمخشری لکھتے ہیں :-

دیبا وغیرہ کا ہار ایک خوش رنگ کپڑا ہے۔ موصوف، خُصْرُ، سبز، ہرے، اخْضَرُ اور خُصْرَاؤُ کی جمع ہے۔ رَفُوفٌ کی صفت ہے۔

== عَبْقَرِيٌّ - علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس من جواهر القاموس میں لکھتے ہیں کہ :-

عَبْقَرٌ بَادِيَةٌ فِي مِيقَاتِ مَوَاضِعَ هِيَ جِهَانٌ بَهْتَ جَنَاتٌ هِيَ - چنانچہ مثل ہے كَا نَهْمُ جَنَّاتٍ عَبْقَرٌ كَوِيَاوَةٌ عَبْقَرُ كَجَنَاتٍ هِيَ -

بمید کا شعر ہے :-

وَمِنْ فَاوٍ مِنْ اِخْوَانِهِمْ وَبَيْنَهُمْ : كَهَوْلٍ وَشَبَانٍ كَجَنَّةِ عَبْقَرٍ

بعد میں ہر چیز کو کہ جس سے اس کی مہارت یا خوبی صنعت اور قوت کی بنا پر تعجب ہوتا ہو اسے عبقر کی طرف منسوب کرنے لگے :-

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں :-

عَبْقَرُ جِنُّوْنَ كِيْ اِيْكَ لَسْتِيْ هِيَ جِسْمٌ كِيْ طَرَفٍ هِرْ نَادِرٍ جِزِيٍّ كُوْ اِنْسَانٍ هُوَ يَا حَيْوَانٍ يَا كِبْرًا مِّنْ سَوِيٍّ كَرِيًّا جَاتِلًا هِيَ اِسْمٌ وَاَسْطَى حَدِيثٍ فِيْ حَقِّقَةِ عَمْرِ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ كَلِمَةٌ اِيَّا هِيَ :

فَلَمَّا اَرَى عَبْقَرِيًّا مِثْلَهُ - فِيْ نِيٍّ اِنْ جِيسَا عَجِيْبٌ وَغَرِيْبٌ كَسِيٍّ كُوْ نَهِيْنٌ دِكِيْمَا -

قاموس میں ہے کہ :-

خاص قسم کا بچھونا اور فرش ، وہ چیز جس میں کمال ہو۔

تلج العروس میں ہے ۔

دبیز فرش ۔ دیبا ۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے یہاں

بطور موصوف آیا ہے ۔ حِسَانٌ صِفْتٌ هِيَ عَبْقَرِيٌّ كِيٍّ ، خَوْبُصُوْرَتٍ ، حَسِيْنٌ ،

== ۵۵ : ۷۷ == فَيَا أَيُّهَا رَبِّكُمَا تَكْلَفِ بِنِيٍّ - ملاحظہ ہو آیت ۷۷ مذکورہ بالا۔

== ۵۵ : ۷۸ == تَبَارَكَ - وہ بہت بڑا برکت والا ہے ۔ تَبَارَكَ سے جس کے معنی بابرکت

ہونے کے ہیں ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔ اس فعل کی گردان نہیں آتی ۔ صرف

ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے ۔

إِسْمُ رَبِّكَ - رَبُّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اِسْمُ مضاف کا تیرے رب کا نام۔

== ذِي الْجَلَالِ مضاف مضاف الیہ - ذُو اَلْمَعْنَى وَاللَّهِ صَاحِبٌ، اسم ہے اس کے ذریعہ اسمائے اجناس و انواع سے موسوم کیا جاتا ہے اسمائے مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ اسموں میں سے ہے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یائے مشکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کو رفع کی حالت میں واو زبر کی حالت میں الف اور زبر کی حالت میں می آتی ہے جیسے ذَا ذُو اَلْذِي، ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں۔ اس کا تثنیہ بھی آتا ہے جمع بھی۔

ذِي الْجَلَالِ صَاحِبِ جَلال - معنی عظمت و بزرگی، یہ جَلَّ يَجِلُّ کا مصدر ہے جَلَّالٌ کے معنی عظمتِ قدر کے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے مخصوص ہے۔

== وَالْاِكْرَامِ - واو عطف الاکرام معطوف اس کا عطف الجلال پر ہے ای و ذی الاکرام - معنی باعظمت ہونا۔ دوسرے کو عزت دینا اور اس پر کرم کرنا۔ بروزن افعالٌ مصدر ہے۔

اکرام کے دو معنی آتے ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرے پر کرم کیا جائے یعنی اس کو نفع ایسا پہنچایا جائے کہ جس میں کھوٹ نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ جو چیز عطا کی جائے وہ عمدہ چیز ہو۔  
ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ میں لفظ اکرام دونوں معنی پر مشتمل ہے۔ کوم کا لفظ جہاں بھی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی صفت میں آیا ہے وہاں احسان و اکرام الہی مراد ہے۔  
ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ رَبِّ کی صفت ہے اس لئے بحالت زیر آیا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ :

## (۵۶) سُورَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۹۶)

۱:۵۶ = إِذَا وَقَعَتْ : إِذَا ظرفیہ ہے جس میں شرط کے معنی شامل ہیں و جب۔  
 وَقَعَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وَقُوعٌ (باب فتح) مصدر۔ ماضی بمعنی مستقبل ہے  
 (جب) قائم ہو جائے گی۔ جب واقع ہوگی۔ جب بپا ہو جائے گی۔  
 = الْوَاقِعَةُ : اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث وَقَعٌ وَقُوعٌ (باب فتح) مصدر  
 لازمی ہونے والی۔ لازمی وقوع پذیر ہونے والی۔ بعض کے نزدیک یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے  
 جیسے الطَّامَةُ (۳۲:۹) آفت۔ الصَّاحَّةُ (۳۳:۸۰) وہ چیخ جو کانوں کو پھوڑے۔  
 یعنی اپنی سختی کے باعث بہرا کرے۔ الْأَزِفَةُ (۱۸:۴۰) نزدیک آگنے والی، جس کے  
 آنے کا وقت بہت تنگ ہو گیا ہو، الْقَارِعَةُ (۱۰۱-۱۰۱) کھڑکھڑانے والی۔  
 إِذَا وَقَعَتْ الْوَاقِعَةُ جملہ شرطیہ ہے۔ جب واقع ہونے والی وقوع پذیر ہو جائیگی۔  
 ۲:۵۶ = لَيْسَ فعل ناقص، نہیں ہے۔ لِيَوْقِعَهَا لام حرف جار وَقَعَةٍ مصدر  
 مجرور۔ مضاف، هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الواقعة ہے، مضاف الیہ۔ اس کے  
 واقع ہونے میں۔

= كَاذِبَةٌ : اسم فاعل واحد مؤنث نکرہ بمعنی حاصل مصدر۔ جھوٹ۔ اس کے وقوع  
 پذیر ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔

اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَإِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ وَلَا رَيْبَ فِيهَا  
 (۵۹:۴۰) بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔

۳:۵۶ = خَافِضَةٌ رَافِعَةٌ خبر مبتدأ محذوف کی: ای ہی۔

وقال بعض العلماء تقدیر کا:

خَافِضَةٌ اقْوَامًا كَانُوا مَرْتَفِعِينَ فِي الدُّنْيَا وَرَافِعَةٌ اقْوَامًا كَانُوا

منخفضين في الدنيا (اضوار البيان)

پست اور ذلیل کرنے والی۔ جو دنیا میں مغرور تھے۔ ان لوگوں کو بلند کرنے والی جو کہ دنیا میں منکر المزاج تھے۔

مطلب یہ کہ قیامت کی گھڑی پست کرنے والی ہوگی بہت سے دنیا کے سر بلندوں کو جو خدا تعالیٰ سے غافل اور اس کے منکر اور اس کے احکام کی پابندی نہ کرنے والے تھے اور بلند کرنے والی ہوگی بہت سے لوگوں کو جو دنیا میں نیک اور خدا تعالیٰ کے فرماں بردار تھے لیکن پست و ذلیل سمجھے جاتے تھے۔

خَافِضَةٌ سَرَّافَةٌ صفت ہے الواقعة کی، خَافِضَةٌ اسم فاعل و احد مؤنث غائب خَفَضَ باب ضرب مصدر معنی پست کرنا۔ پست ہونا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (۲۱۵: ۲۶) اور مومنوں میں سے جو تمہارے پیروکار ہو گئے ہیں ان پر اپنے (تواضع اور شفقت کے) پر نیچے کر دے (پھیلا دے) سَرَّافَةٌ اسم فاعل و احد مؤنث رَفَعُ (باب فتح) مصدر بمعنی بلند کرنا۔ اوپر اٹھانا

۴: ۵۶ = اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رُجًّا: یہ جملہ بدل ہے اذ ادقت الواقعة سے رُجَّتُ ماضی مجہول کا صیغہ و احد مؤنث غائب۔ رُجٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ ہلائی گئی، وہ جنبش دی گئی۔ رُجًّا مفعول مطلق۔ جب وہ (زمین) خوب ہلائی جائے گی۔ (ماضی بمعنی مستقبل) ۶: ۵۶ = وَ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے، بُسَّتْ ماضی مجہول و احد مؤنث غائب۔ بَسٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی خلط ملط کرنا۔ اجزاء کا باہم دگر بلادینا ریزہ ریزہ کرنا۔

عربی کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہوتا ہے تو فعل کو واحد لاتے ہیں۔ اور جمع مکسر کا حکم (یعنی جس میں واحد کا وزن سلامت نہ ہے) مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے اس کے لئے مذکر کا صیغہ بھی لایا جاسکتا ہے اور مؤنث کا بھی۔

چنانچہ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا میں چونکہ جِبَالٌ جمع مکسر ہے اس لئے اس کے لئے واحد مؤنث کا صیغہ لایا گیا۔ لہذا یہاں بُسَّتْ کے ترجمہ میں صیغہ جمع کے معنی لینا چاہئیں یعنی جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے: بَسًّا مفعول مطلق ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۶: ۵۶ = فَكَانَتْ - فَ سببیہ ہے پس بسبب اس کے۔ فَكَانَتْ ای فکانت

الْجِبَالُ۔ پس پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے:

== هَبَاءٌ۔ اسم مفرد (ھب و۔ مادہ) باریک خاک، باریک ذرات، جو سورج کے رُخ پر کواڑ کے سوراخوں سے نظر آتے ہیں۔ کانت کی خبر ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔

فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مُنْبَثَاتٍ ۖ (۲۳:۲۵) اور ہم اُن کو اڑتی ہوئی خاک کر دیں گے،

== مُنْبَثَاتٍ اسم فاعل واحد مذکر، پر اگندہ۔ اصل میں مُنْبَثَاتٌ تھا۔ یا یہ اسم مفعول ہے۔

اس صورت میں یہ مُنْبَثَاتٌ ہے ت کو ت میں ادغام کر دیا گیا ہے، اِنْبَثَاتٌ (الفعال) مصدر۔ کبھر جانا، پھیل جانا۔ منتشر ہونا۔ پر اگندہ ہونا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ (۴:۱۰۱)

جس دن لوگ کبھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے:

۵۶: ۷۰ = وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلَاثًا۔ واو عاطف، اَزْوَاجًا زِدُّ مَجْع کی جمع، جوڑا۔ یہاں

اس کے معنی گروہ، صنف، جماعت کے ہیں۔ اور تم تین اقسام میں یا گروہ میں ہو جاؤ گے، یہاں

كَانَ بِمَعْنَى صَارَ مُسْتَعْمَلٌ هُوَ۔ ایسے ہی آیت وَ لَقَدْ تَقَرَّبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا

مِنَ الظَّالِمِينَ (۳۵:۲) اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں داخل ہو جاؤ گے

میں كَانَ بِمَعْنَى صَارَ مُسْتَعْمَلٌ ہوا ہے۔

اَزْوَاجًا ثَلَاثَةً موصوف و صفت مل کر کُنْتُمْ کی خبر

۵۶: ۸ = فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ یہ جملہ شرطیہ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ کا جملہ جزائیہ ہے

جواب اذا هو قولہ: فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ فالمعنى اذا قامت القيامة و

حصلت هذه الاحوال العظيمة ظهرت منزلة اصحاب الميمنة واصحاب

المشئمة (اضوار البيان)

اذا کا جواب شرط خداوند تعالیٰ کا قول فا صحب الميمنت ہے۔ مطلب یہ کہ جب

قیامت وقوع پذیر ہوگی اور یہ احوال عظیمہ (زمین کا یکبارگی ہلا دیا جانا۔ پہاڑوں کا ریزہ ریزہ کر دیا

جانا۔ اور ان کا پر اگندہ غبار بن کر رہ جانا اور لوگوں کا تین گروہوں میں تقسیم ہو جانا) واقع

ہوں گے۔ تو اصحاب الميمنة اور اصحاب المشئمة کی قدر و منزلت عیاں ہوگی،

فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ۔ ف عاطف ہے۔ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر متبدلہ

مَا۔ استفہامیہ ہے (کون ہوں گے وہ؟ ان کی کیا حالت ہوگی؟ اور ان کی کیا صفت ہوگی؟)

یا استفہامیہ برائے تعجب ہے (کیا ہی ان کی شان ہوگی) ما مبتدا ثانی ہے اور اصحاب المیمتہ اس کی خبر، یہ مبتدا۔ اپنی خبر سے مل کر مبتدا اول (اصحاب المیمتہ) کی خبر ہوا۔  
 ۵۶: ۹ = وَاصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا اصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ۔ اور ایک گروہ بائیں ہاتھ والوں کا کیا ہی ان کی خستہ حالی ہوگی؟ اور اس کی ترکیب وہی ہوگی جو ۵۶: ۸ میں ہے  
 ۵۶: ۱۰ = وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ: (اور تیسرا گروہ) آگے والے تو آگے والے ہی ہیں۔ واؤ عاطف السابقون مبتدا۔ السابقون (ثانی) اس کی خبر، اور سابقون آگے نکل جانے والے ہیں۔ یا دوسرا السابقون پہلے کی نعت ہے۔ سابقون: آگے بڑھنے والے، آگے پہنچنے والے آگے نکل جانے والے، سبقت لیجانے والے۔ صیغہ جمع مذکر سابق کی جمع سبق (باب ضرب و نصر) مصدر۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اول السابقون میں الف لام جنبی ہے اور دوسرے السابقون میں الف لام عہد کا ہے یعنی سابقین وہی سابقین ہیں جن کے حال و کمال و مال سے تم واقف ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ سابقین وہی لوگ ہیں جو جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

السابقون کے متعلق متعدد اقوال ہیں:-

- ۱۔ اسلام، اطاعت، قرب خداوندی کی طرف سبقت کرنے والے۔
- ۲۔ گروہ انبیاء ایمان اور اطاعت خداوندی میں سب کے پیشوا۔
- ۳۔ جو ہجرت میں سبقت کرنے والے تھے۔ وہی آخرت میں بھی پیش رو ہوں گے (ابن عباس)
- ۴۔ وہ انصار اور مہاجر مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

(ابن سیرین رحمہ)

۵۔ دنیا میں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں سبقت کی۔ وہی جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہوں گے؛ (زیع بن انس)

۶۔ پانچوں نمازوں کی طرف پیش قدمی کرنے والے مراد ہیں۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)  
 ان تمام اقوال کا حاصل یہ ہے کہ السابقون سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین ہیں۔

۵۶: ۱۱ = أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ۔ أُولَئِكَ اِی السَّابِقُونَ۔ بتدار المقربون اسم مفعول جمع مذکر تَقْرِبُ (تفعیل) مصدر قریب کئے ہوئے، زیادہ عزت والے۔ مبتدا کی

خبر، وہی تو مقرب لوگ ہیں۔

## فائدہ ۵:

ان مذکورہ بالا تینوں اصناف میں سب سے بلند درجہ السَّبِقُونَ کا ہے۔ لیکن سب سے اخیر ان کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ انہیں کے فضائل و درجات سب سے اول بیان کرنا مقصود تھا اس صورت میں اتصال ہو گیا۔

پہلے صرف اختصاراً ہر سہ اصناف کا ذکر ہوا۔ اب تفصیلاً ان کے فضائل مذکور ہوئے السَّبِقُونَ آیت ۱۱ سے ۲۶ تک اصْحَابُ الْيَمِينِ آیت ۲۷ سے ۴۱ تک، اور اصْحَابُ الشِّمَالِ آیت ۴۱ سے آیت ۵۶ تک۔

۱۲:۵۶ = فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ جملہ خبر ثانی ہے اَوْلَانِكَ کی یا یہ ضمیر العقر، بون سے حال ہے۔ جَنَّتِ کی اضافت النعیم کی طرف مکان کی اضافت مافیدہ کی طرف ہے وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے۔ نعیم بمعنی نعمت۔ راحت، عیش،

۱۳:۵۶ = ثَلَاثَةٌ: اثنوہ کثیر، بڑی جماعت۔ اصل میں ثَلَاثَةٌ لغت میں اون کے گھتے کو کہتے ہیں کثرت اجتماع کی مناسبت سے اثنوہ کثیر کے لئے بھی ثَلَاثَةٌ کا استعمال ہوتا ہے = اَوَّلِیْنَ۔ اَوَّلُ کی جمع ہے۔ اگلے۔ پہلے، اس سے کون مراد ہیں؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

اکثر اہل تفسیر کا قول ہے کہ:-

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ سے مراد وہ تمام امتیں ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت تک گذریں۔ اور قلیل من الآخرین سے مراد امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

بعض کے نزدیک اولین سے مراد صدر اول کے مسلمان یعنی تینوں قرون، صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین۔ رضی اللہ عنہم۔

تفسیر حقانی میں ہے:-

ابن سیرین کا قول ہے کہ ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ (آیت ۱۳) وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (آیت ۱۴) میں اسی امت خیر الامم کے اولین و آخرین مراد ہیں۔ کہ اس کے اولین یعنی خیر القرون کے لوگوں میں سابقین بہت ہیں اور پچھلوں میں جو خیر القرون کے بعد کا زمانہ ہے ان میں کم۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے میری امت کا بہترین قرن میرا قرن ہے



پھر وہ لوگ ہیں جو میرے قرن والوں کے متصل ہیں۔ پھر وہ لوگ جو قرن دوم کے متصل ہیں؛  
..... الخ

ثَلَاثَةٌ مُّبْتَدَأٌ قَلِيلٌ مَعْطُوفٌ (جس کا عطف ثلثہ پر ہے) عَلِيُّ سُوْرٍ اس کی خبر ہے۔  
۱۶:۵۶ = سُوْرٍ جمع ہے سُوْرٍ کی، یعنی تخت، چار پائی، پلنگ وغیرہ موصوف،  
مَوْضُوْنَةٌ صِفَتٌ، اسم مفعول کا صیغہ واحد مَوْضُوْنَةٌ، وَضُوْنٌ (باب ضرب) مصدر سے  
سونے کے پتروں اور تاروں سے بنے ہوئے۔ جِرَاوٌ، (معلیٰ) زرہ کی کڑیوں کی طرح بنے ہوئے  
(بغوی)۔

قطار در قطار رکھے ہوئے (ضحاک، سونے کے تاروں سے گھنی بناوٹ والے، جواہرات  
سے جڑے ہوئے) (عام اہل تفسیر)

۱۶:۵۶ = مُتَكَيِّئِينَ: اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ اِتِّكَأُوْا (افتعال) مصدر  
تکیہ لگاتے ہوئے، تکیہ لگانے والے۔ عَلِيْهَا اِی عَلِي سُوْرٍ (پلنگوں پر تکیہ لگاتے ہوئے  
ہوں گے) ہم

= مُتَقَبِّلِينَ: اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ تَقَابَلُوْا (تفاعل ضم) مصدر  
آمنے سامنے (بیٹھے ہوں گے)

مُتَكَيِّئِينَ، مُتَقَبِّلِينَ دونوں حال ہیں ضمیر فی الخبر عَلِي سُوْرٍ سے:

۱۶:۵۶ = يَطْوُونَ عَلَيْهِمْ وِلْدَانَ مِثْلَدُونٍ۔ جملہ مستأنف ہے، يَطْوُونَ  
مضارع واحد مذکر غائب طَوْنٌ، طَوَانٌ (باب نصر) مصدر۔ چکر لگائیں گے، چکر لگا  
رہیں گے، یعنی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے:

عَلَيْهِمْ فِي هِمْ ضَمِيْرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِنْ جَنِيْتُوْنَ كَمَا لَمْ يَكُنْ فِي سَبْقِ  
ہوں گے۔

وِلْدَانَ بَنَاتٍ بَنَاتٍ عِلْمَانٍ، مِثْلَدُونَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اس کا واحد مِثْلَدٌ  
تَخْلِيْدٌ (تفعیل) مصدر۔ خَلَدٌ ایک قسم کی بالیاں ہیں مِثْلَدٌ وہ جس کو بالیاں پہنائی ہوئی  
ہوں۔ یعنی ایسے فلماں جن کو بالیاں پہنارکھی ہوں گی۔

یا یہ الْخُلُوْدُ سے ہے جس کے معنی فساد کے عارضہ سے پاک ہونے اور اپنی اصلی حالت  
پر قائم رہنے کے ہیں اور جب کسی چیز میں عرصہ دراز تک فساد و تغیر پیدا نہ ہو اہل عرب اسے  
خلود کے ساتھ متصف کرتے ہیں اس لحاظ سے مِثْلَدٌ اسے کہیں گے جس میں عرصہ

دراز تک تغیر و فساد نہ ہو۔ اسی بنا پر جس شخص میں باوجود بڑی عمر کے بڑھاپا نہ آئے اسے مُخَلَّد کہا جاتا ہے یہاں آیت ہذا میں ایسے لڑکے مُراد ہیں جو کہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے ان کی عمر ہمیشہ ایک ہی حالت میں مٹھری رہے گی!

۵۶:۱۸ = يَا كُوَابِ - اِي يَطُوفُ عَلَيْهِمْ يَا كُوَابِ ..... الخ (ہاتھوں میں) آبخورے .... لئے (جنتیوں میں خدمت کی خاطر) گردش کرتے رہیں گے۔

اَكُوَابِ كُوَابٍ كِي جمع بمعنى كوزة، بيالة۔ ايسا برتن جس كا دستہ سہیل اور ٹوٹی نہ ہو  
 = اَبَارِيقٍ: اَبْرِيْقٍ كِي جمع بمعنى آفتابہ۔ ايسا برتن جس كا دستہ اور ٹوٹی ہو۔ غير منصرف  
 اس لئے کہ باوجود کے اَكُوَابِ كا معطوف ہے اس کے آخر میں تنوين نہیں آئی۔

= وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ: داؤ عاطفہ۔ كَأْسٍ معطوف اس كا عطف بھی اَكُوَابِ پر ہے يا اَبَارِيقٍ پر۔ بمعنى شراب سے بھرا ہوا جام، (شراب پینے کا برتن۔ مَعِينٍ

مَعْنٌ (باب نصر) مصدر سے، فَعِيلٌ كے وزن پر صفت مشبہ كا صیغہ ہے بمعنى جاری مَعَنَ: پانی كا بہنا۔ پانی كا جاری ہونا۔ پانی كو جاری کرنا۔ اِمْعَانٌ باب افعال سے پانی كا جاری ہونا۔ زمین كا سیراب ہونا۔ یہاں مراد شراب جو جنت کی تہروں میں جاری ہوگی

۵۶:۱۹ = لَا يُصَدَّعُونَ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب تَصَدَّعٌ تَفْعِيلُ مصدر بمعنى سر درد ہونا۔ سر كا چکرانا۔ نہ ان كو درد سر ہوگا۔ ان کے سر نہیں چکرائیں گے  
 صَدَّعٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنى پھاڑنا۔ دو ٹکڑے کر دینا، الگ الگ کر دینا۔  
 (باب تفعیل) تَصَدَّعٌ عٌ سے بمعنى منتشر ہونا۔

= عَنْهَا اِي لبيبها۔ اس کی وجہ سے، اس کے سبب سے۔

= وَلَا يَنْزِفُونَ: داؤ عاطفہ، لَا يَنْزِفُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب، اِنزَافٌ (افعال) مصدر۔ .... وہ بے ہوش اور خبطی نہ ہوں گے۔

اِنزَافٌ (افعال) وَنَزَفٌ (باب ضرب) بمعنى مسّت و بیہوش ہو جانا۔

۵۶:۲۰ = وَفَاكِهَةٍ وَادِّعَاطِفَةٍ، فَاكِهَةٍ اس كا عطف اَكُوَابِ پر ہے اور وہ غلمان جنتیوں کی پسند کے میوے لئے ان کی خدمت میں گردش کر رہے ہوں گے۔

= مِمَّا: مرکب ہے مِنْ تَبْعِيضِهِ اور مَا موصولہ سے

= يَتَخَيَّرُونَ: مضارع جمع مذکر غائب، تَخَيَّرُوا (تفعیل) مصدر سے پسند کرنا  
 اِنْتِخَابٌ کر لینا۔ خَارَ يَخِيْرُ (باب ضرب) سے مصدر خَيْرَةٌ وَخَيْرٌ اختيار کرنا۔

اگر دوسرے مفعول پر علی ہو تو فضیلت دینے کے معنی ہوں گے۔ مثلاً خَارَ الرَّجُلُ عَلٰی غَيْرِهِ۔ اس نے اس آدمی کو دوسروں پر فضیلت دی۔

۲۱:۵۶ = وَ لَحِدِ طَيْرٍ وَاَوْ عَاطِفٍ، لَحِدِ طَيْرٍ مضاف مضاف الیہ۔ لَحِدِ كَا عَطَفٍ اَكْوَابٍ پڑھے یعنی غلمان بہشت بہشتیوں کے لئے مرغوبِ خاطر پرندوں کا گوشت بھی لئے ہوئے ہوں گے؛

= مَمَّا۔ حسب بیان آیت ۲۰ مذکورہ بالا۔

= يَشْتَهُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِشْتَهَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ خواہش رکھتے ہوں گے۔ وہ چاہیں گے۔

۲۲:۵۶ = وَ حُورٍ عِينٍ؛ وَاَوْ عَاطِفٍ، حُورٌ حُورَاءُ کی جمع نہایت گوری عورتیں۔ موصوف۔ عِينٌ عَيْنَاءُ کی جمع بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والیاں۔ زَنَانٍ فَرَاحٍ

چشم۔ صفت۔ حُورٌ كَا عَطَفٍ وَاَوْ عَاطِفٍ (آیت نمبر ۱) یعنی وہاں جنتیوں کے لئے گوری اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں (خدمت کے لئے) ہوں گی۔

۲۳:۵۶ = كَا مَثَالِ اللُّوْلُؤِ الْمَكْنُونِ۔ كَا تشبیہ کے مبالغہ کے لئے آیا ہے اللُّوْلُؤُ (لؤلؤ) مادہ) موتی۔ موصوف، الْمَكْنُونِ اسم مفعول واحد مذکر۔ كُنَّ (باب فتح) یعنی (لڑکی کو) نظروں سے چھپانا۔ صفت۔ جو مثل (آبدار، غیر مس شدہ) چھپائے ہوئے موتی کے (ہوں گی)

۲۴:۵۶ = جَزَاءٌ لِّمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ جَزَاءٌ مَفْعُولٌ لِّ فِعْلِ مَحذُوفٍ۔ اِی یفعل بہم ذلک کلہ جزاء باعمالہم۔ جزاء مفعول لِّ فِعْلِ مَحذُوفٍ کا۔ یعنی یہ سب کچھ ان کے لئے اس لئے کیا گیا کہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

بِمَا یسبب سبب ہے ما موصولہ کَانُوا یعملون ماضی استمراری جمع مذکر غائب بسبب اس عمل کے جو وہ کیا کرتے تھے یا (دنیا میں کرتے رہے تھے)۔

۲۵:۵۶ = لَغَوًا۔ لَغَا یلغوا (باب نصر) کا مصدر ہے۔ اول قول یلغوا، بغیر سمجھے بولنا۔ بے ہودہ واہیات بکو اس کرنا۔ یہاں بطور مفعول استعمال ہے

= تَأْتِيْمًا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے گناہ کی باتیں کرنا۔ گناہ میں ڈالنا۔ یہاں بطور مفعول استعمال ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ۔

وہاں بہشت میں) ان کو بے ہودہ کلام اور گناہ کی باتیں سننے میں نہ آئیں گی۔ وہ ایسا کلام نہیں سنیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَوَلَا يَكْتُمُونَ أَبَا (۸ : ۳۵) وہاں نہ تو بے ہودہ باتیں

اور نہ بھوٹ (خرافات)

۲۶:۵۶ = الْأَقِيلًا سَلَامًا، الْأَحْرَفِ اسْتِثْمَاءً قِيلًا بِمَعْنَى قَوْلًا۔ مصدر ہے یہاں

بطور مفعول استعمال ہوا ہے۔ سَلَامًا بَدَلٌ هِيَ قِيلًا سَلَامًا بِمَعْنَى سَلَامًا سَلَامًا۔

یہ سَلَامًا لِسَلَامٍ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ اس کے معنی عیوب و آفات سے سلامت رہنے

ان سے چھٹکارا پانے اور بری ہونے کے ہیں۔

ترجمہ۔

نہیں سنیں گے وہاں کوئی کجواں اور نہ کوئی گناہ کی بات مگر صرف ایک بول

سلام "سلام"

۲۴:۵۶ = وَأَصْحَابُ الْيَمِينِ مَا أَصْحَابُ الْيَمِينِ، ملاحظہ ہو آیت ۸ متذکرہ

أَصْحَابُ الْيَمِينِ۔ دائیں ہاتھ والے۔ ان کو اصحاب الیمین یا اصحاب الیمینہ کہنے

کے متعلق مندرجہ ذیل اقوال ہیں۔

۱۔ یہ لوگ رب العزت کے تخت کے دائیں جانب کھڑے ہوں گے۔

۲۔ ان کو نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

۳۔ ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر بہشت میں لے جایا جائے گا۔

۴۔ ان کی روحیں حضرت آدم کی دائیں جانب تھیں۔ (جب حضرت آدم کی پشت سے

ان کی ساری نسل برآمد کی گئی تھی۔ ان کے دو گروہ بنا دیئے گئے تھے ایک گروہ دائیں

طرف جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ یہ جنتی ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں یہ یمین سے مشتق ہے جس کا معنی دایاں (ہاتھ یا جانب) ہے،

۵۔ اگر یمین سے ماخوذ لیا جائے۔ جس کا معنی برکت والا ہے تو مراد ہوگا وہ لوگ

جن کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزری ہو۔

۲۸:۵۶ = فِي سِدْرٍ مِّنْضُودٍ اس سے پہلے هُمْ (بتدایہ) محذوف ہے فِي

سیدِ اس کی خبر۔

سیدِ موصوفِ مَخْضُودٍ اس کی صفت۔ سیدِ بیری کے درخت کو کہتے ہیں  
امام راعبے لکھتے ہیں:-

سیدِ ایسا درخت ہے جو کھانے میں ناکافی ہوتا ہے اسی لئے ارشاد ہوتا ہے وَ اَنْتَلِ  
وَشَيْءٌ مِّنْ سِدِّیْ قَلِیْلِ (۱۶:۱۳۴) (اور جھاؤ اور کچھ بیر ہتھوڑے سے) اور چونکہ اس  
کے کانٹے جھاڑ کر اس کے ذریعہ سایہ حاصل کیا جاتا ہے اس لئے یہ ارشاد الہی فی سِدِّیْ  
مَخْضُودٍ میں یہ جنت کے سایہ اور اس کی مثال قرار دیا گیا ہے کہ سایہ حاصل کرنے کے لئے  
بہت کافی ہوتا ہے۔

== مَخْضُودٍ: اسم مفعول واحد مذکر، خَضَدُ (باب ضرب) مصدر سے، جس سے  
کاٹا دور کیا گیا ہو۔ بے خار۔ یہ صفت ہے اپنے موصوفِ سِدِّیْ کی: یعنی بیری کا درخت  
جس کا کاٹا دور کیا گیا ہو،

مراد یہ ہے کہ اصحاب الہیمن جنت کے ایسے باغات میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں  
ہوں گی۔

۲۹:۵۶ = وَ طَلِحَ مَنُضُودٍ: واو عاطف، طَلِحَ کا عطف سِدِّیْ پر ہے طَلِحَ ایک  
بڑا درخت۔ کیلا۔ مَنُضُودٍ اسم مفعول واحد مذکر۔ تہ برتہ، نَضَدُ (باب ضرب) مصدر۔ تہ برتہ  
کیا ہوا۔ اور وہاں ایسا کیلا ہوگا جس پر پھلیوں کے گنجان گچھے لٹک رہے ہوں گے۔ طَلِحَ  
مَنُضُودٍ موصوفِ صفت۔

۳۰:۵۶ = وَ ظِلٌّ مَّمْدُودٍ: واو عاطف، ظِلٌّ سایہ (موصوف) مَمْدُودٍ اسم مفعول  
واحد مذکر (باب نصر) مَدُّ مصدر سے (صفت) ظِلٌّ کا عطف بھی سِدِّیْ پر ہے (اور  
وہاں) بے بے سائے ہوں گے۔

۳۱:۵۶ = وَ مَاءٍ مَّسْكُوبٍ۔ موصوف و صفت اس کا عطف بھی سِدِّیْ پر ہے  
مسکوب اسم مفعول واحد مذکر، سَكَبُ (باب نصر) مصدر۔ پانی کا بہنا، بڑی بڑی بوندوں  
کے ساتھ بہیم بارش کا ہونا۔ (اور وہاں) آبِ رواں ہوگا۔ یا۔ پانی کی آبتاریں ہوں گی۔

۳۲:۵۶ = وَ فَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَ اَوْ عَاطِفٍ، فَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ موصوف و صفت، بکثرت  
پھل۔ اس کا عطف بھی وَ سِدِّیْ پر ہے (اور وہاں) پھل بکثرت ہوں گے: پھلوں کی  
بہتات ہوگی۔

۳۳:۵۶ = لَا مَقْطُوعَةَ: لَا نَافِيَهُ مَقْطُوعَةً اسم مفعول واحد مؤنث۔ نہ ختم ہونے والے۔ یعنی ایسے پھل یا میوے جو موسمی نہیں ہوں گے بلکہ ہر وقت درختوں پر موجود رہیں گے۔ اور وہاں نہ ختم ہونے والے پھل ہوں گے۔

وَلَا مَمْنُوعَةَ۔ اور نہ ان کے توڑنے سے کسی کو منع کیا جائے گا۔ (کیونکہ توڑنے سے وہ پھل ختم نہ ہوں گے بلکہ ان کی جگہ فوراً دوسرا پھل اسی طرح پختہ وہمہ صفت موصوف لگ جائے گا۔ یہ صفت ہے فاکھتہ کی۔

۳۴:۵۶ = وَفُرُشٍ مَّرْفُوعَةٍ: موصوف و صفت۔ فُرُشٌ، فُرُشٌ وَفِرَاشٌ کی جمع ہے۔ پچھونا۔ بستر، فرش، فُرُشٌ وَفِرَاشٌ (باب نصر) مصدر۔ یعنی بچھانا۔ اور فُرُشٌ یعنی بچھونا۔ یا سواری کا جانور، مصدر بمعنی مفعول آیا ہے۔ پچھونا (بستر) جس پر سویا جائے۔ اور سواری کا جانور جس پر سواری کی جائے۔

مَرْفُوعَةٍ اسم مفعول واحد مؤنث رَفَعْتُ (باب فتح) مصدر۔ بلند، اوپر اٹھایا ہوا اور وہاں بلند وارفع بستر ہوں گے، بلندی خواہ اور چھائی کے لحاظ سے یا قدر و منزلت کے حساب سے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آیت نہد میں فرشوں سے مراد عورتیں ہیں یہ مرد کے تلے بچھتی ہیں۔ اس لئے بطور استعارہ ان کو فرش سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند تختوں پر ہوں گی۔ یا یہ کہ حسن و خوبی میں بلند قدر ہوں گی۔ جیسا کہ سورۃ لیس میں آیا ہے۔

هُنَّ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى الْأَسَاكِلِ مُتَكِيُونَ (۳۶: ۵۶) وہ بھی اور ان کی بیویاں بھی سایوں تلے تختوں پر تکیے لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ اس تفسیر کی تائید اگلی آیت سے ہوتی ہے۔

۳۵:۵۶ = إِنَّا أَنشَأْنَا هُنَّ النِّسَاءَ۔ أَنشَأْنَا ماضی جمع مستکم النِّسَاءُ (افعال) مصدر۔ یعنی پیدا کرنا۔ پرورش کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب النِّسَاءُ مفعول مطلق فعل کی تاکید کے لئے

هُنَّ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ قال بعض العلماء هو راجع الى قوله: فرش مرفوعة، قال لان المراد بالفرش النساء۔ والعرب تسمى المرأة لباساً اذا راو فراشاً ونعللاً۔ هُنَّ کی ضمیر کلام الہی فرش مرفوعہ میں فرش کی طرف کی طرف راجع ہے

فرش سے مراد عورتیں ہیں، عرب عورت کو لباس، ازار، فراش، نعل بھی نام دیتے ہیں  
۲۔ وقال بعض العلماء: هو راجع الى غير مذکور۔ انه راجع الى نساء  
لم يذکون ولكن ذکور الفرائش۔ لانهن يتکثن علیها مع  
ازواجهن۔

اور بعض کے نزدیک اس کا مرجع غیر مذکور ہے کہتے ہیں اس کا مرجع عورتیں ہیں جس کی  
طرف فرش کا ذکر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان بچھونوں پر وہی اپنے شوہروں کے ساتھ تکیہ لگا کر  
بیٹھیں گی۔ (اضواء البیان)

علامہ پانی پتی بھی کچھ یوں ہی لکھتے ہیں :-  
فرماتے ہیں :- اگر فرش سے مراد عورتیں ہوں تو هُنَّ کی ضمیر فرش کی طرف راجع ہوگی؛  
اگر فرش سے مراد عورتیں نہ ہوں تو مرجع مذکور نہ ہوگا۔ کیونکہ سیاق کلام سے سننے والا سمجھ  
جاتا ہے کہ اس سے مراد عورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔

اقوال مذکورہ بالا کی روشنی میں عورتوں سے مراد ہے جنتیوں کی دنیا کی بیویاں جو بہشت میں  
ہوں گی۔ اور حوریں۔

مولانا دریا بادی لکھتے ہیں :-

یہاں یہ بتایا کہ جنت کی عورتوں کی (اور اس میں حوریں بھی داخل ہو گئیں اور اس دنیا کی جنتی  
بیویاں بھی داخل ہو گئیں) بناوٹ ایک خاص قسم کی ہوگی!

مولانا فتح محمد جالندہری اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں :-

ہم نے ان (حوروں) کو پیدا کیا۔ اس صورت میں هُنَّ کی ضمیر کا مرجع جنت کی حوریں۔

پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

یہاں اہل جنت کی نیک بیویوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی جب وہ جنت میں داخل ہوں گی تو

ان کی خلقت بالکل بدلی ہوئی ہوگی۔ اگرچہ دنیا میں وہ خوش شکل نہ تھیں، مرتے وقت وہ

بالکل بوڑھی ہو گئی تھیں لیکن جب جنت میں داخل ہوں گی تو بھر پور جوانی ہوگی، مجسم حسن

در عنائی ہوں گی۔ اور کنواری بنا کر انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حدیث شریف میں اس آیت کی یہی تفسیر مذکور ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے عرض کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

یا ام سلمة هن اللواتی قبضن فی الدنیا عجائز شمطاً، عمشاً رصاً

جعلهن الله بعد الكبريات ابا على ميلا و واحد في الاستواء،

لے ام سلمہ! ان سے مراد وہی بیویاں ہیں اگرچہ وفات کے وقت وہ بالکل بوڑھی تھیں ان کے بال سفید تھے۔ ان کی بینائی کمزور تھی، آنکھیں میلی کچلی رہتی تھیں۔ لیکن جب وہ جنت میں داخل ہوں گی تو ساری ہم عمر ہوں گی۔

اس صورت میں هُنَّ کا مرجع وہ دنیاوی بیویاں ہیں جو جنت میں داخل ہوں گی۔

== انشاء مصدر کو فعل کے بعد فعل کی خصوصیت کو اجاگر کرنے کے لئے تاکید لایا گیا ہے یعنی ہم ان کو ایک خاص اٹھان پر اٹھایا۔ (تفسیر حقانی)

ہم نے ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقے سے پیدا کیا۔ (ضیاء القرآن) جمع مؤنث غائب۔ ۳۶:۵۶ = فَجَعَلْنَهُنَّ اِی فَصَيَّرْنَهُنَّ۔ پس ہم نے ان کو بنا دیا۔ هُنَّ ضمیر مفعول

== اَبْكَارًا: مفعول ثانی۔ کنواریاں۔ بکوں کی جمع۔

== عُرُبًا: سہاگ والیاں۔ پیار دلانے والیاں، محبوبائیں۔ عُرُوبٌ کی جمع جو کہ بروز فِعُولٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی اس عورت کے ہیں جو اپنے ناز و انداز کی وجہ سے اپنے شوہر کی محبوبہ ہو۔ نیز فراست کی بنا پر اس کی مزاج شناس بھی ہو۔

ہنس مکھ عورت، اپنے مرد سے محبت رکھنے والی اور اس کا اظہار کرنے والی۔ اپنے خاوند پر عاشق (لسان العرب)

== اَثْرًا أَبًا۔ ہم عمر عورتیں۔ ثَرْبٌ کی جمع۔

عُرُبًا، اَثْرًا أَبًا بھی جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔ ہر۔ اَبْكَارًا، عُرُبًا، اَثْرًا أَبًا هُنَّ سے حال بھی ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ ہو گا۔

پس ہم نے بنا دیا ان کو بایں حالیکہ وہ کنواریاں، محبت کرنے والیاں اور

ہم عمر ہوں۔

۳۸:۵۶ = لِاصْحَابِ الْيَمِينِ: اس کا تعلق اَنْشَانَا سے ہے یا جَعَلْنَا سے:

یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ اِی هُنَّ لِاصْحَابِ الْيَمِينِ:

۳۹:۵۶ = ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْاَوَّلِينَ: ثَلَاثَةٌ کے لئے ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرہ: <sup>الصدر</sup>

۴۰:۵۶ = مِنَ الْاٰخِرِينَ، متاخرین میں سے، بعد میں آنیوالے لوگوں میں سے



مِنَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْآخِرِينَ: دونوں صورتوں میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لوگ مراد ہیں۔ یعنی اسی امت کے متقدمین میں سے بہت سے لوگ اور اسی امت کے متاخرین میں سے بہت سے لوگ ان اصحاب الیمین میں شامل ہوں گے؛ علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

ابوالعالیہ، مجاہد، عطاء بن ابی رباح اور ضحاک نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیات ۱۳، ۱۴، متذکرۃ العدر۔

۴۱: ۵۶ = وَأَصْحَابُ الشِّمَالِ مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ - شمال جانبِ شمال، بائیں طرف اسم ہے۔ اشْمَلٌ و شَمْلٌ اس کی جمع ہے۔ آیت ہذا کا عطف آیت ۲ پر ہے اور جو بائیں طرف والے ہیں۔

مَا أَصْحَابُ الشِّمَالِ: میں ما استفہامیہ ہے یا استفہامیہ برائے تعجب (ملاحظہ ہو آیت ۸، مذکورہ بالا۔ أَصْحَابُ الْيَمِينِ کے متعلق آیت ۲ کے تحت مختلف اقوال درج کئے گئے ہیں کہ ان کو اصحاب الیمین کیوں کہا گیا ہے۔ شمال: یمین کی ضد ہے، لہذا اصحاب الیمین کے خلاف صفات رکھنے والے اصحاب الشمال ہوں گے؛

۴۲: ۵۶ = فِي سَمُومٍ وَحَمِيمٍ: یہ هُم (مبتداً محذوف) کی خبر ہے۔ سَمُومٌ کو تیز بھاپ، وہ گرم ہوا جو زہر کا سا اثر کرے۔ سَمٌّ یعنی زہر۔ سَمُومٌ مونث ہے؛ اس کی جمع سَمَائِمٌ ہے۔ حَمِيمٌ نہایت گرم پانی، گہرا دوست۔ دوست کو جو حمیم کہتے ہیں وہ اس لئے کہ وہ بھی دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔ ترجمہ ہو گا:-

وہ جھلستی ہوئی ٹو اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔

۴۳: ۵۶ = وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُومٍ اس آیت کا عطف آیت سابقہ پر ہے۔ يَّحْمُومٌ اسم ہے۔ بہت کالادھواں۔ يَّحْمُومٌ بروزن یفعول۔ حَمَمٌ سے مشتق ہے ابن کيسان نے کہا ہے یہ دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

ترجمہ:- وہ نہایت سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔

۴۴: ۵۶ = لَا بَارِدٍ وَلَا كَرِيمٍ۔ یہ ظِلٌّ کی صفتیں ہیں۔ بَارِدٌ بُرْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ مَطْنَدٌ نہ (دوسرے سالیوں کی طرح) مَطْنَدٌ۔ كَرِيمٌ خوش منظر۔ (السير التفاسیر) مرضی کے مطابق مَطْنَدِي و کشادہ (روح المعانی) آرام دہ (صیغۃ القرآن)

جو سود مند نہ ہو اور نہ دیکھنے میں اچھا ہو۔ (تفسیر منطہری) دونوں ظلم کی صفت ہیں۔  
 کَرِيمٌ۔ الکرم (باب کرم) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے (لغات القرآن  
 میں ہے: امام راعب نے لکھا ہے:-

کَرَمٌ اللہ کی صفت بھی ہے، انسان کی بھی، فرشتے کی بھی، قرآن کی بھی اور دوسری  
 چیزوں کی بھی، اور سب کے معانی میں اختلاف ہے:-

۱۔ اللہ کے کرم سے مراد ہے مخلوق پر اس کا احسان و انعام، مخلوق پر احسان کرنا ہے سب نعمتوں کو نوازنا

۲۔ آدمی کے کرم سے مراد ہے اخلاق پسندیدہ۔ خصائل حمیدہ، کردار کی خوبی۔ اور ہر ذاتی

شرف، آدمی کریم ہے یعنی اچھے کردار کا مالک ہے اس کے اندر محاسن ہیں شرف ہے  
 بزرگی ہے۔

۳۔ ملائکہ کے کریم ہونے کے معنی ہیں دربار الہی میں ان کی عزت و حرمت، و بزرگی،  
 جیسے کِرَامًا كَاتِبِينَ: عزت والے فرشتے جو انسانوں کے اعمال نامے لکھتے ہیں

۴۔ قرآن کریم۔ یا کتاب کریم۔ عزت و شرف والا قرآن یا کتاب،

۵۔ رسول کریم۔ بزرگی والا پیغام بُر۔ (جبرائیل)

۶۔ قول کریم۔ نرم، اچھی بات، عاجزانہ کلام،

۷۔ باقی اشیا میں سے جس چیز کی صفت کریم ہوگی اس سے مراد ہوگا اس چیز کا اچھی  
 صفات سے متصف ہونا۔ جیسے نَزُوجٍ كَرِيمٍ ہر عمدہ قسم، مقام کریم، عمدہ  
 مقام۔

۵۶: ۲۵ = قَبْلَهُ ذَٰلِكَ: اس کے قبل، دینا میرا۔

== مُتَرَفِينَ۔ اِثْرًا فِ اِفْعَالٍ مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصب  
 مُتَرَفٌ واحد۔ ناز پروردہ۔ آسودہ حال لوگ۔

۵۶: ۲۶ = كَانُوا يُصِرُّونَ۔ ماضی استمراری، صیغہ جمع مذکر غائب، اِصْرَارٌ  
 اِفْعَالٌ مصدر۔ وہ اصرار کیا کرتے تھے۔ وہ اڑے رہتے تھے۔

== الْجَنِّتِ الْعَظِيمِ: موصوف و صفت۔ جَنَّتٌ گناہ، جھوٹی قسم، گناہِ عظیم  
 یعنی شرک، جھوٹی قسمیں۔ یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ان کو دوبارہ زندہ کر کے نہ اٹھایا  
 جائے گا۔ (آیات ۲۷: ۲۸ میں ان کی بعض قسمیں مذکور ہیں)

۵۶: ۲۷ = وَ كَانُوا يَقُولُونَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب جس کا مرجع

أَصْحَبُ الشَّمَالِ هِيَ جِيسَاكَ اِدْرَانِ كَابِيَانِ حَيْلَا آرْ هَا هِيَ اِيْذَا هِيْتَا وَكُنَّا تُرَابًا مَرَانَا  
لَمَبْعُوْتُوْنَ :

== اِيْذَا - ميں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے اِذَا ظرف زمان ہے ،  
== تُرَابًا وَعِظَامًا مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ نَجْرٍ كُنَّا - تُرَابٌ حَاكٌ مِثْلُ ، اصل ميں تو اب خود  
زمين کا نام ہے - عِظَامٌ عِظْمٌ كِي جَمْع - ہڈياں -

== عِ استفہام انکاری - لَمَبْعُوْتُوْنَ - لام تَاكِيْدٌ كَا مَبْعُوْتُوْنَ اِسْمٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ ،  
دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے ہوئے - بَعَثٌ (باب فِتْح) مَصْدَرٌ مَبْعِيٌّ دُوْبَارَہَ زَنْدَہِ كَرَّ كَ اُطْهَانَا  
بھينچنا -

۵۶: ۲۸ == اَوْ اٰبَاءُنَا الْاَوْلُوْنَ : اَہْمَزَہُ اسْتِفْہَامِيَّةٌ اِنْكَارِيَّةٌ هِيَ وَاوٌ عَاطِفٌ هِيَ  
جِس کا عطف جملہ محذوف پر ہے اِيْ اِنَّا لَمَبْعُوْتُوْنَ وَاِباؤُنَا الْاَوْلُوْنَ . كِيَاہِم دُوْبَارَہ  
اٹھائے جائیں گے اور ہمارے اولين باپ دادا بھی - جملہ استفہام انکاریہ ہے -  
اٰبَاءُنَا مِضَافٌ مِضَافٌ اِلَيْہِہَا اَبَا وَاِجْدَادٌ - باپ دادے ، الْاَوْلُوْنَ ہِم سے  
پہلے ، ہمارے اگلے - اسلاف ،

آیت ۴۷ میں اِيْذَا مِثْنًا اور عَرَانَا ميں ہمزہ استفہامیہ کے تکرار کے منطوق اور آیت  
۴۸ ميں وَاوٌ عَاطِفٌ پَر ہمزہ استفہامیہ داخل کرنے کے متعلق بیضاوی میں ہے -  
ہمزہ کا تکرار بعث سے مطلقاً انکار کی دلیل ہے یعنی اگر ہمزہ کو دوبارہ نہ لایا جاتا تو انکا  
بعث محض مٹی اور ہڈیوں کے دوبارہ جی اُٹھنے پر محدود رہ جاتا یا میت کے مٹی اور ہڈیاں ہولے  
تھک - بعث کے متعلق انکار کے لئے ہمزہ استفہامیہ انکاریہ کو دوبارہ لایا گیا ہے - ایسے ہی  
اَوْ اٰبَاءُنَا ميں ہمزہ کو وَاوٌ عَاطِفٌ سے قبل لایا گیا - گویا کہ انہوں (منکرين بعث) نے کہا ہو کہ  
ہمیں اس سے انکار ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاویں گے اور ہمارے  
باپ دادا کا دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا تو اس سے بھی زیادہ قابل انکار ہے -  
۵۶: ۲۹ == قُلْ ، (یعنی ان کے انکار کی تردید میں اور حق کی صداقت میں ان منکرين سے)  
کہنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اِنَّ الْاَوْلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ - مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ عَمَلِ اِنَّ - اگلے ، پچھلے -

== لَمَجْمُوعُوْنَ - لام تَاكِيْدٌ كَا مَجْمُوعُوْنَ اِسْمٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ - جَمْعٌ (باب فِتْح)  
مصدر - اکٹھے کئے گئے (اکٹھے کئے جائیں گے) اس کا تعلق آیت ۴۹ ہے : اِيْ اِنَّ

الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ - بے شک پہلے اور پچھلے (سب) اکٹھے کئے جائیں گے  
= اِلَى مِيقَاتٍ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ - اسی لَوْقَاتٍ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ: ایک یوم معلوم کے وقت  
مقررہ پر۔ اِلَى مَعْنَى لَامٍ هِيَ۔

مِيقَاتٍ کسی کام کے لئے مقرر شدہ وقت یا جگہ۔ مثلاً۔ مِيقَاتٍ احرام یعنی احرام کے  
شروع ہونے کی مقررہ حد (یا جگہ) کہ اس حد سے آگے بغیر احرام کے جانا جائز نہیں مِيقَاتٍ  
يَوْمٍ میں اضافہ بَدَلٌ مِنْ هُوَ۔ جیسے خَائِمَةٌ فِضَّةٌ (خَائِمَةٌ مَعْنَى فِضَّةٌ) چاندی کی  
انگوٹھی۔ یوم معلوم موصوفہ و صفت ہے، مراد قیامت کا دن ہے۔  
۵۱: ۵۶ = نَمَّ - حرف عطف ہے ما قبل سے ما بعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے

بھڑ۔  
= اِنْتُمْ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، بے شک تم، یہاں  
خطاب اہل مکہ سے ہے۔ یا خطاب عام ہے ہر گمراہ اور جھٹلانے والے سے۔  
= الضَّالُّونَ - اسی الضَّالُّونَ عَنِ الْهُدَى - راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے اسم  
فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ضَلَّالٌ (باب ضرب، مضاعف، مصدر بمعنی گمراہ ہو جانا۔ بہکنا۔  
راہ سے دور جا پڑنا۔ گم ہونا۔ ہلاک ہونا۔ ضائع ہونا۔  
= الْمُكْذِبُونَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ تَكْذِيبٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ جھٹلانے والے۔  
تکذیب کرنے والے۔ مراد مُكْذِبُونَ بِالْبَعْثِ: دوبارہ جی اٹھنے کو جھٹلانے والے۔  
۵۲: ۵۶ = لَا اٰكِلُونَ: لام تاکید کا ہے۔ اٰكِلُونَ اسم فاعل جمع مذکر۔ اٰكَلٌ بِاب  
نصر۔ مصدر۔ کھانے والے۔

= مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّومٍ: پہلا مِنْ اِبْدَائِيَّةٍ ہے دوسرا مِنْ بَيَانِيَّةٍ ہے (بیضاوی)  
مِنْ شَجَرٍ لَا الزَّقُّومِ کی بجائے مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّومٍ کہہ کر عبارت میں زور پیدا کیا  
گیا ہے۔ اور شجر کو نکرہ لاکر اس کی تنقیص کہہ ہے۔  
ترجمہ آیات ۵۱: ۵۲۔

پھر تم لے گمراہ ہونے والو! لے جھٹلانے والو! ضرور بالضرور حکماً، مقہور کے  
درخت کو کھاؤ گے۔

۵۳: ۵۶ = فَمَا لِيُونَ - ف عاطف ہے مَا لِيُونَ اسم فاعل جمع مذکر۔ هَلَّا (باب  
فتح) مصدر۔ م ل و حروفِ مادہ۔ بمعنی بھرنا۔ الْمَلَأُ: اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی امر پر

مجمع ہوتو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھرے۔

سردار۔ مَا لِيُؤْنِ۔ تم بھرنے والے ہو گے؛ تم بھرو گے (اس کو کھا کر)

== مِنْهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب شجر کے لئے ہے جو اسم جنس ہے اور مذکر  
و مؤنث ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے جیسے کہ اگلی آیت میں عَلِيٍّ میں ضمیر واحد مذکر  
غائب شجر کی طرف راجع ہے۔

== الْبَطُونِ۔ بَطْنٌ کی جمع۔ پیٹ، بطن، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے،

== فَشَرِبُونَ۔ فِ عاطف، شَرِبُوا اسم فاعل جمع مذکر۔ شَرِبْتُ (باب سجع)  
مصدر۔ پینے والے (ہو گے) یا پو گے۔

== شَرِبَ الْهَيْمُ؛ شَرِبَ مفعول۔ اسم مصدر۔ مضاف، الْهَيْمُ مضاف الیہ  
جمع آهِيْمٌ واحد مذکر۔ اور هَيْمَاءٌ واحد مؤنث کی، هَيْمٌ۔ اونٹ کا مرض استسقا  
جس سے وہ پانی پی کر مر جاتا ہے۔

الھیم ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کو استسقا کا مرض لگا ہوا ہو، فَشَرِبُونَ شَرِبَ  
الْهَيْمُ؛ تم اس طرح (پیٹ بھر بھر کر) پو گے جیسا کہ استسقا کے مریض اونٹ پیتے ہیں

۵۶:۵۶ = هَذَا يه۔ یعنی زہریلی ٹو۔ کھولتا ہوا پانی (آیت ۴۲) سیاہ دھوئیں کا سایہ

(آیت ۴۳) زقوم کا درخت کھانے کو (آیت ۵۲) اس پر کھولتا ہوا پانی (آیت ۵۴)

== نَزَّلْنَاهُمْ؛ مضاف مضاف الیہ۔ نَزْلٌ مہمانی کا کھانا۔ ضیافت کا طعام۔ نَزَّلْنَاهُمْ  
ان کی مہمانی کا کھانا۔

== يَوْمَ الدِّينِ؛ مضاف مضاف الیہ۔ جزا و سزا کا دن۔ یعنی قیامت، يَوْمَ بوجہ  
ظرفیت منصوب ہے۔

یہاں اصْحَابُ الشَّمَالِ کے عذاب کا بیان ختم ہوا۔

۵۶:۵۶ = لَوْلَا کیوں نہیں۔ اِی هَلَّا۔ جب لَوْلَا اس معنی میں آئے تو اس کے

بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے جیسے آیت ہذا۔ یا۔ لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا؛

(۴۸:۲۸) تو نے ہماری طرف پیغمبر کیوں نہ بھیجا۔ یا۔ لَوْلَا يَكَلِمُنَا اللّٰهُ (۲:۱۱۸) خدا

ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا۔

== تُصَدِّقُونَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَصَدِّقُ (اَلْفَعِيلُ) مصدر، تم تصدیق

کرتے ہو۔ تم سچ مانتے ہو۔ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ؛ پھر تم کیوں سچ نہیں مانتے ہو۔ یعنی

جب تم کچھ نہ تھے تو تم کو اس نے پیدا کیا۔ پھر تم دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کی تصدیق کیوں نہیں کرتے  
 ۵۸:۵۶ = اَفَرَأَيْتُمْ: ہمزہ استفہامیہ ہے ف عاطف اس کا عطف جملہ محذوف  
 پر ہے۔ رَأَيْتُمْ یعنی عَلِمْتُمْ: مطلب ہے کیا بھلا تم جانتے ہو؟ کیا تمہیں معلوم ہے؟  
 بھلا بتاؤ تو۔ بھلا دیکھو تو۔ بھلا تم نے غور سے دیکھا ہے؟

== مَا تُمْنُونَ: ما موصولہ، تُمْنُونَ جملہ فعلیہ، صلہ اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر  
 اِذَا تُمْنُوا کا مفعول۔ تُمْنُونَ مضارع جمع مذکر حاضر، اِضْنَاءُ (افعال) مصدر یعنی منی  
 ٹپکانا۔ لطف ڈالنا۔ بھلا دیکھو تو جو تم (جماع کے وقت عورتوں کے رحم میں) منی ٹپکاتے ہو یا  
 لطف ڈالتے ہو،

۵۹:۵۶ = ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُونَ: ءَا استفہامیہ لا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب  
 جو ما موصولہ آیت ۵۸ کی طرف راجع ہے۔ تَخْلُقُونَ مضارع جمع مذکر حاضر خَلَقَ  
 رباب نصر، مصدر۔ تم پیدا کرتے ہو؟ کیا تم اس کو (انسان کی صورت میں) پیدا کرتے ہو۔

= اَمْ: یا (ہم پیدا کرنے والے ہیں)۔ یقیناً تم تخلیق بشر نہیں کرتے ہم ہی کرتے ہیں)  
 ۶۰:۵۶ = قَدْ زُنَا مَا ضَىٰ جَمْعٌ مُّكْتَمٌ۔ تقدیر (تفعیل) مصدر سوچ سمجھ کر غور کر کے اندازہ  
 کیا۔ ہم نے مرتے کو تمہارے درمیان اندازہ کر دیا۔ ٹھیرا دیا موت تمہارے درمیان حساب کے ساتھ  
 مقرر کر دی کوئی اس کو کم و بیش نہیں کر سکتا۔

= مَسْبُوقِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مسْبُوقٌ (باب نصر) مصدر پیچھے چھوڑے گئے  
 یعنی جن کو پیچھے چھوڑ کر دوسرے آگے بڑھ جائیں سبقت لے جائیں۔ مراد عاجز

زَحْنٌ کو قَدْ زُنَا سے پہلے لانا مفید حصر ہے اور مفید اختصاص ہے یعنی موت کی  
 تقدیر و توقیت ہمارا ہی کام ہے جیسے تخلیق صرف ہمارا ہی فعل ہے اور کوئی اسے نہیں کر سکتا  
 وَ مَا زَحْنٌ بِمَسْبُوقِيْنَ جملہ عالیہ ہے۔ بجا لیکہ کوئی ہم سے موت کے معاملہ میں سبقت  
 نہیں رکھتا۔ اور ہم مغلوب نہیں ہیں۔ کوئی ہم پر غالب نہیں ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے۔ اس صورت  
 میں مطلب یہ ہو گا کہ کوئی ہم کو عاجز نہیں کر سکتا کہ موت سے بھاگ جائے یا وقت موت کو  
 بدل دے۔ (تفسیر منظہری)

۶۱:۵۶ = عَلٰی اَنْ تُبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ۔ اَنْ مصدر یہ ہے بُدِّلَ مَضَارِعٌ مَعْرُوفَةٌ  
 جَمْعٌ مُّكْتَمٌ۔ تَبْدِيلٌ (تفعیل) تمہارے عوض میں لے آئیں۔ یعنی تمہاری جگہ اور تم جیسے  
 آدمی پیدا کر دیں۔ اَمْثَالَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری طرح کے تم جیسے، تمہاری مثل

علامہ پانی پتی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں :-

یہ قَدْ زُنَا کے فاعل سے حال ہے یعنی ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقدر کر دیا ہے اور ہم اس امر پر قادر ہیں کہ تمہاری جگہ تمہارے عوض دوسروں کو لے آویں۔  
یا قَدْ زُنَا سے اس کا تعلق ہے اور عَلِيٌّ بمعنی لام (یعنی لام علت) کے ہے اور عَلِيٌّ علت ہے اَنْ قَدْ زُنَا کی۔ یعنی ہم نے موت کو تمہارے لئے مقدر کر دیا ہے اس لئے کہ تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئیں۔

بِاَسْبُوقَيْنِ سے اس کا تعلق ہے یعنی ہم مغلوب نہیں ہیں کہ تمہارے عوض تمہاری جگہ دوسروں کو لانے کی ہم کو قدرت نہ ہو۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امثال بمعنی مقام و مکان نہ ہو بلکہ اس کا معنی ہو صفت و حالت یعنی ہم اس امر سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری حالت اور صفت کو بدل دیں، اور مرنے کے بعد تم کو ان احوال میں پیدا کریں جن کو تم نہیں جانتے۔ یعنی ثواب و عذاب، مثل بمعنی صفت۔ دوسری آیت میں آیا ہے فرمایا۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ (۱۳: ۲۵) جس باغ کا جنیتوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کے اوصاف یہ ہیں کہ..... الخ۔

== وَ نُنشِئُكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ : وَاذْ عَاطِفٌ نُنشِئُكُمْ - نُشِئُ مَضَارِعُ جَمْعُ مَشْكَمِ اِنْتِشَاءُ (افعال) مصدر كُمْ ضمير مفعول جمع مذکر حاضر ہم تم کو پیدا کر دیں یا ہم تم کو پیدا کر دیں گے۔ فِي اِي فِي الْهَيْئَةِ وَالْحَالَةِ مَا مَوْصُولَةٌ لَا تَعْلَمُونَ صلہ۔ یعنی ہم تم کو ایسی ہیئت و حالت میں پیدا کر دیں کہ جن کو تم جانتے بھی نہیں ہو۔

۶۲: ۵۶ = النُّشْأَةُ الْاُولٰٓئِ مَوْصُوفٌ وَصِفَتُهُ اِنْتِشَاءُ اَوَّلٍ (یعنی کس طرح ایک جرثومہ حیرت سے تمہارا آغاز ہوا اور کن مختلف مدارج سے گزار کر تمہیں ایک مکمل انسان بہمہ صفت موصوف بنا یا۔

== فَلَوْلَا تَدَكَّرُوْنَ هَ لَوْلَا - كَيْوَلَا - كَيْوَلَا - نِيْزٌ مَّا حَظُّهُ هُوَ اَيْتٌ ، هَ مَتَذَكَّرُ بِالَا  
== تَدَكَّرُوْنَ هَ مَضَارِعُ جَمْعُ مَذَكَّرٌ حَاضِرٌ، تَدَكَّرُوْ (تَفَعَّلَ) مَصْدَرٌ - تَمَّ نَصِيحَتٌ يَكْرُتُ  
ہو۔ تم دھیان رکھتے ہو۔ پھر تم کیوں نہیں نصیحت پکڑتے، پھر کیوں تم سبق نہیں لیتے کہ جو ذات تمہاری نشأۃ اولیٰ پر قادر ہے وہ تمہارے مرنے کے بعد نشأۃ آخریٰ پر بھی قدرت رکھتا ہے  
۲۳: ۵۶ = اَفَرَأَيْتُمْ مَّا حَظُّهُ هُوَ اَيْتٌ ۵۸ مَتَذَكَّرَةُ الْمَصْدَرُ - وَاَيْتٌ (۲۴: ۲۴) بھلا دیکھو

کہلاتم نے (غور) سے دیکھا ہے۔

== مَا تَحْرُثُونَ : مَا مَوْصُولٌ تَحْرُثُونَ جمع مذکر ماضی، حَوْتٌ (باب نصر) مصدر  
بمعنی بونا۔ صلہ۔ جو تم بوتے ہو۔ حَوْتٌ کھیتی، حاصل مصدر۔

## فائدہ

آیت ۵ سے لے کر آیت ۴۷ تک دلائل حشر و توحید بیان فرمائے ہیں  
آیت ۵۷ سے ۶۲ تک انسان کی پیدائش کے متعلق بیان ہے۔

فرمایا۔ انسان کی تخلیق و تصویر میں مطلقاً خدا تعالیٰ ہی کو قدرت ہے۔

پھر فرمایا۔ وہ اگر نشاۃ اولیٰ پر قادر ہے تو نشاۃ ثانیہ اس ہی کے ہاتھ میں ہے آیت ۶۳

لے کر ۶۷ تک کھیتی اور نباتات کے اگانے اور اس کو پھول و پھل سے بار آور کرنے کے  
متعلق ہے۔ آیت ۶۸ سے ۷۰ تک پانی کے متعلق آیت ۷۱ سے ۷۴ تک آگ کے متعلق بیان

کر کے فرمایا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ :

۶۴: ۵۶ = اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَ اَجَلٌ اسْتَفْهَامِيہ انکاری ہے تَزْرَعُونَ مضارع جمع مذکر

حاضر زرع (باب فتح) مصدر سے دم اگاتے ہو، کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ما موصولہ  
کے لئے ہے۔

حَوْتٌ دانہ کو زمین میں بکھیرنا۔ بونا۔ زرع : زمین میں بکھرے ہوئے یا بوائے ہوئے

دانہ کو اگانا۔ اس کی پرورش کر کے اس کو بڑھانا۔ اور اس کی غایت تک اس کو پہنچانا۔ آدمی کا

کام محض بونا ہے اور اس کو اگانا۔ اس کی پرورش کرنا خدا تعالیٰ کے اختیار و قدرت میں ہے

== اَمْ بِمَعْنَى بَلٍ۔ یعنی بوائے ہوئے دانہ کو اگانا۔ پرورش کر کے اس کی غایت تک لے جانا

ہماری قدرت میں ہے اس کی زراعت تم نہیں کرتے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے :-

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَى طَعَامِهِ أَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا: ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ

شَقًّا فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا وَعِنَبًا وَقَضْبًا وَزَيْتُونًا وَزَحْلًا وَحَدَّ الْقُرْبَانَ

فَاكِهِةً وَأَبًّا مَتَاعًا لَكُمْ وَ لِأَعْمَالِكُمْ (۸۰: ۲۴-۲۳)

انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ بے شک ہم ہی نے پانی برسایا۔

پھر ہم ہی نے زمین کو چیرا بھاڑا پھر ہم ہی نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری اور

زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ۔ اور میوے اور چارہ (یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے



چار پایوں کے لئے بنایا۔

== الزَّارِعُونَ، اسم فاعل جمع مذکر زَرَعَ (باب فتح) مصدر سے بھیتی کرنے والے۔

۶۵:۵۶ = لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا۔ لَوْ حروف شرط نَشَاءُ مضارع جمع متکلم مَشِيَّةٌ

(باب فتح) مصدر۔ ہم چاہیں۔ نَشَاءُ کا مفعول محذوف ہے اسی لَوْ نَشَاءُ تَحْطِئِمُ ذَلِكَ

الزَّرْعِ اگر ہم اس بھیتی کو چورا چورا کرنا چاہیں۔ یہ جملہ شرطیہ ہے لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا جواب شرط

ہے۔ لام جواب شرط کے لئے۔ لَوْ ضمیر مفعول واحد مذکر الزرع کے لئے ہے۔ حُطَامًا مارِزہ رِزہ

چورا چورا۔ روندن۔ جو چیز چورا چورا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور روندی جانے لگے اسے حطام کہتے ہیں

یہ حَطْمٌ باب ضرب سے مشتق ہے۔ حَطْمٌ روندنا۔ توڑنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے۔

أَدْخُلُوا مَسْجِدَكُمْ لَا يَخْطِئَنَّكُمْ سُلَيْمٌ وَجُنُودُهُ (۱۸:۲۷) اپنے اپنے بلوں میں

داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) اور اس کا لشکر تم کو روند ڈالے۔

اور جگہ یعنی بھڑکائی ہوئی آگ آیا ہے جیسے۔

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُوتُ الْمَوْجِدَةُ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ الَّتِي۔ (۱۰۴:۵:۶) اور آپ کو کیا سمجھا

کہ الحطمة کیا ہے وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔

حُطَامًا مفعول ثانی ہے جَعَلْنَا كَا۔

== فَظَلْتُمْ۔ اصل ظَلَلْتُمْ تھا۔ چونکہ دو لاموں کا اکٹھا ہونا ثقیل تھا اور بھر کسر میں اور بھی ثقیل

تھا۔ تو لام اول کو ساقط کر دیا گیا اور ظاء اپنے فتح پر باقی رہا۔

ظَلٌّ بمعنی صِرْتُمْ۔ تم ہو گئے۔ تم سارا دن گئے رہو۔ تم برابر گئے رہو۔ ظَلٌّ میں اکثر دین

کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسے کہ بات میں رات کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

ظَلْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ ظَلٌّ وَظُلُوكُمْ (باب سمع) مصدر سے۔

== تَفَكَّهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَفَكَّهُ (تفعل) مصدر۔

مختلف علمائے اس کے مختلف معانی کئے ہیں؛

۱۔ بیضادی کہتے ہیں کہ تفکھ طرح طرح کے میووں سے نقل کرنے کو کہتے ہیں۔ اور بطور استعرا

نقل مجلس کے لئے باتیں بنانے کو بھی تفکھ کہتے ہیں۔

۲۔ عطاء کلبی، مقاتل اور فرار نے یہاں تعجب کے معنی کئے ہیں۔

۳۔ مجاہد حسن لہری، قتادہ نے اس کا ترجمہ تَسَدُّهُوْنَ کیا ہے یعنی تم نادام ہونے لگو۔

۴۔ عکرمہ نے باہم ملامت کرنے اور الایہنا دینے کے معنی کئے ہیں۔

۵۔ کسائی نے تصریح کی ہے کہ تفکہ مافات پر افسوس کرنے کو کہتے ہیں۔

یہ لغت اضداد میں سے ہے۔ اہل عرب تفکہ کا استعمال تنعم اور عیش کوشی کے لئے

بھی کرتے ہیں۔ نعم اور تاسف کے لئے بھی۔

۶۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ تَفَكَّهُ بَرُوزُنْ تَفَعَّلَ ہے یہ تَأْتَمُّ کی طرح ہے جس کے

معنی اتم کو دور کر دینے یعنی گناہ سے علیحدہ ہو جانے کے ہیں۔ پس تفکہ کے معنی ہوئے

اس نے "فاکہ" کو دور کر دیا یعنی وہ میوؤں کے مزہ سے مجبوا ہو گیا۔ اور جو شخص کرنا دم و نغمگین ہوتا

اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ وہ مزوں سے دور رہتا ہے۔

تَفَكَّهُوْنَ اَصْلٌ مِّمَّنْ تَتَفَكَّهُوْنَ تَحَا اَبْجَدٌ حَذْفٌ هُوَ كَوْنُ

آیت کا مطلب یہ ہے:-

اگر ہم چاہیں کہ کھیتی کو چورا چورا بنا دیں وہ نہ تمہاری خوراک بن سکے نہ تمہارے چوپایوں کا چارہ

پھیر تم کف افسوس ملتے رہ جاؤ۔

وقال بعض العلماء: تفكھون بمعنى تندمون على ما خسرتكم من

الانفاق عليه كقوله تعالى فَا ضَايِحٌ يُقَلِّبُ كَفَيْدٍ عَلَى مَا اَلْفَقَ فِيهَا (۱۸: ۴۲)

بعض علماء نے کہا ہے کہ:-

تفكھون کے معنی ہیں جو کچھ اس نے اس کھیتی پر خرچ کیا تھا اور اس کے چورا چورا ہونے پر جو

وہ خرچ ضائع ہو گیا اس پر نادم ہونا اور کف افسوس ملنا۔ جیسا کہ ارشاد الہی ہے الآیۃ (۱۸: ۴۲)

ترجمہ:- جو کچھ اس نے (اپنے باغ پر) خرچ کیا تھا (اس کے ضائع ہونے پر) کف افسوس ملتا رہ گیا

۶۶: ۵۶ = اِنَّا لَمُعْرَمُونَ، یہ جملہ اور اگلا جملہ تفكھون کے فاعل سے حال ہے۔

ای قائلین انا لمعرمون۔ لام تاکید کا ہے مُعْرَمُونَ اسم مفعول جمع مذکر اَعْرَامٌ

رافعال مصدر۔ غوم مادہ۔ تاوان زدہ۔ اَلْغَرْمُ (مفت کا تاوان یا جرمانہ) وہ مالی

نقصان جو کسی جرم یا خیانت کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ اِنَّا لَمُعْرَمُونَ

(ہائے) ہم مفت کے تاوان میں پھنس گئے۔

اور جبکہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

فَهُمْ مِّنْ مَّعْرَمٍ مُّتَقَلُّوْنَ (۵۲: ۴۰) کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔

جو تکلیف یا مصیبت انسان کو پہنچتی ہے اسے غوام کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ

عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (۲۵: ۶۵) کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔  
 ۵۶: ۶۷ = بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ۔ بل صرف اضراب ہے ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مالجد کو اس حکم پر اور زیادہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ یعنی (ہائے) ہم مفت میں تاوان میں بھنس گئے اور نہ صرف اپنے خراج کردہ مال پر بھی گھائے میں رد گئے بلکہ بالکل ہی محروم ہو گئے۔

۵۶: ۶۸ = أَفَرَأَيْتُمْ... الخ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۸ متذکرۃ الصدر۔

۵۶: ۶۹ = ءَأَنْتُمْ : سہزہ استفہامیہ۔ اُمِّ بَعْتِ یا ہے کیا تم... یا ہم نازل کرنے والے ہیں  
 ۵۶: ۷۰ = لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ حَبْلًا شَرِيًّا۔ جَعَلْنَاهُ أَجَا جَا جَوَابِ شَرْطٍ۔ ءُ جَمِیدٌ وَاحِدٌ مَذْکُرٌ غَائِبٌ الْمُزْنِ کی طرف راجع ہے۔ أَجَا جَا مَفْعُولٌ ثَانِی جَعَلْنَا کَا سَخَتْ گِرم اور سَخَتْ کھاری پانی اِج ج مَادَةٌ۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے :-

هَذَا عَذَابٌ فُرَاتٌ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ (۲۵: ۵۳) ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا۔ اور دوسرے کا کھاری چھاتی جلانے والا۔

یہ اُجَاجٌ: اجیج النار (شعلہ نار یا اس کی شدید تپش اور حرارت) وَاجَّتْهَا وَقَدْ اجَّتْ (میں نے آگ بھڑکائی اور وہ بھڑک اٹھی) وغیرہ محاورات سے ماخوذ ہے  
 = فَلَوْلَا : فہلّا۔ پھر کیوں نہیں۔ ف سببیہ ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۷۵ متذکرۃ الصدر  
 = تَشْكُرُونَ : مضارع جمع مذکر حاضر۔ مُشْكِرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تم شکر کرتے ہو تم احسان مانتے ہو۔

۵۶: ۷۱ = أَفَرَأَيْتُمْ : ملاحظہ ہو آیت ۵۸ متذکرۃ الصدر۔

= الَّتِي تُوْرُونَ : الَّتِي اسم موصول واحد مؤنث، تُوْرُونَ صلہ۔ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِيْرَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ تم سلگاتے ہو۔ تم روشن کرتے ہو۔ اِيْرَاءٌ کے معنی چقماق سے آگ نکلنے کے ہیں۔

وَأَرَيْتُ كَذًا۔ کے معنی کسی شے کو چھپانے کے ہیں۔ جیسے کہ کلام پاک میں آیا ہے  
 قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سُوَاتِكُمْ (۲۶: ۷۱) ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھالکے۔

بطور فعل لازم تواری یعنی چھپ جانا ہے۔ جیسے کہ آیت حَتَّى تُوَارَتْ بِالْحِجَابِ (۳۸: ۳۲) یہاں تک کہ (آفتاب) پرے میں چھپ گیا۔

اور وَرِي يَرِي وَرِي - چقماق کا آگ دینا۔ گویا اس میں آگ کے پوشیدہ ہونے کا

لحاظ رکھا گیا ہے۔ وری حروفِ مادہ

۵۶:۲ = اَنْتُمْ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ کیا؟

== اَنْشَأْتُمْ - ماضی جمع مذکر حاضر، اِنْشَاءٌ (افعال) بمعنی پرورش کرنا۔ پیدا کرنا۔  
رکبا، تم نے پیدا کیا۔

== شَجَرَتَهَا، مضاف مضاف الیہ۔ شَجَرَةٌ درخت۔ واحد مؤنث ہے۔ اس کی جمع شَجَرَاتٌ آتی ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اُس کا درخت۔ یعنی وہ آگ جس کو تم سلگاتے ہو اس کا درخت۔ (عرب دو لکڑیوں کو رگڑ کر آگ سلگاتے تھے ایک لکڑی کو دوسری لکڑی کے اوپر رکھتے تھے اور اس طرح رگڑ کر آگ برآمد کرتے تھے اور والی لکڑی کو تَرنَدُ اور نیچے والی کو زَنَدَہ کہتے تھے۔

شَجَرَتَهَا۔ اس آگ کا درخت یعنی مرغ اور عقار۔ مرغ کو اوپر سے رگڑتے تھے دونوں لکڑیاں ہری ہوتی تھیں۔ دونوں کے رگڑنے سے پانی نکل آتا تھا اور آگ روشن ہو جاتی تھی  
== آمٌ۔ بمعنی پاء۔

== اَلْمُنشِئُونَ اسم فاعل جمع مذکر اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ پیدا کرنے والے  
پرورش کرنے والے۔

۵۶:۳ = جَعَلْنَاهَا۔ میں ضمیر ہا وا احد مؤنث غائب النار کے لئے ہے۔

== تَذَكِيرًا : یاد دہانی، نصیحت، یاد کرنے کی چیز، بروزن تفعلة باب تفعیل کا مصدر ہے  
جَعَلْنَا کا مفعول ثانی۔ وَمَتَاعًا فَادَّةً اور تمتع کی چیز۔ اسبابِ خانہ، جمع اَفْتِئَةٍ - كَلَامٌ کے وزن پر۔ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ جَعَلْنَا کا مفعول ثالث۔

== اَلْمُقَوِّنِينَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ مجرور۔ اَلْمُقَوِّنِيُّ واحد۔ اقْوَاءُ (افعال) مصدر  
قِوَاءٌ یا قِوَةٌ ماخذ۔ اس لفظ کے ترجمہ میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے :  
حضرت علامہ نثار اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مُقَوِّنِينَ کا ترجمہ کیا گیا ہے مسافر، یہ لفظ قِوَاءِ سے مشتق ہے قِوَاءِ کا معنی ہے ویران، بیابان۔ جہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ آبادی سے دور۔ مسافروں کو بہ نسبت اہل اقامت آگ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ درندوں اور جنگلی جانوروں سے حفاظت کے لئے وہ اکثر اوقات رات کو آگ روشن رکھتے ہیں (کہیں ٹیلے یا پہاڑی پر) آگ جل رہی ہو تو مسافروں کو راستہ

مل جاتا ہے پھر سردی کی وجہ سے ان کو تاپنے کی اور جسم کو سینکنے کی بھی زیادہ ضرورت پڑتی ہے  
اس لئے مسافروں کے لئے فائدہ رساں ہونے کا ذکر کیا۔ اکثر اہل تفسیر نے مَقْوِينَ کا یہی ترجمہ  
کیا ہے۔

ترجمہ ۱۔ ہم نے ہی اس کو مسافروں کے لئے نصیحت اور فائدہ مند چیز بنایا۔

۴۴:۵۶ = فَسَبِّحْ اِٰسْمِ رَبِّكَ فِيْ سَبْحٍ مُّطَهَّرٍۭ فَعَلْ اَمْرًاۢ مُّذَكَّرًا حَاضِرًا تَسْبِيْحًا  
(تَفْعِيْلًا) مصدر۔ پس تو تسبیح پڑھ۔ تو پاکی بیان کر، تو عبادت کر۔

= بِاَسْمِ رَبِّكَ اِسْمٌ زَائِدٌ اِسْمٌ زَائِدٌ ہے اور مراد ہے ذات، یعنی اپنے رب کی  
پاکی بیان کر۔ ب بھی زائدہ ہے کیونکہ فعل تسبیح بغیر ب کے متعدی ہے۔

۴۵:۵۶ = فَلَاۤ اُقْسِمُۤ ف تَعْقِيْبُۭ كَاہے۔ سو، پس، لَا اُقْسِمُ اس میں متعدد  
اقوال ہیں۔

۱۔ لامزیدہ تاکید کے لئے ہے۔ کلام کو پر زور بنانے کے لئے اس کا اضافہ کیا گیا ہے  
یعنی میں نختہ قسم کھاتا ہوں۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے :- لَيْلًا يَّعْدَدُ  
اَهْلُ الْكِتٰبِ اِلَّا يَقْدُرُوْنَ عَلٰی شٰئٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۲۹:۵۴) تاکہ اچھی  
جان لیں اہل کتاب کہ وہ خدا کے فضل پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔

۲۔ بعض عالموں کا کہنا ہے: کہ لَا اُقْسِمُ سے علیحدہ ہے۔ اس سے کافروں کی نفی مراد ہے  
کافر قرآن کو جادو، شعر، کہانت کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نہیں نہیں ایسا نہیں ہے  
میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔

۳۔ بعض کے نزدیک لَانْفٰی کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب حقیقت الامر واضح ہے قسم کھا  
کی کوئی ضرورت نہیں فَلَا اُقْسِمُ پس میں قسم نہیں کھاتا۔ مجھے قسم کھانے کی کوئی  
حاجت نہیں ہے۔

= بِمَوَاقِعِ النُّجُوْمِ : ب حرف جر۔ مواقع النجوم مضاف مضاف الیہ مل کر مجبور۔  
مَوَاقِعِ اترنے کی جگہیں، ڈوبنے کی جگہیں۔ اسم ظرف جمیع (مَوْقِعٌ وَاٰحِدٌ) وَقَوْعٌ  
ریاب فتح، مصدر سے۔

قسم ہمیشہ کسی اہم چیز کی کھائی جاتی ہے۔ اہمیت و عظمت جلال کی ہو یا قدر و قیمت کی ہو  
یہاں آیت ہدایاں یا توان اوقات کی قسم کھائی گئی ہے جب پھلی رات ستائے گوشہ مغرب میں  
اترتے ہیں۔ کہ یہ وقت عبادت گزاروں کے لئے ایک خاص لذت و کیفیت کا ہوتا ہے اور اللہ

تعالیٰ کی طرف سے محبت و برکت کا خصوصی نزول ہوتا ہے۔

یاستاروں کی منزلوں کی قسم کھائی ہے (یہاں مصطلح منزلیں مراد یعنی ضروری ہیں) کہ ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی تدبیر کامل اور قدرت عظیمہ کا اظہار ہوتا ہے۔

اور اگر نجوم سے مراد آیات اللہ لی جائیں تو بمواقع النجوم سے مراد انبیاء علیہم السلام کے قلوب صاف ہوں گے۔ یا ان کے قلوب پر آیات کلام الہی کا اثرنا مراد ہوگا۔ (قاموس القرآن) = وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَلَعَلَّمُونَ عَظِيمٌ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل لام تکید کا قسم موصوف۔ عَظِيمٌ صفت؛ مل کر اِنَّہ کی خبر، لَوَلَعَلَّمُونَ جملہ معترضہ ہے، اور اگر تم سمجھو تو بے شک یہ ایک بہت بڑی قسم ہے۔

وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَلَعَلَّمُونَ عَظِيمٌ وَاذْ عَاطِفٌ، اِنَّہ میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل لام تکید واحد مذکر غائب (ضمیر شان) لام تکید کے لئے لَوَلَعَلَّمُونَ جملہ شرطیہ اِنَّہ لَقَسَمٌ عَظِيمٌ جواب شرط۔ یہاں کلام یوں ہوگا۔

فَلَا أَقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ میں قسم کھا کر

کہتا ہوں کہ یہ ایک بہت ہی بابرکت قرآن ہے

۵۶: ۷۷ = اِنَّہ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ: اِنَّہ (ملاحظہ ہو آیت ۶، متذکرۃ الصدر) لام تکید کا ہے کَرِيمٌ۔ بزرگ، بڑا۔ عزت والا۔ کَرِيمٌ (باب کرم) سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر

۵۶: ۷۸ = فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ۔ کہ یہ بڑے بے کا قرآن ہے جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض نے کہا ہے کہ کتب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قرآن کا عند اللہ محفوظ ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وَ اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُونَ (۹۰: ۱۵) اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں

(المفردات راغب)

مَكْنُونٌ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ كُنَّ (باب فتح) مصدر سے بمعنی چھپانا۔

جسم کو دھوپ سے لڑکی کو نظر سے، راز کو دل میں۔ قرآن مجید میں ہے بَيِّضٌ

مَكْنُونٌ۔ (۲۹: ۳۷) محفوظ اندھے: لَوَلَوُ مَكْنُونٌ (۲۴: ۵۲) چھپائے ہوئے موتی اَلَكِنَّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے۔ كَنَنْتُ الشَّيْءَ وَ كُنَّا كُنَّا شَيْءٍ كُو

کن میں محفوظ کر دینا۔ کِنُّ کی جمع اکنان ہے

یہ قرآن کریم کی صفت دوم ہے (بہلی صفت کَرِيْمٌ اد پر مذکور ہو چکی)

۵۶: ۷۹ = لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ، لَا يَمَسُّ فَعْل مَضَارِعٌ مُتَعَفَى وَاحِدٌ مَذَكِرٌ غَائِبٌ - نہیں چھوتا۔ مَسُّ (باب فتح) مصدر۔ لا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع القرآن ہے۔

الْمُطَهَّرُونَ: اسم فاعل جمع مذکر، تَطَهَّرُوا (تَفَعَّلٌ) مصدر۔ خوب پاک و صاف رہنے والے۔ اصل میں مُتَطَهَّرُونَ تھا۔ ت کو ط سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔ ترجمہ: اس کو بغیر پاک و صاف لوگوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ یہ تیسری صفت ہے قرآن کریم کی۔

۵۶: ۸۰ = تَنْزِيلٌ، بَرُوزٌ تَفْعِيلٌ مصدر ہے: اتارنا۔ تنزیل اور انزال میں یہ فرق ہے کہ تنزیل میں ترتیب وار اور یکے بعد دیگرے تفریق کے ساتھ اتارنا ملحوظ ہوتا ہے۔ اور انزال عام ہے ایک دم کسی شے کے اتارنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور یکے بعد دیگرے ترتیب سے اتارنے کے لئے بھی۔

تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ: رب العالمین کی طرف سے ترتیب وار نازل ہوا ہے۔ یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔

جمله إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيْمٌ مد اگلی تین صفات کے جواب قسم ہے: ۵۶: ۸۱ = أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ ف عاطف ہمزہ استفہامیہ ہے۔ هَذَا الْحَدِيثِ سے مراد قرآن کریم ہے۔

پھر کیا اس کلام (یعنی قرآن) کے ساتھ تم بے اعتنائی برتتے ہو۔ اس کے ساتھ لا پرواہی برتتے ہو۔ اس کو نظر انداز کرتے ہو۔ = أَنْتُمْ خُطَابِ اہل مکہ سے ہے۔

= مَكُّ هِنُونٌ: اسم فاعل جمع مذکر۔ اِدْهَانٌ (افعال) مصدر۔ مادہ دھونے مشتق ہے۔ الدُّهُنُ بمعنی تیل، چکناہٹ۔ جمع اِدْهَانٌ۔

بعض نے کہا ہے کہ دِهَانٌ کے معنی تلچھٹ کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔

فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (۵۵: ۳۷) تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا۔ اِدْهَانٌ کے اصل معنی ہیں چکنا کرنا۔ تیل لگانا۔ مجازاً اس کا اطلاق فریب کاری

چکنی چپڑی مگر اصول اور عقیدہ سے گری ہوئی باتیں کرنے پر ہوتا ہے۔  
قرآن مجید میں ہے:-

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيْدُ هِنُونٍ: (۹:۶۸) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں گے۔ یعنی اگر آپ ان کی خاطر اپنے بعض اصول و عقائد کو جو انہیں ناپسند ہیں چھوڑ کر ان کے ساتھ نرمی اور رواداری کا سلوک کریں تو یہ بھی اپنی مخالفت میں نرمی اختیار کر لیں گے۔

مُدْهِنُونِ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:-  
مُدْهِنُونِ - اِدْهِانٌ کا لغوی معنی ہے نرم کرنے کے لئے تیل کا استعمال۔ مجازاً اخلاق اور معاملات کو بظاہر نرم کرنا۔ پھر اس لفظ کا استعمال بمعنی نفاق ہونے لگا۔ تو آیت ہذا وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيْدُ هِنُونٍ میں یہی نفاق و الامعنی مراد ہے۔  
قاموس میں ہے:-

دَهَنَ نَفَاقًا كَمَا - مداهنت اور ادھان (باب مفاعلة و افعال) جو بات دل میں ہے اس کے خلاف ظاہر کرنا۔ پھر تکذیب کرنے والے اور جھٹلانے والے کو مُدْهِنٍ کہا جانے لگا۔ خواہ وہ منافقت نہ کرے۔ اور تکذیب و کفر کو نہ چھپاتے۔ بغوی نے اس کی صراحت کی ہے۔  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مُدْهِنُونِ کا ترجمہ کیا ہے جھٹلانے والے، اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ مُدْهِنُونِ انکار کرنے والے۔

۵۶:۸۲ = وَ تَجْعَلُونَ، میں داد عاطف ہے اور اس کا عطف مُدْهِنُونِ پر ہے۔  
رِزْقِكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول تجعلون کا اَنْكُمْ تَكُونُ بَوْنِ الحبلہ مفعول ثانی اور تم نے اپنی روزی بنالی کہ تم جھٹلایا کرو، (تفسیر حقانی) رزق بمعنی حصہ، نصیب۔ ترجمہ اس صورت میں ہوگا:

قرآن کریم سے تم اپنا حصہ اور نصیب تکذیب کو قرار دیتے ہو (تفسیر منظہری)

۵۶:۸۳ = فَلَوْلَا - اِی هَلَا - کیوں نہیں۔

= اِذَا - ظرف زمان - جب، جس وقت

= بَلَغَتْ ماضی واحد تونث غائب۔ مَبْلُوغٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پہنچی،

= اَلْحُلُقُومِ . حلق - کلام - حَلَا قِيمٌ جمع - بَلَغَتْ کا مفعول ہے۔ بَلَغَتْ کا فاعل محذوف

ہے اِی النَّفْسِ وَ الرُّوحِ - ترجمہ:- کھلا حبیب روح (یا جان) گلے میں آ پہنچتی ہے۔



۵۶:۸۴ = وَأَنْتُمْ : میں واو عالیہ ہے اور جملہ وَأَنْتُمْ حَيْثُ تَنْظُرُونَ  
 حال ہے بَلَعَتْ کے فاعل سے۔ حَيْثُ مَرْكَبِ اِضَافِي ہے حَيْثُ مَضَانِ اور اِذْ مَضَانِ  
 الیہ سے۔ یعنی اس وقت۔ أَنْتُمْ سے مراد ہے میت کے لواحقین جو جان کنی کی حالت میں  
 مبتلا مرنے والے کے ارد گرد بیٹھے ہوتے ہیں۔  
 = تَنْظُرُونَ مَضَارِعِ جَمْعِ مَذْكَرِ حَاضِرٍ نَظَرٌ (باب نصر) مصدر تم دیکھتے ہو۔ تم دیکھو  
 مطلب یہ کہ مرنے والا مر رہا ہوتا ہے اور تم بے بسی کی حالت میں اس کو مرتے دیکھ رہے  
 ہوتے ہو۔

۵۶:۸۵ = وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ. أَقْرَبُ قُرْبٍ سے اِفْعَالِ التَّفْضِيلِ کا  
 صیغہ۔ قریب تر، زیادہ نزدیک، مِنْكُمْ خَطَابٌ، ان سے جو مرنے والے کے گرد اس کو  
 نزع کی حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ إِلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے وہ مرعوض جو کہ  
 نزع کی حالت میں ہے۔  
 بیضادی نے لکھا ہے۔

عبر عن العلم بالقرب الذي هو أقوى سبب الاطلاع: علم کو قرب سے  
 تعبیر کیا ہے کیونکہ قرب ہی علم کا سب سے قوی ذریعہ ہے۔  
 بغوی نے کہا ہے۔

ہم اس کی حالت کو جاننے، اس پر قدرت رکھتے ہیں اور اس کو دیکھنے میں تم سے قوی  
 تر ہیں۔

بعض علماء کے نزدیک قربِ خُدا سے مراد اللہ کے فرشتوں کا قریب الموت آدمی سے قُرب  
 ہے جو روح کو قبض کرتے ہیں۔ اور ماحول کے آدمیوں کی نسبت اس آدمی کے زیادہ نزدیک  
 ہوتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

جملہ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَالْكَفْرُ لَا يُبْصِرُونَ: حال ہے تَنْظُرُونَ  
 کے فاعل سے۔

۵۶:۸۶ = فَلَوْلَا. یہ تکرار پہلے قَوْلَا کی تائید کے لئے آیا ہے۔

= اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ جملہ شرطیہ ہے اس کا جواب مَحْذُوف ہے۔  
 غَيْرَ مَدِينِينَ۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں۔

الدين - الذل - والمدین - والمدین: العبد و المدینة الامة المملوكة، کانہما

اذلھما العمل۔

یعنی دین کا معنی سرائکنڈی اور تاجدارسی ہے غلام کو مدین اور کنیز کو مدینہ کہتے ہیں کیونکہ وہ دونوں اپنے مالک کے حکم کے سامنے سرائکنڈہ ہوتے ہیں۔ اور اس کے حکم سے اسے سرتابی کی مجال نہیں ہوتی، (ضیاء القرآن)  
غَيْرُ مَدِينِينَ۔ ای غیر مملوکین۔ کسی کے تابع فرمان اور تابع حکم نہ ہونا۔ غیر مدینین کے معنی غیر محاسبین وغیر مجزیبین۔ یعنی جن کا اللہ کے ہاں نہ محاسبہ ہوگا نہ جزا و سزا ان کو ملے گی۔

اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو یا تمہارا عقیدہ ہے کہ تم کسی کے تابع فرمان نہیں ہو اور نہ ہی بعد الموت تمہارا حساب کتاب ہوگا اور نہ ہی تمہارے اعمال کی جزا و سزا ہوگی (تو پھر کیوں تم مرنے والے کی رُوح کو لوٹا نہیں دیتے۔)

== تَرْجِعُونَ مَضَارِعَ جَمْعِ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ رَجَعٌ (باب ضراب) مصدر ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ کا مرجع النفس الروح ہے۔ تم اس کو لوٹا دیتے ہو۔ تم اس کو پھیر لاتے ہو۔

آیات کی ترتیب کچھ یوں ہوگی! اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ (و) اِنْ كُنْتُمْ رُدِّي (ذَلِكَ) صِدْقَيْنِ فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الدُّوْحَ الْخُلُقُوْمَ تَرْجِعُوْنَ نَهَا۔ اگر تم کسی کے تابع فرمان نہیں ہو کسی کا تم پر حکم نہیں چلتا تم اپنی من مانی کر سکتے ہو اور تم یہ ایمان رکھتے ہو کہ مرنے کے بعد نہ تمہارا حساب ہوگا اور نہ تمہیں تمہارے کئے کی سزا و جزا ملیگی اور اگر تم اس میں حق پر ہو تو پھر ایک قریب المرگ (ساتھی) جس کی جان حلق تک آگئی ہو تو کیوں اس کی جان کو واپس اس کے جسم میں لوٹا نہیں دیتے۔ کیوں اس وقت کمال بے بسی میں اسے تک ہے ہوتے ہو اور حال یہ ہے کہ ہم تمہاری نسبت اس مرنے والے کے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں اور اس کی کیفیت سے تمہارے سے زیادہ باخبر ہوتے ہیں۔ لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔  
دوسرا لَوْلَا پہلے لَوْلَا کی تائید میں ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَوْلَا تَرْجِعُوْنَ نَهَا جواب شرط ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صِدْقَيْنِ ذیلی شرط ہے اور پہلی شرط کا جواب ہی اس شرط کا جواب ہے۔

۵۶: ۸۸ = اس آیت سے لے کر آخر تک متذکرہ بالا میت کے مرنے کے بعد کا حال بیان ہوتا ہے = فَاَمَّا وَ مَبْعِیْ لِس۔ پھر اَمَّا۔ سو۔ لیکن۔ حرف شرط ہے۔ کبھی حرف تفسیل

ہوتا ہے۔ جملے اور دو شئیوں میں ایک کے معنی دیتا ہے جیسے **أَمَّا أَحَدُكُمْ فَالَّذِي كَفَرَ بِرَبِّهِ خَمْرًا** (۴۱:۱۲) تم دونوں میں سے ایک تو (جو پہلا خواب بیان کرنے والا ہے) اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔ (اور جو دوسرا ہے وہ سولی دیا جائے گا۔)

کبھی **أَمَّا** ابتداء کلام کے لئے آتا ہے جیسے **أَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي**

**كِتَابِهِ :**

**إِنْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتِخَذُوا بَدَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا رَدَّ لَكُمْ فِيهِمْ وَمَتَّعُوا الْكَافِرِينَ مَا يَنْعَمُونَ وَأَنْعَمُوا بِالْجَنَّةِ أَنْ يَكُونُوا فِيهَا جَنِينَ**۔

**إِنْ كَانَ** میں ضمیر واحد مذکر غائب المتوفی کے لئے ہے۔

**الْمُقَرَّبِينَ** - نزدیک کئے ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر آیت ۱۲-۱۱ میں ہوا۔

**فَرَوْحٌ** = ۸۹:۵۶۔ **ف** جواب شرط کے لئے ہے ای **فله روح** (باب نصر سمع) سے مصدر یعنی فیض، راحت، رحمت، **رَوْحٌ يَرْوَحُ** (باب سمع) وسیع و کشادہ ہونا۔

راعب نے اس کے معنی تنفس یعنی سانس لینے کے کئے ہیں اور لکھا ہے کہ **رَوْحٌ** سے **رَوْحٌ** تصور پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے **قَصَعَةُ رَوْحًا** یعنی وسیع پیالہ۔ اور ارشاد الہی ہے **لَا تَأْسُوا مِنْ رَوْحِ اللَّهِ** امت ناامید ہو اللہ کے فیض سے (یعنی اللہ کی رحمت اور کشائش کیونکہ یہ بھی **رَوْحٌ** کا ایک جزو ہے۔ بات یہ ہے کہ چونکہ تنفس باعث فرحت و سبب رحمت ہے اور اسی کے ذریعے خوشبو کا احساس ہوتا ہے اس لئے فرحت و تازگی، آسائش، خوشبو، نسیم کی خوشکی اور خوش آئند ہوا کے لئے اس کا استعمال عام ہے۔

چنانچہ امام بنوری نے مجاہد سے راحت کے اور سعید بن جبیر سے فرحت کے اور صفاک سے مغفرت اور رحمت کے معنی نقل کئے ہیں۔

اور بیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد سے **رَوْحٌ** کے معنی جنت اور ہوائے خوش آئند کے روایت

کئے ہیں۔ (لغات القرآن)

**وَرَيْحَانٌ** - داؤد عاظمہ رحمان یعنی خوشبودار پودا یا پھول۔ نازبو۔ روزی۔ رزق، ہر لگنے والی خوشبودار شے۔ معطوف ہے اس کا عطف **رَوْحٌ** پر ہے۔

**وَجَنَّةٌ نَعِيمٌ** داؤد عاظمہ۔ جنت نعیم مضاف مضاف الیہ۔ نعمت و راحت کی جنت۔

پس جو شخص مقربین میں سے ہوگا۔ اس کے لئے راحت ہوگی، فراغت کی روزی اور نعمت و راحت کی جنت

۵۶: ۹۰ = وَ أَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ أَصْحَابِ الْيَمِينِ اور اگر وہ ہوا دلہنے والوں سے (اور جو شخص دائیں طرف والوں سے ہوگا۔ یہ اصحاب الیمین وہی لوگ ہوں گے جو اوپر آیات ۸-۲۷ میں مذکور ہوئے۔ جملہ شرطیہ ہے اس کا جواب اگلا جملہ ہے۔

۵۶: ۹۱ = فَسَلِّمْ لَهُ تِلْكَ مِنَ أَصْحَابِ الْيَمِينِ - ف جواب شرط کے لئے ہے۔ ف کے بعد یُقَالُ محذوف ہے۔  
لفظی ترجمہ ہوگا:

اصحاب الیمین کی طرف سے تجھ پر سلامتی ہو۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

۱۔ اس متونی سے کہا جائے گا تیرے دوسرے بھائیوں (اصحاب الیمین) کی طرف سے تجھ پر سلامتی ہو  
۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتہ اللہ کی طرف سے اس کو سلام کہے گا۔ اور خبر لے گا کہ تو اصحاب الیمین میں سے ہے۔ اس صورت میں أَنْتَ مبتدأ محذوف ہے اور اصحاب الیمین اس کی خبر ہے۔

۳۔ یا خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے (یعنی اصحاب الیمین کی طرف) رنج و غم سے سلامتی ہے۔ ان کا ایسا عمدہ حال ہوگا کہ جس کو دیکھ کر آپ کو رنج و غم نہ ہوگا۔

۵۶: ۹۲ = وَ أَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَدِّبِينَ الصَّالِينَ - جملہ شرطیہ ہے۔ اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں (بھوکوں میں) (ترجمہ شاہ عبدالقادر) یہ مکذبین اور ضالین وہ ہوں گے جو اوپر آیت ۹ اور ۴ میں أَصْحَابِ الْمَشْأَمَةِ اور اصحاب الشمال بیان ہوئے ہیں۔

الْمُكَدِّبِينَ اسم فاعل جمع مذکر تکذیب (تفعل) مصدر سے جھٹلانے والے۔  
الصَّالِينَ: اسم صفت و اسم فاعل جمع مذکر۔ ضَلَّالٌ باب سجع و هرب، مصدر یعنی کج راہ ہونا دین سے پھرنا۔ حق راستہ سے پھرنا۔ بھٹکنا۔ اس کا واحد ضال ہے یعنی کج راہ۔ بھٹکا ہوا۔ راہ بھولا۔ حیران۔ بے خبر۔

۵۶: ۹۳ = فَتَزُولُ مِنْ حَمِيمٍ - ای فلہ نُزُولٌ۔ ف جواب شرط کے لئے نُزُولٌ مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت۔ حَمِيمٌ نہایت گرم پانی من حَمِيمٍ ای کائن من حَمِيمٍ جو کھولتے ہوئے سخت گرم پانی پر مشتمل ہوگا۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت ۵۴ متذکرہ بالا۔

مطلب ہے ان مکذبین ضالین کے لئے نہایت سخت گرم پانی پینے کو ملیگا۔

۵۶: ۹۴ = وَ تَصْلِيَةٌ جَحِيمٍ وَاذْطَاةٌ، تَصْلِيَةٌ جَحِيمٍ مضاف مضاف الیہ۔ تَصْلِيَةٌ بَرْدٌ

تفعلة رباب تفعیل کا مصدر ہے۔ نماز پڑھنا۔ درود پڑھنا۔ ایندھن کا آگ میں جلانا۔ کڑی کا آگ میں تپا کر سیدھا کرنا۔ یہاں دوزخ کی آگ میں جلنا مراد ہے۔

جحیم۔ دوزخ۔ دیکھتی آگ، جحیم (باب سبع) مصدر سے مشتق ہے آگ کا زور سے بھڑکنا۔ جہنم کے سات طبقوں میں سے ایک کا نام ہے۔

تَصْلِيَةً کا عطف نزل پر ہے۔ اسی ولہ تَصْلِيَةً جحیم اور اس کے لئے دوزخ کی آگ میں جلنا ہے۔

۵۶: ۹۵ = اِنَّ هَذَا - بے شک یہ۔

۱۔ یعنی جو کچھ اس سورت میں جو کچھ ذکر ہوا ہے (روح المعانی)

۲۔ قریب المرگ لوگوں کی یہ مذکورہ حالت (تفسیر منطہری)

= حَقُّ الْيَقِيْنِ - الْحَقُّ هُوَ الْيَقِيْنُ -

۱۔ حق اور یقین مترادف (ہم معنی)، الفاظ ہیں ایسے مترادف الفاظ کی اضافت کو اضافۃ المترادفین

کہتے ہیں۔ (دوہم معنی الفاظ کی اضافت) اور یہ مبالغہ کے لئے آتی ہے، جیسے کہتے ہیں کہ ہَذَا

يَقِيْنٌ الْيَقِيْنُ و صَوَابٌ الصَّوَابُ بمعنی نہایت ہی یقینی، نہایت ہی نیک کام نہایت ہی

درست اور درست بات، (روح المعانی)

۲۔ کسی شے کی اضافت اپنی ہی طرف (دونوں الفاظ کے اختلاف کے باوجود) عربی کا اسلوب ہے

قرآن مجید اور عربی کلام میں اکثر مستعمل ہے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ - کہ حبل اور الوریڈ ہم معنی ہیں۔ یا مَكْرُ

السَّيِّئِ - (۴۳: ۳۵) کہ مکر اور السئی دونوں ہم معنی ہیں۔ (اضواء البیان)

آیت کا مطلب ہے کہ:

تحقیق یہ (مذکورہ بالا بیان) یقیناً صحیح یعنی حق الیقین ہے:

۵۶: ۹۶ = فَسَبِّحْ - ف ترتیب کا ہے سَبِّحْ فعل امر واحد مذکر حاضر تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر

تو تسبیح بیان کر، تو پاکی بیان کر، تسبیح اصل میں ہر اس چیز سے جو اس کے کمال و جلال کے نشانی

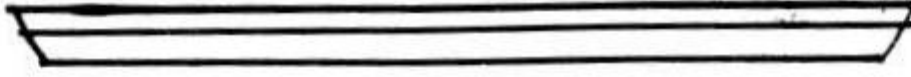
شان نہیں پاکی ہے۔

= بِاسْمِ - میں ب کو اسم پر جو کہ مفعول ہے داخل کیا گیا۔ حالانکہ فعل فَسَبِّحْ بابت خود

فعل متعدی ہے۔ اور اس کے بغیر عبارت فَسَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کے بھی وہی معنی ہیں

جو فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کے ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن مجید کی اس آیت سے

ہوتی ہے سَتَجِدُ اسْمَ رَبِّكَ الذَّالِي (۸۷: ۱) اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرو۔  
 لیکن مفعول پر ب تعدیہ کا داخل کرنا قرآن مجید میں اکثر آیا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ  
 وَهَزِيءٌ إِلَيْكَ بِجِدْعِ النَّخْلَةِ (۱۹: ۲۵) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ  
 اس کے بھی وہی معنی ہیں جو وَهَزِيءٌ إِلَيْكَ بِجِدْعِ النَّخْلَةِ کے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

## (۵۰) سُورَةُ الْحَدِيدِ مَدَنِيَّةٌ (۲۹)

۵۰:۱ = سَاجِدٌ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط سَاجِدٌ مَاضِي وَاحِدٌ مُذَكَّرٌ غَائِبٌ تَسْبِيحٌ (تَفْعِيلٌ) مُصَدَّرٌ - اس نے پاکی بیان کی، اس نے تسبیح کی۔  
سلامہ ثنار اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

اس جگہ (یعنی سورۃ الحديد اور سورۃ حشر اور سورۃ صف میں سَاجِدٌ بصیغہ ماضی اور سورۃ جمعہ میں اور سورۃ تغابن میں يُسَبِّحُ بصیغہ مضارع ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی پاکی کا اظہار، ہمہ وقت ہے (ماضی و مضارع کے صیغوں میں ماضی، حال، مستقبل تمام زمانوں کا ذکر آگیا ہے۔) حالات اور اوقات کی تبدیلی سے اس میں اختلاف نہیں ہوتا۔ سورۃ بنی اسرائیل میں بصورت مصدر ذکر کرنا اس ہمہ وقت تسبیح پر واضح طور پر دلالت کرتا ہے دیکھو کہ مصدر کی کسی زمانے کے ساتھ خصوصیت نہیں ہوتی۔ مصدر سے حدث استمراری معلوم ہوتا، فعل تسبیح خود ہی متعدی ہے کیونکہ تسبیح کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو بُرائی سے دور کرنا اور پاک کرنا ہے۔ سَاجِدٌ کا معنی ہے دور ہو گیا۔ چلا گیا۔

کبھی اس کے مفعول پر لام بھی آجاتا ہے جیسے نَصَحْتُهُ اور نَصَحْتُ لَهُ دونوں طرح سے مستعمل ہے۔ مفعول پر اس جگہ لام لانے سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق کو تسبیح خالص اللہ کے لئے ہے۔ (بِاللَّهِ)

مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ - یعنی ساری مخلوق عقل والی ہو یا محروم از عقل (گویا اس جگہ

مَا کا لفظ ذوی العقول کو بھی شامل ہے)

بعض نے کہا ہے کہ مَا سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے تسبیح کا صدور ہو سکتا ہو۔

اور بعض اہل علم کے نزدیک جمادات وغیرہ (جو تسبیح کلامی و قولی سے فطرتاً محروم ہیں) کی تسبیح حالی مراد ہے یعنی یہ ساری چیزیں دلالت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر برائی (اور نقص و عجز) سے پاک ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ اجماد ہو یا نامی یا شعور ہو یا بے شعور ہو ذی عقل ہو یا محروم از عقل تمام موجودات میں اس کی نوع کے مناسب زندگی اور علم موجود ہے جیسا کہ ہم نے سورۃ بقرہ کی آیت وَإِنَّ مِنْهَا لَمَنْ يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (۲:۲۴) کی تفسیر میں وضاحت کر دی ہے پس ہر چیز کی تسبیح مقامی ہے گو ہم اس کلام کو نہ سمجھیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِنَّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (۲۴:۱۷)

= وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ: جملہ حالیہ ہے اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے؛  
۲:۵۷ = لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط لام تخصیص کے لئے ہے اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت۔

= يُحْيِي مَضَارِعَ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ (افعال) مصدر۔ وہی زندگی دیتا ہے۔  
یا جان ڈالتا ہے۔

= يُمِيتُ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ: اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر وہی موت دیتا ہے یا وہی زندگی سلب کر لیتا ہے۔

يُحْيِي وَيُمِيتُ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ہے ای ہُوَ يَحْيِي وَيُمِيتُ  
= وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ واو عاطفہ ہے ہُوَ مبتداء۔ قَدِيرٌ خبر۔ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ متعلق خبر۔

۳:۵۷ = اَلَّذِي - ہر چیز سے پہلا۔ کوئی اس سے پہلے نہیں، ہر موجود چیز کو نیستی سے ہستی میں لانے والا وہی ہے۔

= اَلَّذِي ہر چیز کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا۔ ہر چیز اپنی ذات کے اعتبار سے فنا پذیر ہے اللہ تعالیٰ کا وجود اصل ہے جو قابل زوال نہیں۔

= الظَّاهِرُ ہر چیز سے بڑھ کر اس کا ظہور ہے۔ یہ ظہور سے جس کے معنی ظاہر ہونے بلند جگہ پر ہونے اور قابو پانے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

اسما الہی میں الظاہر سے مراد وہ ذات عالی ہے جو ہر شے سے اوپر ہے اور ہر چیز

پر غالب ہو۔

= اَلْبَاطِنُ سب سے چھپا ہوا۔ بَطْنٌ وَبُطُونٌ سے واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے جو غیر محسوس ہو اور آثار و افعال کے ذریعہ سے اس کا ادراک کیا جائے۔ اس کی حقیقت



ذات سب سے مخفی ہے:

== وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

الانہرئی نے کہا ہے کہ:-

النَّظَاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِمَعْنَى الْعَالَمِ لِمَا ظَهَرَ وَبَطْنِ - جو ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اس

جاننے والا۔

یعنی نے لکھا ہے کہ:-

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا کہ:-

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آخر کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ایسے ہی اول کا علم بھی اسی کو ہے (یعنی  
مبدأ اور منتہا۔ دونوں کا علم اس کو ایک جیسا ہے) اور جیسے باطن کا علم ہے ویسا ہی ظاہر کا علم ہے  
(یعنی وہی عالم الغیب والشہادۃ ہے) ظاہر اور پوشیدہ سب اس کے علم میں برابر ہے (تفسیر مظہری)

۷۷: ۵۷ = هُوَ الَّذِي: وہی تو ہے جس نے.....

== ثُمَّ تَرَ أَخِي دَقْتُ كَلْتِ هَيْ - پھر۔

== اِسْتَوَى: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (افعال) مصدر سوی حرف مادہ۔

استوی علی ساری پر جم کر بیٹھا۔ ثُمَّ اِسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ مہر وہ تخت حکومت پر متمکن ہوا۔

اس استوار علی العرش کی کیفیت کیا ہے؟ صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:-

یہ آیت تشابہات میں سے ہے سلامتی کا ناسخہ یہی ہے کہ اس کی مراد کی تشریح نہ کی جائے کہ استوی

علی العرش کا کیا مطلب ہے؟ کیا مراد ہے؟ اس کو اللہ ہی کے سپرد کر دیا جائے۔

یعنی یہ ان تشابہات میں سے ہے کہ جن کی تشریح نہ شراح نے کی ہے نہ اپنی مراد بیان کی ہے؟

اور نہ قیاس کو اس میں دخل ہے (تفسیر مظہری)

اِسْتَوَى کے متعلق لغات القرآن میں ذرا تفصیلی بحث ہے جو قاری کے فائدے کے

لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔

استوی۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ

سیدھا بیٹھا۔ اِسْتَوَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب،

اِسْتَوَاءٌ کے جب دو فاعل ہوتے ہیں تو اس کے معنی دونوں کے مساوی اور برابر ہونے

کے آتے ہیں۔ جیسے لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ (۵: ۱۰۰) برابر نہیں ناپاک اور پاک،

اور اگر فاعل دو نہ ہوں تو سنبھلنے، درست ہونے، اور سیدھے رہنے کے معنی آتے ہیں جیسے فَاسْتَوَى

وَهُوَ بِالْأُفُقِ الْأَعْلَى (۶:۵۳) پھر وہ سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے کنارے پر تھا۔ اور وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَى (۱۴:۲۸) جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا۔ اس صورت میں استواء کے معنی میں کسی شے کا اعتدال ذاتی مراد ہے۔

اور جب اس کا تقدیر علی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں جیسے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ (۲۴:۱۱) اور وہ کشتی جو دی پر جا بٹھری اور جیسے لِيَسْتَوِيَ عَلَى ظُورِهِ (۱۳:۲۳) اور تاکہ تم اس کی پیٹھ پر جا بیٹھو۔

اور جب اس کا تقدیر الٰہی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی اقصا کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں جیسے لَمَّا سَلَّوْا إِلَى السَّمَاءِ (۲۹:۱۲) پھر قصد کیا آسمان کی طرف،

اللہ تبارک و تعالیٰ کے استوار علی العرش کے سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن و حدیث میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی بیان کئے گئے ہیں اور مخلوق کے اوصاف میں بھی ان کا ذکر ہوا ہے۔ جیسے حی - سمیع - بصیر۔ کہ یہ الفاظ اللہ عزوجل کے لئے بھی استعمال کئے گئے ہیں اور بندے کے لئے بھی۔ لیکن دونوں جگہ اس کے استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔

کسی مخلوق کو سمیع و بصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں۔ اب یہاں دو چیزیں ہوئیں ایک تو وہ آلہ جو سننے اور دیکھنے کا مبداء اور ذریعہ ہے یعنی کان اور آنکھ۔ دوسرا اس کا نتیجہ اور غرض و غایت۔ یعنی وہ خاص علم جو آنکھ سے دیکھنے اور کان سے سننے سے حاصل ہوتا ہے پس جب مخلوق کو سمیع و بصیر کہا جائے گا تو اس کے حق میں یہ مبداء اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوں گی۔ جن کی کیفیات ہم کو معلوم ہیں لیکن یہی الفاظ جب اللہ عزوجل کے متعلق استعمال کئے جائیں گے تو یقیناً ان سے وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں لئے جاسکتے جو مخلوق کے خواص میں داخل ہیں۔ اور جن سے جناب باری عزوجل قطعاً منزہ ہیں۔ البتہ یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ سمیع و بصیر کا مبداء و معاد اس ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور اس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویت و سمیع سے حاصل ہوتا ہے اس کو بدرجہ کمال حاصل ہے۔

رہا یہ کہ وہ مبداء کیسا ہے اور دیکھنے اور سننے کی کیا کیفیت ہے تو ظاہر ہے کہ اس سوال کے جواب میں بجز اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس کا دیکھنا اور سننا مخلوق کی طرح نہیں ہے، غرض اسی طرح اس کی تمام صفات کو سمجھنا چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبداء اور غایت

کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی۔ اور نہ کسی آسمانی شریعت نے کبھی انسان کو اس پر مجبور کیا ہے کہ وہ خواہ مخواہ ان حقائق میں غور و غوض کر کے جو اس کی عقل و ادراک کی دسترس سے باہر ہیں بے کار اپنے عقل و دماغ کو پریشان کرے۔

اسی اصول پر استواء علی العرش کو بھی سمجھ لیجئے۔ کہ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں اور استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے تمکن و استقرار یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تخت حکومت پر اس طرح قابض ہو کہ اس کا کوئی حصہ اور کوئی گوشہ حیضاً اقتدار باہر نہ ہو۔ اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔ غرض سب کام اور انتظام درست ہو۔

اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبداء اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض و غایت۔ یعنی ملک پر پورا تسلط اور اقتدار اور نفوذ و تصرف کی قدرت حاصل ہونا۔

سوحی تعالیٰ کے استواء علی العرش میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجہ کمال موجود ہے کہ تمام مخلوقات اور ساری کائنات پر پورا پورا تسلط و اقتدار اور مالکانہ و شہنشاہانہ تصرف اور نفوذ بے روک و ٹوک اسی کو حاصل ہے

ایت شریفہ تَمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُ حِثًّا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ كِبْرًا مَّرْمًا۔ پھر قرار پکڑا عرش پر اڑھاتا ہے رات پر دن کو کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا۔ اور آفتاب ماہتاب اور ستارے (سب) اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اور ایت شریفہ: تَمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يَدَبُ الْأَمْرَ مَا هُنَّ شَفِيعَاتٌ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ط (۱۰: ۳) پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہے کام کی، کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔ سے بخوبی اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے رہا استواء علی العرش کا مبداء اس کی ظاہری کیفیت و صورت، پس دیگر صفات سمع و بصر کی طرح یقیناً اس کی کوئی ایسی صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ اس میں مخلوق کی صفت اور حدوث کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔ پھر وہ کیونکر اور کس طرح اس کی کیفیت کے لئے اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ط (۲۲: ۱۱) نہیں ہے اس طرح کا سا کوئی۔ اور ہمارا کیا مایہ علمی کہ اس کی کیفیت بیان کر سکیں:

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ط وہ تو جو کچھ لوگوں

کے آگے پیچھے ہے سب جانتا ہے مگر لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

حضرت ام مہملہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں (ترجمہ) استوار معلوم ہے اور اس کی

کیفیت عقل میں نہیں آ سکتی۔ اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے۔

قاضی ابوالعباس صاعد بن محمد نے کتاب الاعتقاد میں امام ابو یوسف کی روایت

سے امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ :-

(ترجمہ) کسی کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کی ذات کے متعلق

ذرا بھی زبان کھولے بلکہ اس طرح بیان کرے جس طرح کہ خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے

لئے بیان فرمایا ہے اپنی رائے سے کچھ نہ کہے۔ (بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو رب ہے

سارے جہان کا،

سچ ہے :-

لے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم

وزہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

دفر تمام گشت و پیا یاں رسید غم

ماہمچناں در اول و صف تو ماندہ ایم

== يَلْبِجُ - مضارع واحد مذکر غائب و كَوْجٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ داخل ہوتی ہے

اسی سے وَ لِيَجْتَمِعَنَّ بِمَعْنَى گہرا دوست یا اندرونی دوست ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَمَّا يَتَّخِذُوا مِن دُونِ اللَّهِ وَلَا رُسُولِهِمْ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَ لِيَجْتَمِعَنَّ (۱۶: ۹)

اور خدا اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔

مَا يَلْبِجُ فِي الْأَرْضِ (جو زمین میں داخل ہوتا ہے) سے مراد پانی۔ نباتات کے تخم

خزانے، مردوں کی لاشیں وغیرہ۔

مَا يَخْرُجُ مِنْهَا (اور جو اس سے باہر نکلتا ہے۔ مثلاً کھیتی، گھاس، پودے۔ بخارات

کائیں۔ اور قیامت کے دن مڑے بھی اسی سے زندہ ہو کر برآمد ہوں گے۔

وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ (جو چیز آسمان سے اترتی ہے) جیسے بارش، فرشتے،

برکات، اللہ کے احکام وغیرہ۔

وَمَا يَخْرُجُ فِيهَا (اور جو آسمان میں چڑھتی ہے) جیسے، بخارات، ملائکہ۔ بندوں کے

اعمال، لوگوں کی روحیں وغیرہ۔

يَخْرُجُ مضارع واحد مذکر غائب عُرُجٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ اُوپر

چڑھتا ہے۔

= وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔  
اللہ تعالیٰ کی معیت بے کیف ہے نہ جسمانی ہے نہ زمانی ہے نہ مکانی، ناقابل بیان ہے،  
۵۰:۵۷ = وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ۔ اور اللہ کی طرف ہی سب امور لوٹائے جائیں گے۔  
صاحب تفسیر حقانی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

عالم سفلی سے لے کر عالم علوی تک اور جسمانی سے لے کر روحانی تک جن کے کاروبار اسباب پر  
مبنی ہیں سب اسباب اسی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی قبضۂ قدرت میں  
ہیں۔ اور تمام کائنات کا وہی مرکز اصلی ہے۔ سب کا میلان اسی طرف ہے۔  
ہمہ رو سوتے تو بود وہمہ رو سوتے تو بود۔

۵ مگر بہیمیت کے ظلمات اور رسم و رواج کی تقلید کے پتھر اس کے راستے میں حائل ہو کر  
اس کو اس طرف جانے سے روک دیتے ہیں انہیں کے دور کرنے کو انبیاء علیہم السلام اور کتبائے  
بھیجی جاتی ہیں،

تُرْجَعُ مَضَارِعٌ مُجْهُولٌ وَاحِدٌ نَوْتٌ غَائِبٌ رَجَعٌ (باب ضرب) مصدر، بمعنی لوٹانا۔  
اور رَجَعٌ مَادَّةٌ مِنْ رُجُوعٍ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی لوٹنا۔ (فعل لازم آتا ہے)  
یہاں تُرْجَعُ۔ رَجَعٌ سے آیا ہے۔

جملہ لُكُ الْمَلِكِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ آیت ۲ کے شروع میں بھی آیا ہے اور یہاں اس کا  
تکرار ہے وہاں آغاز آفرینش کا ذکر کر کے یہ آیت ذکر کی تھی اور دوبارہ اب یہاں انجام امور کے  
ساتھ اس کا ذکر کیا ہے گویا آیت آغاز و انجام دونوں کی تمہید ہے۔ (تفسیر مظہری)  
۶:۵۷ = يُؤَلِّجُ مَضَارِعٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔ اِيْلَاجٌ (افعال) مصدر۔ وہ داخل کرتا ہے  
يُؤَلِّجُ اَلْيَلَّ فِي النَّهَارِ۔ (وہی داخل کر دیتا ہے رات کو دن میں) یعنی رات کو گھٹا کر دن  
کو بڑھاتا ہے اور دن کو گھٹا کر رات کو لمبا کرتا ہے۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ رات ہوتی ہے چاروں طرف اندھیرا غالب ہوتا ہے کہ  
آہستہ آہستہ رات کی تاریکی کم ہوتی جاتی ہے اور دن کی آمد آمد ہو جاتی ہے حتیٰ کہ رات بالکل  
ختم ہو جاتی ہے۔ اور دن کی بادشاہت ہو جاتی ہے۔ پھر دن کی روشنی آہستہ آہستہ ماند پڑتی جاتی  
ہے اور رات کا تسلط ہوتا جاتا ہے تا آنکہ دن مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے اور رات کا غلبہ ہو جاتا ہے  
= ذَاتِ الصُّدُورِ۔ مَضَانِ مَضَانِ اَلِيهِ۔ جو سینوں میں ہے۔ یعنی دلوں کا بھید، سینوں کے

پوشیدہ راز۔

ذَاتٌ - ذُو کا مؤنث ہے اس کی جمع ذَوَاتٍ ہے اور یہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال

ہوتا ہے۔

صُدُور جمع ہے صَدْرٌ کی اسینہ، وہ خوب جانتا ہے جو سینوں میں (پوشیدہ)

۷۵: ۷ = اٰمِنُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، اِيْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ تم ایمان لاؤ۔

اٰمِنُوْا اَمِنْ (باب سَمِع) مصدر سے معنی بے خوف ہو جانا۔۔ نڈر ہو جانا ہے۔ مثلاً

اَفَا مَنُوْا مَكَرَ اللّٰهِ (۹۹: ۷) کیا یہ لوگ خدا کے داؤں کا ڈر نہیں رکھتے۔

= وَ اَنْفِقُوْا وَاَوْعَاطِفِ اس کا عطف اَمِنُوْا پر ہے۔ اور تم خرچ کرو۔

اَنْفِقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ تم خرچ کرو،

= مِمَّا؛ مرکب ہے مِنْ تَبْعِيْضِہٖ اور مَا مَوْصُوْلَہٗ سے۔ اس میں سے جو.....

= جَعَلَكُمْ۔ جَعَلَ ماضی واحد مذکر غائب جَعَلٌ (باب فَتْحٍ) مصدر سے۔ کُمْ ضمیر مفعول

جمع مذکر حاضر، اس نے (اللہ نے) تم کو بنایا، اس نے تم کو کیا۔

= مُسْتَخْلَفِيْنَ، اسم مفعول جمع مذکر اِسْتِخْلَافٌ (اِسْتَفْعَالٌ) مصدر سے۔ جانشین

بنائے ہوئے۔ خلف مادہ۔

مطلب یہ ہے کہ اس مال کا کچھ حصہ جس میں تصرف کرنے کے لئے اللہ نے تم کو

اپنا قائم مقام بنایا ہے اس کی راہ میں خرچ کرو، تمام مال پیدا کیا ہوا تو اللہ ہی کا ہے۔ وہی

مالک بھی ہے۔

یا یہ مطلب ہے کہ پچھلے گذشتہ لوگوں کا قائم مقام اللہ نے تم کو بنایا ہے۔ پہلے وہ مالک

اور متصرف تھے۔ اب ان کی جگہ تم ہو اور آئندہ تمہاری جگہ اس مال کی ملکیت اور تصرف کا

اختیار دوسروں کو ہوگا۔

جَعَلَكُمْ مُسْتَخْلَفِيْنَ کہہ کر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر آمادہ کرنا اور

برا نگیختہ کرنا مقصود ہے۔

۷۵: ۸ = مَا لَكُمْ۔ تم کو کیا عذر ہے۔ تم کیسے ہو، تم کو کیا ہو گیا ہے۔ تمہارے لئے

کیا سبب ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۵۷: ۱۰) اور

تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خسرج نہیں کرتے ہو۔  
اور دوسری جگہ ہے۔

وَقَالُوا مَا لِيَ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ : (۲۵: ۷) اور کہتے ہیں یہ کیسا پیغمبر ہے کہ  
کھانا کھاتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے؛  
= وَالرَّسُولُ يَدْعُكُمْ لِتُؤْمِنُوا بِرَبِّكُمْ: جملہ حال ہے۔ حالانکہ رسول تم کو تمہارا  
رب پر ایمان لانے کے لئے (برابر) بلا رہا ہے۔

لِتُؤْمِنُوا میں لام تعلیل کا ہے یہ اصل میں تُوْمِنُونَ تھا (مضارع کا صیغہ جمع مذکر  
ماضرا یمان مصدر سے) نون اعرابی عامل کی وجہ سے گر گیا۔

= وَقَدْ أَخَذَ مِيثَاقَكُمْ وَأَوْعَاظَكُمْ اور جملہ عالیہ ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے  
اور وہ تم سے عہد بھی لے چکا ہے اسی وقبل ذلك قد اخذ الله ميثاقكم حين اخذكم  
من ظهر آدم عليه السلام بان الله ربكم لا اله لكم سواہ۔

اور اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لے رکھا تھا جب اس نے تم کو حضرت آدم علیہ السلام  
کی پشت سے برآمد کیا۔ (اور کہا کہ) اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے اور اس کے سوا تمہارا کوئی  
رب نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:-

أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا (۷: ۱۷۲) (یعنی ان سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا  
رب نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں کہ تو ہمارا پروردگار ہے۔

مِيثَاقَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر أَخَذَ کا مفعول۔ تمہارا ميثاق، پختہ  
عہد۔ قول وقرار جس پر قسم کھائی گئی ہو۔

وَتَقَىٰ يَثِيقٌ وَتَوْقٌ (باب ضرب) مصدر اعتماد کرنا۔ مطمئن ہونا۔ الْوِثَاقُ  
وَالْوِثَاقُ اس زنجیر یا رسی کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو کس کر باندھ دیا جائے۔

اور اَوْثَقَهُ (باب افعال) زنجیر میں جکڑنا۔ رسی سے کس کر باندھنا۔

مِيثَاقٌ وہ عہد جو قسموں یا شرطوں سے جکڑ کر کیا گیا ہو۔ بمعنی پختہ و مضبوط عہد۔

قرآن مجید میں ہے:-

وَلَا بُؤْتُقٌ وَثَاقًا أَحَدٌ (۲۶: ۸۹) اور کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا۔

== اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۵ جملہ شرط ہے اور جواب شرط محذوف،

۱۔ اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو تردد میں مت پڑو اور بغیر کسی تردد کے ایمان لے آؤ (الیر التفاسیر)  
۲۔ تم جو اپنے خیال میں اللہ پر ایمان لانے کے مدعی ہو۔ اگر تم واقعی مؤمن ہو تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ (تفسیر مظہری)

۹:۵۷ = يُنَزَّلُ مُضَارِعٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَنْزِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر - وہ نازل کرتا ہے

== عَلِيٌّ عَبْدٌ اِنْفِئِدَةٌ اپنے بندہ پر۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر

== اٰیٰتِ الْاٰتِیٰتِ : موصوف و صفت مل کر یُنَزَّلُ کا مفعول کھلی اور واضح آیات، یعنی قرآن

== لِیُخْرِجَکُمْ : لام تعلیل کا ہے تاکہ : یُخْرِجَ مضارع (منصوب بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب

اِخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، یُخْرِجَ میں ضمیر فاعل کا مرجع اللہ یا اس کا بندہ۔ دونوں ہو سکتے ہیں۔

== الظُّلُمَاتِ - یعنی کفر و جہالت، ظلمت بمعنی اندھیرے۔

== اَلنُّوْرِ - یعنی ایمان یا علم۔

== لَرُؤُفٌ : لام تحقیق، بے شک۔ رَعُوفٌ مہربان، شفقت کرنے والا۔ سَرَّافَةٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بمعنی بہت رحم کرنا۔ بہت مہربان ہونا۔ یروزن فَعُولٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۰:۵۷ = وَ مَا لَکُمْ اَوْ تَمَّ کُوْیَا ہُو ا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۷: ۸ متذکرہ بالا۔

== اَلَّذِیْ مَرَّکِبٌ ہے اَنْ مصدر یہ اور لا نفی سے۔ کہ (تم) نہیں (خرچ کرتے ہو) لَانَاذَہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اور تمہیں کیا عذر ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے۔

== وَ لِلّٰہِ مِیْرَاتُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ - جملہ حالیہ ہے حالانکہ آسمان اور زمین کی وراثت خدا ہی کی ہے۔ مِیْرَاتُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مضاف مضاف الیہ آسمانوں کی اور زمین کی وراثت یعنی ملکیت)

میراث کا لفظ قرآن میں دو دفعہ استعمال ہوا ہے اور دونوں جگہ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ

کی نسبت سے آیا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا۔ وَ لِلّٰہِ مِیْرَاتُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (۱۸۰: ۳) وَرَاثَةٌ

اِرْتٌ اور تراثٌ مصدر ہیں باب حَسَبٌ سے۔ وَرَاثَةٌ اور اِرْتٌ کا اصل معنی ہے



بغیر بیع و شرار اور بلا ہبہ وغیرہ کسی کی طرف کسی مالی ملکیت کا دوسرے کی جانب منتقل ہونا۔  
اسی مناسبت سے میت کے متروکہ مال کو جو میت کے بعد اس کے اقرباء کے پاس منتقل ہو کر آتا ہے میراث کہا جاتا ہے۔

لیکن اس معنی کے علاوہ دو معنی اور بھی ہیں، جن کے لئے وراثت کے مختلف صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

۱۔ بلا عوض اور بغیر مشقت کسی چیز کا مالک ہو جانا جس طرح مومنین صالحین جنت کے وارث ہوں گے اس صورت میں ایک کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ ابتداءً بلا انتقاء ملکیت حاصل ہوتی ہے۔

۲۔ علم یا کتاب کا وارث ہونا۔ اس صورت میں مال کی ملکیت نہیں ہوتی نہ منقولہ نہ ابتدائی، بلکہ ایک کا علم اس کے بعد دوسرے کو ملتا ہے یعنی جو علم یا دستور اسلاف کا تھا اخلاف اس کے حامل ہوتے ہیں جیسے الْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ علماء انبیاء کے علم کے حامل ہوتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ :-  
أَنْتَ أَخِي وَوَارِثِي۔ تم میرے بھائی اور میرے علم کے حامل ہو۔

اور قرآن مجید میں آیا ہے :-

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (۳۵۱: ۳۲) پھر

ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کر لیا اللہ کے وارث ہونے کا معنی ہے مالک حقیقی ہونا۔ اللہ سارے عالم کا وارث ہے۔ یعنی مالک حقیقی ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ کے وارث ہونے کا مطلب ہے کہ ہر چیز کا ظاہری باطنی، صوری، حقیقی اختیار اللہ کو ہونا اور کسی دوسرے کا کسی طرح مالک نہ ہونا۔ کیونکہ ہر چیز کی ظاہری ملکیت بھی اللہ ہی کی طرف لوٹے گی؛

وَرِثَ عَنْهُ أَوْ وَرِثَهُ دُونِ طَرَحٍ مُسْتَعْمَلٌ هُوَ۔ اِثْرًا (افعال) تَوْرِيثٌ

ر لفعیل م وارث بنانا۔ کسی کو ورثہ میں شریک بنانا تَوَارِثٌ (تَفَاعُلٌ) باہم وراثت کی طلب = لَا يَسْتَوِي۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب؛ استواءٌ (افعال) مصدر۔ وہ برابر نہیں ہے۔ وہ برابر نہیں ہو سکتا۔

= مَنْ أَلْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ۔ اس جملہ کے بعد ایک اور جملہ محذوف ہے عبارت کچھ یوں بنے گی۔ لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَلْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ

(وَمَنْ أَنْفَقَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ )

تم میں سے وہ شخص جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی اور وہ شخص جس نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی، برابر نہیں ہے۔ برابر نہیں ہو سکتا۔

أَنْفَقَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (أَفْعَالٌ) مصدر سے بمعنی خرچ کرنا۔

الْفَتْحُ سے مراد فتح مکہ ہے۔ بعض کے نزدیک صلح حدیبیہ مراد ہے۔

== أَوْلَئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ وہ۔ مراد ہیں وہ اصحاب جنہوں نے فتح مکہ سے قبل راہِ حق میں خرچ کیا اور جنگ کی۔

= أَعْظَمُ ا فعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَظَامَةٌ (باب کم) مصدر سے بمعنی بہت بڑا۔ دَرَجَةٌ تميز۔ یعنی از روئے درجہ کے۔ بلحاظ درجہ کے۔

= كَلًّا۔ سب، سارے۔ كَلٌّ ہر ایک، كَلٌّ لفظاً واحد ہے اور معنی جمع اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے كَلٌّ کا مضاف ہونا ضروری ہے۔ اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا۔ جیسے وَكَلًّا جَعَلْنَا صِلِحِينَ (۲۱:۴۳) اور سب کو نیک بخت کیا۔

اور وَكَلًّا مِنَ الضَّرِيبِ (۲۱:۸۸) یہ سب صبر کرنے والے تھے۔ یہاں آیت ہذا میں كَلًّا۔ اى وَعَدَ اللهُ كَلًّا مِنْهُمْ۔

كَلًّا منصوب بوجہ مفعول ہے۔ اور مضاف ہے هُمْ مضاف الیہ محذوف۔

الْحُسْنَى ا فعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث صفت ہے۔ اس کا موصوف محذوف ہے اى المثوبة الحسنى۔

عبارت کچھ یوں ہوگی۔

وَكَالًا مِنْهُمْ وَعَدَ اللهُ الْمَثُوبَةَ الْحُسْنَى، (ولیسے تو) ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھے اور عمدہ ثواب یا اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔

۵۷: ۱۱ = مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللهُ، مَنْ استفہامیہ ذَا اسم اشارہ واحد مذکر الَّذِي اسم موصول۔ يُقْرِضُ اللهُ اس کا صلہ۔ کون ہے وہ شخص جو دے اللہ کو قرض،

= قَرْضًا حَسَنًا۔ قَرْضًا مفعول مطلق موصوف، حَسَنًا صفت، قرضِ حسنہ۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرضِ حسنہ کی مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

۱۔ حلال مال ہو۔

- ۱۲۔ اعلیٰ درجہ کی چیز ہو۔  
 ۱۳۔ خود کو بھی اس کی اشد ضرورت ہو  
 ۱۴۔ پوشیدہ طور پر دے۔  
 ۱۵۔ احسان نہ جتائے۔  
 ۱۶۔ اذیت نہ پہنچائے۔  
 ۱۷۔ مقصد رضائے الہی ہو۔

۱۸۔ جتنا بھی خرچ کرے اسے تھوڑا خیال کرے

== **كَيْضَعْفًا**۔ ف جواب استفہام کے لئے۔ جملہ جواب استفہام ہے اور مضارع منصوب  
 اسی وجہ سے ہے۔ کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع **قَوْضًا حَسَنًا** ہے۔ **يُضَعِفَ**  
 مضارع منصوب واحد مذکر غائب **مُضَاعَفَةً** (مفاعلتہ) مصدر وہ بڑھا کر دیتا ہے۔ یا  
 بڑھا کر دے۔

ترجمہ۔ تاکہ اس کو بڑھانے۔ بڑھا کر دے

== **وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ**؛ وَاذْ عَاطِفًا، لَهُ فِي كَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ قَرَضٌ دِهْنَةٌ كَلَّمَ  
 ہے۔ **أَجْرٌ كَرِيمٌ** موصوف و صفت۔ **كَرِيمٌ كَرِيمٌ** سے (باب کرم) سے مصدر۔ صفت مشبہ  
 کا صیغہ ہے باعزت اجر۔

مطلب یہ کہ چند در چند بڑھا کر دینے کے علاوہ مزید باعزت شاندار اجر ملیگا۔

۱۲:۵ = **يَوْمٌ**؛ فعل محذوف کا مفعول ہے ای **أَذْكَرُ يَوْمٌ**، یاد کر اس دن کو جب...  
 == **يَسْتَعِي**۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ **سَعَى** (باب فتح) مصدر۔ دوڑتا ہوا۔ یا تیزی  
 سے چل رہا ہوگا۔

== **بَيْنَ آيِدٍ يُهْمُهُ**؛ **بَيْنَ** مضاف ہے اور اس کی اضافت **آيِدٍ** کی طرف ہے۔ **آيِدٍ**  
 مضاف الیہ مضاف ہے **هُمُ** مضاف الیہ۔ ان کے ہاتھ، **بَيْنَ آيِدٍ يُهْمُهُ** ان کے سامنے  
 ان کے قریب۔

== **آيْمَانِهِمْ**۔ مضاف مضاف الیہ۔ **آيْمَانٌ** جمع ہے **يَمِينٌ** کی، دایاں ہاتھ

**آيْمَانٌ** مجازاً بمعنی قسمیں بھی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

**وَاقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ آيْمَانِهِمْ**۔ (۶: ۱۰۹) اور یہ لوگ خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے

ہیں۔ کسی معاہدہ میں معاہدہ کو پکا کرنے کے لئے فریقین قسم کھا کر ایک دوسرے کے ہاتھ پر

ہاتھ مارتے ہیں اسی فعل سے یمنین یعنی حلف مستعار لیا گیا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

یاد کرو وہ دن جب تو مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھے گا کہ ان (کے ایمان) کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف چل رہا ہوگا۔

== بَشُرِكُمْ الْيَوْمَ جَنَّتْ تَجْرِي... اس سے پہلے و تقول لهد الملائكة

(فرشتے ان سے کہیں گے) عبارت مقدرہ ہے، خوشخبری ہے تم کو آج کے دن،

جَنَّتْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ... اسی لکم جنت... الخ تمہارے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔

== خَلِيدِينَ فِيهَا جَنَّتْ سے حال ہے، درآن حالیکہ تم ان میں ہمیشہ رہو گے۔

== الْفَوْزُ الْعَظِيمُ: موصوف و صفت - بڑی کامیابی -

۵: ۱۳ = يَوْمَ - ای اذ کو یوم - وہ دن یاد کر

== اُنظُرُونَا - امر جمع مذکر حاضر، نَظَرٌ بِبَابِ نَصَرَ مصدر - ضمیر مفعول جمع متکلم - تم ہمارا

انتظار کرو۔ ہمارے لئے ذرا ٹھہرو۔ ذرا ہمارے لئے توقف کریں۔

النَّظَرُ کے معنی کسی چیز کو دیکھنے یا اس کا ادراک کرنے کے لئے آنکھ یا فکر کو جولانی

دینے کے ہیں۔ پھر کبھی اس سے محض غور و فکر کرنے کا معنی مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس

معرفت کو کہتے ہیں جو غور و فکر کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

غور و فکر کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے:-

قُلِ اَنْظُرُوا مَا ذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۰: ۱۰۱) (ان کفار سے کہو کہ دیکھو

تو آسمانوں اور زمینوں میں کیا کچھ ہے)

اس آیت کے معنی میں خواص کے نزدیک وہ بصیرت ہوگی جو غور و فکر کے بعد حاصل

ہوتی ہے۔

کسی کی طرف نظر کرنے سے اس پر احسان و لطف کرنا بھی مراد ہوتا ہے جیسے کہ

وَلَا يَكْفُرُ بِاللّٰهِ وَكَانَ يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳: ۷۷) ان سے خدا نہ تو کلام

کرے گا اور نہ قیامت کے دن۔ ان کی طرف نظر کرم سے دیکھیکا

آیت زیر نظر میں بھی نظر کے یہ معنی لئے گئے ہیں اُنظُرُونَا: ہماری طرف نظر شفقت

کیجئے۔

== لَقْتَيْسُ مَضَارِعَ مُجْزُومٍ جَمْعٌ مُتَكَلِّمٍ - مُجْزُومٌ بِوَجْهِ جَوَابِ أَمْرٍ - اِقْتِبَاسٌ (اِفْتِعَالٌ) مَصْدَرٌ  
ہم روشنی حاصل کریں۔

اَلْقَبَسُ آگ کا شعلہ یا اس کی چنگاری جو شعلہ سے لی جائے۔ قرآن مجید میں ہے:  
اَوْ اِقْتَبَسْتُمْ بِشَهَابٍ قَبَسٍ - (۲۷: ۷۷) یا سلگتا ہوا انگارہ تمہارے پاس لاتا ہوں۔ اِقْتِبَاسٌ  
بڑی آگ سے کچھ آگ لینے کے ہیں۔ مجازاً علم و ہدایت کی طلب پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔  
اِقْتِبَاسٌ - کسی کے کلام سے جن چھانٹ کر کچھ حصہ اخذ کرتا۔

اَلنُّظْرُوْنَا لِقَتَيْسٍ مِّنْ نُّورِكُمْ؛ ہماری طرف نظرِ شفقت کیجئے کہ ہم بھی تمہارے  
نور سے روشنی حاصل کریں۔

== قِيلَ - کہا جائے گا۔ یعنی وہ مومن جن سے منافقین نور حاصل کرنے کی التجا کریں گے ان سے  
کہیں گے یا فرشتے ان منافقین سے کہیں گے۔

== اِرْجِعُوْا وَّرَآءَكُمْ: اِرْجِعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ رَجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر۔  
تم واپس جاؤ وَّرَآءَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ وَّرَآءَ اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف  
استعمال کیا جاتا ہے۔ آگے، پیچھے۔ چاروں طرف سب کے لئے استعمال ہوتا ہے، جملہ نہا کا مطلب  
تم اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ۔  
پیچھے سے مراد ہے۔

۱- من حیث جئتم من الظلمة جس تاریکی سے تم آئے ہو۔

۲- المكان الذی قسم فیہ النور۔ وہ جگہ جہاں نور تقسیم ہوتا ہے

۳- الدُّنْيَا دنیا کہ وہاں جا کر نیک کام کر کے نور کے حصول کا استحقاق مہیا کرو۔

== فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا؛ وَ تَرْتِیْبُهَا هِیَ التَّمَسُّوْا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، التماسٌ  
(افتعال) مصدر۔ تم تلاش کرو۔ تم طلب کرو،

اَللَّمْسُ (باب نصر) مَسٌّ کی طرح۔ اس کے معنی بھی اعضا کی بالائی کھال کے ساتھ  
کسی چیز کو چھو کر اس کا ادراک کر لینے کے ہیں۔ پھر مطلق کسی چیز کی طلب کرنے کے معنی میں آتا ہے  
اَلْمِسَةُ فَلَا اَجْدَاةَ - میں اسے تلاش کرتا ہوں مگر وہ ملتا نہیں۔

نُوْرًا مفعول ہے اِلْتَمِسُوْا کا۔ پس (وہاں) نور کو تلاش کرو۔

== فَضْرِبْ بَيْنَهُمْ بِسُوْرَةٍ بَابٌ، وَ تَرْتِیْبُهَا هِیَ - ضَرْبٌ ماضی مجہول واحد مذکر غائب  
کھڑا کیا گیا۔ بتایا گیا۔ قائم کیا گیا۔ بِسُوْرَةٍ میں ب زائدہ ہے۔ ضَرْبٌ سُورَةٍ ایک دیوار کھڑی

کردی جائے گی۔

بَيْنَهُمْ اى بين الفولقيين - دونوں فریقوں کے درمیان - یعنی مومنین اور منافقین کے درمیان۔ کہ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب سُورۃ کے لئے ہے یا باب کے لئے، جو اس کے اندر والی جانب ہوگی، اس میں (یعنی وہاں) رحمت ہوگی کیونکہ جنت اس سے متصل ہے۔

== وَظَاهِرُهُ اور اس کی باہر کی طرف۔

مِنْ قِبَلِهِ۔ قِبَل طرف، سمت، ضمیر واحد مذکر غائب سُورۃ یا بَابُ کے لئے ہے اس کے اُس طرف عذاب ہوگا۔ کیونکہ اس سے دوزخ متصل ہے۔

۱۴:۵۷ = يُنَادُوْنَهُمْ۔ يُنَادُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مُنَادَاةٌ (مفاعلة) مصدر۔

وہ پکاریں گے۔ نداء کریں گے۔ ضمیر فاعل منافقین کے لئے ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب: مومنین کے لئے ہے۔ یعنی منافقین مومنین کو پکاریں گے (دیوار کے باہر کی طرف سے)

== اَلَمْ نَكُنْ مَعَكُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے انکاری ہے۔ لَمْ نَكُنْ مضارع نفی جہد کلم صیغہ جمع متکلم۔ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے۔

سلامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر منظر ہی میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب دیوار حائل ہوگئی اور منافق تارکی میں رہ جائیں گے تو دیوار کے پیچھے سے منافقوں نے پکار کر کہا۔ کیا تمہارے ساتھ دنیا میں ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔ اور روزے نہیں رکھتے تھے۔ مومن اس کے جواب میں کہیں گے۔ کیوں نہیں۔ تم ہمارے ساتھ تھے۔ اور نمازیں پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے لیکن نفاق اور کفر کر کے اور خواہشات و معاصی میں مبتلا رہ کر تم نے خود اپنے آپ کو ہلاک کیا اور تم انتظار کرتے رہے کہ مومنوں پر تباہی کا چکر آجائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں۔ اور اس طرح تم سکھ اور چین سے ہو جاؤ۔

== فَتَنْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، فتنۃ (باب ضرب) مصدر سے۔ تم نے آزمائش میں ڈالا

تم نے گمراہ کیا۔ (اَلْأَنفُسُكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے نفسوں کو۔ اپنے آپ کو م)

== تَوَلَّيْتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلَّيْتُ (تفعل) مصدر سے۔ تم نے انتظار کیا۔

(مسلمانوں کے بُرے دنوں کا)

== اِرْتَبْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، اِرْتَبْتُ (ارتعال) مصدر۔ تم شک میں پڑے۔ یعنی

تم دین میں یا اس عذاب میں جس کی وعید تم کو سنائی گئی تھی شک کیا کرتے تھے۔

== وَغَرَّتْكُمْ الْاِمَانِيُّ۔ وَاَوْعَاظُ غَرَّتْ فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ كُمْ

ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلَا مَآئِيْ فاعل۔ غَرَّتْ غُرُوْرًا (باب نصر) مصدر سے۔ اس نے دھوکہ دیا۔ اس نے فریب دیا۔

اَمَآئِيْ اُمْنِيَّةٌ کی جمع ہے جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے۔ امیدیں کھٹھرائی ہوئیں بے بنیاد تمنائیں۔ جیسے مسلمانوں پر مصائب و شدائد کا نزول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس کے بعد دین اسلام کا خاتمہ۔ (یہ جھوٹی امیدیں تھیں جن پر یہ منافقین دنیا میں سہارا لگاتے رہے۔

= حَتّٰی جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ۔ اَمْرٌ سے مراد یہاں موت ہے۔

= اَلْغُرُوْرُ: غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی فریب دینا۔ فریب، مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت دھوکہ دینے والا۔ بہت فریب دینے والا۔ دھوکے کی ٹٹی، شیطان، دنیا یا مال و جاہ یا خواہش نفسانی اور ہر وہ چیز جو انسان کو فریب میں مبتلا کر دے۔

مغرور۔ جھوٹی تمنائوں میں پڑا ہوا۔ اپنے متعلق دھوکہ کھایا ہوا۔

ترجمہ ہو گا:-

اور تم کو دھوکہ دینے والے (شیطان) نے اللہ کے متعلق دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔

۵:۵۷ = فَا لِيَوْمٍ رَّفٍ تَرْتِيْبٍ كَيْ لَيْتَ هُوَ۔ الیوم آج کے دن۔

= مِّنْكُمْ مِّمَّنْ جَمْعٌ مِّنْكَ حَاضِرٌ مِّنَ الْمُفْقِيْنَ كَيْ لَيْتَ هُوَ۔

= فِدْيَةٌ بَدَلٌ عَوْضٌ۔

یعنی اے منافقو! آج کے دن نہ تم سے معاوضہ لیا جائے گا۔

= وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اور نہ ان سے فدیہ لیا جائے گا جنہوں نے (علی الاعلان) کفر کیا۔ یعنی جو چٹے ننگے کافر تھے یعنی جنہوں نے منافقوں کی طرح مسلمان ہونے کا زبانی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔

= وَمَا وَّلَكُمْ النَّارُ وَاَوْعَاطِفُ مَا وَّلِيْ تَهْكَاهُ۔ اَوِيْ يَأْوِيْ اِدْوِيْ (باب ضرب) مصدر سے۔ مَا وَّلِي اسم ظرف مکان ہے۔ مَا وَّلَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا ٹھکانہ۔ یہاں کُفْر سے مراد منافقین اور صریحاً کافر ہیں کیونکہ دونوں کے لئے بخشش اور مغفرت نہیں ہے۔

النَّارُ۔ آگ یعنی دوزخ۔

= هِيَ مَوْلَاكُمْ۔ هِيَ النَّارُ۔ مَوْلَا ساعی، رفیق اس کی جمع مَوْلَا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ (اب) یہی آگ یا یہی دوزخ تمہاری رفیق ہوگی۔ یہ طعن کے طور پر کہا گیا ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَإِنْ يَسْتَفِئْتُوْا يَغَاثُوْا بِمَآءٍ مِّمَّا الْمُهَلِّ يَشْوِي الْوُجُوْةَ (۱۸: ۲۹) اور اگر (یہ ظالم) فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو گپھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا اور (جو) مونہوں کو مہجون ڈالے گا۔

== وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ اور وہ واقعی برا ٹھکانہ ہے۔ بِئْسَ برا ہے۔ فعل ذم ہے اس کی گردان نہیں آتی۔

مَصِيْرٌ یہ صَادٍ يَصِيْرُ (باب ضرب) کا مصدر بھی ہے اور اسم طرف مکان بھی۔ لوٹنا۔ لوٹنے کی جگہ، قرار گاہ۔ ٹھکانا۔ اور وہ (النار) واقعی برا ٹھکانہ ہے؛

۵۷: ۱۶ = اَلَمْ يَأْنِ يَمْرُؤُا اسْتَفْهَامِيَةً لَمْ يَأْنِ مَضَارِعُ نَفْعِي جَدَّ بَلَمٌ (مجزوم) واحد مذکر غائب۔ اَنْى اِنى اِنى۔ (باب ضرب) مصادر۔ يَأْنِ اصل میں يَأْنِي تھا۔ حرف جازم لم کے آنے سے يَأْنِ ہو گیا۔ کیا وقت نہیں آیا۔

اِنى التَّرْحِيْلُ كَوْحٍ كَاوَقْتِ اَگیا۔ اِنى الْحَمِيْمُ۔ گرم پانی، اپنی آخری حد حرارت پر پہنچ گیا۔ یعنی کھولنے لگا۔ اسی لئے اُن کا معنی ہے کھولتا ہوا پانی، اَنْ اَلْاَمْرُ كَامٌ كَاوَقْتِ اَگیا = اَنْ تَخْشَعُ۔ اَنْ مصدر یہ ہے تَخْشَعُ مَضَارِعُ مَنْصُوبٌ بِلَوْجِ عَمَلِ اَنْ، واحد مذکر غائب تَخْشَعُ (باب فتح) مصدر۔ یعنی گر کر انا۔ عاجزی و فروتنی کرنا۔ عاجزی سے جھک جانا۔ کہ وہ عاجزی سے جھک جائیں۔

= قُلُوْبُهُمْ، مضاف مضاف الیہ قُلُوْبٌ۔ فعل تَخْشَعُ کا فاعل ہے، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الذین امنوا کی طرف راجع ہے، کہ عاجزی سے جھک جائیں ان کے دل۔

= لِيَذْكُرِ اللّٰهَ۔ ذکر اللہ سے مراد۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر و اذکار یا قرآن مجید۔

= وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَاَوْعَاطِفٌ مَا اسْمٌ مَوْصُولٌ نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ صِلَةٌ لِلْحَقِّ کے معنی ہیں مطابقت و موافقت،

اس کا استعمال مختلف طرح پر ہوتا ہے اور منجملہ دیگر استعمال کے اُس ذات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جو اپنی حکمت کے اقتضائے بنا پر کسی شے کی ایجاد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کو اسے لئے حق کہا جاتا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلَاهُمْ الْحَقِّ۔ اور پھرے جائیں گے اللہ کی طرف جو اُن کا



مالک حق ہے یہاں حق سے مراد اگر اللہ لیا جائے تو جملہ کا ترجمہ ہوگا!  
اور وہ جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے یعنی قرآن۔

۲۔ حق کا دوسرا استعمال :-

وہ قول یا فعل جو اسی طرح پر واقع ہوا ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا ضروری اور واجب ہے۔ چنانچہ قول حق اور فعل حق اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّي لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ ۚ لیکن یہ بات میری طرف سے ثابت ہوگئی کہ مجھ کو دوزخ بھرنی ہے۔ اس صورت میں یہاں الحق کے معنی ہوں گے۔ سچ بات، سچ دین۔ اور ترجمہ آیت کا ہوگا:-  
اور جو اترتا سچا دین۔ (شاہ عبدالقادر دہلوی)

ہر دو صورتوں میں مَا نَزَّلَ مِنَ الْحَقِّ سے مراد قرآن مجید لیا جا سکتا ہے۔ اس جملہ کی علت ذکر اللہ (یعنی قرآن مجید) پر ہے اس کو عطف احد الوصفین علی الآخر کہا جاتا ہے (بیضادی) ہذا عطف الشی علی نفسه مع اختلاف اللفظین (اضواء البیان)  
= وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ - وَلَا يَكُونُوا كَاعْطَفَ تَخَشَعُ  
پر ہے۔ لَا يَكُونُوا فعل نہیں جمع مذکر غائب کا صیغہ یعنی وہ نہ ہو جائیں۔

كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ کاف تشبیہ کا ہے الَّذِیْنَ اسم موصول۔ أُوتُوا الْكِتَابَ اس کا صلہ جن کو کتاب دی گئی۔ یعنی یہودی اور عیسائی،

= مِنْ قَبْلُ۔ ای من قَبْلِهِمْ ان سے پہلے۔ قَبْلُ پہلے۔ آگے۔ بَعْدُ کی ضد ہے۔  
اضافت اس کو لازمی ہے۔ جب بغیر اضافت کے آئے گا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔

وَلَا يَكُونُوا.... اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی۔  
= فَطَالَ - ف بمعنى پھر۔ طَالَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب طُولٌ دباب نصر مصدر  
دراز ہو گیا۔ لمبا ہو گیا۔

= أَلَامَدٌ - مَدَّتْ - زَمَانٌ - زَمَانٌ اور امد کے لفظ میں صرف اتنا فرق ہے کہ أَمَدٌ کا استعمال باعتبار غایت یعنی کسی چیز کی مدت ختم ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے اور زَمَانٌ کا لفظ مبدأ اور غایت دونوں کے لحاظ سے عام ہے یعنی شروع زمانہ کے بتانے کے لئے بھی اور انتہائی زمانہ بتانے کے لئے بھی، فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ پھر ان پر طویل زمانہ گذر گیا۔ یعنی ان کے اور ان کے پیغمبروں کے درمیان :-

== فَكَسَتْ قُلُوبُهُمْ: فن تھیل کا ہے۔ کَسَتْ ماضی واحد مؤنث غائب قَسْوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ پس ان کے دل سخت ہو گئے۔ الْقَسْوَةُ کے معنی سنگ دل ہونے کے ہیں یہ اصل میں حَجَرٌ قَاسٍ سے ہے۔ جس کے معنی سخت پتھر کے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:-

فَطَالَ الْأَمَدُ عَلَيْهِمْ فطال الزمانُ بينهم وبين انبياءهم وَبَدَّ لَوْا كتاب الله الذي بایدیهم واشتروا به ثمنًا قليلًا ونبذوه وراء ظهورهم واقبلوا على الآراء المختلفة والاقوال المؤتلفة وقلدوا الرجال في دين الله واتخذوا آخبارهم ورهبانهم أربابًا من دون الله فعدت ذلك قست قلوبهم فلا يقبلون موعدة ولا تلين قلوبهم بوعده ولا وعيده، ان کے اور ان کے پیغمبروں کے درمیان مدت مدید گزر گئی اور انہوں نے اللہ کی کتاب کو جو ان کے پاس حق بدل ڈالا۔ اور اسے حقیر قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور اس کے پند و نصائح کو پس پشت ڈال دیا۔ مختلف آراء اور اقوال کو اپنالیا۔ اللہ کے دین میں لوگوں کی پیروی شروع کر دی۔ اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور راہبوں کو اپنا رب بنا لیا۔ اس پر ان کے دل پتھر جیسے سخت ہو گئے۔ کہ نہ موعدت قبول کر سکیں، اور نہ وعدہ وعید سے نرم ہو سکیں۔

== وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَسِقُونَ۔ جملہ حالیہ ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اکثر ان میں سے فاسق ہیں فَسِقٌ فَلَانٌ کے معنی کسی شخص کے دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

۵۷: ۱ = اِعْلَمُوا۔ امر، جمع مذکر حاضر، عَلِمُوا (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔ آیت کا ترجمہ ہے،

جان لو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔

یہ تمثیلاً ارشاد فرمایا کہ:-

جس طرح اللہ کے حکم سے ایک بے آب و گیاہ اور بنجر زمین ابر رحمت سے گل و گلزار میں تبدیل ہو جاتی ہے اسی طرح اس کا ذکر اور اس کی کتاب پر عمل ابر کا سا کر کے سخت سے سخت تر قلوب کو خشوع و خضوع کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔

اور اس سے یہ بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مرنے کے بعد

زندہ کر دیتا ہے اسی طرح محشر میں مردہ مخلوقات کو دوبارہ زندہ کر دے گا:  
 = قَدْ بَيَّنَّا قَدْ تَحْقِيقِ كَيْفَ مَعْنَى فِي آيَاتِهِ يَبَيِّنَّا مَعْنَى جَمْعٍ بِشَكْلِ تَبْيِينٍ (تَفْعِيلٌ) مُصَدَّرٌ - بَيَانُ  
 كَرْنًا. كَهْوَلُ كَرْنًا بَيَانُ كَرْنًا - تَحْقِيقٌ هُمْ نَعْنَى بَيَانُ كَرْنًا هِيَ .

= لَعَلَّكُمْ - لَعَلَّ حُرُوفٌ مُشَبَّهَةٌ بِالْفِعْلِ - كُمُ اسْمٌ كَا اسْمٍ - شَائِدٌ تَمْ - اَمِيْدٌ هِيَ كَرْتَمْ .  
 = تَعْقُلُونَ - مُضَارِعٌ جَمْعٌ مُذَكَّرٌ حَاضِرٌ - عَقْلٌ (بَابُ ضَرْبٍ) مُصَدَّرٌ - تَمْ سَمَّحْتُمْ هُوَ  
 لَعَلَّكُمْ تَعْقُلُونَ : اَمِيْدٌ هِيَ كَرْتَمْ سَمَّحْتُمْ جَاؤُكُمْ - شَائِدٌ تَمْ سَمَّحْتُمْ لَوْ - (يَعْنَى هُمْ) فِي آيَاتِهِ جَوَاسِمٌ مُذَكَّرَةٌ  
 بِالْاَجْمَلِ فِي كَهْوَلِ كَرْنًا بَيَانُ كَرْنًا - تَا كَرْتَمْ اَنْ كُو سَمَّحْتُمْ سَكُو اَنْ اَنْ اَعْمَلُ كَرُو - اَوْ نَتِيْجَةٌ سَعَادَتٌ دَارِيْنٌ حَاصِلٌ  
 كَر سَكُو

۵۷: ۱۸ = اِنَّ الْمُصَدِّقِيْنَ وَ الْمُصَدِّقَاتِ اِنَّ حُرُوفٌ مُشَبَّهَةٌ بِالْفِعْلِ الْمُصَدِّقِيْنَ  
 اِسْمٌ اِنَّ - وَاَوْ عَاطِفٌ الْمُصَدِّقَاتِ مُعْطُوْفٌ حَسْبُ كَا عَطَفَ الْمُصَدِّقِيْنَ اَنْ اَنْ اَضْعَفُ خَبْرٌ  
 اِنَّ - الْمُصَدِّقِيْنَ اِسْمٌ فَاعِلٌ جَمْعٌ مُذَكَّرٌ مُنْصُوْبٌ الْمُصَدِّقُ وَاحِدٌ تَصَدَّقَ (تَفْعَلُ)  
 مُصَدَّرٌ - اَصْلٌ فِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ تَخَا - تَاءٌ كُو صَادٌ سَعِيْدٌ كَر ص كُو ص فِي اَدْغَامٍ كَمَا  
 خِيْرَاتٍ دِيْنِيْ وَ اَلَى -

= اَلْمُصَدِّقَاتِ اِسْمٌ فَاعِلٌ جَمْعٌ مُؤَنَّثٌ مُنْصُوْبٌ (اِسْمٌ اِنَّ) اَلْمُصَدِّقَةُ وَاحِدَةٌ -  
 تَصَدَّقَ (تَفْعَلُ) مُصَدَّرٌ - يَهِيَ اَصْلٌ فِي مُتَصَدِّقَاتِ تَخَا - تَا كُو ص فِي اَدْغَامٍ كَمَا  
 ص فِي اَدْغَامٍ كَمَا - خِيْرَاتٍ دِيْنِيْ وَ اَلَى -

= يَضْعَفُ مُضَارِعٌ مُجْهَوْلٌ وَاحِدٌ مُذَكَّرٌ غَائِبٌ - مُضَاعَفَةٌ (مُضَاعَفَةٌ) مُصَدَّرٌ - دُوْغَانٌ  
 كَمَا جَاءَ -

= لَهُمْ فِي ضَمِيْرِهِمْ جَمْعٌ مُذَكَّرٌ غَائِبٌ - اَلْمُصَدِّقِيْنَ وَ الْمُصَدِّقَاتِ : كِي طَرَفٌ رَاجِعٌ هِيَ  
 تَرْجَمَةُ يُوْنُ هُوَ كَا -

بے شک خیرات کر دینے والے مرد اور خیرات دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو خوشدلی  
 قرض دیا۔ ان کو دوچند دیا جائے گا۔

= وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ وَ اَوْ عَاطِفٌ - اِسْمٌ كَا عَطَفَ جَمْلَةً سَالِقَةً پَر هِيَ - اَوْ اَنْ كُو اَعْمَدَةٌ  
 اَجْرٌ مُلِيْكًا -

اَجْرٌ كَرِيْمٌ مُوصُوْفٌ وَ صِفَتُهُ رَنِيْزٌ مُلَا حِظٌ هُوَ اَيْتٌ اَلْمُتَذَكَّرَةُ بِالْاَلَى -  
 ۱۹: ۵۷ = وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ قَا

وَالشَّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ط.....

اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان کے اعمال کا صلہ ہوگا۔ اور ان کے ایمان کی روشنی

(فتح محمد جالندہری)

صِدْقٌ (باب نصر) سے مصدر ہے جس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں۔ صِدْقٌ صِدْقٌ سے بروزن فِقِيلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت سچا امام راعب رکھتے ہیں۔

صدیق وہ ہے جس سے کثرت سے صدق ظاہر ہو اور وہ کبھی جھوٹ نہ بولے بعض نے کہلے کہ جس سے سچائی کی عادت ڈالنے کے سبب جھوٹ بن ہی نہ آتا ہو۔

الشَّهَدَاءُ شہید کی جمع ہے۔ شہید کے معنی ہیں۔

۱۔ موجود، حاضر، شاہد، نگہبان،

۲۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والا۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا مودودی رقمطراز ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں اکابر مفسرین کے درمیان اختلاف ہے:

ابن عباس رض، مسروق، ضحاک، مقاتل بن حیان وغیرہ کہتے ہیں کہ: أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ پر ایک جملہ ختم ہو گیا ہے اس کے بعد وَالشَّهَدَاءُ سے ایک الگ مستقل جملہ ہے۔

اس تفسیر کے لحاظ سے آیت کا ترجمہ ہوگا کہ۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہی صدیق ہیں اور شہدار کے لئے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر اور ان کا نور ہے۔

بخلاف اس کے مجاہد اور متعدد دوسرے مفسرین اس پوری عبارت کو ایک ہی جملہ مانتے ہیں۔ اور ان کی تفسیر کے لحاظ سے ترجمہ وہ ہوگا اور ہم نے تن میں کیا ہے (مولانا

جالندہری کا ترجمہ تقریباً یہی ہے جو مودودی صاحب کا ہے)

دونوں تفسیروں کے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ پہلے گروہ نے شہید کو مقتول فی سبیل اللہ کے معنی میں لیا ہے اور یہ دیکھ کر کہ ہر مومن اس معنی میں شہید نہیں ہوتا۔ انہوں نے وَالشَّهَدَاءُ عند ربہم کو ایک الگ جملہ قرار دیا ہے۔ مگر دوسرا گروہ شہید کو مقتول فی سبیل اللہ کے معنی

میں نہیں بلکہ حق کی گواہی دینے والے کے معنی میں لیا ہے اور اس لحاظ سے ہر مومن شہید ہے۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر قابل تزیح ہے اور قرآن و حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

۱، وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَ  
يَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا (۱۲۳: ۲) اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک متوسط  
امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

۲، هُوَ سَمُّكُمْ الْمُسْلِمِينَ لَمِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا يَكُونُ الرَّسُولُ  
شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ (۲۲: ۸۰) اللہ نے پہلے  
بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو  
اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

۱، حدیث میں حضرت براہ بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے یہ فرماتے سنا۔

هُوَ مِنَّا امْتِي شُهَدَاءُ، میری امت کے مومن شہید ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے سورۃ الحدید کی یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر)

۲، ابن مردودہ نے اسی معنی میں حضرت ابوالدرداء سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:-  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

مَنْ فَرَّ بِدِينِهِ مِنْ أَرْضِ مَخَافَةِ الْفِتْنَةِ عَلَى نَفْسِهِ وَدِينِهِ كَتَبَ عِنْدَ  
اللَّهِ صَدِيقًا فَإِذَا مَاتَ قَبَضَهُ اللَّهُ شَهِيدًا - ثُمَّ تَلَا هَذِهِ الْآيَةَ  
جو شخص اپنی جان اور اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لئے کسی سرزمین سے نکل جائے  
وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جب وہ مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ شہیدوں  
کی حیثیت سے اس کی روح کو قبض فرماتا ہے،

یہ بات فرمانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت مبارکہ پڑھی۔

== أَوْلَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ، وہی صاحب دوزخ ہیں۔ وہی دوزخی ہیں جہنم کی  
ترکیب حصر پر دلالت کر رہی ہے اور صاحب الجحیم ہونا بتا رہا ہے کہ دوزخ سے وہ جدا نہیں ہوں  
اس لئے اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

۵۰: ۲۰ = اِعْلَمُوا مِنْ جَمْعِ مَنْذَرٍ حَاضِرٍ، عَلِمْتُ رَبَّابِ سَمِعَ مَصْدَرٌ تَمَّ (اچھی طرح) جان لو

== اَلْمَا: بے شک، تحقیق، بجز اس کے نہیں۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ مَا كَاذِبٌ ہے  
حصر کے معنی دیتا ہے اور اَنَّ کو عمل سے روکتا ہے۔

خوب جان لو کہ دنیاوی زندگی بجز لعب و لہو... کے کچھ نہیں:

لَعِبٌ: کھیل، کھود۔ بازی، باب سَمَح سے مصدر ہے اس کا ماخذ لَعَابٌ ہے بمعنی بہتا ہوا  
مٹوگ، یعنی رال۔ لَعَب کے معنی ہیں رال ٹپک پڑنا۔ اکثر کھیلنے کھودنے والے اور بے شعور  
بچوں کی رال بہا کرتی ہے۔ نیز رال بہنے میں قصد اور ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے بیہودہ  
کام، بے مقصد حرکت اور کھیل کود پر لَعِبٌ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

== لَهْوٌ: کھیل۔ غفلت۔ باب نَصْر سے مصدر ہے۔ لَهْوٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان  
کو اہم کاموں سے ہٹائے اور باز رکھے۔ دل بہلاوہ۔

== زِينَةٌ: ظاہری سجاوٹ، زیبائش، آرائش۔ وغیرہ اسم ہے۔

== تَفَاخُرٌ: فَخْرٌ سے بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔ تَفَاخُرٌ بِنَيْكُمُ تمہاری باہمی خود  
ستائی۔ بڑائی مارنی، اترانا۔ فخر کرنا۔

== تَكَثُرٌ فِي الدَّمَوَالِ وَالْاَوْلَادِ: مال اور اولاد کی کثرت پر باہم مقابلہ کرنا۔  
تَكَثُرٌ بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے بمعنی دولت و جاہ، عزت و مرتبہ، مال و اولاد کی کثرت پر  
باہم جھگڑنا۔ مقابلہ کرنا۔

== كَمَثَلِ غَيْثٍ اِی مثلھا كَمَثَلِ غَيْثٍ۔ دنیاوی زندگی کی مثال (اس، بارش کی  
یا کھیتی) کی طرح ہے۔ غَيْثٍ کے لفظی معنی مینہ کے ہیں۔ اس جگہ اس سے مراد کھیتی ہے  
اسے علم بیان میں تسمیۃ الشئی باسم سببہ کہتے ہیں۔

== اَعْجَبَ الْكُفَّارَ بِنَاتِهِ۔ اَعْجَبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَعْجَبَ افعال مصدر  
اس نے خوش کیا۔ اس کو بھایا۔ اس کے اصل معنی اچنبھے میں ڈالنے کے ہیں۔ اور مجازاً بھانے  
اور خوش گننے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

الْكُفَّارَ کھیتی کرنے والے، الْكُفْرُ کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں اور اَت کو  
بھی کافر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپالیتی ہے اسی طرح کاشتکار بھی چونکہ زمین میں  
بیج کو چھپاتا ہے اسی لئے اسے بھی کافر کہا جاتا ہے۔

كُفْرٌ: یا کفران نعمت سے ہے یعنی نعمت کی ناشکری کر کے اسے چھپانے کے ہیں۔ ہے  
== بِنَاتِهِ: مضاف مضاف الیہ۔ نبات روئیدگی۔ پیداوار، کضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع غیث

اعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ: جس (کھیتی) کی ہریالی کاشتکار کے دل کو خوش کرتی ہے۔  
 = ثُمَّ: تراخی فی الوقت کے لئے۔ پھر۔

يَهِيْجُ: مضارع واحد مذکر غائب هَيَّجَ (باب ضرب) مصدر۔ خشک ہو جاتی ہے سوکھ جاتی ہے۔ يَوْمَ هَيَّجَ لُرَائِيْ يَابَرَشْشِ يَابَرِيَا آندھی کا دن۔ هَا تَجَّةٌ وَوَهْ زَمِيْنِ جس کی کھیتی یا گھاس سوکھ گئی ہو۔

ثُمَّ يَهِيْجُ پھر کسی آفت یا حادثہ کی وجہ سے وہ خشک ہو جاتی ہے (تفسیر مظہری)۔  
 = فَتَرَاهُ ف تَعْلِيْلُ كَا۔ تَوِيُّ تُوْدِيْ كِهْتَا بِيْ يَادِيْ كِهِيْ كَا: ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع غیب ہے۔

= مُصْفَرًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر، اِصْفَرَ اِرْدُ (اِفْعِلَالٌ) مصدر۔ صفر مادہ زرد، پیل پڑا ہوا۔

= ثُمَّ: پھر۔ يَكُوْنُ حُطَامًا: اِیْ صَارَ حُطَامًا: پھر وہ ہو جائے ریزہ ریزہ۔  
 چُورًا۔ رَوْنَدِن۔ جو چیز چورا چورا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور روندی جانے لگے حُطَامٌ کہلاتی ہے۔

حَطْمٌ (باب ضرب) مصدر سے مشتق ہے بمعنی توڑ ڈالنا۔

= وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ: یعنی دنیوی حیات کے جو احوال اور بیان ہوئے جنہوں نے ان کی طرف توجہ دی دنیا میں اور ان سے سبق حاصل کر کے آخرت کا بندوبست نہ کیا اس کے نتیجے کے طور پر ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔

= وَ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ۔ اور جنہوں نے دنیوی زندگی کی بے ثباتی کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کی سرعت زوال اور قلیل المنفعت چیزوں سے اعراض کیا اور آخری زندگی کی طلب میں مشغول ہے ان کے لئے اللہ کی مغفرت اور خوشنودی ہوگی؛

وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ: مِنْ اِقْبَلْ عَلَيْهَا وَلَمْ يَطْلُبْ بِهَا الْاٰخِرَةَ وَ مَغْفِرَةٌ وَرِضْوَانٌ لِّمَنْ اَعْرَضَ عَنْهَا وَقَصَدَ بِهَا الْاٰخِرَةَ (روح البیان)  
 = وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِيْ مَا نَافِيْهِ هِيَ اِلَّا مَتَاعٌ الْغُرُوْرُ۔ اور نہیں ہے دنیوی زندگی مگر متاع فریب، نرادھو کہ ہی دھوکہ۔

۵۷: ۲۱ = سَابِقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ سِبَاقٌ وَ مَسَابِقَةٌ (مفاعلة) مصدر دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا۔ یہاں خطاب جمیع الناس سے ہے، یعنی اے

لوگو! ایمان خوف اور امید اور اعمال صالحہ کے ساتھ اپنے رب کی مغفرت اور رحمت کی تیزی سے بڑھو۔

== وَجَنَّةٍ - وادِ عطفہ جَنَّةٍ معطوف جس کا عطف مغفرت پر ہے۔

== عَرَضُهَا - مضاف مضاف الیہ۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّةٍ ہے۔

جس کا عرض (طول کی ضد) یا عرض بمعنی وسعت ہے۔ مبتدأ

== كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ كِ تشبیہ کا ہے۔ آسمان اور زمین کے عرض کی مانند

مبتدأ کی خبر۔ جملہ عَرَضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ صفت ہے جَنَّةٍ کی

۱۲ شاد ہے! کہ جنت کا پھیلاؤ آسمان اور زمین کی طرح ہے!

سدا نے کہا ہے کہ۔

اس سے مراد چوڑائی ہے جو طول کے مخالف جہت کو ہوتی ہے! یعنی سات آسمانوں اور سات زمینوں کو اگر برابر کر کے ملا دیا جائے تو جنت کا عرض اس کے برابر ہوگا۔

(تن میں السماء اور الارض واحد آیا ہے یعنی آسمان اور زمین کے پھیلاؤ کے برابر)

جب جنت کا عرض اتنا ہے تو اس کی لمبائی کا کیا ٹھکانہ ہوگا۔ طول تو عرض سے بڑا

ہوتا ہی ہے:

== أُعِدَّتْ، ماضی مجہول واحد مؤنث غائب (افعال) مصدر وہ تیار کی گئی ہے

أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ یہ جملہ صفت تانی ہے جَنَّةٍ کی۔

== ذَلِكَ - یعنی وعدہ جنت و مغفرت، فَضَّلُ اللَّهُ مضاف مضاف الیہ یہ اللہ کا فضل

یعنی یہ مغفرت اور جنت میں داخل کرنا اللہ کی مہربانی ہے۔ اللہ جس کو چاہے گا اپنی مہربانی

سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کا وجوبی حق نہیں ہے۔

== يُؤْتِيهِ، يُؤْتِي مَضَاعِجٌ واحد مذکر غائب، اِيتَاءٌ (افعال) مصدر۔ ضمیر مفعول

واحد مذکر جس کا مرجع فضل ہے۔ وہ اُسے دیتا ہے۔

== مَنْ يَشَاءُ: مَنْ موصولہ يَشَاءُ صلہ۔ جس کو وہ چاہتا ہے۔

۲۲:۵۷ = مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ - مَا نَافِيہ - مِنْ تَبْعِيضِيہ ہے، أَصَابَ

ماضی واحد مذکر غائب اِصَابَةٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی وہ آپڑا۔ وہ آپہنچا۔ اُس نے پالیا۔

مُصِيبَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث۔ آپہنچنے والی۔ تکلیف، غم، مصیبت اس کی جمع مصائب

ہے: ترجمہ ۱۔ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت ...



== فِي الْأَرْضِ زَمِينٌ مِّنْ مِّمَّنْ فِي الْأَرْضِ مِثْلًا قَطِيًّا كَوْنِي دُوسْرِي آفْتِ :

== وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ - اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور نہ پڑتی ہے کوئی مصیبت تمہاری اپنی جانوں میں مثلاً بیماری وغیرہ۔

== الْأَفِي كِتَابٍ : مگر وہ ایک میں لکھی ہوتی ہے۔ کتب سے مراد لوح محفوظ ہے  
 == مِّنْ قَبْلِ أَنْ تَلْبِسَ آهًا - مِّنْ حُرُوفٍ جَارٍ قَبْلِ اسْمِ طَرَفِ زَمَانٍ - مجرور۔ مضاف، نیش  
 أَنْ مصدر یہ۔ تَلْبَسَ آهًا ماضی جمع متکلم۔ بَوَّءَ رِبَابَ نَصْرٍ مصدر ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث  
 غائب کا مرجع مَصِيْبَةٌ ہے۔ مضاف الیہ۔  
 ترجمہ ہوگا:

اور کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ تمہاری جانوں پر مگر یہ کہ ہمارے پیدا کرنے سے  
 پیشتر ہی وہ ایک کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوتی ہے۔  
 بَوَّءَ رِبَابَ نَصْرٍ بمعنی پیدا کرنا۔ نیست کی ہمت میں لانا۔

اسی سے ہے اَلْبَارِئُ - پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔  
 بَوَّءَ - بَوَّءَ - بَوَّءَ - کسی مکروہ شے سے چھٹکارا حاصل کرنا۔ خلاصی پانا، بیزا  
 ہونا۔

== اِنَّ ذٰلِكَ - یعنی باوجود کثرت مصائب کے ان کو تفصیل کے ساتھ لوح محفوظ میں  
 لکھ دینا اللہ کے لئے آسان ہے

== يَسِيْرٌ - صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر، يَسِيْرٌ - مصدر۔ آسان، سہل۔  
 ، ۲۳: ۵ = لِكَيْلَا تَأْسَوْا - لام تعلیل کا۔ كِيٌ ناصب فعل بمعنی اَنْ : کہ۔ لَا تَأْسَوْا  
 مضارع منفی منصوب بوجہ عمل اَنْ (جمع مذکر حاضر، آسئی (باب سماع) مصدر سے  
 تاکہ تم غم نہ کرو۔

== عَلٰی مَا فَا تَكْمُ : مَا مَوْصُوْلَةٌ هِيَ فَاتٌ مَّاضِيٌّ كَا صَيغَةٍ وَاحِدٍ مَّذْكَرٍ غَائِبٍ - فَوْتٌ  
 (باب نصر) مصدر۔ فَاتَةٌ اَلَا مَوْءٌ - کسی کام کا نہ ہونا اور ہاتھ سے نکل جانا۔ مَا فَا تَكْمُ  
 جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ جو تمہارے ہاتھ نہ آئے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر  
 == وَلَا تَفْرَحُوْا - دَاوَعَاظُ، لَا تَفْرَحُوْا - مضارع منفی منصوب بوجہ عمل اَنْ - تاکہ  
 تم نہ اتر آؤ۔ جمع مذکر حاضر، اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

== بِمَا اَتَا تَكْمُ، ب حروف جر۔ مَا مَوْصُوْلَةٌ اَتَى مَّاضِيٌّ كَا صَيغَةٍ وَاحِدٍ مَّذْكَرٍ غَائِبٍ اِيْتَاءُ۔

(افعال) مصدر۔ اس نے دیا۔ کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

ترجمہ ۱۔

تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر تم غم نہ کھاؤ اور جو اس (اللہ) نے تم کو دیا ہے اس پر اتراد نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ۔

یہاں دنیا میں جو بھی رنج و راحت پیش آتا ہے سب نوشتہ تقدیر ہے۔ جو مصیبت ارصیٰ از قسم قحط، وبار یا بدامنی ہے یا جو مصیبت خود تمہاری ذات پر پڑتی ہے، مثلاً تنگدستی، اولاد و احباب کی فوتیدگی وغیرہ یہ سب زمین پر آنے سے پہلے یا تم پر وارد ہونے سے پیشتر دفتر قضا و قدر میں تحریر ہوتی ہے۔ یتیم کو اس لئے سنا دیا تاکہ تم کسی بات کے ہاتھ سے نکل جانے پر غم مت کرو۔ اور نہ کسی نعمت پر اتراد اور یہ سمجھ بیٹھو کہ یہ تمہاری محنت و تدبیر کا پھل ہے اور نہ بخل کرو

== كَلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ: كَلَّ لَفْظًا وَاحِدٌ اَوْ مَعْنَى كَلَّ لِحَاظٍ سَمْعًا۔ ہمیشہ مضاف استعمال ہوتا ہے نیز ملاحظہ ہو (۵۷: ۱۰) متذکرہ بالا۔ مختال مضاف الیہ اسم فاعل واحد مذکر اِخْتِيَالٌ (افتعال) مصدر سے خیل مادہ۔ ناز سے چلنے والا۔ اترانے والا۔ مفسر و۔ متکبر۔ فَخُورٍ مضاف الیہ۔ فَخُورٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بڑا شہنی خور۔ بڑا اترانے والا۔ كَلَّ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

ترجمہ ۲۔

خدا کسی اترانے والے اور شہنی خور کو پسند نہیں کرتا۔

۵۷: ۲۴ = الَّذِينَ..... بِالْبُخْلِ۔ یہ مُخْتَالٍ فَخُورٍ کی نعت میں ہے تے يَبْخُلُونَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ بَخُلٌ (باب سجع) مصدر سے جو بخل کرتے ہیں۔

بُخْلِ کے معنی۔ بخل کرنا۔ کنجوسی کرنا۔ مال و متاع کو ایسی جگہ خرچ کرنے سے روک رکھنا جہاں خرچ کرنا چاہئے۔

بُخْلِ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ خود مناسب جگہ خرچ نہ کرنا۔  
۲۔ دوسرے یہ کہ دوسروں کو اس خرچ کرنے سے بھی روک دینا۔ یہ اور بھی زیادہ قابل مذمت ہے

آیت نہا میں دونوں قسم کے نخل مذکور ہیں۔

بُجْلٌ سے بَاخِلٌ نخل کرنے والا۔ اور بُجِيلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت نخل کرنے والا جیسے الرَّاحِمُ (رحم کرنے والا) اور الرَّحِيمُ (بہت رحم کرنے والا)۔  
 = وَمَنْ يَتَوَلَّ، وَأَوْعَاطِفٌ مِّنْ شَرْطِيَّةٍ - يَتَوَلَّ مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَّذْكَرٍ غَائِبٍ، تَوَلَّى، وَتَفَعَّلُ مَصْدَرٌ مِّنْهُ - اور جو منہ موڑے گا۔ اعراض کرے گا۔ یعنی جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اعراض کرے گا۔

= فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ فَجواب شرط کے لئے ہے هُوَ الْغَنِيُّ تُوُوهُ اللّٰهُ اس کے اعراض سے (یعنی اس کے راہ میں خرچ نہ کرنے سے) بے پروا ہے۔

الْحَمِيدُ - محمود فی ذاتہ۔ یعنی وہ بذاتہ مستحق حمد ہے کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے۔  
 = بِالْبَيِّنَاتِ - روشن دلیلوں کے ساتھ۔ دلائل و معجزات کے ساتھ۔

= وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ؛ اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ حق کا باطل سے، عمل صالح کا عمل فاسد سے اور حلال کا حرام سے امتیاز ہو جائے۔

= وَالْمِيزَانَ - اس کا عطف الکتب پر ہے۔ یعنی ہم نے ان رسولوں کے ساتھ میزان بھی اتارا۔ عدل و انصاف کے لئے۔

= لِيَقُومَ النَّاسُ؛ لام تعلیل کا ہے یہ جملہ علت ہے کتاب اللہ اور میزان کے نازل کرنے کی۔ قِسْطٌ بمعنی عدل و انصاف۔ والمعنى: لتقوم حياتهم فيما بينهم على أساس العدل - (السير التفاسیر) تاکہ ان کی باہمی زندگی عدل و انصاف کی بنیادوں پر قائم ہو سکے؛ تاکہ لوگ عدل کریں اور کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ (تفسیر مظہری)

= وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ؛ اور ہم نے لوہا (بھی) اتارا۔ لوہے کے نازل کرنے سے مراد اس کا پیدا کرنا کہ زمین میں سے کانوں سے برآمد کیا جاتا ہے۔

= فَيَذَرُ بَاسٌ شَدِيدٌ؛ میں کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الحديد ہے۔ بَاسٌ شَدِيدٌ موصوف و صفت۔ بَاسٌ بمعنی لڑائی۔ دیدہ بہ۔ سختی، جنگ کی شدت، اس میں شدید ہیبت ہے جنگ کی سختی ہے؛ کیونکہ جنگ میں شدت آلاتِ حرب سے ہی پیدا ہوتی ہے اور آلاتِ حرب لوہے سے بنائے جاتے ہیں۔

وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ؛ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور اس میں لوگوں کے لئے بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً آلاتِ صنعت و حرفت وغیرہ۔

فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ - یہ جملہ حدید سے حال ہے۔ اور ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے ہیں۔

== وَيَعْلَمَ اللَّهُ اس کا عطف جملہ محذوف پر ہے: عبارت تقدیر کلام کچھ یوں ہے:-  
وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ (ليستعملوه)

وَيَعْلَمَ اللَّهُ: اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ تاکہ وہ (یعنی لوگ) اسے استعمال کریں اور تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسول کی غائبانہ مدد کرتا ہے۔

لِيَعْلَمَ لِمَ تَعْلِيلُ کا ہے یہ جملہ علت ہے لوہا پیدا کرنے کی: يَعْلَمَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام تعلیل کے

== بِالْغَيْبِ - يَنْصُرُ کے فاعل سے حال ہے۔

== إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ: جملہ معترضہ ہے۔ ماقبل کی تائید کے لئے لایا گیا ہے۔

یعنی دراصل اللہ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہ خود قوی عزیز ہے، یہ جو فرمایا۔  
لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ - یہ محض امتحان لینے کے لئے ہے کہ کون دین اسلام کی بقا و اشاعت کے لئے کہاں تک کوشش کرتا ہے؟

قَوِيٌّ قُوَّةً سے صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ زبردست، بڑی قوت والا۔

عَزِيزٌ: عَزَّةً سے فعل کے وزن پر یعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ غالب، زبردست، گرامی قدر۔

۲۶: ۵۷ = جَعَلْنَا: ماضی جمع متکلم۔ حَبْلٌ (باب فتح) مصدر سے۔ یعنی ہم نے رکھا  
ہم نے بنایا۔ ہم نے ٹھہرایا۔ ہم نے کیا۔ ہم نے مقرر کیا۔

امام براغب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:-

جَعَلَ ایسا لفظ ہے جو تمام افعال کے لئے عام ہے۔ یہ فَعَلَ، صَنَعَ اور اس قسم کے عام الفاظ سے اَعْتَدَ ہے۔

== ذُرِّيَّتِهِمَا - مضاف مضاف الیہ۔ ذُرِّيَّةٌ اولاد۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث / مذکر غائب  
ان دونوں کی اولاد۔

آیت کا ترجمہ ہے۔

اور ہم نے حضرت نوح (حضرت) ابراہیم (علیہما السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ اور  
ان دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلے) کو (وقتاً فوقتاً جاری) رکھا۔

(ترجمہ فتح محمد بالندہری)

کتاب مثلاً توریت (حضرت موسیٰ پر) انجیل (حضرت عیسیٰ پر) زبور (حضرت داؤد پر) = فَمِنْهُمْ: پس ان میں سے بعض، مِنْ تبعیضیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ذَرَّتْهُمَا ہے (ان دونوں کی اولاد ہے) یادہ لوگ جن کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا۔ = مُهْتَدٍ - اسم فاعل واحد مذکر - اِهْتَدَاءُ (افتعال) مصدر - هُدًى مادہ - ہدایت پانے والے - ہدایت یافتہ۔

= فَسِقُونَ اسم فاعل واحد مذکر: فَسِقٌ (باب ضرب و نصر) مصدر بدکردار - راستی سے نکل جانے والے - اللہ کے نافرمان - شریعت کی اصطلاح میں: حُدُودِ شریعت سے نکل جانے والے۔

۵۷: ۲۷ = ثُمَّ - پھر (تراخی فی الوقت)

= قَفِينًا ماضی جمع متکلم - تَقْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی پیچھے بھیجنا - پیچھے کہہ دینا - اس کا مادہ قَفَا ہے - قَفَا کے معنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ (گڈی) قَفُوْا، قُفُوْا کے معنی کسی کے پیچھے چلنا - پیروی کرنا - اس معنی میں مجرور (باب نصر) سے مستعمل ہے۔

تَقْفِيَةٌ دو مفعول چاہتا ہے - دونوں مفعولوں پر کبھی حرف جر نہیں ہوتا - جیسے کہ ... قَفِيْتُ زَيْدًا اَعْمَرًا - میں نے زید کو عمر کے پیچھے بھیجا۔

کبھی مفعول دوم پر ب آتا ہے - جیسے کہ آیت ہدایں: ثُمَّ قَفِينَا عَلٰى اٰثَارِهِمْ يَرْسُلْنَا، ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر (یعنی بالکل ان کے پیچھے پیچھے) اپنے رسول بھیجے اور کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے - جیسے وَ قَفِينَا بَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ہم نے پیغمبروں کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا - آیت زیر غور۔

= اٰثَارِهِمْ - مضاف مضاف الیہ - اٰثَارٌ جمع ہے اَثْرٌ کی، نقشِ قدم - اُن کے نشاناتِ قدم - اُن کے نشانات،

= وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَافَةً وَرَحْمَةً: وَاَوْعَاظًا مَّا صُنِيَ جَمْعٌ مَّتَّكْمٌ فِيْ حَرْفِ جَارِ الَّذِيْنَ اِسْمٌ مَّوْصُوْلٌ - جمع مذکر - اِتَّبَعُوْا ماضی جمع مذکر غائب صلہ اپنے موصول کا - دونوں مل کر مضاف الیہ - قُلُوْبِ مضاف کے - مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور اِتَّبَعُوْهُ میں کا ضمیر مفعول فعل اِتَّبَعُوْا کی - رَافَةٌ وَرَحْمَةٌ: ہر دو مفعول فعل جَعَلْنَا کے - ترجمہ:-

اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں اس کی (حضرت عیسیٰ کی) پیروی کی نرمی اور مہربانی

رکھ دی۔

== وَرَهْبَانِيَّةٍ ابْتَدَعُوْهَا - اور رہبانیت اُسے انہوں نے خود ایجاد کر لیا تھا۔ ای  
وابتداء وارہبانیت۔ (رُوح المعانی)

== مَا كَتَبْنَا هَا عَلَيْهِمْ - ہم نے اُسے (یعنی رہبانیت کو) ان پر واجب نہیں کیا تھا۔ جملہ  
مستالف ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب : رہبانیت کے لئے ہے۔ اور ہند ضمیر جمع مذکر  
غائب حضرت عیسیٰ کے پیروکاروں کے لئے ہے (الذین اتبعوه)  
کتب علی۔ فرض کرنا۔ واجب ٹھہرانا۔

== اِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ - یہ استثناء منقطع ہے بلکہ طلب رضائے الہی کو ہم نے  
واجب کیا تھا۔

ابْتِغَاءُ (افتعال) کے وزن پر مصدر ہے۔ تلاش کرنا۔ چاہنا۔

رِضْوَانٌ، رِضْوَانٌ یَرْضَىٰ کا مصدر ہے۔ رضا مندی۔ خوشنودی۔

رَهْبَانِيَّةٌ - رَهْبٌ یَرْهَبُ رَهْبًا (باب سَمِع) کا مصدر سے ماخوذ ہے، جس کا

مطلب خوف اور ڈر ہے۔ یعنی وہ مسلک یا طرز زندگی جو خوف اور ڈر پر مبنی ہو۔

امام راغبؒ کے مطابق اس کا مطلب ہے ۱۔

فرطِ خوف سے عبادات و ریاضات میں حد درجہ غلو کرنا۔

علامہ پانی پتیؒ کے نزدیک رہبانیت ہے انتہائی عبادت و ریاضت۔ لوگوں سے

قطع تعلق، مرغوبات و خواہشات کا ترک اور اس حد تک ترک کہ مُباح کو بھی چھوڑ دیا جا

دن بھر روزہ۔ رات بھر عبادت، نکاح سے لاتعلقی، دائمی تجرد۔

لسان العرب میں ہے ۱۔

رہبانیت: دنیا کے مشاغل کو ترک کر دینا۔ اس کی لذتوں کو نظر انداز کر دینا۔ اہل دنیا سے

عزت گزینی۔ اپنے آپ کو طرح طرح کی مشقتوں میں مبتلا کر دینا۔ ان میں سے بعض لوگ

اپنے آپ کو خستی کر دیا کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو طرح طرح کے غذاؤں میں مبتلا کر دیتے تھے۔

== فَمَا دَعَوْ هَا حَقَّ رِعَايَتِهَا - مَا نَافِيَةٌ هِيَ - دَعَا مَاضِي جَمْع مَذْكَرٌ غَائِبٌ رِعَايَةٌ

(باب فتح) مصدر سے۔ بمعنی بناہ کرنا۔ دھیان کرنا۔ نگہداشت کرنا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث

غائب کا مرجع رہبانیت ہے۔

پھر وہ بناہ نہ سکے جیسا کہ اس کے بنا ہونے کا حق تھا۔

== فَاَتَيْنَا ف پس اَتَيْنَا ماضی جمع مستکم اِيتَاءُ (اِفعال) مصدر ہم نے دیا۔ ہم نے ہمنا۔ ہم نے عطا کیا۔

== الَّذِينَ اٰمَنُوا۔ جو لوگ ایمان لائے۔ مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صحیح طور پر ایمان لائے۔ اور رہبانیت کے تقاضوں کو پورا کیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ الَّذِينَ اٰمَنُوا مفعول ہے اَتَيْنَا کا۔

== مِنْهُمْ میں ضمیر ہُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اتباع کا دعویٰ کرتے تھے۔

== اَجْرَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا اجر۔

== وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَسِقُونَ ہ اور ان میں سے اکثر فاسق و فاجر تھے۔ کہ انہوں نے ترک دنیا کو حصول مال و جاہ کا ذریعہ بنالیا۔ راہِ اعتدال سے بھٹک گئے۔ اور فسق و فجور کی غلاظتوں میں ڈوب گئے۔

== يَا أَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَ اٰمِنُوا بِرِسُوْلِهِ۔

اٰمِنُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اس میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الَّذِينَ ہے لے لوگو! جو ایمان لائے ہو (حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر)

اتَّقُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِتِّقَاءُ (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو۔ پرہیزگاری اختیار کرو وَ اٰمِنُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِيْمَانٌ (افعال) مصدر، تم ایمان لاؤ بِرِسُوْلِهِ اس کے رسول پر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) یہ جملہ امر ہے۔ جواب امر میں فرمایا۔

== يُوْنِسُكُمْ كَفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِي۔ وہ تم کو اپنی رحمت سے (ثواب کے) دو حصے عطا کرے گا۔

ایک اجر حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کا۔

كَفْلَيْنِ۔ دو حصے۔ كِفْلٌ واحد۔ كِفْلٌ اس حصہ اور نصیب کو کہتے ہیں جو کافی ہو (یعنی جو ما سوا سے بے نیاز کر دے) یہاں مراد دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

== وَ يَجْعَلُ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهٖ۔ اور تم کو ایسا نور دے گا جو کہ اس کی روشنی میں تم چلو گے۔

== وَ يَغْفِرْ لَكُمْ اور تم کو بخش دے گا۔

يُؤْتِ - يَجْعَلُ - يَغْفِرُ - مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہیں۔

۵۷: ۲۹ = لَسَلَّا يَعْلَمَ: میں لانا فیہ زائدہ ہے معنی ہے لِيَعْلَمَ۔ لام علت کا ہے یعنی یہ دوسرا ثواب، یہ نور کی عطائگی اور یہ بخشش اس لئے ہے تاکہ اہل کتاب (اچھی طرح) جان لیں

الَّا مَرَكِبٌ هِيَ اَنَّ مصدر یہ اور لانا فیہ سے۔ کہ نہیں۔

== يَقْدِرُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب قُدْرَةً، باب ضرب، مصدر۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔

== وَ اَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ۔ جملہ کا عطف اَلَّا يَقْدِرُونَ پر ہے اَنَّ حُرُونَ مشبہ

بالفعل میں سے ہے الْفَضْلَ اسم اَنَّ بِيَدِ اللّٰهِ خبر۔

== يُوْتِيهِ مِنْ يَشَاءُ اَنَّ كِي خبر تانی۔

== وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے۔ جملہ معترضہ ہے

مضمونِ ما قبل کی تائید کے لئے لایا گیا ہے:



## قَدْ سَمِعَ اللَّهُ (٢٨)

الْمُجَادَلَةُ، الْحَشْرُ، الْمُنْتَحِنَةُ،  
الْصَّفُّ، الْجُمُعَةُ، الْمُنْفِقُونَ،  
الْتَّغَابُنُ، الطَّلَاقُ، التَّحْرِيمُ،

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

(۵۸) المجادلة مدنیہ ۲۲

قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا

۱:۵۸ = قَدْ سَمِعَ اللَّهُ؛ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا معنی دیتا ہے اور ماضی کے ساتھ ہی تقریب کا فائدہ بھی دیتا ہے یعنی اس کو زمانہ حال کے قریب بنا دیتا ہے۔  
بے شک اللہ نے سُن لیا ہے (قول کو)

= قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ، قَوْلَ مفعول فعل سَمِعَ کا الَّتِي اسم موصول واحد مؤنث تُجَادِلُ فعل مضارع واحد مؤنث غائب۔ مُجَادِلَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ جھگڑا کرنا۔ باہم جھگڑنا۔ لَكِ ضمیر واحد مؤنث حاضر، — صلہ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مضاف الیہ اس عورت کا قول جو آپ سے تکرار کر رہی تھی۔  
= فِي زَوْجِهَا۔ اپنے خاوند کے بارے میں۔

= وَ تَشْتَكِي وَأُوْءَاظِفُ، تَشْتَكِي مضارع واحد مؤنث غائب۔ معطوف، حسب کا عطف  
تجادلک پر ہے۔ وقیل حال من فاعلہ ای تجادلک دھی متضرعۃ الی اللہ تعالیٰ

۱۲۔ تفسیر حقانی

اِسْتِكَاؤُ (افتعال) مصدر یعنی گلہ شکوہ کرنا۔ شکایت کرنا۔ وَ تَشْتَكِي اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی اور وہ اللہ سے شکوہ کر رہی تھی۔

جملہ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔

= وَ اللّٰهُ لَيَسْمَعَنَّ تَحَاوُؤَهُمْ کَمَا۔ جملہ سابقہ کی طرح یہ جملہ بھی حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔

تَحَاوَرَّا كَمَا: مضاف مضاف الیہ۔ تم دونوں کو باہم سوال و جواب، تم دونوں کی باہم گفتگو۔

تَحَاوَرَّا (تَفَاعَلًا) مصدر ہے۔ کَمَا تَثْنِيَةٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ تَمَّ دَوْنُوں كِي۔

== اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ: یہ ماقبل کی تخیل ہے کیونکہ بے شک وہ سميع و بصير ہے:

سَمِيْعٌ مَسْمُوعٌ سے۔ بروزانِ فَعِيلٍ صِفَتٌ مَشْبَهَةٌ كَا صَيْغَةٍ هِيَ جِسْمٌ كِي سَمَاعَتٌ بِرَثْمِيٍّ پَر حَاوِيٍّ هِيَ

بَصِيْرٌ بِمَعْنَى فَاعِلٌ بِرُوزَانِ فَعِيلٍ: دیکھنے والا۔

۲:۲۸ = اَلَّذِيْنَ يُظْهِرُوْنَ مِنْ نِسَائِهِمْ۔ موصول وصلہ مل کر مبتدا۔

مَا هُنَّ اُمَّهَاتُهُمْ۔ مبتدا کی خبر۔ بکسر التاء علی انہ خبر او بضمها علی اللغۃ التیمیئۃ ۱۲ (تفسیر حقانی)

مَا نَافِيَةٌ حَازِيٌّ اِسْتِعْمَالٌ فِيهِ لَيْسَ كِي طَرَحٌ اِسْمٌ كُو رَفَعٌ اِدْرَجِبْرٌ كُو نَعْبٍ دِي تَا هِيَ

يُظْهِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ظَهَرَ مَادَّةٌ هِيَ۔ یعنی پشت ہے۔ باب مفاعله

منجمل دیگر معانی کے ایک یہ بھی ہے کہ:

مرد عورت سے کہے کہ اَنْتِ عَلَيَّ كَظْهَرِ اُمِّيْ۔ (تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میری ماں کی

کی پشت) اس کو مرد کا عورت سے ظہار کرنا کہتے ہیں۔

بعض کے نزدیک مرد کا عورت سے ظہار کرنا ظہر بمعنی پشت سے نہیں لیا گیا بلکہ

یہ ظہر بمعنی عَلُوٌّ سے لیا گیا ہے جس سے مراد چڑھنا ہے یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے

اس کو اپنی ماں پر چڑھنے سے تشبیہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ایسا کرنا سخت طلاق

کے مترادف تھا۔ اور مرد کے ایسا کہنے سے طلاق ہو جاتی تھی۔

شروع زمانہ اسلام میں بھی اس کو طلاق ہی قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن سورۃ مجادلہ کی

ابتدائی آیات (۱- تا ۶-) نازل ہونے پر اس کی شرعی صورت یہ ہو گئی کہ ظہار کرنے سے بیوی مرد

پر حرام ہو جاتی تا آنکہ اس کا کفارہ ادا نہ کیا جائے اس ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی

يُظْهِرُوْنَ۔ وہ ظہار کرتے ہیں۔

مِنْكُمْ۔ تم میں سے۔ تَوْبِيْحٌ لِلْعَرَبِ لِاَنَّهُ كَانَ مِنْ اِيْمَانِ اَهْلِ بَنِي سُلَيْمٍ

دُونِ سَائِرِ الْاُمَمِ (مدارک التنزیل) یہ عربوں کے لئے اہل بیلور ملا مت ہے کیونکہ دوسری

امتوں سے الگ یہ (ظہار کرنا) خاصہ زمانہ جاہلیت میں ان کے ایمان میں سے تھا۔

== اِنَّ اُمَّهَاتَهُمْ اِنَّ نَافِيَةٌ هِيَ۔ امہاتہم مضاف مضاف الیہ۔ وہ ان کی ماں

نہیں ہیں۔

== اِلَّا اَلَّتِيْ۔ اِلَّا حَرْفٌ اِسْتِثْنَاءٌ اَلَّتِيْ اِسْمٌ مَوْصُولٌ جَمْعٌ مَوْثٌ۔ وَ لَدَّ نَهْجٌ صِل

وَلَكِنَّ مَاضِيَّ جَمْعٍ مَوْتٍ غَائِبٍ وَ لَادَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ هُمْ ضمير مفعول جمع  
مذکر غائب۔

ترجمہ ۱۔

ہنیں ہیں اللہ کو مائید مگر وہ جنہوں نے ان کو جنا ہے۔

== لَيَقُولُونَ۔ لام تاکید کا ہے یَقُولُونَ جمع مذکر غائب۔ وہ کہتے ہیں۔

== مُنْكَرًا۔ اسم مفعول۔ بری بات۔ وَ زُورًا۔ واو عاطفہ زُورًا زُور اور  
إِزْوَارًا سے ہے جس کے معنی انحراف کے ہیں۔ چونکہ جھوٹ بولنا حق سے منحرف ہونا  
ہے اس لئے اس کو زُور کہا جاتا ہے۔ زُورًا مفعول ثانی ہے یَقُولُونَ کا۔  
بے شک یہ لوگ بہت بُری بات اور جھوٹ کہتے ہیں۔

== عَفُوًّا بہت معاف کرنے والا۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت عَفُوًّا (باب نصر) مصدر سے  
مبالغہ کا صیغہ ہے۔

== عَفُوًّا بہت بخشنے والا۔ عَفَرَ ان رباب نصر مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے

۳:۵۸ = وَالَّذِينَ يَظْهَرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ مَبْدَأَ فَتَحْرِيرِ رَقَبَةٍ۔ اسی فعلیہم  
تَحْرِيرِ رَقَبَةٍ خبر۔

== لَمَّا۔ تراخی مدت کے لئے۔ پھر۔ کچھ مدت کے بعد۔

== يَعُودُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَوَدُ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ لوٹیں۔

وہ رجوع کریں۔ عَوَدٌ لِمَا قَالُوا کے علماء نے مختلف معانی لئے ہیں۔

۱۔ بعض کے نزدیک لام معنی عَنٌّ ہے یعنی اپنے پہلے قول سے لوٹ جاتے ہیں۔ یعنی حرام کر  
کے قول سے لوٹ کر حلت کے خواستگار ہوتے ہیں۔

۲۔ بیضاوی نے لکھا ہے لام معنی الیٰ ہے یعنی اپنے قول کی تلافی دیکھ طرف لوٹ آتے ہیں

۳۔ قرآن نے کہا ہے کہ لام معنی فیٰ ہے عَادَ فُلَانٌ لِمَا قَالَ کے دو معنی ہیں۔ فلاں شخص اپنی

کی ہوئی بات میں لوٹ آیا یا کہی ہوئی بات کے خلاف کرنے لگا اور اس کو توڑنے لگا۔

۴۔ ثعلبی نے کہا ہے کہ جس کو انہوں نے حرام کر لیا تھا اس کو حلال کرنے کی طرف لوٹ

آتے ہیں۔

مَا قَالُوا سے مراد ہوگی وہ بات جس کے لئے لفظ ظہار کہا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ہے وَ نَرِثُهُ مَا يَقُولُ (۱۹۱: ۸۰) یہاں یَقُولُ سے مراد کہنا نہیں ہے بلکہ وہ مال مراد

ہے جس کے متعلق وہ کہتا ہے۔

اس میں اور بھی اقوال ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو کام انہوں نے کیا تھا اس پر پشیمان ہو کر پہلی حالت کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں۔

علامہ پانی پتی رح نے ترجمہ کیا ہے۔

اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں۔ پھر اپنی کی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔ تو ان کے ذمے ایک بردہ آزاد کرنا ہے۔

تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مضاف مضاف الیہ۔ تَحْرِيرُ برون تفعیل مصدریٰ آزاد کرنا۔

رَقَبَةٌ گردن۔ جان۔ غلام، رَقَبَةٌ اصل میں گردن کا نام ہے پھر حملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا اور عرف عام میں یہ غلاموں کا نام پڑ گیا جس طرح کہ الفاظ رَأْسٌ، كَظْفَرٌ کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔ رَقَبَةٌ کی جمع رِقَابٌ ہے۔

== مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتِمَّآ سَا. قَبْلُ مضاف اَنْ مصدریہ يَّتِمَّآ مزارع تثنیہ مذکر غائب۔ تَمَّآسُ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ مَسُّ مادہ۔ دونوں کے ایک دوسرے کو مس کرنے سے پہلے :

امام شافعی کے نزدیک یہاں مس کرنے سے مراد ہے جماع کرنا۔ اور امام اعظم کے نزدیک ہر قسم کا لگاؤ مراد ہے۔ جماع ہو یا صرف ہاتھ سے چھونا۔ یا باسنتبار صنفی شرمگاہ کو دیکھنا == ذَلِكُمْ، مبتدأ۔ ذَا اسم اشارہ ہے كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر خطاب کے لئے ہے یعنی یہ۔ یہی۔ مراد ذَلِكُمْ سے کفارہ کا حکم ہے۔ كُمْ سے خطاب نزول آیت کے وقت حاضر مومنوں سے ہے یا۔ اَنْ سے اور امت کے سائے مومنین سے ہے۔

== تَوَعَّظُونَ بِهٖ، خبرۃ واللام فی لما قالوا متعلق بיעودون وما مصدریہ و یمكن ان تجعل بمعنى الذی ونکرۃ موصوفۃ، وقیل اللام بمعنى فی۔ وقیل لبمعنی الی

وقیل فی الکلام تقدیم و تاخیر۔ تقدیرۃ ثم یعودون فعلیہم تحریر رقبۃ لما لما قالوا فصیام شہرین ای فعلیہ صیام شہرین۔ ۱۲ (حقانی)

تَوَعَّظُونَ مزارع جمع مذکر حاضر، وَعَّظٌ (باب ضرب) مصدر۔ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر فاعل حکم کفارہ کے لئے ہے۔ اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے۔

== ۴:۵۸ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ وَ تَلْقِیْبِ کَاہے مَنْ موصولہ لَمْ یَجِدْ صلہ۔ اس کا مفعول محذوف ہے ای فَمَنْ لَمْ یَجِدْ رَقَبَةً۔ پھر جس کو غلام میسر نہ ہو۔

== فَصِيَامٌ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ای فعلیہ صیام شہرین متتابعین۔ تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں۔

فَ تَعْقِيبِ كَا هِيَ صِيَامٌ مَضَافٌ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔

مُتَتَابِعَيْنِ: اسم فاعل تثنیہ مذکر تَتَابَعٌ (تفاعلاً) مصدر سے۔ بمعنی پے درپے لگاتار۔

شَهْرَيْنِ، دو مہینے، شَهْرٌ سے تثنیہ کا صیغہ۔

== فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ۔ ای فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ صِيَامَ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ۔ مہر جو طاقت نہ رکھے دو مہینوں کے لگاتار روزوں کی۔

== فَأَطْعَامٌ۔ ای فعلیہ اطعام ستین مسکیناً۔ تو اس کے ذمہ ہے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

== وَ لِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ: کَفِرِينَ: ای الذین یتعدونہا ولا یعملون بہا و اطلق الکافر علی متعدی الحدود تغلیظاً بزجرہ و نظیر ذلک قولہ تعالیٰ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ (۹۷:۳) یعنی وہ لوگ جو حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے ان لوگوں کو کافر اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کو سختی سے باز رکھا جائے جس طرح و من کفر..... میں کفر سے مراد حقیقی کفر نہیں بلکہ زبرد تواریخ کے لئے انکار کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (روح المعانی، ضیاء القرآن)

== تِلْكَ اسم اشارہ ہے مفرد مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے (یہاں جمع کے لئے آیا ہے) اصل میں اسم اشارہ تِلْیٰ ہے لام اس پر زیادہ کیا گیا ہے ك حرف خطاب ہے۔ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ سے مراد احکام مذکورہ ہیں یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں (ان سے تجاوز نہ کرو۔

ذَلِكَ۔ یہ۔ اسم اشارہ ہے۔ واحد مذکر، یعنی یہ کفارہ کا متبادل حکم:

ومحلہ النصب بفعل معلل بقولہ لَتُؤْمِنُوا۔ او الرفع علی الابتداء

(تفسیر حقانی)

== لَتُؤْمِنُوا۔ لام تعلیل کا ہے تُوْمِنُوا اصل میں تُوْمِنُونَ تھا۔ لام علت کے عمل سے نون گر گیا۔ (یہ حکم اس لئے بیان کیا گیا کہ تم اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان آؤ)

یہاں ایمان سے مراد احکام شرعیہ پر عمل ہے جیسے کہ آیت وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ (۱۲۳:۲) میں ایمان سے مراد نماز ہے۔

۵:۵۸ = يُحَادِّثُونَ مَضَارِعَ جَمْعِ مَذْكَرٍ غَائِبٍ مُحَادَّةٌ (مفاعلة) مصدر سے وہ محادثہ کرتے ہیں۔

= كَيْتُومًا ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ کیتُ (باب ضرب) مصدر یعنی زمین پر گرا دینا۔ دشمن کو ذلیل و خوار کرنا۔ وہ ذلیل کئے جائیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

لَيَقْطَعَنَّ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَوْ يَكْبِتُنَّمْ فَيَنْقَلِبُونَ خَائِبِينَ (۲۴:۳)  
(یہ خدا نے) اس لئے (کیا) کہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا انہیں ذلیل و مغلوب کرے۔ کہ (جیسے آئے تھے ویسے ہی) ناکام واپس جائیں۔

= يَوْمَ : اذْكَرُ فَعْلٌ مَّحْذُوفٌ كَمَا مَفْعُولٌ هُوَ۔ یاد کر جس دن۔

= يَبْعَثُهُمْ : مَضَارِعُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ بَعَثَ (باب فتح) مصدر۔ هُمْ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعِ مَذْكَرٍ غَائِبٍ۔ (جس دن) وہ ان کو اٹھائے گا۔ (یعنی دوبارہ زندہ کر کے ان کو اٹھا کھڑا کرنے کا قیامت کے دن)

= يُنَبِّئُهُمْ مَضَارِعُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر وہ بتائے گا۔ وہ خبر دیدے گا۔ هُمْ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعِ مَذْكَرٍ غَائِبٍ۔

= أَحْصَاهُ اللَّهُ۔ أَحْصَى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب إِحْصَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی شمار کرنا۔ گننا۔ محفوظ کر لینا۔ هُ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ جِسْ كَامُرْجِعِ مَا عَمِلُوا هُوَ إِحْصَاءٌ (افعال) مشتق ہے جس کے معنی کٹکری کے ہیں۔ چونکہ عرب شمار کے لئے کٹکریوں کا استعمال کرتے تھے اس لئے شمار کرنے اور محفوظ کرنے کے لئے إِحْصَاءٌ بولا جانے لگا۔

أَحْصَى فَعْلٌ تَفْضِيلٌ كَا صِيغَةٌ هِيَ بِمَعْنَى خُوبٍ كُنْتُمْ وَاللَّهِ۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے  
وَاحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا (۱۲:۱۸) دونوں جماعتوں میں سے ان کے غار میں رہنے کی مدت کو بہتر کون جاننے والا ہے۔

= وَ نَسُوهُ جملہ حالیہ ہے جبکہ وہ اسے بھلا چکے تھے۔

= وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ جملہ اعتراض تزیلی ہے اللہ تعالیٰ کا ان کے

اعمال کو بخوبی گن کر محفوظ کر لینے کی تائید میں لایا گیا ہے شہیدؒ بمعنی شاہد یعنی وہ ہر شے پر مطلع ہے کوئی شے اس سے غائب نہیں۔

۵۸: ۷ = اَلَمْ تَرَ ۱ ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ مضاف نفی مجد کلم (مجزوم) بمعنی اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو نہیں جانتا۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۱ ما ہر دو جگہ موصولہ ہے یعنی آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے کلی ہے یا جزئی سب سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔

= مَا يَكُوْنُ ۱ میں ما نافیہ ہے یكُوْنُ یہاں فعل تامہ ہے۔ اس کو خبر کی ضرورت نہیں ہے نہیں ہوتا ہے۔

جملة مستأنفة مقررة لما قبلها عن سعة علمه کیون من كان التامة و قُرْبَى تَكُوْنُ مِنَ التَّامَةِ اَعْتَبَارًا التَّانِيثِ النُّحُوِيَّ وَاِنْ كَانَ غَيْرَ حَقِيْقِي ۱۲ (حقانی) = مِنْ نَجْوٰی ۱ میں مِنْ زائدہ ہے نَجْوٰی اسم نکرہ مضاف ثَلَاثَةٌ مضاف الیہ نَجْوٰی سرگوشی راز کی بات کرنا۔ کانا بھوسی۔ تَنَاجٰی کا اسم مصدر ہے۔

بقول زجاج نحوی کے نَجْوٰی نَجْوَةٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں وہ اونچی زمین جو دوسری زمینوں سے ممتاز ہو۔

آہستہ اور راز سے کہی ہوئی بات بھی چونکہ غیر کے سننے سے محفوظ ہو جاتی ہے اس لئے وہ نحوی کے مشابہ ہے کہ وہ آس پاس کی زمینوں سے مجدا ہوتی ہے۔

نَجْوٰی کا استعمال بطور صفت بھی ہوتا ہے جیسے قَوْمٌ نَجْوٰی سرگوشی کرنے والے لوگ۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ هُمْ نَجْوٰی (۱۷: ۱۷) اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں (قاموس القرآن)

مَا يَكُوْنُ مِنَ نَجْوٰی ثَلَاثَةً ۱ کہیں نہیں ہوتی سرگوشی تین کی۔

= اِلَّا هُوَ الْعَرْهُدُ ۱ مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔

= وَلَا خَمْسَةَ ۱ اسی ولا نَجْوٰی خَمْسَةَ (اِلَّا هُوَ سَادِسُهُد) اور کہیں نہیں ہوتی سرگوشی پانچ کی کہ وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے۔

= وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ ۱ اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو۔ یعنی تین سے کم کی۔

= وَلَا اَكْثَرَ ۱ یا (اس سے) زیادہ کی یعنی پانچ سے زیادہ کی۔

معطوف علی العدد و یقرأ بالرفع علی الابداء منصوب علی ان لا لنفی الجنس



== إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ؛ مگر وہ (اللہ) ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کو ان کے مشورے کی خبر ہوتی ہے۔

۵۸ : ۸ = نَهُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب نَهَى (باب فتح) مصدر۔ ان کو منع کیا گیا۔ وہ روکے گئے۔ نَهَى عَنْ کے صلہ کے ساتھ بمعنی روکنا۔ منع کرنا۔

== يَتَنَجَّوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب۔ تَنَجَّجُوا (تفاعلاً) مصدر۔ وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں۔ مُنَاجَاةٌ (مفاعلة) چپکے چپکے کان میں بات کہنا۔ اللہ سے اپنی دلی مراد عرض کرنا۔

== الْعُدْوَانِ۔ ظلم و ستم، زیادتی۔ یہ عَدَا يَعْدُوْا کا مصدر ہے جو باب نصر سے آتا ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں۔

وہ عُدْوَانِ کہ جس کی ابتداء کرنی ممنوع ہے وہ اس آیت میں مراد ہے۔

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۲:۵) اور آپس میں مدد کرو نیک کام اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔ لیکن جو عُدْوَانِ کہ بدلہ کے طور پر ہو اور جس کا اس شخص کے ساتھ برتنا روا ہے کہ جو اس کی پہل کر چکا ہے۔ وہ اس آیت میں مراد ہے۔

فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظَّالِمِينَ؛ تو زیادتی نہیں مگر بے انصاف لوگوں پر۔ بعض علماء سے نقل ہے کہ عُدْوَانِ کے معنی ہیں کہ بُری طرح حد سے بڑھ جانا۔ خواہ یہ بات قوتِ استعداد میں ہو یا فعل میں یا حال میں۔ اور اسی معنی میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ عُدْوَانًا ظُلْمًا فَسَوْفَ نُصَلِّبُهُ نَارًا (۴:۳۰) اور جو کوئی یہ کام کرے زیادتی سے تو ہم ڈالیں گے اس کو آگ میں۔

== مَعْصِيَةِ الرَّسُولِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رسول کی نافرمانی۔ مَعْصِيَةِ مَعْصَا مِمْی ہے اور اسم ہے۔ نافرمانی کرنا۔ نافرمانی۔ عِصْيَانٌ بھی مصدر ہے (باب ضرب)

عَصَا۔ لاکھی۔ عِصْيَانٌ کا ماخذ عَصَا ہی ہے۔ جس کے پاس لاکھی (قوت) ہوتی ہے وہ دوسرے کی نافرمانی کرتا ہی ہے۔ گویا عصیان کے معنی ہوتے۔ لاکھی کے بل پر کسی کی نافرمانی کرنا۔ توسیع استعمال کے بعد نافرمانی کو عصیان کہا جانے لگا۔

آیت کا ترجمہ ہو گا۔ کیا آپ نے (اے رسول) ان کو نہیں دیکھا کہ جن کو کانا پھوسی

سے منع کر دیا تھا۔ پھر بھی وہ اس سے باز نہیں آتے اور گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لئے مخفی مشورے کرتے ہیں۔ (ترجمہ تفسیر حقانی)

== وَإِذَا وَادَعَا طِفْءٌ، إِذَا ظَرَفَ زَمَانَ - جب

== حَيَّوْكَ - حَيَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَحِيَّةٌ (تفعیل) مصدر۔ ک ضمیر واحد مذکر

حاضر، انہوں نے تجھ کو سلام کیا۔ وہ تجھ کو سلام کرتے ہیں۔ (ح ی ا حروفِ مادہ)

== لَمْ يُحَيِّكَ - لَمْ يُحَيِّ مَضَارِعٌ مجزوم نفی جہد بلم۔ ک ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اس نے

تجھ کو (ان کلمات سے) سلام نہ کیا۔

یہاں ما موصولہ اور یہاں میں ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع موصولہ

ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب کفار آپ سے ملتے ہیں تو ایسے کلمات سے آپ کو دعا سلام کرتے

ہیں کہ جن سے اللہ سلام نہیں بھیجتا۔ مثلاً السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کی بجائے السَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہنا جس کے

معنی ہیں تم پر اللہ کی مار ہو۔

== فِي الْفِيهِمْ - فِي حَرْفِ جَرٍ - اَنْفُسِهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، اپنے

دلوں میں۔ یا فِي مَا بَيْنَهُمْ - آپس میں۔

== لَوْلَا: اِی هَلْ لَا كِیوں نہیں۔

== حَنَبُهُمْ - ان کو بس ہے، ان کو کافی ہے۔ حَسْبُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر

غائب۔ مضاف الیہ۔

== يَصْلُوْنَ نَهَاءً، يَصْلُوْنَ مَضَارِعٌ جمع مذکر غائب۔ صَلَّى (باب سَمِعَ) مصدر هَا

ضمیر واحد مؤنث غائب۔ کا مرجع جہنم ہے۔ جس میں وہ داخل ہوں گے۔ یا يَصْطَلُوْنَ

بہا۔ وہ اس میں جلیں گے۔

== فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ - ف - لپس، پھر۔ بِئْسَ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی

بِئْسَ اصل میں بَيْسَ تھا۔ بروزن فعل (سمع) سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کے

فار کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا۔ بِئْسَ ہو گیا۔

بِئْسَ بُرَا ہے۔

الْمَصِيْرُ: صِيْرٌ سے اسم ظرف و مصدر میمی۔ لوٹنے کی جگہ۔ لوٹنا۔ یہاں

بطور ظرف مستعمل ہے

== ۹: ۵۸ إِذَا تَنَاجَيْتُمْ، إِذَا شَرَطِيَهٌ ہے یا اسم ظرف زمان، ہے، ماضی

جمع مذکر حاضر، تَنَاجَى (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ تم نے سرگوشی کی۔ یا جب تم سرگوشی کرو۔  
 = فَلَا تَتَنَاجَوْا۔ ف جواب شرط کے لئے۔ لَا تَتَنَاجَوْا فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، (تو تم) سرگوشی مت کرو۔ کانا پھوسی نہ کرو، تَنَاجَى (تَفَاعُلٌ) مصدر  
 = تَنَاجَوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، تم سرگوشی کیا کرو۔ یہاں نجوی سے مراد مشورہ ہے یعنی جب رازدارانہ بات کرنا ہی ہو تو نیکی اور پرہیزگاری کے متعلق مشورہ کیا کرو۔  
 = الْبِرِّ: مصدر ہے بمعنی نیکی کرنا۔ مہلانی کرنا۔ نیکیوکاری۔ اعتقادی و عملی دونوں قسم کی نیکیاں اس میں شامل ہیں۔

= اَلتَّقْوَى۔ پرہیزگاری۔ بچنا۔ تقویٰ اسم ہے اتقی سے۔ لغت میں تو تقویٰ کے معنی ہیں نفس کو اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا کہ جس کا خوف ہو۔ لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے بھی موسوم کر لیتے ہیں۔ جس طرح کہ سبب بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لے لیتے ہیں۔  
 اور عُسْرٍ شرع میں تقویٰ نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لیجائے۔

= اِتَّقُوا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو، اِتَّقُوا اللہ۔ تم اللہ سے ڈرو۔  
 = اَلَّذِي اِلَيْهِ تُحْشَرُونَ: الَّذِي اسم موصول۔ باقی جملہ اس کا صلہ۔ اِلَيْهِ اِلَى انتہاء غایت۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔  
 تُحْشَرُونَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، حَشَرٌ باب نصر مصدر۔ تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ تم جمع کئے جاؤ گے۔

۵۸: ۱۰ = اِنَّمَا۔ بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔

= اَلنَّجْوَى۔ سرگوشی، کانا پھوسی۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت، متذکرہ بالا) اِنَّ کا اسم ہے = مِنَ الشَّيْطَانِ خِرَانٌ۔ بے شک سرگوشی ایک شیطانی فعل ہے۔ اَلنَّجْوَى میں اَلْ عہد کا ہے۔ مراد اس سے التناجی بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول ہے۔  
 = لِيَحْزَنَ۔ خبر دوم۔ لام علت کا ہے۔ تاکہ۔ يَحْزَنُ مضارع واحد مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل لام) حُزْنٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ غمگین کرتا ہے۔ لِيَحْزَنَ تاکہ وہ

عَمَلِينَ كَرَّمَهُ - یہ خبر دوم ہے اِنَّ كِي :

خَيْرًا اٰخِرًا لِّمَا لَاجِبُوْا وَاَلَا اِنَّ مِنَ الشَّيْطَانِ ۱۲ (رحقانی)

= اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا - موصول وصلہ مل کر مفعول ہے يَجْزُونَ کا۔ ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں۔ یعنی ایمان والوں کو۔

= وَ لَيْسَ بِضَاْرِهِمْ شَيْئًا - جملہ حالیہ ہے وَاَوْحَالِيْهِ لَيْسَ (نہیں ہے) فعل ناقص۔ ماضی واحد مذکر غائب اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔ لَيْسَ کا اسم کافروں کی سرگوشی یا شیطان ہے۔ ضَاْرِهِمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کو نقصان پہنچانے والا۔ ان کو ضرر پہنچانے والا۔

ضَاْرٌ ضَرٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر "مضاف ہے" هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ بِضَاْرِهِمْ خبر ہے۔ شَيْئًا کچھ بھی۔  
مطلب یہ کہ۔

حال یہ ہے کہ کافروں کی سرگوشی یا شیطان ایمان والوں کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔  
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ بَغَيْرِ اللّٰهِ كَيْفَ يَكُوْنُ

= فَلْيَتَوَكَّلْ - ف کا عطف محذوف پر ہے لیتوکل امر کا صیغہ واحد مذکر غائب یہاں یعنی جمع (المؤمنون) کے لئے آیا ہے۔ چاہئے کہ بھروسہ رکھیں۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ - اسی دَعْوَى اللّٰهِ لَا عَلَى غَيْرِهِ یَجِبُ اَنْ یَّتَوَكَّلَ الْمُؤْمِنُونَ - مومنوں کو چاہئے کہ صرف اللہ پر نہ کہ کسی غیر پر توکل اور بھروسہ رکھیں" (السیر التفاسیر)

۵۸ : ۱۱ = اِذَا قِيْلَ لَكُمْ ... فِي الْمَجَالِسِ، جملہ شرطیہ ہے

= فَاسْتَحُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَفْسَحُ (تَفْعَلُ) مصدر بمعنی کھل کر بیٹھنا۔ اور کشادگی و فراخی کرنا۔ تم کشادگی کرو۔ کھل کر بیٹھو،

اَلْفَسْحُ وَالْفَسِيحُ کے معنی وسیع جگہ کے ہیں۔ فَسَّحْتَ مَجْلِسًا میں نے اس کے لئے مجلس میں، محفل میں جگہ کر دی تو وہ اس میں کھل کر بیٹھ گیا۔

= فَاسْتَحُوا - ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اِفْسَحُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔

فَسَّحَ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی وسعت سے بیٹھنا۔ اور کھل کر رہنا۔ تو تم کھل جاؤ۔ جواب شرطیہ ہے۔

== يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ : جواب امر۔ خدائتم کو فراخی دے گا۔ يَفْسَحِ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ واحد مذکر غائب؛ فَسَحٌ (باب فتح) مصدر۔ اللہ تمہارے لئے کشادگی کر دیگا تمہارے لئے جگہ کشادہ کر دے گا:

== وَإِذَا قِيلَ انشُرُوا فَانشُرُوا۔ پہلا جملہ شرطیہ ہے دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔ انشُرُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نَشْرٌ (باب نصر) ضرب (مصدر)۔ اٹھ کھڑا ہونا۔ یعنی جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ۔ تو کھڑے ہو جایا کرو۔

== يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ۔ يَرْفَعِ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ اللہ بلند کرے گا ان لوگوں کو جو تم میں سے ایماندار ہیں۔ بوجہ يَرْفَعِ کا مفعول ہونے کے الذین محل نصب میں ہوگا۔

وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ الذین آمنوا منكم پر ہے۔ یَرْفَعِ کا مفعول ثانی ہے۔

أُوتُوا ماضی مجہول جمع مذکر غائب (افعال) مصدر۔ وہ دینگے، ان کو دیا گیا۔ الْعِلْمَ مفعول۔ اور وہ جن کو علم دیا گیا۔

دَرَجَاتٍ۔ منصوب بوجہ تمیز ہونے کے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ، اگر تم کو کہا جائے اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان داروں کو اور وہ جنہیں علم دیا گیا بلحاظ درجات کے بلند فرمائے گا۔

== وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ؛ مَا موصول، تَعْمَلُونَ صلہ۔ اللہ مبتدأ خبر۔ خبر۔ موصول وصلہ مل کر متعلق خبر۔

۱۲:۵۸ == إِذَا نَادَيْتُمُ الرَّسُولَ جملہ شرطیہ ہے۔ نَادَيْتُمُ ماضی جمع مذکر حاضر، مُنَادَاةٌ (مفاعلة) مصدر۔ الرَّسُولَ مفعول۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترجمہ۔

جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رازدارانہ بات کان میں کرنا چاہو۔

== فَقَدْ مَوَّابَيْنَ يَدَيَّ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةٌ۔ فَ جواب شرط کے لئے۔ قَدْ مَوَّابَيْنَ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تَقَدَّيْمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تم آگے بھجو۔ تم پہلے ادا کرو

(صدقہ)

بَيْنَ۔ درمیان۔ نیچ۔ جدائی، ملاپ، اسم طرف مکان ہے۔ دو چیزوں کے درمیان

اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل میں آئی ہے۔

منجملہ دیگر استعمال کے اس کا استعمال بَيْنَ يَدَيْ اور بَيْنَ أَيْدِي آتا ہے پہلے کے لغوی معنی ہیں دونوں ہاتھوں کے درمیان۔ اور دوسرے کے معنی ہاتھوں کے درمیان مطلب دونوں کا ہے آگے۔ سامنے۔ قریب۔ ایسی صورت میں بین کی اضافت ایدی۔ یایدی کی طرف ہوتی ہے۔

بَيْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جلتے۔ جیسے بین البلدان۔ (دو شہروں کے درمیان) یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو۔ جیسے بین الرجلین۔ اور بین القوم (قوم کے درمیان) بین مضاف ہے نجواکُم مضاف مضاف الیہ مل کریدی کا مضاف الیہ۔ یدی مضاف، یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر بین کا مضاف الیہ۔ ترجمہ آیت کا ہوگا:-

توبات کرنے سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دیدیا کرو۔

= ذَلِكْ : یعنی بخوبی سے قبل صدقہ کا دینا۔ مبتداء، خَيْرٌ لَّكُمْ خَيْرٌ۔ وَاَطْهَرُ خَيْرٌ لِّغَيْرِ اطهر افضل تفضیل کا صیغہ ہے۔ یعنی پاکیزہ۔ زیادہ پاک، طَهَارَةٌ سے۔ یہ تمہارے لئے بہتر اور زیادہ پاکیزگی والی بات ہے۔

= فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا۔ جملہ شرطیہ۔ اور لہ تجدوا کے بعد اس کا مفعول محذوف ہے عبارت کچھ یوں ہوگی۔

فَإِنْ لَّمْ تَجِدُوا شَيْئًا مَا تَتَّصِدُونَ بِهِ اور اگر تمہیں کوئی چیز میسر نہ آئے جسے تم صدقہ میں دے سکو۔

= فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔ فی تریخ المناجات من غیر صدقہ، ف جواب شرط کے لئے ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔

تو اللہ تعالیٰ بغیر صدقہ کے مناجات کی رخصت دینے میں غفور اور رحیم ہے

غفور۔ غفران سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بخشنے والا۔

۱۳:۵۸ = ءَأَشْفَقْتُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ، اشفقتم ماضی جمع مذکر حاضر، اشفاق (افعال) مصدر۔ اشفاق علی کے صلہ کے ساتھ کسی کی خیر خواہی کے لئے اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا۔ کیونکہ مشفق ہمیشہ مشفق علیہ کو محبوب سمجھتا ہے اور اسے تکلیف پہنچنے

سے ڈرتا رہتا ہے۔ جب یہ فعل حوت مِنْ کے واسطے سے متعدی ہو تو اس میں خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ ترسیدن از کسی، کسی سے ڈرنا۔  
 = اَنْ تَقْتَدِيَ هُوًا - اَنْ مصدر یہ ہے۔ تَقْتَدِيَ هُوًا مضارع منصوب۔ جمع مذکر حاضر  
 = بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ؛ ملاحظہ ہو آیت ۱۲۔ متذکرۃ الصدر۔  
 ترجمہ ہوگا۔

کیا تم اس سے کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کان میں کوئی بات کہنے سے پہلے خیرات دیا کرو ڈر گئے ہو؟

= فَاذْفُفْ عَاطِفًا اِذْ (ظفریہ للماضی) بھرجب۔  
 = لَمْ تَفْعَلُوْا مضارع مجزوم نفی جہلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر، بھرجب تم ایسا نہ کر سکتے  
 یا تم نے ایسا نہ کیا۔ (یعنی مفلسی کے ڈر کی وجہ سے تم نے صدقہ نہیں دیا)  
 = وَ تَابَ اللّٰهُ عَلٰیكُمْ۔ حمد معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے؛ اور اللہ نے تمہیں  
 معاف کر دیا۔ اور اللہ نے تمہیں اسے ترک کرنے کی رخصت دیدی ہے؛

= فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ ف سببیہ ہے۔ پس بایں سبب تلافی مافات کے لئے پابندی  
 کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ زکوٰۃ دیا کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔  
 اِذْ بِمَعْنٰی اِنْ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ جملہ جواب شرط ہوگا  
 مطلب یہ ہے کہ۔

اگر تم نے ماضی میں ایسا نہیں کیا تو اس کو تاہی کے تدارک کے لئے اب نماز کی  
 ادائیگی، ایتائے زکوٰۃ، اطاعتِ خداوندی و اطاعتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پابندی کرو  
 ۵۸: ۱۴ = اَلَمْ تَكْرَ: استفہام انکاری ہے۔ نفی کا انکار موجب اثبات ہوتا ہے۔  
 اس لئے اَلَمْ تَكْرَ کا مطلب ہوا۔ تو نے دیکھا۔ تو نے دیکھا ہے۔

= اَلَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول تَوَلَّوْا  
 اس کا صلہ۔ قَوْمًا مفعول تَوَلَّوْا کا۔ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ صفت قَوْمًا کی۔ هُمْ  
 ضمیر جمع مذکر غائب قَوْمًا کی طرف راجع ہے۔

تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلَّوْا (تَفَعَّلَ) مصدر  
 تَوَلَّوْا کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی۔  
 ا۔ کسی سے دوستی رکھنے۔

۲۔ کسی کام کو اٹھانے۔

۳۔ والی و حاکم ہونے کے ہوتے ہیں :-

۱۔ کی مثال - قرآن مجید میں ہے :-

وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ فَإِنَّهُ مِنَّهُمْ (۵۱: ۵۱) جو کوئی تم میں سے

ان سے دوستی رکھے وہ ان ہی میں سے ہے :-

۲۔ کی مثال :- وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرًا (۱۱: ۲۴) اور جس نے کہ اٹھایا اس بڑی

بات کو۔

۳۔ کی مثال :- فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ (۲۲: ۲۸) پھر تم سے یہ توقع ہے

کہ اگر تم والی ہو۔

اور جیب عنق کے ساتھ متعدی ہونو واہ لفظوں میں مذکور ہو یا مُسْتَتْرٌ (مخزون) ہو

تو منہ پھرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے :-

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰ قَوْمٍ لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ رِسَالَةً رَبِّتُنَا (۷۹: ۷)

پھر اس نے ان سے منہ موڑا۔ اور کہا کہ اے میری قوم میں نے تم کو خدا کا پیغام پہنچا دیا۔

یہاں سورۃ ہذا میں تَوَلَّوْا مَعْنَى دوستی رکھنا ہے۔

یعنی کیا تو نے دیکھا نہیں (تو نے دیکھا ہے) ان لوگوں کی طرف جو دوستی کرتے

ہیں اس قوم سے کہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔

= مَا هُمْ مِنْكُمْ - هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الَّذِينَ تَوَلَّوْا کی طرف راجع ہے

اور مِنْكُمْ میں ضمیر کُم جمع مذکر حاضر اَلْمُتَوَلِّينَ کے مخاطب کی طرف راجع ہے۔

= وَلَا مِنْهُمْ - جُمْلَةٌ مُتَّالِفَةٌ اَوْحَالَ مِنْ فَاعِلٍ تَوَلَّوْا (۱۲ حَقَّانِي)

مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ کی طرف راجع ہے

مطلب یہ کہ :-

یہ منافقین نہ تو پورے پورے تم میں سے ہیں۔ کیونکہ دین اور دوستی میں یہودیوں

کے ساتھ ہیں۔ اور نہ یہ پورے پورے یہودیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ ظاہر میں یہ اپنے آپ کو

مسلمان کہتے ہیں۔

= وَ يَخْلِفُونَ - مضارع جمع مذکر غائب - حَلَفٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ قسمیں کھاتے

ہیں۔ وہ قسمیں کھائیں گے۔ اس کا عطف تَوَلَّوْا پر ہے مضارع کا صیغہ تکرار حلف پر دلالت



کرتا ہے۔

== عَلَى الْكَذِبِ - جھوٹ پر۔

== وَ هُمْ يَعْلَمُونَ : جان بوجھ کر۔

آیت کا ترجمہ ہوا۔

اور جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ وَ هُمْ يَعْلَمُونَ جملہ حالیہ ہے۔ درآں

حالیہ وہ جانتے ہیں (کہ جو وہ کہہ رہے ہیں جھوٹ ہے)

۵۸: ۱۵ = أَعَدَّ : ماضی واحد مذکر غائب (إِعْدَادٌ رافعال) مصدر۔ یعنی تیار

کرنا۔ إِعْدَادٌ یہ عَدَّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے

إِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ وہ شمار کی جاسکے۔

أَعَدَّ اس نے تیار کیا ہے۔ اس نے تیار کر رکھا ہے؛

== إِنَّهُمْ : إِنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب : بے شک وہ سب

لوگ،

== سَاءَ فعل ذم ہے سَوَاءٌ (باب نصر) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

بُرا ہے۔

== مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ هَ مَا موصولہ۔ كَانُوا يَعْمَلُونَ صلہ۔ جو وہ کیا کرتے تھے،

بے شک وہ بُرے کام کیا کرتے تھے۔

۵۸: ۱۶ = اتَّخَذُوا : ماضی جمع مذکر غائب۔ اتَّخَذُوا (افتعال) مصدر۔ انہوں نے

مٹھرایا۔ انہوں نے اختیار کر لیا۔

== أَيَّمَانَهُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ اپنی قسموں کو۔ أَيَّمَانٌ جمع ہے اس کا واحد

يَمِينٌ ہے۔ يَمِينٌ کے معنی اصل میں تودا ہونے ہاتھ کے ہیں، معاہدہ کرنے والا علیف

جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے یمین حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار

لیا گیا ہے

== جُنَّةً سپر، ڈھال۔ آرٹ، پردہ، جُنَانٌ جمع ہے۔ جُنٌّ سے مشتق ہے چونکہ ڈھال

سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اس لئے اس کو جُنَّةٌ کہتے ہیں۔

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے (اپنے بچاؤ کے لئے)

== فَصَدُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ صَدَّ وَصَدُّوا (باب نصر) مصدر سے

پھر خدا کی راہ سے دوسروں کو روکتے ہیں۔

== عَذَابٌ مُّهِينٌ؛ موصوف و صفت۔ مَهِينٌ اسم فاعل واحد مذکر اِهَانَةٌ (افعال) مصدر۔ ذلیل و خوار کرنے والا۔

۵۸: ۱۷ = لَنْ تَغْنِيَ مَضَارِعَ نَفْسِي تَاكِيْد بَيِّن (منصوب بوجہ عمل لَنْ) صَيْغَةٌ وَاحِدَةٌ غَابَ اِغْنَاءُ (افعال) مصدر سے بمعنی کام آنا۔ کفایت کرنا۔ وہ ہرگز کفایت نہیں کرے گی۔ وہ ہرگز کام نہیں آئے گی۔

لَنْ تَغْنِيَ كَا فاعل اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ہے ان کے مال اور ان کی اولاد

ان کا مال اور ان کی اولادیں ہرگز کچھ کام نہ آئیں گی اللہ کے مقابلہ میں۔

== اُولَئِكَ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ وہی لوگ۔ وہ لوگ، اَصْحَابُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخی۔ جہنمی۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اُولَئِكَ ہے۔ وہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

== فِيهَا۔ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع النار ہے

== خَلِدُونَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے خُلُوْدٌ (باب نصر مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے) ۵۸: ۱۸ = يَوْمَ۔ مفعول فیہ۔ جس دن۔

== يَبْعَثُهُمْ۔ يَبْعَثُ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ بَعَثٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بھیجنا۔ اِثْنَا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے گا

== جَمِيعًا سَبَّحُوْا

== فَيَخْلِفُوْنَ لَدٰى۔ وَ تَعْقِيْبُ كَابِءٍ يَخْلِفُوْنَ مَضَارِعُ جمع مذکر غائب، حَلْفٌ

(باب ضرب) مصدر۔ وہ قسمیں کھائیں گے۔ لَدٰى اس کے سامنے۔ پھر اس (خدا) کے سامنے وہ قسمیں کھائیں گے۔ اِى قَائِلِيْنَ وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔ سجدہ اہم مشرک نہیں تھے۔

== كَمَا يَخْلِفُوْنَ لَكُمْ، كَا ف تَشْبِيْهُ كَابِءٍ۔ لَكُمْ تہاے سامنے۔

یعنی جیسا کہ وہ اب تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تم سے ہیں کافر یا غیر مسلم

نہیں ہیں۔

== وَ يَحْسِبُوْنَ اَنْهُمْ عَلٰى شَيْءٍ وَاَوْعَاظُهُ يَحْسِبُوْنَ مَضَارِعُ جمع مذکر غائب

حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ گمان کریں گے۔ وہ خیال کریں گے۔ اَنْهُمْ عَلٰى شَيْءٍ

کہ ان کا کچھ کام بن گیا ہے۔ وہ کچھ نفع میں ہے ہیں۔ کہ جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت میں ان کو کچھ حاصل ہوا ہے۔ کہ وہ کچھ حاصل کر رہے ہیں۔

— الآ: جان لو، سن رکھو، خبردار ہو جاؤ۔ یہ حرفِ تنبیہ اور استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے) ہے۔

کبھی یہ عرض کے لئے استعمال ہوتا ہے (یعنی کسی چیز کو نرمی سے طلب کرنا) جیسے  
الَا تُجْتَوْنَ أَنْ يُخْفِيَ اللَّهُ لَكُمْ: کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔

اور کبھی تخصیض یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے کہ فرمایا  
الَا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ  
بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ۔ کیا تم نہیں لڑو گے ان لوگوں سے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں  
اور رسول کو نکلانے کا ارادہ کیا اور انہی نے تم سے پہلے چھڑکی۔

جب یہ تنبیہ اور استفتاح کے لئے آتا ہے تو جملہ اسمیہ و فعلیہ دونوں پر  
داخل ہوتا ہے اور جب عرض و تخصیض کے لئے آتا ہے تو صرف افعال کے ساتھ مخصوص  
ہوتا ہے خواہ وہ افعال لفظاً مذکور ہوں یا تقدیراً۔

— اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تخصیص کے لئے لایا گیا ہے  
بیشک یہی وہ لوگ ہیں جو بہت جھوٹے ہیں۔ (اور ان کے انتہائی جھوٹے ہونے کا ثبوت

یہ ہے کہ خدا جو عالم الغیب ہے اس کے سامنے بھی یہ جھوٹ بولیں گے)

۲۹:۵۸ = اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ: ماضی واحد مذکر غائب اِسْتَحْوَذَ (استفعال)

مصدر۔ بمعنی قابو میں کر کے ہانکنا (شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے۔

— فَاَنْسَهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ۔ ف سببیہ، اَنْسَى ماضی واحد مذکر غائب اَنْسَى

(افعال) مصدر بمعنی بھلا دینا هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

ذِكْرَ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ بل کر مفعول ثانی اَنْسَى کا۔ پس اس نے  
(یعنی شیطان نے) ان کو اللہ کی یاد بھلا دی۔

— حِزْبُ الشَّيْطٰنِ: مضاف مضاف الیہ۔ حِزْبٌ گروه، جماعت، ٹولہ،

اَحْزَابٌ جمع۔ شیطان کا گروہ۔

— الآ: ملاحظہ ہو آیت ۱۸ متذکرۃ الصدر۔

— الْخٰسِرُوْنَ۔ خُسْرٌ و خُسْرَانٌ: سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، نقصان اٹھانے

والے۔ گھاٹا پانے والے۔ زیاں کار۔

۲۰:۵۸ = يُحَادُّونَ۔ وہ مخالفت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت ۵ متذکرۃ الصدر۔  
 = الْاَذَلِّينَ۔ یہ اَذَلَّ کی جمع ہے ذِلَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ  
 ذلیل، زیادہ کمزور، اذلیل۔ سب سے زیادہ ذلیل یا بے قدر لوگ۔

۲۱:۵۸ = كَتَبَ اللَّهُ۔ اللہ نے لکھ دیا ہے۔ اللہ نے فیصلہ فرمایا ہے۔ اللہ نے  
 یہ فیصلہ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

= لَا غَلِبَتْ۔ مضارع بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ غَلَبْتُ (باب ضرب)  
 مصدر سے، میں ضرور غالب ہوں گا۔

= وَرُسُلِي۔ داؤ عاطف، رُسُلِي مضاف مضاف الیہ۔ میرے رسول، میرے پیغمبر  
 فعل محذوف۔ اور میرے رسول بھی ضرور غالب رہیں گے۔

یا ترجمہ یوں ہوگا۔ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔

= قَوِيٌّ۔ قُوَّةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر، زبردست، توانا۔ خدا تعالیٰ کا  
 اسم صفت ہے۔

ایسا طاقت ور کہ کوئی اس کی مشیت میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

= عَزِيْزٌ۔ غالب، زبردست، قوی۔ ایسا غالب کہ کوئی اس پر غلبہ نہیں پاسکتا۔

عِزَّةٌ سے فعیل کے وزن پر، بمعنی فاعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے

۲۲:۵۸ = لَا تَجِدُ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر حاضر و جَوْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو نہیں  
 پائے گا۔

= قَوْمًا۔ لَا تَجِدُ کا مفعول يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ جملہ صفت ہے قَوْمًا کی

یعنی ایسے لوگ جو اللہ پر اور روز قیامت پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں۔

= يُؤَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ قَوْمًا کی صفت ثانی،

ترجمہ ہوگا۔

آپ ایسی کوئی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں  
 سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

یا یہ جملہ قَوْمًا سے حال ہے۔ اور ترجمہ یوں ہے۔

جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور رسول کے دشمنوں سے

دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ (مولانا فتح محمد جالندھری)  
 يُوَادُّونَ : مضارع جمع مذکر غائب۔ وِدَاءٌ مُؤَادَّةٌ (مفاعلة) دوستی کرنا۔ دوستی رکھنا۔

= مَنْ حَادَّ اللَّهَ مِنْ مَوْصُولٍ۔ حَادَّ اللَّهَ اس کا صلہ۔ ماضی کا صیغہ واحد وکر غائب  
 مُحَادَّةٌ (مفاعلة) مصدر بمعنی لڑنا۔ دشمن رکھنا۔ مخالفت کرنا۔ ناراض کرنا۔  
 = وَرَسُولُهُ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ : میں اگرچہ مَنْ بصیغہ واحد استعمال ہوا ہے لیکن مراد اس سے جمع کی ہے۔ یعنی سائے ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں  
 = لَوْ : اگر، خواہ۔

= اَبَاءَهُمْ۔ یہ کَانُوا کی خبر ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے باپ۔

= اَوْ اَبْنَاءَهُمْ۔ اَوْ۔ یا۔ اَبْنَاءَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے بیٹے۔

= اِخْوَانَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے بھائی۔

= عَشِيرَتَهُمْ مضاف مضاف الیہ ان کے کنبے کے لوگ۔

= اَوْ لَيْتِكَ۔ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہی لوگ، وہ لوگ، مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھتے۔ اُولَئِكَ مبتدأ ہے۔

= فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانُ : یہ خبر ہے مبتدأ کی،۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدانے ایمان تحریر کر دیا ہے۔ ثبت کر دیا ہے۔ راسخ کر دیا ہے۔

= وَاَيَّدَاهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ : یہ خبر ثانی ہے اُولَئِكَ کی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

اَيَّدَ : ماضی واحد مذکر غائب۔ تَأَيَّدَ (تَفْعِيلٌ) مصدر بمعنی مدد کرنا۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کی مدد کی۔

بِرُوحٍ مِّنْهُ : اپنے نور سے۔ اپنی رُوح سے۔

رُوح کے علماء نے مختلف معانی مراد لیتے ہیں۔

۱۔ سدی نے کہا۔ ایمان مراد ہے

۲۔ ربیع نے کہا کہ قرآن اور وہ استدلالات جو قرآن میں مذکور ہیں۔

۳۔ بعض کے نزدیک اللہ کی رحمت مراد ہے۔

۴۔ بعض کے نزدیک جبرائیل مراد ہے۔

۵۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد نور یا اللہ کی مدد ہے۔  
 = وَ يُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ یہ خبر سوم ہے  
 اَوْ لِيُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِحَسَنَاتِهِمْ اُولَٰئِكَ فِي جَنَّاتٍ مُّوَسَّصَاتٍ وَيُزَوِّجُهُمْ فِيهَا حُرِّمًا مَّا يَشَاءُونَ۔ اور وہ ان کو داخل کرے گا بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں  
 = خَلِدِينَ فِيهَا اسم فاعل جمع مذکر۔ خُلُودٌ رباب نصر ہمیشہ رہنے والے  
 سدا رہنے والے۔

فِيهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنَّتِ کی طرف راجع ہے وہ  
 ہمیشہ ان میں رہیں گے۔  
 = رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ یعنی ان کی اطاعت کی وجہ سے وہ اللہ  
 ان سے راضی ہوگا اور اللہ کی طرف سے عطا کئے تو اب پر وہ اس (اللہ سے)  
 راضی ہوں گے۔

= اَوْ لِيُكَفِّرَنَّ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ وہی لوگ، وہ لوگ، اشارہ ہے اس  
 قوم کی طرف جو اللہ پر کامل ایمان اور آخرت پر بھی ایمان رکھتی ہے؛

(شروع آیت ہذا)

= حِزْبُ اللَّهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی جماعت۔ اللہ کا گروہ۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

## (۵۹) سُورَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (۲۴)

۱:۵۹ = سَبَّحَ : ماضی واحد مذکر غائب تَسْبِيحٌ (تفعیل) مصدر۔ یہاں فعل ماضی بمعنی مضارع آیا ہے۔ پاکی بیان کرتی ہے اللہ کی ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ بعض جگہ بصیغہ مضارع آیا ہے جیسے سورۃ ہذا کی آخری آیت (۵۹: ۲۴) ہے سورۃ الحجۃ (۱: ۶۲) سورۃ التغابن (۱: ۶۴) وغیرہ۔ صیغہ مضارع دوام و استمرار پر دلالت کرتا ہے۔ صاحب اضواء البیان نے لکھا ہے:-

التسبیح اصل میں مادہ سبج سے ہے سباحۃ و تسبیح میں مادہ مشترک ہے ان کے معانی میں بھی اشتراک ہے سباحۃ فی الماء (پانی میں تیرنا) تیرنے والے کو پانی میں ڈوبنے سے بچاتا ہے اسی طرح اللہ کی تسبیح اور تترسبہ کرنے والا شرک سے نجات پاتا ہے (نیز ملاحظہ ہو

۱:۵۹ = الْعَزِيزُ۔ غالب، زبردست، عَزَّةٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے  
 = الْحَكِيمُ؛ حکمت والا۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حکمت والا۔  
 ۲:۵۹ = اس آیت اور ما بعد کو سمجھنے کے لئے اس کے پس منظر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔

یہ سورۃ غزوة بنو نضیر کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔ بنی نضیر فلسطین کے باشندے تھے ۳۲ھ میں رومیوں کی سخت رومی کی وجہ سے یہودیوں کے چند قبائل جن میں بنی نضیر اور بنو قریظہ شامل تھے فلسطین کو چھوڑ کر شرب میں آکر آباد ہو گئے۔ بنی نضیر مدینہ میں قبار کے قریب مشرقی جانب آکر آباد ہو گئے تھے۔ اس وقت مدینہ میں عرب قبائل میں سے بنی اوس اور بنی خزرج ممتاز قبائل تھے یہ دونوں یہودی قبائل بنی نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف بن گئے

اور بنی اوس اور بنی خزرج کی باہمی لڑائیوں میں اول الذکر کا ساتھ دیتے رہے۔  
جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے  
ہردو عرب قبائل اور مہاجرین کو ملا کر ایک برادری بنائی اور مسلم معاشرہ اور یہودیوں کے  
درمیان واضح شرائط پر ایک معاہدہ طے کیا، لیکن یہودی قبائل اور خاص کر بنی نضیر ہمیشہ  
مناقضانہ رویہ اختیار کئے رہے یہاں تک کہ کلمہ میں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ  
علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قتل کی سازش کی جس کا بروقت آپ کو علم ہو گیا۔ جس پر آپ  
نے ربیع الاول ۶ھ میں انہیں الٹی میٹم دے دیا۔ کہ سپندرہ دن کے اندر اندر یہاں سے  
نکل جائیں۔

لیکن حبیب انہوں نے لڑائی کی ٹھان لی تو مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا جس  
پر وہ ملک شام اور خیبر کی طرف نکل گئے۔ بنی نضیر کو یہ گھمنڈ تھا کہ یہودی اور عرب قبائل  
کی مدد سے وہ مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ لیکن خدائی طاقت کے سامنے علی  
رغم التوقع بہت جلد ان کو ہار مان کر اپنی بستی کو چھوڑ کر چلے جانا پڑا۔ یہ سورۃ اسی جنگ  
بنی نضیر پر تبصرہ ہے۔

هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ  
دِيَارِهِمْ۔

مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ میں مِنْ حَرْفِ جَارِ اَهْلِ الْكِتَابِ مضاف مضاف الیہ  
مل کر مجبور ہے، جَارِ مجرور مل کر متعلق الَّذِينَ كَفَرُوا۔ الَّذِينَ كَفَرُوا  
موصول وصلل کر مفعول اخراج کا۔ اخراج صلہ ہے الذی اسم موصول کا۔ یہ صلہ موصول  
مل کر نعت ہوئے هُوَ کی۔

مِنْ دِيَارِهِمْ: مِنْ حَرْفِ جَارِ دِيَارِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجبور۔  
ترجمہ ہوگا۔

وہی ذات ہے (یعنی اللہ) جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے  
نکال باہر کیا۔ هِمُّ ضمیر جمع مذکر غائب کفار یہود (بنی نضیر) کی طرف راجع ہے  
لَا قَوْلَ الْحَشْرِ۔ لام توقیت کے لئے ہے یعنی وقت بتانے کے لئے۔ بمعنی عِنْدَ  
بوقت۔ جیسے کہ الوضوء واجبٌ بكل صلواتہ ای عند کل صلوة ہر نماز کے وقت وضو کرنا واجب ہے؛  
لَا قَوْلَ الْحَشْرِ کے متعلق مولانا مودودی تحریر فرماتے ہیں بہ



اصل الفاظ ہیں اِلَّوْلِ الْحَشْرِ حَشْرُ کے معنی ہیں منتشر افراد کو اکٹھا کرنا۔  
یا بکھرے ہوئے افراد کو جمع کر کے نکالنا۔ اور اِلَّوْلِ الْحَشْرِ کے معنی ہیں پہلے حشر  
کے ساتھ یا پہلے حشر کے وقت۔ یا موقعہ پر۔

اب رہا یہ سوال کہ اس جگہ اول حشر سے مراد کیا ہے؟  
تو اس میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

ایک گروہ کے نزدیک اس سے مراد بنو نضیر کا مدینہ سے اخراج ہے اور اس کو  
ان کا پہلا حشر اس معنی میں کہا گیا ہے کہ ان کا دوسرا حشر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ  
عنه کے زمانہ میں ہوا۔ جب یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالا گیا۔ اور آخری حشر  
قیامت کے روز ہوگا۔

دوسرے گروہ کے نزدیک اس سے مراد مسلمانوں کی فوج کا اجتماع ہے جو  
بنو نضیر سے جنگ کے لئے ہوا تھا۔ اور اول الحشر کے معنی یہ ہیں۔  
کہ ابھی مسلمان ان سے لڑنے کے لئے جمع ہی ہوئے تھے اور کشت و خون کی نوبت ہی  
نہ آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ جلا وطنی کے لئے تیار ہو گئے۔

بالفاظ دیگر یہاں یہ الفاظ باؤل و ہلہ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں (مجاورہ  
ہے لقیۃ باؤل و ہلہ۔ میں نے اس سے سب سے پہلے ملاقات کی،  
شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے ”در اول جمع کردن لشکر“  
اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ہے: ”پہلے ہی بھیڑ ہوتے“

ہماری نزدیک یہ دوسرا مفہوم ہی ان الفاظ کا متبادر مفہوم ہے۔“

اس کے علاوہ اس بارہ میں علماء کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔  
== مَا ظَنَنْتُمْ، میں ما نافیہ ہے ظننتم ما ضنی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ظنُّ  
رہا باب نصر، مصدر۔ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ تم کو تو گمان بھی نہ تھا۔ تم تو خیال تک  
نہ کرتے تھے۔ تمہیں کوئی یقین نہ تھا۔

ظنُّ خیال کرنا۔ گمان کرنا۔ اسکل کرنا۔ یقین کرنا۔

== اِنَّ يَخْرُجُوا، اَنْ مصدر یہ ہے يَخْرُجُوا مضارع منصوب جمع مذکر غائب  
خَرَجَ رہا باب نصر، مصدر۔ کہ وہ (اپنے گھروں سے) نکل جائیں گے۔ ضمیر فاعل بنی  
نضیر کی طرف راجع ہے۔

== وَظَنُوا وَاَوْعَافَهُمْ، كَلَبُوا مَا صُنِيَ جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ ظَنُّ (بَابُ نَصْرِ) مَصْدَرٌ۔ اِن كُو گمان تھا  
ان کو یقین تھا۔ (یعنی بنی نضیر کو)

== اَنْتُمْ۔ اَنْتَ حَرْفٌ مِثْلُ الْفِعْلِ۔ هُمْ ضَمِيرٌ جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ، بِشَيْكٍ وَه سَبْ  
== مَا نَعْتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ۔ حُصُوْنُهُمْ مِّضَافٌ مِّضَافٌ اِلَيْهِ۔ اِن كُو قَلْعٌ  
مَبْتَدَاً۔ مَا نَعْتُهُمْ مِّضَافٌ مِّضَافٌ اِلَيْهِ مَا نَعْتُهُ اسْمُ فَاعِلٍ وَاحِدٌ مَوْثِقٌ، مَنَعَهُ (بَابُ فَتْحٍ)  
مَصْدَرٌ۔ بَجَانِے وَالِی۔ حِفَاظَتِ كَرْنِے وَالِی۔ خَبْرٌ۔ مِّنَ اللّٰهِ مَتَعَلَقٌ خَبْرٌ۔  
وہ خیال کرتے تھے کہ تحقیق ان کے قلعے ان کو اللہ کے عذاب سے بچالیں گے  
== فَاتَّهَمُوا اللّٰهَ۔ فَ بَعْثِنِی لَیْکِن۔ مَکْرٌ۔ مَہْمٌ، اَتِیَ مَا صُنِيَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِثْتِیَانٌ (بَابُ  
ضَرْبِ) مَصْدَرٌ۔ وَه اَیَا۔ وَه پَہنِیَا۔ هُمْ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ۔ اِثْتِیَانٌ كُو مَعْنٰی اَنَا۔ ہیں  
خواہ کوئی بنا نہ آئے۔ یا اس کا حکم پہنچے یا اس کا نظم و نسق وہاں جاری ہو۔  
پھر آپہنچا اللہ ان پر۔ یعنی اللہ کا عذاب ان پر آپہنچا۔

== مِّنْ حَيْثُ مِّنْ حَرْفٌ جَرٌّ۔ حَيْثُ اسْمُ نَظْمٍ مَّكَانٍ ہے، جہاں۔ جِسْمٌ جَسَدٌ  
یعنی برصمہ ہے۔ جہاں سے۔

== لَمْ يَحْتَسِبُوا۔ مَضَارِعُ نَفِيٍّ جَدِیْمٌ صَنِیغٌ جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ۔ اجْتِنَابٌ رَافِعٌ (بَابُ مَصْدَرٍ)  
(جہاں سے) انہوں نے گمان بھی نہ کیا تھا۔

== وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ فَأَثَمُوا اللّٰهَ پر ہے  
قَذَفَ مَا صُنِيَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔ قَذَفٌ (بَابُ ضَرْبِ) مَصْدَرٌ۔

الْقَذْفُ كُو مَعْنٰی دُوْرٌ مَہْمِیْنَا كُو ہیں۔ پھر بعد کے معنی کے اعتبار سے دُوْرٌ  
دراز منزل کو مَنْزِلٌ قَذْفٌ کہا جاتا ہے (منزل بعید) مجازاً قذف کا استعمال عیب  
لگانے اور برا بھلا کہنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔

یہاں اس کے معنی ہیں اس نے پھینکا۔ اس نے ڈالا۔

== يُخْرِبُونَ مَضَارِعُ جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ اِخْرَابٌ رَافِعٌ (بَابُ مَصْدَرٍ)۔ وَه خَرَابٌ كَرْتِی ہیں  
وہ اُجارتے تھے، وہ ڈھاتے تھے۔

== بِاَیْدِیْہِمُ ب حَرْفٌ جَرٌّ۔ اَیْدِیْہِمُ مِّضَافٌ مِّضَافٌ اِلَيْهِ۔ اِنے ہاتھوں سے،  
انے ہاتھوں کے ساتھ۔

== وَ اَیْدِی الْمُوْمِنِیْنَ اس کا عطف سابقہ جملہ يُخْرِبُونَ بِیُوْتِہِمُ پر ہے اور وہ

اجاڑے تھے۔ یا۔ ڈھاہے تھے (اپنے گھروں کو) مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔  
دونوں جملے حال ہیں۔

صاحبِ تفسیر مظہری یُخْرِبُونَ..... وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ کی تفسیر میں رقم

طراز ہیں۔

اِخْرَابٌ کا معنی ہے کسی چیز کو بیکار کر کے اور برباد کر کے چھوڑنا۔  
تخریب کی صورت یہ ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیا تھا۔ کہ جو چیزیں  
چاہیں (سوائے اسلحہ کے) اونٹوں پر لاد کر لے جائیں۔ انہوں نے اسی بنیاد پر اپنے گھر ڈھا کر  
دروازہ کی چوکھٹیں اور لکڑی کے تختے نکالے اور اونٹوں پر لے گئے۔ اور جو حصہ باقی رہا وہ  
مسلمانوں نے ڈھا دیا۔

ابن زید نے کہا کہ:-

انہوں نے ستون اکھاڑے۔ چھتیں توڑیں۔ دیواروں میں نقب لگائے لکڑیاں تختے یہاں تک  
کہ کیلیں بھی اکھاڑ لیں اور مکانوں کو ڈھا دیا۔ تاکہ مسلمان ان میں نہ رہ سکیں۔  
قتادہ نے کہا کہ:-

مسلمان بیرونی جانب سے اپنی طرف کے حصہ کو اور یہودی اندونی جانب سے مکانوں کو  
ڈھاہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:-

کہ مسلمان جب کسی گھر پر قابض ہوتے تھے تو اس کو گرا دیتے تھے تاکہ لڑائی کا میدان وسیع  
ہو جائے اور یہود گھروں میں نقب لگا کر پشت کی طرف سے دوسرے مکانوں میں چلے جاتے  
اور پشت والے مکانوں میں قلعہ بند ہو کر خالی کئے ہوئے مکانوں پر پتھر برساتے تھے تاکہ جو مسلمان  
وہاں داخل ہو چکے ہوں وہ زخمی ہو جائیں۔ یہی مطلب ہے آیت یُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ  
بِأَيْدِيهِمْ کا۔

== فَاَعْتَبِرُوا - اِعْتَبِرُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتَبَارٌ (افتعال) مصدر  
تم عبرت لے لو۔

== يَا اُولِي الْاَبْصَارِ - یا اشرارہ۔ اُولِي الْاَبْصَارِ - مضاف مضاف الیہ مل کر اشارہ  
لے آنکھوں والو۔ آنکھیں یعنی بصیرت کی آنکھیں۔

== ۵۹: ۳ = كَوْلًا - مرکب ہے لَوْ شرطیہ اَوْلًا نافیہ سے۔ اگر نہ ہوتا۔

== اَنْ مصدر یہ ہے۔ کہ۔

== كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ لِكَمْ دِيَا هِيَ اللّٰهُ تَعَالَى نَعْنَى اَنْ كَتَبَ عَلٰى كَسْبٍ شَيْءٌ كَسْبًا  
چیز پر فرض کرنا۔ واجب کر دینا۔ ضروری کر دینا۔

جیسے اور جگہ فرمایا۔

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (۵۹:۶) تمہارے رب نے اپنی ذات (مبارک  
پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔

== الْجَلَاءُ : جلا وطنی، جلا وطن ہونا۔ اجڑنا۔ ملک بدر ہونا۔ جَلَا يَجْلُو (باب نصر) کا مصدر ہے  
منصوب بوجہ مفعول ہے۔ مادہ جلو ہے۔ الجلو کے اصل معنی ہیں کسی چیز کا نمایاں طور پر ظاہر ہونا۔  
جلوہ دکھانا۔

جملہ کَوْلًا... الْجَلَاءُ شرطیہ ہے۔ اگلا جملہ جواب شرط ہے۔

== لَعَذَابُهُمْ۔ لام جواب شرط کا ہے۔ عَذَابٌ مَّصْنِيٌّ كَا صَيْغٍ وَاحِدٍ مَذْكَرٍ غَائِبٍ هُمُ  
ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ضرور عذاب دیتا۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جلا وطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ انہیں دنیا میں  
کسی اور طریقہ سے عذاب دیتا۔ مثلاً قتل و قید کی سزا۔ جیسا کہ بنی قریظہ کے ساتھ کیا۔

== وَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ۔ یہ ایک الگ جملہ ہے اس کا تعلق کَوْلًا کے  
جواب ہے نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ عذاب دیا (قتل و قید) سے نجات بھی گئے تو آخرت کے عذاب  
دوزخ سے نہیں بچیں گے۔ جو اس عذاب دنیا کے سوا ان کو ملیگا۔

== ۵۹:۴ ذٰلِكَ : یعنی وہ عذاب جو ان پر نازل ہوا یا نازل ہوگا۔

== بِأَنَّهُمْ : سبب یہ ہے کہ انہوں نے۔

== شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول مخالفت کی۔

شَاقُّوا مَّصْنِيٌّ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔ شَقَّاقٌ وَ شَقَّاقَةٌ (مفاعلة) مصدر بمعنی مخالفت، ضد  
مقابلہ۔ اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔ شق بمعنی طرف،

== مِنْ۔ شرطیہ ہے۔ جو۔

== يُشَاقُّ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب؛ شَقَّاقٌ (مفاعلة)  
مصدر۔ اصل میں يُشَاقُّ تھا۔ ق کوق میں ادغام کیا گیا (اور جو) مخالفت کرتا ہے (اللہ کی)

مَنْ يَشَاقِ اللَّهَ حمله شرط ہے۔

== فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ . وَ جواب شرط کے لئے ہے اللہ منصوب بوجہ عمل اسمِ انّ ہے۔ شَدِيدُ الْعِقَابِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر انّ۔

ترجمہ :-

تو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۵۹: ۵ = مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْسَةٍ . مَا شَرْطِيهِ قَطَعْتُمْ . ماضی جمع مذکر حاضر قَطَعُ (باب فتح)

مصدر۔ تم نے کاٹا۔ مِنْ لَيْسَةٍ میں مِنْ بیانیہ ہے۔

لَيْسَةٍ لُون سے مشتق ہے اس کی جمع ألوان آتی ہے۔

بعض کے نزدیک لین سے مشتق ہے۔ علماء نے لیسۃ کے مختلف معانی بیان کئے ہیں

۱۔ بعض نے کہا کہ ہر قسم کے کھجور کے درختوں کو لیسۃ کہتے ہیں۔ اس میں عجوہ کے درخت شامل

نہیں ہیں۔ یہ قول عکرمہ اور قتادہ کا ہے۔ زاذان کی روایت میں حضرت ابن عباس کا

بھی یہی قول آیا ہے۔

۲۔ زہری نے کہا کہ :-

عجوہ اور برنیہ کے علاوہ دوسرے تمام اقسام کے کھجور کے درختوں کو الوان کہا جاتا ہے؛

۳۔ مجاہد اور عطیہ نے کہا کہ :-

بغیر تحقیق کے ہر کھجور کے درخت کو لیسۃ کہا جاتا ہے۔

۴۔ سفیان نے کہا کہ :-

کھجور کے اعلیٰ درختوں کو لیسۃ کہتے ہیں۔

۵۔ مقاتل نے کہا کہ :-

لیسۃ ایک قسم کا کھجور کا درخت ہے جس کے پھل کو لون کہا جاتا ہے یہ رنگ میں بہت

زرد (اور اتنا شفاف) ہوتا ہے کہ اندر کی گٹھلی باہر سے دکھائی دیتی ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِنْ لَيْسَةٍ حمله شرط ہے۔

== أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا . حمله نداء کا عطف بھی حمله ساقیہ پر ہے

اور یہ حمله بھی شرطیہ ہے۔

تَرَكْتُمُوهَا میں تَرَكْتُمُوهَا ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تَرَكْتُ (باب نصر) مصدر سے

وَأَوَّاشِبَاعُ كَاہے ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب لیسۃ کے لئے ہے؛

قَائِمَةٌ : بوجہ تیز منصوب ہے۔ اَصُولُهَا مضاف مضاف الیہ ان کی جڑیں

ترجمہ :-

یا ان کو ان کی جڑوں پر قائم رہنے دیا۔

= فَيَاذُنِ اللَّهِ رَجْمٌ جَوَابٌ شَرْطٌ هُوَ۔

= وَيُخْزِي الْفَاسِقِينَ۔ اس کی دو صورتیں ہیں :-

۱۔ واو کا عطف عبارت مقدرہ پر ہے۔ اِی لِيُعِزَّ الْمُؤْمِنِينَ وَيُخْزِي الْفَاسِقِينَ  
 یہ تمہارا اللہ کے اذن پر کھجوروں کے درختوں کو کاٹنا یا ان کو ان کی جڑوں پر قائم رہنے  
 دینا اس لئے ہے کہ وہ مومنوں کی عزت افزائی کرے اور نافرمانوں کو رسوا کرے۔

۲۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یعنی تمہارا درختوں کو کاٹنا یا ان کو کھڑا رہنے دینا  
 اللہ کے حکم سے تھا۔ اس کا مقصد نافرمانوں کو رسوا کرنا تھا۔

لِيُخْزِي میں لام تعلیل کہے۔ مضارع منصوب بوجہ جواب شرط۔ اِخْزَاءٌ

رافعال، مصدر۔ رسوا کرنا۔ ذلیل کرنا۔ (تاکہ وہ رسوا کرے۔)

۶: ۵۹ = وَمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولٍ مِنْهُمْ : وَادْعَاةً، مَا مَوْصُولَةٌ، مَبْتَدَأٌ آفَاءَ

اللَّهُ عَلَى رَسُولٍ مِنْهُمْ صلہ۔ اس کے بعد اگلا جملہ مبتدا کی خبر ہے۔

آفَاءَ ماضی واحد مذکر غائب۔ آفَاءٌ تَوَّ (افعال) مصدر۔ اس نے لوٹایا۔ اس نے

ہاتھ لگوایا۔ اس نے فئی میں عطا کیا۔ ف م س، مادہ۔ فَاءٌ يَفِيئُ (باب ضرب) فِئٌ لُوْطًا

(کسی چیز کی طرف) (سایہ کا) ہٹ جانا۔ فِئٌ کے اصل معنی کسی اچھی حالت کی طرف لوٹنا

کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے حَتَّىٰ تَفِيئَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ فَإِنَّ فَاءَ ت (۹: ۴۹)

یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے پس جب وہ رجوع لائے : جو مال غنیمت

بلا مشقت حاصل ہو وہ بھی فئے کہلاتا ہے۔

سلامہ ناصر بن عبد السید المطرزی المغرب میں رقمطراز ہیں۔

غنیمت وہ مال ہے جو بحالت جنگ کفار سے بزورِ شمشیر حاصل کیا جائے اس کا پانچواں حصہ نکال

کر بقیہ چار حصے غانمین یعنی مجاہدین کا حق ہے۔ اور فئی وہ مال ہے جو کفار سے جنگ کے بعد

حاصل ہو جیسے خراج۔ یہ عام مسلمانوں کا حق ہے۔

مَا آفَاءَ سے مراد بنو نضیر کا مال و اسباب مراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو فئے میں دلویا۔ یہ مال خالص آپ کی ملکیت تھا۔ اور فئے میں اس طرح کی ملکیت آپ ہی

کی خصوصیت تھی۔

الْفَيْئَةُ اسی مادہ سے مشتق ہے۔ الْفَيْئَةُ اس جماعت کو کہتے ہیں جس کے افراد تعاون اور تعاضد کے لئے ایک دوسرے کی طرف لوٹ کر آئیں۔

هٰذِهِمْ میں هٰذِهِ ضمیر جمع مذکر غائب بنو نضیر کے لئے ہے۔ ہنہد سے مراد مِنْ اَنْوَالِهِنَّ ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو مال بنو نضیر کے اموال میں سے اللہ نے اپنے رسول کو فے میں عطا کیا۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں۔

أَفَاءً کا لفظ بڑا معنی نغیز ہے أَفَاءً کا معنی ہے کسی چیز کو لوٹا دینا، واپس کر دینا۔ سایہ کو بھی فنی کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی پلٹ کر واپس آتا ہے۔ یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز جس کو اللہ نے پیدا کر دیا ہے اس کے حق دار اس کے فرماں بردار بندے ہیں اصل میں ہر چیز انہی کی ملکیت ہے نافرمان لوگ جو بعض چیزوں پر قبضہ جما لیتے ہیں یہ ان کا قبضہ مخالفاً ہے اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ان چیزوں کو غاصب لوگوں سے لے کر ان کے اصل حقداروں تک پہنچا دیتا ہے۔

یہاں بھی بنی نضیر کے جو املاک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ وہ حقیقتاً یہودیوں کے نہ تھے انہوں نے انہیں غصب کیا ہوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے غاصبان قبضہ کو ختم کر کے اپنے رسول کریم کو واپس دیدیئے ہیں جو ان کے حقیقی حقدار تھے۔

علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں:-

فِيهَا اشعار بانها كانت حوية بان تكون لدا صلي الله عليه وسلم وانما وقعت في ايدهم بغير حق فارجعها الله تعالى الى مستحقها (روح المعانی) علامہ ابوبکر عربی نے احکام القرآن میں بھی اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور آفاء کا کلمہ یہاں استعمال کرنے کی یہی حکمت ذکر کی ہے۔

== فَمَا أُوجِفْتُمْ وَعَلَيْكُمْ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ يَهْمُ خَيْرٌ مِنْ بَيْتَارِكِي: تو اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے۔ اور نہ اونٹ۔ ہا نا فیہ ہے۔ اَوْجِفْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِيْجَانٌ (افعال) مصدر۔ و جف مادہ، سواری کو

دور انا اور تیز کرنا۔ علی کے صلہ کے ساتھ۔ کسی کے خلاف سواری کو تیز کر کے حملہ کرنا۔ مِنْ خَيْلٍ یعنی گھوڑے۔ اصل میں خَيْلٍ گھوڑوں کا نام ہے مجازاً سواروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے وَلَا يَرِي كَابٍ اور نہ ہی اونٹ یا اونٹوں پر سوار ہو کر۔

== وَلَكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ

لَكِنَّ حرف عطف ہے۔ کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لئے بھی آتا ہے لیکن اس صورت میں یہ واو عاطفہ کے ساتھ آتا ہے اور حرف عطف نہیں بلکہ حرف استدراک کا فائدہ دیتا ہے یعنی اس وہم کو دور کرنے کے لئے جو کلام سابق سے پیدا ہوا ہو۔ اپنے اسم کو نصب دیتا ہے۔

لَكِنَّ (نون کے سکون کے ساتھ) بھی حرف استدراک ہے لیکن یہ اسم پر عمل نہیں کرتا۔ لَكِنَّ کی مثال : وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٌ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا (۱۰۲:۲) اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے اور لَكِنَّ کی مثال :-

لَكِنَّ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ (۳۸:۱۹) مگر ظالم آج صریح گمراہی میں

ہیں۔

يُسَلِّطُ مضارع واحد مذکر غائب تَسْلِيْطٌ تَفْعِيْلٌ مصدر۔ وہ مسلط کرتا ہے۔  
۱۔ قابو یافتہ کر دیتا ہے۔

سوال : پیدا ہوتا ہے کہ بنی نضیر کے مال کو مال فیئہ کہنا اور یہ فرمانا کہ اس پر تمہارے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑے صحیح نہیں۔ اس لئے کہ بنی نضیر کا کئی روز تک محاصرہ رہا لوگ مرے کھپے بھی۔ آخر وہ جلا وطنی پر راضی ہو گئے تھے۔ لہذا اس مال کو غنیمت کہنا چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ:-

یہ بنی نضیر مدینے سے صرف دو میل کے فاصلہ پر آباد تھے۔ ان کے خلاف کچھ زیادہ سا سفر اور تیاری کی ضرورت نہ ہوتی

پا پیادہ جا کر محاصرہ کر لیا گیا۔ صرف بنی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ پر سوار تھے۔ یعنی جس طرح جنگوں میں محنتیں اور تکلیفیں اٹھا کر فتح ہوتی ہے اس میں اس قدر تکلیف اٹھانی نہ پڑی گو یا کہ مال مفت ہا تھا آگیا اس لئے اس کو مال فیئہ کہا گیا۔

(تفسیر مظہری)



۵۹: ۷ = مَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى... یعنی اہل قری کا جو مال اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اہل قری میں بنی نضیر بھی شامل ہیں اور دوسری بستیوں والے بھی۔

یہ جملہ سابق جملہ وَمَا آفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ کا بیان ہے اس لئے دونوں کے درمیان حرف عطف ذکر نہیں کیا گیا (معطوف اور معطوف علیہ الگ الگ ہوتے ہیں اس لئے اگر حرف عطف لایا جاتا تو سابق وَمَا آفَاءَ اللَّهُ میں مراد دوسرا مال ہوتا اور اس جملہ میں دوسرا مال مراد ہوتا۔ البتہ اس جملہ میں عام اہل قری مراد ہیں خواہ بنی نضیر ہوں یا دوسری بستیوں والے۔ (تفسیر مظہری) امام رازیؒ لکھتے ہیں:-

لَمْ يَدْخُلِ الْعَاطِفُ عَلَى هَذِهِ الْجُمْلَةِ لِأَنَّهَا بَيَانٌ لِلذُّوْلِ - موجودہ جملہ پر حرف عطف داخل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ جملہ اولیٰ کا بیان ہے۔ (تفسیر کبیر) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اہل قری کی تفصیل میں فرمایا ہے: بنی قریظہ، بنی نضیر۔ اہل فدک، سُتَمَانِ خَیْبَرِ اور عَرْنِیَہ کی بستیاں مراد ہیں۔

من اهل القرى۔ ای من اموال اهل القرى۔ بستیوں میں بسنے والوں کے

اموال میں سے۔

ترجمہ ہوگا:-

بستیوں میں بسنے والوں کے اموال سے جو مال اللہ نے اپنے رسول کو پلٹا دیا ہے یا عطا کیا ہے جملہ میں مَا مَوْصُولٌ ہے۔ آفَاءَ اللَّهُ اس کا صلہ۔ فَلِلَّهِ اس کی خبر۔ = فَلِلَّهِ۔ سو وہ اللہ کے لئے ہے۔

اللہ کے لئے ہونے کا یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ کا کوئی الگ حصہ مقرر کیا گیا ہے کیونکہ دنیا و آخرت سب اللہ ہی کی ہے بلکہ اس مال کی نسبت جو اپنی طرف کی اس سے اس مال کا بابرکت ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔

یہ قول حسن، قتادہ، عطار، ابراہیم نخعی، عامر، شعبی، اور عامر فقہاء و مفسرین کا ہے بعض کے نزدیک اللہ کا حصہ کعبہ کی اور دوسری مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جائے گا (اللہ کا حصہ الگ ہونے کا یہی مطلب ہے۔ (تفسیر مظہری)

یوں تو سب کچھ اللہ کا ہے مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ اللہ نے

اپنے بندوں کی مخصوص حاجتوں کے لئے خزانہ بنا رکھا ہے اس تقدیر پر یہ کہنا کہ فللہ کا لفظ تبرکاً مذکور ہے بے فائدہ بات ہے۔ (تفسیر حقانی)

== وَ لِلرَّسُولِ : (اور رسول کے لئے)

== وَ لِذِي الْقُرْبَىٰ (اور قرابت داروں کے لئے)

== وَ الْيَتَامَىٰ (اور یتیموں کے لئے)

== وَ الْمَسْكِينِ (اور مسکینوں کے لئے)

== وَ ابْنِ السَّبِيلِ (اور مسافروں کے لئے)

ان سب کا عطف لفظ اللہ پر ہے اور ما موصولہ (مبتدا) کی خبر ہیں۔

== كُنْ : تفسیل تقسیم مالِ فِئِی کے لئے آیا ہے۔ تاکہ۔

== لَا يَكُونُ : میں ضمیر واحد مذکر غائب مَا أَفَاءَ اللَّهُ کے لئے ہے۔ اسی کی لا یكون الْفِئِیُّ۔

== دَوْلَةٌ - دَوْلَةٌ اور دَوْلَةٌ دوتوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ دَالٌ يَدُوكُ (باب نصر) کا مصدر۔ وہ نئی جو لوگوں پر بدل بدل کر آتی ہے۔ آج کسی کے پاس ہو تو کل کسی کے پاس۔ مال و غلبہ پر اسی لئے اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

حکومت، گورنمنٹ، ریاست کو بھی دولت کہتے ہیں۔ مثلاً دولت اسلامیہ پاکستان  
دول حروف مادہ ہیں اسی سے قرآن مجید میں باب مفاعلہ سے آیا ہے، وَ تِلْكَ  
الْآيَاتُ نُنَادُوا لَهَا بَيْنَ النَّاسِ (۳: ۱۴۰) اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے  
ہے۔

== الْأَغْنِيَاءُ غِنَىٰ کی جمع۔ غِنَاءُ (باب نصر) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ  
ہے۔ مالدار۔ دولت مند لوگ۔

جسمہ ہذا کا ترجمہ ہوگا۔

تاکہ جو لوگ دولت مند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا ہے۔

== وَ مَا ۱۲ شَكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوا - وَ اَوْ عَاطِفٌ هے مَا موصولہ ہے  
آتی ماضی واحد مذکر غائب اِيتَاءُ (افعال) سے مصدر اس نے دیا۔ كُمْ ضمیر مفعول  
جمع مذکر حاضر، اور رسول تم کو جوڑے۔ اس کو لے لو۔

== وَ مَا نَهَاكُمْ عَنْهُ - وَ اَوْ عَاطِفٌ مَا موصولہ۔ نَهَىٰ ماضی واحد مذکر غائب

نَهَى (باب فتح) مصدر یعنی روکنا، منع کرنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع ما موصولہ ہے۔

اور جس سے وہ تمہیں روکے یا منع کرے۔

== اِنْتَهَوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر اِنْتَهَاءٌ (رافعال) مصدر۔ تم رک جاؤ، تم باز رہو۔ انتہاء کے معنی اس کی نہایت کو پہنچنے یعنی رک جانے کے ہیں۔

== اِتَّقُوا۔ امر جمع مذکر حاضر اتقاء (رافعال) مصدر وقی مادہ۔ تم ڈرو، تم خوف کرو۔ تم پر ہزگاری اختیار کرو، اللہ منصوب مفعول ہے یعنی تم اللہ سے ڈرتے رہا کرو،

== شَدِيدُ الْعِقَابِ؛ شَدِيدٌ، سخت۔ پکا، شَدِيدٌ (باب نصر) سے مصدر پرواز (فعل) صفت مشبہ کا صنف ہے۔

الْعِقَابُ، مار۔ عذاب، سزا۔ عقوبت، سزا دینا۔ عاقِبَ يُعاقِبُ (مفاعلتہ) سے مصدر ہے۔ عِقَابٌ، عَقُوبَةٌ، مُعاقِبَةٌ، تینوں الفاظ عذاب کے لئے مخصوص ہیں عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ۔

عقاب سزا کے استحقاق کو بتلاتا ہے۔ چنانچہ عقاب کو عقاب اسی لئے کہتے ہیں کہ مرتکبِ جُرْمِ جرم کے عقب ہی میں اس کا مستحق ہوتا ہے۔

اور عذاب: استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ عقاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوتی جو کہ جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہذا اس کا ترجمہ؛ "پاؤ اسٹیشن جرم" کرنا چاہئے۔

شَدِيدُ الْعِقَابِ، مضاف مضاف الیہ۔ عذاب کا سخت، سخت عقاب والا اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے جیسے مَسْجِدُ الْجَامِعِ میں موصوف کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔

بعض نے ایسی اضافت سے اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک موصوف صفت کی طرف مضاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ترکیب تو صیغی اور ترکیب اضافی دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی جگہ مستعمل نہیں ہو سکتی۔

مسجد الجامع میں بظاہر موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے مگر یہاں حقیقت میں موصوف محذوف مانا گیا ہے۔ یعنی یہ الفاظ اصل میں یہ تھے۔ مسجد الوقت الجامع اسی طرح ان کے نزدیک صفت کی اضافت موصوف کی طرف نہیں ہو سکتی۔

ملاحظہ ہو۔

۱۔ عربی زبان کی گرامر مؤلف ڈبلیو۔ رائٹ۔ ۱۹۷۹ء جلد دوم صفحہ ۲۲۱۔

۱۲۔ کتاب النحو مؤلف حافظ عبدالرحمن باب مجورات۔

۱۳۔ اساس عربی مؤلف محمد نعیم الرحمن پیرا ۲۷۵ تا ۲۷۷۔

ان حرف مشبہ بالفعل ہے اللہ اسم ان اور شَدِيدُ الْعِقَابِ اس کی خبر ہے،  
۵۹: ۸ = لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ۔ لام تملیک کا ہے۔ الفقراء المهاجرین۔ مودت  
صفت۔ مہاجر حاجت مند۔ یعنی ایسے مہاجر جو غریب حاجتمند اور نادار تھے۔

الذین اسم موصول، اخرجوا صلہ۔ ماضی بھول کا صیغہ جمع مذکر غائب، چونکالے گئے  
= يَبْتَغُونَ؛ مضارع جمع مذکر غائب (افتعال) مصدر۔ وہ ڈھونڈتے ہیں۔  
وہ تلاش کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔

= فَضْلًا؛ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے،

یعنی روزی۔ رزق، فضل۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ (۱۷: ۱۲) تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی روزی) تلاش  
کرو = الفضل کے معنی کسی چیز کے اقتصاد (متوسط درجہ) سے زیادہ ہونے کے ہیں۔  
اور یہ دو قسم پر ہے۔

۱۔ محمود، جیسے علم و حلم وغیرہ کی زیادتی۔

۲۔ مذموم؛ جیسے غصہ کا حد سے بڑھ جانا۔

لیکن عام طور پر الفضل اچھی باتوں پر بولا جاتا ہے اور الفضول بری باتوں پر۔

= رِضْوَانًا مَّفْعُول ثَانِي "يَبْتَغُونَ" کا۔ اور اس کی رضامندی۔

= الصَّدِيقُونَ، اسم فاعل۔ جمع مذکر سچے۔ سچ بولنے والے۔ راست باز، سچے لوگ

الذین اخرجوا سے لے کر آخر آیت تک مہاجر حاجتمندوں کی نعت میں ہے۔

للفقراء المهاجرین کے متعلق علماء کے کئی اقوال ہیں۔ مثلاً:-

۱۔ للفقراء المهاجرین بدل ہے اور لذی القربى والیتیمی والمسکینین مبدل منہ ہے

(زمخشری)

۲۔ للفقراء المهاجرین بدل ہے اور والیتیمی والمسکین سے بدل ہے اور الیتیمی

والمسکین وابن السبیل مبدل منہ ہے۔ ذی القربى مبدل منہ میں داخل نہیں ہے۔

(امام خافعی)

۳۔ للفقراء المهاجرين : ذی القربى والیتیمی والمسکین سے بدل ہے لِلرَّسُولِ سے بدل نہیں ہے (علامہ پانی پتی رح۔ علامہ موصوف آگے رقمطراز ہیں:-

للفقراء میں الف لام عہد کا ہے اور معبود وہی لوگ ہوں گے جن کا ذکر اوپر کر دیا گیا یعنی ذی القربى والیتیمی والمسکین۔ پس یہ بدل انکل من انکل ہے۔

میرے نزدیک فقرار مہاجرین اور وہ لوگ جو آگے ذکر کئے ہیں ان تمام مومنوں کو شامل ہیں جو قیامت تک آنے والے ہیں خواہ زردار ہوں یا نادار۔ جن لوگوں کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے یعنی ذی القربى وغیرہ وہ بھی انہی لوگوں کی ذیل میں داخل ہیں اس صورت میں فقراء مہاجرین وغیرہ عام قرار پائیں گے اور پہلے جن کا ذکر آچکا ہے وہ خاص مانے جائیں گے اور یہ صورت بدل انکل من المعذب کی ہو جائے گی۔

۴۔ للفقراء المهاجرين بدل ہے لذی القربى سے۔ اس کا عطف لذی القربى پر نہیں ہے (بیضاوی)

مساحب تفسیر حقائق فقرار مہاجرین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

للفقراء المهاجرين... الخ کہ یہ ان فقراء مہاجرین کو ملنی چاہئے کہ جو اللہ کے لئے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آتے ہیں جب عرب میں اسلام کا چرچا ہوا اور اس آفتاب کی کرنیں اس سرزمین پر پڑیں تو مکہ اور دوسری جگہوں کے لوگ مسلمان ہونا شروع ہوئے مگر جہاں کوئی مسلمان ہوا اس پر اس کی قوم کی طرف سے مصیبتیں آئیں اور ماردھاڑ شروع ہوئی۔ اس لئے گھر بار اور وطن چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے آتے تھے اب ان کے پاس بجز صبر و فاقے کے اور تھا کیا؟ ان کو مہاجرین کہتے تھے اس لئے ان پر ترحم دلاتا ہے کہ ان کو بھی دو۔ ان کی فکر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رہتی تھی۔ ارشاد باری ہے کہ یہ لوگ صرف یہی بات نہیں کہ ہجرت کر کے چلے آئے ہیں بلکہ ینصرون اللہ ورسوله اللہ اور اس کے رسول کی مدد بھی کرتے ہیں۔ اسلام کا لشکر جرار جس نے بڑے بڑے گردن کشوں کو سیدھا کر دیا۔ انہی لوگوں کا تھا۔ اُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّقُونَ یہ سچے لوگ ہیں۔

۵۹: ۴ = وَالَّذِينَ... خَصَّاصَةً یہ معطوف ہے اور اس کا معطوف علیہ للفقراء المهاجرين ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ اموال فنی کے حق دار صرف مہاجرین ہی نہیں بلکہ یہ لوگ بھی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا جا رہا ہے۔ اور یہ انصار ہیں۔

== وَالَّذِينَ: واو عاطفہ ہے الذین اسم موصول جمع مذکر۔ تَبَوَّءُوا الدَّارَ صِلَہ  
 == تَبَوَّءُوا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَبَوَّءُوا تَفَعُّلٌ مصدر۔ ب و ء، مادۃ۔ انہوں نے  
 ٹھکانہ بنالیا۔ تَبَوَّءُوا کہتے ہیں نَزَلَ وَاَقَامَ کہیں اترنا۔ اور وہاں اقامت گزیں ہو جانا۔ السان  
 العرب،  
 المفردات میں ہے:-

الْبُيُوتُ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی ہونا (سازگار و موافق ہونا) کے ہیں  
 مَكَانٌ بُيُوتٌ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے سازگار اور موافق ہو۔ اور  
 بُيُوتٌ لَهُ مَكَانًا میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا۔  
 قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد ہے:-

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مُبَوَّأً صِدْقٍ (۱۰: ۹۲) اور ہم نے بنی اسرائیل کو پہنچنے  
 کو عمدہ جگہ دی۔

== الدَّارَ۔ ای دار السلام (مدینہ منورہ) الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ۔ جو دارِ رحمت یعنی  
 مدینہ منورہ) میں مقیم ہیں۔ الدَّارَ مَفْعُولٌ بِتَبَوَّءُوا کا۔

== وَالْإِيْمَانُ: واو عاطفہ ہے الْإِيْمَانُ ایک دوسرے نعل کا مفعول ہے۔ ای  
 اخلصوا الایمان اور جو نخلص الایمان ہیں۔ عربی زبان میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ دو چیزوں  
 سے پہلے ایک فعل ذکر کیا جاتا ہے جس کا تعلق ان دو میں سے ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسری  
 چیز کے لئے مناسب حال فعل مقدر مان لیا جاتا ہے۔ مثلاً علفتها تبننا ماء باردا۔ میں نے  
 اس کو چارہ کے لئے مھوسہ ڈالا اور مٹھنڈا پانی۔ مھوسہ تو علفتها کا مفعول بن سکتا ہے لیکن  
 مٹھنڈا پانی چارہ تو نہیں کہ کھلایا جائے۔ اس کے لئے تو پلانے کا فعل ہونا چاہئے اس لئے کہتے ہیں  
 کہ اصل یوں ہے۔ علفتها تبننا وأسقيتها ماءً باردا میں نے اسے مھوسا (بطور چارہ)  
 کھلایا اور مٹھنڈا پانی پلایا۔ (ضیاء القرآن)

== مِنْ قَبْلِهِمْ: هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مہاجرین کی طرف راجع ہے۔

== يُحِبُّونَ مضارع جمع مذکر غائب احباب (افعال) مصدر۔ وہ پسند کرتے ہیں

وہ محبت کرتے ہیں۔ وہ دوست رکھتے ہیں۔ الذین سے موضع حال میں ہے

== فِي صُدُورِهِمْ: هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب فاعل یحبون کی طرف راجع ہے

ان کے سینوں میں۔ ان کے اپنے سینوں میں۔

== حَاجَةٌ: حاجت، ضرورت، خواہش، غرض۔ اس کی جمع حاجات و حوائج ہے۔  
مطلب یہ ہے کہ۔

مدینہ منورہ کے مکین مؤمن اپنے دلوں میں حاجت ہی نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا گیا ہے۔  
یہ استغناء کا بلند مقام ہے کہ اموالِ نبیؐ مہاجرین کو تقسیم ہوا اور انصار ان مہاجرین کے لئے  
اپنے دلوں میں اس قدر محبت محسوس کریں کہ وہ اس مال کی چاہت سے بہت بلند ہو کر شانِ  
استغنائی کا مظاہرہ کریں۔

== مِمَّا أُوتُوا۔ مِمَّا۔ مِنْ اور مَا موصول سے مرکب ہے۔ اُوْتُوا ماضی مجہول  
جمع مذکر غائب (افعال) مصدر۔ بمعنی دینا۔ یعنی اس مال کے بارہ میں جو ان کو  
(یعنی مہاجرین کو تقسیم ہوا) ان (انصار) کے دلوں میں خلش تک نہ ہے۔  
== يُوْثِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ايثار (افعال) مصدر۔ وہ ترجیح دیتے ہیں  
وہ دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں، وہ دوسروں کے لئے ايثار کرتے ہیں۔

وَيُوْثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وہ اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔

== لَوْ: اگرچہ، خواہ، بِهِنَّ: میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان انصار کی طرف راجع  
ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔

== خَصَاَصَةً: احتیاج، بھوک، تنگی، فاقہ، حاجت، محتاج ہونا۔ باب سماع سے  
خَصَّ يَخْصُّ کا مصدر ہے۔

وَلَوْ كَانَ بِهِنَّ خَصَاَصَةٌ: اگرچہ خود ان کو اس چیز کی شدید حاجت ہو

== مِنْ جَوْشَخْصٍ، جو، (شرطیہ)

== يُوْثِقَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، وَقَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ يُوْثِقُ  
اصل میں يُوْثِقُ تھا۔ وقي مادہ۔

== شَحَّ۔ خود غرضی، کنجوسی، بخل، حرص۔

امام راغب رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

کہ شَحَّ وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو۔ اردو میں خود غرضی کا لفظ  
موزوں ہے۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب سماع۔ ضرب۔ نصر، تینوں سے آتا ہے  
وَمَنْ يُوْثِقَ شَحَّ نَفْسِهٖ اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا۔ جملہ شرط ہے۔

== فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ: ف جواب شرط کے لئے ہے جملہ جواب شرط ہے

تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شح سے بچ جائے کیونکہ انسان کا از خود اس بیماری سے بچنا مشکل ہے اور ناممکن ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ جس کو شح سے بچا لیا گیا یعنی جس پر اللہ نے کرم فرمایا اور وہ اس مذموم خصلت سے بچا لیا۔ وہی بچ سکتا ہے۔

۱۰:۵۹ = جَاءُوا: ماضی جمع مذکر غائب وہ آئے۔ مَجِيئُهُ (باب ضرب) مصدر

= بَعْدُ هُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ہم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مہاجرین

والنصار ہیں۔ یعنی مہاجرین والنصار کے بعد۔ ان سے وہ صحابہ کرام مراد ہیں جو فتح مکہ کے بعد

مسلمان ہوئے اور وہ تمام مؤمن بھی مراد ہیں جو صحابہ کے بعد قیامت تک آنے والے

ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

= سَبَقُونَا، سَبَقُوا: ماضی جمع مذکر غائب۔ سَبَقُ (باب ضرب) مصدر۔ یعنی

سبقت لے جانا۔ آگے نکل گئے۔ نا ضمیر مفعول جمع معکم وہ ہم سے آگے نکل گئے۔

وہ ہم سے سبقت لے گئے۔

= غَلَا: کینہ، حد۔ لَبِضٌ، غَلٌّ يَغْلُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ کسی کے

متعلق دل میں کینہ رکھنا۔ غلل مادہ۔

اس مادہ سے باب افعال سے اغلال یعنی خیانت کے ساتھ متصفت ہونا ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَغْلُ (۳۱: ۱۶۱) اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر (خدا) خیانت

کرے۔

الْغُلُّ۔ کے اصل معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان میں چلے جانے

کے ہیں۔ اسی سے غَلٌّ اس پانی کو کہا جاتا ہے جو درختوں کے درمیان بہ رہا ہو۔

لہذا غَلٌّ (طوق) خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر

اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَغْلَالٌ آتی ہے۔ اور غُلٌّ فُلَانٌ

کے معنی ہیں اسے طوق سے باندھ دیا گیا۔

جسے قرآن مجید میں ہے۔

مُؤْمِنٌ مَّرْمُومٌ خَذْوَةٌ فَعَلُوهُ: (۶۹: ۳۱) اسے پکڑو اور طوق پہنا دو۔

= لَدَيْنَ مَنْ آمَنُوا۔ ایمان والوں کے لئے۔ ان کے متعلق جو ایمان والے ہیں۔ مراد اس



وہ مہاجرین و انصار ہیں جو اللہ کے آنے والوں سے پہلے ایمان لائے۔

= رُؤُوفٌ رَأْفَةٌ سے بروزن فَعُولٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مہربان، شفقت کرنیوالا۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا مِن بَعْدِهِمْ... اس کا عطف للفقراء المهاجرين پر ہے۔

اس آیت سے بتا دیا کہ اموال فنی میں مہاجرین و انصار کے علاوہ یہ لوگ بھی حقدار ہیں۔ یہ وہ مسلمان ہیں جو قیامت تک آئیں گے۔

۵۹: ۱۱ = آیت ۱۲ کا پس منظر صاحب ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی نضیر کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی تھی اور کسی وقت بھی جنگ چھڑ جانے کا امکان تھا۔ اس وقت وہاں کے منافقوں نے جن کے سرغنہ عبد اللہ بن ابی اور ابن نبتل تھے۔ کہلا بھیجا کہ مسلمانوں سے ڈرو نہیں ان کے مقابلہ میں ٹوٹ جاؤ تم اکیلے نہیں ہو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ضرورت پڑی تو ہم دونوں مسلح بہادروں کا لشکر لے کر ہم تمہارے ساتھ آئیں گے تمہیں جلا وطن ہونے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کے ماننے سے صاف انکار کر دو۔ اور اگر تم کو مدینہ چھوڑنا ہی پڑا تو تم تنہا مدینہ نہیں چھوڑو گے بلکہ ہم تمہارے ساتھ ہی اس شہر کو چھوڑ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ یہ منافق تھیوٹ مکب ہے ہیں اگر جنگ شروع ہوئی تو یہ لوگ ہرگز ان کی مدد نہیں کریں گے۔ بالفرض والمحال ان بزدلوں نے میدان جنگ میں آنے کی جسارت کی بھی تو تمہیں دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے، اور اگر بنی نضیر کو مدینہ چھوڑنا پڑا تو یہ ہرگز ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ چنانچہ بعینہ اسی طرح ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔

= الْمَثَرَةَ - ہمزہ استفہامیہ لَمَثَرٍ نَفْیٌ جَدُّ بَلْم - صیغہ واحد مذکر حاضر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا

= الَّذِينَ نَافَقُوا - موصول وصلہ۔ نَافَقُوا ماضی جمع مذکر غائب منافقہ (مفاعلة)

مصدر۔ انہوں نے دورخی کی۔ انہوں نے منافقت کی، انہوں نے کفر کو دل میں چھپایا۔ اور

اسلام کو ظاہر کیا۔ الَّذِينَ نَافَقُوا منافقوں کو۔

کیا تو نے منافقوں کو نہیں دیکھا۔ ان منافق لوگوں سے مراد عبد اللہ بن ابی اور

اس کے گروہ کے لوگ ہیں۔

= يَفْوُكُونُ صِيغَةُ الْمُضَارَعَةِ لِلدَّلَالَةِ عَلَى اسْتِمْرَارِ قَوْلِهِمْ - مضارع کا صیغہ ان کے

استمرار قول پر دلالت کرتا ہے اور لاخوانہم میں لام تبلیغ کے لئے ہے (روح المعانی)

= لاخوانہم؛ لام حرف جر۔ اخوانہم مضاف الیہ۔ اخوان جمع اخ کی۔

بھائی۔ ان کے بھائیوں۔ اپنے بھائیوں کو، یعنی جو کفر میں اور موالات و دوستی کے لحاظ سے ان کے بھائی ہیں۔

== مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ، اہل کتاب میں سے، یعنی یہود بنی نضیر اور بنی قریظہ۔  
آیت کا ترجمہ ہوگا۔

کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے کہتے رہتے ہیں.....

== لَنْ اُخْرِجْتُمْ... لَنْصُرْتَكُمْ یہ یقولون کا مقولہ ہے۔

اللام فی قولہ عزوجل لَنْ اُخْرِجْتُمْ موطئة للقسم وقولہ سبحانہ وتعالیٰ لَنْخْرِجَنَّكُمْ جواب القسم۔ ای واللہ لَنْ اُخْرِجْتُمْ من دیارکم قسراً لَنْخْرِجَنَّكُمْ من دیارنا البتہ ونذہبن فی صحبتکم اینما ذہبتن۔ (روح المعانی)  
لَنْ اُخْرِجْتُمْ میں لام موطئة للقسم (قسم کی راہ ہموار کرنے کے لئے) ہے اور قولہ سبحانہ لَنْخْرِجَنَّكُمْ جواب قسم ہے۔

یعنی خدا کی قسم اگر تم اپنے گھروں سے مجبوراً نکالے گئے تو ہم بھی ضرور بالفور تمہارے ساتھ اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ اور جہاں تم جاؤ گے ہم بھی تمہاری معیت میں وہاں چلے جائیں گے؛

اُخْرِجْتُمْ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر، اُخْرِجَ (افعال) مصدر۔ تم نکالے گئے۔

لَنْخْرِجَنَّكُمْ لام جواب قسم یا جواب شرط۔ نَخْرُجَنَّ مَضَارِعُ تَاكِيْدٌ بِاَنْوَاعٍ ثَقِيْلَةٍ۔ جمع مستکلم۔

== لَا لَطِيْعٌ؛ مَضَارِعٌ مَنفِي جَمْعٍ مَسْکُومٍ۔ ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ اطاعة (افعال) مصدر

== فَيَكْمُرُ اِي فِي سَاءٍ نَكْمٌ؛ تمہارے بائے ہیں۔

== اَحَدًا؛ مَفْعُولٌ لَا لَطِيْعٌ كَا۔ اَبَدًا بَرَكَزٌ، کبھی بھی۔ ہمیشہ۔

== وَاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنْصُرْتَكُمْ۔ یہ دوسرا مقولہ ہے۔ وَاَوْ عَاطِفٌ هِيَ اِنْ شَرْطِيَّةٌ هِيَ

== مَاضِي مَجْهُولٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ۔ مَقَاتِلَةٌ (مَفَاعِلَةٌ) مَصْدَرٌ۔ اِگر تم سے لڑائی گئی۔

جملہ شرط ہے اور لَنْصُرْتَكُمْ جملہ جواب شرط ہے۔ لام تَاكِيْدٌ كَا هِيَ۔ نَنْصُرْتُمْ مَضَارِعُ تَاكِيْدٌ

بِاَنْوَاعٍ ثَقِيْلَةٍ۔ جَمْعٌ مَسْکُومٍ۔ كُمْ ضَمِيْرٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ۔ ہم ضرور ہی تمہاری مدد کریں گے۔

== يَشْهَدُ؛ مَضَارِعٌ وَاَحَدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ شَهَادَةٌ (بَابِ فَتْحٍ) مَصْدَرٌ (رَاوِدٌ رَاوَدَ اللهُ) كَوَاوِيْدِيَّةٌ

(راور خدا) شَاہِدٌ هِيَ۔ (راور خدا) كَوَاوِيْدِيَّةٌ هِيَ۔

== لَكِنَّ بُؤْنَ، لام تاکید کا ہے کا ذبون اسم فاعل جمع مذکر، جھوٹے۔ لَكِنَّ بُؤْنَ ہ بالکل جھوٹے۔

وَاللَّهُ يَشْهَدُ أَنَّهُمْ لَكِنَّ بُؤْنَ ه خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں؛ یہ ان کے وعدوں کی اجمالاً تکذیب ہے ان کے دعووں کی الگ الگ تفصیلی تکذیب اگلی آیت میں آرہی ہے۔

۱۲:۵۹ = لَئِنْ أَخْرُجُوا - اگر ان کو نکالا گیا یعنی یہودیوں (بنی نضیر وغیرہ) کو، جملہ شرط لَا يَخْرُجُونَ جملہ جواب شرط ہے۔ اس میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب عبد اللہ بن ابی وغیرہ کی طرف راجع ہے۔

وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُوهُمْ - حسب سابق یہ بھی شرط و جواب شرط ہے اور قُوتِلُوا کی ضمیر نائب فاعل اور هُمْ ضمیر مفعول بھی یہودیوں کے لئے ہے اور لَا يَنْصُرُونَ کی ضمیر فاعل عبد اللہ بن ابی وغیرہ کے لئے ہے۔

== وَ لَئِنْ نَصَرُوهُمْ وَأَوْعَظَفَ - لام تاکید کا۔ اِنْ حَرْفِ شَرْطٍ۔ اگر انہوں نے اِنْ کی مدد کی۔ یعنی عبد اللہ بن ابی وغیرہ نے یہودیوں کی مدد کی، جملہ شرط ہے۔

== كَيْوَسَنَّ الْأَذْبَارَ جَوَابِ شَرْطٍ ہے۔ لام تاکید کا۔ صِيغَةُ جَمْعِ مَذْكَرٍ غَائِبٍ مَفْرَعٍ تاکید بانون ثقیلہ۔ تَوَلَّيْتُ (تفعیل) مصدر۔ وہ ضرور ہی پیٹھ کریں گے؛ پیٹھ بھیر کر بھاگ جائیں گے۔ الْأَذْبَارَ، جمع دبر کی بمعنی پیٹھ۔

== ثُمَّ - اِی بَعْدَ ذَلِكَ -

ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ، اِی ثُمَّ لَا يَنْصُرُونَ الْمُنَافِقُونَ كَالْيَهُودِ سِوَاءِ (الْبِرِّ التَّقَائِمِ) پھر یہودیوں کی طرح منافقین کی بھی مدد نہیں کی جائے گی۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پھر منافقین کی طرح یہودیوں کی بھی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔

۱۳:۵۹ = لَا - لام بے عمل کی ایک قسم ہے یہ لامِ اِبْتِدَاءِ مَفْتُوحٍ، مضمونِ جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے۔

بِاتِّفَاقِ اَهْلِ لُغَتِ اس کا استعمال دو جگہ صحیح ہے۔

الف، مَبْتَدَاً جِیسے لَا أَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً (۱۳:۵۹)، آیتہ زیر مطالعہ، البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے۔

ب، اِنَّ کی خبر پر خواہ اسم ہو۔ جیسے اِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ (۱۳:۳۹) یا

فعل مضارع ہو جیسے إِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (۱۶: ۱۲۴) یا طرقت ہو جیسے إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ (۳: ۳۶)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن باب اللام - ۲، الاتقان فی علوم القرآن از علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ حصہ اول نوع چالیس

**فائدہ ۱:** لَدْ بِہ ان کلمات میں سے ہے جو موافق رسم النخط قرآن مجید لکھنے اور پڑھنے

میں اور طرح ہیں۔ جیسے۔

لَدْ إِلَى الْجَحِيمِ - (۶۸: ۳۴) = لِيَالِي الْجَحِيمِ:

لَدْ أَوْ ضَعُوا (۴: ۹) = لَدْ ضَعُوا:

لِشَايَ (۲۳: ۱۸) لِشَايَ.

قرآن مجید میں ایسے کلمات ۲۲ ہیں۔

= أَشَدُّ - نہایت سخت - شِدَّةٌ سے جس کے معنی سخت اور قوی ہونے کے ہیں۔  
افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= رَهْبَةٌ؛ ڈر۔ رعب، الیاء رعب جس میں بچاؤ کا خیال اور اضطراب موجود ہو۔  
رَهْبَتٌ کہلاتا ہے رَهْبٌ يَوْهَبُ (سمع) کا مصدر۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔  
آیت کا ترجمہ ہوگا۔

البتہ از روئے رعب و خوف تم ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ سخت ہو  
یعنی تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں خدا سے بھی زیادہ ہے تمہارے ڈر سے  
وہ بظاہر زبان سے تو ایمان لے آتے ہیں لیکن دلوں میں ان کے کفر رہتا ہے اور اللہ  
ان کے باطنی کفر کو جانتا ہے مگر وہ اللہ سے نہیں ڈرتے اور دل سے ایمان نہیں لاتے۔  
= ذَالِكِ - یعنی اللہ کی نسبت تم لوگوں سے ان کا زیادہ خوف زدہ ہونا۔

= بِأَنَّهُمْ؛ ب سبب ہے۔ یہ اللہ کی نسبت تمہارا ڈر ان کے دلوں میں بوجہ اس  
بات کے ہے کہ: - أَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ - ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔ بے  
عقل ہیں

۱۴: ۵۹ = لَا يِقَاتِلُوكُمْ - مضارع منفی جمع مذکر غائب مقاتلة (مفاعلة) مصدر  
كَمْ ضمير مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم سے نہیں لڑیں گے۔ جَمِيعًا۔ اکٹھے مل کر، یا کسی عزم

اور متفقہ رائے پر جمع ہو کر یا جم کر بالمواجہہ نہیں لڑیں گے۔

لَا يُقَاتِلُونَكُمْ فِي ضَمِيرِ فَاعِلٍ هَرْدُوكِفَارٍ وَمُنَافِقِينَ كَلِّ لِي اسْتِعْمَالِ هُوَ يَكُونُ

== اَلْحَرْفُ اسْتِثْنَاءٌ - مَكْرَهٌ (اگر لڑیں گے بھی تو...) (

== فِي قُرَى مَحْصَلَتِهِ - فِي حَرْفِ جَارِ قُرَى مَحْصَلَتِهِ مَوْصُوفٍ وَصِفَتُهُ، بِرَجْعِ

قَرْيَةٍ كِي - بَسِيَّتَانِ - مَحْصَلَتُهُ حَصَّنَ يُحَصِّنُ تَحْصِينٌ (تَفْعِيلٌ) جَكَ كُو مَضْبُوطٌ بِنَانَا

بستی کو دیوار سے گھیرنا) سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث سے یعنی قلعہ کی طرح دیواروں

سے گھیر کر بنائی ہوئی بستیوں - اس کا سادہ حصن ہے - تَحْصِنُ (أَفْعُلُّ) یعنی قلعہ بند ہونا

حِصْنٌ جَمْعُ حُصُونٍ قَلْعٌ، مَضْبُوطٌ جَبْهِيٌّ، كُرْهِيٌّ، حِصَانٌ عَمْدَةٌ كَهْوْرٌ -

== وَرَاءُ جُدُرٍ - مَضَافٌ مَضَافٌ إِلَيْهِ، وَرَاءُ - اَوْثٌ، آثٌ، وَرَاءُ أَصْلِ فِي مَصْدَرٍ هُوَ

حَسْبٌ كُو لِبُحُورٍ ظَرْفٌ اسْتِعْمَالٌ كَمَا جَاءَ فِي - ظَرْفٌ زَمَانٌ ظَرْفٌ مَكَانٌ دُونِ كَلِّ لِي آتَا هُوَ

اَكَّةٌ، پِچھے - ہر طرف، سب کے لئے استعمال ہوتا ہے - جُدُرٌ جَمْعٌ جِدَارٌ كِي،

بمعنی دیوار۔

یعنی اگر یہ کفار اور منافقین مسلمانوں سے لڑنے کی ہمت بھی کریں گے تو قلعہ بند

ہو کر یا دیواروں کی اوٹ لے کر لڑیں گے بالمواجہہ لڑنے کی ہمت ان میں نہیں ہے

== بِأَسْهَمٍ مَضَافٌ مَضَافٌ إِلَيْهِ - بِأَسْهَمٍ لِرَأْيِي، عَدَمٌ جَامِعِيَّةٌ، بِأَهْمِي مَنَاقِشَتِ،

بِأَسْهَمٍ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ان کا آپس میں کا اختلاف بہت سخت ہے۔

== تَحْصِبُهُمْ مَضَارِعٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ، حِسْبَانٌ (بَابُ حَسَبٍ، سَمِعَ) سے مَصْدَرٌ

تو گمان کرتا ہے - تو خیال کرتا ہے - هُمْ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - تُوَانُ كُو خِيَالٌ كَرْتَا هُوَ

جَمِيعًا - اِي مُتَّفِقٌ -

== وَقَلُّوْا بِهِمْ شَتَّى جَمْلَةٌ حَالِيَةٌ - شَتَّى طَرَحٌ طَرَحٌ - جُدَا مُتَّفِقٌ، مُخْتَلَفٌ

پراگندہ - بعض کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہے اور بعض نے اسے شَتِيَّتٌ کی جمع بیان کی ہے

(حالانکہ ان کے دل متفق ہیں)

== ذَالِكُ - يَهْ بِرَاغِنْدِكِي خِيَالٌ - بِأَهْمِي اخْتِلَافٌ وَمَنَاقِشَتِ،

== بِأَنَّهُمْ - بِسَبَبِيَّةٍ هُوَ يَعْنِي بِأَهْمِي يَه عَدَمُ اتِفَاقِ اس لِي هُوَ كِي يَه لُوكِ بِي عَقْلِ

ہیں - اور حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتے۔

== ۱۵۵۹ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا: اس سے قبل مبتدا محذوف ہے

ای مَثَلُهُمْ: (مثل یہود بنی النضیر فی ترک الایمان و محاربتہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم) کمثل الذین..... وَبَالَ أَمْرِهِمْ: یعنی یہود بنی نضیر کی نرک ایمان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ لڑائی کی مثال ویسی ہی ہے جیسے ان کے کچھ ہی پہلے والے لوگوں کی تھی۔

یہ پہلے والے لوگ کون مراد ہیں؟

مجاہد کا قول ہے کہ:-

ان سے مراد وہ مشرکین ہیں جو بدر میں مسلمانوں سے لڑے تھے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ:-

بنو قینقاع کے یہودی مراد ہیں۔ یہ لوگ حضرت عبداللہ بن سلام کے قبیلہ والے تھے۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بن سلول یا عبادۃ بن صامت وغیرہ سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ یہ قوم یہود میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔

انہوں نے (یعنی پہلے والے لوگوں نے) اپنے کئے کا مزہ چکھ لیا۔ (بنو قینقاع سوال ۱۲ میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کے بعد جلا وطن کر دیئے گئے تھے۔ یہ ان کے کئے کا مزہ دینا میں ان کو ملا۔) ارشاد ہوتا ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ای فی الآخرة آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

== وَبَالَ أَمْرِهِمْ۔ اموہم مضاف مضاف الیہ مل کرو بال (مضاف) کا مضاف الیہ وَبَالَ مفعول ہے ذاقوا کا۔ لہذا منصوب ہے، معنی ہے سختی، ناگواری۔ بد اعمالی کی سزا۔ اَمْرِهِمْ ان کا کردار۔ ان کا فعل، ان کا کام۔

۵۹: ۱۶ = كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اس آیت میں خبر کا مبتدا محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ: ان کی مثال شیطان کی سی مثال ہے۔

مَثَلُهُمْ کی ضمیر یہاں منافقوں کے لئے ہے جب کہ سابقہ آیت میں یہود بنی نضیر کے لئے تھی۔ بعض نے کہا کہ ہر دو جگہ ہر دو فریق کے لئے ہے۔

== إِذْ قَالَ..... الخ۔ شیطان کا کردار ہے جس کی مثال دی گئی ہے یعنی وہ انسان سے کہتا ہے کافر ہو جا۔ جب وہ کافر ہو گیا۔ تو کہنے لگا مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں ہے، مجھے خدا نے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔

اسی طرح مدینہ کے منافقین بھی یہود بنی نضیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف

جھوٹی باتوں کے گھمنڈ پر اچھالتے رہتے تھے۔ اور جب ان پر آپڑی تو بجائے ان کی مدد کرنے کے ان کو برا بھلا کہنے لگے۔

== بَرِيءٌ بِرَبِّهِ تعلق، بے گناہ، بَرَاءَةٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کی جمع بَرِيءُونَ ہے۔

== أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ۔ أَخَافُ مضارع واحد مستکمل خَوْفٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ میں ڈرتا ہوں اللہ مفعول أَخَافُ کا۔ رَبَّ الْعَالَمِينَ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت اللہ کی۔ میں خدائے رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

۱۷:۵۹ = آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر میں فرمایا کہ۔

شیطان دنیا میں انسان کو بہکاتا ہے اور ورغلاتا ہے اور جب اس کے بہکاوے میں آکر انسان گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو انسان سے الگ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کب تم کو ایسا کرنے پر اکسایا تھا۔ مجبور کیا تھا۔ میں تو خدائے رب العالمین ڈرتا ہوں۔ اور میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں کہ دوسروں کو گناہ کرنے پر مجبور کروں۔ یہ بھی اس کا جھوٹ ہے اور دکھاوا ہے کیونکہ خدا کا خوف شیطان کی سرشت میں ہے ہی نہیں۔

سو اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ۔

فَكَانَ عَاقِبَتُهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا۔ پھر ان دونوں کا (یعنی شیطان کا اور جس کو اس نے بہکایا تھا) یہ انجام ہوگا کہ وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے (اور ہمیشہ اس میں رہیں گے) كَانَ فعل ناقص عَاقِبَتُهُمَا مضاف مضاف الیہ مل کر كَانَ کی خبر مقدم لہذا منصوب ہے أَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمَا اسم أَنَّ فِي النَّارِ اس کی خبر۔ جملہ انہما فی النار موضع رفع میں كَانَ کا اسم مؤخر۔ خَالِدَيْنِ فِيهَا جملہ حالیہ ہے۔ (در ان حالیکہ وہ دونوں دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے)۔

عاقبتہما خبر کان مقدم وان مع اسمہا و خبرها ای فی النار فی موضع الرفع علی الاسم و خَالِدَيْنِ حَالٌ (مدارک التنزیل)۔

عاقبتہما ان دونوں کا انجام۔ انہما بے شک وہ دونوں۔ یعنی شیطان اور اس

کا پیر و کار۔

== وَذَلِكَ؛ یعنی ان دونوں کا دوزخ میں ہونا۔ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ۔ مضاف مضاف الیہ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

۵۹: ۱۸ = اتَّقُوا اللَّهَ - اتَّقُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم ڈرو اللہ مفعول فعلی اتَّقُوا کا۔ تم پر ہیبتگاری اختیار کرو، تم اللہ سے ڈرو۔

== لِنَنْظُرْ: امر کا صیغہ واحد مؤنث غائب نَنْظُرْ (باب نصر) مصدر۔ اَنْفُسَ ہاں شخص، ہر جان کو چاہئے کہ وہ دیکھے۔ لِ۔ لام امر ہے۔

== مَا قَدَّ مَتَّ: ما موصولہ۔ قَدَّ مَتَّ ماضی واحد مؤنث غائب: تَقَدَّ يُمُّ (تفعیل) مصدر یعنی آگے بھیجنا۔ مقدم کرنا۔ سامنے ہونا۔ سامنے لانا۔ جو اس نے آگے بھیجا ہے، آگے سے مراد روز قیامت ہے۔ یعنی ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس کے دنیاوی زندگی میں آخرت کے لئے کیا کمایا ہے۔

== لِعَدِّ: لِ۔ طرف کو ظاہر کرنے کے لئے۔ عَدَّ۔ فردا۔ کل آئندہ، مجازاً روز قیامت لِعَدِّ روز قیامت کے لئے۔

۵۹: ۱۹ = وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ: لَا تَكُونُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت ہو جاؤ۔ كَالَّذِينَ: ک تثنیہ کا ہے اَلَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر نسو اللہ صلہ الذین کانسوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب نَسُوا (باب سمع) مصدر۔ وہ مہبول گئے۔ اللہ منصوب بوجہ مفعول۔ جو اللہ کو مہبول گئے۔

== فَأَنسَهُمُ اَنْفُسَهُمْ: ف ترتیب کا۔ اَنْسَى ماضی واحد مذکر غائب اَنْسَى (افعال) مصدر۔ اس نے بھلا دیا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (مفعول اول) اَنْسَهُمُ اَنْفُسَهُمْ۔ اَنْفُسُ کی جمع۔ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَنْسَى کا۔

ترجمہ ہوگا:-

پھر اس نے سہلائے ان کو ان کے جی (ترجمہ شاہ عبدالقادر)

یعنی ان لوگوں کو جو اللہ کو مہبول گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا بنا دیا کہ وہ اپنے آپ ہی کو مہبول گئے۔ اور اصلاح عمل اور تہذیب اخلاق ظاہری و باطنی سے محروم رہ گئے۔

== اُولَئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ: اُولَئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ وہی لوگ ہیں وہی فاسق۔ فَاَسِقُونَ فَاَسِقُ کی جمع۔ فُسُوقُ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ نافرمان، شریعت کی حد سے نکل جانے والے۔

۵۹: ۲۰ = لَا يَسْتَوِي: لا تافیہ ہے یَسْتَوِي صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف۔



استواء (افتعال) مصدر برابر نہیں ہے۔

= الْفَائِزُونَ: فَائِزٌ کی جمع۔ فَوْزٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر کا میابی حاصل کرنے والے۔ کامیاب۔

۲۱:۵۹ = كَوَّبَ حَسْرَةً شَرْطًا اِذَا

= لَوَّ اَيَّتَهُ: لام جواب شرط کے لئے۔ رَأَيْتَ ماضی واحد مذکر حاضر، ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع جَبَلٌ ہے۔

= خَاشِعًا، دَبَّ جَانِي دَالًا۔ عاجزی کرنے والا۔ فروتنی کرنے والا۔ خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ اسم فاعل واحد مذکر

= مُتَّصِدًا عَا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ تَصَدَّعَ (تفعل) مصدر۔ بمعنی ٹکڑے ٹکڑے، شکافتہ، صَدْعٌ کا لفظ پھٹنے، کھلنے، شکافتہ ہونے اور انگ ہو جانے کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے صَدْعٌ شکاف کو اور آدمیوں کی ایک ٹکڑی اور گردہ کو کہتے ہیں زمین کو پھاڑ کر سبزہ نکلتا ہے اس لئے سبزہ کو صَدْعٌ کہا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے۔

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۱۲: ۸۶) قسم ہے سبزہ والی زمین کی۔ یا قسم ہے زمین کی جو پھٹ جاتی ہے رکہ اس میں سے پھوٹ آتے ہیں درخت اور کھیتی۔

خَاشِعًا مُتَّصِدًا عَا ہر دو حال ہیں۔

یعنی تو دیکھتا ہے کہ وہ خدا کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھاڑتا ہے۔

= مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ۔ مِنْ حرف جار۔ خَشْيَةُ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ۔ خَشْيَةُ خَوْفِ

ڈر۔ ہیبت۔ خَشْيَةُ اس خوف کو کہتے ہیں جس میں تعظیم بھی شامل ہو۔ یہ بات اکثر حالات میں جس کا ڈر ہو اس کے علم سے ہوتی ہے۔ اسی بناء پر آیت شریفہ اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ

عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ: (۲۸: ۴۵) اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جو عالم ہیں۔

.... میں علماء کو خشیت سے مخصوص کیا گیا ہے۔

= تِلْكَ الْاَمْثَالُ: تِلْكَ اسم اشارہ واحد مؤنث الا مثال مشار الیہ، بمعنی مثالیں

= لَضَرْبِهَا: مضارع جمع تکلم ضربٌ مصدر سے ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع

الامثال ہے۔ ہم بیان کرتے ہیں ان کو۔

ضَرْبٌ کے اصل معنی ہیں مارنا۔ ہاتھ سے ہو یا پاؤں سے ہو یا کسی آلہ سے، ضَرْبٌ

الدَّرَاهِمِ طِبْعًا لَكَانَا - ضَرْبٌ فِي الْأَرْضِ: زمین پر چلنا، ضَرْبُ الْخَيْمَةِ خیمہ لگانا۔ ضَرْبُ  
الذِّلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ ذلت اور فقیری کو خیمہ کی طرح محیط اور مسلط کر دینا۔

ضَرْبُ الْمَثَلِ ماخوذ ہے ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ سے یعنی کسی چیز کو اس طرح بیان کرنا  
کہ دوسرے پر اس کا اثر پڑ سکے۔

= لَعَلَّهُمْ - لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل هَمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا اسم۔ شاید وہ  
سب لوگ۔

= يَتَفَكَّرُونَ مزارع جمع مذکر غائب تَفَكَّرَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ یعنی غور کرنا۔ لَعَلَّ کی  
خبر۔ شاید کہ وہ غور کریں۔ امید ہے کہ وہ غور کریں گے۔ تاکہ وہ غور کریں۔

آیت ہذا کی تشریح میں صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هَذَا الْقُرْآنَ ..... الخ۔ بعض اہل تفسیر کے نزدیک آیت میں ایک تمثیل ہے  
یعنی اللہ اگر پہاڑ میں قوتِ تیز پیدا کر دیتا اور پھر اس وقت اس پر قرآن اتارتا۔ تو پہاڑ  
عاجزی سے دب جاتا۔ اور خوف سے پھٹ جاتا اور عظمت قرآن سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا  
وَإِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ (۲: ۴۴) باوجودیکہ پہاڑ نہایت سخت اور  
مٹوس با وزن ہیں۔ لیکن ان کو خوف ہوتا کہ وہ تعظیم قرآن پوری طرح جیسا کہ حق ہے ادا  
نہ کر پاتے اس وجہ سے پارہ پارہ ہو جاتے لیکن کافر انسان جو صاحب علم و عرفان ہے قرآن  
کے اندر جو نصیحتیں اور عبرتیں ہیں ان کو جانتا پہچانتا ہے پھر بھی سُنَّی ان سُنَّی کر دیتا ہے۔  
(بالکل اثر نہیں ہوتا)

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جمادات اور نباتات بظاہر بے شعور اور عدیم الحس ہیں لیکن وہ  
اپنے خالق کا شعور رکھتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ۔

کیا تیرے اوپر کوئی بندہ خدا کو یاد کرتا ہوا گذرا؟

نوٹ اس مترجم تفسیر مظہری۔

صحیح تحقیق یہ ہے کہ قدمائے یونان جو جمادات و نباتات کو بے حس اور بے شعور کہتے

ہیں وہ غلط ہے موجودہ سائنس نے نباتات میں تو شعور ثابت کر دیا اور عنقریب جمادات

کا حساس ہونا بھی ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا ہے کہ وَإِنْ مِنْ

شَيْءٌ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَكِنْ لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ (۲۲: ۱۷) یہ تسبیح مقالی ہے  
 عالی نہیں ہے یہ مراد نہیں کہ ہر شے تخلیقاً اپنے خالق کے بے عیب ہونے پر دلالت کر رہی ہے  
 ہر مصنوع اپنے صانع پر دل ہے یہ مطلب صراحتِ آیت کے خلاف ہے کیونکہ آیت کا آخری جہز  
 بتا رہا ہے کہ انسان تسبیح اشیاء کو نہیں سمجھتا۔ اب اگر تسبیح سے تسبیح عالی مراد لی جائے اور  
 اس کا یہ مطلب مراد لیا جائے کہ ہر مخلوق اپنے خالق و فاطر کے بے عیب ہونے پر فطرۃً دلالت  
 کر رہی ہے تو اس تسبیح اشیاء سے تو یونانی کافر بلکہ جاہل بے علم بھی واقف تھے اور ہیں۔ پھر  
 نفی تفقہ کے کچھ معنی نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ تسبیح مقالی ہی مراد ہے مگر ہر چیز کی نوعی زبان جدا جدا ہے جس کو  
 ہر نوع کے افراد ہی سمجھتے ہیں۔ پہاڑ پہاڑ کی بولی سمجھتا ہے اور پانی پانی کی بات سمجھتا ہے اور  
 انسان ان کی بولی نہیں سمجھتا۔ معجزۃً موت اس سے مستثنیٰ ہے۔  
 عام انسان اسی بولی کو سمجھتے ہیں جو لمخارج حروف اور ادتاد الصوت کی مرہون ہے اور اسی کو  
 ۱۰ کلام اور مقال کہتے ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا بالکل صحیح ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ  
 سے کہتا ہے کہ..... وغیرہ اور سچ فرمایا اللہ نے: **يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**  
 (۲۲: ۵۹)

۶۲: ۵۹ = **هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ**۔ **هُوَ** ضمیر شان ہے اس کا فائدہ یہ ہے  
 کہ یہ سند الیہ کی تعظیم و بڑائی پر دلالت کرتی ہے اس طرح کہ پہلے اس کا ذکر مبہم طریقہ سے  
 کر کے پھر اس کی تشریح کی جائے

اللہ سند الیہ باقی کا جملہ سند اس کی صفت ہے۔ **الَّذِي** اسم موصول باقی جملہ اس کا  
 صلہ۔ **لَا ناصبہ** اپنے اسم کو نصب دیتا ہے، **إِلَهَ** اس کا اسم **إِلَّا** حرف استثناء۔  
 وہ اللہ ہے ایسی ذات کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے۔

= **إِلَهَ** معبود۔ بروزن فعال بمعنی اسم مفعول **مَالُوكًا** ہے۔ ہر قوم کے نزدیک جس کی  
 بندگی کی جائے وہ اللہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل۔

= **عَلِمَ الْغَيْبِ**؛ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کا علم رکھنے والا۔ غیب کا علم جاننے والا  
 = **وَالشَّهَادَةِ**۔ ای وعالم الشہادۃ اور جاننے والا ہے ہر ظاہر اور مشاہدہ میں آنے  
 والی چیز کا۔ **شہادۃ**۔ **شہد** یشہد کا مصدر ہے۔ لیکن اسم ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے

عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ہر باطن و ظاہر کا جاننے والا۔ ہر موجود و معدوم، مخفی و ظاہر کا علم رکھنے والا۔

= الرَّحْمَنُ بڑا مہربان، بہت بخشش کرنے والا۔ چونکہ اس لفظ کے معنی بجز ذاتِ باری تعالیٰ کے اور کسی پر صادق نہیں آتے کیونکہ اسی کی رحمت سب پر عام ہے اس لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے اس کا استعمال نہیں ہوتا۔

علمائے عربیت کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے یا نہیں اور عربی ہونے کی صورت میں یہ مشتق ہے یا غیر مشتق۔

مُبرّد اور ثعلب جو عربیت اور لغت کے امام ہیں وہ اس طرف گئے ہیں کہ یہ عبرانی لفظ ہے اگر اس کو عبرانی لفظ مان لیا جائے تو اس صورت میں یہ لفظ اللہ کی طرح ذاتِ باری کا علم ہوگا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ۵۳ جگہ مذکور ہے لہذا یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا استعمال بطور صفت نہیں بلکہ بطور علم ہوا ہے

= الرَّحِيمُ: بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا۔ رَحْمَةٌ سے بروزن فَعِيلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع رَحْمَاءٌ ہے۔ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر کے لئے بھی ہوتا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں رُؤُفٌ رَحِيمٌ کہا گیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن)

۵۹: ۲۳ = هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ: ملاحظہ ہو آیت ۵۹: ۲۳ متذکرۃ الصدر

= أَنْمَلِكُ: اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے اسم معرفہ، بادشاہ۔ جو چاہے کرے۔ اور اس کے فعل پر کسی کو مجال اعتراض نہ ہو۔ اسم نکرہ کوئی بادشاہ۔ کوئی حاکم۔

= الْقُدُّوسُ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت پاک بہت برکت والا۔ بروزن فُعُولٌ (بضم ف) پر کلام عربی میں صرف چار لفظ آئے ہیں۔

۱۔ قُدُّوسٌ: بہت پاک، برکت والا۔

۲۔ سُبُّوحٌ: پاک و ہرگز۔ اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔

۳۔ ذُرُّوْحٌ: (ایک اڑنے والا زہریلا کیڑا۔ سپینی مکھی)۔

۴۔ فُرُّوْحٌ: بہت خوش، اور ان کو بھی بفتح ف پڑھنا جائز ہے باقی اس وزن پر جتنے لفظ آئے ہیں سب بفتح ف آئے ہیں۔

= السَّلَامُ: ذوسلامۃ من النقاتلص یعنی ہر قسم کی خامیوں سے محفوظ، بعض نے

کہا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آلام و مصائب سے بچاتا ہے۔

== اَلْمُؤْمِنُ : اسم فاعل واحد مذکر اِيْمَانٌ مصدر۔ امنِ دینے والا۔ یا المصدق لوسلم باظہار معجزاتہ علیہم۔ اپنے پیغمبروں سے معجزات کا اظہار کر کے ان کی رسالت کی تصدیق فرماتا ہے۔

== اَلْمُهَيْمِنُ، اسم فاعل واحد مذکر هَيْمَنَةٌ مصدر۔ نگران۔ اس کا اصل اَأْمَنَ فهو مُؤَامِنٌ ہے دوسرا ہمزہ یاء سے اور پہلا ہمزہ "ہ" سے بدل دیا گیا۔ اس طرح مُهَيْمِنٌ بن گیا۔

== اَلْعَزِيزُ۔ عِزَّةٌ سے فِعْلٌ کے وزن پر یعنی فَاعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے غالب (جو مغلوب نہ ہو) زبردست، قوی۔

== اَلْجَبَّارُ : المصلح امور خلقہ المتصرف فیہم بما فیہ صلاحہم۔ یعنی اپنی مخلوقات کے امور کو درست کرنے والا۔ اور اس میں ویسا تصرف کر نیو والا جس میں ان کی فلاح اور بہبود ہوتی ہے اس صورت میں یہ جبوتے مشتق ہوگا۔ (ضیاء القرآن) سرکش، زبردست دباؤ والا۔ خود اختیار۔ جبوتے سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ (لغات القرآن) جَبَّارٌ ذات باری تعالیٰ کے لئے وصفِ مدح ہے اور انسانوں کے حق میں صفتِ ذم ہے، (غازن بغدادی)

== اَلْمُتَكَبِّرُ : اسم فاعل واحد مذکر تَكَبَّرُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ سر بلندی اور عظمت کی آخری حد کو پہنچا ہوا۔

تکبر دو طرح کا ہوتا ہے۔

- ۱۔ فی نفسہ کسی میں خوبیاں اور صفاتِ حسنہ سب سے زائد ہوں۔
- ۲۔ واقع میں تو صفاتِ حسنہ سے خالی ہو اور مدعی ہو کمالِ صفات کا۔

اول محمود ہے اور دوسرا مذموم اور قبیح ہے۔

تکبر کی بدترین قسم یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے سرکشی کرے اور خود سر بن جائے (المفردات)

== سُبْحَانَ اللَّهِ۔ سُبْحَانَ مصدر ہے یعنی تسبیح (پاکی بیان کرنا) نصب نیز مفرد کی طرف اضافت اس کو لازم ہے۔ خواہ مفرد اسم ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللَّهِ (اللہ پاک ہے) اور سُبْحَانَ الَّذِي اسْرَى : پاک ہے وہ ذات جو لے گیا رات کے وقت، یا اسم ضمیر

جیسے سُبْحَانَهُ أَنْ تَكُونَ لَكَ وَلَدًا؛ (اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو)  
اللہ مجبور بوجہ مضاف الیہ ہونے کے۔

== عَمَّا يُشْرِكُونَ؛ مرکب ہے عن حرف جار اور ما موصول سے۔ جس چیز سے  
يُشْرِكُونَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب (افعال) مصدر۔ صلہ موصول  
کا۔ جس چیز کو وہ اس کا (یعنی اللہ کا) شریک بناتے ہیں۔

یعنی اللہ پاک ہے اس چیز سے جس کو وہ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔  
۲۴:۵۹ = الْخَالِقُ؛ پیدا کرنے والا۔ بنانے والا۔ خَلَقَ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل  
کا صیغہ واحد مذکر۔

== الْبَارِئُ؛ نکال کھڑا کرنے والا۔ پیدا کرنے والا۔ بَرَأَ (باب نصر) مصدر سے جس کے  
معنی بنانے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بَارِئُ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے  
بَرَأَ يَبْرَأُ اسکا استعمال پیدا کرنا کے معنی میں ہوتا ہے اس اعتبار سے بَارِئُ۔ خَالِقُ کے  
ہم معنی ہوگا۔

لیکن آیت نہا (هو الخالق البارئ المصور) وہی اللہ ہے بنانے والا۔ نکال  
کھڑا کرنے والا۔ صورت کھینچنے والا) سے پتہ چلتا ہے کہ خالق اور باری دو علیحدہ علیحدہ  
صفتیں ہیں۔ اور ان دونوں میں باہم فرق ہے۔ البتہ ہم معنی ماننے کی صورت میں باری کو خالق  
کی تاکید سمجھا جا سکتا ہے۔  
علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں:-

کہ باری وہ ہے جس نے مخلوق کو تفاوت اور اجزاء و اعضاء کے عدم تناسب سے پیدا کیا۔  
یعنی یہ نہیں کیا کہ ایک ہاتھ تو بہت چھوٹا اور پتلا ہو اور دوسرا بہت موٹا اور بڑا۔ اسی طرح  
خاصیتوں اور شکلوں اور نیز خوبی اور برائی میں ایک دوسرے سے ممتاز فرمایا۔ پس اس  
اعتبار سے باری خاص ہے اور خالق عام۔ (روح المعانی)  
یعنی خالق کے معنی ہیں صرف پیدا کرنے والا۔ اور باری کے معنی خاص صفت پر  
پیدا کرنے والا۔

== الْمَصَوِّرُ۔ اسم فاعل واحد مذکر تَصَوَّيْرٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے صورت بنانے  
والا۔ پیدا کرنے والا۔

== لَهُ؛ میں لام استحقاق کا ہے۔ اسی کے لئے ہیں۔

== اَسْمَاءُ الْحُسْنَى - موصوف و صفت، خوبصورت نام۔  
 == يُسَبِّحُ: مضارع واحد مذکر غائب۔ تَسْبِيْحٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ اس کی تسبیح  
 پڑھتا ہے۔ اس کی پاکی بیان کرتا ہے۔ اس کے پاک ہونے کا اقرار کرتا ہے  
 == مَا: موصولہ۔

== فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ اس کا صلہ۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔  
 == ذَهَبَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔ جملہ معترضہ تزییلی ہے۔ ما قبل کی تاکید و تعظیم  
 کے لئے آیا ہے۔

== الْحَكِيمُ: حکمت والا۔ بروزن (فَعِيلٌ) صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ  
 کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اصل حکمت و دانائی اسی کی ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۶۰) سُوْرَةُ الْمِتْحَنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۳)

۱۔ لَا تَتَّخِذُوا، فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔ تم مت بناؤ۔  
تم مت پکڑو۔

= عَدُوِّي: مضاف مضاف الیہ۔ میرے دشمن۔ مفعول فعل لَا تَتَّخِذُوا کا

= عَدُوْكُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے دشمن۔ مفعول ثانی فعل لَا تَتَّخِذُوا کا۔

= اَوْلِيَاءَ: مفعول ثالث لَا تَتَّخِذُوا کا۔ وَلِيٌّ کی جمع۔ دوست، ساتھی۔

اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اپنے دوست۔

عَدُوٌّ اگرچہ مفرد ہے لیکن اس کا اطلاق مفرد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً اور جگہ قرآن

مجید میں ہے :-

اَفَلَنْتَّخِذُوْنَ مِنْهُ وُدًّا وَذُرِّيَّتَهُ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (۱۸: ۵۰)

کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔

= تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمُوْدَةِ۔ تُلْقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

تم ڈالتے ہو، تم اظہار کرتے ہو۔

بِالْمُوْدَةِ: مودتہ مصدر ہے و در مادہ سے اسی معنی میں اور مصادر بھی ہیں جیسے وُدٌّ

وِدَادٌ، مَوْدَرَةٌ، مَوْدُوْدَةٌ باب سمع محبت کرنا۔ خواہش کرنا۔ یہاں بمعنی محبت، دوستی

کے آیا ہے۔ وُدٌّ، وِدِيْدٌ، وِدُوْدٌ۔ دوست بہت محبت کرنے والا۔

جملہ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمُوْدَةِ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ یہ لَا تَتَّخِذُوا کی ضمیر سے حال ہے

۲۔ یہ اَوْلِيَاءَ کی صفت ہے۔

۳۔ یہ کلام مستانفہ ہے۔ نیا جملہ بے پہلے کلام سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے

بِالْمُوْدَةِ میں بَاءُ زائدہ برائے تعقیب بھی ہو سکتی ہے اور ثابۃ بھی ہو سکتی ہے۔



یہی صورت میں انفار بالمودۃ کے معنی اظہار المودۃ ہوگا۔ یعنی تم ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو  
دوسری صورت میں یہ بت تعدیہ کے لئے ہوگی امد مودۃ تلقون کا مفعول ہوگا۔  
اس کا مفہوم وہی ہوگا جو پہلے ذکر کیا گیا ہے۔

اور اگر بت سببیت کے لئے ہے تو اس وقت تلقون کا مفعول محذوف ماننا پڑیگا۔  
عبارت یوں ہوگی:-

تلقون الیہم اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب المودۃ التي  
بینکم و بینہم (کشاف) یہاں القار ارسال کے معنی میں ہے یعنی تم رسول کی خبریں ان کافروں کو  
بھیجے ہو اس محبت کی وجہ سے جو تمہارے درمیان اور ان کے درمیان ہے (ضیاء القرآن)  
= وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ. وَأَوْحَالِهِمْ قَدْ مَضَىٰ كَمَا سَأَلْتُمْ تَحْقِيقَ كَمَا  
معنی میں ہے۔ اور تحقیق وہ انکار کرتے ہیں اس حق سے (یعنی قرآن مجید سے) جو تمہارے پاس آیا ہے۔  
الحق سے مراد قرآن مجید ہے (تفسیر منطہری) دین حق ہے (حقانی) اس سے مراد اسلامی  
عقیدہ و شریعت ہے ای الاسلام عقیدۃ و شریعتہ (السر التفسیر)

اگر جملہ تلقون الیہم بالمودۃ کو لا تَتَّخِذُوا کی ضمیر سے حال لیا جائے تو  
یہ جملہ بھی ضمیر لا تَتَّخِذُوا سے حال ہوگا حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے یہ لوگ بالتحقیق  
اس سے انکار کر چکے ہیں۔

= يَخْرُجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ مِنَ الْمَكَّةِ أَوْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَهِيَ مَلِكٌ بَدْرٌ كَرَّحَكِي  
ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تم کو بھی۔ یہ جملہ حال ہے فاعل کفر واسے۔  
= اَنْ تَوْ مُنُوَا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ : اَنْ مُّصَدَّرِيْہے یہ جملہ تعلیل ہے اخراج الرسول  
واخراج المؤمنین کی وَاَنْ تَوْ مُنُوَا، تعلیل یخرجون ای یخرجونکم لایمانکم؛  
مطلب یہ ہے کہ:-

کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تم کو مکہ سے محض اس لئے نکالا ہے  
کہ تم اللہ پر جو تمہارا پروردگار ہے ایمان لاتے ہو۔

= اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِيْ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِيْ. اِنْ شَرَطِيْہے  
جِهَادًا جِهَادُ كَيْفِيْ جِهَادُ اللّٰهِ كِي رَاه مِيْن لُّرْنَا۔ محنت، کوشش، جَاهِدًا يُّجَاهِدُ  
مُجَاهِدًا (باب مفاعلة) اور جہاد مصدر۔ بوجہ مفعول لہ منصوب ہے؛  
= فِي سَبِيلِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری راہ میں۔

== اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِي : اِبتغاء چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بوزن افعال مصدر ہے  
بوجہ مفعول لہ منصوب ہے۔

مَرْضَاتِي۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری رضا جوئی کے لئے، میری خوشنودی کے لئے  
میری رضامندی کے لئے۔

جملہ اِنْ كُنْتُمْ..... مَرْضَاتِي شرط ہے جس کی جزاء محذوف ہے اور  
کلام سابق لاتمخذوا اس پر دلالت کر رہا ہے۔

یہ جملہ شرط مؤخر ہے اور جواب شرط مقدم ہے یعنی عبارت یوں ہے :  
اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَاِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِي فَلَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي  
وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَاءَ۔ (تفسیر الخازن)

== تَسْرُونَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ۔ تسرون مضارع جمع مذکر حاضر اسرار (افعال)  
مصدر۔ تم چھپاتے ہو۔ تم پوشیدہ رکھتے ہو، تم چوری چھپے ان سے دوستی کی باتیں کرتے ہو  
صاحب تفسیر صیارات القرآن اس آیت کی تفسیر میں حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

تسرون الیہم..... الخ یہ تلقون سے بدل بھی ہو سکتا ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ  
اس کو کلام متانفہ بنایا جائے۔ اس کے دونوں مفہوم ہو سکتے ہیں۔

ای تفضون الیہم بمودتکم سراً۔ یعنی تم انہیں چپکے چپکے اپنی محبت اور دوستی  
کا یقین دلاتے ہو۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ۔

تسرون الیہم اسرار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب المودة۔ کہ تم  
باہمی دوستی کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز ان تک پہنچاتے ہو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ  
تمہاری ساری حرکتوں کو اچھی طرح جانتا ہے تم لاکھ چھپانے کی کوشش کرو۔ اس علیم وخبیر سے  
نہیں چھپا سکتے۔

== وَاَنَا اَعْلَمُ۔۔ جملہ حالیہ ہے اَعْلَمُ عِلْمٌ سے افعال التفضیل کا صیغہ ہے میں خوب  
جاننے والا ہوں۔

== بِمَا اَخْفَيْتُمْ۔ ب تعدیہ یا زائدہ ہے ما موصولہ ہے اَخْفَيْتُمْ ماضی جمع مذکر  
حاضر اِخْفَاءُ (افعال) مصدر۔ صلہ۔

جو تم نے چھپایا۔ جو تم چھپاتے ہو۔

== مَا أَعْلَنْتُمْ، مَا مَوْصُولٌ - أَعْلَنْتُمْ مَاضِيٌّ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ - اِعْلَانٌ (اِفْعَالٌ) مَصْدَرٌ  
اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ جو تم اعلان کرتے ہو۔ جو تم نے ظاہر کیا۔

== وَمَنْ يَفْعَلْهُ؛ وَادْوَاءُ طِفْلٍ، مَنْ شَرْطِيَّةٌ يَفْعَلُهُ مَضَارِعٌ مَجْزُومٌ بِالشَّرْطِ - كَمَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ  
واحد مذکر۔ محبت کا چوری چھپے اظہار، کے لئے ہے۔ جملہ شرط ہے۔

== فَقَدْ ضَلَّ - فِ جَوَابِ شَرْطِ كَيْ لَمْ يَكُنْ قَدْ مَاضِيٌّ بِرَدِّ اِخْلَافِ هُوَ كَرْتِخْتِيقٌ كَافِدَةٌ  
دیتا ہے۔ اور ماضی کو ماضی قریب کے معنی میں کر دیتا ہے ضَلَّ مَاضِيٌّ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ،

ضَلَّ؛ (بَابِ ضَرَبٍ) مَصْدَرٌ - وَهُوَ كَمَا رَاحَ هُوَ - وَهُوَ مَبْهُكٌ - وَهُوَ رَاحَ رَاسِتٌ سَمِعَ دَوْرَ جَا طَرَا -  
یہاں ضَلَّ بطور فعل متعدی بمعنی اَضَلَّ آیا ہے۔

== سَوَاءٌ كَيْ مَعْنَى وَسَطٍ كَيْ هُنَّ - سَوَاءٌ وَسَوَاءٌ وَسَوَاءٌ سَمِعَ كَمَا جَاءَتْ هُنَّ كَيْ  
نسبت دونوں طرف مساوی ہو۔ سَوَاءٌ وَصِفَتِ بِنِ كَرْتِخْتِيقٌ اِسْتِعْمَالٌ هُوَ تَا هُنَّ اِسْتِعْمَالٌ هُوَ تَا هُنَّ  
لیکن اصل میں یہ مصدر ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے :-

فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ (۵۵:۳۴) دوزخ کے وسط میں۔

سَوَاءٌ السَّبِيلِ - رَاسِتٌ كَا دَرِيْمَانِي حَصَّةٌ - سِيدَا رَاسِتٌ، صِفَتِ كَيْ مَوْصُولٌ كَيْ طَرَفِ اِضْا  
ہو کر ضَلَّ كَا مَفْعُولٌ ہ ہے۔ قَدْ ضَلَّ سَوَاءٌ السَّبِيلِ - تُو دُو سِيدَا رَاسِتٌ  
بھٹک گیا۔ اس نے راہِ راست کو کھو دیا۔

ان آیات کا نزول اس وقت ہوا تھا جب مشرکین مکہ کے نام حضرت حاطب بن  
ابی بلتعہ کا خط پکڑا گیا تھا۔

قصہ یہ ہے کہ :-

جب مشرکین مکہ کے لوگوں نے (قریش نے) صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تو رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور تیاری شروع کر دی۔ مگر چند مخصوص  
صحابہ کے سوا کسی کو نہ بتایا کہ آپ کس مہم پر جانا چاہتے ہیں۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں مکہ معظمہ سے ایک عورت آئی جو کہ پہلے بنی عبدالمطلب کی لونڈی  
تھی اور پھر آزاد ہو کر گانے بجانے کا کام کرنے لگی اس نے آکر حضور علیہ السلام سے اپنی تنگ  
دستی کی شکایت کی اور کچھ مالی مدد مانگی۔ آپ نے بنی عبدالمطلب سے اپیل کر کے اس کی حاجت  
پوری کر دی جب وہ مدینہ سے جانے لگی تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اس سے ملے اور اس کو  
چپکے سے ایک خط بعض سرداران قریش کے نام دیا اور دس دینار بھی دیئے تاکہ وہ ساز فاش نہ

نہ کر دے اور یہ خط چھپا کر ان لوگوں کو دے دے ابھی وہ مدینہ سے روانہ ہی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع فرمادیا۔ آپ نے فوراً حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے پیچھے بھیجا۔ اور حکم فرمایا کہ تیزی سے جاؤ۔ روضہ خانہ کے مقام پر (مدینہ سے ۱۲ میل بجانب مکہ) تم کو ایک عورت ملے گی جس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب کا ایک خط ہے جس طرح بھی ہو یہ خط حاصل کرو، اگر وہ دیدے تو اسے چھوڑ دینا اور اگر نہ دے تو اسے قتل کر دینا۔

یہ حضرات جب اس مقام پر پہنچے تو وہ عورت موجود تھی انہوں نے اس سے خط مانگا اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے انہوں نے تلاشی لی مگر کوئی خط نہ ملا۔ آخر کو انہوں نے کہا کہ خط ہمارے حوالہ کر دو ورنہ ہم برہنہ کر کے تیری تلاشی لیں گے۔

جب اس نے دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو اپنی چوٹی میں سے نکال کر وہ خط دیدیا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ کھول کر پڑھا گیا تو اس میں قریش کے لوگوں کو یہ اطلاع دی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں مختلف روایات میں مختلف الفاظ نقل ہوئے ہیں مگر مدعا سب کا یہی ہے (

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب سے دریافت فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیے میں نے جو کچھ کیا ہے اس بنا پر نہیں کیا ہے کہ میں کافر و مرتد ہو گیا ہوں اور اسلام کے بعد اب کفر کو پسند کرنے لگا ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ میرے اعزہ و اقرباء مکہ میں مقیم ہیں میں قریش کے قبیلہ کا آدمی نہیں ہوں بلکہ بعض قریشیوں کی سرپرستی میں وہاں آباد ہوا ہوں مہاجرین میں سے دوسرے جن لوگوں کے اہل عیال مکہ میں ہیں ان کو تو ان کا قبیلہ بچا لیکر مگر میرا کوئی قبیلہ وہاں نہیں ہے جسے کوئی بچانے والا و اس لئے میں نے یہ خط اس خیال سے بھیجا تھا کہ قریش پر میرا ایک احسان ہے جس کا لحاظ رکھے وہ میرے بال بچوں کو نہ چھیڑیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کی یہ بات سن کر فرمایا کہ  
لَا صَدَقَتُكُمْ: حاطب نے تم سے سچی بات کہی ہے۔

یعنی ان کے اس فعل کا اصل محرک یہی تھا اسلام سے انحراف اور کفر کی حمایت کا جذبہ اس کا محرک نہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں

اس منافق کی گردن مار دوں! اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے!  
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اس شخص نے جنگ بدر میں حصہ لیا ہے تمہیں کیا خبر؟ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو ملاحظہ فرما کر کہہ دیا ہو کہ تم خواہ کچھ بھی کرو میں نے تم کو معاف کیا،  
یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں،

یہ ان کثیر التعداد روایات کا خلاصہ ہے جو کہ متعدد معتبر سندوں سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، طبری، ابن ہشام، ابن حبان اور ابن ابی حاتم نے نقل کی ہیں =

(تفہیم القرآن)

۲:۶۰ = اِنْ يَثْقَفُوكُمْ: اِنْ شَرَطِيَّةٌ - يَثْقَفُوْا مَضَارِعٌ مَجْزُومٌ بِالشَّرْطِ صِيغَةٌ

جمع مذکر غائب ثَقَفٌ (باب سَمِعَ) مصدر - بمعنى کسی چیز کو پانا - اور اس پر کامیاب ہونا - كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اگر وہ تم پر کامیاب ہو جائیں - اگر وہ تم پر قابو پالیں -

اصل میں ثَقَفْتُ کے معنی ہیں کہ کسی شے کا ادراک کر لینا نیز اس کے کرنے اور انجام دینے میں مہارت اور حذاقت کے پائے جانے کے ہیں - اور اسی لئے نظر کی مشاقی کی بدولت کسی چیز کا نگاہ سے پالینے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے -

پھر مجازاً البغیر اس کے کہ مہارت اور حذاقت ملحوظ ہو صرف پانے اور ادراک کرنے کے لئے بولنے لگے - قرآن مجید میں ہے:-

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ (۲:۱۹۱) اور ان کو جہاں پاؤ قتل

کردو۔

= يَكُونُوا - مَضَارِعٌ مَجْزُومٌ بِوَجْهِ جَوَابِ شَرْطٍ - جمع مذکر غائب، وہ ہو جاویں -

= اَعْدَاءٌ: يَكُونُوا كِي خَبْرٍ - عَدُوٌّ كِي جَمْعٌ - دشمن -

= وَ يَنْبَسُطُوا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ: دَاوُ عَاطِفَةٌ - يَنْبَسُطُوْا مَضَارِعٌ (مَجْزُومٌ بِوَجْهِ جَوَابِ

شَرْطٍ) جمع مذکر غائب - بَسَطَ (باب نَصَرَ) مصدر - بمعنى کشادہ کرنا - فَرَاخٌ كَرْنَا - بَسَطَ يَدَاكَ

اس - نے اپنا ہاتھ پھیلا یا - اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا -

اَيْدِيَهُمْ: اَيْدِيٌّ - جمع يَدٌ كِي - مضاف - هُمْ مضاف الیه، مضاف مضاف الیه ملکہ

مفعول فعل يَنْبَسُطُوا کا - اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھ، دست درازی کریں گے؛

== وَالسِّتَّةُمْ: اس کا عطف ایدِ یَهُمْ پر ہے ای ویبسطوا الیکم السنۃ۔  
اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنی زبانیں۔ یعنی زبان درازی کریں گے۔  
== بِالسُّوءِ۔ بُرائی کے ساتھ۔

ویبسطوا الیکم ایدِ یہم والسنۃ بالسُّوءِ عطفاً لیکونوا لکم اعداء  
پر ہے۔ یہ جملہ یا تو جواب شرط ہے اور معنی ہو گا  
اگر وہ تم پر قابو پالیں گے (تو تمہارے دشمن ہو جائیں گے) اور ایذار کے لئے تم پر دست درازی  
اور زبان درازی کریں گے؛  
یا یہ عطف تفسیری ہے یعنی یہ جملہ ان کی عداوت کی تفسیر کرتا ہے یعنی ان کی عداوت  
یہ ہوگی کہ:-

وہ تم پر دست درازی کریں گے یعنی قتل کریں گے اور ماریں گے؛ اور تم سے زبان درازی  
کریں گے یعنی گالیاں دیں گے اور بُرائی کریں گے۔  
بِالسُّوءِ کا تعلق صرف والسنۃ سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایدِ یہم  
وَالسِّتَّةُمْ دونوں سے بھی۔

== وَوَدُّوا: واو عاطفہ، اس کا عطف لیکونوا اعداء پر ہے، اور یہ بھی اِنْ شرطیہ کی  
جزا ہے۔ اِنْ کی وجہ سے ماضی یعنی مستقبل ہے۔ اور صیغہ ماضی استعمال کرنے میں اس  
طرف اشارہ ہے کہ ان کی طرف سے گویا یہ فعل واقع ہو ہی گیا اور تمہارے کافر ہونے کی تمنا جو وہ  
کریں گے وہ حاصل ہو ہی گئی۔

وَدُّوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے وُدٌّ اور مَوَدَّةٌ (باب سمع) مصدر  
وہ تمنا کریں گے۔ وہ دل سے چاہیں گے۔ لَوْ حرفِ تمنا ہے۔ کاش۔  
== لَوْ تَكْفُرُونَ۔ کاش تم کافر ہو جاؤ۔

۶۰: ۳ = لَنْ تَنْفَعَكُمُ۔ مضارع منفی تاکید بن واحد مؤنث غائب۔ نَفَعٌ رِبَاب  
فتح مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہارے کام نہیں آئے گی؛ یا نہیں آتی ہے  
وہ تم کو نفع نہیں دیتی یا نہیں دے گی۔

== اَرْحَامُكُمْ: ارحام جمع رَحْمَةٍ کی۔ رَحْمٌ عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں  
بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مجازاً قرابت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ اہل قرابت ایک ہی رحم  
سے پیدا ہوتے ہیں۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ اَرْحَامُكُمْ؛

تمہاری قرابتیں۔

== يَوْمَ الْقِيَامَةِ: مضاف مضاف الیہ۔ يَوْمٌ منصوب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے: قیامت کے دن۔

== يَفْصِلُ: مضارع واحد مذکر غائب۔ فَصَّلَ رَبَّابٌ ضرب مصدر۔ وہ فیصلہ کرے گا۔ یعنی قیامت کے دن تمہارا فیصلہ کرے گا۔ تم کو الگ الگ کرے گا۔ مؤمنوں کو جنت میں اور مشرکوں کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ پھر آج اللہ اور اس کے رسول کے حق کو ترک کر کے تم مشرکوں کے دوست کیوں بنتے ہو۔

== مَا تَعْمَلُونَ۔ مَا موصولہ۔ تَعْمَلُونَ صلہ۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔

== بَصِيرًا: بَصَرٌ (باب کرم و سماع) مصدر۔ بَ ب کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی دیکھنا۔ جاننا۔ بروز فاعل بمعنی فاعل دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

۴:۶۰ = قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةً فِي اِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ: قَدْ ما صحنی پر آئے تو تحقیق کا معنی دیتا ہے اور ما صحنی کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ اُسْوَةٌ: اَلْاُسْوَةُ وَالْاِسْوَةُ: (قُدْوَةٌ وَقِدْوَةٌ کی طرح) اسم ہے۔ انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جس میں وہ دوسرے کا متبع ہوتا ہے خواہ وہ حالت اچھی ہو یا بُری۔

ہی اتباع الغير على الحالة التي يكون عليها حسنة او قبيحة (اضوار البيان) سرور بخش ہو یا تکلیف دہ۔

اسی لئے آیت نہ ایں اسوۃ کی صفت حسنة لانی گئی ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةً (۲۱:۲۲)

عربی میں کہتے ہیں کہ۔

تَأْسِيَّتُ بِهِ۔ میں نے اس کی اقتدار کی۔ اُسْوَةٌ مادہ اس سے مشتق ہے

اور قرآن مجید میں صرف تین جگہ استعمال ہوا ہے۔ دو جگہ سورت نہ ایں (آیت ۲۱:۲۲)

اور آیت ۲۱-۲۲ میں۔ اُسْوَةٌ کا ترجمہ: نمونہ۔ نمونہ عمل۔ اقتدار، پیروی۔

اُسْوَةٌ اسم ہے کانت کا۔ حَسَنَةً اس کی صفت ہے، فِي اِبْرَاهِيمَ اس کی خبر۔

یا ابراہیم اسوۃ کی صفت بعد صفت ہے۔ لَكُمْ خبر ہے کانت کی۔ يٰ اِبْرٰهِيْمَ

ابراہیم خبر بعد خبر ہے (پہلی خبر لَكُمْ ہے)۔

== وَالَّذِينَ مَعَهُ : واو عاطفہ ہے اَلَّذِينَ اِسْم موصول جمع مذکر جس کا عطف ابراہیم پر  
مَعَهُ اس کے ساتھ۔ صلہ اپنے موصول کا۔ جو اس کے ساتھ تھے۔ جو اس کے ساتھی تھے۔  
مَعَهُ سے کون مراد ہے ؟

والظاہران المراد بالذین معہ علیہ السلام اتباع المؤمنون ارواح  
المعانی، لکن قال الطبری وجماعۃ: المراد بہم الانبیاء الذین کانوا  
قربیا من عصرہ علیہ وعلیم السلام ظاہرا۔

الذین معہ سے مراد حضرت ابراہیم، علیہ السلام کے مومن پیروکار ہیں۔ لیکن طبری اور  
ایک جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ انبیاء ہیں جو ان کے قریب کے ماضی کے زمانہ  
رماضی میں تھے (علیہ وعلیم السلام)

== اِذْ - ظرف زمان ہے اور اِذْ قَالُوا لَقَوْمٌ مَّهْمٌ... سے مراد وقت وجود ہم، ان کے  
وجود یا زندگیوں کا زمانہ ہے۔

اِذْ قَالُوا یعنی جب حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم کے کافروں  
کہا (لِقَوْمِهِمْ)

== اِنَّا بُرَاءُكُمْ..... وَحَدَاکَ یہ قَالُوا کا مقولہ ہے۔

بُرَاءُ - ظُرُفٌ ظُرْفَاءُ کے وزن پر بُرُوءٌ کی جمع ہے بُرَاءَةٌ مصدر سے  
اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ بیزار۔ لا تعلق۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

بُرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ اِلَى الَّذِیْنَ عٰهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ (۹: ۱۱)  
رہے اہل اسلام اب، خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے  
عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے۔ (مادہ ب ر و)

== مِنْکُمْ - اِنَّا بُرَاءُ مِنْکُمْ: ہم بیزاری کرتے ہیں یا ہم بیزار ہیں تم سے، تمہاری ذات  
سے، تمہارے دستور زندگی سے، تمہارے افعال و کردار سے۔

== وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ - واو عاطفہ ہے۔ مِمَّا مرکب، مِنْ حروف جا  
اور ما موصول سے۔ تَعْبُدُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، عبادۃ (باب نصر) مصدر  
تم عبادت کرتے ہو۔ تم پوجتے ہو۔ یہ ما موصولہ کا صلہ ہے۔ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔  
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ - اللہ کے سوا۔ (اور ہم بیزار ہیں ان سے) (بھی) اللہ کو چھوڑ کر جن کی



تم پرستش کرتے ہو (مثلاً بت، ستارے وغیرہ)

== كَفَرْنَا: ماضی جمع متکلم کُفِرُوا (باب نصر) مصدر۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم نے کفر کیا۔

== بِكُمْ: ب تہد یہ کا ہے کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

كَفَرْنَا بِكُمْ: ہم تم سے (قطعاً) انکار کرتے ہیں۔ یعنی ہم تم سے، تمہارے افعال و کردار سے، تمہارے رنگ و ڈھنگ سے، تمہارے دستور زندگی سے اور تمہارے معبودانِ باطل سے۔ سب سے قطعاً لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

== بَدَا: ماضی واحد مذکر غائب۔ بَدَأَ (باب نصر) مصدر۔ ظاہر ہو گیا۔ کھلم کھلا آشکار ہو گیا۔

== الْعَدَاوَةُ: عداوت، دشمنی، دل سے تعلق اور وابستگی کا منقطع ہو جانا۔

== وَالْبَغْضَاءُ: بغض، حقارت، نفرت، مصدر ہے، حُب کی ضد ہے۔

== أَبَدًا: ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔

== حَتَّى: حرف جار ہے، انتہا غایت کے لئے آیا ہے

== تَوَمَّنُوا: مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَوَمَّنُوا تھا۔ عامل کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اِيْمَانٌ (افعال) مصدر۔ تم ایمان لے آؤ۔ حتیٰ کہ تم ایمان لے آؤ۔

== وَحَدَاةً: مصدر منصوب، مضاف کا ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ یعنی ذات و صفات میں یکتا۔ تنہا۔ مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

حَتَّى تَوَمَّنُوا بِاللَّهِ وَحَدَاةً۔ یعنی یہ عداوت تمہارے کفر و شرک میں پڑے رہنے تک ہے۔ ایمان لانے کے بعد بغض و عداوت، محبت و الفت میں بدل جائے گی۔

== إِلَّا: حرف استثناء ہے فِي اِبْرَاهِيمَ مستثنیٰ منہ ہے مضاف محذوف ہے ای فی قول ابراہیم۔

إِلَّا قَوْلَ اِبْرَاهِيمَ فِي قَوْلِ اِبْرَاهِيمَ مستثنیٰ ہے۔

پورا کلام اس طرح ہو گا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي قَوْلِ اِبْرَاهِيمَ اِلَّا قَوْلَهُ اِنَّ بَيْنِي

وَلَا تَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ۔ تمہارے لئے اکبر، عمدہ نمونہ ہے ابراہیم کے قول (و فعل و زندگی) میں سوائے ان کے اس قول کے اپنے باپ کے ساتھ کہ میں ضرور تمہارے لئے رنجش مانگوں گا

== اَسْتَغْفِرَنَّ: مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ واحد متکلم اِسْتَغْفَارُ (استفعال)

مصدر۔ میں معافی چاہوں گا۔ میں بخشش چاہوں گا۔

== وَ مَا أَمَلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ۔ یہ جملہ قول مستثنیٰ کا تکملہ ہے اور  
أَسْتَغْفِرُكَ کے فاعل سے حال ہے۔ مِنْ شَيْءٍ میں مِنْ زائدہ ہے اور شَيْءٍ مفعول  
محل نصب میں ہے۔

اور حال یہ ہے کہ میں خدا کے سامنے تیرے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا (یعنی میں  
صرف بخشش کی دعا ہی کر سکتا ہوں اس سے زیادہ مجھے کچھ اختیار نہیں۔ معاف کرنا نہ کرنا میرے  
بس میں نہیں ہے)

== رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا..... أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ: یہ کلام مستأنف ہے  
اور مفعول ہے اِی قَالُوا رَبَّنَا..... اِنِّحِ اوامر من اللہ للمؤمنین بان ليقولوا  
یا یہ مومنوں کے لئے اللہ کا حکم ہے کہ یوں کہیں۔ رَبَّنَا..... اِنِّحِ (ہمضاوی)

تَوَكَّلْنَا ماضی جمع متکلم تَوَكَّلَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ ہم نے بھروسہ کیا۔ ہم نے اعتقاد کیا  
عَلَى کے صلہ کے ساتھ۔

== اَنْبَتْنَا: رالی کے صلہ کے ساتھ، ماضی جمع متکلم اِنَابَةٌ (افعال) مصدر۔ یعنی رجوع ہونا  
إِلَيْكَ اَنْبَتْنَا۔ ہم تیری طرف رجوع ہوئے۔ ن ب و مادہ۔

== الْمَصِيرُ۔ اسم ظرف مکان و مصدر صیو مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ، قرار گاہ۔  
۶۰: ۵ = رَبَّنَا: مناجات کو محکم کرنے اور درخواستِ رحم میں مزید قوت پیدا کرنے کے  
لئے رَبَّنَا کا دوبارہ ذکر کیا گیا۔

== لَا تَجْعَلْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر جَعَلَ (باب فتح) مصدر۔ تو ہم کو نہ بنا تو ہم کو  
نہ کر۔

== فِئْتَنَةٍ۔ ایک کثیر المعانی لفظ ہے۔ فِتْنَ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے  
ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو سکے۔ اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے  
لئے بھی استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے یَوْمَ هُمَّ عَلَى النَّارِ لِيُفْتَنُوا (۵۱: ۱۳)  
جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

آیت زیر غور میں اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں :-

۱۔ ہم کو کافروں کے ظلم و ستم کا تختہ مشق نہ بنا۔

۲۔ کافروں کو ہم پر مسلط نہ کر۔ کہ وہ ہم کو دکھ لے سکیں۔

۳۔ ہم کو کافروں کا آزمائش کا مقام نہ بنا۔ فِتْنَةً بوجه مفعول منصوب ہے۔  
 = اِغْفِرْ لَنَا۔ اِغْفِرْ واحد مذکر امر معروف۔ غَفْرًا (باب ضرب) مصدر۔ توبخش کے  
 تو معاف کرے۔

غَفْرًا اصل میں ایسے لباس پہناتے کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ  
 رکھ سکے۔

مغفرت الہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ اسی اعتبار  
 سے غَفْرًا کا استعمال معاف کرنے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے  
 محاورہ ہے اِغْفِرْ تَوْبِكَ فِي الْوَعَاءِ۔ اپنے کپڑوں کو صندوق میں ڈال کر

چھپا دو۔

= اَلْعَزِيزُ الْحَكِيمُ؛ زبردست، حکمت والا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۵۹: ۲۴)  
 ۶: ۶۰ = لَكُمْ: ای یا امة محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 تمہارے لئے۔

= فِيْهِمْ۔ فی ابراہیم ومن معہ، حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے دستور  
 زندگی میں اور اعتقاد و عمل میں۔

= لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ۔ یہ بدل ہے لَكُمْ سے۔ یعنی ان لوگوں  
 کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بیٹی اور اس کے ثواب کا نیز روز قیامت کے آنے کا یقین  
 رکھتے ہیں۔

يَرْجُوا۔ مضارع واحد مذکر غائب رَجَاءً (باب نصر) مصدر۔ وہ امید رکھتا ہے  
 وہ ایشہ رکھتا ہے۔ وہ ڈرتا ہے۔

اللّٰهَ بِجالت مفعول منصوب ہے۔ اسی طرح الْيَوْمَ منصوب ہے۔

= وَمَنْ يَتَوَكَّلْ۔ واو عاطفہ۔ مَنْ شرطیہ، جملہ شرط ہے۔

يَتَوَكَّلْ مضارع مجزوم بالشرط۔ اصل میں يَتَوَكَّلُ تھا۔ تَوَكَّلَ (تَفَعَّلَ) مصدر سے  
 اور جو منہ موڑے گا۔ اعراض کرے گا۔ روگردانی کریگا۔ یعنی جو پیغمبروں کی پیروی سے  
 روگردانی کریگا۔

= فَإِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ یعنی جو پیغمبروں کی پیروی سے  
 روگردانی کرے گا (تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا) کیونکہ اللہ بالکل بے نیاز اور اپنی ذات میں محمود ہے

الْعَنِيُّ : صفت مشبہہ کا صیغہ ہے الف لام تعریف کا ہے۔ بے نیاز، غیر محتاج۔  
الْحَنِيدُ، حَمْدٌ سے بروزن رفیع، صفت مشبہہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول یعنی مَحْمُودٌ  
صفت کیا گیا۔ ستودہ۔ تعریف کیا ہوا۔

۶۰ : ۷۰ = عَسَى اللَّهُ - عَسَى : امید ہے، عنقریب، اندیشہ ہے، کھٹکا ہے، جب  
اس کا استعمال اللہ کے لفظ کے ساتھ ہو تو بمعنی امید ہے۔ توقع ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

۲۲ : ۴۷)

= اَنْ : مصدر یہ ہے۔ يَجْعَلْ مضارع منصوب بوجه عملِ اَنْ :  
= عَادَ يَتِمُّ : ماضی جمع مذکر حاضر، مُعَادَاةٌ (مفاعلة) مصدر۔ تم نے دشمنی کی،  
تم نے عداوت رکھی۔

= مِنْهُمْ : میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے  
= مَوَدَّةٌ : محبت، دوستی، (ملاحظہ ہو ۶۰ : ۱۔ متذکرۃ المصدر) فعل یجعل کا مفعول  
عَسَى اللَّهُ فاعل۔ اَنْ يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُمْ مِنْهُمْ مَوَدَّةً خَبْرٌ  
فَائِدَةٌ :-

جب آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ ...  
.... الخ نازل ہوئی تو جو مسلمان ہجرت کر کے مدینہ چلے آئے تھے انہوں نے اس آیت پر عمل  
کرتے ہوئے اپنے کافر عزیز و اقارب سے جو مکہ میں مقیم تھے قطع تعلق کر لیا۔  
اگرچہ وہ بڑے صبر کے ساتھ اس پر عمل پیرا تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اپنے ماں  
باپ، بہن بھائیوں اور قریب ترین عزیزوں سے قطع تعلق کر لینا کتنا صبر آزما کام ہے؟ اس  
لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب تمہارے یہی رشتہ دار مسلمان  
ہو جائیں گے اور آج کی دشمنی کل کو پھر محبت و الفت میں بدل جائے گی۔

آیت کا مطلب ہے کہ کفار مکہ میں سے جن اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ اللہ کے  
حکم کی بجا آوری میں تم نے تعلقات توڑ لئے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تعلقات کو  
بحال کر دے۔ اور یہی ہوا۔ اس بشارتِ خداوندی کے چند ہی ہفتے بعد مکہ فتح ہو گیا اور ماسوا  
چند ایک کے مسلمانوں کے سب عزیز و اقارب مشرف باسلام ہو گئے۔ اور ان کی باہمی  
قربت پھر بحال ہو گئی۔

شاہ عبد القادر رح نے اس جملہ کا ترجمہ یوں کیا ہے "امید ہے کہ اللہ تمہیں

اور جو دشمن ہیں تمہارے ان میں دوستی

== وَاللَّهُ قَدِيرٌ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ۔ جملہ معترضہ تزیلی ہے۔

کلام سابقہ میں جو بشارت دی گئی تھی اس میں جو اس کی صفات کا رفاہیں ان کی تقویت کے لئے یہ جملہ بیان ہوا۔

قَدِيرٌ۔ قدرت والا۔ زبردست، قد سزا سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے غَفُورٌ: بہت بخشنے والا۔ غُفْرَانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

رَحِيمٌ نہایت رحم والا۔ رَحْمَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے اس کی جمع رَحِمَاءُ ہے،

۶۰: ۸ = لَا يَنْهَكُم مَضَارِعُ مَنْفَىٰ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ نَهَىٰ رِبَابٌ فَتْحٌ مَصْدَرٌ۔  
منع کرنا۔ روکنا۔ كُمْ ضمير مفعول جمع مذکر حاضر، وہ تم کو منع نہیں کرتا ہے۔

== لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ: مَضَارِعُ مَجْزُومٌ نَهَىٰ جَد بَلَمَ۔ مَقَاتَلَةٌ وَمِفَاعِلَةٌ مَصْدَرٌ۔ كُمْ ضمير مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم سے نہیں لڑے۔

== اَنْ تَبْرُؤُ هُمْ: اَنْ مَصْدَرِيَّةٌ تَبْرُؤٌ مَضَارِعُ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ، اَصْلٌ فِي تَبْرُؤٍ تَقَا۔ اَنْ كے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تَبْرُؤٌ رِبَابٌ سَمْعٌ مَصْدَرٌ تَمَّ شَيْئًا كَرْتَهُ هُمْ ضمير مفعول جمع مذکر غائب۔ کہ تم ان کے ساتھ احسان کرتے رہو۔

== وَتَقْسِطُوا اِلَيْهِمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے تَقْسِطُوا اِسى وَاِنْ تَقْسِطُوا مَضَارِعُ كَا صِيغَةُ جَمْعٍ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ اِقْسَاطٌ رَا فَعَالٌ مَصْدَرٌ۔

اِلَيْهِمْ۔ جَارٌ مَجْرُورٌ۔ اِنْ كِي طَرَفٌ۔ اِنْ سَعَى، (اور یہ کہ) تَمَّ اِنْ سَعَى اِنْصَافٌ سَعَى مِشْرِ اَوْ قَسَطٌ مَادَّةٌ۔

قَسَطٌ وَقُسُوطٌ مَصْدَرٌ سَعَى (باب ضرب) یعنی بے انصافی کرنا۔ اِسى سے قرآن مجید میں ہے وَ اَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (۲: ۱۵) اور جو گنہگار ہو وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔

اسی مادہ سے مصدر قَسَطٌ وَاَقْسَطُ (باب ضرب) سے اور رِبَابٌ نَصْرٌ سے۔

یعنی انصاف کرنا ہے۔ اِسى سے قرآن مجید میں ہے وَ اَقْسِطُوا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (۹: ۲۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے آیت زیر غور میں اِسى معنی میں آیا ہے۔ ترجمہ آیت یوں ہوگا! «جن لوگوں نے تم سے دین

کے بائے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خداتم کو منع نہیں کرتا۔

== الْمُقْسِطِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ انصاف کرنے والے۔ نیکی کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔

۹:۶۰ = ظَاهِرُوا: ماضی جمع مذکر غائب مَظَاهِرَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ انہوں نے مدد کی انہوں نے معاونت کی۔ انہوں نے پشتیبانی کی۔

== اَنْ تَوَلَّوْهُمْ: عَنِ الذِّينِ فِي الذِّينِ (اسم موصول) سے بدل ہے۔ یعنی اللہ تو ان سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑے۔ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے پر اور لوگوں کی مدد کی۔

اَنْ مصدر یہ ہے تَوَلَّوْهُمْ۔ تَوَلَّوْا مضارع جمع مذکر حاضر ہے۔ اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی تَوَلَّوْنَ ہو گیا اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔ تَوَلَّوْا رہ گیا۔ تَوَلَّى (تفعل) مصدر۔

== وَ مَنْ يَتَوَلَّهُمْ: مَنْ شرطیہ ہے جملہ شرطیہ ہے۔ يَتَوَلَّى مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب۔ تَوَلَّى (تفعل) مصدر اصل میں يَتَوَلَّى تھا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا

== فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ۔ فَ جواب شرط کے لئے اُولَئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر هُمْ۔ پس وہی لوگ ظالم ہیں۔

ظالم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا۔ خواہ کمی یا زیادتی کر کے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے ہٹا کر۔

یہاں دین اسلام میں مسلمانوں سے لڑنے والوں کے ساتھ دوستی کرنے والوں کو ظالم کہا گیا ہے کہ انہوں نے ان سے بجائے عداوت کے دوستی اختیار کی، یا انہوں نے اس طرح عذاب کو اپنے اوپر لاگو کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

۱۰:۶۰ = اِذَا: جب طرف زمان ہے یہاں پر شرط کے معنی کے لئے آیا ہے۔

== مُهَاجِرَاتٍ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث مُهَاجِرَةٌ (مفاعلة) مصدر ہے۔ ہجرت کرنے والیاں۔ یہ اَلْمُؤْمِنَاتُ سے حال ہے یعنی بحالت ہجرت یا مہاجر ہو کر آئیں۔

== فَأَمْتَحِنُوهُنَّ۔ فَ جواب شرط کا۔ اِمْتَحِنُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِمْتِحَانٌ

(افتعال) مصدر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تو ان کا امتحان کر لو۔

== اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ۔ جملہ معترضہ ہے أَعْلَمُ اِفْعَلِ التَّفْضِيلِ کا صیغہ

عِلْمٌ ہے۔ خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔ بَ تَعْدِيہ کے لئے ہے۔ اِيْمَانِهِنَّ

مضاف، مضاف الیہ۔ (اشان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے۔)

== فَإِنْ: وَ تَعْقِيبِ کے لئے ہے اِنْ شرطیہ ہے۔ پھر اگر۔

== عَلِمْتُمُوهُنَّ۔ عَلِمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ عَلِمْتُ مصدر سے۔ تم جان لو۔

تم کو معلوم ہو جائے۔ واؤ اشباع کا ہے هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ہے

(مفعول اول) مُؤْمِنَاتٍ مفعول ثانی، عَلِمْتُمْ کا۔ ایمان والیاں۔

== فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ: وَ جواب شرط کے لئے۔ لَا تَرْجِعُوا فَعْلُ نَهْيِ جمع مذکر حاضر

رَجَعْتُ (باب ضرب) مصدر یعنی واپس کرنا۔ واپس پھیر دینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع

مؤنث غائب۔ تو مت واپس کرو ان کو۔

== لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لِهِنَّ: یہ علت ہے ان کو

واپس کفار کی طرف نہ کرنے کی۔ کیونکہ وہ عورتیں کافروں کے لئے حلال نہیں ہیں۔

اور نہ وہ ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ ضمیر هُمْ کفار کے لئے ہے اور هُنَّ مہاجر مومن

عورتوں کے لئے ہے حِلُّ (باب ضرب) مصدر سے۔

== وَاللَّوْهَمُ: وَادَّ عَاطِفٌ، التَّوَا فَعْلُ اِمْرَجِ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ۔ اَيْتَاءُ (افعال) مصدر۔ یعنی

دینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع ان مومن مہاجر بیویوں کے کافر خاوند ہیں جو وہ

بچے چھوڑ آئیں۔

== مَا أَنْفَقُوا۔ مَا مَوْصُولٌ اَنْفَقُوا اس کا صلہ۔ مَوْصُولٌ وَصَلَةٌ مَلْكَرٌ اَنْفَقُوا کا مفعول ثانی

جو انہوں نے خرچ کیا۔ (یعنی جو ان کے مشرک و کافر خاوندوں نے مہر یا وظیفہ وغیرہ کی صورت میں

ان مومنات مہاجرات پر خرچ کیا تھا۔

اَنْفَقُوا ماضی جمع مذکر غائب (افعال) مصدر۔ جو انہوں نے خرچ کیا۔

== وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوهُنَّ۔ جواب شرط مقدم اِذَا تَنْكِحْتُمُوهُنَّ اَجُورٌ

هُنَّ: شرط مؤخر، یعنی جب تم ان عورتوں کے مہر دے چکو تو ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں

کوئی گناہ نہیں ہے۔

لَا جُنَاحَ كَوْنِي حَرَجٍ نَهَيْ، كَوْنِي گناہ نہیں۔ لَا نَفِي جُنُسٍ كَا هِيَ اس کے عمل سے جُنَاحَ

منصوب ہے۔

اَنْ مصدریہ تَنْكِيحًا مفاعِل کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نِكَاحُ (باب ضرب) مصدر  
هُنَّ ضمیر مفعول جمع مَوْنِث غائب۔ تم ان (عورتوں) سے نکاح کر لو۔

اِذَا ظرف زمان شرطیہ آیا ہے۔ جب۔

اَتَيْتُمُوهُنَّ۔ اَتَيْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِيتَاءُ (افعال) مصدر۔ تم نے

دیا۔ واو اشباع کا ہے هُنَّ ضمیر مفعول جمع مَوْنِث غائب۔ تم نے ان عورتوں کو ادا کر دیا  
تم نے ان کو دیا۔ (جب تم ان کو ان کے مہر دے چکو۔)

= اُجُورَهُنَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَتَيْتُمْ کا۔ ان کے حق، ان کے مہر

= لَا تُمْسِكُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِمْسَاكٌ (افعال) مصدر۔ تم نہ روک رکھو۔

= عِصْمِ الْكُوفِرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عِصْمٌ جمع عِصْمَةٍ کی۔ اس کے اصل

معنی رسی کے ہیں یہاں اس سے مراد عقدِ نکاح ہے۔ نکاح کے بندھن جیسے عقدِ موائت  
عقدِ نکاح وغیرہ۔

کُوفِرِ۔ کافرہ یا کافر و کافرہ دونوں کی جمع ہے یہاں بمعنی ”کافر عورتیں“ ہے۔

لَا تُمْسِكُوا اِلْعِصْمِ الْكُوفِرِ۔ اور نہ روکے رکھو کافر عورتوں کے نکاح کی بندھنیں

یعنی اپنی کافر بیویوں کو اپنے نکاح کے بندھنوں میں مت جکڑے رکھو۔ ان کو اپنے نکاح

میں قائم رہنے پر اصرار مت کرو۔ تم اپنی کافر بیویوں کو اپنے نکاح میں مت روکے رکھو

= وَاسْئَلُوا۔ واو عاطفہ اسْئَلُوا۔ سَوَّالٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم مانگ

= مَا اَلْفَقْتُمْ مَا مَوْصُولٌ۔ اَلْفَقْتُمْ صلہ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ،

(افعال) مصدر۔ جو تم نے خرچ کیا۔

= وَ لِيَسْئَلُوا واو عاطفہ لِيَسْئَلُوا امر کا صیغہ جمع مذکر غائب اور مانگ لیں۔ یعنی

کافر لوگ مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔

= يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ؛ اِی الذی یحکم بینکم جسے وہ تمہارے میں صادر فرماتا ہے

۶۰: ۱۱۔ وَ اِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ۔ جملہ شرطیہ ہے

اِنْ شرطیہ۔ فَاتَكُمْ فَاتٌ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، فَوْتُ (باب نصر)

مصدر۔ اَلْفَوْتُ کسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا۔ کسی چیز کا انسان سے اتنی دور ہو جانا

کہ اس کا حصول اس کے لئے دشوار ہو۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ شَيْءٌ بمعنی



أَحَدٌ هُوَ تَذِيلٌ أَوْ تَحْقِيرٌ كَلِمَةٌ لِفِظِّ شَيْءٍ اسْتِعْمَالُهَا هُوَ هِيَ -  
ترجمہ ہوگا۔

(اے مسلمانو! اگر تمہاری بیبیوں میں کوئی عورت تم سے دور (تم کو چھوڑ کر کفار کی طرف چلی جائے اور اس کی واپسی کی کوئی امید نہ ہو)

== فَعَاقَبْتُمْ: فَ تَعْقِيبٌ كَالْمِهْرِ - عَاقَبْتُمْ مَاضِي كَاصْيَفِهِ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ مَعَاقِبَةٌ (مفاعلتہ) مصدر - تمہاری نوبت آئے - تمہاری باری آئے -

فَعَاقَبْتُمْ فَجَاءَتْ عَقِبَتُكُمْ وَنُوبَتُكُمْ مِنْ أَدَاءِ الْمَهْرِ بَانَ هَاجِرَةٌ  
امراة الكافر مسلمة الى المسلمين ولزمهم اداء مهرها (روح البیان، کشاف،  
بیضاوی)

پھر تمہاری نوبت مہر ادا کرنے کی آئے کہ کافر عورت مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائے اور ان پر اس کا مہر ادا کرنا لازم ٹھہرے۔

== فَاتُّوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَمْوَالُهُمْ - جملہ جواب شرط ہے فَ جِوَابٌ شَرْطِيٌّ هُوَ  
تو ادا کرو ان کو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں۔

== مِثْلَ مَا أَفْقُوا - مِثْلٌ - مَانِدٌ - مِثَابٌ، مَا مَوْصُولٌ - أَفْقُوا مَاضِي كَاصْيَفِهِ  
جمع مذکر غائب انفاق (انفال) مصدر - جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا ان عورتوں پر جو کفار  
کے پاس چلی گئی تھیں۔

== وَاتَّقُوا اللَّهَ؛ وَادَّعَاظِفَ - اتَّقُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر  
اللہ منسوب بوجه مفعول - اور ڈرو اللہ سے۔

== الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ مُؤْمِنُونَ - (جس پر تم ایمان لائے ہو) الَّذِي اسم موصول  
باقی جملہ اس کا صلہ - یہ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

مُؤْمِنُونَ إِيْمَانٌ (أَفْعَالٌ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے - ایمان والے۔  
۱۲:۶۰ = يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا حَسْرَةَ نَدَارِ النَّبِيِّ مَنَادِيٌّ هُوَ - جب منادی پر الف لام

داخل ہو تو مذکر میں آيَهَا اور مؤنث میں آيْتَهَا یا کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے جیسے کہ  
مذکر کی صورت میں يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ (آیت نداء) اور مؤنث کی صورت میں يَا أَيُّهَا

النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۴:۸۹) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ - لے نبی۔

== إِذَا ظَنَّنَ رَمَانَ - شَرْطِيَّةٌ - إِذَا جَاءَكَ ..... الخ جملہ شرطیہ ہے

== حَجَّاءُ لَكَ تِيرَے پاس آئے۔ یہاں جَاءَ بمعنی صیغہ جمع ہے۔ جب تیرے پاس آئیں  
 == يُبَايِعُنَكَ مَضَارِعُ جمع مَوْنَتٌ غَائِبٌ مُبَايَعَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ وہ عورتیں  
 بیعت کریں۔ لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تیری۔

جب آپ کے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں۔ يُبَايِعُنَكَ  
 مال ہے اَلْمَوْنَتُ سے۔

== عَلَيَّ اس بات پر

== اَنْ لَا يُشْرِكَنَّ بِاللَّهِ۔ اَنْ مصدر یہ ہے لَا يُشْرِكَنَّ مَضَارِعُ منفي جمع مَوْنَتٌ  
 غَائِبٌ اِشْرَاكٌ (افعال) مصدر۔ وہ شریک قرار نہیں دیں گی۔  
 بِاللَّهِ شَيْئًا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو۔

== وَلَا يَسْرِقَنَّ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ (لَا يُشْرِكَنَّ) پر ہے۔ لَا يَسْرِقَنَّ  
 مَضَارِعُ منفي جمع مَوْنَتٌ غَائِبٌ اور نہ وہ چوری کریں گی۔

== وَلَا يَزْنِيَنَّ۔ اس کا عطف بھی لَا يُشْرِكَنَّ پر ہے اور نہ زنا کریں گی۔  
 مَضَارِعُ منفي جمع مَوْنَتٌ غَائِبٌ زِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

== وَلَا يَقْتُلَنَّ مَضَارِعُ منفي جمع مَوْنَتٌ غَائِبٌ قَتْلٌ (باب نصر) مصدر سے۔  
 اور وہ قتل نہ کریں گی۔ ماقبل کی طرح اس کا عطف بھی لَا يُشْرِكَنَّ پر ہے۔

== اَوْ لَا دَهْنًا۔ "مضاف مضاف الیہ" اپنی اولاد کو

== وَلَا يَأْتِيَنَّ مَضَارِعُ منفي جمع مَوْنَتٌ غَائِبٌ اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔  
 ب کے صلہ کے ساتھ۔ یعنی وہ نہیں کریں گی۔ وہ نہیں لائیں گی۔ اس جملہ کا عطف بھی  
 لَا يُشْرِكَنَّ پر ہے۔

== بِبُهْتَانٍ۔ مفعول ہے بوجہ حرف جر مجرور ہے۔ ایسا صریح جھوٹ کہ جس کو سُن کر  
 سننے والا حیران و ششدر رہ جاتے۔

== يَفْتَرِيَنَّ مَضَارِعُ جمع مَوْنَتٌ غَائِبٌ اِفْتِرَاءٌ (افعال) مصدر  
 ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع بہتان ہے۔ جس کو وہ خود گھڑ رہی ہوں۔

اس صورت میں یہ يَأْتِيَنَّ کی ضمیر جمع مَوْنَتٌ سے حال ہے۔ یا جسے انہوں نے خود  
 گھڑا ہو اس صورت میں یہ بُهْتَانٌ کی نعت ہے۔

== بَيْنَ آيِدٍ يُهِنُّ۔ بَيْنَ کے معنی درمیان، بیچ، جُدائی، ملاپ، دو چیزوں کے

درمیان وغیرہ ہیں۔

لیکن جب اس کی اضافت آيْدِيُّ یا اَرْجُلِي کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ یہاں بَيْنَ مضاف ہے اور اس کی اضافت ایدِیہن کی طرف آيْدِيُّنَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہے بَيْنَ کا۔  
اسی طرح اَرْجُلِهِنَّ کی صورت ہے لہذا اس کا معنی ہوگا۔ روبرو، سامنے، دیدہ والستہ۔

جملہ کا ترجمہ ہوگا۔

اور وہ کوئی دیدہ والستہ، خود ساختہ بہتان نہ باندھیں گی!

== وَلَا يَعْصِيَنَّكَ - وَاذْ عَاطِفًا، لَا يَعْصِيَنَّكَ مَضَارِعٌ مَنفَعِيٌّ جَمْعُ مَوْنٌ غَائِبٌ -  
عِضْيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ كَ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ۔ اور وہ نافرمانی نہیں کریں گی۔ اس جملہ کا عطف بھی لَا يُشْرِكُنَّ پر ہے

== فِي مَعْرُوفٍ - معروف احکام میں۔ نیکی کے امور میں۔ یعنی وہ کسی (شرعی) نیکی کرنے میں اور گناہ اور بدی سے باز رہنے میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

== فَبَايَعُهُنَّ - ف جواب شرط کے لئے ہے بَايَعُ امر واحد مذکر حاضر هُنَّ ضمير مفعول جمع مَوْنٌ غَائِبٌ - مُبَايَعَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ تو ان عورتوں کو بیعت کر لے یہاں مبایعت کا بیعت قبول کرنے اور عہد لینے اور معاہدہ کے معنی میں استعمال مجاز ہے۔

== وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ - جملہ سابقہ کا معطوف ہے اسْتَغْفِرُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اسْتَغْفَارُ (استفعال) مصدر۔ تُوْجُشْشٌ مانگ۔ تو مغفرت کی دعا کر۔ هُنَّ ضمير مفعول جمع مَوْنٌ غَائِبٌ - ان کے لئے۔ اللَّهُ مفعول ثانی۔ تو ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کر۔

== إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ - اللَّهُ اسمِ اِنْتِ منصوب، غَفُورٌ رَحِيمٌ خبر (مرفوع)  
۱۳:۶۰ = لَا تَتَوَكَّلُوا - فعل نہیں، جمع مذکر حاضر۔ تَوَكَّلُوا (تفعل) مصدر، دستہ مت رکھو۔ دوستی نہ کرو۔

== قَوْمًا - منصوب بوجہ مفعول۔ اس قوم سے۔

== غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ - هُمُ ضمير جمع مذکر غائب کا مرجع قَوْمًا ہے۔

جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ جن پر اللہ غصہ ہوا۔ قَوْمًا کی نعت ہے۔ قوم سے مراد یا تو یہودی ہیں یا عام کافر مراد ہیں۔

== قَدْ يَلْسُوا۔ ماضی پر داخل ہو کر قَدْ تاکید کا فائدہ دیتا ہے يَلْسُوا ماضی جمع مذکر غائب يَأْسُ (باب سمع) مصدر۔ تحقیق وہ ناامید ہو گئے (آخرت سے) یہ بھی قَوْمًا کی نعت ہے۔

== كَمَا يَلْسَى۔ کما مرکب ہے ک تشبیہ اور ما موصولہ سے اور بعد کو آنے والا جملہ ما کا صلہ ہے۔

يَلْسَى۔ ماضی واحد مذکر غائب (اوپر ملاحظہ فرمائیں يَلْسُوا آیت ہذا) یعنی جس طرح کافر لوگ قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے اور ان کے ثواب و عذاب پانے کی امید نہیں رکھتے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا آخرت کے مایوس ہو چکے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

## (۶۱) سُورَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۳)

۱:۶۱ = سَبَّحَ لِلَّهِ - سَبَّحَ ماضی واحد مذکر غائب تَسْبِيحٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔  
اس نے پاکی بیان کی۔ کَسَبِيحٌ بمعنی سُبْحَانَ اللَّهِ کہنا۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔  
= مَا فِي السَّمَوَاتِ مَا مَوْصُولٌ فِي السَّمَوَاتِ اس کا صلہ۔ جو کوئی چیز آسمانوں  
میں ہے (نیز ملاحظہ ہو، ۵:۱)

= الْعَزِيزُ - غالب۔ زبردست، عِزَّةٌ سے (فَعِيل) کے وزن پر بمعنی فاعل۔  
مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= الْحَكِيمُ: حکمت والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۲:۶۱ = لِمَ یہ لفظ مرکب ہے لام تعلیل اور مَا استفہامیہ سے۔ مَا کے الف کو تخفیفاً  
ساقط کر دیا گیا ہے۔ کیوں۔ کس وجہ سے۔ کس لئے۔

= مَا لَا تَفْعَلُونَ، مَا مَوْصُولٌ - لَا تَفْعَلُونَ صلہ۔ جو تم کرتے نہیں۔

۳:۶۱ = كَبُرَ مَقْتًا - كَبُرَ ماضی، واحد مذکر غائب۔ كَبُورٌ (باب کرم)

مصدر۔

عربی زبان میں جس لفظ کا اصلی مادہ ک ب ر سے مرکب ہوتا ہے اس کے مفہوم  
میں بڑائی کے معنی ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن بڑائی کی نوعیت جُدا جُدا ہوتی ہے۔ جیسے الْكَبِيرُ  
الْمُتَعَالِ (۱۳:۹) مرتبہ اور عظمت میں بڑائی۔

اَصَابَهُ الْكَبِيرُ (۲۶۶:۳) عمر میں بڑائی۔ پیری، بڑھاپا۔

فِيهِمَا اِنَّكُمْ كَبِيرٌ (۲۱۹:۲) گناہ میں بڑائی۔ وغیرہ

مَقْتًا۔ بغض، عناد، غصہ، بیزاری، (باب نصر) سے مصدر ہے۔ بوجہ تمیز منصوبہ

ازروئے بیزاری، ازروئے ناپسندیدگی۔

== اَنْ تَقُولُوا - اَنْ مصدر۔ تَقُولُوا مضارع منصوب بوجه عمل اَنْ۔ جملہ  
اَنْ تَقُولُوا بتاویل مصدر فاعل ہے۔

== عِنْدَ اللَّهِ - متعلق کبر ہے۔ (یہ اَنْ تَقُولُوا سے پہلے ہے معنی کی غلطی سے ایسا ہوا)  
== مَا لَا تَفْعَلُونَ - ما موصولہ لَا تَفْعَلُونَ، صلہ ہے۔ جو تم نہیں کرتے۔  
ترجمہ ہوگا۔

تمہاری وہ بات جو تم عملاً نہیں کرتے اللہ کے نزدیک بڑی ناپسندیدہ ہے :  
۴:۶۱ = صَفًا: قطار۔ صف۔ یہ اصل میں صَفَّ يَصِفُّ رباب نصر کا مصدر ہے  
جس کے معنی قطار باندھنے کے آتے ہیں اور خود قطار کے معنی میں بھی بطور اسم مستعمل ہے  
صَفَّ قطار، صف، جس کی جمع صَفُوفٌ ہے۔ صَاتٌ اسم فاعل۔ صف یا قطار  
باندھنے والا۔ جمع صَافُونَ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے

وَإِنَّا لَنَخُنُّ الصَّافُونَ (۳: ۱۶۵) اور ہم ہی ہیں قطار باندھنے والے۔  
== كَأَنَّهُمْ - كَانَ حرف مشبہ بفعل، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب گویا وہ (ہیں)  
== بُيُوتٌ: عمارت، یہ واحد ہے۔ جمع نہیں کیونکہ بُيُوتٌ مَرُصُوصٌ میں  
بُيُوتٌ کی صفت بھی مذکر ہے۔ جمع ہوتی تو صفت مؤنث ہوتی۔  
بعض علماء کا خیال ہے کہ بُيُوتٌ، بُيُوتَانَةٌ کی جمع ہے جیسے شَعِيرٌ شَعِيرَةٌ  
کی اور تَمْرٌ تَمْرَةٌ کی۔ اور نَخْلٌ نَخْلَةٌ کی اور اس قسم کی جمع کی تذکیر  
و تانیث دونوں جائز ہیں۔

== مَرُصُوصٌ: رَصٌّ (باب نصر) سے مصدر۔ اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ہے  
رَصٌّ عمارت کو خوب بھینچ ہوئی بنانا۔ مَرُصُوصٌ سیہ پلایا ہوا۔ مضبوط، ایسی  
عمارت کہ اس کے اجزار کا باہم اتنا پیوستہ ہو جانا کہ خلا بالکل نہ ہے۔  
صَفًا حال ہے يُقَاتِلُونَ کے ضمیر فاعل سے۔

فِي سَبِيلِهِ يَنْهَى ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ كَأَنَّ اللَّهَ هُوَ۔ كَأَنَّهُمْ  
بُيُوتٌ مَرُصُوصٌ یہ بھی يُقَاتِلُونَ کے ضمیر فاعل سے حال ہے  
۵:۶۱ = وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ - کلام مستأنف ہے واو عاطفہ۔ اس سے قبل کلام محذوف  
ہے۔ اسی اذکر الوقت إِذْ قَالَ مُوسَىٰ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو وہ  
وقت جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔

یا۔ اذکر لہؤلاء المعرضین عن القتال وقت قول موسیٰ لقومہ۔  
ان دشمنان دین سے قتال پر اعتراض کرنے والوں کو وہ وقت یاد کراؤ جب حضرت موسیٰ  
(علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا تھا

== یَقَوْمُ..... رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ۔ یہ قال کا مفعول ہے۔

لَمَ۔ کیوں، کس لئے (ملاحظہ ہو آیت ۲:۶۱ متذکرۃ الصدر)

تَوَدُّوْنَ نَبِيَّ، مضارع جمع مذکر حاضر، اِيْدَاؤُ (افعال) مصدر۔ نون و قایہ می ضمیر  
مفعول واحد متکلم ہے۔ تم مجھے ستاتے ہو۔ تم مجھے ایذا دیتے ہو۔

== وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ۔ جملہ حالیہ ہے ان کے انکار کی تاکید کے  
لئے آیا ہے۔ قَدْ تحقیق کے معنی میں اور مضارع کا استعمال استمرار کے لئے ہے۔

== فَلَمَّا فَن تَعْقِبِ كَاہے لَمَّا حرف شرط ہے لَمَّا زَاْعُوْا جملہ شرط ہے اَزَاغِ  
اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ جملہ جزائیہ ہے۔ بعض کے نزدیک لَمَّا حرف شرط نہیں ہے بلکہ اسم ظرف  
ہے حِيْنَ كَاہم معنی۔

== زَاْعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب زَاْيُغ (باب ضرب) مصدر۔ وہ پھر گئے۔ وہ کج ہو گئے  
وہ بہکے گئے۔

== اَزَاغِ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ۔ اَزَاغِ ماضی واحد مذکر غائب اَزَاغَةُ (افعال) مصدر  
قُلُوْبَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول فعل اَزَاغِ كَا۔ اللہ نے ان کے دلوں کو  
ٹوٹھا کر دیا۔

== وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ جملہ معترضہ تزیلی۔ مضمون ما سبق کی تاکید  
کے لئے۔ یعنی کج روؤں کے دلوں کو ٹوٹھا کر دینا۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت یاب نہیں  
کرتا۔

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۔ موصوف و صفت مل کر لَا يَهْدِي كَا مفعول۔

== وَ اِذْ قَالَ عِيسٰی۔ اس کا عطف اذ قال موسیٰ پر ہے اور یاد کرو وہ وقت  
جب عیسیٰ نے کہا۔

== يٰبَنِيْ اِسْرٰئِيْلَ..... اِسْمُ اَحْمَدُ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اور  
قال کا بیان ہے۔

== مُصَدِّقًا۔ حال مؤکدہ۔ اس میں عامل رَسُوْلُ ہے مُصَدِّقًا لَمَّا بَيْنَ يَدَيْ

مِنَ التَّوْرَةِ - ای مصداقاً لما تقدّم من التوراة - میں تصدیق کرنے والا ہوں  
تورات کی جو مجھ سے پہلے (موجود) ہے -

== مَا بَيْنَ يَدَيَّ - ما موصولہ - بین یدتی، مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ، بین ید کی  
ان قبلی - میرے سے پہلے، ایسرالتفاسیر (نیز ملاحظہ ہو بین ایدین ۶۰: ۱۲)  
== مُبَشِّرًا - یہ بھی حال ہے - یعنی اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں  
بحالیکہ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو میرے سے پہلے موجود ہے اور بشارت دینے  
والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آنے والا ہے -

== اِسْمُهُ اِحْمَدٌ: اِسْمُهُ مضاف مضاف الیہ کا کی ضمیر کا مرجع رسول ہے - جس کا  
نام احمد ہے - یہ رسول کی نعت ہے (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام ہے)  
== فَكَمَا - ف تعقیب کا ہے کَمَا یعنی حینَ اسم ظرف زمان ہے - پھر جب، پس جب  
== اَلْبَيِّنَاتِ - کھلی نشانیاں، روشن دلائل، بَيِّنَاتٌ کی جمع ہے -

== سِحْرٍ مُّبِينٍ - موصوف و صفت - کھلا جادو -  
فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ: لفظی ترجمہ ہوگا:  
پس جب وہ آیا ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے

## فَائِدَةٌ:-

۱- جَاءَ کی ضمیر فاعل اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے تو هُمْ ضمیر کا مرجع  
بنی اسرائیل ہیں -

اور اگر جَاءَ کی ضمیر فاعل کا مرجع اِحْمَدٌ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہے  
تو هُمْ سے مراد کفار قریش ہوں گے -

اول الذکر کی صورت میں بیانات سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہوں  
مثلاً مردوں کو زندہ کرنا - مادر زاد اندھوں بنا کر ناوغیرہ -

مؤخر الذکر کی صورت میں ان سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات  
ہوں گے: مثلاً شق القمر، اور سب بڑھ کر دوامی معجزہ قرآن کریم پیش کرنا -

۲- اسی طرح قَالُوا سے مراد اول الذکر میں بنی اسرائیل ہوں گے اور دوسری صورت میں کفار

۳- هَذَا سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت میں ان کے معجزات یا ان کی ذات،



اور دوسری صورت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا ان کی ذات مبارکہ۔  
۱۴۔ هَذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ۔

بیضاوی لکھتے ہیں:۔ الاشارة الى ما جاء به اواليه وتسميته سِحْرًا للمبالغة  
(اس میں) اشارہ ہے ان بیانات کی طرف جو وہ لائے یا ان کی ذات کی طرف ان کو یعنی ان کی  
کھلی ہوئی نشانیوں کو یا ان کی ذات کو سحر، بیان کرنا مبالغہ کے لئے ہے۔  
۶۱: ۷ = وَمَنْ رَاؤْ عَاطِفًا، مَنْ اسْتَفْهَمِيهْ هِيَ۔

= اَظْلَمُ ظُلْمًا مِّنْ اَفْعَلِ التَّفْضِيلِ كَاصْفِيهْ هِيَ زِيَادَهْ ظَالِمٍ۔ زيادہ حق سے تجاوز کرنے والا

= مِمَّنْ۔ مرکب ہے مِّنْ حرف جار اور مِمَّنْ اسم موصول سے۔ اس سے جو...

= اِفْتَرَىٰ : ماضی واحد مذکر غائب افتراء (افتعال) مصدر سے جس کے معنی ہیں بہتان  
باندھنا۔ اِفْتَرَىٰ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان باندھا۔

= الْكَذِبِ۔ جھوٹ کا۔ اِفْتَرَىٰ کا مفعول ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔

= وَهُوَ يُدْعَىٰ اِلَى الْاِسْلَامِ : جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے  
ہو سے مراد وہ شخص جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے۔

يُدْعَىٰ مضارع مجہول واحد مذکر غائب دَعْوَةً باب نصر مصدر۔ اس کو بلایا جاتا ہے  
= وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ : اور اللہ ایسے ظالم (ناسخ شناس) لوگوں کو  
ہدایت یاب نہیں کرتا۔ یہ جملہ مضمون سابق کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

۶۱: ۸ = يُرِيدُونَ... بِاَفْوَاهِهِمْ۔ یہ جملہ ان کے اقرار کی غرض و غایت بیان  
کرتا ہے۔

يُرِيدُونَ: مضارع جمع مذکر غائب اِرَادَةً (افعال) مصدر وہ چاہتے ہیں۔

لِيُظْفِنُوا یہاں اَنْ مقدرہ ہے لام زائدہ تاکید کے لئے آیا ہے۔ کلام یوں ہوگا:  
يُرِيدُونَ اَنْ يُظْفِنُوا۔ يُظْفِنُوا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ مقدرہ جمع مذکر غائب  
اِظْفَانًا (افعال) مصدر۔ کہ وہ بچادیں۔

كُفِنَتِ النَّارُ کے معنی آگ بجھ جانے کے ہیں اور اِظْفَانًا (افعال) کے معنی  
پھونک سے بچانے کے ہیں۔ طَفَّ عَمَادًا:

== نُوْرَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا نور۔ اللہ کے دین کی روشنی، اللہ کا دین، اس سے مراد قرآن مجید اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں۔

== بِأَفْوَاهِهِمْ؛ ب استعانت کی ہے۔ أَفْوَاهِهِمْ؛ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے منہ بِأَفْوَاهِهِمْ۔ اپنے منہ سے (بھونک مار کر)

أَفْوَاهَهُمْ کی جمع ہے۔ فَمِنْهُمُ اصل میں فُؤَاهُ تھا کہ کوگر کر واو کو م

سے بدل دیا گیا۔

== وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُورِهِ؛ جملہ عالیہ ہے اللہ مبتداء۔ مُتِمُّ نُورِهِ اس کی خبر۔

مُتِمُّ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف، اِتِّمَامٌ (افعال) مصدر تہ۔ پورا کرنے والا۔ کامل کرنے والا۔ نُورِهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مُتِمُّ کامضاف الیہ۔ حال یہ ہے کہ اللہ اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے۔

== كَوْ؛ خواه۔ كَوْ منصلہ ہے۔ یعنی کافروں کی خوشی ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں۔

== كِرَّةً؛ ماضی واحد مذکر غائب کَوَّاهَةً (باب جمع) مصدر۔ ناپسند کرنا۔ بُرَّاجَانًا۔ نفرت کرنا (منکرین پڑے بُرا مانا کریں۔ خواہ کافر اس کو سخت ناپسند کریں)۔

== ۶۱: ۹ = هُوَ الَّذِي۔ وہ ذات ہے۔ جس نے،

== الْهُدَى۔ ای القرآن۔

== دِينَ الْحَقِّ۔ اس کا عطف الہدٰی پر ہے ای و بدین الحق۔ دین حق، دین الہی اسلام۔ ملّت حنفیہ۔

== لِيُظْهِرَهُ؛ لام تعلیل کا۔ يُظْهِرُ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) اِظْهَارٌ دِافِعًا مصدر۔ اَضْمِيرٌ مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع دین حق ہے۔ يُظْهِرُ کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ تاکہ وہ اس کو غالب کرے۔

== الدِّينِ كُلِّهِ؛ ای جمیع الادیان المخالفة۔ اسلام کے مخالف حملہ دین۔

== وَكَوْكَرَةَ الْمُشْرِكُونَ؛ مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

== ۶۱: ۱۰ = هَلْ حَسْرَتٌ لِّمَن كَانَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

معنی کے لئے مخصوص کر دیتا ہے۔ کیا؟ تحقیق بمعنی قَدْ کے لئے بھی آتا ہے۔

== اَدُّكُمْ عَلٰی۔ اَدُّكُمْ مضارع واحد متکلم دلالتہ (باب نصر) مصدر۔ علی۔

صلہ کے ساتھ۔ کسی طرف رہنمائی کرنا۔ بتانا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، کیا میں

تم کو بتاؤں یا آگاہ کروں۔ یا تمہاری راہنمائی کروں۔

== تَنْجِيكُمْ: تَنْجِي مَضارعٌ وَاَحَدُ مَوْنَتٍ غَائِبٍ اِنْجَاءٌ رَاْفِعَالٌ مصدرٌ بِنجاتٍ دِيْنًا۔  
بِنجاتٍ پانا۔ كُمْ ضميرٌ مفعولٌ جمعٌ مذکرٌ حاضرٌ، وَهَمْ كَوْنُ بِنجاتٍ دِيْنًا، وَهَمْ كَوْنُ بِنجَالِي۔ ياءٌ بِجَالِي لِيَكُنَّ  
ن، ج، و، مادّة۔

۶۱: ۱۱ = تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ مَضارعٌ وَاَحَدُ مَوْنَتٍ غَائِبٍ اِيْمَانٌ رَاْفِعَالٌ مصدرٌ تَمَّ اِيْمَانٌ  
لَا وُكِّلَ يَلَاتِي هُوَ اللّٰهُ كَسَاة۔

== وَجَاهِدُوْنَ وَاَوْعَاطِفٌ۔ جَاهِدُوْنَ صِيغَةٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ مَضارعٌ مَعْرُوفٌ۔ مُجَاهِدَةٌ  
(مُقَاعَلَةٌ) مصدرٌ۔ بِمَعْنَى دَشْمَنِ كِي مَدَافَعَتٍ فِي مَقْدُورٍ بَهْرٍ كُوشَشٍ وَطَاقَتٍ مَرَفٍ كَرْنًا۔ تَمَّ  
جِهَادٌ كَرْتِي هُوَ۔

جہاد کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ ظاہری دشمن سے جہاد۔

۲۔ شیطان سے جہاد۔

۳۔ نفس سے جہاد۔

جَاهِدُوْنَ كَا عَطْفٍ تُوْمِنُوْنَ پَر هِي۔

جملہ تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ..... وَالنَّفْسِ كُمْ اسْتِيْنافٌ بِيَانِيَهِي۔ جِيْسَا كَر كُها جَاتِي  
مَا هَذِي التَّجَارَتِي؟ دَلِيْنَا عَلِيْهَا۔ اور جواب ميں كُها جَاتِي: تُوْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ..... الخ  
ہر دو مَواعِقِ پَر (تُوْمِنُوْنَ وُجَاهِدُوْنَ) مَضارعٌ بِمَعْنَى امْرِي هِي۔

پوچھا جاتے وہ کونسی تجارت ہے جو ہمیں عذاب الیم سے بجات دے گی؟ اور  
جواب دیا جائے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں  
اپنے ماؤں اور جانوں سے۔

== ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ه اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ جملہ شرط ہے  
شرط مؤخر۔ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ جواب شرط مقدم ہے:

ذَلِكُمْ، ذَا اسم اشارہ كُمْ ضميرٌ جمعٌ مذکرٌ حاضرٌ خطابٌ كِي لِيُنْفِي بِهِي رِي هِي، اس  
ميں اِيْمَانٌ بِاللّٰهِ اِيْمَانٌ بِالرُّسُولِ وَجِهَادٌ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ مَشَارُؤُ اليه هِي۔

خَيْرٌ اَفْعَالٌ التَّفْضِيلِ كَا صِيغَةٌ هِي۔ يَعْنِي خَوَاصِّاتٍ كِي پِيروي كَرْنِي اور جان و مال كو  
راہِ خُدا ميں خسرانِ كَرْنِي سِي بَہْتَرِي هِي۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ : اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تو سمجھو اور یہ تجارت کرو اس کو نہ چھوڑو۔  
 ۱۲:۶۱ = يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ : جواب شرط ہے اور شرط محذوف ہے۔

کلام یوں ہوگا۔

اِذَا فَعَلْتُمْ ذَلِكَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ (الحازن)

جب تم ایسا کرو گے تو (اللہ) تمہارے گناہ معاف کرے گا (تفسیر منطوی)۔  
 یَغْفِرْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب، وہ بخش دے گا۔ وہ معاف کر دینا  
 ذُنُوبَكُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ذُنُوبٌ جمع ذَنْبٌ کی۔ تمہارے گناہ۔

= وَ يَدْخُلْكُمْ : واو عاطفہ۔ اس کا عطف یَغْفِرْ لَكُمْ پر ہے مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط  
 اور تم کو داخل کرے گا۔

= جَنَّتْ منصوب بوجہ مفعول فیہ ہے۔ جنتوں میں، باغات میں۔

= تَحْتِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہاضمیر کا مرجع جَنَّتْ ہے۔ تَحْتِ نیچے۔ یہ قوق کی  
 ضد ہے اسم ظرف مکان۔ ان کے نیچے

= مَسَاكِنَ لَيْتِيَّةً : موصوف و صفت، عمدہ مکان۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے  
 جَنَّتْ کے۔

مَسَاكِنَ جمع ہے مَسْكَنٌ کی یعنی گھر، مکان، منزلیں۔ مَسْكُونٌ سے اسم ظرف  
 مکان ہے۔

= جَنَّتْ عَدْنٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عدن کے باغات۔ عَدْنٌ سات نخلوں  
 میں ایک کا نام ہے۔ اسم علم ہے۔

بعض کے نزدیک، یہ جنت کی صفت ہے۔ اور جنت عدن موصوف صفت  
 یعنی دائمی طور پر بسنا۔ ایسے باغات میں جہاں دائمی طور پر بسنا ہوگا۔

= ذَلِكَ یعنی گناہوں کی مغفرت اور جنت میں داخلہ،

= الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ موصوف و صفت۔ بہت بڑی کامیابی۔

۱۳:۶۱ = وَ اٰخِرٰی۔ تقدیر کلام یوں ہے وَ يُعْطِيْكُمْ اٰخِرٰی اے یعطیکم نعمة اٰخِرٰی  
 اور وہ نہیں ایک اور نعمت عطا کرے گا۔

اٰخِرٰی منصوب بوجہ يُعْطِيْكُمْ کے مفعول ثانی ہونے کے، نعمة کی صفت ہے  
 = تُحِبُّوْنَہَا: ای التي تحبونها۔ جسے تم پسند کرو گے۔

== نَصْرٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٍ قَرِيبٍ : خبر میں مبتدا محذوف کی۔ ای ہی نصر من اللہ یعنی وہ نعمتِ آخری اللہ کی مدد ہے اور جملہ فتح یابی۔

== وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ اور (اے رسول) آپ ایمان والوں کو بشارت دیدیجئے۔ صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ: یعنی آپ قریبی فتح اور نصرت کی جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے مسلمانوں کو بشارت دیدیجئے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا سے پہلے امر کا صیغہ یعنی قُلْ محذوف ہے اور بَشِّرِ کا عطف قُلْ پر ہے لہذا اس صورت میں امر کا عطف امر پر ہوگا، یا بَشِّرِ کا عطف تَوَمَّنُونَ پر ہو۔ کیونکہ تَوَمَّنُونَ بظاہر خبر ہے لیکن امر مراد ہے۔

اب مطلب اس طرح ہوگا!

اے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ مومنوں کو فتح کی بشارت دیجئے:

۱۴:۶۱ = كُونُوا أَنْصَارَ اللَّهِ - كُونُوا امر کا صیغہ جمع منکر حاضر كُونُوا (باب نصر) مصدر۔ تم ہو جاؤ۔ تم بن جاؤ۔ أَنْصَارَ۔ منصوب بوجہ كُونُوا کی خبر کے ہے نَصِيرٌ کی جمع ہے۔ جیسے شَرِيفٌ کی جمع أَشْرَافٌ ہے۔ مضاف ہے اللہ مضاف الیہ ترجمہ۔

تم اللہ کے مددگار بن جاؤ۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے:-

تم اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ (الخازن، مدارک التنزیل، علامہ پانی پتی)

علامہ مودودی أَنْصَارَ اللَّهِ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اللہ کا مددگار اس لئے نہیں کہا گیا کہ اللہ رب العالمین معاذ اللہ کسی کام کے لئے اپنی کسی مخلوق کی مدد کا محتاج ہے بلکہ یہ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ زندگی کے جس دائرے میں اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو کفر و ایمان اور طاعت و معصیت کی آزادی بخشی ہے اس میں وہ لوگوں کو اپنی قوتِ قاہرہ سے کام لے کر بجز مومن و مطیع نہیں بناتا بلکہ اپنے انبیاء اور اپنی کتابوں کے ذریعے سے ان کو راہِ راست دکھانے کے لئے تذکیر و تعلیم اور تفہیم و تلقین کا طریقہ اختیار کرتا ہے اس تذکیر و تعلیم کو جو شخص برضا و رغبت قبول کرے وہ مومن ہے۔ جو عملاً مطیع و فرمانبردار بن جائے وہ مسلم و قانت اور عابد ہے۔ اور

جو خدا ترس کارویہ اختیار کر لے وہ متقی ہے۔ جو اسی تذکیر و تسلیم کے ذریعے سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے لگے وہ محسن ہے اور اس سے مزید ایک قدم آگے بڑھ کر جو اسی تذکیر و تسلیم کے ذریعے سے بندگانِ خدا کی اصلاح اور کفر و فسق کی جگہ اللہ کی اطاعت کا نظام قائم کرنے کے لئے کام کرنے لگے اسے اللہ تعالیٰ خود اپنا مددگار قرار دیتا ہے۔

== گما۔ مرکب ہے کُ تشبیہ اور ما موصولہ سے :-

ای انصروا دین اللہ مثل نصرة الحواریین لما قال لہم عیسیٰ (من انصاری الی اللہ) فقالوا (نحن انصار اللہ) او کونوا انصار اللہ کما کان الحواریون انصار عیسیٰ حین قال لہم من انصاری الی اللہ (شوکانی)

یعنی اللہ کے دین کی حواریوں کی طرح مدد کرو کہ جب ان سے حضرت عیسیٰ نے کہا کہ کون ہے اللہ کی راہ میں میرا مددگار تو انہوں نے کہا (ہم ہیں اللہ کے مددگار) یا اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسے کہ حواریوں حضرت عیسیٰ کے مددگار بن گئے تھے جب اس نے ان سے کہا کون ہے اللہ کی راہ میں میرا مددگار۔

حواریوں کی تشریح میں علامہ مودودی تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے لئے بائبل میں عموماً لفظ "شاگرد" استعمال کیا گیا ہے لیکن بعد میں ان کے لئے "رسول" کی اصطلاح عیسائیوں میں رائج ہو گئی۔ اس معنی میں نہیں کہ وہ خدا کے رسول تھے بلکہ اس معنی میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو اپنی طرف سے مبلغ بنا کر اطرافِ فلسطین میں بھیجا کرتے تھے۔

اس کے مقابلہ میں قرآن کی اصطلاح "حواری" ان دونوں مسیحی اصطلاحوں سے بہتر ہے اس لفظ کا اصل حَوْرٌ ہے جس کے معنی سفیدی کے ہیں دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کیونکہ وہ کپڑے کو دھو کر سفید کر دیتا ہے۔ خالص اور بے آمیز چیز کو بھی حواری کہا جاتا ہے۔ جس آٹے کو چھان کر بھوسی نکال دی گئی ہو اسے حَوْرِیٰ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں خالص دوست اور بے غرض حامی کیلئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

ابن سیدہ کہتا ہے ہر وہ شخص جو کسی کی مدد کرنے میں مبالغہ کرے وہ اس کا حواری (لسان العرب)

امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں :-

الْحَوْرُ (باب نصر) کے اصل معنی پلٹنے کے ہیں خواہ وہ پلٹنا بطور ذات کے ہو،

یا بلحاظ فکر کے۔

اور آیت کریمہ إِنَّهُ ظَنَّ أَنْ لَنْ يَخُورَ (۱۳:۸۴) اور وہ خیال کرتا تھا کہ (خدا کی طرف) پھر نہیں آئے گا میں لَنْ يَخُورَ سے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا مراد ہے۔ اسی سے مِخْوَرٌ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر چرخہ گھومتی ہے۔

اور اسی سے المحاورۃ ہے ایک دوسرے کی طرف کلام کو لوٹانا۔ اسی سے تَحَاوَسٌ (تبادلاً گفتگو ہے۔

قرآن مجید میں ہے وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوَرَكُمَا (۱:۵۸) اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اور حُوْرٌ عَيْنٌ (۲۲:۵۶) اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔ میں حُوْرٌ (أَحْوَرٌ۔ حَوْرًا کی جمع) حُوْرٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بقول بعض آنکھ کی سیاہی میں تھوڑی سی سفیدی ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے اِحْوَرَتْ عَيْنُهُ اس کی آنکھ بہت سیاہی اور سفیدی والی ہے اور یہ آنکھ کا انتہائی حُسن سمجھا جاتا ہے۔

== فَا مَنَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ: فَا مَنَّتْ میں فَا تعقیب کا ہے اَمَنَتْ ماضی واحد مَوْنَتْ اِيْمَانٌ (افعال) مصدر کا مرجع طَائِفَةٌ ہے: مِّنْ تبعیضیہ ہے۔ بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت۔ یعنی بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت (حضرت عیسیٰ پر) ایمان لے آئی۔

طَائِفَةٌ طَوَّفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مَوْنَتْ ہے۔ گروہ، جماعت، بعض لوگ، کچھ لوگ، ایک اور ایک سے زائد سب کو طائفہ کہتے ہیں۔

علاء شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں کہ۔

تحقیق مقام یہ ہے کہ طائفہ اصل میں اسم فاعل مَوْنَتْ ہے طَوَّفٌ سے جس کے معنی دوران (چکر لگانے، گھومنے) یا احاطہ (گھیر لینے) کے ہیں۔

== وَ كَفَرَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ اور ایک جماعت کافر رہی

== اَيَّدْنَا: ماضی جمع مُتَكَلِّمٌ تَأْيِيدٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ہم نے قوت دی، ہم نے مدد کی۔

== عَدُوٌّ هِمٌّ: مضاف مضاف الیه۔ ان کے دشمن۔ هِمٌّ ضمیر جمع مذکر غائب الَّذِينَ آمَنُوا کی طرف راجع ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ پر، ایمان لانے والوں کے دشمن

(جو کافر ہے تھے)

== فَاصْبِحُوا: فَ تَعْقِيبِ كَاهٍ اَصْبَحُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اَصْبَحَ (افعال) مصدر۔ جس کے معنی صبح کرنے کے ہیں۔ اَصْبَحُوا: افعال ناقصہ میں سے ہے۔ وہ ہو گئے۔

== ظَاهِرِينَ: اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصب) ظَهْرًا (صلبہ علی) غالب ہونے والے۔ تو وہ غالب ہو گئے۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قَالَ الْحَوَارِيُّونَ بِرَفَائِدِنَا، اور فَايْتِدْنَا، اور فَاَصْبِحُوا كَا عَطْفٍ فَ كے ذریعے سے ہے اور فَ محض تعقیب بلا مہلت پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے بعد بلا تاخیر ایمان لے آئے اور بعض نے انکار کر دیا۔ پھر ایمان لانے کے فوراً بعد اللہ نے مومنوں کی تائید کر دی اور کافروں پر ان کو غالب کر دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حواریوں کے قول کے بعد بلا تاخیر مومنوں کا کافروں پر غلبہ ہو گیا۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کافروں کا مومنوں پر غلبہ رہا۔ اور بعثت محمدی کے بعد مومن لوگ کافروں پر غالب آ گئے۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# (۶۲) سُورَةُ الْجُمُعَةِ مَكِّيَّةٌ (۱۱)

۶۲:۱ = يُسَبِّحُ : مضارع واحد مذکر غائب تَسْبِيحٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ پاکي بيان کرتا ہے۔ تسبیح کرتا ہے۔ مضارع کا صیغہ استمرار کے لئے ہے۔  
 = لِلَّهِ : لام استحقاق کا ہے۔ اللہ مفعول لہ ہے،  
 = مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ ما موصولہ ہے،  
 ترجمہ ہو گا:-

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (ہر وقت) اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت (۱:۵۷)

= الْمَلِكِ : (بادشاہ)

= الْقُدُّوسِ : (بہت پاک) جملہ نقائص سے منزہ قُدُّوسٌ سے مبالغہ کا صیغہ

= الْعَزِيزِ - (غالب)

= الْحَكِيمِ (دانا۔ حکمت والا)

یہ تمام اللہ تبارک و تعالیٰ کی صفات ہیں اور اسی نسبت سے مجرور ہیں۔

۶۲:۲ = بَعَثَ : ماضی واحد مذکر غائب بَعَثٌ (باب فتح) مصدر۔ اس کے بھیجا

= الْاُمِّيَّيْنَ : اُمِّيٌّ کی جمع بحالت جر، اُمِّيٌّ جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے

اَنْ پڑھ، بے پڑھا لکھا۔ اُمِّيَّيْنَ سے مراد اہل عرب ہیں جو اکثر ان پڑھ تھے۔

= رَسُوْلًا : پیغمبر۔ بَعَثَ کا مفعول ہے

= فَهُمْ : ای من جملتہم و مثلہم۔ یعنی انہی میں سے کا ایک، انہیں

جیسا (اُمِّيٌّ) یہ رَسُوْلًا کی صفت ہے۔

= يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰیٰتِہٖ : یہ دوسری صفت ہے رَسُوْلًا کی۔ پڑھ کر سناتا ہے

(اَقْبِيْنُ كَوْمِ) اس (اللہ) کی آیات، یہ تیسری صفت ہے رَسُوْلًا کی۔  
يَتْلُوْا مِضَارِعَ وَاٰحَدَ مَذْكَرَ غَائِبٍ! تِلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پڑھ کر سنا ہے۔  
وہ تلاوت کرتا ہے۔

== وَ يُزَكِّيْهِمْ: اس کا عطف يَتْلُوْا پر ہے۔ يُزَكِّيْهِمْ مِضَارِعَ وَاٰحَدَ مَذْكَرَ غَائِبٍ  
تَزْكِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ اور وہ پاکیزہ کر دیتا ہے ان کو هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب  
یہ رَسُوْلًا کی صفت چہارم ہے۔

== وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ: اس کا عطف بھی يَتْلُوْا پر ہے اور سکھاتا ہے  
وہ ان کو (اللہ کی) کتاب اور حکمت (دانائی کی باتیں) یہ رَسُوْلًا کی صفت پنجم ہے  
يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ: هُمْ مفعول اول فعل يُعَلِّمُ کا الْكِتٰبُ (ای القرآن)  
مفعول ثانی وَ الْحِكْمَةَ مفعول ثالث،

== وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ =  
وَ اَوْ عَاطِفٌ هِيَ اِنْ مُخَفَّفٌ هِيَ (نون ثقیلہ سے مخفف ہے۔ اِنْ کا اسم محذوف ہے۔  
عبارت یوں ہوگی!

وَ اِنَّهُمْ كَانُوْا... الخ۔ مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ مضاف ہے جس کا مضاف الیہ  
محذوف ہے۔ اِی من قبل ارسال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لَفِي میں لام فارقہ ہے  
ترجمہ ہوگا۔

اور بلاشبہ یہ لوگ (بعثت محمدی) پہلے صریح گمراہی میں پڑے تھے۔

۶۲: ۳ = وَ الْاٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ اس کا عطف يُعَلِّمُهُمْ کی ضمیر پر ہے اور مِنْهُمْ کی  
ضمیر جمع مذکر غائب اَقْبِيْتُوْنَ کی طرف راجع ہے۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو امتیٰق  
میں سے ہیں نہ صرف ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی  
یہی تعلیم دیتے ہیں اور یہ دوسرے لوگ بھی اول لوگوں میں سے ہی ہیں (مِنْهُمْ) یعنی  
انہی کے ہم مذہب اور انہی کی راہ پر چلنے والے ہیں۔

اٰخِرِيْنَ سے کون مراد ہیں اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں

۱۔ مکرہ اور مقاتل نے کہا کہ الْاٰخِرِيْنَ سے مراد تابعین ہیں۔

۲۔ ابن زید نے کہا کہ۔

وہ تمام لوگ مراد ہیں جو قیامت تک حلقہ اسلام میں داخل ہونے والے ہیں ابن

بخجج کی روایت میں مجاہد کا بھی یہی قول آیا ہے۔ لیکن  
۳۔ عمرو بن سعید بن جبیر اور بیث کی روایت میں مجاہد کا قول یوں آیا ہے کہ اس سے مراد  
عجمی لوگ ہیں۔

== لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ : لَمَّا حرف جازم ہے اور لَمَّا کی طرح فعل مضارع پر داخل  
ہوتا ہے۔ اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی میں کر دیتا ہے۔  
يَلْحَقُوا مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمَّا۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ لُحُوقٌ (باب سمع)  
مصدر۔ بِهِمْ میں بے الصاق کے لئے ہے (حرف جار ہے) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب  
مجسور جو امتوں کی طرف راجع ہے۔  
ترجمہ ہو گا۔

جو ابھی تک ان سے آکر نہیں ملے۔ یہ آخرین کی صفت ہے۔  
لَمَّا کا استعمال مندرجہ ذیل آیت میں اسی معنی میں آیا ہے۔ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ  
فِي قُلُوبِكُمْ (۴۹:۱۴) اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔  
== وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ : اور وہ غالب حکمت والا ہے۔  
۴:۶۲ = ذَلِكَ اسم اشارہ، اس کا مشابہ الیہ بعثت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تعظیم  
رسول۔ تزکیہ گمراہان۔

== يُؤْتِيهِ - مضارع واحد مذکر ایتاء (افعال) مصدر۔ وَهُ دیتا ہے۔ وَهُ عطا  
کرتا ہے۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع فضل ہے۔ هُنَّ موصولہ، ایتاء  
اس کا صلہ۔ جسے وہ چاہتا ہے۔

== وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ: جملہ مقررہ تزیلی ہے ما سبق کی تائید کے لئے  
ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ بڑے فضل کا مالک ہے۔

ذُو مضاف الفضل العظیم موصوف صفت مل کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف  
الیہ مل کر اللہ کی صفت۔

== مَثَلُ الَّذِينَ حَمَلُوا التَّوْرَةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ  
يَحْمِلُ أَسْفَارًا۔

حَمَلُوا ماضی جمع مذکر غائب (تفعیل) مصدر۔ ان پر لا دیا گیا۔ ان سے  
اٹھوایا گیا۔ یعنی ان کو تورات کا علم دیا گیا اور اس پر عمل کرنے کا ان کو مکلف بنایا گیا۔

ضمیر نائب فاعل حَمَلُوا الَّذِينَ کی طرف راجع ہے۔ التوراة مفعول فعل حَمَلُوا کا  
ثَمَّ۔ التراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ لَمْ يَحْمِلُوا، مضارع مجزوم نفی حَبَدَ بَلَمْ  
حَمَلٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (پھر انہوں نے اس پر  
عمل نہ کیا اور اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

لَكَ تَشْبِيهٌ كَأَنَّكَ مَثَلُ الْحِمَارِ، مضاف مضاف الیہ۔

أَسْفَارًا جمع سَفَرٍ کی معنی کتابیں۔ يَحْمِلُ كَمَا مَفْعُولِ أَوَّلٍ۔ يَحْمِلُ أَسْفَارًا  
یہ صفت ہے الحمار کی، جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے۔

== بِئْسَ بُرَى ہے۔ بُرَى ہے۔ فعل ذم ہے۔ اس سے گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ  
اصل میں بَيْسٌ تھا۔ بروزن فَعْلًا (باب جمع) سے عین کلمہ کی اتباع میں اس کے  
ف کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

== مَثَلُ الْقَوْمِ مضاف مضاف الیہ۔ (اس قوم کی مثال۔

== الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ۔ الَّذِينَ اسم موصول اگلا جملہ اس کا صلہ (جنہوں نے)  
اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔

بُری ہے مثال اس قوم کی جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔

القوم سے مراد یہودی ہیں اور آیتِ اللہ سے مراد تورات کی وہ آیات جو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

۶:۶۲ = قُلْ: اٰی قُلْ یَا مُحَمَّدٌ صَلٰی اللہ علیہ وسلم۔

== یَا أَيُّهَا الَّذِينَ: یا حرف نداء ہے جو قریب، بعید، اوسط، سب کی نداء کے لئے  
موضوع ہے۔

أَيُّهَا وَأَيُّهَا پر اکثر و بیشتر یہی حرف نداء آتا ہے۔ نداء میں جب منادی پر ال  
داخل ہو تو مذکر میں أَيْهَا اور مؤنث میں أَيْهَا بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہاں منادی الذین  
(اسم موصول) ہے۔

== هَادُوا۔ ماضی جمع مذکر غائب هَوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی پشیمان ہونا۔

حق کی طرف لوٹنا۔ یہودی ہونا۔ یہاں مراد یہودی ہوئے۔ بچھڑے کی پوجا سے توبہ کی تھی  
اس لئے یہود کہلائے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کو جنہوں نے یہودیت قبول کر لی تھی خواہ  
وہ بنی اسرائیل تھے یا نہیں الَّذِينَ هَادُوا کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جبکہ جہاں

بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے وہاں الفاظ یٰبَنِي إِسْرَائِيلَ استعمال ہوئے ہیں۔  
 = اِنْ زَعَمْتُمْ ..... مِنْ دُونِ النَّاسِ جملہ شرط ہے اِنْ نَافِيَةٌ زَعَمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ زَعَمَ بِابِ نَصْرٍ مَصْدَرٌ۔ تم نے سمجھا۔ تم نے دعویٰ کیا۔  
 = اَنْتُمْ بے شک تم۔ اَنْ حَرْفٌ مِثْلُ الْفِعْلِ كُمْ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ۔  
 اَوْلِيَاءُ لِلَّهِ : اللہ کے دوست، اللہ کے پیارے۔

یہاں اَوْلِيَاءُ لِلَّهِ میں اللہ نے اولیاء کی اضافت اپنی طرف نہیں کی اور اولیاء اللہ کی بجائے اَوْلِيَاءُ لِلَّهِ استعمال کیا ہے تاکہ مدعی ولایت اور وہ جسے اللہ نے اپنا ولایت کے لئے مختص کر دیا ہو فرق واضح ہو جائے۔

مِنْ دُونِ النَّاسِ - مِنْ حَرْفٌ جَارٌ۔ دُونِ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر۔ یہ اِنْ کے اسم کی ضمیر کی طرف راجع ہے اور اس حال ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہہ دیجئے اے لوگو! جو یہودی ہو گئے ہو اگر تم سمجھتے ہو کہ لوگوں کو چھوڑ کر (صرف) تم ہی اللہ کے پیارے ہو۔۔۔۔

= فَتَمَنَّوْا الْمَوْتَ : جملہ جواب شرط ہے فَ جَوَابٌ شَرْطٍ كَلْمٌ لَمْ يَكُنْ۔ تَمَنَّوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، تَمَنَّيْتُ (تَفَعَّلَ) مَصْدَرٌ۔ الْمَوْتُ مَفْعُولٌ بِهِ۔ تو موت کی تمنا کرو، موت کی آرزو کرو،

یعنی تم جو کہتے ہو کہ صرف ہم ہی اللہ کے دوست ہیں اور یہ کہ اللہ کے بیٹے اور لاڈلے ہیں اور یہ کہ صرف وہی جنت میں داخل ہو سکے گا جو یہودی ہو گا تو اس دنیا کی صعوبتوں سے رہائی پانے کے لئے کیوں نہیں موت کی التجار کرتے کہ جلدی ہی اگلے جہاں کو جا کر جنت میں داخل ہو کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکو۔  
 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِي نَفْسِي فِي يَدَيْهِ لَو تَمَنَّوْا الْمَوْتَ مَا بَقِيَ عَلَيَّ ظَهْرٌ هَائِلٌ هَائِلٌ  
 الامات۔

اس ذات کی قسم جس کی قدرت میں میری جان ہے اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا۔ (صیارات القرآن)

== ان كُنْتُمْ صَادِقِينَ۔ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے ای  
ان كنتم صادقین فتعنوا الموت اذا۔ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو تو موت کی  
آرزو کرو۔

۶۲: ۷۲ = وَلَا يَتَمَنَّوْنَ اَبَدًا، لَا يَتَمَنَّوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَمَنَّى  
(تَفَعَّلُ) مصدر کا ضمیر مفعول (جس کا مرجع الموت ہے) واحد مذکر غائب۔ اَبَدًا ہمیشہ  
زما مستقبل غیر محدود۔ وہ اس کی کبھی بھی خواہش نہیں کریں گے۔ وہ اس کی کبھی بھی تمنا  
نہیں کریں گے۔

== بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيَهُمْ۔ بِ سببِہ ما موصول۔ قَدَّمْتُمْ ماضی واحد مؤنث  
غائب۔ تَقَدَّمْتُمْ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ یعنی آگے بھیجنا۔  
اَيْدِيَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ہاتھ۔ بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں  
نے آگے بھیجا۔ یعنی ان کے اعمال جن پر آخرت میں سزا و جزا مرتب ہوگی۔ ای بسبب  
مَا قَدَّمْتُمْ مِنَ الْكُفْرِ وَالتَّكْذِيبِ (الْمَآزِنِ) یعنی بہ سبب کفر و تکذیب کے اعمال کے  
جو انہوں نے آخرت کے لئے کھاتے ہیں۔

== عَلِيْمٌ عَلِمْتُ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔  
۶۲: ۸ = قُلْ: ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
== تَفِرُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ فِرَارٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم بھاگتے ہو۔  
تم فرار ہوتے ہو۔

== مِنْهُ میں کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الموت ہے۔ ای من الموت  
== فَانَّهُ مُلْقِيكُمْ، فَ زائدہ ہے مُلْقِيكُمْ اِنَّ کی خبر ہے۔ مُلْقِي اسم فاعل  
واحد مذکر۔ مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ۔ تم کو پہنچنے والا۔ تم کو پالینے  
والا۔ ملاقاة (مفاعلة) مصدر۔

یعنی موت جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ ضرور تم کو آئے گی۔

== ثُمَّ تَرْدُّوْنَ اِلَى عَلِيْمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے  
پھر۔ تَرْدُّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ تم پھیرے جاؤ  
تم لوٹائے جاؤ گے۔

إِلَى نہایت نہایت کے لئے۔ کی طرف:

== فَيُنَبِّئُكُمْ: فَنَ تَعْقِبُ کا ہے یُنَبِّئُ فعل مضارع واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ خبر دیدے گا۔ وہ بتائے گا۔  
 == بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ، ب الصاق کے لئے ہے مَا موصولہ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ماضی استمراری۔ جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ وہ خبر دیگا اس چیز کی جو تم کیا کرتے تھے۔  
 ۹:۶۲ = اِذَا۔ جب، طرف زمان ہے بطور شرط آیا ہے اِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ جملہ شرط ہے۔

نُودِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نِدَاءٌ وَمُنَادَاةٌ (مفاعلة) مصدر، معنی بلانا۔ کسی کام پر لوگوں کو بلانا۔ نُدِيَ مادہ۔ شریعت میں نداء الصَّلَاةِ نماز کی اذان کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں ماضی معنی مستقبل آیا ہے۔  
 == مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ۔ جیم اور میم کے ضمہ کے ساتھ اور جیم کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ۔ دونوں طرح استعمال ہے۔ یعنی اجتماع۔

== فَاسْعَوْا۔ فَنَ جواب شرط کا ہے فَاسْعَوْا اِلَى ذِكْرِ اللَّهِ جملہ جواب شرط ہے۔  
 اسْعَوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، سَعَى (باب فتح) مصدر معنی تیز روی۔ تو تم دوڑو۔ تم تیزی سے چلو،۔

== ذِكْرَ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کے ذکر کی طرف، یعنی نماز کی طرف جیسا کہ فَاذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ سے ظاہر ہے۔

== وَذَرُوا الْبَيْعَ: وَادَّعَاظَمَ، ذَرَوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ وَذَرُوا (باب سماع فتح) مصدرُ الْبَيْعِ خرید و فروخت، اور چھوڑ دو خرید و فروخت کو، جملہ معطوف ہے۔ ذَرَوْا کا عطف اسْعَوْا پر ہے۔

== ذَلِكُمْ: یعنی کاروبار کا چھوڑ کر نماز جمعہ کی طرف جلدی سے چل پڑنا۔ جواب شرط مقدر

== اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ہ شرط مؤخر۔ اگر تم کو سمجھ ہو۔ اگر تم کو (اس کی صحیح) سمجھ ہے

۱۰:۶۲ = فَاذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ۔ فَنَ عاظم، اِذَا۔ جب۔ طرف زمان، شرطیہ۔  
 قُضِيَتِ، ماضی مجہول واحد مؤنث غائب قَضَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ نماز ادا کرنا  
 ق۔ ض۔ ی۔ مادہ۔

پھر جب نماز ادا ہو چکے۔ جملہ شرط ہے۔

== فَانْتَشِرُوا۔ فَنَ جواب شرط کے لئے ہے اِنْتَشِرُوا؛ فعل امر جمع مذکر حاضر،

اِنْتِشَارُ (اِفْتِعَالُ) مصدر۔ تم منتشر ہو جاؤ۔ تم الگ الگ ہو جاؤ، تم بکھر جاؤ۔  
 عربی میں لوگوں کے انتشار کا مطلب ان کا پھیل کر اپنے اپنے کام میں لگ جانا ہے۔  
 جملہ جواب شرط ہے۔

== وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ - وَاذْ عَاطِفًا ابْتَغُوا فِعْلًا مَرْجِعًا مَذْكَرًا عَمْرًا -  
 ابتغاء (افتعال) مصدر۔ تم تلاش کرو۔

مِنْ تَبْعِيضِهِ هِيَ - فَضْلِ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ - اللہ کا فضل،  
 فضل سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ زمین پر پھیل جانے سے مراد دنیا کمانے کے لئے پھیلنا  
 نہیں ہے۔ بلکہ بیمار کی عیادت، کسی جازہ کی شرکت اور اللہ کی رضا کی خاطر  
 دوست کی ملاقات کے لئے جانا ہے۔

۲۔ بعض نے خداداد روزی اس کا مطلب لیا ہے

۳۔ بعض نے اس سے علم حاصل کرنا مراد لیا ہے

فضل اللہ کی تلاش کے لئے پھیل جانا و جوبی نہیں ہے بلکہ اباحت کے لئے ہے

اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جواب شرط میں ہے :

== وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا - یہ بھی جملہ معطوف ہے اور جواب شرط میں ہے ۔

یعنی نہ صرف زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق تلاش کرو بلکہ ہر حال میں اللہ کو  
 ہرگز نہ بھولو اور اُسے ہر وقت اور کثرت سے یاد کیا کرو، ذکر اللہ کو محض نماز تک مخصوص  
 اور محدود نہ رکھو۔ بلکہ ہر وقت دوسرے دنیاوی کام کرتے وقت بھی اللہ کو یاد کیا کرو

أَذْكُرُوا - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ کَثِيرًا صفت

ہے موصوف محذوف ہے۔ اِی ذِكْرًا کَثِيرًا۔ مفعول مطلق ہے۔

== لَعَلَّكُمْ - تاکہ تم، بمعنی گئی۔ تاکہ

== تَفْلِحُونَ - مضارع جمع مذکر حاضر اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ تم فلاح پاؤ۔

تم فلاح پاؤ گے۔

۱۱:۶۲ = وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا جَمَلًا شَرَطًا - تِجَارَةٌ أَوْ لَهْوًا مَفْعُولٌ أَوَّلٌ

ومفعول ثانی رَأَوْا کے۔

رَأَوْا ماضی جمع مذکر غائب رُؤْيَةٌ (باب فتح) - رای مادہ، مصدر۔ رَأَوْا



اصل میں رَأْيُؤَاتِحَا۔ سی متحرک ما قبل اس کا مفتوح ی کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہو گئے۔ الف کو حذف کر دیا۔ انہوں نے دیکھا۔

== انْفَضُّوا إِلَيْهَا: جملہ جواب شرط ہے۔ انْفَضُّوا ماضی جمع مذکر غائب۔ انْفِضَاضٌ رانفعال مصدر۔ وہ متفرق ہو گئے۔ ف ض ض ماضی مادہ۔

الفض کے معنی کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے ہیں۔ جیسے فَضَّ خَتْمَ الْكِتَابِ خط کی مہر کو توڑ دیا۔

اسی سے انفض القوم کا محاورہ مستعار ہے جس کے معنی متفرق و منتشر ہو جانے کے ہیں۔ آیت نہا میں اس کے معنی ہیں:-

اور جب یہ لوگ کوئی سودا بکتا یا تماشہ ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں۔ لَا نَفْضُوكَ مِنْ حَوْلِكَ (۱۵۹:۳) تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

إِلَيْهَا: میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع لہذا ہے۔

== تَرَكَوكَ قَائِمًا۔ جملہ جواب شرط ہے۔ تَرَكَوكَ ماضی جمع مذکر غائب تَرَكَ رباب نصر مصدر۔ لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آیت نہا میں انہی سے خطاب ہے۔

قَائِمًا۔ تَرَكَوكَ کی ضمیر مفعول سے حال ہے۔

== قُلْ: ای قُلْ يَا مُحَمَّد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

== مَا عِنْدَ اللَّهِ: ما موصولہ۔ عِنْدَ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ۔ عِنْدَ ظرف مکان ہے لیکن جب زمان کی طرف مضاف ہو تو ظرف زمان بھی ہوتا ہے۔ مَثَلًا عِنْدَ الصُّبْحِ۔ صبح کے قریب۔ اس پر حرف جر میں سے ہونے کے علاوہ اور کوئی حرف نہیں آتا۔ عِنْدَ اللَّهِ صلہ ہے ما موصولہ کا۔

== خَيْرٌ۔ افعال التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر۔ زیادہ اچھا۔ یہ خبر ہے ما موصولہ کی

فالیہ سبحانہ و تعالیٰ اسعوا ومنہ عزوجل اطلبوا الرزق۔

پس اسی ذات سبحانہ و تعالیٰ کی طرف شتاب چلو۔ اور اسی ذات عزوجل سے رزق طلب کرو۔

== وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۶۳) سُورَةُ الْمُنْفِقُونَ نِسَاءً

۱:۶۳ = اِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ - جملہ شرط ہے۔ قَالُوا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ - جواب شرط۔

اِذَا - جب۔ (شرطیہ) جَاءَكَ میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

الْمُنْفِقُونَ - اسم فاعل جمع مذکر معرف باللام۔ نفاق کرنے والے مرد۔ دورخی کرنے والے۔ یعنی زبان و عمل سے بظاہر مسلمان اور دل سے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھنے والے۔ یہ نفاق و نفقہ سے ہے جس کے معنی ہیں گوہ (جنگلی چوہا) کا بھٹ، جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے گوہ اسمیں داخل ہوتی ہے شکاری اس طرف متوجہ ہوتا ہے تو دوسرے سو راخ سے باہر نکل جاتی ہے (تبریزی)۔ اصطلاح قرآنی میں نفاق اور منافقت اسی دورخی کا نام ہے بظاہر زبان سے آدمی مومن ہونے کا اقرار کرتا ہے اور دکھاوے کی نمازیں بھی پڑھتا ہے لیکن دل میں کافر رہتا ہے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے آدمی کو عرفِ شریعت میں منافق کہا جاتا ہے۔

لیکن اگر عقیدہ مومنانہ ہو اور عمل کافرانہ تو دورخی کی ایک یہ بھی شکل ہوتی ہے ایک دروازے سے آدمی اسلام کے دائرے میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے راستہ سے خارج ہوتا ہوا نظر آتا ہے لیکن قرآنی اصطلاح میں ایسے آدمی کو منافق نہیں کہا جاتا بلکہ فاسق اور عاصی کہا جاتا ہے (شرح عقائد نسفی)

قَالُوا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب المنفقون کی طرف راجع ہے نَشْهَدُ

مضارع جمع مستکم شہادتہ (باب سماع) مصدر سے۔ ہم گواہی دیتے ہیں۔

لَرَسُولُ اللَّهِ میں لام تاکید کا ہے۔ اِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ بے شک آپ ضرور

اللہ کے رسول ہیں۔

== وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ . اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں۔ جملہ معترضہ ہے کلام سابق کی تاکید کے لئے ہے۔

== وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ . اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، المنافقین اسم اِنَّ لَكَاذِبُونَ اس کی خبر۔ جملہ اسمیہ ہو کر فعل یَشْهَدُ کا مفعول۔ اَللَّهُ فاعل، فعل فاعل، مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق جھوٹے ہیں (یعنی زبان سے جو کہہ رہے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن ان کے دل میں ان کا اعتقاد بالکل اُلٹ ہے وہ دل کی بات صحیح طور پر نہیں بیان کر رہے) ۶۳:۲ = اِتَّخَذُوا مَاضِيَ كَا صَيْغَةَ جَمْعٍ مَذْكَرًا غَائِبًا اِتَّخَذُوا (افتعال) مصدر سے انہوں نے اختیار کیا۔ انہوں نے اختیار کر لیا۔ انہوں نے ٹھہرا لیا۔ انہوں نے بتایا۔

== اَيُّعَانَهُمْ : مضاف مضاف الیہ ان کی قسمیں (جو وہ اپنے جھوٹ کی تائید میں کھاتے ہیں)

جَنَّۃً - ڈھال۔ آرٹ، پردہ، جَنَّۃً جمع۔ جَنَّۃً (باب نصر) مصدر۔ معنی کسی چیز کا حواس سے چھپ جانا۔ چونکہ ڈھال سے بدن کو چھپایا جاتا ہے اس لئے اس کو جَنَّۃً کہتے ہیں اسی مصدر سے جَنَّۃً بمعنی جنت۔ باغ، بہشت ہے۔ کیونکہ باغات کے درخت زمین کو چھپاتے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اسی مصدر سے جَنَّۃً بمعنی جنون دیوانگی ہے کہ عقل کو چھپا دیتی ہے اور اسی سے جَنَّۃً بمعنی جنت ہے کہ عام مخلوق سے پوشیدہ اور غائب رہتے ہیں۔

یہاں جَنَّۃً اِتَّخَذُوا کا مفعول ثانی ہے یہ جملہ مستانفہ ہے اور منافقین کی دروغ گوئی اور اس پر جھوٹی قسمیں کھانے کے بیان میں آیا ہے۔

== فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ - فَ ت ترتیب کا ہے صَدُّوا ماضی جمع مذکر غائب صَدُّوا (باب ضرب ونصر) رکنا۔ اعراض کرنا۔ عَنْ حرف جار سَبِيلِ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجبور۔ پس وہ اللہ کی راہ سے اعراض کرتے رہتے ہیں۔

صَدُّوا مصدر لازم ہے بمعنی رکنا۔ اعراض کرنا۔ اس صورت میں ترجمہ وہی ہوگا جو اوپر تحریر ہے۔ لیکن اگر فعل صَدُّوا مصدر صَدُّ (باب نصر) سے ہو تو یہ فعل متعدی ہوگا۔ کیونکہ صَدُّ بمعنی روکنا اور باز رکھنا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے اور باز رکھتے ہیں۔

== سَاءَ ماضی واحد مذکر غائب سَوَّءٌ (باب نصر مصدر۔ یہ فعل ذم ہے۔ بُرّاہے  
بمعنی بُسّ آیا ہے۔

== مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ : مَا موصولہ اس سے اگلا جملہ اس کا صلہ۔ بُرّاہے (ان کا یہ فعل)  
جو وہ کرتے تھے یا کیا کرتے تھے۔

۳:۶۳ = ذَلِكْ : یعنی نفاق اور اسلام سے روگردانی، جھوٹی قسموں کو بچاؤ کا ذریعہ بنا لینا۔  
اشارۃ الی ما ذکور من حالہم فی النفاق و الکذب و الا ستخبان بِالْاٰیْمَاتِ  
الفاجرة (روح المعانی)

یہ اشارہ ہے ان کے نفاق اور تکذیب کی طرف اور جھوٹی قسموں کو بچاؤ کا ذریعہ بنانے  
کی طرف۔

== بِاِنَّهُمْ بِسَبِيَةٍ هِيَ اَنَّ حَرْفٌ مَّشَبَّهٌ بِالْفِعْلِ۔ هُمُ ضَمِيْرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔  
یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ سب لوگ۔

== اٰمَنُوْا۔ وہ ایمان لاتے۔ وہ ایمان دار ہو گئے۔ لفظ ابرہہ مومنوں کے سامنے ایمان کا  
اقرار کرنے پر۔

== ثُمَّ كَفَرُوْا۔ پھر وہ کافر ہو گئے (کلمات کفریہ کہہ کر یا اپنے ساتھیوں کے پاس تخلیہ  
میں پہنچ کر جہاں وہ اپنے اصلی اعتقاد کا برملا اظہار کیا کرتے تھے)۔  
قرآن پاک میں ہے:-

وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰی شَيْطٰنِيْنِمٍ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (۲۶: ۱۴)

اور جب اپنے شیاطینوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔  
(پروان محمد سے تو ہم محض ہنسی محول کیا کرتے ہیں۔)

== فَطَبِعَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ۔ ف سبب۔ اسی بسبب نفاقہم ہذا۔ ان کے اس نفاق کی  
وجہ سے) ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی۔ حَتّٰی يَمُوْتُوْا عَلٰی الْكُفْرِ یہاں تک کہ وہ  
کفر کی حالت میں مر جائیں۔

طَبِعَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب طَبَعٌ (باب فتح) مصدر۔ مہر کردی گئی،  
بندش کردی گئی۔

== فَهَمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ ف ترتیب کے لئے۔ یعنی اس مہر لگانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ  
اب کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ لَا يَفْقَهُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب فَهَمْ مصدر۔ باب

معنی سمجھنا

۶۳: ۴ = وَإِذَا رَأَوْا تِلْكَ جُمُوحًا تَرْجُوهُمْ فَأَعْتَدَ لَهُمُ الْجَهَنَّمَ وَإِذَا يَأْتِيهِمْ مَوْجُؤُا مِنْهَا يَسْتَرْجِعُونَ وَإِذَا يُنذَرُونَ وَإِذَا رَأَوْا تِلْكَ جُمُوحًا تَرْجُوهُمْ فَأَعْتَدَ لَهُمُ الْجَهَنَّمَ وَإِذَا يَأْتِيهِمْ مَوْجُؤُا مِنْهَا يَسْتَرْجِعُونَ وَإِذَا يُنذَرُونَ

رجب، رَأَيْتَ میں ضمیر واحد مذکر حاضر عام مخاطب کے لئے ہے طرب اے مخاطب تو ان کو دیکھے، یا خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ جب (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو دیکھیں۔

تُعْجِبُكَ أَجْسَامُهُمْ - تُعْجِبُ مَضَارِعُ وَاحِدٌ مَوْثُ غَائِبٌ اِعْجَابٌ (افعال)  
مصدر۔ لَنْ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ، وَهُوَ تَجْعَبُ تُعْجِبُ فِي مِثْلِ دَالٍ دَعَى - وَهُوَ تَجْعَبُ بَهْلِي لَكِ - وَهُوَ تَجْعَبُ نَوَاشِئًا لَكِ - أَجْسَامُهُمْ اِنْ كَيْسَمٌ، اِنْ كَيْسَمٌ دَوْلٌ -

وَإِنْ يَقُولُوا - جُمْلَةٌ شَرْطِيَّةٌ هِيَ وَأَنَّ كَرَاهِيَةً كَرِهِيَةً -

تَسْمَعُ لِقَوْلِهِمْ جَوَابٌ شَرْطٌ - تَوَلَّوْا تَوَجَّهَ اِنْ كَيْسَمٌ بَاتٍ سُنَّ - تَسْمَعُ مَضَارِعُ مَجْرُومٌ (بِوَجْهِ جَوَابٍ شَرْطٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ - سَمِعَ بِبَابِ سَمِعَ) مَصْدَرٌ

كَانَ لَهُمْ خَشَبٌ مُسَدَّدَةٌ لِقَوْلِهِمْ فِي ضَمِيرٍ مَجْرُومٍ هِدْيَةٍ مِنْ هِدْيَةٍ - هِيَ - حَالٌ لَكِ  
وہ دیوار کے سہارے کھڑی ہوئی لکڑیاں ہیں (عقل سلیم اور علم و معرفت سے خالی اور کھوکھلی۔  
كَانَ حُرُوفٌ مِثْلُ بَفَعْلٍ هِيَ هُمْ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ كَانَتْ كَالِاسْمِ - خَشَبٌ مُسَدَّدَةٌ  
موصوف و صفت مل کر اس کی خبر۔ حال یہ ہے کہ وہ سب گویا دیوار کے سہارے کھڑی ہوئی لکڑیاں ہیں۔

خَشَبٌ خَشَبٌ كِي جَمْعٌ بَدَنَةٌ كِي جَمْعٌ بَدَنٌ هِيَ (وہ گائے یا اونٹ کے

جس کی حج کے موقع پر مکہ میں قربانی کی جاتی ہے) موصوف

مُسَدَّدَةٌ صِفَتُ اسْمِ مَفْعُولٍ وَاحِدٌ مَوْثُ تَسْنِيدٌ (تَفْعِيلٌ) مَصْدَرٌ - دِيوَارُ كِي سَهَارُ

لِكَائِي هُوَتْ - يَعْنِي جَمْعٌ مِنْ سَهَارٍ لِكَيْ يَكُونَ جَمْعٌ مِثْلُ قَوِي الْجَمْرَةِ دِرَازِقَامَتِ  
اِسْنَادٌ (اَفْعَالٌ) كِسْمَاتُ كِي طَرَفٌ نَسَبٌ كَرَنًا - تَسْنِيدٌ (تَفْعِيلٌ) لِكُرِّي كُو دِيوَارٍ وَغَيْرِهِ كِي  
سہارے لگا دینا۔

كَانَ لَهُمْ خَشَبٌ مُسَدَّدَةٌ گویا وہ سب دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں

ہیں۔ اچھی لکڑی عموماً فرنیچر اور چھت کے لئے استعمال میں لائی جاتی ہے ان منافقین کی یہ حالت ہے کہ یہ اس لکڑی کی مانند ہیں جو دیکھنے میں تو بڑی اچھی، جاذبِ نظر، دیر پارہنے والی معلوم دیتی ہے اور ہر دیکھنے والے کے دل کو لہجاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اندر سے

کھوکھلی اور بالکل بیکار اور ناکارہ ہے اس میں کسی اور کے بوجھ کا سہارا بننا تو کجا خود اپنے بوجھ کو اٹھا رکھنے سے عاری ہے اسے چھت کے نیچے کھڑا کرنے کی ضرورت پڑے تو دیوار کے ساتھ سہارا دیتے ہوتے اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ذرا کسی بیرونی یا اندرونی دباؤ کی وجہ چھت میں جنبش ہوئی اس کو یوں محسوس ہوا کہ گویا ساری قیامت اسی پر ٹوٹ پڑنے لگی ہے۔ اسی طرح یہ منافقین ظاہری شکل و صورت میں تو نہایت حسین ڈیل ڈول کے ہیں اور پرلے درجے کے باتوئی اور چرب زبان ہیں زبانی کلامی اپنی عقل و دانش اور شجاعت و مردانگی کے قصے سنا سنا کر سامعین کو ورطہ حیرت میں ڈال دیں گے لیکن درحقیقت پرلے درجے کے بے جان، بزدل، علم و معرفت سے بالکل خالی اور نرے کھوٹے سگے ہیں، نکمے بے فائدہ۔

== يَحْسِبُونَ : مضارع جمع مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں۔

== كَلَّ صَاحِبَةً : مضاف مضاف الیہ۔ ہر چیخ، ہر کڑک، ہر ہولناک آواز۔ صَاحِبَةً

صَاحٍ يَصِيحُ کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔

اصل میں لکڑھی کے چرنے یا کپڑے کے پھٹنے سے جو زور کے گھبرائے کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو الصياح کہتے ہیں۔ صَيْحَةً اسی سے ہے اور چونکہ زور کی آواز آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

== عَلَيْهِمْ : اپنے خلاف، یعنی ہر اونچی آواز کو اپنے اوپر پڑنے والی خیال کرتے ہیں۔

چونکہ اپنی اندرونی کمزوری اور اپنے اندر دل کے چور یعنی نفاق کو وہ جانتے ہیں اس

جب کسی کو اونچا بولتے سنتے ہیں یا کسی بھاگ دوڑ کی آواز ان کے کانوں میں آتی ہے

تو وہ گھبرا اٹھتے ہیں شاید ان کے خلاف ہی نہ ہو۔ جیسے کہاوت ہے "چور کی ٹاڑھی میں تنکا

== هُمُ الْعَدُوُّ۔ یہی (منافق) ہیں جو (بچے) دشمن ہیں (مسلمانوں کے)

== فَاحْذَرُهُمْ : فَ سببیہ۔ بِسَبَبِ ذَلِكَ بایں سبب، لہذا۔ اس لئے۔

إِحْذَرُوا : فعل امر واحد مذکر حاضر، حَذَرُوا (باب سَمِعَ) مصدر۔ تو بچاؤ۔ (اگر خطاب نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) یا خطاب مسلمانوں سے ہے۔ اے مسلمانو! ان (منافقین) سے

بچتے رہو۔ اس صورت میں إِحْذَرُوا (واحد کا صیغہ) بمعنی إِحْذَرُوا ہوگا۔

هُمُ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ كَالْمَنَافِقِينَ هِيَ۔

== قَاتَلَهُمُ اللَّهُ: اللہ کی ان پر لعنت ہو۔ خدا ان کو غارت کرے، ان پر اللہ کی مار ہو اللہ ان کو ہلاک کرے۔

یہ بد دعائیہ فقرہ ہے جس میں ان کی مذمت بھی ہے اور زہر و تونج بھی۔  
عسائر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:-

بظاہر یہ بد دعا ہے اور خود اپنی ذات سے منافقوں پر لعنت کرنے کی طلب ہے لیکن حقیقت میں مسلمانوں کو لعنت اور بد دعا کرنے کی تعلیم ہے۔

== آتی۔ اسم طرف ہے زمان اور مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتَى (جب)، ظرف مکان ہو تو بمعنی آئین (جہاں، کہاں) اور استفہامیہ ہو تو بمعنی كَيْفَ۔ کیسے، کیونکر، ہوتا ہے۔

یہاں آتی بمعنی كَيْفَ اظہار تعجب کے لئے ہے کہ اتنی روشن دنیوں کے باوجود وہ حق سے روگرداں ہیں۔

== يُوَفَّكُونَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ اِفْكُ (باب ضرب) مصدر۔ وہ پھیرے جاتے ہیں۔

الْاِفْكُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو، اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُوَفَّكَةٌ کہتے ہیں۔

قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُوَفَّكُونَ۔ خدا ان کو غارت کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں یہ کیسے بہکاتے جاتے ہیں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۹: ۳۰)

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی افك کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:-

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُوا بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (۱۱: ۲۴) جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تمہاری لوگوں سے ایک جماعت ہے۔

۶۳: ۵ = وَآذَا۔ واو عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان (شرطیہ)۔ جب۔

== تَعَالَوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعَالَى (تفاعل) مصدر۔ تَعَالَى کے اصل معنی ہیں کسی کو بلند جگہ کی طرف بلانا۔ پھر عام بلانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

تم آؤ۔ ع ل ی۔ ع ل و۔ مادہ کے حروف ہیں۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا جِبْ شَرَطٌ ہے۔

== كَسْتَفْعِرُ - مضارع مجزوم بوجہ جواب امرای تعالوا (واحد مذکر غائب استغفار)۔  
(استفعال) مصدر۔ وہ معانی مانگیں گے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)  
یہ امر تعالوا کے جواب میں ہے۔ یعنی آؤ تاکہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت  
طلب فرمائے۔

== كَوَوْتُ ماضی جمع مذکر غائب تَلَوِيَّةٌ (تفعیل) مصدر۔ ل ی ی مادہ۔ وہ  
نیوڑاتے ہیں۔ گھماتے ہیں۔ لہراتے ہیں۔ اکڑاتے ہیں۔ یہ تمام علامت غور کی ہے۔  
مجرد لَوِيٌّ كَلَوِيٌّ کا معنی بھی موڑنا۔ لہرانا۔ دوہرا کرنا ہے۔ باب تفعیل میں لاکر اس فعل  
میں زیادتی اور مبالغہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ باب ضرب سے اس مادہ کے افعال لازم بھی آتے  
ہیں۔ اور متعدی بھی۔

صلات کے اختلاف سے مفہوم میں بہت اختلاف ہو جاتا ہے۔  
مثلاً لَوِيٌّ الغلام (لڑکا بیس سال کا ہو گیا) لَوِيٌّ الْحَبْلُ رسی کو دوہرا کیا، لَوِيٌّ رَأْسَهُ  
اس نے سر کو موڑ لیا، وغیرہ وغیرہ۔

كَوَوْتُ أَرْوُ سَهْمٌ جملہ جواب شرط ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا.....  
کا جواب ہے۔ تو وہ سر ہلا دیتے ہیں۔

== يَصْدُوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب۔ صَدُّ رباب نصر) مصدر۔ وہ باز رہتے  
ہیں۔ وہ اعراض کرتے ہیں۔

== وَ هُمْ مُسْتَكْبِرُونَ۔ وادحالیہ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع منافقین ہے  
جن کا ذکر اوپر ہو رہا ہے۔

مُسْتَكْبِرُونَ اسم فاعل جمع مذکر۔ تکبر کرنے والے۔ غرور کرنے والے۔

إِسْتِكْبَارٌ (استفعال) مصدر سے۔ جملہ حالیہ ہے يَصْدُوْنَ کے فاعل سے :

۶:۶۳ = سَوَاءٌ۔ برابر ہے۔ اسم مصدر۔ یعنی استواء۔ یعنی دونوں طرف سے  
بالکل برابر ہونے کے۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر الاتقان میں لکھتے ہیں۔

جلد اول نوع ۴۰۔

سَوَاءٌ بمعنی مستوی (برابر) آتا ہے۔ لہذا کسرہ کے ساتھ قصر اور فتح کے  
بمراہ مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ قصر کی مثال۔ قولہ تعالیٰ مَكَانًا سَوِيًّا (۵۸:۲۰)



جگہ برابر یعنی صاف اور ہموار۔ سِوَى۔ سین کے کسرہ کے ساتھ۔ ابو جعفر۔ نافع ابن کثیر، ابو عمرو نے پڑھا ہے۔ باقی قرار نے اسے سِوَى سین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے (اور مد کی مثال ہے قولہ تعالیٰ سِوَاءَ مَا عَلَيْنَا عَدَاؤُنَا وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَسْرَةٍ) انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو۔ (۶:۲)

سِوَاءَ وسط کے معنی میں بھی آتا ہے اس صورت میں بھی فتح کے ساتھ اس کو مذکر کے پڑھتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ: فِي سِوَاءِ الْجَحِيمِ (۵۵:۳۷) میں ہے (دوزخ کے وسط میں)

= عَلَيْنَا۔ علی حرف جار ہم ضمیر جمع مذکر غائب مجبور۔ ان پر۔  
= اسْتَغْفَرْتُمْ۔ ماضی واحد مذکر حاضر، اسْتَغْفَرْتُ اسْتَفْعَالُ مصدر۔ خواہ تو بخشش مانگے۔ اصل میں استغفرت تھا حسب تصریح شوکانی، پہلی ہمزہ استفہام (جو یہاں تسویہ کے معنی میں تھی) حذف کر دی گئی۔ کیونکہ آیت میں اُم اس کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے موجود ہے اور حسب تصریح ابو حیان ہمزہ تسویہ باقی ہے اور دوسری ہمزہ جو کہ ہمزہ وصل تھی۔ وہ محذوف ہے۔

= اُم۔ خواہ۔

= لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ مضارع نفی جہد بلم واحد مذکر حاضر۔ (خواہ) تو بخشش نہ مانگے

= لَنْ يَغْفِرَ۔ مضارع نفی تاکید بَلَنْ واحد مذکر غائب، ہرگز نہیں بخشے گا۔

= الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ موصوف و صفت مل کر مقول فعل لَا يَهْدِيْكَا۔

بیشک اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں بخشتا۔ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

۶۳:۷ = هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع الْفَاسِقِينَ (آیت ۶) متذکرۃ الصدق

= الَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر۔

= يَقُولُونَ؛ صلہ۔ یہی ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں۔

= لَا تُنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ حَتّٰی يَنْفَضُوا۔ یہ مقولہ ہے ان

لوگوں کا جو اوپر مذکور ہوئے۔

لَا تُنْفِقُوا فعل ہنی جمع مذکر حاضر، انْفَاقُ (افعال) مصدر۔ مت خرچ کرو

علیٰ پر۔ اوپر۔ (ان کے لئے) مَنْ موصولہ ہے عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ اس کا اصل

عِنْدَ نزدیک، قریب، پاس، منزلت میں قریب۔ یہاں اسم طرف مکان مستعمل ہے

مضاف ہے۔

== رَسُولِ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ مل کر عِنْدَ کا مضاف الیہ۔  
ترجمہ ہو گا۔

جو قدر و منزلت میں اللہ کے رسول کی قربت میں ہیں ان پر (کچھ) خرچ نہ کرو۔

== حَتَّىٰ - حرفِ جر ہے انتہا، غایت کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ۔

== يَنْفُضُوا - مضارع منصوب جمع مذکر غائب - انفضاض (افعال) مصدر  
نفض مادہ - وہ منتشر ہو جائیں - یہاں تک کہ وہ (خود بخود) منتشر ہو جائیں - بھاگ  
جائیں - چھوڑ کر چلے جائیں (نیز ملاحظہ ہو ۶۲: ۱۱)

== وَ لِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ..... لَا يَفْقَهُوْنَہَ جملہ حالیہ ہے  
اور اللہ تعالیٰ فاسقین کی اس بڑھ کے مقابلہ میں کہ جو رسول کریم کی معیت میں ہیں ان پر  
خرچ کرنا بند کر دیا یہاں تک کہ یہ خود بخود چھوڑ کر چلے جائیں - ارشاد فرماتا ہے کہ یہ  
لوگ کیا خرچ کریں گے اور کیا بند کریں گے۔ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے تو  
کلی طور پر اس کی ملکیت ہیں۔ ان میں وہ اپنی مشیت اور مرضی کے مطابق تصرف کا  
اکیلا ہی حق رکھتا ہے کسی اور کا اس میں کوئی عمل و دخل نہیں۔ لیکن یہ منافق سمجھ  
ہی نہیں رکھتے۔

وَ اَوْ حَالِیہ ہے لِلَّهِ میں لام تلیک کا ہے اور الْمُتَّفِقِیْنَ بوجہ عمل لکن منصوب ہے  
لَا يَفْقَهُوْنَ مضاف منفی جمع مذکر غائب، فَقَدْ مصدر ہے (یاب سمع)  
وہ نہیں سمجھتے:

== ۶۳: ۸ لَنْ لَام تَاکِیْد کے لئے ہے اِنْ شَرْطِیہ لَنْ رَجَعْنَا اِلَى الْمَدِیْنَةِ جملہ شرط ہے  
اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ کو۔

== رَجَعْنَا ماضی جمع متکلم رَجَوْع (باب ضرب) مصدر ہم لوٹے۔ ہم واپس ہوئے  
== یُخْرِجَنَّ الْاَعْزُ مِنْهَا الْاَذْكَ جملہ جواب شرط ہے۔ لَیْخْرِجَنَّ میں لام جواب  
شرط کا ہے۔ یُخْرِجَنَّ مضارع تَاکِیْد بانون ثقیلہ صیغہ واحد مذکر غائب اِخْوَانُ  
(افعال) مصدر نکال دے گا۔

الْاَعْزُ - عِزٌّ سے باب ضرب مصدر افعِل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ زیادہ زور  
وللا۔ زیادہ عزت والا۔ یُخْرِجَنَّ کا فاعل ہے مِنْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب

کامرجع المدینہ ہے۔

الْأَذَلَّ - ذِلَّةٌ (باب ضرب) مصدر سے افعال التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ زیادہ ذلیل۔ زیادہ کمزور۔ يُخْرِجَنَّ کا مفعول ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

اور (منافق) کہتے ہیں اگر لوٹ کر گئے مدینہ میں تو عزت والے ذیلیوں کو وہاں سے نکال دیں یا جو عزت والا (قوت وغلبہ والا) ہوگا۔ وہ ذلت والے کو (یعنی کمزور کو) مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔

وَاللَّهُ الْعِزَّةُ وَالرَّسُولُ وَاللِّمَّةُ مِنْبِئِنَّ جَمَلٌ حَالِيَةٌ هِيَ - حالانکہ حقیقت میں عزت (اور غلبہ اور قوت) تو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین ہی کو حاصل ہے۔

الْعِزَّةُ اس حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو مغلوب ہونے سے محفوظ رکھے۔

يَعِزُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے اور بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے۔

۶۳:۹ = تَلَّهَكُمْ - تَلَّهَ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث الْهَاءُ (افعال) مصدر بمعنی غافل کر دینا۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تم کو غافل کرے۔ لَا تَلَّهَكُمْ (وہ تم کو غافل نہ کرے) صیغہ نہیں ہے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے۔

الْهَكْمُ التَّكَاثُرُ - (۱:۱۰۲) لوگو تم کو کثرت مال و جاہ اور اولاد کی خواہش نے غافل کر دیا ل'هُو - مادہ - سے مشتق ہے اللَّهُو ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے غافل کرے۔ باز رکھے۔ ہٹائے۔

مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ - مَنْ شرطیہ يَفْعَلْ مضارع لا مجزوم بوجہ شرط صیغہ واحد مذکر غائب۔ جس کسی نے ایسا کیا۔

فَأُولَئِكَ فِ جَوَابِ شَرْطِ كَيْ لَيْسَ - اُولَئِكَ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ پس وہی لوگ۔

الْخُسِرُونَ خُسِرُوا وَخُسِرَانٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ گھاٹا پانے والے، نقصان اٹھانے والے۔ زیاں کار۔

۶۳:۱۰ = أَنْفِقُوا - فعل امر جمع مذکر حاضر انْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ تم خرچ کرو۔

مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ - رَزَقْنَا ماضی جمع متکلم رِزْقٌ (باب نصر) مصدر۔ کُفْ ضمیر

مفعول جمع مذکر حاضر،

اور خرچ کر لو اس زرق میں سے جو ہم نے تم کو دیا۔

= مِنْ قَبْلُ - اس سے پہلے۔

= اَنْ يَّاتِيَا - اَنْ مصدر یہ، يَأْتِي مَضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ (واحد مذکر غائب کہ آجائے۔

= اَحَدًا كُمْ - اَحَدًا مفعول فعل يَأْتِيَا کا۔ مضاف - كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ کہ آجائے تم میں سے کسی ایک کو موت :

= فَيَقُولَ - ف جواب امر کے لئے۔ يَقُولَ مَضارع منصوب بوجہ عمل ف جو جواب امر اور هو انفقوا میں واقع ہوئی ہے۔ تو پھر کہنے لگے۔

= رَبِّ - اى يَارَبِّیْ۔

= كَوْلًا - حرف تفضیض ہے جس کا معنی فعل پر اُبھارنا۔ برا لگینختہ کرنا ہے۔ کیوں نہ

= اَخْرَجْتَنِیْ : اَخْرَجْتَنِیْ ماضی واحد مذکر حاضر۔ تَاخِيْرًا (تفعیل) مصدر بمعنی دیر کرنا ڈھیل دینا۔ نَدَقَايَہِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تو نے مجھ کو ڈھیل دی۔ تو نے مجھے مہلت دی۔

= اِلَىٰ اَجَلٍ - اِلَىٰ حرف جار اَجَلٍ مجرور۔ اَجَلٍ - موت، مدت، مہلت۔

موصوف - قَرِيْبٍ صفت، نزدیک، کچھ، تھوڑی، اِلَىٰ اَجَلٍ قَرِيْبٍ تھوڑی سی مدت تک۔

= فَاَصْدَقَ - ف علت کا ہے كَوْلًا کے جواب میں واقع ہے۔ تاکہ۔

اَصْدَقَ مَضارع منصوب بوجہ عمل فار جو كَوْلًا کے جواب میں واقع ہو کر اَنْ کا سا عمل کرتی ہے۔ صیغہ واحد متکلم۔ تَصَدَّقَ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی خیرات دینا صدقہ دینا۔ تاکہ میں خیرات کر لیتا۔

= وَاَكُنَّ - واؤ عاطفہ (اس کا عطف فَاَصْدَقَ پر ہے) اَكُنَّ اصل میں اَكُوْنَ تھا مَضارع واحد متکلم۔ اور میں ہو جاتا۔

= مِنَ الصَّالِحِيْنَ نیک لوگوں میں سے۔

۶۳:۱۱ = وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللهُ... واؤ عاطفہ لَنْ يُؤَخِّرَ مَضارع نفی تاکید بَلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب، تَاخِيْرًا (تفعیل) مصدر۔ اور اللہ مہلت نہیں دیتا

نَفْسًا۔ اسم مفرد معنی جان، مراد شخص (منصوب) بوجہ مفعول فعل يُؤَخِّرُ کے۔ کسی شخص کو  
 = اِذَا جَاءَ أَجْلُهَا؛ جب اس کی موت آجاتی ہے۔ جب اس کا وقت آجاتا ہے۔ جب اس کی  
 موت کا وقت آجاتا ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث نَفْسًا کے لئے ہے۔

= وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کیا کرتے ہو۔  
 یہ عدم تاخر کی تاکید میں ارشاد فرمایا۔

اولاً یہ کہ جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس میں وہ تاخیر و تعجل نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ  
 خوب جانتا ہے کہ یہ محض تمہارے کہنے کی باتیں ہیں کہ اگر مہلت مل جائے تو نیک اعمال کر کے  
 صالحین میں داخل ہو جائیں گے۔

اگر بالفرض مہلت مل بھی جائے تو تم پھر وہی کچھ کر دو گے جو کرتے چلے آئے ہو۔ اسی  
 مضمون میں اور جگہ ارشاد ہے :-

(۱) وَانذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا  
 أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ نَّجِبْ دَعْوَتِكَ وَنَتَّبِعِ الرَّسُولَ ۙ اُولَٰئِكَ تَكُونُوا  
 اَقْسَمًا مَّا لَكُمْ مِثْرًا زَوَالٍ (۱۴:۲۴)

اور لوگوں کو اس دن سے آگاہ کرو جب ان پر عذاب آجائے گا۔ تب ظالم لوگ کہیں  
 کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کر تاکہ ہم تیری دعوت (توجید) کو قبول کریں  
 اور تیرے پیغمبروں کی اتباع کر لیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تم (اس  
 حال سے کہ جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہو گا۔

۲۔ حَتَّىٰ اِذَا جَاءَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ۗ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا  
 فِيمَا تَرَكْتُ ۗ كَلَّا ۗ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا (۲۳:۹۹:۱۰۰) (یہ لوگ اسی

طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے گی  
 تو وہ کہے گا کہ اے میرے پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس بھیج دے تاکہ میں اس میں جسے  
 چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔ ہرگز نہیں یہ ایک (ایسی) بات ہے کہ وہ اسے زبان  
 سے کہہ رہا ہے (اور اس پر یہ عمل نہیں کرے گا)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۶۴) سُوْرَةُ التَّغَابِنِ مَدَنِيَّةٌ (۱۸)

۶۴:۱ = يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرْضِ (ملاحظہ ہو ۵۷:۱-۶۲:۱)

اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔  
 = لَہُ الۡمُلۡکُ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ - الۡمُلۡکُ بادشاہت - الۡحَمۡدُ (آل استغراق کا ہے  
 یعنی ہر قسم کی تعریف) تعریف - لَہُ میں لام تملیک کا ہے کہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع  
 اللہ ہے۔ لَہُ دونوں جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تقدیم مفید ہے۔ یعنی اللہ ہی کے لئے  
 ہر تعریف ہے اور اللہ ہی کی بادشاہت ہے۔

= وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیۡرٌ: جملہ هذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور وہ ہر چیز  
 پر قادر ہے۔ یا لَہُ کی ضمیر واحد مذکر سے حال ہے۔ درآں حالیکہ وہ ہر شے پر قادر ہے

۶۴:۲ = هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ: جملہ مستأنف ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔  
 = فَمِنۡکُمۡ کٰفِرٌ، وَ تَعْقِیۡبٌ کٰفِرٌ: یعنی پیدائش کے بعد کچھ لوگوں نے کفر  
 اختیار کیا۔ وَ مِنۡکُمۡ مُّؤْمِنٌ، خَلق کی تشریح اور تفصیل ہے۔

کٰفِرٌ مَّبۡتَدَا، مِنۡ تَبَعِیۡضِہٖ ہے کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر، خبر۔ اسی طرح  
 وَ مِنۡکُمۡ مُّؤْمِنٌ اس جملہ کا عطف جملہ ما قبل پر ہے۔ مُّؤْمِنٌ مَّبۡتَدَا۔  
 مِنۡکُمۡ خبر۔

خدا نے تم کو سب صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا پھر ان صلاحیتوں کو غلط یا صحیح  
 انداز سے استعمال کر کے تم میں سے کئی کافر ہو گئے اور کئی مومن بن گئے۔

= وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیۡرٌ۔ اللّٰهُ مَبۡتَدَا، بَصِیۡرٌ خبر، بِمَا تَعْمَلُوْنَ  
 متعلق خبر۔ اور اللہ تعالیٰ (خوب) دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔

۶۴:۳ = بِالْحَقِّ: حق کے ساتھ۔ بہمہ وجوہ ٹھیک ٹھاک:

== صَوَّرَكُمُ: فعل ماضی واحد مذکر غائب تَصَوَّرْتُ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ بمعنی صورت بنانا کُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اس نے تمہاری صورت کھینچی، اس نے تمہاری شکل بنائی۔

== فَاحْسَنَ صَوَّرَكُمُ فَتَعْقِبُكَ مَا هِيَ أَحْسَنُ ماضی واحد مذکر غائب اس نے اچھا بنایا۔ احْسَانٌ (افعال) مصدر۔ صَوَّرَكُمُ: مضاف مضاف الیہ۔ صَوَّرَ جمع ہے صَوَّرَاتٌ کی، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔ پھر اس نے تمہاری صورتوں کو اچھا بنایا۔

== الْمَصِيْرُ: اسم ظرف مکان صَيَّرْتُ (باب ضرب) مصدر۔ لوٹنے کی جگہ،

۴:۶۴ = مَا تَسِرُونَ: ما موصولہ۔ تَسِرُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اسْتَوْرَتْ (افعال) مصدر۔ جو تم پوشیدہ رکھتے ہو، جو تم چھپاتے ہو۔

== وَمَا تَعْلَنُونَ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ تَعْلَنُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِعْلَانٌ (افعال) مصدر۔ اعلان کرنا۔ آشکارا کرنا ظاہر کرنا۔

== وَاللَّهُ عَلَيْكُمْ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ اللَّهُ مبتدأ۔ باقی جملہ اس کی خبر۔ یہ جملہ معترضہ تزیلی ہے، اور اللہ کی صفات جو اوپر مذکور ہوئیں۔ اُن کی تائید میں آیا ہے۔ عَلَيْكُمْ۔ عِلْمٌ سے بروزن فَعِيلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے (خوب جاننے والا۔ عُلَمَاءُ جمع۔ ب حرف جار ہے ذَاتِ الصُّدُورِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجبور۔ متعلق خبر۔

علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں۔

يَعْلَمُ مَا تَسِرُونَ: یعنی اللہ تمہارے اسرار اور ان خیالات سے واقف ہے جو تمہارے سینوں کے اندر پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جو چیز معلوم ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے خواہ وہ کُلّی ہو یا جُزئی اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز سے اس کی نسبت (یعنی تخلیقی تعلق و نسبت) ایک جیسی ہے۔

قدرت کا علم سے پہلے ذکر اس لئے کیا کہ کائنات اپنے خالق پر براہِ راست دلالت کرتی ہے اور کائنات کا استحکام تخلیقی اور ہر حکمت بناوٹ اللہ کے علم کی دلیل ہے۔ علم کا دوبارہ ذکر درحقیقت مکرر وعید ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی نافرمانی

اور خلافِ رضا عمل کرتے ہیں۔

۶۴: ۵ = أَلَمْ يَأْتِكُمْ - آہمزہ استفہامِ انکاری کے لئے ہے۔ لَمْ يَأْتِي مضافِ نفعی  
 حجبِ بَلَمَّ واحدِ مذکر غائبِ اتِّبَانٌ (بابِ ضرب) مصدرِ بمعنی آنا۔ آجانا۔ کُمْ ضمیرِ مفعول  
 جمعِ مذکر حاضر، خطابِ کفار مکہ یا تمام اہلِ مکہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس نہیں آئی۔  
 (اے اہلِ مکہ یا اے کفار مکہ)

= نَبَلَوْا اسمِ مرفوع۔ خبر۔ اطلاق۔ مضاف۔ الَّذِينَ كَفَرُوا اسمِ موصولِ وصلہ  
 جنہوں نے کفر کیا۔

= مِنْ قَبْلُ۔ اِی مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تم سے پہلے۔ متعلقِ وصلہ۔ اسمِ موصولِ وصلہ مل کر  
 مضافِ الیہ نَبَلَوْا کا۔ کیا نہیں پہنچی تم کو خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے قبل کفر اختیار کیا  
 (مثل قومِ نوح و قومِ ہود۔ قومِ صالح وغیرہ)

= فَذَاقُوا۔ فَ ترتیب کا ہے یعنی وہ خبر یہ ہے کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور اس کے  
 نتیجے میں مرتب ہونے والا انجام بھی انہوں نے چکھ لیا۔

ذَاقُوا ماضی جمعِ مذکر غائبِ ذَوَّقُوا بابِ نصر مصدر۔ انہوں نے چکھا۔ انہوں  
 نے چکھ لیا۔

= وَبِالْآمْرِهِمْ۔ آمْرِهِمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وَبِالْآمْرِ مضاف  
 مضاف مضاف الیہ مل کر مفعولِ فعلِ ذَاقُوا کا۔

وَبِالْآمْرِ کسی کام کا انجامِ بد۔ وہ بوجھ اور سختی جو کسی کام کے انجام کے طور پر مرتب  
 ہو۔ الوہیل۔ وہ طعام جو معدہ پر گراں گذرے۔ الواہیل وہ بارش جو موٹی موٹی  
 بوندوں والی ہو۔ پس چکھ لیا انہوں نے اپنے فعل کے انجام کا ضرر اس دنیا میں  
 = وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ؛ اور (آخرت میں) ان کے لئے ہے دردناک عذاب  
 عَذَابٌ أَلِيمٌ موصوف و صفت۔

۶۴: ۶ = ذَٰلِكَ یعنی عذاب جو انہوں نے اس دنیا میں مہکتا اور عذاب جو وہ آخرت  
 میں مہکتیں گے۔

= بِأَنَّهُ۔ بِ سبب یہ ہے اَنَّ حرفِ مشبہ بالِ فعلِ ضمیرِ واحدِ مذکر غائب۔ ذَٰلِكَ  
 بِأَنَّهُ بے شک یہ (عذابِ دنیا و عذابِ آخرت) اس سبب سے ہے۔

= كَانَتْ تَأْتِيهِمْ۔ ماضی استمراری صیغہ واحدِ مؤنثِ غائب (بمعنی جمعِ مذکر)



ہم ضمیر جمع مذکر غائب ان کے پاس آئے تھے یا آیا کرتے تھے رُسُلُهُمْ مضاف مضاف الیہ  
مل کر فاعل فعل کانت قاتی کا۔ ان کے رسول۔ ان کے پیغمبران، یعنی خدا کے ارسال کردہ پیغمبر  
جو ان کی طرف بھیجے جاتے تھے۔

== بِالْبَيِّنَاتِ۔ ب تقدیر کے لئے ہے الْبَيِّنَاتِ معجزات و واضح دلائل۔ واضح اور  
روشن دلائل لے کر آتے تھے۔

== فَقَالُوا فِ عَاطِفٍ، اس کا عطف کانت تار تمیم پر ہے تو یہ (لوگ) کہتے۔ یا۔  
تو انہوں نے کہا۔

== الْبَشَرَ يَهْدُوْنَ نَارِ يَرِ اِن کا مقولہ ہمزہ استفہامیہ بَشَرَ مبتدا۔ يَهْدُوْنَ  
اس کی خبر۔ يَهْدُوْنَ ماضی جمع مذکر غائب۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ کیا آدمی ہم کو  
ہدایت کریں گے۔

== فَكَفَرُوا ف تَرْتِيبِ كَلْبِ، نتیجہ انہوں نے انکار کیا اپنے پیغمبروں کا)

== وَتَوَلَّوْا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور انہوں نے منہ موڑ لیا۔ روگردانی  
کی۔ تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلَّى (تفعل) مصدر۔ یعنی منہ موڑنا۔ پشت پھینا  
== وَاسْتَغْنَى اللَّهُ۔ یہ جملہ، جملہ ماقبل کا معطوف ہے استغنى ماضی واحد مذکر  
غائب استغناء (استفعال) مصدر۔ اس نے بے پرواہی کی، یعنی اللہ نے ان کے  
ایمان اور ان کی طاعت سے بے پرواہی کا اظہار فرمایا۔

== وَاللَّهُ غَنِيٌّ حَمِيدٌ؛ جملہ معترضہ تزیلی ہے صفت مذکورہ ماقبل کی تائید کے  
لئے آیا ہے۔ اللَّهُ مبتدا۔ غَنِيٌّ خبر اول حَمِيدٌ خبر ثانی،

غَنِيٌّ غِنَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ واحد مذکر ہے۔ مالدار۔ بے نیاز، بے  
پرواہ، غیر محتاج۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

حَمِيدٌ بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یعنی مفعول۔ اسی مَحْمُودٌ جو  
اپنی ذات میں ہی مستحق حمد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۶۴: ۷ = زَعَمَ ماضی واحد مذکر غائب زَعَمَ (باب نصر) مصدر۔ زَعَمَ اَصْل  
میں ایسی بات نقل کرنے کو کہتے ہیں جس میں جھوٹ کا احتمال ہو اس لئے قرآن مجید میں  
یہ لفظ ہمیشہ اسی موقع پر آیا ہے جہاں کہنے والے کی مذمت مقصود ہو چنانچہ فرمایا۔  
زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا (۶۴: ۷) آیت نداء کفار یہ زعم کرتے ہیں اور بَلْ زَعَمْتُمْ

(۲۸:۱۸) مگر تم یہ خیال کرتے ہو۔

اور اسی مادہ (زرع م) سے زَعَامَةٌ سے ب کے صلہ کے ساتھ بمعنی مال وغیرہ کا ضامن بنا بھی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

وَآتَابَهُ زَعِيمٌ (۱۲:۴۲) اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔  
 = اَنْ لَّنْ يُبْعَثُوا۔ اَنْ مُخَفَّفٌ هِيَ اَنَّ سَ۔ بے شک۔ لَنْ يُبْعَثُوا مضارع منفی  
 مجہول تاکید بہ لَنْ۔ ان کو (ہرگز موت کے بعد دوبارہ زندہ کر کے) اٹھایا نہیں جائے گا۔  
 بَعَثُ رِبَابٍ فَتَحَ مَصْدَرٌ سَ۔

= قُلْ۔ اِی قُلْ لَهْمُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صَلٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ)۔  
 = بِلٰی وَّرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ، بِلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔  
 ۱۔ ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسا کہ آیت زیر غور میں ہے۔ زَعَمَ الَّذِیْنَ  
 کَفَرُوْا اِنْ لَنْ یُبْعَثُوْا قُلْ بِلٰی وَّرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (کافروں کا خیال ہے یا وہ  
 دعویٰ کرتے ہیں کہ ہرگز وہ نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے  
 رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہو۔ جیسے  
 (۱) استفہام حقیقی جیسے اَلِیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جا  
 وے  
 بِلٰی:

(۲) استفہام توہینی، جیسے اَیْحَسِبُ الْاِنْسَانُ اَنْ لَّنْ یُجْمَعَ عِظَامُهٗ ہ بِلٰی  
 قَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَاتِهٖ (۴۵:۳:۴۷) کیا انسان یہ گمان کرتا ہے  
 کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ  
 اس کی پور پور درست کر دیں۔

(۳) یا استفہام تفسیری ہو۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَہِدُنَا:  
 (۱۴۲:۴) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں! (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں  
 (نیز ملاحظہ ہو ۳:۴۶)

= وَّرَبِّیْ۔ واو حرف جر ہے لیکن یہاں بطور واو قسم مستعمل ہے۔ یہ صرف اسم ظاہر  
 پر آتا ہے۔ جیسے وَاللّٰہِ (خدا کی قسم) وَالتَّیْنِ (قسم ہے انجیر کی)۔  
 رَبِّیْ مضاف مضاف الیہ۔ میرا رب وَرَبِّیْ (مجھے) اپنے رب کی قسم۔

## فَائِدَةٌ

بعث بعد الموت پر قرآن مجید میں رب کی قسم تین دفعہ کھائی گئی ہے!

۱۔ آیت ہذا: قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي (۶۴:۷۷)

۲۔ وَاسْتَبْشُرُوا أَخْفَىٰ هُوَ قُلْ إِنِّي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقُّ ط (۵۳:۱۰)

اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہہ دو ہاں خدا کی قسم سچ ہے۔  
۳۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ (۳:۳۴) اور کافر کہتے ہیں کہ قیامت (کی گھڑی) ہم پر نہیں آئے گی! کہہ دو! کیوں نہیں (آئیگی) میرے رب کی قسم وہ تم پر ضرور آکر ہے گی۔

== لَتُبْعَاشُنَّ مَضَاعٌ مجہول بلام تاکید و نون ثقیدہ جمع مذکر حاضر، بَعَثُ (باب فتح) مصدر بمعنی بیدار کرنا۔ زندہ کرنا۔ مردہ کو زندہ کر کے دوبارہ اٹھانا۔ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے یہ جواب قسم ہے (وَرَبِّي کے جواب میں)

== ثُمَّ لَتُنَبَّؤَنَّ۔ ثُمَّ تَرَاحِي فِي الْوَقْتِ کے لئے ہے۔ بمعنی پھر۔ ازاں بعد۔ لَتُنَبَّؤَنَّ مَضَاعٌ مجہول بلام تاکید و نون ثقیدہ، صیغہ جمع حاضر۔ تمہیں بتایا جائے گا۔ تمہیں خبر دی جائیگی تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی آگاہ کرنا۔ خبر دینا۔ بتلانا۔ یعنی تمہارے اعمال کا محاسبہ ہوگا اور ان پر جزا و سزا ملے گی۔ یہ جملہ بعث بعد الموت کی تاکید کے لئے آیا ہے۔  
== وَذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ، وَادْعَاظِفْ، ذَلِكَ: یعنی یہ دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا اور اعمال کا محاسبہ کرنا۔

يَسِيرٌ۔ صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر۔ سی سے مراد مادہ۔ آسان، سہل،

ذَلِكَ مبتدأ۔ يَسِيرٌ اس کی خبر، عَلَى اللَّهِ متعلق خبر۔

۸:۶۴ = فَأَمِنُوا: وَنَ شَرْطٌ مَحْذُوفٌ كِي طَرَفِ دَلَالَتِ كَرَّرِ هَا هِيَ۔ اِي اِذَا كَانَ الْاَمْرُ كَذَلِكَ۔ يَعْنِي لِحُبِّ حَشْرٍ اَوْ قُبُورٍ سَيَّ اِطْحَايَا جَانَا اَوْ اَعْمَالِ كَامِحَا سَبَبِ ضَرُورِي اَوْ لِقِيْنِي هِيَ۔ فَأَمِنُوا تَوَا اِيْمَانِ لَادٍ۔ اَمْرُ كَا صِيغَةُ جَمْعِ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ، اِيْمَانٌ (اَفْعَالِ) مَصْدَرٌ يَمِنُ مَادَّةٌ۔ تَمَّ اِيْمَانِ لَادٍ۔

== النُّورِ۔ اِي الْقُرْآنِ۔

== وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ: جملہ معترضہ تزیلی ہے۔ اِيْمَانٌ بِاللَّهِ وَاِيْمَانُ

بالرسول وایمان بالقرآن کے متعلق حکم کی تعمیل میں جو تم کرتے ہو۔ اللہ تمہارے ان اعمال سے باخبر ہے۔

۶۴:۹ = يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ يَوْمَ فَعْلٍ مَقْدَرَهُ (اُذْكُرْ) کا مفعول ہے۔ یاد کرو وہ دن جب وہ تم کو اکٹھا کرے گا۔

= لِيَوْمِ الْجَمْعِ - لام تعلیل کے لئے ہے يَوْمِ الْجَمْعِ مضاف مضاف الیه جَمَعَ يَجْمَعُ (بافتح) کا مصدر ہے۔ جمع ہونے کا دن، جمع کرنے کا دن۔ اکٹھا کرنے کا دن۔ مراد اس سے روز قیامت ہے جب ملائکہ اور جن دانس لگے پھلے سب محاسبہ اور جزا و سزا کے لئے اکٹھے ہوں گے۔

= ذٰلِكَ اَيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ يَوْمِ دُن - يَوْمِ التَّغَابُنِ - يَوْمِ تَغَابُنٍ ہوگا۔ روز قیامت کو یوم تغابن کہا گیا ہے۔

= تَغَابُنًا - غ ب ن مادہ سے ثلاثی مجرد کے ابواب غَبِنَ يَغْبِنُ باہمی معاملہ میں پوشیدہ طور پر اپنے ساتھی کا حق مارنا) اور غَبِنَ يَغْبِنُ (راکے وغیرہ میں کسی کو دھوکہ دینا۔ کتذہن ہونا) غَبِنُ مصدر بمعنی غفلت، بھول، اپنے حق سے محروم رہ جانا۔ ایک شخص کا کسی دوسرے شخص کو کسی غیر محسوس طریقے سے کاروبار میں یا باہمی معاملہ میں نقصان پہنچانا) اسی مادہ سے ابواب ثلاثی مزید فیہ میں تغابن (تفاعل) سے جس کے خواص میں سے ایک خاصیت اشتراک ہے یعنی کسی کام کے کرنے میں دو یا دو سے زیادہ اشخاص موجود ہوں۔ جس میں ہر ایک بطور فاعل بھی شامل ہو اور بطور مفعول بھی۔ اس صورت میں تغابن کا مطلب ہوگا:-

دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا۔

منتہی الارب میں اسے یوں بیان کیا ہے:-

درزیاں انگندن بعض مر بعض را۔ اور یوم تغابن کے متعلق لکھتے ہیں:-

” روز قیامت است بداں سبب کہ اہل جنت اہل دوزخ را درزیاں

وغین اندازند ”

اور غیناٹ اللغات میں ہے:-

” یک دیگر را درزیاں انگندن “

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں

يَوْمُ التَّغَابُنِ سُودِوِيَاں وَالَادِن۔

تفہیم القرآن میں لکھا ہے :-

در تَغَابُنٍ: بعض لوگوں کا بعض لوگوں کے ساتھ غبن والا معاملہ کرنا۔ ایک شخص کا دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا۔ اور دوسرے کا اس کے ہاتھوں نقصان اٹھانا۔ یا ایک کا حصہ دوسرے کو مل جانا اور اس کا اپنے حصہ سے محروم رہ جانا۔ یا تجارت میں ایک فریق کا خسارہ اٹھانا اور دوسرے فریق کا نفع اٹھالینا۔ یا کچھ لوگوں کا کچھ لوگوں کے مقابلہ میں ضعیف رائے ہونا۔

مدارک التنزیل میں ہے :-

و هو مستعار من تغابن القوم في التجارة وهو ان يغبن بعضهم بعضاً لنزول السعداء منازل الاشقياء التي كانوا ينزلونها لو كانوا سعداء ونزول الاشقياء منازل السعداء التي كانوا ينزلونها لو كانوا اشقياء۔ كما ورد في الحديث:

ترجمہ :- اور یہ محاورہ ”تغابن القوم في التجارة“ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں بعض لوگوں کا بعض لوگوں سے تجارت میں غبن کا معاملہ کرنا۔ نیکو کاروں کا بدکاروں کی جگہیں لے لینا جو بدکاروں کو ملتیں اگر وہ نیک ہوتے اور بدکاروں کا نیکو کاروں کی جگہیں لے لینا جو نیکو کاروں کے نصیب میں ہوتی اگر وہ بدکار ہوتے۔ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔ ان ہی معانی میں صاحب ”السيراتفسیر“ لکھتے ہیں۔

”ذَلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ: اى يغبن المؤمنون الكافرين باخذهم منازل الكفار في الجنة واخذ الكفار منازل المؤمنين في النار۔

مومن لوگ کفار سے غبن کا معاملہ کریں گے جنت میں واقع ان کی جگہیں لے کر اور اہل کفار دوزخ میں واقع مومنین کی جگہیں لے کر۔“

== وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ - وَادَّعَاهُ مِنْ شَرْطٍ يُؤْمِنُ مَضَارِعُ مَجْزُومٌ بَوَجْهِ جَوَابٍ شَرْطٍ - صَيْغَةٌ وَاحِدَةٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - اورد جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا۔ جملہ شرطیہ

== وَيَعْمَلُ صَالِحًا: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے وَاذَّ عَاطِفٌ يَعْمَلُ مَضَارِعُ

مجزوم بوجہ شرط۔ واحد مذکر غائب صالحاً سے قبل عملاً محذوف ہے اى وَيَعْمَلُ عَمَلًا مَفْعُولٌ مَطْلُوقٌ صَالِحًا اس کی صفت بمعنی نیک

صالح۔ اور جو نیک کام کریگا۔

== يَكْفِرُ عَنْ، مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ واحد مذکر غائب تَكْفِيرًا (تفعلیل) مصدر عَنْ کے صلہ کے ساتھ (خدا) اس کے گناہ معاف کر دیگا۔

سَيِّئَاتِهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول يَكْفِرُ عَنْهُ کا۔ سَيِّئَاتٍ جمع سَيِّئَةٌ کی۔ گناہ۔ مضاف، ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنْ موصولہ شرطیہ ہے۔ اس کے گناہ == يَدْخُلُهُ مضارع واحد مذکر غائب اِدْخَالَ (افعال) مصدر۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس کو داخل کرے گا۔

== تَحْتَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے نیچے۔ مراد جنتوں کے نیچے، باغوں کے نیچے۔

ما ضمیر واحد متونث غائب کا مرجع جنت ہے؛

== خَلِيدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔ جملہ حالیہ ہے۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب، خُلُودًا باب نصر مصدر سے

فِيهَا اى فِي الْجَنَّةِ۔

أَبَدًا انظر زمان ہے جو مستقبل میں نفی واثبات کی تاکید کے لئے آتا ہے مثلاً لَا أَفْعَلُ أَبَدًا میں اس کو ہرگز نہیں کروں گا۔

== ذَٰلِكَ اى ما ذكر من تكفير السيئات وادخال الجنة۔ گناہوں کی بخشش اور جنت میں داخلہ کے متعلق جو مذکور ہوا ہے۔

== الْفَوْزُ الْعَظِيمُ؛ موصوف و صفت۔ بڑی کامیابی۔

۶۴: ۱۰ = وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا۔ موصول اور صلہ مل کر مبتدأ۔ اُولَٰئِكَ..... الخ سارا جملہ اس کی خبر ہے۔

اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ اس آگ میں ہمیشہ رہا کریں گے اور (وہ) بُرا ٹھکانا ہے۔

» جزا و سزا کی دونوں آیات (۶۴: ۹، ۱۰) تغابن کی تفصیل ہیں۔ یا۔ يَوْمَ

الْجَمْعِ میں جو سب کو جمع کیا جاتے گا اس کی اصل غرض و مقصد کا اظہار اور دونوں فریقوں کے الگ الگ نتیجہ کا بیان ہے، (تفسیر مظہری)

۶۴: ۱۱ = مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ۔ مَا نَافِيَةٌ ہے أَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مِنْ تَبْعِيضِيَّةٌ مُصِيبَةٍ اسم فاعل واحد متونث اِصَابَةً (افعال) مصدر سے معنی

پہنچنا مُصِيبَةً پہنچنے والی۔ تکلیف۔ مصیبت، نہیں پہنچتی کوئی مصیبت۔

== وَ مَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ يَهْدِ قَلْبَهُ - وَادَّ عَاطِفًا، مَنْ مَوْصُولًا، شَرْطِيَّةً۔

يَهْدِي قَلْبَهُ، جملہ جواب شرط ہے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے (اللہ) اس کے

دل کو ہدایت بخشتا ہے۔ یعنی اس کے دل کو صبر و رضا کی راہ دکھا دیتا ہے۔

يَهْدِي مَضَارِعَ مَجْزُومٍ بوجہ جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ هِدَايَةٌ دَبَاب

ضرب مصدر سے۔

== وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ وَادَّ عَاطِفًا، اللَّهُ مُبْتَدَأٌ رَعْلِيمٌ اس کی خبر،

بِكُلِّ شَيْءٍ ب حرف جار۔ كَلِّ شَيْءٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مجبور، جار مجبور مل کر

متعلق خبر۔ اور اللہ ہر بات کو جانتا ہے۔

۶۴: ۱۲ = فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ: جملہ شرطیہ ہے ف سببیہ ہے (ایمان و اطاعت کے امر کا

پہنچا روگردانی کا سبب ہے۔ اِنْ شَرْطِيَّةً۔ یعنی اگر، تَوَلَّيْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر

تَوَلَّى رَفَعْلٌ، مصدر۔ یعنی منہ پھیرنا۔ مہربانا۔ روگردانی کرنا۔

اگر تم نے منہ موڑا۔ اگر تم پھر گئے۔

== فَإِنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اور

سابقہ جملہ کا جواب شرط ہے۔

الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔ موصوف و صفت، الْبَلَاغُ پہنچا دینا۔ کافی ہونا۔ مصدر ہے

اور قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی تبلیغ آیا ہے۔

الْمُبِينُ ابَانَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بمعنی ظاہر کرنے والا۔

الْبَلَاغُ الْمُبِينُ۔ وہ تبلیغ جو تمام امور کو مفصل طور پر صاف صاف بیان کر دے

جملہ شرطیہ کے بعد جواب کی علت محذوف ہے۔ اسی فلا باس علیہ۔

ترجمہ یوں ہو گا:-

اگر تم نے (اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت سے) روگردانی کی۔ تو اس کا

(اللہ کے رسول پر) کوئی ضرر نہیں۔ کیونکہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف تبلیغ مبین تھی

(جو وہ بطریق احسن فرض ادا کر چکے)

۶۴: ۱۳ = اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ: یہ جملہ حکم ایمان و اطاعت کی علت ہے۔

(اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کرو اس لئے کہ) وہی اللہ ہے اس کے سوا

قابل عبادت کوئی نہیں)

== فَلَيَتَوَكَّلْ: امر کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَكَّلْ (تَفَعَّلٌ) مصدر۔ پس چاہئے کہ بھروسہ کرے (یہاں جمع کے صیغہ کے معنی میں آیا ہے: پس چاہئے کہ بھروسہ کریں مومن لوگ:

عَلَى اللَّهِ كَاتِفٌ فَلَيَتَوَكَّلْ الْمُؤْمِنُونَ سے ہے۔ تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ خاص اللہ پر ہی مومن لوگوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

## فائدہ

ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:۔ اہل مکہ میں سے کچھ مرد مسلمان ہو گئے اور انہوں نے ہجرت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن ان کے اہل و عیال نے ان کو مکہ چھوڑ کر مدینہ جانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم نے تمہارے مسلمان ہونے کا تو صبر کر لیا۔ لیکن اب تمہاری جدائی ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے، بیوی بچوں کی اس التجار کو انہوں نے مان لیا اور ہجرت کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

== اِنَّا مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوٌّ اِلَيْكُمْ، اِنَّ حَرْفِ تَحْقِيقٍ اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے خبر کی تاکید و تحقیق مزید کے لئے آتا ہے عَدُوٌّ اِلَيْكُمْ بِالنَّصْبِ اسْمِ اِنِّ۔ اور مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ اس کی خبر (تفسیر حقانی) مِنْ تَبْعِيضِيَّةٍ ہے ان میں سے بعض۔

ترجمہ ہوگا۔

مسلمانو! تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں۔

== فَاَحْذَرُوْهُمْ: سببہ اِحْذَرُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، حَذَرٌ رِبَابٌ سمع مصدر۔ کسی خوف کی بات سے ڈرنا۔ بچنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب پس تم ان سے بچو۔ (یعنی ان کا کہنا نہ مانو کہ ان کی وجہ سے ہجرت چھوڑ بیٹھو)

== وَاِنْ تَعَفُّوْا وَاَتَصَفَّحُوْا وَتَغْفِرُوْا۔ وَاَوْعَاطِفٌ، اِنْ شَرْطِيَّةٌ۔ تَعَفُّوْا اصل میں تَعَفُّوْنَ تھا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِنْ شَرْطِيَّةٌ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ عَفُوٌّ رِبَابٌ نَصْرٌ مصدر۔ یعنی معاف کرنا۔ درگزر کرنا۔ اور اِغْرَمَ مَعَاْفٌ كَرُوْا



درگذر کرو۔

تَصْفَحُوا اصل میں تَصْفَحُونَ تھا ان شرطیہ کے عمل سے نون اعرابی حذف ہوا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے صَفَحَ (باب فتح) مصدر۔ تم درگذر کرو۔

تَغْفِرُوا اصل میں تَغْفِرُونَ تھا۔ ان شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے غَفَرَ (باب ضرب) مصدر۔ تم بخشو، تم معاف کرو۔ یہ جملہ شرط ہے اس کے بعد جواب شرط محذوف ہے۔

علامہ آلوسی ج لکھتے ہیں کہ۔

اس کے بعد کا جملہ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ہی جواب کے قائم مقام ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ فرمائے گا جو تم ان (اپنے ازواج و اولاد) کے ساتھ کرو گے۔ اور تم پر اپنا فضل کرے گا۔ کیونکہ وہ عزوجل بڑا غفور اور رحیم ہے علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ۔

ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔

جب وہ لوگ مدینہ پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ (ان سے پہلے ہجرت کر کے آنے والے) کچھ لوگ دینی مسائل سیکھ چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کو اپنے اہل و عیال پر غصہ آیا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے اہل و عیال کو سزا دیں۔ کیونکہ بیوی بچوں ہی نے ان کو ہجرت سے روک رکھا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَإِنْ تَعْفُوا أَوْ تَصْفَحُوا... الخ۔ یعنی اگر تم ان کا قصور معاف کر دو گے اور ان سے درگذر کر دو گے اور ان کی خطا بخش دو گے تو اللہ بھی تم کو معاف فرمائے گا اور تم پر مہربانی کرے گا کیونکہ اللہ ہی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

۶۴: ۱۵ = اِنَّمَا بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کا قر ہے۔ جو کہ حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے = اَمْوَالِكُمْ رمضان مضاف الیہ تمہارے مال۔

= وَاَوْلَادِكُمْ: رمضان مضاف الیہ تمہاری اولادیں۔ اسم اِنَّ

= فِئْتَهُ۔ اس کی خبر۔

بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولادیں (تمہارے لئے) آزمائش ہیں

الفتن کے دراصل معنی سونے کو آگ میں ڈالنے اور گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے اس لحاظ سے کسی کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے **يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُونَ** (۱۳:۵۱) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

اور آزمائش اور امتحان لینے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً **وَفْتَنَّاكَ فُتُونًا** (۲۰:۴) اور ہم نے تمہاری کئی بار آزمائش کی،

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو مفسرات القرآن، امام راغب،  
**وَاللَّهُ عِنْدَ لَا أَجْرٌ عَظِيمٌ**۔ اس سے قبل عبارت محذوف ہے، یعنی اس آزمائش کے باوجود جس نے اللہ کی محبت اور اس کی اطاعت کو دنیاوی اموال و اولاد پر ترجیح دی اس کے لئے اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

ای وَاللَّهُ عِنْدَ لَا أَجْرٌ عَظِيمٌ لِمَنْ أَشْرَحَ مَحَبَّةَ اللَّهِ تَعَالَى وَطَاعَتَهُ عَلَى مَحَبَّةِ الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ رُوحِ الْمَعَانِي،

## فائدہ :-

آیت ۱۴ میں اہل و عیال کی عداوت کے اظہار کے موقعہ پر **مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ** فرمایا یعنی **مِنْ** تبیضیہ ذکر کیا کہ تمہاری ازواج اور اولاد میں سے بعض (سائے نہیں) تمہارے دشمن ہیں لیکن دنیاوی مال و اولاد کو سب کو بلا استثناء باعث فتنہ فرمایا۔ کیونکہ یہ سب آزمائش ہیں۔

۱۶:۶۴ = **فَاتَّقُوا اللَّهَ** میں ف سببیہ ہے۔ یعنی اوپر جو آیات ۱۴-۱۵ پر ہیں ازواج و اولاد دنیاوی معاملات بیان ہوتے ہیں ان سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

= **مَا اسْتَطَعْتُمْ** : ما موصولہ **اسْتَطَعْتُمْ** : اس کا صلہ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استطاعتہ رافتعال، مصدر تم سے ہو سکے۔ تم کر سکو۔  
**مَا اسْتَطَعْتُمْ** جو تم سے ہو سکے جو تم کر سکو۔ جہاں تک تم سے ہو سکے، جہاں تک تم کر سکو،

ترجمہ ہو گا :-

پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہا کرو، ڈرتے رہو۔

= وَاسْمَعُوا۔ وَاذْعَاطِفِ اسْمَعُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ سَمِعَ باب سَمِعَ مصدر اور اس کا حکم سنو۔

= وَاطِيعُوا۔ وَاذْعَاطِفِ، اطِيعُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اطَاعَةُ (اِفْعَالٌ) مصدر اور (اس کی) اطاعت کرو۔

= وَانْفِقُوا۔ وَاذْعَاطِفِ انْفِقُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، انْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اور (اس کی) راہ میں خرچ کرو،

= خَيْرًا اِلَّا لِنَفْسِكُمْ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر خَيْرًا اور لِنَفْسِكُمْ ایک ساتھ پڑھے جاویں تو اس صورت میں یہ جملہ ادا مرتذکرہ بالا کے جواب میں كَانَ مقدرہ کی خبر ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

پس جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو، اور (اس کے احکام کو) سنو اور بجالاؤ،

اور (اس کی) اطاعت کرو۔ اور (اس کی) راہ میں خرچ کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا

۲۔ خَيْرًا مصدر محذوف کی صفت بھی ہو سکتی ہے ای انْفِقُوا انْفَاقًا خَيْرًا

اس صورت میں انْفَاقًا مفعول مطلق اور خَيْرًا اس کی صفت ہوگی۔

ترجمہ ہوگا۔

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اچھا خرچ (یعنی اپنی قیمتی شے خرچ کرو یا دل کھول کر

خرچ کرو)

۳۔ خَيْرًا یعنی مَالًا بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ انْفِقُوا کا مفعول بہ ہوگا

ترجمہ ہوگا۔

اور اس کی راہ میں اپنا قیمتی مال خرچ کرو،

خَيْرٌ بمعنی مال اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَانْتَهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ

(۸: ۱۰۰) اور وہ مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

نوٹ ہے۔ نمبر ایک والی صورت زیادہ راجح ہے۔

= وَ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَنْفْسِهِ مَخْرَجًا۔ جملہ شرط ہے۔ مَنْ موصولہ يُتَّقِ اس کا اصل

يُتَّقِ مضارع مجہول واحد مذکر غائب وَقَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ یہ اصل میں

يُتَّقِي تھا بوجہ شرط يُتَّقِ ہوا۔ بمعنی بچایا گیا۔ بچایا گیا۔

شُحَّ : امام را غیب لکھتے ہیں کہ :-

شُحَّ وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو۔ خود غرضی،

یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب، نصر، عَلِمَ تینوں سے آتا ہے۔ یہاں مضاف ہے اور نَفْسِهِ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کا مضاف الیہ ہے۔

اور جو شخص اپنے طبعی بخل سے بچایا گیا۔

== فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ : جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط ہے۔

أُولَئِكَ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہی لوگ۔

الْمُفْلِحُونَ : اسم فاعل جمع مذکر، اِفْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ فلاح پانے والے۔ کامیاب لوگ۔

۶۴: ۱۷ = اِنْ تَقْرَضُوا اِلَّا اللّٰهَ : جملہ شرط ہے اِنْ شرطیہ۔ اگر : تَقْرَضُوا۔ مضارع

جمع مذکر حاضر، اقْرَضُوا (اِفْعَالٌ) مصدر۔ یعنی قرض دینا۔ اَللّٰهُ مفعول فعل تَقْرَضُوا کا

یہ اصل میں تَقْرَضُونَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔

اگر تم اللہ کو قرض دو۔

قَرْضًا حَسَنًا۔ قَرْضًا مفعول مطلق۔ موصوف حَسَنًا صفت، قَرْضًا کی یعنی اچھا

عمدہ۔ خوب۔ ہر لحاظ سے پسندیدہ،

== يَضْعِفُ لَكُمْ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ يَضْعِفُ مضارع مجزوم، بوجہ جواب شرط،

واحد مذکر غائب مُضَاعَفَةٌ (مُضَاعَلَةٌ) مصدر۔ کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا

مرجع قَرْضًا ہے۔ وہ اس کو بڑھائے گا۔ دگنا کر دے گا۔ وہ اس کو بڑھا کر دے گا

لَكُمْ تم کو، تمہارے لئے۔

یعنی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنا اللہ

چاہے گا اجر عطا فرمائے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

مَثَلُ الَّذِي يَنْفِقُونَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ

سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ وَّ اللّٰهُ يَضْعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ۔

وَاللّٰهُ وَّاسِعٌ عَلِيمٌ (۲: ۲۶۱) جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن

(کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بائیس اُگیں اور ہر ایک

میں سودا نے ہوئی۔ اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور وہ بڑی ہی کثافتش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔

== وَيَغْفِرْ لَكُمْ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔  
== وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ اور اللہ شکور اور حلیم ہے؛

شکور مراد: وہ بندہ جو اطاعتِ الہی اور اس کی عبادت کی بجا آوری کے ذریعے جو کہ اس پر مقرر کی گئی ہے حق تعالیٰ کی شکر گزاری میں خوب کوشاں ہو۔  
اور شکور مراد: کجا جب اللہ تعالیٰ کی صفات میں استعمال ہوگا تو اس کے معنی بڑے قدردان یعنی مھوڑے کام پر بہت بڑا ثواب دینے والے کے ہوں گے۔

شکور مراد۔ شکور یشکور کا مصدر ہے شکور و شکوران بھی مصدر ہے۔

حَلِيمٌ۔ حِلْمٌ سے (باب کرم) مصدر بروزن فعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے

حِلْمٌ بمعنی جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنا۔ یعنی بردباری اور تحمل کرنا۔

حَلِيمٌ: سزا دینے میں جلدی نہ کرنے والا۔ بردبار۔ تحمل والا۔ باوقار۔ یہ اللہ کے

اسما حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اصل حِلْمٌ اسی کا ہے؛

۱۸:۶۴ = عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ یعنی اس کے علم سے کوئی شے مخفی نہیں

جس چیز کا لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اور جو چیز لوگوں کے علم سے پوشیدہ ہے اللہ سب کو جانتا ہے۔

یا یہ مطلب ہے کہ:-

جو چیز اس وقت موجود ہے اس کو بھی خدا جانتا ہے اور جو چیز پہلے ہو چکی

یا آئندہ ہونے والی ہے۔ سب سے خدا تعالیٰ واقف ہے؛

== الْعَزِيزُ۔ ہر شے پر غالب، جس کی قدرت بھی کامل ہے اور علم بھی ہمہ گیر۔

عِزَّةٌ سے فَعِيلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔

الْحَكِيمُ: حَكْمَةٌ سے بروزن فعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حکمت والا

اللہ تعالیٰ کے اسما حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ اصل حکمت اسی کی حکمت ہے؛

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۶۵) سُورَةُ الطَّلَاقِ مَكِّيَّةٌ (۱۲)

۱:۶۵ = يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ فِي مَرْفِئِ نَبِيِّ كَرِيمٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْنِ نَدَارٍ كِي كَمِي بِي لِي كِنِ چُونِكُو آپ بِشَوَا، اُمْتِ هِيں اِس لِي آپ كُو نَدَارِ كَرْنَا سَارِي اُمْتِ كُو نَدَارِ كَرْنَا هِي كُو يَا حَكْمِ طَلَّاقِ كِي مَخَاطِبِ صَرَفِ آپِ هِي هِيں هِيں بَلَكِ آپِ كِي سَا تَهْ سَارِي اُمْتِ كُو بِي مَبِي خَطَّابِ هِي جِي سَا كِي طَلَّقْتُمْ فِي صِيغَةِ جَمْعِ مَذَكُرِ حَاضِرِ ظَاهِرِ كَرْتَا هِي۔

اِذَا نَطْرَ زَمَانِ هِي شَرْطِيهٔ آيَا هِي؛  
طَلَّقْتُمْ مَاضِي كَا صِيغَةُ جَمْعِ مَذَكُرِ حَاضِرِ، تَطْلِيْقٌ (تَفْعِيْلٌ) مَصْدَرٌ۔ جَبِ طَلَّاقِ  
دو۔ طَلَّاقِ دِيْنِي سِي مَرَادِ طَلَّاقِ دِيْنِي كَا اِرَادَةُ كَرْنَا هِي اِرَادَةُ فَعْلِ كِي تَبْعِيْرُ فَعْلِ سِي  
كِي: جِي سِي اَوْرِ جِ كِي قُرْآنِ مَجِيْدِ فِي اِرْشَادِ بَارِي تَعَالَى هِي۔  
وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ (۱۶:۹۸) يٰعْنِي جَبِ تَمَّ قُرْآنِ پُرْهِنِي كَا  
اِرَادَةُ كَرُو تُو پُرْهِنِي سِي پِيْلِي اَعُوْذُ بِاللَّهِ پُرْهِنِي لِيَا كَرُو۔  
النِّسَاءِ فِي الْاِفْ لَامِ عَهْدِ كَاهِي۔ تَهَّارِي عَوْرَتِيں، تَهَّارِي اِنْبِي عَوْرَتِيں۔  
طَلَّقْتُمْ كَا مَفْعُوْلٌ هِي۔

يِهٖ جَمْلَةُ شَرْطِيهٔ هِي تَرْجَمِيهٔ۔

اِي پِنْمِيْر! (آپ لوگوں سِي كِي دِي جِي كِي) جَبِ تَمَّ اِنْبِي عَوْرَتُوں كُو طَلَّاقِ دو۔ يَا  
طَلَّاقِ دِيْنِي لِكُو: يٰعْنِي طَلَّاقِ دِيْنِي كَا اِرَادَةُ كَرُو۔

= فَطَلَّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ۔ يِهٖ جَمْلَةُ جَوَابِ شَرْطِيهٔ هِي وَجَبَّابِ شَرْطِ  
كِي لِي۔ طَلَّقُوْا۔ اَمْرُ كَا صِيغَةُ جَمْعِ مَذَكُرِ حَاضِرِ، تَطْلِيْقٌ (تَفْعِيْلٌ) مَصْدَرٌ هُنَّ  
ضَمِيْرُ مَفْعُوْلِ جَمْعِ مَوْثِقَاتِ اس كَا مَرْجِعُ النِّسَاءِ هِي  
لِعِدَّتِهِنَّ: فِي لَامِ عَاقِبَتِ كَاهِي يٰعْنِي عَوْرَتُوں كُو طَلَّاقِ دو تُو اس كِي

نتیجے میں عدت لازم ہے۔

عِدَّةٌ تِهْنٌ مضاف مضاف الیہ ان کی عدت۔ کہ طلاق کے بعد وہ عدت شروع کریں۔ یعنی ایسے موقع پر طلاق دو کہ اس موقع سے لے کر وہ اپنی عدت شمار کر سکیں۔

رمتفقہ صورت یہ ہے کہ حیض سے پہلے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے  
عِدَّةٌ وَعِدَّةٌ بِرُوزِنٍ فِعْلَةٌ بِمَعْنَى مَعْدُوْدَةٌ ہے جیسے کہ طِحْنٌ بِمَعْنَى  
مَطْحُونٌ۔ اور اسی بنا پر انسانوں کی گنتی ہوئی جماعت کو عِدَّةٌ تَقْتَبُونَ کہتے ہیں  
اور عورت کی عدت بھی اسی معنی میں ہے یعنی اس کے گنے ہوئے دن۔ عورت  
کی عدت سے مراد وہ ایام کہ جن کے گزر جانے پر اس کے نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے  
وَاحْصُوا الْعِدَّةَ: دَاوُعَا طِفْءًا، اَحْصُوا امْرَجًا مَذْكَرًا حَاضِرًا۔  
اِحْصَاءٌ رَا فِعَالٌ، مَصْدَرٌ سَمْعٌ بِمَعْنَى كَتَبَ شَمَارًا كَرْنَا۔ اَلْعِدَّةُ مَفْعُولٌ بِفِعْلِ  
اَحْصُوا كَا۔

اور عدت شمار کرتے رہو (ایسا نہ ہو کہ عدت کے بعد بھی تم رجوع کر لو یا عدت  
گزرنے سے پہلے عورت کسی اور مرد سے نکاح کر لے کیونکہ یہ دونوں امر ناجائز ہیں)  
وَالتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ۔ دَاوُعَا طِفْءًا اتَّقُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اتَّقَاءٌ۔  
رافتعال، مصدر۔ تم ڈرو، تم ڈرتے رہو آلہ، اللہ سے۔ رَبَّكُمْ: اِیْ اَلَّذِیْ  
رَبَّكُمْ؛ جو کہ تمہارا رب (پوردگار) ہے (یعنی عدت کو طول دینے اور عورتوں کو  
ضرر پہنچانے کے لئے ایسا نہ کرو) اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے۔ اللہ صفت  
ربوبیت کو امر کی تاکید میں اور اتقوا کے وجوب میں مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے؛  
لَا تُخْرِجُوهُنَّ فِعْلٌ نَبِیٌّ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ اِخْوَابٌ رَا فِعَالٌ، مَصْدَرٌ۔ هُنَّ  
ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ اس کا مرجع مطلقہ عورتیں ہیں۔ مت نکالو ان کو  
(اپنے گھروں سے)

مِنْ بَيْوتِهِنَّ مِنْ حَرْفٍ جَارٍ۔ بَيْوتِهِنَّ مضاف مضاف الیہ مل کر  
مجرور۔ ان کے (اپنے) گھروں سے۔ گھروں سے مراد وہ گھر ہیں جن میں طلاق کے  
وقت وہ عورتیں رہتی ہوں۔

وَ لَا یُخْرِجَنَّ۔ دَاوُعَا طِفْءًا لَّا یُخْرِجَنَّ فِعْلٌ نَبِیٌّ جَمْعٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ

اور نہ وہ عورتیں (خود) باہر نکلیں۔

== إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ - الْأَحْرَفِ اسْتِثْنَاءُ مُسْتَثْنَى مِنْهُ مَحْذُوفٌ  
ہے لہذا یہ استثنا مفرغ ہے۔ یعنی ان کو اپنے گھروں سے کسی وقت باہر نہ نکالو!  
ہاں اگر وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا کام کریں (تو نکال دو)۔

أَنْ مُصَدَّرٌ هِيَ يَأْتِيَنَّ مَضَارِعُ كَاصْيَفِ جَمْعِ مَوْنَتٍ غَائِبٌ هِيَ إِتْيَانٌ رِبَابٌ  
ضَرْبٌ، مُصَدَّرٌ بِحَرْفِ جَارٍ فَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ مَوْصُوفٌ وَصِفَتُهَا مَلَّ كَرْمَفْعُولٍ يَأْتِيَنَّ كَمَا  
مَكْرِيَةٌ كَمَا وَهَ كَرِيٌّ كَهَلِيٌّ هَوْنِيٌّ بِيحْيَانِيٍّ كَمَا كَامٌ -

فَاحِشَةٍ بے حیائی۔ زنا۔ بدکاری۔ فُحْشٌ سے اسم مصدر۔ مَوْصُوفٌ  
مُبَيِّنَةٍ اسم فاعل، واحد مؤنث۔ صفت۔ بمعنی تفصیل کرنے والی۔ بہت زیادہ روشن  
ظاہر، عیاں۔

== وَ تِلْكَ : وَادٍ عَاطِفٌ، تِلْكَ اسم إشارة بعد واحد مؤنث۔ بمعنی احکام مذکورہ بالا  
== وَ مَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ - وَادٍ عَاطِفٌ، مَنْ شَرْطِيَّةٌ، يَتَعَدَّى مَضَارِعُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ  
غَائِبٌ. تَعَدَّى (تَفَعَّلٌ) مصدر عدو مادہ۔ اور جو حدود الہیہ سے تجاوز کرے گا:  
== فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ - جملہ جواب شرط۔ تو اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

== لَا تَدْرِي - مَضَارِعُ مَنْفِيٌّ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ، دَرِيٌّ رِبَابٌ ضَرْبٌ، مصدر۔ (دَرَايَةٌ  
بھی مصدر ہے) دري مادہ۔ تو نہیں جانتا۔ یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی  
ہو سکتا ہے اور ہر مخاطب سے بھی۔

لَا تَدْرِي صِيغَةُ وَاحِدٍ مَوْنَتٌ بِيْ هِيَ هُوَ سَكْتَابُ هِيَ اس صَوْرَتِ فِيْ اس كَا فَاعِلٌ  
نَفْسٌ (جان) ہوگا۔

== لَعَلَّ : حَرْفٌ مِثْلُهُ بِالْفِعْلِ هِيَ تَرْجِيٌّ (امید یا خوف پر) دلالت کرنے کے لئے اس  
کی وضع ہے۔ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔

بمعنی امید کہ۔ شاید کہ۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۱۱: ۱۲: متذکرہ الصدر۔

== يُحْدِثُ مَضَارِعُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ إِحْدَاثٌ (أَفْعَالٌ) مصدر۔ وہ پیدا  
کرتے۔

== بَعْدَ ذَلِكَ اس کے بعد۔ یعنی طلاق دینے کے بعد۔

== أَمْرًا: اس کی جمع اُمُور آتی ہے۔ بات۔ نئی بات، امرًا۔ لَا تَدْرِي كَمَا



مفعول ہے۔

یعنی اے مخاطب تو اس امر کو نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ اس کے بعد پیدا کرے گا۔  
یہ جملہ واحصوا العدة ولا تخرجوا من کی علت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرد کے دل میں عورت  
سے نفرت ہے وہ اس کو اپنے سے جدا کر رہا ہے لیکن ممکن ہے کہ شوہر کے دل میں اللہ تعالیٰ عورت  
کی محبت پیدا کر دے اور وہ ملاپ کا خواستگار ہو جائے (اس لئے عدت کی پوری گنتی محفوظ رکھو)  
۶۵: ۲ = فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ جملہ شرط ہے ف تعقیب کا ہے۔ ادا ظرف زمان ہے  
اور شرطیہ آیا ہے۔

بَلَغْنَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب۔ بَلَّغْتُ وَبَلَغْتُ (باب نصر) مصدر یعنی پہنچانا۔  
أَجَلَهُنَّ مضاف مضاف الیہ مل بَلَغْنَ کا مفعول۔

بھرحیب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں۔ یعنی جب وہ اپنی عدت پوری کر لیں۔ بَلَغْنَ اور  
أَجَلَهُنَّ کی ضمیریں ان مطلقات کی طرف راجع ہیں جن کو رجعی طلاق دی گئی ہو۔  
= فَأَمْسِكُوهُنَّ بِعُرُوفٍ أَوْ فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ۔ جواب شرط۔ اَمْسِكُوهُنَّ  
فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اَمْسَاكَ اَفْعَالٌ مصدر۔ یعنی روکنا۔ روک لینا۔ رکھ لینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول  
جمع مؤنث غائب۔ اَوْ یعنی یا۔ خواہ۔ وغیرہ حرف عطف ہے۔ فَارِقُوا امر کا صیغہ جمع مذکر  
حاضر مُفَارَقَةٌ (مفاعلة) مصدر یعنی جدا کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب،  
بِمَعْرُوفٍ: ب حرف جر مساجت کے لئے۔ مَعْرُوفٍ مجرور۔ اسم مفعول واحد مذکر  
مَعْرِفَةٌ وَعِرْفَانٌ (باب ضرب) مصدر سے، یعنی اچھا کام۔ اچھی بات، دستور کے مطابق  
اس جملہ میں بھی هُنَّ کی ضمیر کا مرجع بھی مطلقہ عورتیں ہیں جن کو رجعی طلاق دی گئی ہو۔

آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔

بھرحیب وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو یا ان کو دستور کے مطابق (زوجیت میں) رکھ لو یا دستور  
کے مطابق چھوڑ دو۔

= وَأَشْهَدُوا ذَوِي عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ یہ نیا جملہ ہے۔ أَشْهَدُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر  
أَشْهَدُوا اَفْعَالٌ مصدر۔ اور تم گواہ کر لیا کرو، گواہ کر لو، گواہ بنا لو۔ یعنی رجعت یا فرقت پر دو گواہ  
بنا لو۔ تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے۔

ذَوِي عَدْلٍ۔ ذَوِي: ذَوَا کا تثنیہ بحالت نصب وجر۔ مضاف عَدْلٍ مضاف الیہ۔ دو  
صاحبِ عدل (گواہ) مِّنْكُمْ: مِّنْ بتعنیض ہے۔ تم میں سے کوئی دو۔

== دَ اَتَيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلَّهِ : داؤد عاظمہ ، اَتَيْمُوا نفل امر، جمع مذکر حاضر، اِقَامَةٌ (افعال) مصدر۔ تم قائم کرو، تم درست رکھو (شہادت کو) یعنی شہادت پر قائم رہو، لِلَّهِ اللہ کے لئے یعنی تمہاری شہادت کسی دنیاوی غرض اور لاپس کے لئے نہیں ہونی چاہئے بلکہ محض اللہ کے واسطے شہادت دو۔

== ذَالِكُمْ۔ یہ اسم اشارہ ہے۔ یہ یہی۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر خطاب کے لئے ہے یہ اشارہ شہادت دینے کی طرف ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ یہ اشارہ وقوف طلاق کے متعلق جو اوپر احکام بیان ہوتے ہیں ان کی طرف ہے۔ مثلاً ۔۔۔ کا شمار۔ مدت کے دوران گھر سے باہر نہ نکلنا۔ عدت کے بعد اساک بالمعروف یا مفارقت بالمعروف اور اقامۃ الشہادۃ۔

ذَالِكُمْ مبتدأ یُوْعَظُ فعل مجہول مضارع واحد مذکر غائب من موصولہ مع اپنے صلہ کے مفعول مالم لیسیم فاسلہ۔ اور مبتدأ کے بعد سارا جملہ اس کی خبر ہے۔  
ترجمہ ہوگا:-

یہ نصیحت کی باتیں اس کو سمجھائی جاتی ہیں جو اللہ اور قیامت ایمان رکھتا ہے۔  
== وَ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا . مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ تَمْلِکْ شَرْط۔ اور جو اللہ سے ڈرے گا۔

یَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا۔ جواب شرط۔ تو وہ اس کے لئے مخلصی کی سورت بھی نکال دے گا۔ مَخْرَجًا۔ ام طرف مکان خروج (باب نصر) مصدر۔ نکلنے کی جگہ۔ خلاصی کاراستہ۔

== وَ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جواب شرط ہے۔ وہ اس کو رزق دیتا ہے مگر اس میں نہیہ فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اور لا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ میں مَنْ کی طرف راجع ہے) مِنْ حَيْثُ جار اور حَيْثُ (یعنی جہاں، جس جگہ) ام طرف مکان بینی برنمہ ہے۔  
مِنْ حَيْثُ ایسی جگہ سے، جہاں سے۔ لَا يَحْتَسِبُ مضارع منفی مجزوم (بوجہ جواب شرط) صیغہ واحد مذکر غائب اِحْتَسَابٌ (افتعال) مصدر۔ (جہاں سے) وہ گمان بھی نہیں کرتا  
علامہ ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

وہ میں کہتا ہوں کہ:-

رفقار آیت حضرت عوف کے قصہ کے موافق ہے اور سیاقِ عبارت کے مناسب

حکم عام ہے (یعنی مورد خاص اور حکم عام) اور جملہ معترضہ ہے۔ جملہ سابق حکم کی تائید کر رہا ہے۔ اس صورت میں آیت کا مطلب اس طرح ہوگا۔

جو مرد اللہ سے ڈرتا ہے اللہ کو بلا قصور نہیں ستاتا اور ظلم نہیں کرتا۔ اگر عورت کی بدزبانی بد مزاجی اور تافربانی کی وجہ سے طلاق لے لے۔ اور یہ طلاق حیض کی حالت میں بھی نہ ہو بلکہ طہر کی حالت میں دی گئی ہو اور عورت کی عدت لمبی کر کے اس کو ضرر پہنچانا بھی مقصود نہ ہو (کہ جب عدت کے ختم ہونے کا وقت آجائے تو رجوع کر لے اور پھر طلاق دیدے اور پھر ختم عدت کے وقت رجوع کر لے اور پھر طلاق دیدے) اور عورت کو ایام عدت میں گھر سے نہ نکالے اور اللہ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز نہ کرے تو اللہ اس کے لئے گناہ سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا اور اس بدزبان عورت، بد مزاج، تافرمان عورت کے بدلے فرما بزدار، نیک، پرہیزگار، بی بی عنایت فرما دیتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

اسی طرح جو عورت اللہ سے ڈرے اور خاوند کی حق تلفی نہ کرے بدزبانی سے پیش نہ آئے بے وجہ طلاق کی خواستگار نہ ہو بلکہ شوہر اگر اس کو دکھ پہنچاتا ہو تو صبر کرے اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرے تو اللہ اس کے لئے راہ نجات نکال دیتا ہے اور اس کو بیگمان طریقہ سے رزق عطا فرماتا ہے اور ظالم بد مزاج شوہر کے بجائے نیک حق شناس شوہر مرحمت فرما دیتا ہے۔“

**فائدہ :-** بغوی نے بروایت مقاتل بیان کیا ہے کہ عوف بن مالک اشجعی کے بیٹے کے ہاتھ (دشمن کی کچھ) بکریاں اور سامان لگ گیا۔ وہ بکریاں اور سامان لے کر اپنے والد کے پاس واپس آگئے۔ حضرت عوف نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کر دیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ چیزیں میرے لئے حلال ہیں جو بیٹا لے کر آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں (حلال ہیں) اس پر یہ آیت نازل ہوئی (

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ (اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے) جملہ شرط ہے

فَهُوَ حَسْبُهُ جو اب شرط ہے (تو وہ اس کو بس ہے) اس کو کافی ہے (حَسْبُهُ مضاف مضاف الیہ۔ کہ ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے اور هُوَ کا مرجع اللہ ہے حَسْبُ: حَسَبَ يَحْسِبُ (باب نصر) کا مصدر ہے بمعنی فاعل آیا ہے، بس ہے کافی ہے)۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے :-

وَإِنْ يُرِيدُ ذَا أَنْ يَتَّخِذَ مِنْكَ فَاتًا حَسْبَكَ اللَّهُ (۸: ۶۲) اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو خدا تمہیں کفایت کرے گا۔ (یعنی خدا تمہارے لئے کافی ہے۔ اور وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهَا جَهَنَّمُ (۲: ۲۰۶) اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے خوف کرو تو غرور اس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے سو ایسے کو (بھور سزا، جہنم ہی کافی ہے۔

== إِنَّ اللَّهَ بِأَمْرِهِ أَمْرٌ - إِنَّ حَرْفٌ مَشْبُهٌ بِالْفِعْلِ - اللَّهُ أَمْرٌ إِنَّ بَالِغٌ أَمْرٌ إِنَّ كَيْفٌ (أَمْرٌ مضاف مضاف الیه بل مضاف الیه بَالِغٌ مضاف ، بَالِغٌ بِلُغَةٍ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صغیر واحد مذکر ہے۔ پہنچنے والا، پالینے والا۔

ترجمہ ہوگا :-

بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کام تک پہنچ کر رہتا ہے یعنی پورا کر کے رہتا ہے کوئی اس کو تکمیل ارادے سے نہیں روک سکتا۔

== قَدْ سَأَلَ : بمعنى اندازه، طاقت، گنجائش، فراخی (قاموس) آیت میں وقتی اندازہ یعنی مقررہ وقت مُراد ہے (بیضاوی)

قَدَرَ يَقْدِرُ (باب ضرب) سے قَدْرٌ (مصدر) یعنی اندازہ کرنا۔ اندازہ لگانا۔ قَدَرَ يَقْدِرُ (باب نصر) قَدْرٌ معنی کسی چیز کی طاقت ہونا۔ اس کی طاقت رکھنا۔ اور اسی مصدر سے باب ضرب ونصر سے معنی خدا کا رزق تنگ کرنا ہے۔

آیت نہا میں معنی کسی چیز کا اندازہ مقرر کرنا۔ وقت مقرر کرنا ہے :

ترجمہ ہوگا :-

۱۔ اور خدا نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے (مولانا فتح محمد جالندھری و تفسیر حقانی)

۲۔ خدا نے ہر چیز کا وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں کوئی تغیر و تبدل ممکن نہیں ہے (بیضاوی، روح المعانی)

(۳) مقرر کر رکھا ہے اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ (ضیاء القرآن)

۴۔ طلاق، عدت وغیرہ کی بابت ایک حد۔ ایک وقت مقرر۔ ایک اندازہ کر رکھا ہے۔

(السر التفسیر)

۶۵: ۴ = أَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ مِنْ حَتَّى يَتَّخِذَ مِنْكُمْ عِبَادَةً يَأْتِيهَا الْيُسْرَى (باب جمع) جو جنہوں نے

== يَتَّخِذُ ماضی جمع مؤنث غائب يَأْتِي ماضی واحد مذکر غائب

يُدَيْسُ مَضَارِعَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ مِى وَسِ مَادَةٌ مَائِيَةٌ سِ هُونَا، نَا مِيدٌ هُونَا، يَيْدِسُنَ (جُو) نَا مِيدٌ هُوَ كُنِي هُوَ  
 = الْمَحِيضِ - اسم ظرف زمان (وقت حيض) ظرف مكان (مقام حيض) مصدر - (حيض آنا)  
 یا یعنی حیض - وہ فاسد خون جو مخصوص زمانہ اور مخصوص حالت میں تندرست جوان غیر حاملہ عورت کے رحم  
 سے نکلتا ہے - مَحَاضٌ بھی مصدر ہے اس سے افعال باب ضرب سے آتے ہیں -

= مِنْ نِسَائِكُمْ مِنْ تَبَعِيضِهِ مِضَاتٌ مِضَاتٌ الیہ - تمہاری عورتوں میں سے  
 بعض -

= إِنْ ارْتَبْتُمْ مَبْدَ شَرْطٍ - إِنْ شَرْطِيَّةٌ، إِرْتَبْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر إِرْتَبْتُمْ (افتعال)  
 مصدر - ریب مازہ - اگر تم شک میں پڑو، اگر تمہیں کچھ شک ہو -  
 = فَعِدَّةٌ تَهْنَتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ - جَوَابُ شَرْطٍ - أَشْهُرٌ شَهْرٌ كِي جَمْعٍ - مَبِينَةٌ - تَوَانُ كِي  
 عدت کی میعاد تین مہینے ہے -

= وَاللَّيْ كِي لَمْ يَحِضْنَ وَادْعَاظِفَ، اللَّي كِي مَوْصُولٌ لَمْ يَحِضْنَ مَضَارِعٌ نَفِي جَد بِلْمِ سِيغَةٍ  
 جمع مؤنث غائب - صلہ - اللَّي كِي - دونوں مل کر مبتداء خبر محذوف ای فعل تهنن كذلك ان کی  
 عدت بھی اسی طرح ہوگی -

= وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَوْ حَمَلٍ وَإِيَاءٍ - أُولَاتُ أُو لُوَا كِي مَوْث ذَاتٌ كِي جَمْعٌ عَلِي غَيْرِ لَفْظِهِ  
 مضاف - الاحمال - حمل کی جمع مضاف الیہ، مبتداء -

= أَجَلُهُنَّ - مضاف مضاف الیہ - ان عورتوں کی مدت مقررہ - مبتداء

= أَنْ يَضَعْنَ حَمَلَهُنَّ أَنْ مَصْدَرِيَّةٌ يَضَعْنَ مَضَارِعٌ مَنْصُوبٌ جَمْعٌ مَوْث غَائِبٌ  
 وَضَعٌ (باب فتح) مصدر - کہ جن لیں - یا ان کے بچہ پیدا ہو جائے، ان کا وضع حمل ہو جائے -  
 خبر اپنے مبتداء کی - اور سارا حملہ خبر ہے أُولَاتُ الْأَحْمَالِ كِي -  
 ترجمہ ہوگا -

اور حاملہ (مطلقہ، بیوہ) عورتیں تو ان کی عدت وضع حمل ہے -

= وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ - مَبْدَ شَرْطٍ هُوَ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے یعنی جو شخص احکام خداوندی  
 کی تکمیل اور پابندی میں اللہ سے ڈرتا رہتا ہے -

= يَجْعَلُ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا - جَوَابُ شَرْطٍ - يُسْرًا - آسانی، سہولت (منصوب بوجہ)  
 مفعول ہونے کے

یعنی اللہ اس کے لئے امور دنیا و آخرت آسان کر دیتا ہے - اس کو بھلائی اور نیکی کی

کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ مِّنْ بِمَعْنَى فِي أَمْرٍ مَّضَافٌ مَّضَافٌ إِلَيْهِ۔ اس کے کام میں۔

۵:۶۵ = ذَالِكَ: اسم اشارہ واحد مذکر، بمعنی احکام متذکرہ بالا۔

= أَمْرُ اللَّهِ، مضاف مضاف الیہ مل کر مَثَارٌ إِلَيْهِ، یہ جو کچھ عدت اور اس کی تفصیل کے متعلق اوپر مذکور ہوا ہے یہ اللہ کا حکم ہے۔

= أَنْزَلَهُ۔ أَنْزَلَ میں فاعل اللہ ہے کہ ضمیر مفعولِ امر کی طرف راجع ہے جو اس نے (تمہاری طرف) نازل کیا ہے۔

= وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ۔ جملہ شرطیہ ہے (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳ متذکرۃ الصدر)

= يَكْفُرُ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ جملہ جواب شرط ہے يَكْفُرُ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب تَكْفِيرٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ وہ دور کرے گا۔ وہ زائل کرے گا۔ سَيِّئَاتِهِ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی برائیوں کو اس کے گناہوں کو۔

= وَيُعْظِمُ لَهُ أَجْرًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یہ بھی شرط کے جواب میں ہے۔  
— يُعْظِمُ مضارع مجزوم (لوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب۔ إِعْظَامٌ (افعال) مصدر۔ وہ بڑھا دے گا۔ کہ ضمیر مفعول لہ واحد مذکر غائب۔ أَجْرًا مفعول ثانی، اور اس کے اجر کو بڑھا کرے گا۔

۶:۶۵ = أَسْكِنُوا هُنَّ۔ فعل امر حاضر اسکان (افعال) مصدر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کو رہنے بنے دو۔ ان کو ٹھہراؤ۔ ان کو سکونت مہیا کرو۔ سکون اصل تو حرکت نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال رہنے بنے میں بھی ہوتا ہے

= مِّنْ حَيْثُ، حَيْثُ، جہاں، جس جگہ۔ طرف مکان ہے مہنی برضمتہ ہے۔ مِّنْ یا تو بتعین ہے یعنی اپنے رہنے والے بعض مکانوں میں ان کو بھی ٹھہراؤ۔ یا مِّنْ زائدہ ہے۔ جہاں تم سکونت رکھتے ہو ان کو بھی وہاں ٹھہراؤ۔ سکونت دو، ان کو رکھو، بساؤ۔

= سَكَنْتُمْ؛ جہاں تم خود سکونت پذیر ہو۔

= مِّنْ وَجْدِكُمْ اپنی طاقت کے مطابق، اپنے مقدور کے موافق وَجْدِكُمْ مضاف

مضاف الیہ۔ وَجْدٌ۔ طاقت، وسعت، وجد سے مالی حالت یا مقدور مراد ہے۔ اور غنی (نونگری) کو وَجْدٌ اور جَدَا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مِّنْ حرف جار وَجْدِكُمْ مجرور۔

= وَلَا تَضَارُّوهُنَّ۔ واو عاطفہ۔ لَا تَضَارُّوا جمع مذکر حاضر فعل تہی مُضَارَّةٌ (مفاعلتہ)

مصدر۔ یعنی تنگ کرنا۔ ستانا۔ رنج پہنچانا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب اور ان کو مت

تنگ کرو، ان کو ایذا مت دو۔

== لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِمْ لَام تَعْلِيل كَاهِي تَضَيَّقُوا مضارع جمع مذکر حاضر تَضَيَّقُوا -  
(تفعیل) مصدر - تنگ کرنا - ضَيَّقَ عَلَيَّ - تنگ کرنا۔ سختی کرنا۔ تاکہ تم ان کو تنگ کرو، اصل میں  
تَضَيَّقُونَ تھا نون اعرابی لام کے عمل سے ساقط ہو گیا

ترجمہ:- اور ان کو تنگ کرنے کے لئے یا ستانے کے لئے ایذا مت پہنچاؤ۔

وَإِنْ كُنَّ أُولَاتٍ حَمِلٍ - حملہ شرط ہے۔ اور اگر وہ حمل سے ہوں۔ حاملہ ہوں۔ حمل دالیا  
ہو۔ ملاحظہ ہو۔ أُولَاتٍ الْأَحْمَالِ آیت نمبر ۴ متذکرۃ الصدر۔

== فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَوَابِ شَرْطٍ - الْفَقْوَا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، انفاق (افعال) مصدر  
أَنْفَقَ عَلَيَّ - کسی پر خرچ کرنا۔ تو ان پر خرچ کرو۔

== حَتَّى - انتہا غایت کے لئے۔ حتی کہ۔ یہاں تک کہ۔

== يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ - يَضَعْنَ مضارع منصوب جمع مؤنث غائب وَضَعْتُ (باب فتح)

مصدر - یعنی رکھنا۔ اتار دینا۔ الگ کرنا۔ پیدا کر دین۔ بچہ کو جنم دے چکیں۔ حَمْلَهُنَّ مضان  
مضان الیہ۔ اپنا حمل۔ حتی کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔

== فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ - جملہ شرطیہ اَرْضَعْنَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب اِرْضَاعٌ

(افعال) مصدر - یعنی دودھ پلانا۔ عورت کا بچے کو اپنی چھاتی سے دودھ پلانا اور پستان چوسانا  
اور اگر وہ تمہارے بچے کو (نوزائیدہ کو) اپنی چھاتیوں سے دودھ پلا دیں۔

== فَأَتُوهُنَّ أَجُورَهُنَّ - جواب شرط - ف جواب شرط کے لئے - اتُوا امر کا صیغہ

جمع مذکر حاضر، اَيْتَاءٌ (افعال) مصدر - یعنی دینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب؛

تو تم ان عورتوں کو دولا داکرو

أَجُورَهُنَّ مضاف مضاف الیہ، اتُوا کا مفعول ثانی، تو ادا کرو ان عورتوں کو

ان کی اجرتیں۔ أَجُورٌ جمع أَجْرٌ کی، یعنی حق، اجرت، عورت کے مہر کے لئے بھی آتا ہے

== وَاتَّمِرُوا - واؤ عاطفہ - اَتَمَرُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ایتمار (افعال) مصدر

جس کے اصل معنی حکم بجالانا کے ہیں۔ اور تَشَاوَرٌ (تفاسل) یعنی باہم مشورہ کرنے کو بھی

ایتمار کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مشورہ میں بھی ایک دوسرے کا حکم قبول کیا جاتا ہے چنانچہ اور

جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

إِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَأْتَمِرُونَ بِكَ (۲۸: ۲۰) شہر کے رئیس تمہارے بارے میں مشورہ

کرتے ہیں۔

بَيْنَكُمْ مَضَاتُ مَضَاتِ الْيَةِ - تمہارے آپس میں - تمہارے درمیان -

بِمَعْرُوفٍ، معروف - دستور ( نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۲ متذکرہ بالا )

اور بچے کے بائے میں، پسندیدہ طریق کے مطابق ( یا دستور کے مطابق ) ایک دوسرے کی

بات کو قبول کرو۔

= وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ: وَادَّ عَاطِفٌ، جملہ شرط - تَعَاسَرْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، تَعَاسَرْتُمْ

(تفاعل) مصدر - بمعنی آپس کے معاملہ میں تنگی پیدا کرنا - دشواری پیدا کرنا - باہم ایک دوسرے

کو تنگ کرنا - عَسَرٌ مَادَةٌ - الْعُسْرُ کے معنی تنگی اور سختی کے ہیں یہ يُسِّرُ (آسانی، فارغ البالی)

کی ضد ہے۔ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ اور اگر تم باہم ضد اور نا اتفاقی کرو گے؛ ایک دوسرے کے لئے

دشواری پیدا کرو گے؛

= فَسَتَرْضِعُ لَهَا الْآخِرَى - فَجَوَابُ شَرْطٍ كَلِمَةٌ، جملہ جواب شرط ہے۔ فَسَتَرْضِعُ

سَوْءٌ: حَبِيبٌ مَضَارِعٌ بِرَدَاخِلٍ ہوتا ہے تو اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے۔ تَرْضِعُ

مضارع واحد مؤنث غائب اِرْضَاعٌ (افعال) مصدر - (اس کو) دودھ پلانے کی:

لَهَا میں ضمیر واحد مذکر غائب بچے کے باپ کے لئے ہے۔

ترجمہ ہوگا:-

اور اگر تم باہم ضد اور نا اتفاقی کرو گے تو (بچے کو) اس کے (باپ کے) کہنے سے کوئی اور

عورت دودھ پلانے لگی۔

اُخْرَى (کوئی) دوسری عورت اُخْرَى وَ اُخْرَى، دونوں کی مؤنث اُخْرَى آتی ہے۔

۶۵: ۷ = لِيُنْفِقُ - فَعْلٌ اِمْرًا وَاحِدًا مَذْكَرًا غَائِبًا اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر - چاہئے کہ وہ ایک

مرد خرچ کرے۔

= ذُو سَعَةٍ - مَضَانُ مَضَاتِ الْيَةِ - صَاحِبٌ وَسْعَةٍ، صَاحِبٌ طَاقَتٍ، صَاحِبٌ مَالٍ

خوش حال۔

مِنْ سَعَتِهِ، مَضَانُ مَضَاتِ الْيَةِ، اس کی وسعت، اس کی طاقت، مِنْ حُرُوفٍ جَارٍ

سَعَتِهِ مجرور۔ اپنی وسعت کے مطابق۔ اپنی گنجائش کے مطابق۔

ترجمہ ہوگا:-

چاہئے کہ خرچ کرے صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق۔ (یعنی اگر وہ صاحب مال



تو اسے کھلے دل سے بچے پر خرچ کرنا چاہئے :

وَمَنْ قَدَّرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ - اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو، حملہ شرط ہے۔ قَدَّرَ  
— علی (اللہ کا کسی پر) رزق تنگ کرنا۔ قَدَّرُ (باب ضرب و نص) مصدر۔ اور جبکہ قرآن مجید  
میں ہے :-

وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ (۸۹: ۱۶) اور جب (دوسری طرح وہ  
آزماتا ہے کہ اس پر روزی کو تنگ کر دیتا ہے۔۔۔۔۔

= فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ - تو وہ خرچ کرے اس میں سے جو اللہ نے اسے دیا ہے  
حملہ جواب شرط ہے۔ اس میں ت جواب شرط کے لئے ہے لام تاکید کا اور يُنْفِقُ مَضَاءً  
مجزوم بوجہ جواب شرط۔ لِيُنْفِقُ امر واحد مذکر غائب تو اسے چاہئے کہ وہ خرچ کرے :

= هِمَّا مَرْكَبٌ بَيْنَ تَبْعِيضِيهِ أَوْ مَا مَوْصُولٌ مِنْ آتَاهُ اللَّهُ مَوْصُولٌ كَمَا - جو اللہ  
نے اسے دیا ہے یعنی مفلس حسب استطاعت کچھ بھی خرچ کرے گا کافی ہوگا۔

= لَا يُكَلِّفُ - مضارع منفی واحد مذکر غائب تَكْلِيفٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ تکلیف  
نہیں دیتا ہے : وہ مامور نہیں کرتا ہے۔

= نَفْسًا - بوجہ مفعول منصوب ہے۔ کسی جان کو۔

= إِلَّا - حرف استثناء مَا آتَاهَا مَا مَوْصُولٌ أَتَاهَا اس کا صلہ۔

اَتَى ماضی واحد مذکر غائب هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب نفس کی طرف راجع ہے  
مگر اس قدر کہ جتنا اس کو دیا ہے۔

= سَيَجْعَلُ - ماضی مضارع سے قبل اس کو مستقبل کے لئے مخصوص کر دیتا ہے يَجْعَلُ  
مضارع واحد مذکر غائب، وہ کر دے گا۔

= بَعْدَ عُسْرٍ : مضاف مضاف الیه۔ دشواری، تنگی، سختی، مشکل۔ لَيْسَ كَشَدِّهِ  
مصدر ہے باب سمع اور كَوْمٌ سے :

= يُسْرًا - منصوب بوجہ مفعول ہے۔ اسم نکرہ۔ بمعنی آسانی، سہولت، فراخی، فراغت  
باب سمع، مصدر۔ بمعنی آسان ہونا۔

سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا - اللہ سختی کے پیچھے آسانی پیدا کر دے گا۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے :-

فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا - إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (۹۴: ۵-۶) تحقیق مشکل کے

ساتھ آسانی ہے۔ تحقیق مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

مطلب آیت ہذا کا یہ ہے کہ اگر کسی وقت غربت اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑے تو گھبراؤ نہیں جی لگا کر محنت کرو، صبر کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ وہ تمہیں بہت جلد خوشحال اور متمول کر دے۔ (ضیاء القرآن)

۸:۶۵ = دَكَائِنٌ مِّنْ قَرْيَةٍ - وَاَوْعَاطِفٌ - كَاَتَيْنٌ بِهَيْتٍ بَكْرَتٍ، مِّنْ تَمِيْزٍ، بہت سی بستیاں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۴۶: ۳)

عَتَّتْ: ماضی واحد مؤنث غائب۔ عَتَّوْا (باب نصر) مصدر۔ ع ت و، مادہ اس نے سرکشی کی، اس نے سرتابی کی، اس نے نافرمانی کی، وہ سرتابی میں حد سے گزر گئی یہاں یہ مؤنث کا صیغہ جمع کے معنی میں بستیوں کے لئے آیا ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَعَتَّوْا عَنِ اٰمُوْرٍ تَبِهْتُمْ ۝۱۰۰:۱۰۰، اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔

= رَبَّهَآ: مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب بستیوں کے لئے ہے:

= وَدُوْا سَلِيْمٍ - اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اِی وَعَتَّتْ عَنِ اٰمُوْرٍ رَّسُوْلِهِ: اور اس (خدا) کے رسولوں کے حکم سے (بھی) سرکشی کی،

= فَحَا سَبَّنَهَا - ف ت لعلیل کی ہے۔ بدیں وجہ۔ حَا سَبَّنَا ماضی جمع متکلم مُحَاسَبَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب، (بستیوں کے لئے ہے)، ہم نے ان کا حساب لیا۔ ہم نے ان کا محاسبہ کیا۔

= عَدَّ بَنَهَا - عَدَّ بَنَّا ماضی جمع متکلم تَعَدَّيْتُ (تفعیل) مصدر۔ معنی عذاب دینا۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (بستیوں کے لئے)، عَدَّ اَبًا مفعول مطلق موصوف، تَنَكَّرًا صفت، سَخَتْ، شَدِيْدٌ، اور ہم نے ان کو سخت سزا دی۔

۹:۶۵ = فَاَقْتَبَتْ عَاطِفٌ يَّا تَرْتِيْبٌ كَا هِيَ - لَپْسٌ جَکْهٌ لَیَا (ان بستیوں نے یعنی ان بستیوں کے رہنے والوں نے)

وَبَالَ اَمْرَهَا - اپنے فعل کے انجام کا ضرر (نیز ملاحظہ ہو ۵:۶۴)

= وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا - كَانَ افعال ناقصہ سے بے عَاقِبَةُ مضاف اَمْرَهَا مضاف مضاف الیہ۔ مل کر عَاقِبَةُ کا مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر كَانَ کا اسم۔ خُسْرًا اس کی خبر۔ اور ان کے کام کا انجام نرا خسارہ ہی رہا۔

بعض کے نزدیک فذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا کا تعلق عذاب دینا سے ہے اور وَكَانَ عَاقِبَةُ  
أَمْرِهَا خُسْرًا۔ کا عذاب آخرت سے ۔  
بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے :-

کہ آیت کے الفاظ میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے، اصل عبارت یوں ہے کہ :-

ہم نے دنیا میں ان کو بھوک، قحط، طرح طرح کے مصائب میں گرفتار کیا اور آخرت میں ان کی  
حساب فہمی سختی کے ساتھ کریں گے اور انجام کار ان کو خسارہ ہی ہوگا۔

لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک سب جگہ آخرت کا حساب اور عذاب ہی مراد ہے  
ماضی کے صیغے اس لئے استعمال کئے کہ یہ حساب و عذاب یقیناً ہوگا اس کا ہونا قطعی اور اتنا  
یقینی ہے کہ گویا ہو گیا۔ (تفسیر منطہری)

۱۰:۶۵ = أَعَدَّ. ماضی واحد مذکر غائب (افعال) مصدر، بمعنی کسی چیز کو  
اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جاسکے۔ اس نے تیار کیا۔ لَهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب  
بستیوں میں بننے والوں کے لئے ہے۔

= عَذَابًا شَدِيدًا ۱۔ عَذَابًا مَفْعُولٌ بِهِ موصوف ، شَدِيدًا صفت، سخت عذاب

## فَائِدَةٌ:

أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۱۔ (آخرت میں بھی اللہ نے ان کے لئے سخت  
عذاب تیار کر رکھا ہے ترجمہ مولانا حقانی ج ۱)

مخاطبین کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم نے بستیوں کے مکینوں کا حال سنا کہ کس طرح ان کی  
رب سے سرکشی اور اس کے رسول کی نافرمانی ان کے سخت محاسبہ اور شدید عذاب پر نتیجہ ہوتی  
اور ان کا انجام خسران یعنی گھاٹا ہی رہا۔

اب بتایا جا رہا ہے کہ یہ تو نتیجہ انہوں نے اپنی کرتوتوں کا اس دنیا میں دیکھ لیا آخرت میں  
عذاب شدید ان کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

= فَاتَّقُوا اللَّهَ میں ف سببیہ ہے۔ پس بائیں وجہ اتَّقُوا اللَّهَ اللہ سے ڈرو۔ امر کا صیغہ  
جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر سے پس ڈرو اللہ سے۔

يَا أُولِي الْأَلْبَابِ: یا حروف ندی۔ اولیٰ۔ ولے۔ جمع ہے۔ اس کا واحد نہیں آتا۔ بعض  
ذُو کو اس کا واحد بتاتے ہیں اُولُوا بِجَالْتِ رَفَعِ اور اُولِي بِجَالْتِ نصب یا جبر ہوگا۔

یہاں اُولٰٓئِیۡ مَنَادٰی ہے۔ اور مفعول بہ آتا ہے۔ لہذا منصوب ہے یہ مضاف ہے اور اَلْبَابُ جمع ہے لُبِّ کی معنی عقلیں۔ مضاف الیہ ہے۔

یَا اُولٰٓئِیۡ اَلْبَابِ : اے عقلمندو۔ اے دانشمندو۔

## فَاٰیۡدَآءُ

اَلْبَابِ پر معانقہ (۱۰) ہے اور اَمَّنُوْا پر بھی، معانقہ کی صورت میں اَلْبَابِ پر بھی وقف کر سکتے ہیں اور اَمَّنُوْا پر بھی۔ لیکن اَلْبَابِ پر معانقہ کے اشارہ کے ساتھ صلے کا اشارہ ہے جو الوصل اُولٰٓئِیۡ کا اختصار ہے یعنی یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے اَکْثَرُ اَمَّنُوْا پر اشارہ قف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ لہذا یہاں اَمَّنُوْا پر وقف کرنا بہتر ہے۔ اس صورت میں عبارت یوں آئے گی۔

فَاٰتَقُوْا اللّٰهَ یَا اُولٰٓئِیۡ اَلْبَابِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوْا۔ تو اس صورت میں الَّذِیۡنَ اٰمَنُوْا بدل ہوگا فَاٰتَقُوْا اللّٰهَ کا۔ یعنی اے ارباب دانش جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اُولٰٓئِیۡ اَلْبَابِ سے مقصود الذین اَمَّنُوْا ہے (مراد وہ مومن جو نزول قرآن کے بعد ایمان لائے) = قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔ اور فعل کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔

ذِکْرًا۔ ای القرآن۔

= رَسُوْلًا : اس سے قبل فعل محذوف ہے؛ ای وَاَرْسَلَ رَسُوْلًا؛ رَسُوْلًا مفعول بہ

= یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ۔ مَضَارِعُ وَاَحَدٌ مَذْکُرٌ غَائِبٌ تَلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر

وہ تلاوت کرتا ہے وہ پڑھتا ہے۔ یہ رَسُوْلًا کی صفت ہے ای الَّذِیۡ یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ؛

= اٰیۡتِ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یَتْلُوْا کا۔ موصوف ہے اس کی صفت

مُبَیِّنَاتٌ ہے (اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث) تفصیل کرنے والیاں، بہت زیادہ روشن

یہ صفت ہے اٰیۡتِ کی؛

ترجمہ ہوگا۔

اور اپنا پیغمبر بھی بھیجا۔ جو تمہارے سامنے خدا کی واضح المطالب آیات پڑھ کر سناتا ہے

= لِيُخْرِجَ۔ لام علت کا۔ یُخْرِجُ؛ مَضَارِعُ مَنْصُوبٌ (بوجہ عمل لام) صیغہ واحد مذکر غائب

اخراج (افعال) مصدر تاکہ وہ نکال لے آئے۔ یُخْرِجُ کا فاعل اللہ بھی ہو سکتا ہے اور

رسول بھی۔

== الَّذِينَ آمَنُوا - صلہ و موصول مل کر مَجْرُوحٌ کا مفعول -

== مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ - اندھیروں سے روشنی کی طرف - کفر کی تاریکیوں سے ایمان کی روشنی میں -

== وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ - مَنْ شَرْطِيَّةٌ، جملہ شرطیہ - يُؤْمِنُ مِنْ مَضَارِعِ مَجْرُومٍ (بوجہ جواب شرطیہ)

صیغہ واحد مذکر غائب وَيَعْمَلُ صَالِحًا اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے يَعْمَلُ مَضَارِعِ مَجْرُومٍ (بوجہ جواب شرطیہ) صیغہ واحد مذکر غائب صَالِحًا مفعول مطلق (مخذوف) کی صفت ہے - ای عَمَلًا صَالِحًا اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتے گا اور نیک عمل کرے گا:

== يَدْخُلُهُ مَضَارِعِ مَجْرُومٍ بوجہ جواب شرطیہ صیغہ واحد مذکر غائب ادخال (افعال)

مصدر - ضمیر فاعل واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے: اور کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَنْ شَرْطِيَّةٌ کی طرف راجع ہے (تو) خدا اس کو داخل کرے گا -

== خَلِيدِينَ فِيهَا أَلَدًا: يَدْخُلُهُ مَضَارِعِ مَجْرُومٍ سے حال ہے فِيهَا میں ضمیر واحد

مؤنث غائب جَنَّتِ کی طرف راجع ہے -

خَلِيدِينَ جمع کا صیغہ بلحاظ معنی آیا ہے - اگرچہ اس کا مزج يَدْخُلُهُ میں ضمیر مفعول

کے واحد مذکر ہے -

== قَدْ أَحْسَنَ قَدْ تَحْقِيقٌ - أَحْسَنَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب إِحْسَانٌ (افعال)

مصدر - تحقیق اس نے اچھا بنایا - اس نے اچھا کیا - اس نے احسان کیا -

== رِزْقًا تَمِيزًا وَجِبَةً مَنْصُوبٌ ہے -

ترجمہ ہوگا :-

بے شک خدا نے اس کو خوب رزق دیا ہے -

قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا - یہ جملہ یا تو يَدْخُلُهُ کی ضمیر مفعول سے حال ہے یا

خَلِيدِينَ کی ضمیر جمع مذکر غائب سے حال ہے :

۱۲:۲۵ = اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ - اللَّهُ مُبْتَدَأُ الَّذِي اسْمُ مَوْصُولٍ

واحد مذکر - خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ اپنے موصول کا - صلہ و موصول مل کر خبر اپنے

مبتدا کی - خدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے -

== وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ - اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے - ای وخلق من الارض

مثلهن - مِنْ بَيَانِ جِنْسِ كَيْ لَتِي هِيَ - مِثْلَهُنَّ مضاف مضاف الیه هُنَّ ضمیر جمع مؤنث

غائب سَمَوَاتِ کی طرف راجع ہے۔ اور زمین بھی اس نے ان کی مانند بنائی یا پیدا کی (مِثْلَهُنَّ سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ مِثْلَهُنَّ۔ فی العدد (خازن، بیضاوی، جلالین) یعنی سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں۔

۲۔ وقیل الارض واحدة الا ان الاقالیم سبعة۔ کہتے ہیں کہ زمین ایک ہے لیکن مشتمل برہفت اقالیم ہے (مدارک التنزیل)۔

۳۔ مِثْلَهُنَّ فِی الْخَلْقِ : یعنی اپنی خلقت کے لحاظ سے ساتوں آسمان اور زمین ایک ہی قسم کے مادہ سے بنائے گئے ہیں۔

۴۔ تفہیم القرآن میں مِثْلَهُنَّ پر ایک نوٹ اس طرح دیا گیا ہے : انہیں کی مانند کا مطلب یہ ہے کہ :-

جیسے متعدد آسمان اس نے بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔ اور زمین کی قسم سے "کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں اپنی موجودات کے لئے فرش اور گہوارہ بنی ہوئی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی تیار کر رکھی ہیں جو اپنی آبادیوں کے لئے فرش اور گہوارہ ہیں بلکہ بعض مقامات پر قرآن میں یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے کہ جاندار مخلوقات صرف زمین پر ہی نہیں ہیں بلکہ عالم بالا پر بھی پائی جاتی ہیں۔ (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد چہارم الشوریٰ آیت ۲۹ حاشیہ ۵۰)

بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جو بیٹھتا رہتا ہے اور سیارے نظر آتے ہیں یہ سب ڈھنڈار پرٹے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بکثرت ایسے ہیں جو ان میں دنیا میں آباد ہیں۔ قدیم مفسرین میں سے صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایسے مفسر ہیں جنہوں نے اس دور میں اس حقیقت کو بیان کیا تھا جب آدمی اس کا تصور تک کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ کائنات میں اس زمین کے سوا کہیں اور بھی ذی عقل مخلوق لبتی ہے :

(مرید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد ۵ سورۃ الطلاق آیت ۱۲۔ حاشیہ

۲۳۔ اور روح المعانی تفسیر سورۃ الطلاق آیت ۱۲)

== يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ۔ یتنزل مضارع واحد مذکر غائب تنزل (تفعل) مصدر۔ نازل ہوتا ہے، اترتا ہے۔

الْأَمْرُ۔ حکم، معاملہ، کام۔ یہاں مراد احکام خداوندی ہیں۔

يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ. مطلب یہ ہے کہ انہی سات آسمانوں میں اور زمین میں میرے خدا کے  
عزوجل کا حکم اور اس کی قضاء و قدر نافذ العمل رہتی ہے، اسی سے یہی امر اللہ تعالیٰ کو  
قضاء و قدر (روح المعانی)

= لِتَعْلَمُوا۔ لام تعلیل کا ہے تَعْلَمُوا مضارع جمع منکر حاضر، عَلِمُوا باب سماع مصدر  
نون اعرابی عامل کے سبب حذف ہو گیا ہے۔ تاکہ تم جان لو۔

= اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَنَّ تحقیق، بے شک، یقیناً۔ حرف مشبہ بالفعل  
اللہ اسم اَنَّ قَدِيْرٌ خبر۔ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ متعلق خبر۔ یہ جملہ مجوعاً تَعْلَمُوا کا مفعول ہے  
کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

= وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور  
یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

اَحَاطَ ماضی واحد منکر غائب احاطة (افعال) مصدر۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے  
قابو میں کر لیا۔ عِلْمًا بوجہ تمیز منصوب ہے۔

اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اللہ اسم اَنَّ قَدْ اَحَاطَ اس کی خبر بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا

متعلق خبر:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# (۶۶) سُورَةُ الْحَرْبِ مَدَنِيَّةٌ (۱۲)

۶۶: ۱ — يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا حَرْفِ نِدَاءِ الشَّيْءِ مُنَادِي؛ مُنَادِي أَوْ مَعْرُوفٌ بِاللَّامِ هُوَ  
تَوَائِيهَا كَوْ حَرْفِ نِدَاءِ أَوْ مُنَادِي كَيْ دَرْمِيَان لَاتِي هِي۔ جيسے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ  
يَا أَيُّهَا الْمَرْأَةُ۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

== لِعَ: یہ مرکب ہے لام تَعْلِيل اور مَا اسْتِفْهَامِيہ سے مَا کے الف کو تَخْفِيفًا قَطُّ  
کر دیا گیا ہے۔ کیوں۔ کس لئے۔ کس وجہ سے۔

== تَحَرَّمَ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تَحَرُّمٌ (تَفْعِيل) مصدر۔ تو حرام کرتا ہے  
— مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ۔ مَا مَوْصُولٌ أَحَلَّ مَاضِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ إِحْلَالٌ (أَفْعَال) مصدر۔ اس نے حلال کیا۔

ترجمہ:-

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے آپ  
ان کو کیوں حرام کرتے ہیں؟

== تَبْتَغِي مَرْضَاتِ أَرْوَاجِكَ، وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ، تَبْتَغِي مَضَارِعَ  
کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ابْتِغَاءً (أَفْعَال) مصدر۔ تو تلاش کرتا ہے، تو ڈھونڈتا ہے،  
تو چاہتا ہے۔

مَرْضَاتِ أَرْوَاجِكَ؛ أَرْوَاجِكَ مَضَافٌ مَضَافٌ إِلَيْهِ مَلْ كَرْمَضَاتِ إِلَيْهِ مَرْضَاتِ  
مَضَافٌ كَا۔

مَرْضَاتِ مصدر مسمی و اسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی، خوشنودی  
رضامندی۔

• ترکیب آیت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔



۱۔ تَحْرِيْمٌ میں ضمیر فاعل سے حال ہے۔ یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم، اپنی بیویوں کی خوشنودی کی تلاش میں آپ اس چیز کو جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر رکھی ہے (اپنے اوپر) حرام کیوں کرتے ہیں؟

۲۔ یہ جملہ مستأنف ہے آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:-

یا یہ جملہ مستأنف ہے جس میں تحریم کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ: یعنی آپ سے یہ بات ہو گئی کہ اللہ نے جس چیز کو آپ کے لئے حلال کر دیا تھا آپ نے اس کو قسم کھا کر اپنے لئے حرام کر لیا۔ اللہ آپ کی اس بات کو معاف کرنے والا ہے۔

رَحِيمٌ: یعنی اللہ نے آپ پر رحمت کی کہ خود ساختہ تحریم سے بچنے کا راستہ اس نے آپ کو بتا دیا اور آپ سے مواخذہ نہیں کیا اور آپ کو ناجائز ام سے بچانے کے لئے اظہارِ ناگواری کر دیا۔ (تفسیر منطہری)

۳۔ یا یہ جملہ تَبَتَّعِي مَوْضِعَاتِ اَزْوَاجِكُمْ مَفْتُوٰهٌ ہے اور یہ تَحْرِيْمٌ کی تفسیر ہے اور ازواج کی خوشنودی مقصود تحریم ہو۔

۴۔ یہ استفہام انکاری ہے اور اس سے قبل سببہ استفہامیہ محذوف ہے ای اَبْتَتَّعِي مَوْضِعَاتِ اَزْوَاجِكُمْ کیا آپ اپنی بیویوں کی رضامندی ڈھونڈتے ہیں؟ یعنی کیا اس حرام کرنے میں اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو؟۔ یعنی ایسا نہ کرو یہ ایک قسم کی ناپسندیدہ بات ہے (تفسیر حقانی)

## فَائِدَةٌ:

اکثر مفسرین کے مطابق علامہ آلوسی رحمہ بھی تحریم کا مفہوم امتناع ہی بیان کرتے ہیں۔ والمراد بالتحريم الامتناع (روح المعانی) مطلب یہ کہ آپ ایک حلال چیز کو استعمال کرنے سے کیوں اجتناب کرتے ہیں۔

وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ علامہ آلوسی ج لکھتے ہیں۔

فِيهِ تَعْظِيمٌ شَانَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَن تَرَكَ الْأَوْلَىٰ بِالنِّسْبَةِ إِلَىٰ مَقَامِهِ السَّامِيِّ الْكَرِيمِ يَعْدُ كَالذَّنْبِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي نَفْسِهِ كَذَا لَكَ وَإِنْ عَتَابَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ إِلَّا لِمَزِيدِ الْإِعْتَابِ بِهِ:

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں تعظیم شان ہے کہ آپ کے مقام عالی مقام کریم کی نسبت سے

ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ کی مانند لیا گیا اگرچہ فی نفسہ ایسا نہ تھا۔ اور آپ پر عتاب نہیں تھا۔ بجز اس کے کہ مزید اعتنا کی وجہ سے تھا۔

۲:۲۶ = قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ. اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کا کھول دینا بھی فرض کر دیا ہے۔ (ترجمہ حقانی)

قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور فعل کو زمانہ حال کی طرف قریب کر دیتا ہے، فَرَضَ لَكُمْ تم پر فرض کر دیا ہے۔ فرض کرنا عموماً علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے نہ کہ لام کے ساتھ اس کی تشریح علامہ پانی پتی رح یوں کرتے ہیں :-

لام انتفاع کے لئے آتا ہے اور علیٰ نذر کے لئے، اور اس جگہ نفع کا مفہوم مقصود ہے کیونکہ کفارہ واجب کرنے سے یہ فائدہ ہو جاتا ہے کہ خود ساختہ تحریم حالت میں تبدیل ہو جائے اور قسم شکنی کا گناہ دور ہو جاتا ہے۔ کفارہ وہی ہے جس کا ذکر سورۃ مادہ میں کر دیا گیا ہے۔

سورۃ مادہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ ذَكَرْتُمْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمُ  
الْأَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ  
أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ تَحْرِيرُ رَبْتٍ فَمَنْ تَمَّ يَجِدْ فَصِيَامٌ ثَلَاثَةَ  
أَيَّامٍ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ (۵: ۸۹)

(خدا تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا۔ تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ یا ان کو کپڑے دینا۔ یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اور جس کو یہ عیترہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھاؤ (اور اسے توڑ دو) اور تم کو چاہئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو)

تَحِلَّةٌ مصدر ہے حَلَّلَ کا۔ یہاں فَرَضَ لَكُمْ کے بطور مفعول مستعمل ہے لہذا منصوب ہے۔ تَحِلَّةٌ کا وزن تفعیلة ہے جو باب تفعیل کا دوسرا وزن ہے جیسے كَرَمَةٌ سے تَكْرِيمَةٌ اور كَمَلٌ سے تَكْمِيلٌ وَ تَكْمِيلَةٌ دونوں وزن آتے ہیں۔ یہ بھی حَلَّلَ تَحْلِيلٌ کا دوسرا مصدر ہے۔ یعنی گرہ کھولنا۔ کھول ڈالنا۔ حلال کرنا۔

جملہ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ ..... اَيْمَانِكُمْ کا مطلب ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تم لوگوں کی قسموں کی گرہ کشائی کا کفارہ بیان کر دیا ہے جس کو ادا کر کے گرہ کشائی فرض کر دی گئی ہے

پس قسم کھا کر جو گرہ تم نے ڈال لی تھی اس کے کھولنے کا طریقہ یہ ہے کہ کفارہ ادا کرو اور پابندی سے آزادی حاصل کرو۔

== اَيْمَانِكُمْ : مضاف مضاف الیه ل کر تَحَاةً مضاف کا مضاف الیه ، اپنی قسموں کی گرہ کشائی  
== وَاللَّهُ مُوَلِّكُمُ الشُّرَكَاءَ الرَّفِيقَ وَكَارِسَانِيَةً .

وَالْيَٰئِيْ وَوَالِيٌّ رَبَّابٍ حَسَبٍ يَحْسِبُ ا سے اسم فاعل کا صیغہ وَاٰلٍ وَاٰلِیُّ ہوتے ہیں۔  
الْوَالِيُّ وَالْوَالِيَّةُ وَالْوَالِيَّةُ کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح کے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو کہ ان میں سے نہ ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے خواہ وہ قرب بلحاظ مکان یا نسب یا بلحاظ دین۔ دوستی یا نصرت کے ہو یا بلحاظ اعتقاد کے۔

الْوَالِيُّ وَالْمَوْلَىٰ دونوں کبھی اسم فاعل یعنی مَوَالٍ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور کبھی اسم مفعول یعنی مَوَالِيٍّ کے معنی میں آتے ہیں۔ وَالْيَٰئِيٌّ (جمع اولیاء) کے معنی محبت کرنے والا دوست، مددگار، کارساز، حلیف، تابع، کام کا منتظم وغیرہ ہیں۔ اسم فاعل کے معنی کے استعمال کی صورت میں کہیں گے اَللَّهُ وَلِيُّكَ اَللَّهُ تَعَالَىٰ حَافِظٌ وَنَكْرَانٌ ہے اور اسم مفعول کی صورت میں کہیں گے اَلْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَللَّهُ مَوْلَانٌ اَللَّهُ مَوْلَانٌ کا کارساز ہے۔ اور اسم مفعول کی صورت میں فَاِنَّ اَللَّهَ هُوَ مَوْلَانَا (۶۶:۴) اور اگر پیغمبر (کی اندازہ) پر باہم اعانت کرو گے تو خدا ان کا حامی اور دوست دار ہے

== وَهُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ : اور وہ دانا اور حکیم ہے۔

الْعَلِيمُ : عَلِمٌ سے بروزن فَعِيلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اسماء الہی میں سے ہے۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال اکثر اللہ تعالیٰ کی صفت ہی میں ہوا ہے۔

الْحَكِيمُ : حَکَمْتُ وَالَا۔ بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے حکمت مصدر۔  
صاحب تفسیر حقانی تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق و کارساز ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں تمہیں دقت اور تنگی پیش آئیگی اور ہمیشہ کے لئے ایک مباح چیز امت میں حرام سمجھی جائے گی۔ اور یہ اصول شریعت محمدیہ کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ حکیم و علیم ہے کسی چیز کو ممنوع اور حرام قرار دینا اس کے عواقب امور پر نظر کر کے اسکا کام ہے پھر جس کو وہ حرام نہ بناتے تم بھی حرام نہ بناؤ۔

۳:۶۶ = وَادِّ وَاوَّ عَاطِفٌ بِعِزِّ نِعْمِهِ لِيُذَكِّرَ (مخذوف) سے موضع نصب میں ہے۔ اور یارِ کَرِيبٍ.....

= اَسْرَرِ اِلَى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْرَارًا (افعال) مصدر۔ اس نے چھپا کر کہا۔ اس نے آہستہ بات کی۔ اس نے راز دارانہ بات کی۔

= اَزْوَاجِهِ مضاف مضاف الیہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع النبیؐ ہے اپنی بیویوں میں سے ایک سے۔

= حَدِيثًا۔ بات، احادیث جمع۔

= فَلَمَّا شَرَطَ۔

= نَبَاتٌ بِهٖ۔ نَبَاتٌ ماضی واحد مؤنث غائب، تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر۔

اس عورت نے خبر دیدی۔ بات بتادی۔ اطلاع دی۔ بہ میں ضمیر واحد مؤنث غائب حَدِيثًا کے لئے ہے۔

یعنی جب اس بیوی نے وہ بات جو اس سے راز دارانہ کہی گئی تھی آگے بیان کر دی یعنی کسی دوسری کو بات بتادی۔

= وَ اَظْهَرَ لَہٗ اللہ عَلَیْہِ وَاوَّ عَاطِفٌ اَظْهَرَ ماضی واحد مذکر غائب اَظْهَارًا (افعال) مصدر بمعنی ظاہر کرنا۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع یا تَوْحِيدِیث ہے (یعنی وہ بات جو کہ راز دارانہ بتائی گئی تھی) یا اس راز دارانہ بات کو آگے کسی کو بتا دینے کا فعل ہے۔ عَلَیْہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع النبیؐ ہے۔ اور اللہ نے اس کو نبی پر ظاہر کر دیا۔

= عَرَفَ بَعْضَہٗ وَ اَعْرَضَ عَنْہٗ بَعْضٌ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ عَرَفَ ماضی واحد

مذکر غائب۔ ضمیر فاعل کا مرجع النبیؐ ہے تعریف (تفعیل) مصدر۔ اس نے جتلیا۔ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس بیوی کو) کچھ بتلادیا۔ یعنی اس میں سے جو اللہ نے آپ پر ظاہر کیا۔ کچھ اس بیوی کو جتلا دیا۔ وَ اَعْرَضَ عَنْہٗ بَعْضٌ اور (اس میں سے) کچھ اعراض کیا یعنی کچھ نہ بتایا۔

= فَلَمَّا شَرَطَ۔ پس جب.....

= نَبَاتًا۔ نَبَاتٌ ماضی واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر ہا ضمیر مفعول

واحد مؤنث غائب جس کا مرجع وہ بیوی جس نے راز دارانہ بات آگے بتادی تھی اور جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ظاہر کردہ بات میں سے کچھ جتلائی تھی۔ بہ ضمیر واحد مذکر

رازدارانہ بات کے لئے ہے۔

== قَالَتْ جَوَابٍ شَرْطٍ: تو اس (بیوی) نے کہا۔

== مِّنْ أَنْبَاءِكَ - مِّنْ استفہامیہ - أَنْبَاءٌ ماضی واحد مذکر غائب - أَنْبَاءٌ (افعال)

مصدر - بمعنی خبر دینا - بتلانا - کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

ہیں - هَذَا یہ بات - آپ کو اس بات کی خبر کس نے دی ہے -

== قَالَ - ای قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم -

== نَبَأْنِي - اس نے مجھے بتایا - اس نے مجھے آگاہ کیا - نَبَأٌ ماضی واحد مذکر غائب

تَنْبِئُهُ (تفعیل) مصدر - نَوَّاهِ مَاضِي ضَمِيرٍ وَاحِدٍ مُتَكَلِّمٍ -

== الْعَلِيمُ: عَلِمْتُ سے مبالغہ کا صیغہ ہے - خوب جاننے والا - بڑے علم والا -

== الْخَبِيرُ: خَبِرْتُ سے صفت مشبہ کا صیغہ - خبردار - دانا -

۴:۶۶ = اِنْ تَتُوبَا اِلَى اللّٰهِ جَمْلَةٌ شَرْطِيَّةٌ - جس کا جواب محذوف ہے - تقدیر کلام

یوں ہے - اِنْ تَتُوبَا اِلَى اللّٰهِ فَهُوَ الْوَاجِبُ - اگر تم دونوں بدیاں اللہ کے حضور توبہ کر لو

تو یہ تمہارے لئے واجب ہے -

== فَقَدْ صَفَتْ قُلُوبَكُمْ - فَ تَعْلِيلِيَّةٌ - دل کی کجی موجب بے گناہ کی اور گناہ کے

بعد توبہ واجب ہے - قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور فعل کو حال کے قریب تر

لے آتا ہے -

== صَفَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب صَفَوْا صَغِيْرٌ (باب نصر، وفتح) جھک جانا

جھک پڑنا - مائل ہو جانا - کیونکہ تمہارے دل (سیدھی راہ سے) ہٹ ہی گئے ہیں -

صاحب تفہیم القرآن تحریر فرماتے ہیں :-

اصل الفاظ ہیں فَقَدْ صَفَتْ قُلُوبَكُمْ صَغَوْا غَرَبِي زَبَانٍ مِّنْ مَّرْجَانٍ اور ٹیڑھا ہو جانے

کے معنی میں بولا جاتا ہے -

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحم نے اس جملہ کا ترجمہ کیا ہے: ”ہر آئینہ کج شدہ است دلِ شما،

حضرت شاہ رفیع الدین صاحب کا ترجمہ ہے ”کج ہو گئے ہیں دل تمہارے -

حضرات عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سفیان ثوری رحم اور سخاک نے اس کا مفہوم بیان

کیا ہے ذاعنت قلوبکم تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں -

امام رازی رحم اس کی تشریح میں کہتے ہیں - عدلت و مالت عن الحق و هو حق

الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حق سے ہٹ گئے ہیں اور حق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔

اور علامہ آلوسی رح کی تشریح یہ ہے۔

مالت عن الواجب من موافقة صلی اللہ علیہ وسلم بوجب ما یجبہ۔  
کراہتہ ما یکرہہ الی مخالفتہ یعنی تم پر واجب تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ پسند کریں اسے پسند کرنے میں اور جو کچھ ناپسند کریں اسے ناپسند کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کریں۔ مگر تمہارے دل اس معاملہ میں آپ کی موافقت سے ہٹ کر آپ کی مخالفت کی طرف مڑ گئے ہیں؟ (تفہیم القرآن جلد ششم)

== وَإِنْ تَطَاهَرَا عَلَيَّ - جملہ شرطیہ۔ تَطَاهَرَا - مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث حاضر، اصل میں تَطَاهَرَانِ تھا۔ ایک تار حذف ہو گئی اور اعرابی اِنْ شرطیہ کے آنے سے ساقط ہو گیا۔

اگر تم دونوں (بیبیاں) آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی۔ آپ کے خلاف ایسا کرو گی۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو گی؛ تَطَاهَرَا (تفاعیل) مصدر۔

== فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ - جملہ جواب شرط۔ (تو خوب جان لو) کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار اور سازگار ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲:۶۶ متذکرۃ الصلہ)

مَوْلَى کا معنی یہاں ناصر ہے اور تمام کے لئے یہی معنی درست ہے۔

لامانع من ان یکون المولیٰ فی الجمیع بمعنی الناصر روح المعانی،

یعنی اللہ تعالیٰ بھی حضور کا مددگار ہے جبریل اور صالح المؤمنین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔

صالح بظاہر واحد ہے لیکن اس سے مراد جنس ہے جس کا قلیل اور کثیر سب پر اطلاق

ہوتا ہے۔

بعض کا یہ قول ہے کہ اصل میں صالحون جمع تھا۔ اصناف کی وجہ سے ن گر گیا۔ صالح المؤمنین ہو گیا۔ لیکن یہاں واؤ کا تلفظ بھی نہیں کیا جاتا اس لئے کاتبان قرآن نے واؤ کی کتابت بھی ترک کر دی اور صالح المؤمنین لکھنے پر اکتفا کیا۔ اس قسم کے شواہد قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۱ میں وَیَدْعُ الْاِنْسَانَ مکتوب ہے اصل میں وَیَدْعُو ہے لیکن چونکہ واؤ کا تلفظ نہیں ہے اس لئے کتابت بھی ترک کر دی گئی

صالح - نیک، اچھا، بھلا۔ صَلَاحٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ صَلَاحٌ  
المؤمنین اضافتِ عہدی ہے مراد اس سے انبیاء علیہم السلام ہیں۔  
ذهب غیر واحد الی ان الاضافة للعہد فقیل: المراد به الا نبياء  
عليہم السلام۔ (روح المعانی)۔

لیکن بعض کے نزدیک اس سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، بعض کے نزدیک  
حضرت ابوبکر اور بعض کے نزدیک حضرت عمر اور بعض کے نزدیک اس سے مراد جملہ خلفاء  
اربعہ ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اور بعض نے کہا ہے کہ صالح المؤمنین سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام  
متبعین اور اعدوان اور آپ کے گرد گرد جمع ہونے والے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
رفیق اور ساتھی ہیں۔

بعض نے اس سے مراد مخلص مومن لئے ہیں جو منافق نہیں ہیں :- واللہ اعلم۔  
ظہیرٌ: پشتیان۔ یاور، مددگار۔ مظاہرۃ (مفاعلة) مصدر سے بروزن فعیل، یعنی  
فَاعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں :-

ظہیرٌ بروزن آمیرٌ معنی معین و مددگار ہے واحد اور جمع دونوں میں اس کا استعمال کیسا  
ہے اور ظہیر کی جمع اس لئے نہیں بنائی کہ فعیلٌ اور فُعُولٌ دونوں میں مذکر و مؤنث  
اور جمع کا استعمال کیساں طور پر ہوتا ہے چنانچہ استاد ہوتا ہے :-

اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۱۶:۲۶) بلاشبہ ہم دونوں رب العالمین کے فرستادہ ہیں۔  
اور وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظٰهِرٌ (۲۲:۶۶)

اگر فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىہُ پر وقف کیا جائے تو اگلے جملہ میں جِبْرٰیْلُ مبتدا۔ اور  
وَصٰلِحٌ الْمُوْمِنِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةُ دونوں معطوف جن کا عطف جبریل پر ہوگا۔ اور ظہیر  
سب کی خبر۔ اور بَعْدَ ذٰلِكَ متعلق خبر۔

۶۶: ۵۔ عَسٰی۔ افعال مقاربہ میں سے ہے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔  
اس کی خبر ہمیشہ فعل مضارع ہوتی ہے۔ عَسٰی امید کے واسطے آتا ہے اور خبر کے قرب کے لئے  
وضع کیا گیا ہے اس کی خبر کے ساتھ اکثر اَنْ آتا ہے یہ فعل غیر منصرف ہے اور ماضی کے سوا اس کے  
کوئی صیغہ نہیں آتا۔

اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے اور ناپسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے :-

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور اندیشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں۔

نیز ملاحظہ ہو ۲۲: ۴۷

عَسَىٰ رَبُّهُ - عَسَىٰ فعل مقاربہ، رَبُّهُ اس کا فاعل (اس کا اسم) اَنْ يُبْدِلَهُ ..... جملہ اس کی

خبر ہے۔

= اِنْ طَلَّقْتَنِّ جملہ شرطیہ۔ عَسَىٰ رَبُّهُ اَنْ يُبْدِلَهُ اَزْوَاجًا خَيْرًا ..... الخ جوا  
شرط۔ اَزْوَاجًا مفعول یُبْدِلُ کا بدیں وجہ منصوب ہے۔

خَيْرًا اَوْ مُسْلِمَاتٍ ..... اَبْكَارًا صفات ہیں اَزْوَاجًا کی اور بوجہ صفت ہونے

اپنے موصوف کی اَزْوَاجًا کی مطابقت میں منصوب ہیں۔

رَبُّهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اِنْ خیرِ

طَلَّقْتَنِّ - طَلَّقَ ماضی واحد مذکر غائب تَطْلِيقٌ (تفعیل) مصدر بمعنی طلاق دینا کُنَّ

ضمیر مفعول جمع مؤنث حاضر۔ اس نے تم کو طلاق دی۔ وہ تمہیں طلاق دیدے اَنْ

مصدر یہ۔ یُبْدِلُهُ - یُبْدِلُ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ کا ضمیر مفعول

واحد مذکر غائب جس کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اِبْدَالٌ (اِفعال) مصدر۔ وہ

اس کو (تمہارے) بدلہ میں دیگا۔

= اَزْوَاجًا (منصوب بوجہ مفعول) بیبیاں زَوْجٌ کی جمع۔ اصل میں ازواج جوڑے کو

کہتے ہیں۔ حیوانات کے جوڑے میں سے نر، ہویا مادہ ہر ایک کو زَوْج کہتے ہیں۔

= خَيْرًا - ازواج کی صفت ہے افعال التفضیل کا صیغہ ہے۔ فَتَكُنَّ جار مجرور۔ تم

میں سے بہتر۔ مُسْلِمَاتٍ مُسْلِمَةٌ کی جمع اِسْلَامٌ سے اسم فاعل کا صیغہ، فرمانبردار۔

مُؤْمِنَاتٍ مُؤْمِنَةٌ کی جمع اِیْمَانٌ (اِفعال) مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث ایمان والیاں۔ ایماندار

قُنُوتٍ قَانِتَةٌ واحد قُنُوتٌ (باب نصر) مصدر سے ق ن ت مادہ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع

مؤنث، خشوع اور خضوع کرنے والیاں۔ قُنُوتٌ کے معنی ہیں عاجزی اور خشوع کے ساتھ فرمانبرداری میں

لگے رہنا۔ تَلْبِیَّتٍ - تَوْبَةٌ (باب نصر) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، توبہ کرنے والیاں۔



عِبَادَاتٍ، عِبَادَةٌ رَبَّابٌ نَصْرٌ، مصدر اسم فاعل صيغة جمع مؤنث، پوجنے والیاں، عبادت کرنے والیاں  
سَأَحْتَبُ - سِيَاحٌ مَادَّةٌ (س ی ح) (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث - سَأَحْتَوُ  
کے اصل معنی سیاحت کرنے والے ہیں۔

مفسرین کے اس کی مراد کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں۔

۱، بعض کے نزدیک اس سے مراد روزہ دار ہیں۔

۲، بعض کے نزدیک اس سے مراد طلباء علوم دینیہ ہیں۔

۳، بعض نے اس سے مراد زاہد اور پارسائے ہیں۔ جو دنیا کی زندگی مسافرانہ طریقہ سے گزارتے ہیں اور

آخرت کی زندگی کو اصل سمجھتے ہیں اور کن فی الدنیا کانک غریب او عابلاً سبیل پر عامل ہیں

لیکن اکثریت نے اس سے مراد روزہ رکھنے والے ہی لیا ہے اسی طرح آیت نہا میں روزہ رکھنے والیاں

ہی مراد لیا ہے جیسا کہ ۹۱: ۱۱۲ میں السأحون کا ترجمہ روزہ رکھنے والے ہی کیا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المفردات، قاموس القرآن از قاضی زین العابدین۔

== ثَيِّبَاتٍ. ثَوْبٌ رِبَابٌ نَصْرٌ کے اصل معنی ہیں کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنا۔

ثَيِّبَةٌ بیوہ یا مطلقہ عورت کو کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ بھی خاوند سے جدا ہو کر آگیا اپنی پہلی حالت کی طرف  
لوٹ آتی ہے۔

== اَمْبَكَاةً - بَكْرٌ كِيٌّ جمع ہے بَكْرٌ کنواری لڑکی کو کہتے ہیں۔ کنواریاں۔

الفائدہ - آیات ۱-۵ میں امہات المؤمنین کی ازدواجی زندگی کے تین واقعات بیان ہوئے ہیں۔

پہلا واقعہ آیات ۱-۲ میں مذکور ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیویوں کی خوشنودی

کی خاطر کسی ایسی چیز کو اپنے لئے ممنوع قرار دے دیا جو نہ عا حلال تھی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا کرنا بغیر دین

کے لئے زیبا نہیں لہذا حکم فرمایا کہ کفارہ ادا کر کے توڑ دی جائے

دوسرے واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ محترمہ سے کوئی راز کی بات کہی تھی

اور تنبیہ فرمائی کہ آگے کسی کو نہ بتانا۔ لیکن انہوں نے ازدواج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی سے یہ راز

افشاء کر دیا اس کی بابت اللہ نے آپ کو مطلع فرما دیا آپ نے اس زوجہ محترمہ سے جس سے راز دارا بات کہی تھی

اس امر کی شکایت کی انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ کو کیسے علم ہوا آپ نے فرمایا کہ خداوند علیم وخبیر نے مطلع

فرمایا ہے،

دونوں بیویوں کی سرزنش فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ تم دونوں خدا سے اپنے کئے پر توبہ کرو تو تمہارے

لئے بہتر ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایسا کر لیا تو تم ان کا کچھ نہ بگاڑ

سکوگی۔ ان کی مدد کے لئے خداوند تعالیٰ، جبریل، صالح المومنین، اور ملائکہ کی نصرت ہر وقت موجود  
(آیات ۲، ۳)

تیسرے واقعہ کا اشارہ آیت نمبر ۵ میں ہے اس کے پس منظر میں کئی عوامل ہیں منجملہ ان کے  
چند یہ ہیں۔

۱۔ پہلا واقعہ جو اوپر مذکور ہوا۔

۲۔ دوسرا واقعہ جو ابھی اوپر آیا ہے۔

۳۔ بیبیوں کی طرف سے وسعت لفق کی درخواست۔

۴۔ حضرت زینب کی طرف سے تین بار ہدیہ کا واپس کرنا اور ہر مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا  
ہدیہ میں اضافہ کرنا۔

۵۔ ازواج مطہرات کا قدرتی طور پر نسوانی فطرت کے زیر اثر ایک دوسری سے رشک و رقابت

۱۶۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت کہ جب آپ نے حالات کے تحت اپنی ازواج مطہرات کے  
کنارہ کشی کی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے  
تو دیکھا کہ آپ نگلی چٹائی پر استراحت فرما ہیں جس کی وجہ سے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں  
جب ان حالات مذکورہ بالا کے پیش نظر آپ نے اپنی ازواج مطہرات سے ایک ماہ کے  
لئے کنارہ کشی کی تو ان کی تادیب میں آیت ۵ نازل ہوئی۔ ۲۹ دن گزر جانے پر حضرت جبریل علیہ السلام  
نے آکر کہا۔ آپ کی قسم پوری ہو گئی ہے اور مہینہ مکمل ہو گیا ہے۔ اس دوران امہات المومنین  
نے آیت شریفیہ میں مندرجہ تنبیہات کے پیش نظر اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کیا اور پھر

کبھی ایسی بات کا صدور نہ ہوا۔ (نیز ملاحظہ ہو سورت الاحزاب آیت نمبر ۳۳، ۲۸، ۳۴)

۶:۶۶ = يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا. يَا حُرِّ نَدَا. بے الذین آمنوا موصول و وصلہ کر منادی  
لے ایمان والو۔ لے مومنو! (نیز ملاحظہ ہو ۱:۶۶۔ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ)

قُوا۔ فعل امر معروف جمع مذکر حاضر۔ لفیف مفروق وقایہ مصدر (باب ضرب) ق  
امر معروف واحد مذکر حاضر۔ یہ تقی مضارع معروف سے بنایا گیا ہے۔ علامت مضارع کو  
شروع سے اور ی حرف علت کو آخر سے گرا دیا گیا ہے ق رہ گیا۔

گردان فعل امر حاضر یوں ہوگی۔

ق۔ قِیَا۔ قُوا۔ قِی، قِیَا، قِیْن۔ اسم فاعل واتی۔ وَقَايَةٌ وَقَايَةٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو  
مضار و نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا۔ وَقِی، قِی مادہ تقویٰ بھی اسی مادہ سے مشتق ہے

قُوا۔ تم بچاؤ۔

== اَلْفُسُكُمُ رَآءِ اٰنْفُسِكُمْ رَآءِ اٰنْفُسِكُمْ اور اَهْلِيكُمْ (اپنی اہل و عیال کو) مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف علیہ اور معطوف مل کر دونوں قُوا فَعَلَ امر کے مفعول اول۔ نَارًا مفعول ثانی۔ (اپنی جانوں کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

== وَقُوذُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ؛ نَارًا کی صفت۔

وَقُوذُهَا مضاف مضاف الیہ، وَقُوذُ ایندھن جس سے آگ جلائی جائے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَارًا ہے۔ (جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں)

== عَلِيهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ۔ یہ بھی صفت ہے نَارًا کی۔ (اس پر بے رحم اور زبردست فرشتے مقرر ہیں۔

علیہا ملائکتہ۔ ای انہم۔ متوکلون علیہا۔ ان کو نار جہنم پر سپردار مقرر کیا گیا ہے

غِلَاظٌ؛ غلیظ کی جمع، سخت دل۔ بے رحم۔ شداد، شدید کی جمع، سخت، زبردست مضبوط۔ یہ فرشتوں کی صفت ہے۔

دوزخ کے فرشتوں کو زبانیۃ کہا جاتا ہے چنانچہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

سَنَدُحُ الزَّبَانِيَّةِ۔ ۱۸: ۹۶۱، ہم بھی اپنے مومکان دوزخ کو بلائیں گے؛

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ۔ مَلَائِكَةٌ کی صفت ہے۔ لَا يَعْصُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ عَصِيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ نافرمانی نہیں کرتے۔ اَللَّهُ اسم مفعول فعل لَا يَعْصُونَ کا۔ لہذا منصوب ہے مَا موصولہ عائد محذوف ای لَا يَعْصُونَ اَللَّهُ الذی امرہم بہ۔ یعنی اللہ جس کا انہیں حکم دیتا ہے وہ اس کے بجالانے میں نہ نہیں کرتے

== وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ؛ یہ جملہ ملائکہ کی صفت ثانی ہے۔ واو عاطفہ ہے مَا موصولہ یُؤْمَرُونَ اس کا صلہ۔ موصول وصلہ مل کر يَفْعَلُونَ کا مفعول۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب امر باب نصر مصدر۔ اور وہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔

۶۶: ۷ = لَا تَعْتَدِ رُؤَا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِعْتَدَا (افتعال) مصدر۔ تم بہانے مت بناؤ۔ تم عذر مت کرو۔ تم معذرت مت کرو۔ عذر کے معنی ہیں انسان کا کسی ایسی بات کو تلاش کرنا جو اس کے گناہوں کو مٹائے۔

== اَلْيَوْمَ؛ اسم ظرف زمان۔ آج کے دن، یعنی قیامت کے دن۔ یہ کفار سے اس وقت کہا جائے گا جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ یقال لہم ہذا عند دخولہم النار۔

== تَجْزُونَ : مضارع مجہول جمع مذکر حاضر جزاء (باب ضرب) مصدر۔ تم بدلہ دینے جاؤ گے تم جزا دینے جاؤ گے۔

== مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ : ما موصولہ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ • ماضی استمراری۔ جو تم کیا کرتے تھے (دنیا میں)

۸:۶۶ = تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ . تَوْبُوا فعل امر جمع مذکر حاضر تَوْبَةٌ (باب نصر) مصدر، اللہ کے سامنے توبہ کرو۔

== تَوْبَةٌ لِّصُوحًا - تَوْبَةٌ مَفْعُولٌ مُطْلَقٌ مَوْصُوفٌ لِّصُوحًا (خالص) اس کی صفت، مفسرین نے لِّصُوحًا کے مختلف معانی لکھے ہیں۔

۱۱- لِّصُوحٍ لِّصَاحَةٍ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں سینا۔ (کپڑے کے ٹکڑوں کو جوڑ دینا۔ گناہوں کی وجہ سے دین اور تقویٰ میں شکاف پڑ جاتا ہے یہ اس شکاف کو جوڑ دینا)۔  
۱۲- لِّصُوحٍ مِبَالِغَةٍ کا صیغہ ہے نصح (باب فتح) سے مشتق ہے۔ نصح کا معنی ہے قول و عمل سے اپنے ساتھی کی خیر خواہی۔ حقیقت میں ناصح تائب کی صفت ہوتی ہے۔ توبہ کے ساتھ نصوح کا صیغہ کہنا مجازاً بطور مبالغہ ہے۔ یا

۱۳- لِّصُوحٍ کا معنی خلوص ہے عَسَلٌ نَّاصِحٌ۔ خالص شہد۔ خالص توبہ۔ یعنی ریا اور دکھاوے سے اور طلبِ شہرت سے خالص توبہ۔

۱۴- لغوی نے لکھا ہے کہ عمرو نے کہا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کر لے۔ پھر گناہ کی طرف دوبارہ نہ لوٹے۔

۱۵- حسن نے کہا کہ توبہ نصوح یہ ہے کہ آدمی پچھلے گناہوں پر پشیمان ہو اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لے۔

۱۶- کلبی نے کہا کہ زبان سے استغفار کرنا۔ دل سے پشیمان ہونا۔ اور اعضاء کو گناہ سے روک دینا توبہ نصوح ہے۔ وغیرہ۔

== عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ کہ تمہارا پروردگار (نیز ملاحظہ ہو ۵:۶۶)

== اَنْ مُّصَدَّرٌ بِ- كَيْفِيَّةٍ- مُضَارِعٌ مَنْصُوبٌ (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ تَكْفِيْرٌ (تفعیل) مصدر وہ دور کر دے۔ وہ ساقط کر دے۔ سَيِّئَاتِكُمْ مضاف مضاف الیہ، تمہاری برائیاں۔ سَيِّئَاتٍ جمع ہے سیئۃ کی۔ برائی۔

وَيُدِّخِلْكُمْ : واو عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابق پر ہے ( مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ )

إِدْخَالٌ (افعال) مصدر۔ اور وہ تم کو داخل کرے۔

== يَوْمَ يَأْتُوا بِخَلْقِكُمْ كَمَا مَفْعُولٌ فِيهِ هُوَ كِي وَجْهٌ مِّنْ مَّنْصُوبٍ هِيَ يَأْتُوا بِخَلْقِكُمْ كَمَا مَفْعُولٌ هُوَ كِي وَجْهٌ مِّنْ مَّنْصُوبٍ هِيَ۔

== لَا يَخْزِي. مضارع منفي واحد مذکر غائب (افعال) مصدر، وہ ذلیل نہیں کرے گا۔ وہ رسوا نہیں کرے گا۔ وہ خوار نہیں کرے گا۔

النَّبِيِّ مَفْعُولٌ فَعْلٌ لَا يَخْزِي كَا۔ الّٰ عَمْدٌ كَا بے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ۔ اس جملہ کا عطف النسبى پر ہے (جس روز اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔

== نُورٌ هُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا آتِنَا نُورًا وَاعْفِرْ لَنَا إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ ہر دو جملہ موضع حال میں ہیں۔

ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا اور وہ کہہ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کر دے اور ہم سے درگزر فرما۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اس آیت کی تشریح میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

ذیل میں صاحب تفہیم القرآن کی تشریح نقل کی جاتی ہے۔

” اس آیت کو سورۃ الحدید کی آیات ۱۲-۱۳ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل ایمان کے آگے نور کے دوڑنے کی یہ کیفیت اس وقت پیش آنے گی جب وہ میدانِ حشر سے جنت کی طرف جا رہے ہوں گے وہاں ہر طرف گھب اندھیرا ہوگا جس میں وہ سب لوگ مٹھو کر سنبھلے ہوئے ہوں گے جن کے حق میں دوزخ کا فیصلہ ہوگا۔ اور روشنی صرف اہل ایمان کے ساتھ ہوگی جس کے ہمارے وہ اپنا راستہ طے کر رہے ہوں گے اس نازک موقع پر تاریکیوں میں بھٹکنے والے لوگوں کی آہ و فغاں سن سن کر اہل ایمان پر خشیت طاری ہوگی اور اپنے قصوروں اور اپنی کوتاہیوں کا احساس کر کے انہیں اندیشہ لاحق ہوگا کہ کہیں ہمارا نور بھی نہ چھین جائے اور ہم ان بدبختوں کی طرح مٹھو کر سنبھلے ہوئے رہ جائیں اس لئے وہ دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے قصور معاف فرما دے اور ہمارے نور کو جنت کے پہنچنے تک ہمارے لئے باقی رکھ۔

ابن جریر نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ :- کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ ان کا نور اس وقت تک باقی رکھا جائے

اور اُسے بچھنے نہ دیا جائے۔ جب تک وہ پل صراط سے بخیرت نہ گذر جائیں۔

حضرت حسن لہری ر.ج اور حضرت مجاہد اور سخاک ر.ج کی تفسیر بھی قریب قریب یہی ہے۔ ابن کثیر ر.ج نے ان کا قول یہ نقل کیا ہے کہ۔

”اہل ایمان جب دیکھیں گے کہ منافقین نور سے محروم رہ گئے ہیں تو وہ اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے تکمیل نور کی دعا کریں گے“

الْتِمُّ - فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِتْمَامٌ رافعال، مصدر۔ تو پورا کر دے۔

۶۶: ۹ = جَاهِدِ الْكُفَّارَ - جَاهِدٌ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، مُجَاهِدَةٌ (مفاعلة) مصدر  
تو جہاد کر، توڑانی کر، مجاہدہ کے معنی دشمن کی مدافعت میں مقدور سہر کوشش و طاقت صرف کرنا۔

۱- جہاد کی تین قسمیں ہیں۔

۱- ظاہری دشمن سے جہاد۔

۱۲- شیطان سے جہاد۔

۱۳- اپنے نفس سے جہاد۔

یہاں جہاد منبراً، مراد ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ (۱۱: ۶۱)، اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہاں تینوں قسموں کا جہاد مراد ہے۔

الْكُفَّارَ مفعول بہ وَالْمُنْفِقِينَ مفعول ثانی۔ (جہاد کرو کفار اور منافقین سے)

= وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ؛ وَاذْ عَاظُ اغْلَظُ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ غِلْظَةٌ رباب تصرم مصدر  
یعنی سختی کرنا۔ کسی کے خلاف تند خو ہونا، عَلَيْهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الکفار والمنفقین ہیں۔

مَا وَ لَهُمْ، مضاف مضاف الیہ مَا وِی اسم ظرف و مصدر۔ قیام کرنا۔ رہنا۔ سکونت پذیر

ہونا۔ مقام، سکونت، ٹھکانا، اُوٰی یا وِی۔ ماضی و مضارع (باب ضرب) اُوٰی بھی مصدر ہے

اگر صلہ میں الٰہی ہو تو پناہ پکڑنے اور فروکش کا معنی ہوگا۔ لیکن اگر اس کے بعد لام آئے تو مہربانی

اور رحم کرنے کے معنی ہوں گے۔ باب انفال سے اُوٰی یُوٰوِیْ اِیْوَاءٌ متعدی ہے مہربانی کسی کو

جگہ دینا۔

مَا وَ لَهُمْ ان کا ٹھکانا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الکفار والمنفقین ہے۔

يَبُئِسُ الْمَصِيرُ: بئس فعل ذم ہے اس کی گردان نہیں آتی۔ اصل میں بئس تھا۔  
بروزن سمع عین کلمہ کے اتباع میں اس کے فاعلمہ کو کسرہ دیا گیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو  
ساکن کر لیا گیا بئس ہو گیا۔

الْمَصِيرُ اسم طرف لوٹنے کی جگہ، صَارَ لِيَصِيرُ سے نیز صَارَ لِيَصِيرُ کا مصدر بھی (مصدر بھی)  
بئس ہوتا۔ بئس الْمَصِيرُ بری جگہ ہے لوٹنے کی۔

ضَوَّبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ كَفَرُوا امْرَأَاتَ نُوحٍ وَاَمْرَأَاتَ لُوطٍ۔ ضَوَّبَ فعل  
اللَّهُ فاعل۔ مَثَلًا مفعول اول۔ امْرَأَاتَ نُوحٍ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ واو عاطفہ  
امْرَأَاتَ لُوطٍ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، ہر دو مفعول اول فعل ضرب کے، مفعول اول  
کو موخر اس لئے کیا گیا کہ وہ اور اس کی تفسیر متصل رہیں اور ان کے معنی کی وضاحت بھی ساتھ  
ہی ہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امْرَأَاتَ نُوحٍ وَاَمْرَأَاتَ لُوطٍ بدل ہے مَثَلًا سے۔

ضَوَّبَ کا معنی ایک چیز کو دوسری پر مارنا ہے۔ مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت  
سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً۔

۱، فَضَوَّبَ الرِّقَابَ (۴: ۴) ان کی گردنیں اڑادو۔

۲، وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الدَّرُحِ (۴: ۱۰۱) اور جب تم سفر کو جاؤ۔ اور ضَرَبْتُمْ عَلَيْهِمُ  
الدَّوْلَةَ اور آخر کار، ذلت ان سے چٹادی گئی۔ وغیرہ ذلک۔

ضَوَّبَ الْمَثَلِ کا معاوہ ضَوَّبَ الدَّرَا هِيْد (دراہم کو ڈھالنا) سے ماخوذ ہے  
اور اس کے معنی ہیں کسی بات کو اس طرح بیان کرنے کے کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو  
ضَوَّبَ اللَّهُ مَثَلًا: اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔

لِلَّذِينَ كَفَرُوا۔ متعلق مَثَلًا۔

آیت کا ترجمہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے  
كَانَتَا تَحْتِ عِبَادِنَا مِنْ عِبَادِنَا صَالِحِينَ حمله مستانفہ ہے اور ضرب المثل  
(نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال) کی تفسیر ہے۔

عِبَادِنَا صَالِحِينَ موصوف و صفت (وہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے  
دونیک بندوں کے ماتحت تھیں یعنی ان کی بیویاں تھیں)

فَخَانَتْهُمَا، خَانَتْ ماضی تثنیہ مؤنث غائب خيانتہ رباب نصر مصدر۔ ان دو عورتوں نے خیانت کی۔ هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب ان دو مردوں کی، یعنی ان ہر دو عورتوں نے اپنے خاوندوں سے بے وفائی کی، دغا کی۔

فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا - وَتَعْقِيبُ كَا - لَمْ يُغْنِيَا مضارع نفی جہد لم صیغہ تثنیہ مذکر غائب (افعال) مصدر۔ وہ دونوں مرد کام نہ آسکے۔ وہ دونوں (مرد) دفع نہ کر سکے۔ عَنْهُمَا میں هُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب کے لئے ہے (یعنی وہ دونوں عورتیں) مِنْ اللَّهِ - اللہ کے عذاب سے۔ اللہ کے مقابلہ میں۔ شَيْئًا کچھ بھی۔

مگر وہ اللہ کے مقابلہ میں ان دونوں عورتوں کے کچھ کام نہ آسکے، (یعنی ان کو عذاب الہی سے نہ بچا سکے)۔

وَقِيلَ النَّارِ - اِی وَقِيلَ لَهُمَا ادخلا۔ اور ان دونوں عورتوں کو کہا گیا (دونوں کو حکم دیا گیا) تم دونوں عورتیں داخل ہو جاؤ جہنم میں۔ الدَّاخِلِينَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔ ۶۶: ۱۱ = وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا امْرَأَاتٍ فَرَعَوْنَ - اس کی ترکیب بھی آیت نمبر ۱۰ - مذکورہ بالا کی طرح ہے۔

امْرَأَاتٍ فَرَعَوْنَ - مضاف مضاف الیہ۔ فرعون غم منصرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

اِذْ قَالَتْ: ظَرْفٌ لِمَحذُوفٍ اِی وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا لِلَّذِينَ آمَنُوا اِحالہ امْرَأَاتٍ فَرَعَوْنَ اذ قَالَتْ:۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی تسلی کے لئے مثال کے طور پر فرعون کی بی بی کا حال بیان فرمایا ہے کہ جب اس نے کہا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ جا دو گروں پر غالب آگئے تو اس سے متاثر ہو کر حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) ایمان لے آئیں۔ فرعون کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے اسے طرح طرح کے عذاب دینے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ اس نے حضرت آسیہ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ جب ان کو اس کا علم ہوا تو انہی مناجات میں اپنے رب سے دعا کی۔

رَبِّ ابْنِ لِي عِنْدَكَ..... مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ -

(تفسیر مظہری و تفسیر السیر التفاسیر)



رَبِّ - ای یَا رَبِّی: اے میرے پروردگار۔

ابْنِ - فعل امر، واحد مذکر حاضر، بِنَاءُ (باب ضرب) مصدر۔ توبہ توبت تعمیر کرنے

عِنْدَكَ: اپنے پاس۔ قریباً من رحمتك۔ اپنی رحمت کے قریب۔ اللہ کی ذات مکان سے

پاک ہے۔

نَجَّی - نَجَّی فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَنْجِیَةٌ (تفعیل) مصدر ن ج و مادہ۔ نِیْ ضمیر مفعول واحد شکم۔ تو مجھے نجات دے۔

وَعَمَلِهِ - اور اس کے عمل سے ای و هو الکفر و عبادۃ غیر اللہ تعالیٰ۔ یعنی فرعون کا

عمل اس کا کفر اور غیر اللہ کی عبادت ہے۔ یا فرعون کے عمل سے مراد اس کی آسیہ کو ایذا رسانی

ہے۔

مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ - یعنی ان لوگوں سے نجات دے جنہوں نے کفر و معصیت کر کے خود

اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اللہ کے بندوں کو عذاب دیتے ہیں اور ان پر ظلم کرتے ہیں مطلب یہ کہ

ان قبیلوں سے نجات دے جو فرعون کے تابع ہیں۔

اس قصہ کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ فرعون نے ایک بڑا پتھر حضرت آسیہ کے اوپر

ڈال دینے کا حکم دیا۔ حسب الحکم جب ان پر ڈالنے کے لئے ایک عظیم پتھر لایا گیا تو انہوں نے کہا۔ رَبِّ

ابْنِ لِي عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ - دعا کرنی تھی کہ انہوں نے اپنا موتی کا گھر جنت میں دیکھ لیا اور

روح بدن سے پرواز کر گئی۔ جب پتھر ان پر ڈالا گیا تو نعش بے جان تھی، پتھر کے نیچے دینے کی کوئی

اذیت ان کو نہ پہنچی،

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي. وَاَوْعَاطِفَ، مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ مَعْطُوفٌ، جِسْمًا

عطف امرات فرعون پر ہے ای و ضرب اللہ مثلاً للذین امنوا مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ

اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے مومنوں کی تسلی کے لئے مثال مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ کی۔

الَّتِي اسم موصول واحد مؤنث؛ جس نے،

أَحْصَنَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ إِحْصَانٌ (افعال) مصدر بمعنی عصمت و

عِزَّتْ کی حفاظت، اس عورت نے محافظت کی،

فَوَجَّهًا؛ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے فرج کی، الْفَرْجُ جُ وَالْفَرْجَةُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان

شکاف کے ہیں۔ جیسے دیوار میں شکاف، یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی، اور کناری کے

طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَالَّذِينَ هُمْ يُفَرُّوْا جِهَهُمْ حَفِظُوْنَ (۵:۲۲) اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

شکاف کے معنوں میں قرآن مجید میں ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ (۶:۵۰) اور اس میں کوئی شکاف تک نہیں۔

الَّتِي اٰخَصَّنْتَ فَرْجَهَا: جس نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا۔  
فَنَفَخْنَا فِيْهِ: فِ عَاطِفٍ، مَبْنِي لَيْسَ، مَبْجَرٌ، تَو۔ نَفَخْنَا مَاضِي جَمْعٍ مُتَكَلِّمٍ: نَفَخٌ (باب نصر) مصدر  
فیہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع فرج ہے۔ پھر ہم نے اس میں پھونک دیا۔ مطلب یہ ہے  
ہماری حکم سے جبریل علیہ السلام نے پھونک ماردی۔

نبدوں کے تمام افعال کا خالق اللہ ہی ہے اور اللہ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے پھونکا  
پھونک کا خالق اللہ ہی تھا۔ اس لئے پھونکنے کی نسبت بجائے جبریل کے اپنی طرف کر دی۔  
مِنْ فُرُوجِنَا۔ اخفش کے نزدیک مِنْ زَائِدٌ ہے۔ بغیر کسی توسط کے اللہ نے روح کو پیدا  
پس تخلیق روح کا تعلق براہ راست اللہ سے ہوا۔

مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اس کے فرج میں اپنی روح کو پھونک دیا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ روح  
فی الواقع فرج میں ہی پھونکا جائے یا اگر بیان پر پھونکا جائے اور اس کا اثر شرم گاہ تک پہنچ کر حمل پر  
منتج ہو۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش ایک معجزہ ہے جس میں طبعیاتی جزئیات کو کوئی دخل نہیں پس  
خدا کی طرف سے اللہ کی خلق کردہ روح جسم میں حضرت مریم کے پھونک دی اور وہ حاملہ ہو گئی۔

## فَائِدَةٌ:

آیت نہا میں حضرت مریم علیہا السلام کی چند صفات مذکور ہوئی ہیں۔

۱۔ اٰخَصَّنْتَ فَرْجَهَا۔ اس نے اپنی شرم گاہ کی محافظت کی،

۲۔ وَصَدَقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا: اپنے رب کا کلام برحق سمجھتی تھیں

۳۔ وَصَدَقَتْ (بِكُتُبِهِ) اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی تھیں۔

۴۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِيْنَ: اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھیں

صَدَقَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب تصدیق (تفعلیل) مصدر اُس نے

تصدیق کی۔ اس نے سچ مانا۔

بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا۔ كَلِمَاتٌ جمع کلمۃ کی معنی احکام۔ اس کے دیگر معانی بھی قرآن  
مجید میں آئے ہیں۔ کلمات مضاف رَبِّهَا مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، اپنے رب کے حکام

مِنَ الْقُنْتَيْنِ۔ مِنْ تَبْعِيهِ هِيَ۔ الْقُنْتَيْنِ اسم فاعل جمع مذکر۔ معرّف باللّام  
قُنُوتٌ (باب نصر) مصدر معنی خضوع اور عاجزی کرنا۔ قَانِتٌ خضوع اور عاجزی کرنے والا۔  
خضوع کے ساتھ اطاعت کرنے والا۔ فرماں بردار۔ اطاعت کے فرائض کو ادا کرنے والا۔  
اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھیں۔

حدیث مرفوعہ میں ہے کہ:-

كُلُّ قُنُوتٍ فِي الْقُرْآنِ فَهُوَ اطَاعَةٌ (رواه احمد في مسند ۴)  
قرآن مجید میں ہر قنوت (سے مراد) طاعت ہے۔ اس لئے قَانِتٌ ہو یا قَانِتَاتٌ ہو  
یا قَانِتُونَ ہو۔ یا اس کا ما صنی بامضارع اس کے معنی میں اطاعت کا مفہوم ضرور ہوگا  
خواہ قرینے کو دیکھ کر یا نشان نزول کے تحت کوئی بھی ترجمہ کیا جائے۔  
اسی لئے امام راغب نے المفردات میں لکھا ہے کہ:-  
قُنُوتٌ کے معنی ہیں۔ اطاعت مع الخضوع :-

تمت بالخیر :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# تَبَارَكَ الَّذِي (١٢٩)

الْمَلِكِ ، الْقَلَمِ ، الْحَاقَّةِ ، الْمَعَالِجِ  
 نُوحٍ ، الْجَنِّ ، الْمَزْمَلِ ، الْمَدَّ ثَرِ  
 الْقِيَامَةِ ، الدَّهْرِ ، الْمَرْسَلَةِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۶۷) سُورَةُ الْمَلِكِ مَكِّيَّةٌ (۳۰)

# تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ

۶۷:۱ = تَبَارَكَ : ماضی واحد مذکر غائب (تفاعل) مصدر۔ وہ بہت برکت والا ہے، وہ بڑی برکت والا ہے، مخاطب کا تَبَارَكَت بھی آتا ہے صرف ماضی کا صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض لوگ اسے اسم فعل بتاتے ہیں۔ البرکۃ کے معنی کسی شے میں خیر الہی ثابت ہونا کے ہیں۔ آیت نہ ایں تبنیہ کی ہے کہ وہ تمام خیرات جن کو لفظ تبارک کے تحت ذکر کیا ہے ذات باری تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے۔

الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ - الَّذِي اسم موصول۔ الملك مبتداء بِيَدِهِ خبر، دونوں مل کر موصول کا صلہ اور یہ سارا جملہ مل کر فاعل ہے تَبَارَكَ کا۔

بڑی برکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں (دارین کی) بادشاہت ہے۔

= وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ - وَأَوْعَاطِفٌ، جمله کا عطف صلہ بِيَدِهِ الْمَلِكُ پر ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نِ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَتَيْكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ط :

ن - نون قطنی، جس حرف پر تنوین (یعنی دوزبر یا دوزیر یا دو پیش) ہو اور اس کے بعد والے حرف پر جزم ہو تو اس تنوین کو نون مکسور سے بدل کر پڑھیں گے۔ قرآن مجید میں ایسے کئی مقامات پر چھوٹا سا نون بھی لکھا ہوا ہوتا ہے اس نون کو نون قطنی کہتے ہیں۔

الذی اسم موصول خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ اس کا صلہ، صلہ موصول مل کر خبر مبتداء محذوف کی

ای هو الذی ..... -

لَيَبْلُوكُمْ: لام تعلیل کا۔ یَبْلُوكُمْ مضارع منصوب بوجہ عمل لام، واحد مذکر غائب  
تَبَلَّأَ رَبَّابِ نَصْر، مصدر تاکہ وہ آزمائش کرے۔ تاکہ وہ چھانٹ چھانٹ کر الگ الگ کر دے  
کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مفعول اول، آئی استفہامیہ، مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضافاً  
الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ بل کہ مبتدأ أَحْسَنُ اِفْعَالِ التَّفْضِيلِ کا صیغہ، بہت اچھا۔ عَمَلًا تمیز  
راز روئے عمل، أَحْسَنُ عَمَلًا خبر مبتدأ کی۔ آتِيكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا۔ جملہ مفعول دوم ہے فعل  
یَبْلُوكُمْ کا۔

آیت کا ترجمہ ہو گا۔

جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون  
بہتر ہے

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْغَفُورُ؛ وَادَّعَاطِفٌ هُوَ مَبْتَدَأُ الْعَزِيزِ الْغَفُورُ: معطوف علیہ ومعطوف  
مل کر خبر مبتدأ کی۔ اور وہ بڑا زبردست داورم بخشنے والا ہے۔

۳: ۶۷ = الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ طِبَاقًا۔ یہ جملہ یا تو هُوَ مبتدأ محذوف کی  
خبر ہے یا الْغَفُورُ (آیت سابقہ) کی خبر ہے۔

طِبَاقًا کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سَبْعَ سَمَوَاتٍ کی صفت ہے کیونکہ  
یہ مصدر ہے اس لئے جمع کی صفت واقع ہو سکتی ہے۔

طِبَاقًا۔ طبق بر طبق، تہ بر تہ۔ یعنی بے ہنگم اور کھری ہوئی صورت میں نہیں بلکہ ایسی عمدگی سے  
ترتیب دیتے گئے کہ ایک دوسرے کے اوپر منطبق نظر آتے ہیں۔

مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ، تَفَوُّتٍ بَرُوزِنِ تَفَاعُلٍ، مصدر ہے  
بمعنی بے ضابطگی، فرق، فَوْتُتٌ سے مشتق ہے اختلافِ اوصاف کے معنی دیتا ہے گویا ایک کا  
وصف دوسرے سے فوت ہو گیا یا دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کا وصف جاتا رہا۔

اگر ما نافیہ ہے تو ترجمہ ہو گا۔

تو رحمان کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کوئی فرق نہیں پائے گا۔

اور اگر ما استفہام انکاری ہے تو ترجمہ ہو گا۔

کیا تو نے رحمن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کوئی فرق دیکھا؟

پورا جملہ۔ مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِنْ تَفَوُّتٍ عَالِيَةٍ سَبْعَ سَمَوَاتٍ کا؛

مِنْ تَفَوُّتٍ مَا نَافِيَةٌ كِي صَوْرَتِ مِي مِنْ زَائِدَةٌ يَ تَبْعِيضِيَّةٌ هِيَ .  
مِنْ حَرْفٍ جَارٍ هِيَ مُخْتَلَفٌ مَعَانِي كِي لِي مَسْتَعْمَلٌ هِيَ .

١۔ اِبْتِدَائِيَّةٌ مَبْعُوثِيَّةٌ هِيَ ۔ اِسْمٌ مَعْنَى كِي لِي مِي كَا اسْتِعْمَالُ كِبْرَتِ هِيَ مِثْلًا اِنَّهُ مِي

سُلَيْمٰنَ (٣٠:٢٤) يَ اَمِنْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (١٤: ١) وَغَيْرُهُ ۔

٢۔ تَبْعِيضِيَّةٌ ۔ جِيسِي مِّنْهُم مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ (٢: ٢٥٣) وَغَيْرُهُ

٣۔ بَيَانِ جِنْسِ كِي لِي ۔ يِهْ اَكْثَرُ مَا يَ اَمَهُمَا كِي بَعْدَ اْتَايِهِ ۔ جِيسِي مَا يَفْتَحُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ

مِنْ رَحْمَتِي (٢: ٣٥) اَوْرَ مَهْمَا تَا تَنَابَهُ مِنْ اِيَّةِ (١٣٢: ٤) اَوْرَ كِهِي مَا وَ مَهْمَا

كِي بَغِيْرُ بِي اْتَايِهِ جِيسِي يُجَلَوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ ۔ (٣١: ١٨)

٣۔ تَقْلِيْبِيَّةٌ ۔ يَعْنِي حَكْمَ كِي عِلْتِ اَوْرَ سَبَبِ بَيَانِ كَرْنِي كِي لِي جِيسِي مِمَّا خَطِيئَتِهِمْ اَغْرَقُوا

(٢٥: ٤١)

٢٥۔ بَدَلِيَّةٌ ۔ مَبْعُوثِيَّةٌ جَائِيَّةٌ ۔ بِمَقَابِلِ ۔ جِيسِي اَرْضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ :

اِي بَدَلِ الْاٰخِرَةِ .

٢٦۔ تَجَاوُزُ كِي لِي ۔ عَنِّ كَا مَرَادُ ، جِيسِي قَوْلِي لَلْقِسِيَةِ قُلُوْا بِمَهْمَا مِنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

(٢٢: ٣٩) يَعْنِي اللّٰهُ كِي يَادُ كُو حُجُوْرُ كَرَجِنِ كِي دَلِّ سَخْتِ پُرْ كَتِي هِي ۔

٢٧۔ بَارُ كَا مَرَادُ " جِيسِي يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرَفٍ خَفِيٍّ ۔ (٢٥: ٣٢)

٢٨۔ فِي كَا مَرَادُ جِيسِي اِذَا التُّوْدِي لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ (٩: ٦٢) جَب

جَمْعُ كِي دِنِ نَمَازِ كِي لِي اِذَانِ دِي جَائِيَّةٌ ۔

٢٩۔ عِنْدَ كَا مَرَادُ ۔ جِيسِي لَنْ تَغْنِيَّ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ مِّنْ

اللّٰهِ شَيْئًا ۔ (٥٨: ١٤) يِهْ قَوْلُ اَبُو عَبِيْدَةَ كَا هِيَ عَامُ عِلْمَارِ كِي زَرْدِي كِي اِسْ جَلِ مِي

بَدَلِيَّةٌ هِيَ ۔

٣٠۔ عَلٰى كَا مَرَادُ : جِيسِي وَ نَصَرُوْا لَهُمْ مِّنَ الْقَوْمِ (٢١: ٤٤) يَعْنِي عَلٰى الْقَوْمِ

٣١۔ مِي فَا رَقَةٌ ۔ يَعْنِي اَبِي كِي چِيْزُ كُو دُوسَرِي چِيْزِ سِي جُبْدِ كَرْنِي كِي لِي ۔ يِهْ مِي دُو مِتْضَادِ چِيْزُو

مِي سِي اَوَّلِ پَرِ نِهِيں دُوسَرِي پَرِ اْتَايِهِ ۔ جِيسِي وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ

(٢٢٠: ٢) يِهْ قَوْلُ اِبْنِ مَالِكِ كَا هِيَ

٣٢۔ زَائِدَةٌ ۔ عَمُوْمٌ كَا مَعْنَى پِيْدَا كَرْنِي كِي لِي جِيسِي مَا تَرَكَا فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَوُّتٍ

(٣: ٦٤)

۱۳۔ رُبَمَا کا مترادف : یہ قول صرف سیرانی اور ابن خروف، اور ابن طاہر کا ہے، قرآن مجید میں اس کی کوئی مثال نہیں۔

۱۴۔ غایت کے لئے: جیسے رَأَيْتُهُ مِنْ ذَلِكَ الْمَوْضِعِ: میں نے اس کو اس جگہ تک دیکھا۔ اس مثال میں مِنْ مَبْنِي الْإِلَى ہے:

فَارْجِعِ الْبَصَرَ: یہ شرط محذوف کی جزار ہے یعنی اگر تمہارا خیال ہو کہ بار بار دیکھنے سے آسمانوں کی تخلیق میں کچھ عدم تناسب دکھائی دے گا تو پھر دیکھ لو۔ (تفسیر مظہری)  
فَ جَوَابِ شَرْطِ كَلِمَةِ ارْجِعِ فَعَلِ امْرَ وَا حِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ۔ رُجُوعٌ رِبَابِ نَصْرٍ مَصْدَرٌ  
تُو لُوْطًا۔ پھر (نگاہ) لوٹا کر دیکھ لو۔

هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ۔ هَلْ اسْتِفْهَامٌ تَقْرِيرِيٌّ هُوَ۔ مِنْ زَائِدَةٌ هِيَ يَاءُ تَبْعِيضِيَّةٌ هِيَ  
فُطُورٌ۔ اسم فعل، رَحْنَةٌ، غَيْبٌ، شُكَاكٌ، الْفَطْرُ (باب نصر، ضرب) مصدر۔ کے اصل معنی کسی چیز کو (پہلی مرتبہ) طول میں پھاڑنے کے ہیں۔ اَفْطَرَ هُوَ فُطُورًا۔ روزہ افطار کرنا۔ اِنْفِطَارٌ  
بِھٹ جانا۔ آیت مذکورہ میں فطور بمعنی شکاف یا خلل ہے۔ بھلا تجھ کو کوئی شکاف نظر آتا ہے۔  
ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ۔ اس جملہ کا عطف فَارْجِعِ پر ہے اور ثَمَّ (یعنی لفظ کَرَّتَيْنِ جو کَرَّتَيْنِ کا تثنیہ ہے) تکثیر کے لئے ہے۔ صرف دو دفعہ دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ بار بار دیکھنا مراد ہے  
پھر بار بار نگاہ ڈالو۔

= يَنْقَلِبُ: مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِنْقِلَابٌ (انفعال)  
مصدر۔ وہ (نگاہ تیری طرف) لوٹے گی

خَسْبًا: خَسْبًا (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، بمعنی در ماندہ،  
ذلیل و خوار، تھک کر رہ جانے والا۔ دھتکارا ہوا۔ عربی میں ہے خَسَاتُ الْكَلْبِ فَخَسًا  
میں نے کتے کو دھتکارا پس وہ دور ہو گیا۔

کسی کو دھتکارنے کے لئے عربی میں اِخْسَا کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے ۱۔  
اِخْسَوْا فِيهَا وَلَقَدْ تَكَلَّمْتُمْ لَهَا (۲۳: ۱۰۸) اس میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور میرے  
ساتھ کلام نہ کرو، اسی سے خَسْبًا الْبَصَرُ کا محاورہ ہے جس کے معنی ہیں نظر در ماندہ ہو کر  
منقبض ہو گئی۔ (خ س و۔ حروف مادہ)

خَسْبًا حال ہے يَنْقَلِبُ کے فاعل اَلْبَصَرُ سے:

= وَهُوَ حَسِيرٌ۔ یہ جملہ بھی اَلْبَصَرُ کا دوسرا حال ہے حَسِيرٌ تھکا ہوا۔ (در ماندہ)



حَسْرًا (باب فتح) مصدر سے جس کے معنی ہیں تھکنا، عاجز ہونا۔ بروزن (فعلیل) صفت مشبہ کا صیغہ یعنی فاعِلٌ بھی ہو سکتا ہے یعنی تھکنے والا۔ عاجز، اور معنی مفعول بھی یعنی تھکا ہوا اور در ماندہ۔

۶۷: ۵ = وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ : وَأَوَّعْنَا فِيهَا لَقَدْ فِي لَامٍ تَأْكِيدًا اور قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور فعل ماضی کو حال سے قریب کر دیتا ہے زَيَّنَّا ماضی جمع مکمل تَزَيَّنُّ (تفعیل) مصدر ہم نے زینت دی۔ ہم نے سنوارا۔ ہم نے آراستہ کیا۔ السَّمَاءُ موصوف الدُّنْيَا صفت، موصوف و صفت مل کر زَيَّنَّا کا مفعول الدُّنْيَا۔ دَانِيَةٌ اور دَانِيَةٌ کا اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اول صورت میں اس کے معنی بہت قریب اور نزدیک کے ہیں اور دوسری صورت میں بہت ذلیل اور بہت حقیر کے معنی ہیں۔ اس کی جمع دُنْيٌ ہے جیسے کُبْرَىٰ کی جمع کُبْرٌ اور صُغْرَىٰ کی جمع صُغْرٌ ہے۔ جب دنیا کا استعمال آخرت کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی اول اور پہلے کے ہوتے ہیں اور جب قُضْوَىٰ کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی زیادہ قریب کے ہوتے ہیں۔

السَّمَاءُ الدُّنْيَا نیچے والا آسمان جو دوسرے آسمانوں سے زمین کے سب سے زیادہ قریب ہے بِمَصَابِيحَ۔ ب حرف جرّ مصابیح جمع جو منتهی الجموع کے وزن پر ہے اور بوجہ غیر منصرف ہونے کے مفتوح ہے جیسے مَسَاجِدُ۔ مَصَابِيحٌ بمعنی چراغ۔ جمع ستاروں کو چراغ اس لئے کہا گیا کہ وہ بھی چراغوں کی طرح روشن دتا ہاں ہیں۔

ترجمہ ہو گا۔

اور ہم نے قریب کے آسمان کو (ستاروں کے) چراغوں سے روشن و آراستہ کر رکھا ہے وَجَعَلْنَاهَا رُجُومًا لِلشَّيَاطِينِ۔ جملہ معطوف ہے جَعَلْنَا کا عطف زَيَّنَّا پر ہے : هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع مَصَابِيحٌ ہے جَعَلْنَا کا مفعول اول ہے اور رُجُومًا مفعول ثانی ہے۔ رُجُومًا آلات سنگ باری رَجْمٌ کی جمع ہے رَجْمٌ اصل میں مصدر ہے اور جس چیز کے لئے سنگسار کیا جائے اس کے لئے بطور اسم مستعمل ہے۔

فَايِدَاةٌ :- مطلب آیت کا یہ ہے کہ شیاطین جب ملائکہ کی باتیں چوری چھپے سننا چاہتے ہیں تو ان کے مارنے کے لئے ستاروں کو ہم نے آتشیں پھتر بنایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ستارے اپنی جگہ سے ہٹ کر شیطانوں پر پھروں کی طرح برستے ہیں بلکہ ان سے مجسم شعلے پھوٹ کر

شیطانوں پر برستے ہیں۔

وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ۔ اَعْتَدْنَا کا عطف زیناً پر ہے لہم  
میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الشیاطین ہے۔ عَذَابَ السَّعِيرِ مضاف مضاف الیہ لہم  
اَعْتَدْنَا کا مفعول ہے۔

السَّعِيرِ۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ، سَعَوْرُ رباب فتح مصدر۔ یعنی آگ بھڑکانا۔ سے  
بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ

مطلب یہ کہ وہ شیاطین جو ملائکہ کی باتیں چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں ان کو  
شہاب ثاقب کی شکل میں ستاروں سے سنگباری ہوتی ہے۔ اور آخرت میں ان کے لئے دہکتی  
آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۶:۶۷ = وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ عَذَابٌ مُّضَاعِفٌ لِّیَہِمْ  
مل کر بتدار۔ للذین کفروا بر ربہم خبر مقدم۔ جہنم غیر منصرف ہونے کی وجہ سے منصوب  
وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۖ جملہ حالیہ ہے یا جملہ معترضہ تزیلی ہے۔ اور وہ بُرا ٹھکانا ہے نیز ملاحظہ ہو  
(۹:۶۶)

۷:۶۷۔ اِذَا لَقُوا فِيہَا۔ اِذَا ظرف زمان ہے (شرطیہ) جب، جسوقت،

الْقُوا ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اِلْقَاءُ (افعال) مصدر۔ یعنی ڈالنا۔ فیہا میں ضمیر ہا  
واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔ یعنی جب کافروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔

سَمِعُوا لَهَا شَہِيقًا ۖ جواب شرط۔ لہا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے  
لہا حال ہے شہیقاً سے جو سَمِعُوا کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ شَہِيقًا نکرہ تھا اس  
لئے حال کو اس سے پہلے مقدم کر دیا۔ (تفسیر المنظہری)

شَہِيقٌ گدھے کی آواز۔ یعنی گدھے جیسی آواز جہنم کی آگ سے نکلتی ہوئی سنیں گے  
یہ آگ کی آواز ہوگی یا ان لوگوں کی جو ان داخل ہونے والوں سے پہلے جہنم میں جا چکے ہوں گے  
یا خود ان کی ہوگی، (المنظہری)

وہی لَقُوا کی ضمیر سے حال ہے یا فیہا کی ضمیر سے حال ہے  
ہی ای جہنم۔ لَقُوا ۖ مضارع واحد مؤنث غائب۔ فَوْرٌ رباب نصر مصدر  
یعنی اچھلنا۔ جوش مارنا۔ فَوْرٌ استعمال آگ کے، ہنڈیا کے اور غصہ کے جوش مارنے  
اور ابلنے کے لئے ہوتا ہے۔

۶۷:۸ = تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ، مِنَ الْغَيْظِ كَاتِلِقُ تَمَيَّزُ سے ہے اور پورے جملے میں تَقْوَرُ کے فاعل (یعنی جہنم) کی حالت بیان کی ہے ۔

تَكَادُ مضارع واحد مؤنث غائب تَمَيَّزُ (تَفَعَّلَ) مصدر اصل میں تَمَيَّزُ تھا۔ ایک ت حذف ہو گئی۔ ایک دوسرے سے جدا ہونا۔ پھٹ جانا۔ (قریب ہے کہ) پھٹ جائے صاحب اضواء البیان لکھتے ہیں۔

اثبات ان للنار حسا وادراكا واردة والقران اثبت للنار انها تغتاظ وتبصر وتتكلم وتطلب المزيد كما قال ههنا۔ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ۔ وقال: إِذَا رَأَيْتَهُمْ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغِيظًا وَرَفِيرًا۔ (۱۲:۲۵) جب وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو (غضبناک ہو رہی ہوگی اور یہ) اس کے جوش (غضب) اور چیخنے جلانے کو سنیں گے۔

وقال: يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَنَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ: (۳۰:۵) اس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی ہے؟ وہ کہیگی کچھ اور بھی ہے۔ غَيْظُ کے معنی سخت غصہ کے ہیں۔ یعنی وہ حرارت جو انسان اپنے دل کے دوران خون کے تیز ہونے پر محسوس کرتا ہے۔

اگر غیظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے انتقام لینا مراد ہوتا ہے جیسے فرمایا وَانْتَهُمُ لَنَا لَغَائِظُونَ (۵۵:۲۶) اور یہ ہمیں غصہ دلا ہے ہیں۔ یعنی وہ اپنی مخالفانہ حرکتوں سے ہمیں انتقام پر آمادہ کر رہے ہیں۔

اور تغیظ کے معنی اظہار غصہ کے ہیں جو کبھی ایسی آواز کے ساتھ ہوتا ہے جو سنائی دے۔ جیسا کہ آیت نذازیر مطالعہ۔ ترجمہ ہو گا:-

تو وہ اس کے جوش غضب اور اس کے چیخنے اور چلانے کو سنیں گے۔

= كَلِمًا: یہ لفظ مرکب ہے کُلٌّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلٌّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے۔ اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ ما حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے بمعنی وقت کے۔ اکثر کَلِمًا کے بعد فعل ماضی آتا ہے جیسے آیت نذازیر وغیرہ۔ جب، جب بھی۔

الْقِيَّ ماضی مجہول واحد مذکر غائب القائم (افعال) مصدر معنی طرد الناء۔ الْقِيَّ وَهُ

ڈالا گیا۔

فِيهَا مِثْلُ حَاقِقِ الرَّاسِخَاتِ فِي السَّرَابِ وَفِيهَا مِثْلُ نَجْمٍ كَرِيحٍ مَرِيحٍ وَفِيهَا مِثْلُ نَجْمٍ كَرِيحٍ مَرِيحٍ وَفِيهَا مِثْلُ نَجْمٍ كَرِيحٍ مَرِيحٍ

— فَوْجٌ: گردہ، لشکر، فوج۔ مراد یہاں کفار کی جماعت ہے۔

سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا - سَأَلَ كَا فاعل خَزَنَةُ هِيَ خَزَانٌ وَ كِي جمع ہے بمعنی داروغہ، نگہبان۔

چوکیدار خزانچی، یہ مضاف ہے ہا مضاف الیہ، اس کا مرجع بھی جہنم ہے ہُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب فَوْجٌ کے لئے ہے۔

الَّذِي يَأْتِكُمْ: استفہام تقریری ہے۔ لَمَّا يَأْتِ مَضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب

كُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، کیا تمہارے پاس نہیں آیا۔؟

نَذِيرٌ، بمعنی جمع ہے جیسا کہ اگلا جملہ اِنْ اَنْتُمْ... سے ظاہر ہے یا یہ مصدر ہے اور مضاف

الیہ ہے۔ جس کا مضاف محذوف ہے اِی اَهْلٌ اِنْذَارٍ (ڈرانے والے)

مطلب یہ کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے نہیں آئے تھے (یعنی پیغمبر)

۹:۶۷ — قَالُوا - ماضی بمعنی مستقبل۔ یعنی وہ لوگ جن سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس اللہ

کے عذاب سے ڈرانے والے رسول نہیں آئے تھے۔ وہ جواب میں کہیں گے۔

بَلَى - ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں بَلَى تھا۔ اور

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تائید کے لئے ہے کیونکہ اس میں امالہ ہوتا ہے،

بَلَى کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے:

۱۔ ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا اَنْ لَنْ يُبْعَثُوا قُلْ بَلَى

وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ - (۶۴:۷۷) کافر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے

کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہے خواہ استفہام حقیقی ہو۔

جیسے الیس زید بقائمہ (کیا زید کھڑا نہیں ہے؟) اور جواب میں کہا جائے بَلَى -

یا استفہام توبیحی، جیسے ایحسب الانسان ان لن نجتمع عظامہ بَلَى قَادِرِينَ

علی ان لَسَوَى بِنَانہ (۵۱:۷۳) انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں

کریں گے۔ کیوں نہیں ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔

یا استفہام تقریری ہو جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى ج شَهِدْنَا (۱۷۲:۷۷)

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں۔

قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ: یہ جملہ بلیٰ کے مفہوم کی تاکید کے لئے ہے  
فَكَذَّبْنَا: و معنی لیکن۔ لیکن ہم نے نذیر کو جھٹلایا۔ جھوٹا قرار دیا۔  
وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ أَوْرَاهُمْ نَبِيًّا: اور ہم نے کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ یعنی اللہ کے رسولوں اور اس کی نازل کردہ کتب سے انکار کر دیا۔  
إِنْ أَنْتُمْ: میں ان نافیہ ہے۔ تم لوگ خود ہی گمراہی صریح میں پڑے ہوئے ہو۔  
۱۰:۶۷ = وَقَالُوا: اس کا عطف گذشتہ قائلوں پر ہے اور یہ کلام کفار کا دوزخ پر مامور فرشتوں

سے ہے۔  
لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ: لو شرطیہ، جملہ شرطیہ ہے مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ: جواب شرط  
أَصْحَابِ السَّعِيرِ مضاف - مضاف الیہ - اہل دوزخ - (نیز ملاحظہ ہو ۶۷: ۵ متذکرۃ الصدر)  
اگر ہم خدا کے عذاب ڈرائیوں کے پیغمبروں کی بات گوش ہوش سے سن لیتے اور عقل سے  
کام لیتے ہوئے اس پر عمل کرتے تو آج ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔  
۱۱:۶۷ = فَأَعْتَرَفُوا بِذَنبِهِمْ: قَالُوا پر عطف تفسیری ہے یعنی انہوں نے اپنے جرم کا  
لیے وقت اعتراف کیا جب اعتراف غیر مفید تھا۔ اعتراف (افتعال) کا معنی ہے پہچاننے کے  
بعد اقرار کرنا۔ اور ذنب (گناہ سے مراد ہے کفر۔ ذنب چونکہ اصلاً مصدر ہے اور مصدر میں  
با اعتبار اصل جمع نہیں ہوتی اس لئے ذنب کو بصورت جمع ذکر نہیں کیا۔

فَسُحِقَ لَدَىٰ أَصْحَابِ السَّعِيرِ: سُحِقًا مفعول مطلق ہے اور مصدر ہے اس کا فعل محذوف ہے  
ای فَا سَحَقَهُمُ اللَّهُ سُحِقًا: اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ یہ جملہ بددعا یہ معترضہ ہے  
(تفسیر المنظہری)۔

سُحِقَ (باب سح) مصدر، دور کرنا۔ دفع کرنا۔ سُحِقٌ سے سحیق بروزن فعلی معنی  
فاعل معنی دور، بعید۔ ۳۱:۲۲ میں مستعمل ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ: إِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین موصول -  
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ صلہ۔ بالغیب متعلق یخشون۔ مغفرتہ مبتداء۔ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ معطوف  
اس کا عطف مغفرتہ پر ہے لَهُمْ خبر مقدم ہے إِنَّ کی۔ اور موصول وصلہ مل کر اسم إِنَّ  
يَخْشَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب خَشِيَ (باب سح) مصدر۔ معنی ڈرنا۔ وہ ڈرتے ہیں  
رَبَّهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ہے يَخْشَوْنَ کا۔

بِالْعَيْبِ : ڈرتے ہیں اس عذاب کو بھی تک ان پر نہیں آیا یا ظاہر نہیں ہوا۔ یا تنہائی میں ڈرتے ہیں، یا اللہ کو دیکھے بغیر اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

أَجْرٌ كَبِيرٌ - موصوف و صفت - بڑا ثواب، جس کے مقابلہ میں ہر لذت بیچ ہو۔

۱۳:۶۷ = وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ - کلام مستانفہ ہے اسِرُّوا فعل امر جمع مذکر حاضر، اسِرَّ (افعال) مصدر تم چھپاؤ، تم چھپا کر کہو۔

أَوِ اجْهَرُوا بِهِ - اِدْ یعنی یا - اجْهَرُوا فعل امر حاضر - جمع مذکر - جَهْرٌ (باب فتح) مصدر - تم زور سے کہو - تم کھلم کھلا کہو، تم بلند آواز سے کہو - اور جگہ قرآن مجید میں ہے إِنَّهُ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ - (۱۱۰:۲۱) جو بات پکار کر کہی جائے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اس سے بھی واقف ہے۔

أَسِرُّوا أَوِ اجْهَرُوا - دونوں امر کے صیغے ہیں لیکن امر بمعنی خبر ہے یعنی تمہارا چھپکے چھپکے باتیں کرنا اور بلند آواز سے بولنا دونوں علم الہی میں برابر ہیں۔

پہلے کفار کا ذکر غائبانہ تھا اب اس آیت میں تہدید کے طور پر غائب سے حاضر کی طرف کلام کو موڑ کر روئے خطاب کافروں کی طرف کر دیا گیا ہے

= إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ - بے شک وہ دلوں کی بات بھی (خوب) جانتا ہے یعنی زبان پر لانے سے پہلے ہی وہ ان باتوں کو جانتا ہے نہ اس کو بلند آواز سے بولنے کی ضرورت نہ آہستہ آہستہ کہنے کی - یہ مساوات (سابقہ) یعنی بلند آواز یا آہستہ بولنے کا اس کے نزدیک برابر ہونا اس کی یہ علت ہے کہ وہ تو بولنے سے قبل ہی اس بات کا علم رکھتا ہے۔ اس لئے بلند آواز سے بولنا یا آہستہ بولنا سب اس کے نزدیک برابر ہے۔

۱۴:۶۷ = أَلَّا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۗ يَاسْتَفْهَامُ انکار ہی ہے - اَلَّا خبر دار ہو جاؤ، جان لو، اسٹن رکھو، ذہن نشین کر لو،

يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۗ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱- يَعْلَمُ فعل با فاعل مَنْ خَلَقَ موصول اور صلہ مل کر يَعْلَمُ کا مفعول - ترجمہ ہوگا:-

اللہ جانتا ہے جس کو اس نے پیدا کیا۔ اس صورت میں اَلَّا حرف تنبیہ ہے۔

۲- مَنْ خَلَقَ فاعل ہے يَعْلَمُ فعل - مفعول محذوف، اسی مَنْ خَلَقَ يَعْلَمُ ما خَلَقَ

جس نے پیدا کیا وہ جانتا ہے اس نے کیا پیدا کیا۔ اس صورت میں اَلَّا حرف استفہام ہے

بہر حال کلام سابق کی یہ تاکید ہے۔

وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ: یہ جملہ خَلَق کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز تک رسائی رکھتا ہے۔ خواہ وہ چیز ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

لَطِيفٌ صیغہ صفت مشبہ حالت رفع۔ باریک بین۔ دقیقہ رس۔ امور دقیقہ کو جاننے والا۔ وقت نظر اور حسن تدبیر سے کام لینے والا۔ بندوں پر مہربان۔ نیکیوں کی توفیق دینے والا کسی جسم کے لطیف ہونے کے معنی ہیں نازک ہونا۔ باریک ہونا۔ کسی بات کے لطیف ہونے کے معنی ہیں باریک ہونا دقیق ہونا۔ کسی حرکت کے لطیف ہونے کے معنی ہیں سبک ہونا۔ ہلکا ہونا۔ لَطْفٌ نرمی، لطف الہی اس کی رحمت۔

خَبِيرٌ، خبردار۔ دانا۔ خبیر بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ کے اسماء حسنیٰ میں ہے۔ اور قرآن مجید میں یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے ہی مستعمل ہے۔

۶۷: ۱۵ = هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ ذَلُولًا: الارض مفعول اول۔ فعل جعل کا ذَلُولًا مفعول ثانی، لَكُمْ متعلق فعل۔

ذَلُولًا صیغہ صفت مشبہ، ذُلُّ جمع: ذُلٌّ وَذِلٌّ مصدر۔ پست، نرم، ہموار مطیع۔ یعنی اللہ نے تمہارے لئے زمین کو ایسا بنا دیا کہ تم آسانی کے ساتھ اس میں چل پھر سکو، جَعَلَ بسیط ایک مفعول چاہتا ہے اس وقت یعنی خلق ہوگا، جعل مرکب دو مفعول کو چاہتا ہے اس وقت یعنی صَيَّرَ ہوگا۔ پہلی صورت میں ذَلُولًا حال ہوگا الارض سے۔

فَأَمْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا۔ ف ترتیب کے لئے ہے ای لتوتیب الامر بالمشی۔ لَمْشُوا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر، مَشَىٰ باب ضرب مصدر، یعنی چلنا۔ تم چلو پھرو۔ مَنَاكِبِهَا۔ مضاف مضاف الیہ، نکیب مادہ سے منکب یعنی کندھا۔ (جمع مناکب یعنی کندھے) استعارہ کے طور پر زمین کے راستوں پر بولا جاتا ہے جیسے کہ آیت ہذا میں۔

اور یہ زمین کے لئے بطور استعارہ ایسے ہی استعمال ہوا ہے جیسا کہ آیت کریمہ مَا تَرَكَ عَلَىٰ ظَهْرِهَا مِنْ دَأْبَةٍ ط (۳۵: ۲۵) تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔ میں ظہر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

حسن، مجاہد، کلیبی، مقاتل کا قول ہے۔

مناکب الارض سے مراد زمین کے راستے، گھاٹیاں، کنارے، اطراف ہیں۔ کس لئے کہ انسان کے مناکب بھی اس کے بدن کے کنارے، جوانب ہیں۔ اس مناسبت سے زمین

کے کناروں اور جوانب اور راستوں کو بھی مناکب کہنے لگے۔

وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ . وَأَوْعَاطِفُ، كَلُوا فاعل امر جمع مذکر حاضر، اَكَلُ رباب نصر

مصدر۔ کھاؤ۔ مِنْ تَبْعِيضِهِ ہے۔ رِزْقِهِ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی دی ہوئی روزی سے صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :-

وَكُلُوا مِنْ رِزْقِهِ اِی اُكَلِبُوا: یعنی خدا داد نعمت کی طلب کرو، کھانے سے مراد طلب کرنا۔ اور رزق سے مراد ہے نعمت خداوندی۔

وَإِلَيْهِ النُّشُورُ: جہاں متائف ہے، إِلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ

ہے۔ النُّشُورُ رباب نصر مصدر ہے، بمعنی جی اٹھنا۔ یعنی جزار و سزا کے لئے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونا۔ مطلب ہے کہ روز قیامت دوبارہ زندہ ہو کر قبروں سے اٹھ کر اسی ہی کے طرف جانا ہے۔

۱۶:۶۷ = عَا مِنتُمْ مَنَ فِي السَّمَاءِ . ہمزہ استفہامیہ ہے استفہام انکاری ہے، یعنی

نڈر نہ ہونا چاہئے۔ اَمِنتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، اَمِنَ رباب سمع مصدر تم امن میں ہوئے تم مطمئن ہو گئے۔ تم نڈر ہو گئے۔

مَنَ اسم موصول۔ فِي السَّمَاءِ۔ صدر۔ مَنَ محل نصب میں ہے بوجہ اَمِنتُمْ کے

مفعول ہونے کے، کیا تم نڈر ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے۔

اَنْ يَخْشِفَ بِكُمْ الْاَرْضَ: اَنْ مصدر یہ۔ يَخْشِفُ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ)

واحد مذکر غائب۔ خَشَفَ باب ضرب مصدر۔ بمعنی دھنسا۔ دھنسا دینا۔ کہ وہ تم کو دھنسا

دے۔ خَشَفَ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی، بمعنی دھنسا یا دھنسانا۔ خَشَفَ سے

بطور استعارہ۔ ذلت بھی مراد ہوتی ہے۔ مثلاً تَحَمَّلَ زَيْدٌ خَشْفًا: زید نے ذلت برداشت کی

خُسُوفٌ (چاند گرہن بھی اسی مادہ خَشَفَ سے مشتق ہے۔

فَاِذَا هِيَ تَمُورُ۔ اِذَا مفاجات (ناگہاں، اچانک) کے لئے ہے۔ اور تَمُورُ

کا معنی ہے ہلنے لگے۔ زمین میں زلزلہ آجائے۔ یعنی اچانک زمین میں لرزہ پیدا ہو جائے اور

اللہ کافروں کو زمین کے اندر دھنسا دے۔ (تفسیر مظہری)

راور، کیا تم اس بات سے امن میں ہو گئے ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور یکایک تمہارے

دھنسانے کے لئے زمین ہلنے اور لرزنے لگے، جیسا کہ زلزلے کے وقت ہوتا ہے زمین ہل کر پھٹ

جاتی ہے اور آدمی اور بڑے بڑے مکانات اندر سما جاتے ہیں۔ (تفسیر حقانی،



صاحب روح المعانی اور علامہ عبد اللہ یوسف علی نے اِذَا کو مناجات کی بجائے نظرِ فیت کے لئے یعنی جب، جسوقت، لیا ہے۔ اور اس صورت میں اَنْ يَخْفِىَف ..... تَمُورٌ کا ترجمہ ہوگا کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا لے جب کہ وہ زلزلے کی صورت میں بھٹی پڑتی ہو۔

تَمُورٌ: مضارع واحد مؤنث غائب تَمُورٌ (باب نصر) مصدر۔ یعنی پھرنا، تیز چلنا۔ وہ لڑتی ہے وہ پھرتی ہے، وہ جنبش کرتی ہے، وہ بھٹتی ہے۔

٦٤: ١٤ = اَمْ اَمْثَلُمْ فِي اَمْثَلُمْ هَلْ اسْتَفْهَمِيَهٗ ہے اور اسْتَفْهَمِيَهٗ انکاری ہے یعنی نہیں ہونا چاہئے۔

اَمْثَلُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر اَمْثَلُمْ (باب سمع) مصدر (ملاحظہ ہو ٦٤: ١٦ متذکرۃ الاعداد) = يُوَسِّلُ: مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب اِرْسَالٌ (افعال) مصدر وہ بھیجے، وہ بھیج لے۔

= حَا صَبًا: (منصوب بوجہ مفعول فعل يُوَسِّلُ) حَا صَبًا (باب ضرب و نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ کنکریاں اڑانے والی تیز ہوا۔ باد سنگ بار، سخت آندھی، حَصْبًا کنکریاں۔ حَصَبٌ کنکر۔ ایندھن۔ جبے اِنْكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبٌ جَهَنَّمَ (٢١: ٩٨) تم اور جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے = فَسْتَعْلَمُونَ فَ عاطفہ س مضارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

اس کا عطف کلام سابق کے مضمون پر ہے یعنی میں تم کو ڈراتا ہوں اور جب تم خود عذاب کو دیکھ لو گے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

كَيْفَ نَذِيرٍ: كَيْفَ حرف استفہام ہے یعنی کیسا، کس طرح، کیونکر،

نَذِيرٌ اصل میں نَذِيرٌ تھا۔ (مضاف مضاف الیہ) ضمیر واحد متکلم ساقط ہو گئی۔ کسرہ سی کے حذف ہو جانے کی دلیل ہے۔ میرا ڈرانا۔ نَذِيرٌ یہاں بطور مصدر مستعمل ہے بمعنی اِنْذَارٌ = ٦٤: ١٨ = وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٍ: قَبْلِهِمْ ضمیر کامر جمع کفار مکہ ہیں۔ پہلا کلام خطابی ہے اور اب یہ کلام بصورتِ فاعل، یہ التفاتِ ضمائر کفار مکہ کی مسلسل روگردانی کے پیش نظر نفرت اور ناگواری کے اظہار کے لئے اختیار کیا گیا ہے،

والتفات الى الغيبة لابراز الاعراض عنهم (روح المعانی)

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے مراد وہ قومیں ہیں جو کفار مکہ سے قبل ہو گزریں اور جنہوں نے

پیغمبروں کو جھٹلایا، مثلاً قوم نوح قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ۔  
 فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٍ سے قبل جملہ مقدرہ ہے ”تم خود دیکھ لو“ میرا انکار کیسا تھا“ اس کی  
 ترکیب نحوی مثل کیف کان نذیر ہے۔

لغات القرآن میں جمل، رُوح المعانی کے حوالہ سے نکیر کی تشریح یوں تحریر ہے۔  
 نکیر، مصدر معنی انکار اصل میں نکیری تھا۔ انکار سے مراد ان آیات میں زبانی یا دلی انکار  
 نہیں بلکہ ان کی حالت کو برعکس اور مخالف حالت سے بدل ڈالنا مراد ہے یعنی — تغییرالضد  
 بالضد مثلاً زندگی کو موت سے آبادی کو ویرانی سے بدل ڈالنا۔ (جمل)  
 کسی سخت بہیت ناک اور دشوار مصیبت میں مبتلا کر دینا ہی اللہ کی طرف سے انکار کرنے کا  
 معنی ہے (روح المعانی)

۱۹۲۶ = اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ يَمْزُرُهُمْ اسْتَفْهَامِيَةً وَاَوْعَاطِفَهُمْ كَا عَطْفِ  
 کلام مقدرہ پر ہے ای اغفلوا اولدینظروا..... کیا وہ مہول گئے اور اپنے اوپر پرندوں کو  
 نہیں دیکھا۔

طَيْرٌ طَائِرٌ کی جمع ہے جیسے صَاحِبٌ کی صَحْبٌ جمع ہے۔ اور رَاكِبٌ کی جمع  
 رَاكِبٌ ہے۔

ابو عبیدہ اور مطرب کا بیان ہے کہ لفظ طیر واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے جیسے  
 آیت نہا میں معنی جمع آیا ہے۔ اور آیت شریفہ فیکون طیراً باذن اللہ (۲۹۱۳) تو وہ ہو جاوے  
 اڑتا ہو اور جانور، پرندہ اللہ کے حکم سے۔ میں طیر کا اطلاق واحد پر ہوا ہے۔  
 ابن الابناری نے کہا ہے کہ طیر جمع ہی ہے اور اس کی تانیث بہ نسبت تذکیر کے زیادہ  
 مستعمل ہے اور واحد کے لئے طیر نہیں بلکہ طاثر ہے  
 فَوْقَهُمْ مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَيْهِ، ان کے اوپر۔

صَفَّتْ۔ پرا باندھے، صف بستہ، پر کھولے ہوئے صَفٌّ (باب نصر) مصدر  
 سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مونث۔ صَافَةٌ کی جمع ہے۔

= وَيَقْبِضَنَّ وَاَوْعَاطِفَهُمْ يَقْبِضَنَّ مَضَارِعُ جَمْعُ مَوْنَتٍ غَائِبٌ، قَبْضٌ (باب ضرب)  
 مصدر۔ وہ (پر) سمٹتے ہیں۔ اس کا عطف صَفَّتْ پر ہے۔  
 ہر دو صَفَّتْ وَيَقْبِضَنَّ: حال ہیں الطیر سے۔

ترجمہ ہو گا۔ کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا بجا لیکہ وہ (اڑنے میں) پروں کو

کھولتے اور بند کرتے ہیں۔

مَا يُمْسِكُهُنَّ - مَا نَافِيَهُ، يُمْسِكُهُنَّ مَضَارِعٌ مُنْفِيَةٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ هُنَّ  
ضمیر جمع مؤنث غائب، اِمْسَاكَ (افعال) مصدر - یعنی - روکے رکھنا، تھامے  
رکھنا۔ هُنَّ کا مرجع الطیر ہے۔ یہ جملہ مستأنف بھی ہو سکتا ہے اور لِقَبْضُنَّ کے ضمیر  
فاعل سے حال بھی۔

مَا يُمْسِكُهُنَّ إِذَا التَّرْحُمُنَّ یعنی فضا میں پرندوں کو ان کی فطرت کے خلاف رک بھاری  
چیز ہمیشہ فضا میں زمین کی طرف گرتی ہے، صرف رحمن ہی روکے رکھتا ہے۔

إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَبِصِيرٌ: یعنی وہ صرف پرندوں کو ہی ہوا میں اڑنے میں ان کی گنجبانی نہیں کرتا  
بلکہ کائنات میں ہر عجیب و غریب مخلوق کی تخلیق اور تدبیر سے واقف ہے۔

۲۰:۶۷ = آمَنَ هَذَا الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ :

آمن مبتدا، هذا اس کی خبر، الَّذِي هُوَ جُنْدٌ لَكُمْ هَذَا سے بدل يَنْصُرُكُمْ مِّنْ

دُونِ الرَّحْمٰنِ صفت ہے جُنْدٌ کی۔ مشارط الیہ، جُنْدٌ سے مراد غیر اللہ کی مدد ہے۔

(مدارک التنزیل)

آمَنَ: آمٌ یعنی کیا، خواہ، بھلا، مَنٌ استفہامیہ سے مرکب ہے، استفہام انکاری ہے  
جُنْدٌ فوج، واحد، جُنُودٌ جمع۔ مِّنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ خدا کو چھوڑ کر، خدا کے سوا۔ خدا سے  
ورے، خدا کے مقابلہ میں۔

ترجمہ از شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ،

بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمہاری، مدد کرے گی تمہاری، رحمان کے سوا۔

مطلب یہ کہ تمہارا کوئی لشکر یا فوج نہیں کہ رحمان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے۔

إِنَّ الْكٰفِرِيْنَ إِذَا فِيْ عُرُوْرٍ: إِنَّ نَافِيَهُ ہے۔ عُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر - یعنی

فریب، فریب دینا۔ کچھ نہیں کافر لوگ مگر محض دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں۔

۲۱:۶۷ = آمَنَ هَذَا الَّذِي يَرْزُقُكُمْ إِنَّ أَمْسَكَ رِزْقَهُ - آمَنَ مَبْتَدَأٌ هَذَا اس کی

خبر، الَّذِي يَرْزُقُكُمْ بدل ہے هَذَا سے۔

بھلا وہ کون ہے جو روزی دے گا تم کو اگر وہ رکھ چھوڑے (یعنی روکے رکھے) اپنی روزی

استفہام انکاری ہے، مراد یہ کہ اگر پروردگار اپنی روزی کو بند سے روک دے، تو اس کے

مقابلہ میں کوئی نہیں جو بندے کو روزی دے سکے۔

ان شریطہ ہے، اَفْسَلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِمْسَاكَ (افعال) مصدر۔ بمعنی روکے رکھنا۔ روکنا۔ اگر وہ روکے رکھے اپنے رزق کو،

بل حرف اضراب ہے، پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا گیا ہے یعنی کافرین نہ صرف شیطان کی طرف سے فریب و دھوکے میں ہیں بلکہ مزید برآں اس فریب خوردنی میں بڑھتے جاتے ہیں۔

لَجَّوْا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، لجاج و لجاجت (باب سمع و ضرب) مصدر۔ بمعنی اڑے رہنا۔ لجاج کسی ممنوع فعل پر اڑے رہنے کو کہتے ہیں، اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَوْ رَحِمْنَاهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ لَلَجَّوْا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (۲۳: ۷۵) اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کر دیں تو بھی وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہیں اور بھٹکتے (بھیریں)

= عَتَوْا : شرارت، سرکشی، نافرمانی، عَتَا يَعْتُوْا (باب نصر) سے مصدر ہے۔ جس کے معنی اطاعت سے اکرٹنے، تکبر کرنے اور حد سے بڑھ جانے کے ہیں۔

وَنُفُوْا : واو عطف اس کا عطف عَتَوْا پر ہے۔ نُفُوْا (باب نصر و ضرب) سے مصدر ہے بمعنی بھاگنا، دور ہونا۔ حق سے دور ہونا۔ (تباع عن الحق) خازن

۲۲: ۶ = اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهِ اَهْدٰى : ہمزہ استفہامیہ ہے۔ و ترتیب کا ہے۔ مَنْ موصولہ مبتدأ ہے یَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهِ صلہ۔ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهِ ضمیر فاعل یمشی سے حال ہے۔

یَّمْشِيْ مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ، مَشٰى (باب ضرب) مصدر سے، وُد چلتا ہے۔

مُكِبًّا اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، اِكْبَابٌ (افعال) مصدر سے، سڑکوں، اونڈھا یعنی رستہ کی دشواری و نشیب و فراز کی وجہ سے چلتے چلتے ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہے منہ کے بل؛ اَهْدٰى، هِدَايَةٌ سے (باب ضرب) مصدر سے، اَفْعَلُ التَّفْضِيْلُ کا صیغہ، بمعنی زیادہ ہدایت یافتہ، یہ مبتدأ کی خبر ہے۔

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ : اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے تعلیل نحو تقریباً وہی ہے جو جملہ سابقہ کی ہے۔ سَوِيًّا سیدھا۔ درست، صحیح، بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ

کا صیغہ ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں۔

سَوِيٌّ اس کو کہا جاتا ہے جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط و تفریط سے پاک ہو۔  
محفوظ ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا؛ (۱۰: ۱۹) تین رات تک سہل چنگار اور دوسری جگہ فرمایا۔  
مَنْ أَصْحَابِ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ (۱۳۵: ۲۰) کون ہیں سیدھی راہ والے۔ اور رَجُلٌ سَوِيٌّ  
وہ ہے جس کے اخلاق بھی اور خلقت بھی افراط و تفریط کے اعتبار سے معتدل ہوں۔  
صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ، موصوف و صفت، سیدھا راستہ،  
آیت کا ترجمہ ہوگا۔

سہل جو شخص چلتا ہوا منہ کے بل گر پڑتا ہے وہ زیادہ سیدھے راستے پر ہے (یاد دہایت  
یافتہ ہے) یا وہ جو سیدھے راستے پر مسلسل چل رہا ہو۔ برابر چل رہا ہو۔

۶: ۳۳ = قُلْ هُوَ الَّذِي أَنْشَأَكُمْ : مذکورہ بالا دونوں آیات : آمَنْ هَذَا الَّذِي  
هُوَ جُنْدٌ لَكُمْ يَنْصُرُكُمْ اور آمَنْ هَذَا الَّذِي هُوَ يَرْزُقُكُمْ میں صراحت فرمائی  
تھی کہ کافروں کا کوئی حمایتی نہ ان کی مدد کر سکتا ہے اور نہ ان کو رزق دے سکتا ہے۔ اب سوال  
پیدا ہوتا ہے کہ پھر نصرت اور رزق کون عطا کرتا ہے؟

اس سوال مقدرہ کے جواب میں فرمایا۔

کہ تم کو نصرت اور رزق وہی عطا فرماتا ہے جس نے تم کو پیدا کیا تاکہ تم اس کو پہچانو اور اس کی  
عبادت کرو۔ (تفسیر مظہری)

أَنْشَأَ مَا صُنِيَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ إِشْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے پیدا کیا۔ كُمْ ضمير  
مفعول جمع مذکر حاضر، تم کو،

السَّمْعَ كَانِ، سَنَاءٌ، أَلَا بَصَارَ (آنکھیں) بَصَرٌ كِي جَمْعٍ - أَلَا فُؤَادَ (دل)  
فُؤَادٌ كِي جَمْعٍ - السَّمْعَ اصل میں مصدر ہے۔ اور مصدر کی جمع (اصل وضع کے اعتبار سے)  
نہیں آتی۔ اس لئے السمع کو بصورت مفرد ذکر کیا۔ لیکن البصرا اور الفؤاد کی یہ حالت نہیں  
(یہ مصدر نہیں ہیں) اس لئے أَلَا بَصَارًا، أَلَا فُؤَادًا کو بصورت جمع ذکر کیا۔

ہر سَمْعٍ السَّمْعَ، أَلَا بَصَارًا، أَلَا فُؤَادًا منصوب بوجہ مفعول جعل کے ہیں

قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ، قَلِيلًا صفت مشبہ بحالت نصب بوجہ مفعول۔ سَهْوًا - قَلَّةٌ (باب نصب)

صدر۔ اگر یہاں مراد تھوڑا شکر لیا جائے تو یہ مفعول مطلق ہوگا۔ اور اگر اس کا مطلب "کم وقت میں" لیا جائے تو یہ مفعول فیہ ہوگا۔ دونوں صورتوں میں موصوف محذوف ہوگا۔

مَا لَفْظًا زَائِدٌ هُوَ اَوْ مَعْنَى مَفْهُومِ قَلْتِ كِي تَاكِيْدٌ هُوَ ۔

بہت ہی تھوڑے وقت میں شکر کرتے ہو، قَلْتِ شکر سے مجازاً نفی شکر ہے۔ بالکل شکر نہیں کرتے، یا کسی وقت بھی شکر نہیں کرتے،

تَشْكُرُوْنَ ہ۔ مضارع جمع مذکر حاضر مُشْكِرًا، باب نصر، مصدر، تم شکر کرتے ہو۔  
۲۴: ۶۷ = قُلْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ قَوْلٌ (باب نصر) مصدر۔ تو کہہ۔ یہ لفظ یہاں زائد ہے اور معنی تاکید کے لئے مفید ہے۔

هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْاَرْضِ: یہ جملہ هُوَ الَّذِي اَنْشَاكُمْ سے بدل ہے  
وَ اِلَيْهِ تُحْشَرُونَ: یہ جملہ ذَرَأَكُمْ کے فاعل (یعنی اللہ) سے حال ہے۔

ذَرَأَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ذَرَعٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلا یا۔ اس نے بکھیرا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تم کو

پھیلا یا۔  
تُحْشَرُونَ ہ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر حَشَرَ (باب نصر) مصدر۔ تم جمع کئے جاؤ گے۔ تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔

وَيَقُولُونَ: واؤ عاطفہ، يَقُولُونَ، مضارع جمع مذکر غائب، وہ کہتے ہیں یعنی کافر عتو اور نفور کی بنا پر مسلمانوں سے سوال کرتے ہیں: پوچھتے ہیں مجت کے طور پر۔  
مَتَى هَذَا الْوَعْدُ: الْوَعْدُ سے مراد وعدہ حشر ہے۔ یعنی کافر پوچھتے ہیں کہ وعدہ حشر کب پورا ہوگا؟

اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ: اِنْ شرطیہ ہے یہ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے  
اِى اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ فَيَمَا تُخْبِرُوْنَ هُ مِنْ مَجِيئِ السَّاعَةِ وَالْحَشْرِ فَبِيْنَا وَقْتًا  
۲۶: ۶۷ = قُلْ: (تو کہہ دے) یعنی جب کفار یہ سوال کریں تو آپ یہ جواب دیں۔

اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ اِنَّمَا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا كَاثِرٌ سے مرکب ہے  
مَا كَاثِرٌ حصر کے لئے آتا ہے۔ اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے، بے شک، تحقیق،  
سوائے اس کے نہیں۔

الْعِلْمُ اِى عِلْمُ وَقْتِ السَّاعَةِ قِيَامَتِ كَيْ وَقُوْعِ كَيْ وَقْتِ كَا عِلْمِ۔

یعنی قیامت کب اور کس وقت وقوع پذیر ہوگی؟ اس کا ٹھیک ٹھیک علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔  
 تَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ مرکب توصیفی ہے، واضح طور پر ڈرانا ہی والا۔ خبر دار کرنے والا۔۔  
 ۲۷:۶۷ = فَلَمَّا رَأَوْهُ۔ ف ترتیب کا ہے۔ پھر، لَمَّا: یہاں بطور کلمہ ظرف مستعمل ہے اور شرط کے لئے آیا ہے۔ معنی جب،۔

رَأَوْهُ، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اور ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الوعد  
 آیت ۲۵ میں مذکور ہے، الوعد سے مراد روزِ حشر، وقت وقوع حشر، حشر کے دن کا عذاب۔  
 زُلْفَةً: اسی قریباً منہم، اپنے قریب ہی، اپنے پاس ہی، یہ رَأَوْهُ میں ضمیر مفعول سے حال ہے  
 پھر جب وہ اسے اپنے قریب ہی پائیں گے یاد کیجیں گے۔  
 فَلَمَّا رَأَوْهُ زُلْفَةً جملہ شرط ہے۔

سَيِّئَةٌ وَجُودٌ الَّذِينَ كَفَرُوا: جواب شرط۔ سَيِّئَةٌ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب  
 سَوْءٌ، باب نصر، مصدر۔ معنی عمگین کرنا۔ بُرّا سلوک کرنا۔ سن و عمر مادہ۔ اسی مادہ سے باب  
 افعال سے اسَاءَ لَيْسِيْءٌ اسَاءَ كُفْرًا، بگاڑنا۔  
 وَجُودٌ مفعول مالم لیسیم فاعلہ۔ مضاف، الذین کفروا صلہ و موصول مل کر مضاف الیہ  
 کافر لوگوں کے چہرے،

سَيِّئَةٌ وَجُودٌ الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اسی اسَاءَ هَا اللّٰهُ فَتَغَيَّرَتْ بِالْاَسْوَادِ وَالْكَابَةِ  
 وَالْحُزْنِ رَالِیْرُ التَّفَاسِیْرِ، اللہ تعالیٰ ان کے چہرے بگاڑ دے گا اور وہ حشر کے روز متواتر  
 تاریکی میں ٹھوکریں کھانے اور افتاں و خیزاں چلنے سے بگڑ جائیں گے (رافضی لیمشی مکبا علی  
 وجهہ اھدی..... کی طرف اشارہ ہے)۔

اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ صیغہ ماضی معروف میں کیا ہے۔ کافروں کے چہرے بگڑ جائیں  
 وَقِيلَ: ای وقیل لہم اور ان کافروں سے، کہا جائے گا۔ قیل کا عطف سَيِّئَةٌ پر ہے  
 ہذا کا اشارہ عذابِ آخرت کی طرف ہے۔

كُنْتُمْ بِهِ تَدْعُونَ: کنتم تَدْعُونَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب اِدْعَاءٌ  
 افتعال مصدر۔ تم دعا کیا کرتے تھے، تم آرزو کیا کرتے تھے، تم مانگا کرتے تھے۔

۲۸:۶۷ = قُلْ: ای قل یا محمد لمشرکئ مکة الذین یتمنون ہلاکک  
 اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مکہ کے کافروں کو جو آپ کی موت کے متمنی ہیں کہہ دو۔  
 اَرَأَيْتُمْ: کیا تم نے دیکھا۔ یہ محاورہ معنی اَرُونِيْ (بھلا مجھے دکھاؤ تو) یا اَخْبِرُونِيْ

مہلا مجھے بتاؤ تو استعمال ہوتا ہے۔

إِنْ أَهْلَكِنِي اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا۔ اِنْ حرف شرط ہے اَهْلَكِنِي اللَّهُ  
جملہ شرطیہ ہے۔ وَمَنْ مَعِيَ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ جملہ شرط ہے اَوْ حرف عطف  
رَحِمَنَا جملہ شرط جس کا عطف جملہ اول پر ہے۔

أَهْلَكِنِي۔ اَهْلَكَ ماضی واحد مذکر غائب اَهْلَاكَ (افعال) مصدر ن وقایہ  
می ضمیر واحد متکلم اگر وہ (یعنی اللہ) مجھے ہلاک کر دے۔

وَمَنْ مَعِيَ مَنْ موصول، مَعِيَ صلہ۔ اور ان کو جو میرے ساتھی ہیں (یعنی مومن)  
فَمَنْ يُجِيرُ الْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابِ إِلَيْهِمْ: جواب شرط۔ يُجِيرُ مضارع واحد  
مذکر غائب اِجَارَتَهُ (افعال) مصدر۔ کون پناہ دے گا جو مادہ۔ جَارٌ پڑوسی، پناہ دینے  
یا لینے والا۔ جَوَزٌ ظلم۔ زیادتی۔

عَذَابِ إِلَيْهِمْ۔ موصوف صفت، دردناک عذاب۔

یعنی کوئی بھی پناہ نہیں دے سکتا۔ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ جواب شرط میں۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ الْمَنَّانُ۔ اسی قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم (هُوَ (یعنی اللہ)  
الرَّحْمَنُ: یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے فرما دیجئے کہ وہ اللہ جس کے  
اختیار میں ہماری ہلاکت یا پناہ ہے وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔

رہو ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع آیت مندرجہ بالا ان اَهْلَكِنِي اللَّهُ... الخ میں اللہ ہے  
اَمَّنَا یہ اہم اسی پر ایمان رکھتے ہیں۔

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں) یہ دونوں جمع الرَّحْمَن کی صفت ہیں۔ یا  
هُوَ ضمیر شان ہے۔ اور اَمَّنَا یہ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا خبر ہے الرَّحْمَن کی۔  
ضمیر شان کا فائدہ یہ ہے کہ مِنْ خَيْرِ عِنْدِ الرَّحْمَن کی تعظیم اور بڑائی پر دلالت کرتی ہے  
اس طرح کہ پہلے اس کا مبہم طریقہ سے ذکر کر کے پھر اس کی تشریح کی جائے۔

عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا سے مقدم ذکر کرنا حصر پر دلالت کرتا ہے (اسی پر ہمارا بھروسہ ہے) حصر کا  
مفہوم هُوَ الرَّحْمَن سے بھی مستفاد ہوتا ہے مبتدا اور خبر جب دونوں معرفہ ہوں تو مفید حصر ہو  
ہیں۔ (وہی رحمن ہے) اس جملہ سے اس کی تائید ہوتی ہے گویا یہ جملہ سابق دونوں جملوں کی تاکید  
کر رہا ہے۔ حقیقت میں اس آیت کا مفہوم نتیجہ ہے ان دلائل کا جو پہلے بیان کئے گئے ہیں اور  
اسی پر مومنوں اور کافروں کے اُتدہ حکم کی بنا ہے اسی لئے اگلے جملے میں فَ سببیت کی لائی گئی ہے



(تفسیر المنطہری)

فَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۙ (جیسا کہ ابھی اوپر گزرا) اس مسارع پر داخل ہو کر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اور مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔ ترجمہ ہو گا۔

پس تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

مَنْ اس تفہامیہ محل نصب میں ہے کیونکہ تَعْلَمُونَ کا مفعول ہے۔

۶۷:۳۰ - أَرَأَيْتُمْ: ملاحظہ ہو ۶۷:۲۸ متذکرۃ الصدر۔

إِنْ أَصْبَحَ مَاءٌ كَمُغُورٍ ۙ - اِنْ شرطیہ جملہ شرطیہ ہے۔

أَصْبَحَ: ماضی واحد مذکر غائب افعال ناقصہ میں سے ہے۔ اِصْبَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے صبح کی۔ اس کو صبح ہوئی۔ ہو گیا۔

مَاءٌ كَمُغُورٍ - مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا پانی، یعنی وہ پانی جو تمہارے استعمال کے لئے تمہیں

مہیا کیا جاتا ہے۔ جیسے پینے کا پانی، فصلوں کی آبپاشی کے لئے مطلوب پانی۔

مُغُورٌ: مصدر ہے بمعنی فاعل۔ غُور کے معنی ہیں پانی کا زمین کے اندر گھس جانا۔

کسی چیز کا اندر کی طرف چلے جانا۔ (باب نصر)

یہاں آیت ہذا میں غُورٌ (مصدر) بمعنی غائر زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی،

جو ہاتھ یا ڈول وغیرہ کی دسترس سے باہر ہو گیا ہو۔

نشیبی جگہ یا گڑھا کو بھی غُورٌ کہتے ہیں۔

غُورٌ ابو جہر اصْبَحَ کے منصوب ہے۔

فَمَنْ يَأْتِيكُمْ بِمَاءٍ مَّعِينٍ: جملہ جواب شرط ہے و جواب شرط کے لئے۔

مَنْ اس تفہامیہ انکاریہ۔ کون؟ کوئی بھی نہیں۔

مَاءٍ مَّعِينٍ: موصوف و صفت، جاری پانی،

مَّعِينٌ صیغہ صفت بروزن فعیل بمعنی جاری۔ مَعْنٌ مصدر۔ جاری ہونا۔ جاری

کرنا۔ گھاس کا سیراب ہونا۔

بعض کے نزدیک مَّعِينٌ میں میم زائد ہے عین کا معنی ہے ظہور۔ وہ جاری

پانی جس کو سامنے ہونے کی وجہ سے ہر کوئی دیکھ لے۔ کہیں جھاڑیوں اور جنگلوں میں چھپا ہوا نہ ہو

مَعِينٌ کہلاتا ہے۔ بغوی نے اس کے معنی لکھے ہیں: بالکل سامنے، جس کو آنکھیں دیکھ سکیں اور

اور ہاتھوں اور ڈولوں سے اس کو لیا جاسکے۔

(اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ طه

## (۶۸) سُورَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (۵۲)

۶۸:۱ ن وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ه ن : حروف مقطعات میں سے ہے؛  
وَالْقَلَمِ میں داؤد قسمیہ ہے القلم مقسم علیہ۔ قسم ہے قلم کی۔  
وَمَا يَسْطُرُونَ : اس کا عطف القلم پر ہے ما موصولہ یَسْطُرُونَ اس کا صلہ دونوں مل کر  
مقسم علیہ۔ اور قسم ہے اس کی جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔

۶۸:۲ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةٍ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ . جملہ جواب قسم ہے باء تانیہ زائدہ ہے تاکید  
نفی کا فائدہ دیتی ہے . مَجْنُونٌ خبر ہے مَا كَذِبٌ اور پہلی باء ملا بست کے لئے ہے . اور جار مجرور  
خبر کی ضمیر سے موضع حال میں ہے۔ یعنی فضل خدا کی موجودگی میں آپ دیوانہ نہیں ہیں۔

نِعْمَتِي سے مراد نبوت، شرافت، کمال فہم و عقل، عظمت مرتبہ، علوم اور دوسرے مکارم  
ہیں۔ بغوی نے لکھا ہے کہ کافر کہتے تھے يَا أَيُّهَا الَّذِي نَزَّلَ عَلَيكَ الذِّكْرَ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ  
(۶:۱۵) اے وہ شخص جس پر نصیحت کی کتاب نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے۔ کافروں کے  
اس قول کے جواب میں آیت مذکورہ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةٍ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ..... الخ نازل  
ہوئی۔ چونکہ کفار کا انکار شدید اور قوی تھا ان کے قول کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ  
کو قسم کے ساتھ موکہ کیا اور خبر (مجنون) پر باء کو داخل کر کے نفی کو محکم کر دیا۔

وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ . یہ آیت بھی جواب قسم میں ہے۔

لَأَجْرًا لام تاکید کے لئے ہے أَجْرًا میں تنوین عظمتِ اجر کو ظاہر کر رہی ہے۔

مَمْنُونٍ اسم مفعول واحد مذکر من باب نصر مصدر۔ م ن ن حروف مادہ کم کیا ہوا۔  
قطع کیا ہوا۔ غَيْرَ مَمْنُونٍ . یعنی اجر نہ کم ہوگا نہ منقطع اور ختم ہوگا۔ یعنی اے حبیب آپ نے نبوت

کے بارگراں کو جس خوبی سے اٹھایا ہے اور احکام رسالت کو جس تندہی و خوش اسلوبی سے لوگوں کے اذہان اور دلوں میں راسخ کر دیا ہے اس کا اجر آپ کو ہمیشہ ہمیشہ ملتا رہے گا اور کبھی منقطع نہ ہوگا۔

اور اگر ہنّت (سجاری احسان سے مشتق ہے تو معنی ہو سکتے ہیں کہ :-

آپ کے لئے وہ اجر مقرر ہے جس کے لئے آپ کسی کے منت کش احسان نہیں ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ خاص اپنی جناب سے آپ کو اجر دے گا۔

۶۸: ۴ = وَ اِنَّكَ لَعَالِي خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ اور بے شک آپ عظیم خلق کے مالک ہیں۔ یہ جملہ بھی جواب قسم میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں کیونکہ آپ ایسی ایذا رساں اور توہین آمیز باتیں برداشت کر لیتے ہیں جو کہ دوسرے لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔

اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :-

اللہ کے راستے میں جو دکھ مجھے دیا گیا وہ کسی کو نہیں دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ خلق عظیم سے مراد دین عظیم ہے یعنی

دین اسلام ہے اس سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب مجھے کوئی مذہب نہیں ہے (تفسیر منطہری)

۶۸: ۵ — فَسَبِّحْهُ وَ اِنَّكَ لَعَالِي خُلُقٍ عَظِيمٍ۔ متذکرۃ الصدر۔

تُبْصِرُ مَضَارِعَ وَ اَحَدٌ مِّنْ حَاضِرِ الْبَصَارِ (افعال) مصدر۔ عنقریب تو رہے گی، دیکھ لیگا۔

وَ يُبْصِرُونَ اور وہ (یعنی کافر لوگ بھی) دیکھ لیں گے۔

اس آیت کا ربط اگلی آیت سے ہے۔

۶۸: ۶ — بِاَيْتِكُمُ الْمَفْتُونُ؛ اس میں بت زائدہ ہے اور الْمَفْتُونُ، فَتُونٌ

مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر، فتنہ میں ڈالا ہوا۔ فتنہ میں پڑا ہوا۔ دیوانہ، فریفتہ،

مصیبت زدہ، آزمایا ہوا۔ فَتَنَ يَفْتِنُ (باب ضرب) فَتُونٌ وَ فتنۃ مصدر۔

اَيْتِكُمْ اِنّی استفہامیہ، مضاف کُم ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، تم میں سے کون؟

ترجمہ :- تم میں سے کون دیوانہ (مجنون) ہے۔

۶۸: ۷ — اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ۔ هُوَ ضمیر فصل ہے

ملاحظہ ہو گرامر عربی مؤلف ڈبلیو رائٹ حصہ دوم۔

یعنی اللہ بخوبی واقف ہے کہ کون اس کے راستے سے ہٹا ہوا ہے (تفسیر منطہری)

أَعْلَمُ : عَلِمْتُ سے (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ اِفْعَلِ التَّفْضِيلِ کا صیغہ، بمعنی خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔ جلالین میں ہے کہ أَعْلَمُ بمعنی عَالِمٌ ہے۔

مَنْ مَوْصُولٌ ہے ضَلَّ مَاضِيٌّ كَاصْيَفِهِ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔ ضَلَّالٌ (باب ضَرَبَ) مصدر وہ گمراہ ہوا۔ وہ بہکا۔ وہ راہ سے دور جا پڑا۔ سبیلہ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے راستہ سے ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رت ہے۔

وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے راہ ہدایت پانے والوں کو،

مُهْتَدِينَ : اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب، مہتدی کی جمع اِهْتَدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ ہدایت پانے والے۔

۸:۶۸ = فَلَا تُطِعِ الْمُكذِّبِينَ وَ نَسِيبِيَّ ہے۔ یعنی جب یہ بات کھل گئی کہ آپ ہدایت پر ہیں اور آپ کو جھوٹا قرار دینے والے بھٹکے ہوئے ہیں۔ تو اب ان کے کہنے پر نہ چلئے۔

لَا تُطِعْ بہ فعل نہی واحد مذکر حاضر، اطاعت (افعال) مصدر۔ تو اطاعت مت کر۔ تو کہا مت مان۔

الْمُكذِّبِينَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ تکذیب (تفعیل) مصدر سے، جھٹلانے والے۔

= وَدُّوا۔ ماضی جمع مذکر غائب، وَدٌّ وَ مَوَدَّةٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ انہوں نے دل سے چاہا۔ انہوں نے تمنا کی، اسی سے الْوُدُودُ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت محبت کرنے والا۔ ثواب دینے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

وَدُّوا کا فاعل آیت سابقہ میں الْمُكذِّبِينَ ہے۔

لَوْ تَدُّ هِنُ قَيْدُ هِنُونَ۔ لَوْ حرف شرط۔ لَوْ تَدُّ هِنُ جملہ شرط ہے۔ وَ جَوَابِ

شرط کے لئے ہے۔ قَيْدُ هِنُونَ جملہ جواب شرط۔ شرط و جواب شرط مل کر وَدُّوا کا مفعول ہے

تَدُّ هِنُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِدْهَانٌ (افعال) مصدر بمعنی تَدُّ هِنُ

یعنی چکنا کرنے اور تیل ڈالنے کے ہیں۔ دُهْنٌ بمعنی تیل۔ مگر مراد اس سے مدارات، ملائمت اور سُستی لی جاتی ہے۔

يَدُّ هِنُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِدْهَانٌ (افعال) مصدر۔ تیل ڈالنا۔ مکھن لگانا، نرمی کرنا ڈھیل دینا۔

ترجمہ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر تم نرمی کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں گے :

۶۸ : ۱۰ = وَلَا تُطِغْ : وَاذْ عَاطِفٌ لَا تُطِغُ فَعْلٌ نَهَى وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ، إِطَاعَةٌ (افعال) مصدر۔ تو اطاعت نہ کر، تو کہنے میں نہ آ۔

کَلَّ : ہر۔ تمام، سب، مضاف

حَلَّافٍ - هَمَّازٍ - مَشَاءٍ - مَنَاعٍ، مُعْتَدٍ - اِثْمِيْمٍ، عُتْلٍ - زَنْبِيْمٍ۔ مضاف الیہ، یعنی ان صفات کے مالک سب لوگ، یہ تمام لَا تُطِغُ کے مفعول ہیں یعنی ان تمام لوگوں کی اطاعت نہ کر، ان کے کہنے میں نہ آ۔

حَلَّافٍ مَهِيْنٍ - حَلَّافٍ بَرَّاقِسِيْنَ کھانے والا۔ جَلْفٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

مَهِيْنٍ۔ ذلیل و خوار۔ حقیر، مَهَانَةٌ سے صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر، حَلَّافٍ مَهِيْنٍ بہت قسمیں کھانے والا حقیر و ذلیل شخص،

۶۸ : ۱۱ = هَمَّازٍ - هَمَزٌ مصدر (باب نصر، ضرب) سے۔ بَرَّاقِسِيْنَ گوا، عیب جو، طعن کرنے والا۔ بطور طعن آنکھ سے اشارہ کرنا۔ هَمَزُ الشَّيْطَانِ شَيْطَانِي دسوسہ۔ ہامز عیب چہن، چغل خور،

مَشَاءٍ - بہت چلنے والا۔ مَشَى سے مبالغہ کا صیغہ۔

بَنِيْمٍ : بَ تَدْيِہ کا۔ نَمِيْمٌ مصدر و اسم۔ چغلی کھانا۔ مَشَاءٍ بَنِيْمٍ وہ شخص جو بڑی تندہی اور زور شور سے ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر چغلی کھاتا پھرے۔

۶۸ : ۱۲ = مَنَاعٍ لِلْخَيْرِ - مَنَعٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔ نیکی سے بہت منع کرنے والا ہر کارِ خیر سے روکنے والا۔

مُعْتَدٍ اِعْتَدَاءُ سے (باب افعال سے مصدر اسم فاعل سے صیغہ واحد مذکر۔ حد سے آگے بڑھنے والا اصل میں مُعْتَدِيٌّ تھا۔ اعتداء، مُعْتَدِيٌّ سے ہٹ جانا۔ تجاوز کرنا۔ اسی سے اَعْتَدِيٌّ دوسرے کی طرف تجاوز کرنا۔

اِثْمِيْمٍ - اِثْمٌ (باب سمع) مصدر سے، بروزن فاعل گنہگار۔ اِثْمٌ (مصدر) یعنی بُرا کام کرنا۔ ناجائز کام کرنا۔ گناہ کرنا۔

۶۸ : ۱۳ = عُتْلٍ - یہ عُتْلٌ مصدر سے صفت کا صیغہ ہے یعنی سخت مزاج۔ گردن کش اجڈ، شوکانی کے نزدیک عُتْلٌ وہ ہے جو جسم کا مضبوط اور اخلاق کا خراب ہو۔

عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-  
عُتِلَّ: جو جسم کا مضبوط ہو، صحت مند ہو بڑا کھانے پینے والا ہو، جسے کھانے پینے کو ملتا ہے۔  
لوگوں پر بہت ظلم کرتا ہو اور تو نہ اس کی بڑی ہو۔

بَعْدَ ذَلِكَ یعنی متذکرہ بالا صفات کے علاوہ (وہ زنیم بھی ہے) زَنِيمٌ، الزَنِيمُ: یا مُزَنَمٌ: اسے کہتے ہیں جو کسی قوم سے نسبتی تعلق تو نہ رکھتا ہو لیکن اس کے ساتھ یونہی ملحق ہو۔ جیسے کہ زَنَمَتَا الشَّاةِ یعنی گوشت کے دو زائد ٹکڑے جو بکری کے گلے یا کان سے نیچے ٹک رہے ہوں

زَنِيمٌ دَرَجَةُ رُجْعِ ادْعِيَاءٍ یعنی لے پالک، غیر باپ کی طرف منسوب (کو بھی کہتے ہیں اور دَرَجَةُ وہ شخص ہے جو کہ تم اس کو بیٹا بنا لو۔ یا وہ جو ترائی ہونے میں متہم ہو۔ اس سلسلہ میں تین کافروں کا نام لیا جاتا ہے جن میں مندرجہ بالا صفات کے علاوہ زنیم کی بھی صفت پائی جاتی تھی۔ مثلاً:-

۱۔ ولید بن مغیرہ کہ وہ ۱۸ سال کا تھا جب اس کے باپ نے اس کے بیٹے ہونے کا اقرار کیا اس کے گلے میں ایک لٹکاؤ بھی تھا جس سے اس کی شناخت ہو جاتی تھی۔

۲۔ انفس بن شریق کہ اصل میں ثقفی تھا لیکن اس کا شمار بنی زہرہ میں سے کیا جاتا تھا۔

۳۔ اسود بن عبدالغوث۔

اکثر کے نزدیک شخص مذکور سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔

سلامہ پانی پتی فرماتے ہیں :-

میں کہتا ہوں کہ شاید زنیم ہونے کی صفت مذکورہ بالا قبائح سے زیادہ بڑی تھی اسی لئے تو چند قبائح کا ذکر کرنے کے بعد زنیم کو ذکر کیا۔ یعنی مذکورہ بالا قبائح کے علاوہ وہ زنیم بھی ہے۔

۶۸: ۱۴ = اِنَّ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنَ : اَنْ مَّصَدْرِيْ هِيَ اس سے قبل لام تعلیل محذوف ہے اسی لان کان ذامال .... الخ: یعنی اس وجہ سے اس کا کہنا زمان لینا کہ وہ مالدار اور بیٹوں والا ہے

ذامال خبر ہے کان کی، وَبَنِيْنَ اس کا عطف ذامال پر ہے اور یہ خبر دوم ہے کان کی۔

۶۸: ۱۵ = اِذَا تُلِيْ عَلَيِّ اٰيَاتُنَا جَمَلٌ شَرِيْطٌ هِيَ قَالَ اَسَا طِيْرٌ اَلَا وَلِيْنَ جَوَابٌ شَرِيْطٌ هِيَ

تتلى مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَةٌ رَّبَابٌ نصر مصدر۔ وہ پڑھی جاتی ہے اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ یعنی جب اس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں (یعنی قرآن مجید کی

آیات)

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ. مضاف مضاف الیه، اساطیر کہانیاں، من گھڑت لکھی ہوئی باتیں، اسطوره کی جمع وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔  
الْأَوَّلِينَ أَوْلَىٰ كِي جَمْع۔ بجات نصب، پہلے لوگ، اگلے لوگ۔

۱۶:۶۸ = سَفْسِمَةٌ: س مزارع پر داخل ہو کر مستقبل قریب کے معنی میں کر دیتا ہے (ملاحظہ ہو ۲۹:۶۷) نَسِمٌ مزارع واحد متکلم وَسَمٌ باب ضرب مصدر سے اصل میں نَوَسِمٌ تھا شان واوی وَعَدَّ يَعِدُ کی طرح وَ سَمَ يَسِمُ ہے مصدر بمعنی داغ لگانا۔ نشان بنانا۔ کا ضمیر مفعول واحد مذکر فاعل۔ ہم اس کو داغ لگا دیں گے؛

عَلَىٰ الْخُرطومِ: جار مجرور۔ خُرطومٌ سونڈ۔ تھو تھنی، ہاتھی کی سونڈ۔ خنزیر کی تھو تھنی، کو خرطوم کہتے ہیں یہاں مراد ناک ہے۔ نفرت کے اظہار کے لئے خرطوم استعمال ہوا ہے یعنی ہم عنقریب ہی اس کی ناک کو داغ دیں گے،

کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ کی ناک بڑی اور بے ڈول ہونے کی وجہ سے ہاتھی کی سونڈ جیسی تھنی بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اس کی ناک پر چرکا لگا باوجود علاج کے اچھانہ ہوا ایک داغ ہو گیا۔ اور آخر اسی مرض میں سخت تلخی اٹھا کر سیدھا جہنم میں گیا۔ (تفسیر حقانی) ۱۷:۶۸ = اِنَّا بَلَوْنَهُمْ۔ يَكُونُ ماضی جمع متکلم۔ بَلَاءٌ وَ بَلَوْتُ (باب نصر مصدر جس کا معنی آزمانے کے ہیں) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ ہم نے ان کو آزمایا ہم ان کو آزما رہے ہیں۔

کفار مکہ کی اس آزمائش کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں۔

اِنَّا بَلَوْنَهُمْ یعنی قحط اور بھوک سے ہم نے اہل مکہ کی آزمائش کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے لئے بددعا کی تھی کہ الہی ان پر زمانہ یوسف جیسا قحط ڈال دے تو اللہ نے ان کو قحط میں مبتلا کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگ مردار اور ہڈیاں کھا گئے۔

(تفسیر منطہری)

۲۔ صاحب روح المعانی رقمطراز ہیں۔

انا بلونہم: ای اصبنا اهل مكة ببليّة وهي القحط بدعوة رسول الله صلي الله تعالى عليه وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا پر ہم نے ان پر بلا یعنی قحط نازل کر دیا۔

۳۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں کہ ۱۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ - ہم نے ان کو یہ فراخ دستی اور عیش و آرام دے رکھے ہیں یہ ان کی آزمائش ہے۔ (تفسیر حقانی)

۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی رح لکھتے ہیں

ہم نے جو اہل مکہ کو سامان عیش دے رکھا ہے، جس پر یہ مغرور ہو رہے ہیں تو ہم نے ان کو آزمائش میں ڈال رکھا ہے، کہ دیکھیں یہ نعمتوں کے شکر میں ایمان لاتے ہیں یا ناشکری و بے قدری کرتے ہیں؟ بیان القرآن وغیرہ

== كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ كَ تَشْبِيهِ كَمَا مَوْصُولُهُ اور اس کے بعد آنے والا جملہ اس کا صلہ الجنۃ میں الف لام عہد کا ہے یعنی جس کا منکلم اور مخاطب کو علم ہو، یعنی یہ خاص بائع تھا جس کا علم کفار مکہ اور دیگران کو تھا۔

ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے جیسا کہ ہم نے باغوالوں کی آزمائش کی تھی، مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

باغ کے متعلق مولانا مسدوح رقم طراز ہیں:-

یہ باغ بقول حضرت ابن عباس رض حبشہ میں تھا۔ اور بقول سعید بن جبیر خمین میں تھا کذافی الدر۔ اور یہ قصہ اہل مکہ کو معلوم تھا۔ اور جن باغ والوں کا یہ قصہ ہے ان کے بپ کا اپنے وقت میں مہمول تھا کہ ایک بڑا حصہ باغ کے پھل کا مساکین میں صرف کیا کرتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا باپ احمق تھا کہ اس قدر آمدنی مسکینوں کو دے دیتا تھا اگر یہ سب گھر آوے تو کس قدر فراغت ہو۔ چنانچہ ان آیتوں میں ان کا بقیہ قصہ مذکور ہے۔

إِذَا قَسَمُوا - إِذَا طَرَفِي هِيَ مَعْنَى حَبِ، حِينَ وَقْتُ،

أَقْسَمُوا - مَاضِي جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ - أَقْسَامٌ (أَفْعَالٌ) مَصْدَرٌ - انہوں نے قسمیں کھائیں۔ یعنی ہم نے اصحاب الجنۃ کو قحط میں اس وقت مبتلا کیا جب انہوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ: کہ صبح ہوتے ہی (مسکینوں کو اطلاع ہونے سے پہلے ہی) ہم باغ کے پھل توڑ لیں گے۔

لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ: جواب قسم، لام تاکید کا۔ لَيَصْرِمُنَّ مَضَارِعٌ تَاكِيدٌ بِالْوَجْهِ تَقْوِيلٌ جَمْعُ مَذْكَرٍ غَائِبٍ - صَرَمٌ رِبَابٌ نَصْرٌ مَصْدَرٌ - مَعْنَى كَاطْنَا - تَوَرَّنَا - رَهَلْنَا، كَاطْنَا - رَهَيْتِي، كَاطْنَا - صَوْنِيْمٌ كَاطْنَا هُوَ غَلَّةٌ، صَارِمٌ كَاطْنٌ وَالْأَلَا - كَاطٌ دِينَ وَالْأَلَا



ہا ضمیر مفعول حسب کا مزج الجنة ہے۔

مُصْبِحِينَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔ صبح کے وقت کو پانے والے۔ صبح کرنے والے۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سے۔ يَصْرُمُونَ کے فاعل سے حال ہے۔

۶۸:۱۸ — وَلَا يَسْتَكْتُمُونَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب، استثناء (استفعال) مصدر۔ حکایت حال ماضی (فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے) انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا۔ ثنی مادہ۔

اَقْسَمُوا کے فاعل سے حال ہے یا یہ علیحدہ جملہ مستأنف ہے۔

۶۸:۱۹ — فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَ سَبِيحٌ۔ طَافَ ماضی واحد مذکر غائب

طَوَّفٌ رباب نصر، مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کے گرد پھرنے کے ہیں۔ پھر گیا۔ پھیرا گیا۔

عَلَيْهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الجنة کے لئے ہے۔

طَائِفٌ، طَوَّفٌ سے اسم فاعل واحد مذکر، پھیرے والا۔ پھیرا کرنے والا۔ جو شخص حفاظت کے

لئے گھروں کے گرد چکر لگاتا ہے اس کو بھی طائف کہتے ہیں۔

یہاں مراد لُو کا جھونکا ہے جس نے جلا کر باغ کو سیاہ کر دیا۔

فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ کا لفظی ترجمہ ہوگا۔

پس چکر لگایا اس (باغ) پر ایک چکر لگانے والا۔ یعنی رات کو اس باغ پر ایک جھونکا

لُو کا تباہی پھیر گیا۔

= وَ هُمْ نَا ئِمُونَ: جملہ حالیہ ہے دریاں حالیکہ وہ سو رہے تھے۔

۶۸:۲۰ = فَأَصْبَحَتْ: ف نتیجہ کی ہے اَصْبَحَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سوہ ہو گئی۔ مؤنث کا صیغہ الجنة کے لئے آیا ہے، یعنی (باغ) ہو گیا

اصبحت اسی صارت:

كَالْصَّرِيْمِ: کاف تشبیہ کا۔ الصَّرِيْمُ کٹا ہوا۔ ٹوٹا ہوا۔ صَوْمٌ سے جس کے معنی کاٹنے

کے ہیں۔ بَرُوْزَنٌ فِعْلٌ مَبْنِيٌّ مَفْعُولٌ یعنی مصروم ہے۔ اصل معنی تو صریم کے یہی ہیں

کٹا ہوا۔ ٹوٹا ہوا۔ جُدا کیا ہوا۔ پھر چونکہ صبح رات سے کٹی ہوئی ہے اور رات صبح سے کٹی ہوئی

ہوتی ہے۔ اس لئے کبھی صریم کا استعمال صبح کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی رات کے معنی میں۔ اسی

طرح اس ذرہ رنگ کو صریم کہا جاتا ہے جو تودہ رنگ سے جدا ہو گیا ہو۔ چنانچہ الصریم کی تفسیر

میں یہ سائے قول بیان کئے گئے ہیں۔ کہ باغ سوکھ کر ایسا سفید ہو گیا جیسے کہ دن ہوتا ہے یا جل کر

اتنا سیاہ ہو گیا جیسی کہ رات ہوتی ہے۔ یا اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کے ذرہ ذرہ ہو گیا کہ جس طرح ذرہ ہائے رگب تودہ رگب سے اڑ کر منتشر ہو جاتے ہیں۔

۲۱:۶۸ = فَنَنَّا دَوًّا: فِ عَطْفِ كَا - پھر۔ تَنَادَوْا ماضی جمع مذکر غائب تَنَادَوْا (تَفَاعُلٌ) مصدر سے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی۔ (ندار کی) انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔ جملہ معطوف ہے جس کا عطف اَقْسَمُوا پر ہے دونوں جملوں کے درمیان کلام معترضہ ہے، جو اس باغ پر جو گزری اس کا بیان ہے۔

مُصْبِحِينَ. اِضْبَاحٌ رَافِعَالٍ، مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ صبح کرنے والے یعنی انہوں نے صبح کے وقت ایک دوسرے کو پکارا۔

۲۲:۶۸ = اِنِ اعْتَدُوا عَلٰی حَرْثِكُمْ - اِنْ مصدر یہ۔ اِعْتَدُوا فعل امر جمع مذکر حاضر، اِعْتَدُوا رِبَابِ نَصْرٍ مصدر سے۔ یعنی تم سویرے چلو۔

اِعْتَدُوا رِفْعَالٍ، فعل ناقص ہے عَلٰی حَرْثِكُمْ اس کی خبر ہے۔ یعنی صبح سویرے اپنی کھیتی پر پہنچ جاؤ۔ یہ جملہ جواب شرط ہے اور شرط سے مقدم آیا ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ صَارِمِينَ - جملہ شرط ہے۔ صَارِمِينَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب کاٹنے والے۔

ترجمہ ہو گا:-

اگر تم اپنی کھیتی کو کاٹنا چاہتے ہو تو صبح سویرے اپنی کھیتی پر پہنچ جاؤ۔

۲۳:۶۸ — فَانْطَلَقُوا - فِ عَاطِفٍ - اِنْطَلَقُوا ماضی جمع مذکر غائب - اِنْطَلَقُوا (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ پس وہ چلے۔

وَهُمْ يَتَخَفَتُونَ - جملہ حالیہ ہے يَتَخَفَتُونَ، مضارع جمع مذکر غائب تَخَافَتٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ خفیہ چپکے چپکے آپس میں بات کہنا۔

پھر وہ باہم چپکے چپکے یہ کہتے ہوئے چلے۔

۲۴:۶۸ — اِنْ لَّآيِدٌ حُكْمُهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ فِ سَكِينٍ - اِنْ؛ بمعنی کہ، یہ کہ، اِنْ مَفْسَّرَةٌ

**فَايِدَةٌ** - اِنْ مَفْسَّرَةٌ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے کہ اَوْ حِينَا لِیَّ اِنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ - (۲۳:۲۴) پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا یہ کہ تو کشتی بنا۔

یاد دالت معنوی جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ اِنْ اَمْشُوا (٦:٣٨) اور ان میں سے کئی پنخ چل کھڑے ہوئے کہ چلو۔

یعنی ان کے اٹھ کر چلنے کا مطلب گویا یہ کہنا ہے کہ تم بھی چلو۔ اور آیت زیر غور میں ہے اَنْ سَ قَبْلَ فَعْلٍ بِتَخْفُوتٍ اَيَا هِيَ۔ معنی وہ چپکے چپکے کہتے تھے۔

لَا يَدُ خُلَّتْهَا۔ مضارع نفی تاکید بانون ثقیلہ، صیغہ واحد مذکر غائب، ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الجتہ ہے۔ الْيَوْمَ آج۔ عَلَيْكُمْ تہا کے پاس۔

ترجمہ ہو گا۔

کہ آج کوئی مسکین (محتاج) تہا کے پاس باغ میں ہرگز داخل نہ ہووے۔

٢٥:٦٨ = وَعَدَّوْا عَلٰی حَرْدٍ قَادِرِيْنَ۔ وَاَوْعَاطِفُ۔ عَدَّوْا ماضی جمع مذکر غائب غَدَّوْا باب نصر مصدر سے۔ وہ صبح کے وقت چلے۔ عُدَّوْا صبح کے وقت سفر کرنا۔ عَدَّوْا صبح کا وقت بڑکا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاصْبِرْ لِنَفْسِكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْعَدَاةِ وَالْعَشِيِّ (٢٨:١٨) اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ ان کے ساتھ صبر کرتے رہو۔ اور جگہ فرمایا۔

يُسَبِّحُ لَهُ بِالْعُدْوٰ وَالْصٰلِ (٣٦:٢٢) (اور، ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں = حَرْدٍ۔ اس کے معانی میں مختلف اقوال ہیں۔ لیکن عام فہم اور موقع محل کے مطابق وہ معانی قابل ترجیح ہیں جو کہ صاحب ضیاء القرآن نے اختیار کئے ہیں۔ لکھتے ہیں۔ حَرْدٍ کا معنی قصد اور ارادہ ہے یعنی انہوں نے جو یہ ارادہ کیا تھا کہ آج کسی غریب کو باغ میں ہم داخل نہیں ہونے دیں گے اور باغ کا بھل کاٹ لائیں گے وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ جو ارادہ اور قصد ہم نے کیا ہے ہم اس کو عملی جامہ پہنانے کی قدرت رکھتے ہیں۔ قَادِرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قَدَّرَ (باب ضرب) مصدر سے، قدرت رکھنے والے۔ یہ عَدَّوْا کی خبر ہے۔ حَرْدٍ متعلق بہ قَادِرِيْنَ ہے۔

٢٦:٦٨ = فَلَمَّا: ف تَعْقِبُ کا ہے۔ لَمَّا۔ جب، (حرف ظرف) پھر۔ جب،

رَأَوْهَا۔ رَأَوْا ماضی جمع مذکر غائب رَوَى (سَمَاعِي، سَمَوِي) باب فتح مصدر سے رَأَى مَادَّة رَأَوْا اصل میں رَأَوْا تھا۔ سی متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس کو الف سے بدلا۔ اب الف اور

واو دوساکن جمع ہوئے الف کو حذف کر دیا۔ سا او ا ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا۔ ہا ضمیر مفعول واحد تونٹ۔ الجنۃ کے لئے ہے۔

پھر جب انہوں نے اس کو (یعنی اپنے باغ کو) دیکھا۔ قَالُوا كَهَيْسَةَ الْكُنَّزِ...  
لِضَالُّونَ؛ لام تاکید کا ہے ضَالُّونَ، گمراہ۔ بھکے ہوئے۔ راہ بھولے ہوئے، ضَالُّونَ  
سے اسم فاعل کا صیغہ جمع منکر، ہم ضرور راہ بھول گئے ہیں۔

۶۸: ۲۷ — بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ہ بَلْ حرف اضراب ہے۔ ما قبل کی نفی اور ما بعد کی  
تائید کے لئے آیا ہے۔ نہیں نہیں ہم راستہ نہیں بھولے (باغ وہی ہے، بلکہ ہم اس کے بھولے  
محروم ہو گئے ہیں۔

۶۸: ۲۸ — قَالَ آذُ سَطْرَهُمْ، مضاف مضاف الیہ۔ ان میں سے کا درمیانہ۔ اس سے  
مراد باتوان کا منجھلا بھائی ہے یا بمعنی آعْقَلُهُمْ ہے ان میں سے زیادہ عقلمند۔ زیرک،  
أَلَمْ أَقُلْ لَكُمْ: جملہ استفہام تقریری ہے ہمزہ استفہامیہ۔ لَمْ أَقُلْ مضارع نفی  
جحد بلم صیغہ واحد متکلم۔ کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا۔

لَوْلَا تَسْبِجُونَ؛ لَوْلَا۔ کیوں نہیں؛ تَسْبِجُونَ: مضارع جمع منکر غائب، تَسْبِجٌ  
(تَفْعِيلٌ) مصدر۔ تم تسبیح کرتے ہو۔ تم پاکی بیان کرتے ہو۔

یہاں آیت زیر غور میں مراد ہے تم انشاء اللہ کہتے ہو۔ لَوْلَا تَسْبِجُونَ۔ تم انشاء اللہ  
کیوں نہیں کہتے۔ یہاں انشاء اللہ کہنے کو تسبیح قرار دیا ہے اس لئے کہ انشاء اللہ کہنے میں اللہ تعالیٰ  
کی تعظیم اور اس بات کا اقرار ہوتا ہے کہ اللہ کی مشیت کے بغیر کسی کو کسی بات پر قدرت نہیں ہوتی  
(یہی تسبیح کا مفہوم ہے)

الوصالح نے کہا ہے کہ وہ لوگ انشاء اللہ کہنے کے موقع پر سبحان اللہ کہا کرتے تھے  
اسی لئے انشاء اللہ کی جگہ تَسْبِجُونَ کہا ہے۔

۶۸: ۲۹: قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا۔ بولے ہمارا رب پاک ہے۔ اس جملہ میں اس امر کا اقرار  
ہے کہ اللہ ظالم ہونے سے پاک ہے یعنی وہ ظالم نہیں ہے۔

إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ۔ (بلکہ، ہم ہی ظالم کرنے والے ہیں۔ یعنی ہم نے مسکینوں کا حق رکھ کر اپنے  
اوپر ظلم کیا۔

۶۸: ۳۰ — أَقْبَلْ۔ ماضی واحد منکر فاعل اقبال (افعال) مصدر اس نے رخ کیا ہے  
أَقْبَلَ عَلَيَّ وَإِلَى: وہ متوجہ ہوا۔ أَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَيَّ بَعْضٌ: وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو

يَتَلَاوَمُونَ هـ مضارع جمع مذکر غائب تَلَاوَمٌ (تفاعُلٌ) مصدر سے ایک دوسرے کو ملامت کرنا۔ يَتَلَاوَمُونَ اَقْبَلَ کے مفعول اور فاعل سے حال ہے جیسے بولا جاتا ہے لَقِيَهُ رَاكِبَيْنِ وہ اسے اس حالت میں ملا کہ وہ دونوں سوار تھے۔

یہاں ترجمہ ہوگا:۔ وہ ایک دوسرے کو ملامت کرتے باہم متوجہ ہوئے۔

۶۸: ۳۱ — يٰوَيٰٓاَنٰٓاَ: يٰا کلمہ نداء۔ وَيٰلِنَا مضاف مضاف الیہ۔ وَيٰلِ هٰٓا کلمت، موت، بدبختی۔ جہنم میں ایک کنویں کا نام۔ وَيٰلِنَا کلمہ حسرت و ندامت ہے، یعنی ہائے ہماری موت! ہائے ہماری بدبختی۔ ہائے افسوس:

طَغِيْنٌ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ طَغِيَانٌ رباب نصر، سمع، مصدر سے، طَغِيٰ لِيَطْغِيٰ اس نے سرکشی کی۔ اس نے سراٹھایا۔ اس نے حد سے تجاوز کیا۔ پانی کا حد سے نکل جانا طغیانی کہلاتا ہے طَغِيْنٌ۔ سرکش، حد سے نکلنے والے۔ شریر، کما غنی کی جمع۔

۶۸: ۳۲ = عَسٰی رَبِّنَا اَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا۔ عَسٰی معنی ممکن ہے۔ توقع ہے، امید اندیشہ ہے۔ فعل جامد ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی، صرف فعل ماضی مستعمل ہے رَبِّنَا مَضًا مضاف الیہ۔ ہمارا رب، عَسٰی رَبِّنَا۔ امید ہے کہ ہمارا رب ... یا ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ ... اَنْ مَصْدَرِيہ۔ خَيْرًا اَفْعَلُ التَّفْضِيلِ کا صیغہ، مِنْهَا مِیْنِ هَا ضَمِيہ کا مَرْجِعُ الْجَنَّةِ؛ امید ہے کہ ہمارا رب بدلے میں ہمیں اس (باغ) سے بہتر (باغ) عطا کرے:

اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رَاغِبُونَ۔ اِنَّا بے شک ہم۔ اِلٰی انتہارِ رَغْبَتِ کے لئے ہے رَاغِبُونَ جمع ہے رَاغِبٌ کی۔ رَغْبَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے رَغْبَتِ کرنے والے۔ یہاں صفت مشبہ کے مفعول میں استعمال ہوا ہے اور دوام کا مفہوم ادا کرتا ہے، رَغْبَتِ رَجُوعِ کے معنی کو بھی متضمن ہے۔ لہذا ترجمہ ہوگا۔

ہم اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور رب العزت کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اپنے ظالم ہونے کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنے کئے پر نادم ہیں۔ ہمیں اپنی سرکشی کا بھی اعتراف ہے اور اب ہم سچے دل سے توبہ کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف دوامی طور پر رجوع کرتے ہیں،

لہذا امید ہے کہ رب تعالیٰ ہماری توبہ قبول کرتے ہوئے اس سوختہ باغ سے بہتر ہمیں کوئی دوسرا باغ عطا فرمائے گا۔

اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا رَاغِبُونَ علت ہے انعام الہی کی کہ اَنْ يُبَدِّلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا۔

== كَذَلِكَ الْعَذَابُ - الْعَذَابُ: مبتدأ مؤخر، كَذَلِكَ اس کی خبر مقدم: كَذَلِكَ تَشْبِيهًا  
ذَلِكَ: وہ (عذاب) جس کا اوپر ذکر ہوا۔ جو باغ والوں کو ان کی سرکشی کے بدلے میں ملا۔  
مطلب یہ ہے کہ جو باغی ہو تلہے اس کو ہم ایسا عذاب دیتے ہیں (اور آخرت کا عذاب  
اس دنیاوی عذاب سے بہت سخت ہے)

لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ: لَوْ حرف تمنائی ہے کاش وہ اسے جانتے، لَوْ شرطیہ  
بھی ہو سکتا ہے اور لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ جملہ شرطیہ۔ اس صورت میں گذشتہ کلام کا  
مفہوم ہی جزار پر دلالت کرتا ہے جدید جزار کی ضرورت نہیں۔ اِی مَا فَعَلُوا ذَلِكَ۔ اگر وہ  
جانتے تو ایسا کام کیوں کرتے،

۳۴:۶۸ = جَنَّاتٍ النَّعِيمِ مضاف مضاف الیہ۔ راحت کے باغ۔ یعنی ایسے باغ جن کے اندر  
آسائش کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

النَّعِيمِ اسم معرفہ، نعمت، راحت، عیش،

۳۵:۶۸ = أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ: کیا ہم فرما نبرد اوروں کا حال مجرموں جیسا  
کردیں گے؟ استفہام انکاری ہے۔ مسلمانوں کے برابر مجرموں کو قرار دینے کا انکار ہے جس سے  
مسلمانوں پر مجرموں کی فضیلت کا انکار بطریق اولیٰ مستفاد ہوتا ہے، اس جملہ کا عطف جملہ مخذوف  
پر ہے۔ اصل کلام یوں تھا۔

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں پر فضیلت نہیں دیں گے اور کیا مسلمانوں کو مجرموں کی طرح  
کردیں گے؟

۳۶:۶۸ = مَا لَكُمْ: تم کو کیا ہوا ہے۔ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ تم کیسے ہو؟  
اور جبکہ قرآن مجید میں ہے:-

وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَا كُلُّ الطَّعَامِ وَيَمَشِي فِي الْأَسْوَاقِ ط

(۲۵:۲۷) اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔  
كَيْفَ تَحْكُمُونَ ه كَيْفَ، حرف استفہام ہے، یعنی کیسے، کس طرح؟ کیونکہ  
تَحْكُمُونَ: مضارع جمع مذکر حاضر۔ حُكْمٌ رِبَابٍ نصر، مصدر سے تم حکم کرتے ہو، تم  
فیصلہ کرتے ہو؟ آیت کا ترجمہ:-

تم کو کیا ہو گیا ہے کیسے فیصلہ کر رہے ہو،

۳۷:۶۸ = أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ه أَمْ حرف عطف ہے۔ بمعنی یا۔

خواہ، کیا۔ استفہام کے معنی دیتا ہے: کبھی معنی بل: یعنی بلکہ: اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہام آتا ہے: اور کبھی زائد ہوتا ہے:

یہاں اَمُّ منقطعہ ہے۔ یعنی پہلی بات سے اعراض ہے اور معنی بل ہے۔ یعنی اگر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ مسلمانوں اور مجرموں کو ایک ہی طرح کا کر دیں۔ تو کیا تمہارے پاس اور کوئی نقلی دلیل ہے؟ یعنی کوئی آسمانی کتاب جو تمہارے خیال کی تائید میں ہو۔

كِتَابٌ مِّمَّنْ آسْمَانِي كِتَابُ مَنْزِلٍ مِنَ اللَّهِ، اللَّهُ تَعَالَى كِي طَرَفٍ سَ نَازِلٍ شَدَّه  
فِيهِ اِي فِي ذَلِكَ الْكِتَابِ۔ اس کتاب میں۔

تَدْرُسُونَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، دَرَسْتُ دباب نصر مصدر سے۔  
تم پڑھتے ہو۔

۶۸: ۳۸ = اِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَّا تَخْيُرُونَ:

اِنَّ محل مفعول میں ہے اس لئے بالکسر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اَنَّ بالفتح ہونا چاہئے  
صارت کو اصل میں یوں ہونا چاہئے اَنَّ لَكُمْ فِيهِ مَا تَخْيُرُونَ (بفتح ھمزۃ اَنَّ وَ  
تَرَكَ اللّٰمُ فِي خَبْرِهَا۔) جب لام کو تَخْيُرُونَ پر لایا گیا تو ہمزہ مکسور ہو گیا۔  
اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ قول محذوف ہے یعنی تم اس کتاب میں یہ قول  
پڑھتے ہو۔

کلام یوں ہو۔ اَمُّ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ قَوْلُكَ اِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَّا  
تَخْيُرُونَ، یا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں تم یہ قول پڑھتے ہو۔ تمہارے لئے وہ  
آخرت میں، وہی چیزیں ہوں گی جنہیں تم پسند کرو گے۔

فِيهِ میں ضمیر روز قیامت کے لئے ہے۔ الضمیر لیوم القیامت (روح البیان)  
تَخْيُرُونَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَخْيُرُ (تفعل) مصدر۔ تم پسند کرتے ہو۔ تم  
پسند کرو گے۔ تم اختیار کرو گے!

۶۸: ۳۹ = اَمُّ لَكُمْ اِيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالْغَةِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ اَمُّ حرف

عطف معنی یا۔ کیا۔ عَلَيْنَا۔ ہم پر (لازم) اِيْمَانٌ: یَمِينٌ کی جمع بمعنی قسم، عہد،  
بِالْغَةِ بِلَوْغٍ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ پہنچی ہوئی۔ پہنچنے والی، اِيْمَانٌ  
بِالْغَةِ: موصوف و صفت، تاکید میں انتہا کو پہنچی ہوئی قسمیں۔

إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ: اس کی دو صورتیں ہیں :-

۱۔ اس کا تعلق بِالْفِعْلِ سے نہیں ہیں بلکہ فعل محذوف سے ہے یعنی ایسے عہد جو قیامت تک ہم پر لازم رہیں اس کی ذمہ داری سے ہم اس وقت تک سبکدوش نہ ہوں جب تک کہ قیامت کے دن تمہارے فیصلہ کے مطابق فیصلہ نہ ہو جائے۔

۲۔ يَا بِالْفِعْلِ سے تعلق ہے۔ یعنی قیامت کے دن تک پہنچنے والے عہد (تفسیر المنظہری)

إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ه لفظ آيْمَانٌ سے قسم کا مفہوم پیدا ہوتا تھا۔ یہ جملہ اس کا جواب (یعنی محل مفعول میں) ہے۔ یعنی کیا ہم نے قسم کھائی ہے کہ جو تم فیصلہ کرو گے وہی تم کو ضرور ملیگا (تفسیر المنظہری) (نیز ملاحظہ ہو ۶۸: ۳۸ متذکرۃ الصدر)

مولانا اشرف علی تھانوی رح اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں :

أَمْ لَكُمْ آيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالْفِعْلِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ: کیا ہمارے ذمے کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور وہ قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں (جن کا یہ مضمون ہو) کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو۔

۶۸: ۴۰ = سَلُّوا فَعْلًا مَرَّةً وَاحِدَةً مَذْكَرًا حَاضِرًا سَوَالٌ (باب فتح) مصدر۔ تو سوال کر تو پوچھ لے۔ تو دریافت کر لے: تو مانگ لے: س و ل حروف مادہ۔ هُمْ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جمع مذکر غائب کا مزج مشرکین ہے۔ سَلُّوا مَذْكَرًا مَشْرُكِينَ (مدارک التنزیل) آيُهُمْ- اِيُّ اسْتِفْهَامِيَّةٌ هِيَ، مضاف ہے۔ هُمْ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ مضاف الیہ۔ ان میں کون؟

ذَلِكَ: کا اشارہ اس عہد و پیمان کی طرف ہے جو اوپر آیت ۳۹ میں مذکور ہوا۔ زَعِيمٌ: ضامن، ذمہ دار۔ زَعَامَةٌ (باب فتح) مصدر سے جس کے معنی ضامن بنتا یا کھیل ہونا۔

سَلُّوا آيُهُمْ بِذَلِكَ زَعِيمٌ: (ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان (مشرکین) کو پوچھیے کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے یا اس کی ذمہ داری لیتا ہے کہ ان کا اللہ کے کوئی عہد و پیمان ہے کہ ان کو وہی ملیگا جس کو وہ چاہیں گے:

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ (۱۲: ۲) اور میں ہی اس کا ضامن ہوں: ۶۸: ۴۱ = أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ. أَمْ مَبْعُوثٌ شُرَكَاءُ: شُرَكَاءُ: شریک، سا جھی، شریک کی جمع نہ وہ معبودانِ باطل جن کو مشرکین اُلُوہیت میں خدا کا شریک سمجھتے تھے، یعنی کیا کافروں کو قیامت



دن مومنوں کے ہم رتبہ بنا دینے والے شرکاء الوہیت ہیں؟

فَلْيَا تُؤَابِشُرْكَآئِهِمْ: جملہ جواب شرط میں ہے شرط محذوف ہے یعنی اگر ہیں تو لے آئیں اپنے ان شرکاء کو۔ لِيَا تُؤَابِشُرْكَآئِهِمْ (افعال) مصدر سے۔ پس لے آویں۔ تو لے آویں:

اِنْ كَانُوا صَادِقِينَ: اگر وہ (اپنے دعوے میں) سچے ہیں۔ یہ جملہ شرط ہے اس کا جملہ جزائیہ فَلْيَا تُؤَابِشُرْكَآئِهِمْ ہو سکتا ہے یا گذشتہ کلام جو جزاء پر دلالت کر رہا ہے اس کے لئے کافی سمجھا گیا ہے اس جگہ جملہ شرطیہ کی جزاء کی ضرورت نہیں ہے:

## فَائِدَةٌ:-

مندرجہ بالا آیات ۲۳ تا ۴۱ میں منکرین اسلام اور متقین کی جزا و سزا کا حال بیان کیا گیا ہے۔ آیت ۳۳ میں اصحاب الجنۃ باغ والوں کا حال بیان کر کے فرمایا۔ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَالْعَذَابُ الْاٰخِرَةُ الْاَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُوْنَ: اور آیت نمبر ۳۴ میں متقین کو عطا ہونے والی نعمتوں کا ذکر فرمایا۔

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنٰتٍ النَّعِيْمِ: اس کو سن کر کفار مکہ نے کہا کہ جب خدانے دنیا میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہم کو مال و دولت دیا ہے تو آخرت میں بھی ان سے بڑھ کر نہیں تو کم از کم برابر تو ضرور دے گا۔

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعوے کا مفصل طور پر رد فرمایا ہے۔  
ابہ فرمایا کہ تمہارے پاس اس بات کا کہ تم کو متقین سے بڑھ کر یا ان کے برابر انعامات دیئے جائیں گے کوئی عقلی ثبوت نہیں۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ  
بات ۲۵، ۲۶

۲:- کسی عقلی ثبوت کے علاوہ تمہارے پاس کوئی نقلی ثبوت بھی نہیں۔ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِیْهِ تَدْرُسُوْنَ: اِنَّ لَكُمْ فِیْهِ لَمَّا تَخَيَّرُوْنَ (۳۸: ۳۷)

۳:- پھر نقلی و عقلی ثبوت تو کہا ہے تمہارے پاس تو کسی کا کوئی وعدہ یا وعید بھی تو نہیں ہے کہ تم کو تمہارے کہنے کے مطابق دیا جائے گا۔ اگر ایسا ہے تو اس کا ضامن پیش کرو، اَمْ لَكُمْ اِيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالِغَةِ اِلٰی یَوْمِ الْقِيَامَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَّا تَحْكُمُوْنَ ه سَلُّوْا اَيْهُم بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ آیات ۳۹: ۴۰

۴:- اگر یہ بھی نہیں تو تمہارا سہارا وہ معبودانِ باطل ہی ہو سکتے ہیں جن کو تم خدا کی خدائی میں

شریک سمجھتے ہو اور خیال کرنے ہو کہ قیامت کے دن وہ تمہارے معاون و مددگار ہوں گے: تو جاؤ ان کو لے آؤ۔ اَمْ لَكُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَا تُوْا بِشُرَكَائِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ: آیت نمبر ۴۱، ظاہر ہے کہ اس میں بھی وہ ناکام و نامراد رہیں گے:

۴۲: ۶۸ - يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ . يَوْمَ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ مَفْعُولٌ اُذْ كُرُ مَعْدُوفٌ هِيَ اُذْ كُرُ يَوْمَ: یاد کرو وہ دن جب ..... يُكْشَفُ مَضَارِعٌ مَجْهُولٌ وَاحِدٌ مُذْكَرٌ غَائِبٌ، كَشَفْتُ (باب ضرب) مصدر سے۔ پردہ ہٹا دیا جائے گا۔ کھول دیا جائے گا۔ سخت شدت ہوگی: سَاقٍ بِمَعْنَى پَنْدُلِي۔

يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ ای يُكْشَفُ عَنْ اِقْبَلِ الامر۔ (بیضاوی، روح البیان) جب حقیقۃ الامر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا۔

۲۔ کنایۃ عن شدۃ هول القیامت۔ کلمات القرآن، تفسیر و بیان، حسنین محمد مخلوف  
۳۔ پنڈلی کے کشف سے مراد ہے میدانِ حشر میں نور الہی کی ایک خاص جھلک ایک مخصوص پرتو اندازی۔ وغیرہ۔

اکثر مفسرین نے اس سے مراد روزِ حشر کی ہولناکی اور کربِ عظیم کی صورتِ حالات ہی لیا ہے۔ جب گھمسان کی لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو عرب کہتے ہیں سَتَمَرَتِ الْحَرْبُ عَنْ سَاقِهَا۔ جنگ نے اپنی پنڈلی سے تہ بند اوپر اٹھالیا۔ راجز کا شعر ہے

قَدْ كَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا فَشُدُّ وَجَدَاتِ الْحَرْبِ بَكْمَ فِجْدَا  
رے بہادر و! لڑائی نے اپنی پنڈلی تنگی کر دی ہے۔ تو سب زور سے حملہ کرو۔

جنگِ زوروں پر ہے اب تم بھی سنجیدگی سے دادِ شجاعت دو۔ جس سال قحط انتہا کو پہنچ جائے تو اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

فِي سَنَةِ قَدْ كَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا۔ یہ اس سال کی بات ہے کہ جس نے اپنی پنڈلی تنگی کر دی۔

صاحبِ ضیاء القرآن لکھتے ہیں۔

اس محاورہ کے مطابق آیت کا مطلب ہوگا۔ روزِ قیامت جب حالات بڑے تکلیف دہ اور ہولناک ہو جائیں گے اور ہر شخص جلالِ خداوندی سے لرزہ براندام ہو گا چہروں پر ہواسیاں اڑ رہی ہوں گی، دلِ خوف سے دھڑک رہے ہوں گے اس وقت لوگوں کے ایمان یا کفر، خلوص یا نفاق کو

اشکارا کرنے کے لئے انہیں حکم دیا جائے گا کہ اُدسب اپنے رب کو سجدہ کرو، جن کے دلوں میں ایمان اور اخلاص ہوگا وہ فوراً سر بسجود ہو جائیں گے۔ لیکن کافر اور منافق بہت زور لگائیں گے کہ سجدہ کریں اور خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہو جائیں مگر ان کی کمر اکڑ جائے گی بڑی کوشش کے وجود وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔ اس رسوائی پر ان کی آنکھیں جھک جائیں گی۔ سب کے سامنے ان کے کفر اور عاق کو ظاہر کر دیا گیا۔ ان کے کھوکھلے دعووں کا سچا ٹڈا چوراہے میں پھوٹ گیا دلت و رسوائی کی گرد ان کے چہروں پر پڑ رہی ہوگی۔

وَيُدْعُونَ إِلَى السُّجُودِ - جملہ عطف ہے اس کا عطف يَكْشِفُ پر ہے۔ يَدْعُونَ مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب دَعَوًا (باب نصر) مصدر سے، وہ بلائے جائیں گے۔ السُّجُودِ - سَجَدًا يَسْجُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے بمعنی سجدہ کرنا۔ سر زمین پر رکھنا۔ فروتنی کرنا۔ السجود بمعنی نماز بھی آیا ہے۔ جیسے: وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبَّحُواْ وَآذَنَ السُّجُودِ: (۴۰: ۵۰) اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تہنیز یہ کیا کرو۔

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ: يَوْمَ کے جواب میں ہے۔ لَا يَسْتَطِيعُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب اسْتَطَاعَتْ (استفعال) مصدر، ان میں (ایسا کرنے کی) طاقت نہ ہوگی۔ یعنی وہ اس روز سجدہ نہ کر سکیں گے؛ کیونکہ دنیا میں انہوں نے کبھی خدائے بزرگ و برتر کے سامنے سجدہ کیا ہی نہ تھا۔ چہ ان کو متواتر سجدہ کے لئے بلایا جاتا رہا تھا۔ لَا يَسْتَطِيعُونَ کی ضمیر فاعل کل اہل دعوت کی ت راجع نہیں ہے۔ بلکہ بعض کی طرف لوٹتی ہے یعنی وہ بعض اہل ایمان جو نماز بالکل نہیں پڑھتے نہ یا پڑھتے تو تھے مگر خلوص کے ساتھ نہیں۔

خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ: جملہ ضمیر يَدْعُونَ سے حال ہے۔ خَاشِعَةً ذلیل ہونے والی نوار۔ دبی جانے والی۔ خُشُوْعٌ (باب سماع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ أَبْصَارُهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ ان کی آنکھیں۔ یعنی شرم و ذلت کی وجہ سے ان کی آنکھیں جھکی جا رہی ہوں گی۔

تَرَاهُمْ ذَلِيلَةً: تَرَاهُمْ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب: (رَهُقٌ) (باب سماع) مصدر۔ بمعنی کسی چیز کا کسی چیز پر زبردستی چھا جانا اور اس کو پالینا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ جملہ ماسبق کی طرح یہ جملہ بھی حالیہ ہے:

وَقَدْ كَانُوا يَدْعُونَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سَالِمُونَ: کافروں اور منافقوں کے متعلق ذکر چلا آ رہا ہے۔ قیامت کے روز جب شدتِ کرب کے ماحول میں سب کو سجدہ کیلئے

کہا جائے گا تو جو لوگ خلوص دل سے اللہ کے حضور دنیا میں سجدہ ریزی کرتے رہے تھے۔ وہ فوراً سجدہ میں چلے جائیں گے۔ لیکن کفار اور منافقین کی کمریں تختہ بن جائیں گی اور وہ سجدہ نہیں کر سکیں گے۔

یہاں (وَقَدْ كَانُوا يَدْعُونَ... الخ میں) یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں بحالت خیر و عافیت جب بھی سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے (یہ انکار کر دیتے تھے یا اگر سجدہ کرتے تھے تو دکھانے کی خاطر یا طوعاً و کرہاً)

وَقَدْ كَانُوا يَدْعُونَ إِلَى السُّجُودِ أَيْ فِي الدُّنْيَا وَهُمْ سَائِلُمُونَ مُعَافُونَ فِي أَيْدِيهِمْ وَلَا يَسْجُدُونَ تَكْبِيرًا وَكُفْرًا بِاللَّهِ رَبِّهِمْ وَبِشَرْعِهِ (اليس التماسير) یعنی دنیا میں جب کہ وہ جسمانی طور پر بخیر و عافیت تھے سجدوں کے لئے بلائے جاتے تھے تو تکبر کی بنا پر یا اپنے پروردگار سے تکفیر کی بنا پر انکار کر دیتے تھے (السجود بمعنی نماز بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ ابھی اوپر گذرا۔

كَانُوا يَدْعُونَ مَاضِي اسْتِمْرَارِي مَجْهُول جمع مذکر غائب كَاصِفِيهِ دَعْوَةً بِأَب نَصْرًا مَصَاحِفًا بِلَائِي جَابَا كَرْتِي تَحْتِي بِلَائِي جَاتِي تَحْتِي،

وَهُمْ سَائِلُمُونَ: جملہ حال ہے كَانُوا يَدْعُونَ كِي ضَمِيرِي سِي۔

۶۸: ۴۴ = فَذَرْنِي: ف سَبِيئِي هِي ذَرُّ فَعْلٍ اِمْرٍ، وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ، وَذَرُّ رُبَّابٍ سَمْعِي مَصْدَرٌ سِي۔ تُوْجْهُوْطَرِي۔ ن وَوَقَايِي ضَمِيرِي وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ۔ تُوْجْهُوْطَرِي سِي۔ اِسْ كِي مَاضِي نَهِيں اَ وَ مَنُّ يُكْذِبُ بِهَذَا الْحَدِيثِ: وَادَّ عَاطِفٌ مَنُّ مَوْصُولٌ مَعْلٍ نَصْبٌ فِيں هِي۔ اِسْرُ عَطْفِي ضَمِيرِي مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ پَرِ هِي۔ يُكْذِبُ مَضَارِعٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَكْذِيبٌ رَفْعٌ مَصْدَرٌ۔

هَذَا اِسْمُ اِشَارَةٍ قَرِيبٌ، وَاحِدٌ مَذْكَرٌ۔ اَلْحَدِيثِ: اِی الْقُرْآنِ، اَوْر (چھوڑ) اِسْ كُوْ جُو اِسْ قُرْآنِ كِي تَكْذِيبُ كَرْتَا هِي۔ اِسْ كُوْ جُھُطَلَاتَا هِي۔ اِیْعْنِي اِیْوُوں سِي نَمُٹْنِي كِي فِكْرِيں مَرْتَبُ اِن سِي نَمُٹْنَا مِیْرَا كَامُ هِي۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ: س مَضَارِعٌ پَرِ دَاخِلٌ هُوْ كَرِ فَعْلٌ كُوْ مُسْتَقْبَلٌ كَمِیلِي خَاصٌ كَرِ دِیْتَا هِي اَوْر اِسْ كُوْ رِمَانَةٌ حَالٌ سِي قَرِيبٌ كَرِ دِیْتَا هِي۔ مَعْْنِي اِب، اِبْهِي، قَرِيبٌ، عَتَقَرِيبٌ:

نَسْتَدْرِجُ مَضَارِعٌ جَمْعٌ مُتَكَلِّمٌ اِسْتِدْرَاجٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مَصْدَرٌ سِي۔ دَرَجَةٌ رِزِيقِي كِي سَطْرِيَاں تَدْرِجُ (تَفْعُلٌ) دَرَجٌ بَدْرَجٌ چُطْهِنَا۔ نَسْتَدْرِجُ هَمْ دَرَجٌ بَدْرَجٌ كِطْرِيں۔

هُمَّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب مَنْ کی طرف راجع ہے۔ اور لفظ مَنْ اگرچہ مفرد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے جمع کی ضمیر کا مزج اس کی طرف صحیح ہے۔  
سَنَسْتَدْرِجُهُمْ : ہم عنقریب ہی ان کو رفتہ رفتہ (عذاب میں گرفتار کر لیں گے) :  
مِنْ حَيْثُ مِنْ حَسْرَتٍ جَزَاءٌ : حَيْثُ اسم ظرف مکان ہے مبنی بر ضمیر ہے بدیں وجہ حَيْثُ  
ضمیر کے ساتھ آیا ہے۔

ایسی جگہ سے، جہاں سے۔ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ایسی جگہ سے جسے وہ جانتے ہی نہیں۔ ایسے طریقے سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔

۶۸: ۴۵ — وَأُمْلِي لَهُمْ — اُمْلِي میں ڈھیل دوں گا۔ میں مہلت دوں گا، میں ڈھیل دیئے جاتا ہوں۔ مضارع کا صیغہ واحد منکلم۔ اِمْلَاءُ (افعال، مصدر۔ مہلت دینا۔ ڈھیل دینا۔

ان كَيْدِي مَتِينٌ : كَيْدِي مضاف مضاف الیه، كَيْدٌ مکر و فریب، خفیہ حیلہ۔ خفیہ تدبیر۔ كَيْدٌ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے، حیلہ کرنا۔ تدبیر کرنا۔ مکر و فریب کرنا۔ یہ لفظ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور برے معنوں میں بھی۔ مگر عام طور پر بُرے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ اچھے معنوں میں قرآن مجید میں آیا ہے:

كَذَلِكَ كَذَّبْنَا لِيُوسُفَ (۱۲: ۷۶) اسی طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کر دی، اور بُرے معنوں میں فَارَادُوا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمْ اِلَّا سَفٰلِيْنًا (۹۸: ۳۷) غرض انہوں ان کے ساتھ چال چلنی چاہی اور ہم نے انہیں زیر کر دیا۔

مَتِينٌ، صفت مشبہ۔ واحد مذکر، مضبوط۔ محکم، ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں کو مَثْنٌ کہا جاتا ہے اسی سے مَثْنٌ فعل بنا لیا گیا یعنی اس کی پشت قوی ہو گئی اور مضبوط ہو گئی۔ مَتِينٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال کے بعد متین کا معنی ہو گیا قوی، محکم، اِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد عذاب ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ كَيْدٌ سے مراد ڈھیل دینا ہے اور مہلت دینا ہے جو کہ آخر کار موجب عذاب بنتی ہے، جیسے فرمایا: اِنَّمَا نُنَبِّئُ لِهٰمْ لِيَزِدُوْا اٰثَمًا: (۱۷۸: ۳) (نہیں بلکہ) ہم ان کو مہلت اس لئے دیتے ہیں کہ وہ زیادہ گناہ کر لیں۔ (المفردات)

۶۸: ۴۶ — اَمْ تَسْأَلُهُمْ اَجْرًا — اَمْ حرف عطف، کیا۔ يٰۤاُمَّ مَنْقَطَعَةٌ بِمَعْنٰى بَلْ :

ای بَلُّ تَسْلَمُهُمْ۔ تَسْلَمُ مضارع واحد مذکر حاضر، سُئِوَالٌ (باب فتح) مصدر۔ هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان سے سوال کرتا ہے۔ تو ان سے مانگتا ہے۔

أَجْرًا: اجرت، معاوضہ (تبلیغ احکام الہی کے لئے)

فَهُمْ مِّنْ قَوْمٍ مُّثْقَلُونَ ط ف عاطف سببۃ۔ مَقْرَبٌ اسم مصدر مجرور، تاوان۔  
الْغُرْمُ مفت کا تاوان یا جرمانہ، وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جرم کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے:

مُثْقَلُونَ: اِثْقَالٌ (اِثْقَالٌ) مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر۔

کہ بدیں سبب وہ تاوان کے بوجھ کے نیچے جیلے جا رہے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۰:۵۲۔

۶۸:۴۷ = أَمَّ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ أَمْ حَرَفِ عَطْفٍ۔ یا۔ کیا۔ (استفہام کے لئے آتا ہے)  
الغیب سے یہاں مراد لوح محفوظ یا امور غیبیہ ہیں۔

مطلب یہ کہ:-

کیا ان کے پاس لوح محفوظ یا امور غیبیہ کا علم ہے۔

فَهُمْ: ن عاطف ہے۔ یُكْتَبُونَ: مضارع جمع مذکر غائب كِتَابَةٌ (باب نصر) مصدر  
وہ لکھتے ہیں۔ یُكْتَبُونَ ای یُنْقَلُونَ مِنْهُ وَیُحْكَمُونَ، اور وہ اس سے نقل کرتے ہیں۔  
اور فیصلہ کرتے ہیں۔

جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے یعنی ان کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

۶۸:۴۸ = فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ۔ یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان مشرکین  
کی ایذا رسانی پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ابھی ڈھیل دے رکھی ہے۔ ان کے لئے اس  
تکلیف دہی کے بدلے جو نرا مقدر ہو چکی ہے اس کے لئے جلدی نہ کریں ڈھیل کے بعد ان کی  
ضرور گرفت ہوگی۔ اور ان کو اپنے کئے کی سزا پوری پوری ملے گی۔ آپ اس فیصلہ خداوندی پر صبر  
کریں اور انتظار کریں۔

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ وَاعِ عَاطِفٌ هے لَا تَكُنْ فعل نہی واحد مذکر حاضر كَوْنٌ

(باب نصر) مصدر سے۔ تو مت ہو۔ آپ مت ہوویں۔ كُ تشبیہ صَاحِبِ الْحُوتِ مضاف  
مضاف الیہ۔ مچھلی والا۔ مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔

مطلب یہ کہ آپ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح تنگ دلی اور عجلت پسندی کا اظہار

مت کریں۔

علامہ پانی پتی رح اپنی تفسیر منظرہری میں اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں !  
 وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ - تنگ دلی اور عجلت پسندی میں حضرت یونس کی طرح  
 نہ ہو جاوید۔

حضرت ابن مسعود کے مطابق حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں چالیس رات رہے پھر  
 پتھریوں کی تسبیح کی آواز سن کر اندھیروں کے اندر ہی پکار اٹھے۔  
 لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ:

راگلی آیت میں اسی نداء کا بیان ہے

— اِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْنُوظٌ — الْحُوتِ اُپر م علامت وقف ہے یہ علامت وقف  
 لازم کی ہے جہاں ضرور ٹھہرنا چاہئے۔ اس سے اگلا جملہ انگ جملہ ہے لہذا اِذْ کا تعلق وَلَا تَكُنْ  
 منہی سے نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق اِذْ كُرُ فَعْلٌ مَحذُوفٌ سے ہے وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ  
 پر بات ختم ہو گئی ہے۔ کہ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے عذاب میں عجلت  
 پسندی کی تھی، آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا خیال دل میں نہ لاویں۔ ان کفار اور  
 مشرکین کی کرتوتوں پر عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے جلد یا بدیر ان کو مل کر رہے گا۔ (آیات ۲۲  
 ۲۵ متذکرۃ الصدر)

اِذْ نَادَىٰ... اِی اُذْ كُرُ اِذْ نَادَىٰ (بلکہ) یاد کرو جب اس (حضرت یونس

علیہ السلام) نے جب کہ وہ غم و اندوہ سے بھرا ہوا تھا (اپنے پروردگار کو) پکارا۔  
 اِذْ اسم ظرف ہے نَادَىٰ ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ رَهْفَاعِلَةٌ مصدر۔ اس نے  
 پکارا۔ یہاں پکارنے سے مراد حضرت یونس کا لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ اِحْتِ  
 كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ پڑھ کر خداوند تعالیٰ سے دعا مانگنا ہے۔  
 ترجمہ ۱۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور بیشک میں قصور وار ہوں۔

(ملاحظہ ہو ۲۱: ۸۷)

وَهُوَ مَكْنُوظٌ جملہ حالیہ ہے ضمیر نَادَىٰ سے هُوَ کی ضمیر کا مرجع حضرت یونس علیہ السلام  
 ہیں۔ مَكْنُوظٌ اسم مفعول واحد مذکر كَطَمٌ (باب ضرب) مصدر سے، غم آگیاں، غم کی  
 وجہ سے دم گھٹا ہوا۔ كَاظَمٌ غم کو پی جانے والا۔ غصہ کو روک لینے والا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالْكَافِرِينَ الْغَائِقِطِ (۳: ۱۳۴) اور غصہ کو روکنے والے ہیں  
 كَطَمٌ کے اصل معنی ہیں سانس کارک جانا۔ برتن کا بھر جانا۔ جب انسان رنج و غم سے بھر جائے

تو اس کو بھی کاظم کہتے ہیں۔

بھرنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے :-

وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاطْمِينٍ (۱۸: ۴۰)

اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ جب کہ دل غم سے بھر کر گلوں تک آہے ہوں گے :

حضرت یونس علیہ السلام کن کن غموں سے اور صدیوں میں گھٹ رہے تھے، مولانا عبد الماجد

دریابادی رح اپنی تفسیر ماجدی میں یوں فرماتے ہیں :-

۱۔ ایک رنج قوم کے ایمان نہ لانے کا۔

۲۔ وقت پر عذاب موعود کے ٹل جانے کا۔

۳۔ بلا اذنِ صریح اپنے مقام سے چل پڑنے کا۔

۴۔ شکم ماہی میں مجبوس ہو جانے کا۔

۶۸: ۲۹ = لَوْلَا - امتناعیہ ہے بمعنی اگر نہ ہوتا۔ لَوْ شرطیہ اور لَوْلَا نافیہ سے مرکب ہے، نیز

ملاحظہ ہو ۲: ۱۱۸-۱۱۹ و ۱۱: ۱۲ -

لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ ۖ کے متعلق صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:

لَوْلَا امتناعیہ ہے اور تَدَارَكَ ماضی کا صیغہ اَدْرَكَ کا ہم معنی ہے نِعْمَةٌ اس کا فاعل ہے

اور نِعْمَةٌ اگرچہ مؤنث ہے۔ اور تَدَارَكَ مذکر ہے مگر فعل اور فاعل میں کُلّ ضمیر کی وجہ سے

فصل ہو گیا ہے اس لئے اس فعل کو مذکر لایا گیا ہے،

يَا تَدَارَكَ فعل مضارع منصوب، اصل میں تَدَارَكَ تھا۔ تفاعل کی تاء کو

حذف کر دیا گیا۔ اس وقت حال ماضی کی حکایت ہو گئی اور ان کی وجہ سے مضارع بمعنی

مصدر ہو جائے گا۔

اول صورت میں ترجمہ ہو گا :-

اگر نہ پہنچ گئی ہوتی اس کو رب کی طرف سے نعمت۔

اور دوسری صورت میں ترجمہ یوں ہو گا :-

اگر نہ ہوتا نعمت رب کا پہنچنا۔

تَدَارَكَهُ - تَدَارَكَ ماضی واحد مذکر غائب تَدَارَكَ (تفاعل) مصدر بمعنی

اَدْرَكَ (جس کے معنی تَدَارَكَ کے، پانے اور ایک دوسرے تک پہنچنے کے ہیں۔ کُلّ

ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو پالیا۔ وہ اس تک پہنچ گیا۔ تَدَارَكَ کا استعمال



زیادہ تر فریادری اور نعمت کے پہنچنے کے متعلق ہوتا ہے۔

رَحْمَةً مِّن رَّبِّهِ

ہیں رَبِّهِ صفت رحمت ہے یعنی اگر اللہ کی طرف سے اس پر رحمت نہ ہوتی اور توفیقِ توبہ نہ ملتی اور توبہ قبول نہ ہو جاتی تو..... تفسیر منظر ہی۔

جملہ لَوْلَا..... مِّن رَّبِّهِ شرط ہے۔

لَنْبَذَ بِالْعَرَاءِ جملہ جواب شرط ہے نَبَذَ فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب نَبَذَ رباب ضرب مصدر سے بمعنی پھینکنا۔ وہ ضرور پھینک دیا جاتا۔

الْعَرَاءِ۔ چٹیل میدان۔ جس میں نہ گھاس ہو نہ درخت ہو نہ عمارتیں۔ ہموار میدان جس میں کوئی اوٹ نہ ہو۔

وَهُوَ مَذْمُومٌ: جملہ حالیہ ہے۔ اور اس حال میں وہ مذموم ہوتا (یعنی اس کی مذمت کی

جاتی)

۶۸/۵: فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فتدارکتہ

رَحْمَةً مِّن رَّبِّهِ (لیکن) اللہ کی طرف سے اس کی رحمت اس تک آپہنچی اور اسے توفیقِ توبہ

نصیب ہوئی اور وہ توبہ (مشرق بقبولیت ہوئی پس اس کے پروردگار نے اسے منتخب فرمایا۔

فَاجْتَبَاهُ میں ف عاطفہ ہے اور تعقیب کا ہے اجْتَبَاهُ ماضی واحد مذکر غائب اجْتَبَاهُ (رافتعال) مصدر بمعنی چن لینا۔ انتخاب کر لینا۔ پسند کر لینا۔ کُضْمِرَ مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع یونس علیہ السلام ہیں۔

رَبُّهُ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا پروردگار۔

الضَّالِّحِينَ۔ نیک مرد، نیک لوگ، کاملین، صَلَاحٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے

سو اس نے اس کو نیک اور صالحین، کاملین میں شامل کر لیا۔ مراد یہ کہ بیوں میں شامل

کر لیا۔ (خازن)

## فَائِدَةٌ

سورۃ نہا کی آیات ۴۸ تا ۵۰ اور سورۃ صافات کی آیات ۳۷ تا ۴۰

کے مد نظر واقعہ یوں بنتا ہے۔

جب کشتی منجہ ہار میں پھنس گئی تو اس وقت کے رواج کے مطابق ملاحوں نے قرعہ انداز کی

کی کہ کس کی وجہ سے کشتی ایسی حالت میں دوچار ہو گئی ہے، جب تین بار متواتر قرعہ حضرت

یونس علیہ السلام کے نام نکلا تو انہوں نے آپ کو دریا میں پھینک دیا۔ اور ایک بڑی مچھلی نے ان کو نگل لیا اس وقت ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے کئے پر اپنے کو ملامت کر رہے تھے (۳۷: ۴۲)۔  
(تفسیر ماجدی)

اس وقت اگر آپ اپنے پروردگار کی تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے یعنی ان کو مچھلی کے پیٹ سے نکلتا نصیب نہ ہوتا اور وہ اسی کی غذا بنا دیئے جاتے (۳۷: ۴۳)۔ لیکن حضرت یونس جو صدموں اور غموں سے بھرے بیٹھے تھے تو سمندر اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں سے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا:-

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ (۲۱: ۸۷)

(اور ۶۸: ۴۸)

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل دست گیری نہ کرتا اور ان کی پکار کو شرف قبولیت نہ بخشتا تو ان کو چٹیل میدان میں ایسی حالت میں پھینک دیا جاتا کہ صبر نہ کرنے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر بغیر اذن خدا چلے آنے پر مورد مذمت ہوتے۔ (۶۸: ۴۹)

لیکن اللہ کی طرف سے اس کی رحمت ان تک آن پہنچی اور توفیق توبہ نصیب ہوئی اور توبہ مشرف بہ قبولیت ہوئی اور اس نے ان کو مضمحل اور مریض کی حالت میں چٹیل میدان میں ڈال دیا اور ان پر ایک بیلدار درخت اگا دیا۔ (۳۷: ۴۵: ۱۲۶)

ان کو اپنے انعامات کے لئے منتخب کر لیا۔ اور صالحین و کاملین میں شامل کر لیا۔ (۶۸: ۵۰) اور ان کو ایک لاکھ آبادی یا اس سے بھی زیادہ کی طرف (یعنی مگر بنا کر) بھیج دیا (۳۷: ۱۲۷)

۵۰: ۶۸ = وَإِنَّ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا: وَأَوْ عَاطِفًا، إِنَّ مَخْفَفًا إِنََّّ سے معنی تحقیق۔ يَكَادُ مضارع واحد مذکر غائب كَوَدُّ (باب سمع) مصدر۔ قریب ہے۔ كَادَ يَكَادُ اگرچہ افعال تامہ ہیں۔ لیکن استعمال میں ان کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کے قریب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً كَادَ أَنْ يَقُومَ۔ قریب تھا کہ وہ کھڑا ہو جائے۔  
الَّذِينَ كَفَرُوا صلہ موصول مل کر فاعل فعل يَكَادُ کا۔

لَيُرْلَقُونَكَ لام تاکید کا ہے۔ يُرْلَقُونَ مضارع معروف از لاق (افعال)

مصدر معنی پھسلا دینا۔ گر ادینا۔ از لاق بِالْبَصْرِ غضب ناک نظر سے گھور کر دیکھنا۔  
زَلَقٌ صاف چکنی زمین۔ زَلَقٌ مجرد (باب نصر) بھی از لاق کے معنی میں آتا ہے كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، لَمَّا ظرفیت کا ہے الَّذِي أَيْ الْقُرْآنَ:

آیت کا ترجمہ ہو گا۔

تحقیق کافر لوگ جب (آپ سے) قرآن حکیم سنتے ہیں تو غضبناک نظروں گھور کر آپ کو دیکھتے ہیں  
رگوبیا آپ کے قدم اکھاڑ دیں گے،

۵۱:۶۸ = وَلَيَقُولُونَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۙ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے  
اِنَّهٗ میں لا ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ لام تاکید کا  
ہے اور کہتے ہیں تحقیق یہ تو دیوانہ ہے۔

۵۲:۵۸ = وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِيْنَ : جملہ حالیہ ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ قرآن تمام دنیا  
کے لئے صرف نصیحت ہے۔

مَا نَافِيْهُ هُوَ کا اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشائر الیہ نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات ہو۔ کیونکہ آپ سائے جہان کے لئے پیغام ہدایت دینے  
والے اور ناصح ہیں۔

اس صورت میں ذِکْرًا اگرچہ مصدر ہے لیکن بطور مبالغہ بمعنی اسم فاعل ہے  
جیسے زَيْدٌ عَدْلٌ زید انصاف ہے یعنی اتنا انصاف کرنے والا ہے گویا خود محبتِ انصاف ہے

.....

---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۶۹) سُورَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ (۵۲)

۶۹:۱ = الْحَاقَّةُ: حق ہونے والی، ثابت ہونے والی۔ حَقُّ باب ضرب، نص، مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث یہاں روز قیامت مُراد ہے۔ قیامت کو الحاقۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا ایک مسلمہ حقیقت اور اٹل صداقت ہے۔ مَبْتُدا ہے؛

۶۹:۲ — مَا الْحَاقَّةُ: مَا استفہامیہ ہے۔ کیا ہے وہ ہو کر رہنے والی۔ اصل میں مَا حِیَّ تھا۔ جس صورت میں یہ مبتدأ کی خبر ہے اگرچہ اصل میں مَا حِیَّ ہونا چاہئے تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا لیکن قیامت کی ہولناکی اور عظمتِ شان کو ظاہر کرنے کے لئے ضمیر کی جگہ اسم ظاہر بعد استفہام لایا گیا ہے۔

۶۹:۳ = وَمَا أَدْرَاكَ استفہام انکاری ہے مَا یعنی مَنْ ہے کون ہے؟ أَدْرَاكَ أَدْرَى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ درى مادہ۔ يُدْرِى فعل مضارع ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر مَا أَدْرَاكَ تجھے کون بتلائے۔ تجھے کون خبردار کرے۔ مَا أَدْرَاكَ۔ وَمَا يُدْرِىكَ، تم نہیں سمجھتے۔ (المنجد)

کیا تم کو معلوم ہے، کس چیز نے تم کو بتلایا۔ تم کو کیا معلوم؟

یحییٰ بن سلام کہتے ہیں:۔

کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں مَا أَدْرَاكَ ماضی کے صیغہ سے آیا ہے آخر اسی چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا گیا ہے اور جہاں کہیں مَا يُدْرِىكَ مضارع کا صیغہ آیا ہے وہاں وہ بات آپ سے مخفی رکھی گئی ہے۔

مَا الْحَاقَّةُ: کیسی ہولناک ہے قیامت، جملہ استفہامیہ ہے جو قیامت کی ہولناکی کو ظاہر کر رہا ہے۔ یعنی قیامت بڑی ہولناک چیز ہے۔

۴:۶۹ — ثَمُودُ: ثمود یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم۔ عَادٌ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم؛  
بِالْقَارِعَاتِ: اقوامِ صالح اور ہود نے، قیامت کی تکذیب کی،  
الْقَارِعَةُ: کھٹکھٹانے والی ساعت۔ یعنی قیامت جو ہر چیز کی پھوڑ توڑ، شکست درخت اور  
انتشار و پراگندگی کی وجہ سے لوگوں کے کانوں پر چوٹ لگائے گی؛ اس جگہ بھی ضمیر کی بجائے اسم  
ظاہر کو استعمال کیا گیا ہے۔ مگر ایسا مرادف لفظ لایا گیا ہے جو کہ شدت ہول میں زیادتی کو ظاہر  
کر رہا ہے۔

یہ جملہ سابقہ جملوں کے ساتھ مل کر بتا رہا ہے کہ قیامت کونہ ماننا اور اس کی تکذیب کرنا ہلاکت  
و تباہی کا موجب ہے۔ الْقَارِعَةُ قَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے واحد مؤنث  
کھٹکھٹانے والی۔ قَارِعٌ الْبَابُ۔ دروازہ کھٹکھٹانے والا۔  
۶۹: ۵ — فَأَمَّا ثَمُودُ فَأُهْلِكُوا بِالطَّاغِيَةِ: یہ جملہ کَذَابٌ مَعطوف ہے۔ فَأَمَّا میں  
فاسببیت ہے اور آمّا سے مجمل کی تفصیل کی گئی ہے۔

اصل کلام یوں تھا۔

ثمود اور عاد نے قیامت کی تکذیب کی اس لئے تباہ کر دیئے گئے۔ ثمود تو طاغیہ کی وجہ سے ہلاک  
ہوئے (اور عاد کو سخت ٹھنڈی یا سخت شور انگیز ہوا سے ہلاک کر دیا گیا۔ آیت ۶۶)  
أُهْلِكُوا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اھلاکُ (افعال) مصدر سے۔ وہ ہلاک کئے گئے۔  
بِالطَّاغِيَةِ۔ سخت کڑک سے۔ طاغیۃ غیر معمولی چیز سے بالاتر۔ قتادہ نے یہی فرمایا ہے اور  
یہی صحیح ہے۔

صورت یہ ہوئی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک چیخ اتنی بلند ماری کہ سب مر کر  
رہ گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمان کی طرف سے ایک ایسی چیخ پیدا ہوئی تھی جس میں ہر ترک  
ہر ترک اور ہر زمینی چیز کی آواز تھی۔ جس سے سینوں کے اندر دل پارہ پارہ ہو گئے۔  
اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ۔

طَّاغِيَةٌ، عَاقِبَةٌ کی طرح مصدر ہے طُغْيَانٌ کا ہم معنی ہے یعنی ثمود اپنے طغیان  
(گناہوں میں حد سے آگے بڑھ جانے) کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ اس صورت میں باء سببیت ہوگی۔  
پیغمبر کی تکذیب کی، اونٹنی کو قتل کیا۔ وغیرہ۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ طاغیۃ میں تا مبالغہ کی ہے بڑا سرکش، اس سے مراد حضرت صالح علیہ  
السلام کی اونٹنی کا قاتل قذار بن سالف ہے۔

یہ بھی ایک قول ہے کہ:-

طاغیۃ میں تاء تانیث ہے اور اس سے مراد وہ باعث ہے جس نے اونٹنی کے قتل پر اتفاق کیا اور قذار کو اس فعل پر آمادہ کیا تھا۔ یہی جماعت پوری قوم کی تباہی کا سبب بنی تھی۔  
یہ تاویل یعنی طاغیۃ کو مصدر کہنا یا جماعت مراد لینا یا صرف قذار مراد لینا اور تاء کو مبالغہ کے لئے قرار دینا آئندہ آیت کے مناسب نہیں ہے کیونکہ آئندہ آیت میں فرمایا ہے:-  
فَأَهْلِكُوا بِرِيحٍ كَادٍ كُوفَانٍ هُوَا سَے ہلاک کیا گیا (یعنی ذریعہ ہلاکت بیان فرمایا ہے باعث ہلاکت بیان نہیں فرمایا۔ پس طاغیۃ سے مراد بھی ذریعہ ہلاکت یعنی ہولناکی صحیح ہونی چاہئے۔

(تفسیر منطہری)

۶:۶۹ = وَأَمَّا عَادٌ اور ہے عاد یعنی جہاں تک عاد کا تعلق ہے، فَأَهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ؛ موصوف و صفت تو وہ ہلاک کئے گئے۔ ریح صرصر سے۔ صرصر سناٹے کی ہوا۔ عَاتِيَةٌ۔ صفت تانی ریح صرصر کی۔ عَتُوٌّ (عات و حروف مادہ) (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل واحد مؤنث ہے۔ عَتُوٌّ کے معنی ہیں حد سے بڑھ جانا (قاموس)؛ حد سے گزر جانا (المنجم) حکم عدولی کرنا (المفردات) گستاخ، متکبر، (الفرائد الدریم) قاضی شوکانی لکھتے ہیں:-

عائیت وہ جو اطاعت سے گردن تابی کرے؛ گو یا وہ فرشتگان ہوا سے سرکشی کر رہی تھی، ان کی اطاعت نہیں کرتی تھی۔ اور وہ اس کے تیز و تند ہونے کے باعث اس کے بمقامے پر قابو نہ پا رہے تھے یا عاد کے خلاف اس نے سرکشی کی تھی کہ وہ اس کو روک نہ سکے بلکہ الٹا اس نے ہی ان کو تباہ کر ڈالا۔ (لغات القرآن)

آیت کا ترجمہ ہوگا:-

ہے عاد تو ان کو نہایت تیز و تند اندھی کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا۔

۷:۶۹ = سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ؛ جملہ مستانفہ ہے سخر ما ضی واحد مذکر غائب تَسَخَّرُ (تفعیل) مصدر بمعنی زبردستی کسی کو خاص کام میں لگا دینا۔ کسی کو مقرر کرنا۔ هَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ کامر جمع ریح صرصر ہے۔ اس نے یعنی اللہ نے اس (طوفان۔ باد تند و تیز) کو ان پر مسلط کر دیا۔

سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ؛ سات راتیں اور اٹھ دن۔ یہ ہوا بدھ کے روز صبح سے

شروع ہوئی اور اگلے بدھ کی شام کو تھی (تفسیر حقانی)

حُسُوْمًا: یہ حَسِمَ يَحْسِمُ کا مصدر بھی ہو سکتا ہے جس کے معنی ہیں:۔

۱۔ جڑ سے کاٹ دینا، زخم کو مسلسل داغ دینا۔

اور یہ رَحْسُوْمًا حَاسِمٌ کی جمع بھی ہو سکتا ہے جیسے شَاهِدٌ کی جمع شُهَدَاءٌ ہے

اس صورت میں یہ حَسِمَ يَحْسِمُ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے، بمعنی

۱۔ جڑ سے کاٹ دینے والے۔

۲۔ لگاتار، مسلسل، پیہم۔

مجاہد اور قتادہ نے اسی معنی میں لیا ہے۔

مطلب یہ کہ یہ طوفان متواتر سات رات اور آٹھ دن قوم عاد پر مسلط رہا۔ اور ان کی تباہی

ویربادی کرتا رہا۔

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَوْعًا - ف عاطف، تَرَى مضارع واحد مذکر حاضر، دُوَيْبَةٍ  
 (رعی جروف مادہ) باب فتح، مصدر۔ حال ماضی کی حکایت ہے۔ (فعل مضارع کو کسی گزشتہ  
 بات کو بیان کرنے کے لئے ماضی کے بجائے استعمال کرنا) تو تُو دیکھتا، مخاطب عام ہے کوئی  
 ہو۔ القوم سے مراد قوم عاد۔ فیہا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائبہ کا مرجع مذکورہ لیل و نہار ہے  
 صَوْعًا، صَوْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ صَوَّيْعٌ (اسم مفعول) کی جمع ہے۔ زمین پر پڑے  
 ہوئے۔ مَصْوُوعٌ مَرگی کا مریض۔ صَوْعًا۔ یا تو تَرَى کا دوسرا مفعول ہے یا القوم  
 سے حال ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

(اگر تو اے مخاطب اس وقت موجود ہوتا) تو تُو دیکھتا قوم عاد کو ان دنوں میں زمین

پر، گرے پڑے۔

كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ - یہ جملہ بھی القوم سے حال ہے ك حرف تشبیہ  
 اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ بے شک وہ لوگ، أَعْجَازُ نَخْلٍ،  
 مضاف مضاف الیہ۔ اعجاز۔ تنے۔ جڑیں۔ عَجَزٌ کی جمع ہے۔

نَخْلٍ کھجور کا درخت۔

خَاوِيَةٍ افتادہ۔ گری ہوئی۔ کھوکھلی۔ خَوَاءٌ بِاب سَمِع، (خ حوی حروف مادہ) جگہ

یا مکان کا خالی ہونا۔ اور باب ضرب سے بھی بمعنی خالی ہونا ہے ای خَوِيَ لَبْطَنٌ مِنَ الطَّعَامِ

اس کا پیٹ طعام سے خالی ہو گیا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے یہ نَخْلٍ کی صفت ہے

گو یا وہ کھوکھلی کھجور کے مٹھہ درجڑیں، ہیں۔

۸:۶۹ = قَهْلُ تَرَىٰ لَهُم مِّنْ بَاقِيَةٍ - استفہام انکاری ہے مخاطب کو اقرار پر آمادہ کیا جا رہا ہے یعنی کوئی بھی باقی نہیں۔ بَاقِيَةٍ صفت ہے موصوف مقدرہ کی اسی من نفس باقیۃ۔ کیا تو ان میں سے کوئی جان باقی دیکھتا ہے؟ کیا تمہیں ان کا کوئی فرد نظر آتا ہے۔

۹:۶۹ = وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَ الْمُوْتِفِكْتُ بِالْخَاطِيَةِ - وَاَوْعَظْهُ بِالْخَاطِيَةِ  
ب تعدیہ کا ہے۔ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔

۱۔ فِرْعَوْنُ -

۲۔ مِّنْ قَبْلِكَ

۳۔ وَ الْمُوْتِفِكْتُ فاعل ہیں فعل جَاءَ ب کے۔

جَاءَ رِبَابِ ضَرْبٍ فعل لازم ہے۔ ب کے صلہ کے ساتھ فعل متعدی ہو جاتا ہے جَاءَ بمعنی وہ آیا۔ اور جَاءَ ب وہ لایا۔ خَاطِيَةٍ گناہ۔ گنہگار۔ خَطِيئٌ بِخَطَاٍ کا مصدر بھی ہے اور اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بھی۔

جَاءَ بِالْخَاطِيَةِ اس نے گناہ کیا۔ مِّنْ مَّوْصُولٌ ہے۔ اور قَبْلِكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مِّنْ کا صلہ۔ اور جو اس سے پہلے گزر چکے۔ یعنی فرعون سے پہلے۔

الْمُوْتِفِكْتُ: اسم فاعل جمع مؤنث الموتفكة واحد۔ اِنْتَفَاكٌ رَافِعٌ مَصْدَرٌ رَافِعٌ مَادَّةٌ، الٹی ہوئی منقلب، مراد حضرت لوطؑ کی قوم کی بستیاں جو بحیرہ مردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ اور جن کی تخت گاہ یا سب سے بڑا شہر سدوم تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کی:  
آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور وہ جو الٹی ہوئی بستیوں میں رہتے تھے (سب نے) گناہ کا ارتکاب کیا۔

۱۰:۶۹ = فَعَصَوْا - فَ عَاطِفٌ اس جملہ کا عطف جَاءَ پر عطف تفسیری ہے (کیونکہ یہ جملہ جَاءَ بِالْخَاطِيَةِ کی تفصیل بیان کرتا ہے)

عَصَوْا ماضی جمع مذکر غائب مَعْصِيَةٌ وَعِصْيَانٌ (باب ضرب - عَصَى مَادَّةٌ) مصدر سے بمعنی نافرمانی کرنا۔ عَصَوْا اصل میں عَصِيُوا تھا۔ یا، متحرک ماقبل اس کا مفتوح



اس لئے یاد کو الف سے بدلا گیا۔ اجتماع ساکنین سے الف گر گیا۔ عَصَوَا رَہ گیا۔

رَسُولَ رَبِّهِمْ مَفْعُولٌ بِعَصَوَا کا۔

ترجمہ ہوگا۔

پس انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی۔ یعنی ہر قوم نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی۔ اِی فَعَصَىٰ كُلَّ اُمَّةٍ رَّسُولَهَا (روح المعانی)

فَاخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۚ اِی فَاخَذَهُمُ اللّٰهُ سَبِيَّةً ۙ۔ بدیں سبب اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔

اَخْذَةً مَفْعُولٌ مُّطْلَقٌ۔ موصوف،

رَّابِيَةً صِفَةٌ۔ رُبُوًّا بَابُ نَصْرٍ مَّصْدَرٌ مَعْنَى بُرْهَانًا۔ اور زائد ہونا۔ سے اسم فاعل کا

صیغہ واحد مؤنث ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

بدیں سبب اللہ نے ان کو نہایت سختی اور شدت کے ساتھ پکڑا۔

۶۹: ۱۱ = اِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ۔ اِنَّا مَبْتَدَا۔ اِنَّ حَرْفٌ مَّشْبَهٌ بِالْفِعْلِ اور نَا ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَبْتَدَاً مِّنْ مَّكَلِمَةٍ مَّرْكَبٌ هُوَ۔ تَحْقِيقٌ هَمٌّ نَعْنِي تَحْقِيقٌ هَمٌّ۔ حَمَلْتُمْ مَبْتَدَاً كِخْبَرٌ۔ لَمَّا طَغَى الْمَاءُ نَظْرٌ حَمَلْتُمْ كَا۔

فِي الْجَارِيَةِ اِی فِی سَفِينَةِ نُوْحٍ عَلَیْهِ السَّلَامُ؛

لَمَّا مَعْنَى حَبِیْبٌ۔ طَغَى مَاضِيٌّ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ طَغْيَانٌ بَابُ نَصْرٍ وَسَمْعٌ مَّصْدَرٌ

وہ حد سے نکل گیا۔ (جب نگاہ اپنی حد سے گزر جاتی ہے تو بہکنے لگتی ہے اور جب پانی اپنی

حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے) یہاں مراد ہے: جب پانی ہر چیز سے اونچا ہو گیا تھا۔

الجاریۃ۔ کشتی۔

ترجمہ ہوگا۔

جب پانی حد سے گزر گیا تھا تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کر لیا تھا۔

فَاِذْ ذٰلِكَ: حَمَلْتُمْ مِّنْ كُمْ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ هُوَ اس سے مراد تمہارے اسلاف

ہیں۔ کیونکہ تم اس وقت اپنے اسلافِ اعلیٰ کی پشتوں میں تھے۔ تو جب تمہارے اسلاف کو کشتی

میں سوار کیا تو گویا تمہیں کشتی میں سوار کیا۔

== لِنَجْعَلَهَا تَذَكْرَةً :۔ لِنَجْعَلَهَا۔ لام تعلیل کا ہے۔ نَجْعَلَ فعل مضارع جمع متکلم۔  
 جَعَلَ (باب فتح) مصدر سے۔ ہم بنادیں۔ ہم کر دیں۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب،  
 مراد اس سے وہ فعل ہے جس سے مومنوں کو نجات نصیب ہوئی اور کافر ہلاک ہو گئے۔  
 الضمیر للفعلة وہی نجات المؤمنین واغراق الکفرة۔ الکشاف؛ ضمیر نجات المؤمنین  
 واغراق الکفرین کے فعل کی طرف راجع ہے۔

قرآن نے لکھا ہے کہ ضمیر الجاریة (السفينة) کس لئے ہے۔  
 صاحب السیر التفاسیر کا بھی یہی قول ہے۔ لکھتے ہیں۔

وقوله لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذَكْرَةً : ای لِنَجْعَلِ السَّفِينَةَ تَذَكْرَةً لَكُمْ وَمَوْعِظَةً وَعِبْرَةً  
 تذکرتہ، یاد دہانی، نصیحت، یاد کرنے کے قابل چیز، عبرت، موعظت، بروزن  
 تفعلة باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اور فعل نجعل کا مفعول ثانی ہے۔  
 ترجمہ ہو گا۔

تاکہ ہم اس کو (یعنی اس واقعہ کو) تمہارے لئے یادگار بنادیں۔  
 وَتَعِيَهَا : واؤ عاطفہ، تعی مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وَتَعَىٰ (باب ضرب) مصدر  
 ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مزج وہی ہے جو نجعلہا میں ہا کا ہے جس کی اوپر بحث  
 ہوئی ہے اور تاکہ اس کو وہ یاد رکھے۔

أُذُنٌ وَآعِيَةٌ : موصوف و صفت، اُذُنٌ کان مجازاً اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کان  
 لگا کر سنے۔ اور سُنُّ کرمانے۔ وَآعِيَةٌ اسم فاعل، واحد مؤنث۔ وَتَعَىٰ (باب ضرب) مصدر  
 یاد رکھنے والے۔ اُذُنٌ وَآعِيَةٌ یاد رکھنے والے کان۔ وَعَاءٌ برجن کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز بھری  
 جاتی ہے یا رکھی جاتی ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

اور تاکہ یاد رکھنے والے اس کو یاد رکھیں۔ (سمجھیں اور غور کریں)

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

کان سننے اور یاد رکھنے کا ذریعہ ہے اس لئے یادداشت کا فاعل کان کو قرار دیا۔ ورنہ حقیقت  
 میں یاد رکھنے والا دل یا نفس ہے۔ یا کان سے مراد کانوں والے (یعنی اصحابِ اُذُن) مداف  
 (اصحاب) کو حذف کر کے مضاف الیہ (کان) کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

(اول مجاز فی الاسناد ہے اور دوسرا مجاز لغوی یا مجاز فی الحدیث)

۱۳:۶۹ = فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ: ف عاطف، إِذَا ظرف زمان ہے، پھر جب۔ نُفِخَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ نَفْخٌ (باب نصر) مصدر۔ یعنی پھونکنا۔ پھونک مارنا۔ نَفِخٌ۔ ڈھولچی، وہ شخص جس کے ذمہ پھونکنے کی خدمت ہو۔ نَفْخَةٌ ایک بار پھونک مارنا۔ الصُّور نرسنگھا۔ سینگ، شاخ۔ وہ چیز کہ جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام خلق کو مارتے اور جلانے کے لئے پھونکیں گے۔ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ مفعول مالم لیم فاعل۔  
ترجمہ ہوگا۔ پھر جب صور میں ایک بار پھونک مار دی جائے گی۔

**فَإِدَّةُ:** آیات ۵: ۲۰، ۳۶: ۵۱، ۱۸: ۹۹، میں نُفِخَ سے مراد نفخہ دوم ہے آیت ۳۹: ۶۸: وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ مِمَّنْ نَفِخَ أُولَ الْأُولِ مَرَدِّهِ اور اسی آیت میں لَمَّا نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ مِمَّنْ نَفِخَ دُوم مَرَدِّهِ آیت زیر مطالعہ ۱۳: ۶۹ میں نَفِخَ أُولَ مَرَدِّهِ آیت ۲۳: ۱۰۱ مختلف فیہ ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ نفخہ دوم مراد ہے۔

سعید بن جبیرؓ کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی کے نزدیک نفخہ اول مراد ہے اور عطار کی روایت میں حضرت ابن عباس رضی کے نزدیک نفخہ دوم مراد ہے۔ (لغات القرآن)

۱۳: ۶۹ = وَحُمِلَتِ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ جملہ معطوف ہے اور اس کا عطف نُفِخَ پر ہے حُمِلَتِ ماضی واحد مؤنث غائب (باب ضرب) مصدر۔ اٹھانا۔ وہ اٹھائی گئی اور اٹھائی جائے گی) یعنی زمین اور پہاڑوں کو ان کی جگہ سے اٹھایا جائے گا۔

دُكَّتَا: ماضی مجہول تثنیہ مؤنث غائب۔ دَكٌّ (باب ضرب) مصدر سے، یعنی ریزہ ریزہ کرنا۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ کوٹ کر ہموار کرنا۔ اصل میں دَكٌّ نرم اور ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ نرم زمین ہموار اور ریزہ ریزہ ہوتی ہے اسی لئے اسی مناسبت سے اس کی مصدر کے معنی مقرر ہوئے

تمام زمین کو واحد لایا گیا ہے اور تمام پہاڑوں کو واحد لایا گیا ہے۔ لہذا زمین اور پہاڑوں کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اور جگہ آسمانوں اور زمین کو علیحدہ علیحدہ واحد لاکر دونوں کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت (۲۱: ۳۰) إِنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان دونوں کو جدا جدا کر دیا۔

دَكَّةٌ مفعول مطلق موصوف واحد صفت، اسم فاعل واحد مؤنث۔ ایک ہی بار میں

یعنی زمین اور پہاڑوں کو یکبارگی اٹھا کر کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا:

۶۹: ۱۵ = فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ. فَنَلْقِيكَ كَأَنَّ يَوْمَئِذٍ نَفْسٌ وَقَعَتْ كَأَنَّ  
پس اس روز وقوع پذیر ہو جائے گی وقوع پذیر ہونے والی۔ یعنی قیامت برپا ہو جائیگی  
الواقعة: وَقَعُ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث وَقَعَتْ (باب فتح) مصدر۔

۶۹: ۱۶ = وَالنُّشُقَاتِ السَّمَاءِ فِيهِ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ. وَأَوَّعِطُكَ الْغَيْثُ  
وَقَعَتْ بِرَبِّ يَوْمَئِذٍ نَفْسٌ وَقَعَتْ بِرَبِّ وَاهِيَةٌ كَأَنَّ۔

النُّشُقَاتِ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث نَأَسَبَ النُّشُقَاتِ (الفعال) مصدر سے جس کا معنی  
شق ہو جانا۔ پھٹ جانا۔ اور اس روز، آسمان پھٹ جائے گا۔

فِيهِ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ وَاهِيَةٌ (باب ضرب فتح، سمع) مصدر سے اسم  
فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، بمعنی کمزور، بوسیدہ۔ پھٹا ہوا۔ وَاهِيَةٌ کے معنی مشک پھٹ جانا۔ رسی کا  
بند کمزور اور ڈھیلا ہو جانا۔ ابر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا۔ گر پڑنا۔ کمزور ہو جانا۔ دیوار کا گرنے کے قریب  
ہو جانا ہے۔

فِيهِ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ: پس وہ (یعنی آسمان) اس روز بالکل بوجا ہوگا۔

۶۹: ۱۶ = وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ فَيَوْمَئِذٍ  
وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ پر ہے۔ الْمَلَكُ سے مراد فرشتوں کی جنس ہے کوئی خاص فرشتہ مراد نہیں  
أَرْجَائِهَا مضاف مضاف الیہ أَرْجَاءُ رَجَاءٌ کی جمع ہے یعنی کناے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا  
مرجع السماء ہے اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔

صاحب صیاد القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

وہ فرشتے جو آج اپنے قیام، رکوع، سجود، سے آسمان کے چپے چپے کو مزین کئے ہوتے ہیں  
جب آسمان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا تو وہ صفیں باندھ کر کناروں پر کھڑے ہو جائیں گے۔  
وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ تَمَنِّيَةٌ: اس جملہ کا عطف بھی سابقہ  
جملہ کی طرح فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ پر ہے۔

فَوْقَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے اوپر۔ فَوْقَهُمْ ای فوق الملئکة الذین ہم علی  
الارجاء او فوق الثمنیة ہے۔ (بیضاوی) یعنی قیامت کے دن آٹھ فرشتے اطراف آسمان پر مقیم  
ملائکہ کے اوپر یا اپنے اوپر اللہ کے عرش کو اٹھائے ہوتے ہوں گے۔

تَمَنِّيَةٌ اسم عدد۔ آٹھ۔ یہاں آٹھ فرشتے مراد ہیں۔

رایت کا، مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تشریف فرما ہوگا۔ اور فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہیں کہ وہ کسی مکان میں سما سکیں۔ عرش کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے ہے کہ اس نسبت سے عرش کی شان بلند ہو۔ نیز یہ مقام اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات کی جلوہ گاہ ہے۔ کائنات علوی و سفلی میں جس قسم کے تصرفات ہو رہے ہیں جن تدبیروں کا ظہور ہو رہا ہے ان سب کامرکز یہ مقام ہے جسے عرش کہا جاتا ہے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھ کر اپنے فرارض جہان بنانی انجام دیتا ہے اسی طرح عالم وجود میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا منبع اور مصدر یہ مقام ہے اس لئے اسے عرش یعنی تخت الہی سہا گیا ہے (ضیاء القرآن)

لغات القرآن میں منجملہ دیگر توضیحات کے یہ بھی تحریر ہے:-  
امام ابو بکر احمد بن الحسین البیهقی المتوفی ۳۵۸ھ کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں:-  
مفسرین کے اقوال یہی ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہی ہے اور یہ ایک جسم مجسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعے عبادت کو بجالائیں۔ جس طرح کہ زمین میں اس نے ایک گھر پیدا فرمایا اور بنی آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں۔ اور نماز میں اس کی طرف منہ کیا کریں۔ (لغات القرآن ج ۲ لفظ عرش کے محاذ)

۶۹: ۱۸ = یَوْمَ مِئِدٍ : یَوْمَ اسم طرف منصوب، مضاف اذ مضاف الیہ، اسی دن، اسی روز، ایسے واقعات کے دن۔

تَعْرَضُونَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، عَرْضٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ہیں، سامنے ہونا۔ ظاہر و آشکار کرنا۔ تم پیش کئے جاؤ گے۔ تم رو برو لائے جاؤ گے۔ تم سامنے کئے جاؤ گے۔

(یہ پیشی لفظ بعث کے بعد ہوگی۔ خطاب تمام آدمیوں سے ہے یعنی اے انسانو! اس روز حساب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہیں جانا ہوگا۔)

لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب، خَفَاءٌ (باب سمع) مصدر سے نہیں چھپی ہے گی تم سے۔ خَافِيَةٌ خَفَاءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ چھپنے والی پوشیدہ ہونے والی۔ بھید۔

مترجمین نے حسب ذیل اس کے ترجمے کئے ہیں۔

۱:- تم میں سے کسی کا راز نہ چھپ سکیگا۔ (ترجمہ) تم سے کوئی شخص مخفی نہ رہ سکیگا نہ کوئی بات

مخفی ہے گی۔ (تفسیر)۔ تفسیر حقانی

۲۔ تمہاری کوئی پوشیدہ حرکت بھی چھپی نہ رہ سکے گی۔ (تفسیر منطہری)

۳۔ تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ جائے گا۔ (تفہیم القرآن، ضیاء القرآن)

۴۔ ای لا تخفی منکم سورۃ من السواتر الستی تخفونہا۔ (کوئی بھی جسے تم چھپاتے رکھتے تھے وہ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا)۔ السیر التفسیر۔

۵۔ وقیل معناه لا یخفی منکم یوم القیامت ما کان مخفیاً فی الدنیا۔ (الغازن)  
اس کا معنی یہ ہے کہ جو بات دنیا میں تم پر مخفی تھی قیامت کے روز وہ بھی مخفی نہ رہے گی۔

## فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی۔ دو پیشیاں تو جھگڑا کرنے اور معذرتوں کے لئے ہوں گی اور تیسری پیشی کے وقت اعمال نامے ہاتھوں میں نمودار ہو جائیں گے۔ کوئی دائیں ہاتھ لینے والا ہو گا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔ (تفسیر منطہری)

۱۹:۶۹۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبًا بِيَمِيْنِهٖۤ اَف تَرْتِیْبًاۤ اَمَّا حَرْفٌ شَرِّطٌ تَفْصِيْلِيَّةٌ

یعنی لیکن، یا۔ سو۔ مَنْ مَفْعُوْلٌ مَالِمٌ لِيْسِمُ فَاعِلًا۔ اُوْتِيَ مَاضِيٌ مُجْهَوْلٌ وَاَحَدٌ مُذَكَّرٌ غَائِبٌ۔ كِتٰبًا مَضًا  
الیہ مل کر مفعول اُوْتِيَ کا۔ ت تعدیہ کا۔ یَعْنِيَنَّ مَضًا مَضًا الیہ۔ دایاں ہاتھ۔ پس جو دیا  
جائے گا یاد یا گیا، اپنا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں۔ جملہ شرطیہ ہے۔

= فَيَقُوْلُ۔ ف جزائیہ ہے۔ جملہ جزائیہ ہے، پس وہ کہے گا۔

هٰؤُلَاءِ اَقْرَبُوْا كِتٰبِيْہٖ۔ یہ فعل یَقُوْلُ کا مقولہ ہے۔

ہا۔ عربی میں تین طرح آتا ہے۔

۱۔ اسم فعل، یعنی اسم بمعنی فعل امر، لے۔ لو۔ اس وقت الف کو مدودہ پڑھنا بھی جائز ہے

اور دونوں شکلوں میں اس کے بعد کبھی كَ خطاب تمام حالات میں آتا ہے جیسے هٰاكَ

هٰاكَ هٰاَكُمَا هٰاَكُم۔ هٰاَكُنَّ۔

کبھی نہیں آتا اگر مدودہ کے بعد كَ خطاب نہ ہو تو ہمزہ کے اعراب کو تذکرہ، تائید  
افراد، تشبیہ، جمع، مختلف احوال کو ظاہر کرنے کے لئے بولتے رہتے ہیں۔

مثلاً واحد مذکر میں هٰاءٌ واحد مؤنث میں هٰاءٌ۔ تشبیہ مذکر و مؤنث میں هٰاُ و نٰاِ

هٰاُوْنٌ اور جمع مذکر میں هٰاُوْمٌ کہا جاتا ہے یہ آخری لفظ قرآن مجید میں آیت ہذا میں استعمال ہوا

هَاءُ مُاقِرَةٌ اَلِكْتِبِيَّةِ : لومیر اعمال نامہ پڑھو،

۲۔ ہا کی دوسری صورت ضمیر واحد مونث غائب متصل ہے۔ جو بحالت نصب وجر مستعمل ہے۔  
جیسے فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا (۹۱: ۸) اول ضمیر منصوب اور آخری دونوں مجرور ہیں۔

۳۔ ہا تثنیہ کے لئے یہ چار طرح مستعمل ہے

(ا) اسم اشارہ قریب پر آتی ہے جیسے کہ هَذَا - هَذَانِ - هَاتِيْ هَاتَانِ هُوَ لَادٍ  
(ب) اس ضمیر مرفوع پر آتی ہے جس کی خبر اسم اشارہ ہو جیسے هَا أَنْتُمْ أَوْلَادٍ  
رَأَيْتُمْ ضَمِيرٌ مَرْفُوعٌ مُبْتَدَأٌ وَأَوْلَادٌ خَبْرٌ

(ج) نداء کی صورت میں آئی کی لغت ہوتی ہے جیسے يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ - أَيُّهَا السَّاحِرُ  
(د) اگر حرف قسم حذف کر دیا گیا ہو اور اللہ کی قسم کھانا ہو تو لفظ اللہ پر ہا کو لے آتے ہیں  
اور اللہ کی سہزہ کو باقی رکھتے ہیں یا حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے هَا اللَّهُ - هَا اللَّهُ

اقْرَأُوا: فعل امر جمع مذکر حاضر قِرَاءَةٌ (باب فتح ونصر) مصدر۔ تم پڑھو، تم پڑھ لیا کرو  
كِتَبِيَّةٌ - كِتَابِيٌّ مضاف مضاف الیہ۔ میری کتاب، میرا اعمال نامہ۔ تہا، ہا، سکتے  
سکتے جو عموماً حالت وقف میں ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لئے آتی ہے۔ كِتَابِيَّةٌ اسم  
مفعول ہے اِقْرَأُوا کا۔

۶۹: ۲ = ظَنَنْتُ ماضی واحد متکلم ظَنَّ (باب نصر) مصدر۔ میں نے یقین کیا۔ میں نے  
جانا۔

= اِنِّيْ اَبْءُ شَكٌّ هِيْ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اوری ضمیر واحد متکلم سے مرکب ہے۔  
= اِنِّيْ اَبْءُ شَكٌّ هِيْ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اوری ضمیر واحد متکلم سے مرکب ہے۔  
= مُلَاقٍ - مُلَاقَاةٌ (مفاعلتہ) مصدر سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے  
اصل میں مُلَاقٍ مَلَا قِيًّا تھا۔ پہنچنے والا۔ پانے والا۔ مضاف،

= حِسَابِيَّةٌ: حِسَابِيٌّ مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، میرا حساب تہا  
وقف کی ہے ملاحظہ ہو كِتَابِيَّةٌ، آیت ۶۹: ۱۹۔ متذکرۃ الصدر۔

مُلَاقٍ حِسَابِيَّةٌ: اپنے حساب کو، یعنی اپنے اعمال کی سزا و جزا، پالینے والا۔  
۶۹: ۲۱ = فَهُوَ فِي عَيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ - فَتَعْقِبُ كَايَا تَرْتِيبِ كَا هِيْ۔ هُوَ سَمَرٌ  
وہ شخص ہے جسے اس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ لا دیا گیا ہو۔

عَيْشَةٍ زَنْدِگَانِيٍّ - گزران، عَاشٍ لِعَيْشٍ (باب ضرب) کا مصدر ہے، جس کے

معنی جینے کے ہیں۔ موصوف ہے۔

رَا ضِیَّةً، رِضًی۔ رَضًی (باب سَمِعَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے، پسندیدہ، من بجاتی، خوش، صفت، هُوَ مُبْتَدَأٌ فِي عَيْشَتِهِ رَا ضِیَّةً اس کی خبر، ترجمہ ۱۔

پس وہ شخص پسندیدہ زندگی بسر کرے گا:

۲۲:۶۹ = فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ: یہ مبتدأ کی خبر کے بعد دوسری خبر ہے، بلند مرتبہ باغوں میں عَالِيَةٍ عَلُوٌّ (باب نَصَرَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

۲۳:۶۹ = قَطُوفُهَا دَانِيَةٌ: قَطُوفٌ جمع ہے قِطْفٌ کی، قَطُوفٌ مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ، قَطَفْتُ مصدر۔ (باب ضَرَبَ) بمعنی پھل توڑنا درخت سے، قِطْفٌ (رق کی کسر) وہ پھل جو درخت سے توڑے جائیں یعنی خود گرنے والے نہ ہوں بل خواہ توڑ لئے گئے ہوں یا توڑے نہ گئے ہوں مگر توڑے جانے کے قابل ہوں۔

آیت میں وہ پھل مراد ہیں جو اہل جنت بیٹھے کھڑے توڑ سکیں گے،

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جنہ کے لئے ہے قَطُوفُهَا سے مراد قَطُوفُ الْأَعْمَارِ ہا ہے یعنی ان باغوں کے پھل ہیں۔

دَانِيَةٌ: دَنُوٌّ (باب نَصَرَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے نزدیک، جھکی ہوئی۔ جھکنے والی۔ لٹکی ہوئی۔ لٹکنے والی۔ ان باغوں کے پھل جھکے ہوں گے۔

۲۴:۴۹ = كَلُوا وَاشْرَبُوا: ای قیل لہم كَلُوا وَاشْرَبُوا۔ ان سے کہا جائیگا کھاؤ اور پیو۔ هُوَ کی ضمیر آیت ۲۱ متذکرۃ الصدر (م) اگرچہ واحد کی ہے اور كَلُوا وَاشْرَبُوا جمع کے صیغے ہیں۔ لیکن معنی کے لحاظ سے هُوَ جمع ہے۔ اس لئے كَلُوا وَاشْرَبُوا کہنا صحیح ہے اس صورت میں یہ جملہ هُوَ کی خبر ہوگی:

ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو۔

هَيْنًا: هَنَاءٌ (باب فَتْحٌ وَنَصْرٌ) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے: خوش مزہ۔ پاکیزہ۔ هَنَاءٌ مصدر بمعنی خوراک کا خوشگوار ہونا۔ هَيْنًا ضمیر كَلُوا سے حال ہے۔ خوشگوار کے ساتھ بغیر کسی تکلیف کے کھاؤ پیو۔ مزے لے لے کر کھاؤ پیو۔ یا یہ مفعول مطلق کی صفت ہے اور کلام یوں ہے كَلُوا وَاشْرَبُوا أَكْلًا وَشْرَبًا



هَيِّنًا -

بِمَا أَسْلَفْتُمْ - ب یعنی مقابلہ سے یہ وہ بت ہے جو عوض میں دی جانی والی چیزوں پر داخل ہوتی ہے  
مَثَلًا قَوْلُهُ تَعَالَى - أُدْخِلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ (۳۲:۱۶) تم لوگ اپنے نیک اعمال  
کے عوض جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اس بت کو بیت کے لئے اس لئے قرار نہیں دیا کہ جو چیز معاوضہ میں ملا کرتی ہے وہ کبھی کمفیت  
میں بھی دیدی جاتی ہے لیکن مسبب کا بدون سبب کے پایا جانا ناممکن ہے (الاتقان حصہ اول چالیسویں  
نوع ۱) - مَا مَوْصُولُهُ : أَسْلَفْتُمْ صَلَہ۔

أَسْلَفْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر - اسْلَافٌ (افعال) مصدر - تم آگے بھیج چکے - تم پہلے کر چکے -  
مَا سَلَفَ جو پہلے ہو چکا - اسْلَافٌ پہلے لوگ (سَلَفٌ کی جمع) آباء و اجداد - جو پہلے گذر چکے :  
بِمَا أَسْلَفْتُمْ بوضوح (اعمال صالحہ کے) جو تم پہلے (یعنی دنیا میں) کر چکے -

= الْآيَاتِ الْخَالِيَةِ - موصوف و صفت ، الْخَالِيَةِ : خَلْوٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا  
صیغہ واحد مؤنث بمعنی گزرنے والی - گزشتہ - گزشتہ ایام میں ، دنیا کے اندر - خالی وہ زمانہ یا مکان  
جس کو کوئی بھرنے والا نہ ہو - خالی زمانہ ، وہ زمانہ جس میں اہل زمانہ باقی نہ رہے ہوں - باقی نہ رہنے کے  
لئے گزر جانا لازم ہے - اس لئے خالی کا معنی ہو گیا ماضی ،  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے -

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ : (۱۲۴:۳) اس سے پہلے پیغمبر گذر چکے ۔

= ۲۵:۶۹ قَاتَا مِنْ أُوْتِي كِتَبَهُ لِسِمَالِهِ : سِمَالِهِ مضاف مضاف الیہ - اس کی بائیں طرف  
اس کے بائیں ہاتھ میں - (نیز ملاحظہ ہو ۱۹:۶۹ متذکرۃ الصدق) -

فَيَقُولُ - میں فت تعقیب کی ہے - جس پر وہ (اپنے اعمال بد اور ان کا بُرا انجام دیکھ کر)

کچھ گاہے

يَلِيَّتِي ، یا حرف نداء منادی محذوف (یعنی اے قوم) کَيْتَ حرف مشبہ بالفعل : اسم کو  
نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع - تمنا کے لئے مستعمل ہے - کاش ! نئی - اسم ہے : يَلِيَّتِي ؛  
کاش مجھے ۔

= لَمْ أُوْتِ : مضارع مجہول نفی جہد بکلمہ ؛ صیغہ واحد متکلم - اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر - أُوْتِ  
اصل میں أُوْتِي تھا - لَمْ کے عمل سے تی حذف ہو گئی - اور مضارع ماضی کے معنی میں تبدیل  
ہو گیا - كِتَابِيَةُ : ساکنہ - (دیکھو متذکرۃ الصدق) کِتَابِيُ میرا اعمال نامہ - میری کتاب ا

ترجمہ ہوگا۔

اے قوم کاش مجھے میرا اعمال نامہ نہ ہی دیا جاتا۔

۲۶:۶۹ = وَلَمْ أَذِرْ مَا حِسَابِيَّةٍ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے: لَمْ أَذِرْ مَضَارِعَ

نفی جملہ بکرم۔ اذِرِ اصل میں اذِرِي تھا۔ لَمْ کے آنے سے سی حذف ہو گئی۔

لَمْ أَذِرْ نَفِي جملہ بکرم مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ وَرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر

جس کے معنی کسی چیز کے متعلق جاننے اور معلوم کرنے کے ہیں۔ وَلَمْ أَذِرْ اور میں جانتا ہی نہ ہوتا اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا۔

مَا حِسَابِيَّةٍ: مَا استفہامیہ ہے حِسَابِيَّةٍ میں لا ساکنہ ہے جیسا کہ اوپر آیت ۱۹ میں

مذکور ہوا۔ جملہ ہذا لَمْ أَذِرْ کا مفعول ہے اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے۔

۲۷:۶۹ = يَلِيْتَهَا۔ یا حرف نداء منادی محذوف۔ کَيْتَ حرف مشبہ بالفعل، ہا اسم

اے قوم کاش وہ..... ہا سے مراد وہ نفخہ یا دنیاوی زندگی کے بعد موت ہے یا زندگی کے بعد عدم کی حالت ہے۔

كَانَتْ الْقَاضِيَةَ: كَانَتْ ماضی و احد مؤنث غائب؛ كَوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ ہو گئی

وہ ہو گئی ہوتی۔ (ماضی تمنائی) كَانَتْ کا اسم فاعل يَلِيْتَهَا کی ہا ہے یعنی دنیاوی زندگی کے بعد موت یا عدم کی حالت،

الْقَاضِيَةَ۔ اسم فاعل واحد مؤنث، قَضَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی فیصلہ

کرنا۔ طے کرنا۔ آخری قطعی حکم اور قطعی عمل: آیت ہذا میں عملی قضاء مراد ہے؛ یعنی ختم کر دینے والی

ایسی موت جس کے بعد زندگی نہ ہو۔ کام تمام ہو جائے۔ الْقَاضِيَةَ خبر ہے كَانَتْ کی لہذا منصوب ہے

يَلِيْتَهَا كَانَتْ الْقَاضِيَةَ: اسی کاش دنیاوی زندگی کے بعد موت، اسی کام تمام کر دینے والی ہوتی

رنہ میں دوبارہ زندہ ہوتا نہ اعمال نامہ دیکھنے کی نوبت آتی۔

۲۸:۶۹ = مَا اَعْنِي عَنِّي مَالِيَّةٌ۔ مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ انکاریہ بھی

کیا کام آیا مال۔ یعنی کام نہ آیا۔

اَعْنِي ماضی و احد مذکر غائب۔ اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ کام آیا۔ اس نے

غنی بنا دیا۔ اس نے دولت دی۔

مَالِيَّةٌ میں لا سکتے کی ہے۔ دیکھو ۶۹:۱۹ مذکورہ بالا)

مَالِي۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا مال۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ مال میرے کسی کام آیا (یعنی نہیں آیا)

هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَّةٌ: هَلَكَ ماضی واحد مذکر غائب هَلَكُ (باب ضرب) مصدر۔  
 وہ مر گیا۔ وہ جاتا رہا۔ عَنِّي حرف ہار۔ ن دقائیر می ضمیر متکلم مجبور۔ مجھ سے: سُلْطَانِيَّةٌ  
 طاقت کی، سُلْطَانِيَّةٌ مضاف مضاف الیہ۔ میری حکومت، میری سلطنت، میری وہ جتیں جو  
 میں دنیا میں پیش کیا کرتا تھا۔ اور میری سلطنت مجھ سے جاتی رہی۔ میرا اقتدار مجھ سے جاتا رہا۔  
 ۳۰:۶۹ = خُذُوا - خُذُوا فعل امر جمع مذکر حاضر اخذ (باب نصر) مصدر بمعنی پکڑ لینا  
 - کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ای قیل خذوا۔ کہا جائے گا یا حکم ہوگا۔ اس کو پکڑ لو۔  
 = فَخَاوُةٌ ف عاطفہ غُلُوا فعل امر جمع مذکر حاضر غُلَّ (باب نصر) مصدر۔ اَلْغُلُّ کے  
 اصل معنی کسی چیز کو اوپر اڑھنے یا اس کے درمیان میں چلے جانے کے ہیں۔ اسی سے غُلُّ اس پانی  
 کو کہا جاتا ہے جو درختوں کے درمیان سے بہ رہا ہو۔ غُلُّ (طوق) خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس  
 سے کسی کے اعضاء جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے اس کی جمع اغلال آتی ہے۔  
 غُلُّوا طوق پہنادو۔ ہاتھ پاؤں اور گردن میں قید ڈال دو، کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے۔  
 ۳۱:۶۹ = ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے یعنی پھر، اس کے بعد

صاحب تفسیر مظہری تحریر فرماتے ہیں۔

اس جگہ اور اس کے بعد ثُمَّ کے لفظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہر آئندہ مصیبت کچھلی  
 مصیبت سے بہت زیادہ سخت ہوگی۔ (اول گرفتاری، اس کے بعد ہاتھ پاؤں کی گردن سے بندش  
 اس کے بعد جہنم میں داخلہ بہت سخت ہوگا۔)

الْحَبِجِيمُ: دوزخ، دہکتی ہوئی آگ، جَحْمٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی آگ کا سخت پھرنے والا  
 یہ فعل صَلَّوْا کا مفعول ہے مفعول کو فعل سے پہلے حصر کے لئے لایا گیا ہے۔  
 صَلَّوْا: صَلَّوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَصْلِيَّةٌ (تفعیل) مصدر سے:  
 جس کے معنی آگ میں داخل کرنے کے ہیں کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، پھر اس کو سخت  
 پھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو،

۳۲:۶۹ = ثُمَّ پھر (نیز ملاحظہ ہو ۳۱:۶۹ متذکرۃ الصدہ۔)

سِلْسِلَةٌ زنجیر، واحد۔ سَلَّ سِلٌّ جمع زنجیریں۔

= ذُرْعَاهَا، مضاف مضاف الیہ۔ اس کا طول، اس کی درازی۔ اس کا ناپ۔ ذُرْعٌ (باب  
 فتح) مصدر سے جس کے معنی پیمائش کرنے اور ناپنے کے آتے ہیں۔

ذِرَاعًا: ذِرَاعٌ واحد۔ اَذْرِعٌ جمع، بازو، ہاتھ سمیت کہنی تک کا حصہ (اردو میں بھی

اس ماپ کو ہاتھ بھی کہتے ہیں مثلاً دو ہاتھ لمبا۔

فَانَسَلُوا : ف زائد ہے اَسَلُوا فَعَلَ امر جمع مذکر حاضر، مَسَلُوا رَبَّابِ نَصْرٍ مصدر سے  
 مَسَلَتْ لَيْسَلُكُ چلنا۔ داخل ہونا۔ داخل کرنا۔ اسی سے مَسَلَتْ لَطْرِي تار۔ اور لاسلکی (بلاتار) ہے  
 اور اسی سے مَسَلَتْ طَرِيقَهُ دین کا ضمیمہ مفعول واحد مذکر غائب :  
 ترجمہ ہو گا۔

پھر ستر ہاتھ لمبے زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔

۶۹: ۳۳ = اِنَّهُ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ : یہ جملہ عذاب مذکور کی علت ہے یہ عذاب  
 اسے اس لئے دیا جائے گا کیونکہ وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔  
 ۶۹: ۳۴ = وَلَا يَحْضُ عَلٰی طَعَامِ الْمَسْكِيْنِ اس کا عطف آیت سابقہ پر ہے : لَا يَحْضُ  
 مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حَضَّ (باب نصر) مصدر سے جس کا معنی ہے کسی کو کسی کام کے لئے  
 آمادہ کرنا ہے۔ ترغیب دینا یا ابھارنا ہے۔

عَلَى حروف جر میں سے ہے۔ کثیر المعانی ہے۔ یہاں اس کے معنی "کے لئے" ہیں

طَعَامِ الْمَسْكِيْنِ مضاف مضاف الیہ (مجرور)  
 ترجمہ ہو گا۔

اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی کسی دوسرے کو ترغیب دیتا تھا۔

۶۹: ۳۵ = فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هُنَا حَمِيْمٌ وَ سَبِيْهٌ یعنی بسبب اس بات کے  
 کہ وہ نہ عظمت والے اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی کسی کو ترغیب دیتا تھا  
 راز خود کھانا کھلانا تو درکنار آج کے دن اس کا کوئی یار و مددگار نہ ہو گا۔

الْيَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔ هُنَا حَرْفِ هَا حَرْفِ تَنْبِيْهٍ هُنَا اسْمِ ظَرْفِ

یہاں۔ اس جگہ۔ حَمِيْمٌ دوست : مددگار۔ یار۔

۶۹: ۳۶ = وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غَسْلِيْنٍ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور نہ ہی  
 (اس کے لئے یہاں) کھانا ہو گا سوائے غَسْلِيْنِ کے۔

غَسْلِيْنٍ - غُسْلٌ مصدر سے (باب ضرب)

را، زخموں کا دھوون یعنی کافر دوزخیوں کے زخموں سے نکلنے والا پانی۔ پیپ۔

۲، دوزخ کے ایک درخت کا نام ہے

۳، ای صلید اهل النار الخارج من بطونهم لاكلهم شجرة الغسليين۔

غسلین کا درخت کھانے پر دوزخیوں کے پیٹ سے نکلنے والی پیپ :

۶۹: ۳۷ : لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِئُونَ استثناء مفرغ ہے (یعنی وہ استثناء جس کا مستثنیٰ مذکور نہ ہو) یعنی خطا کاروں کے سوا اس کو کوئی نہ کھائے گا۔

خَا طِئُوْنَ - گنہگار، خَطَا (باب بمع) مصدر۔ (خ ط ع مادہ) بمعنی چوک جانا۔ گناہ کرنا  
الْخَطَاءُ کے معنی صحیح جہت سے عدول کرنے کے ہیں۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

۱۔ کوئی ایسا کام بالارادہ کرے جس کا ارادہ بھی مناسب نہ ہو۔ یہ خطا، تام ہے جس پر متواخذہ ہوگا۔  
اس معنی میں فعل خَطِيئٌ يَخْطِئُ خَطَاً بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے۔

۲۔ ارادہ تو اچھا کام کرنے کا ہو لیکن غلطی سے بُرا کام سرزد ہو جائے۔ اس صورت میں

کہا جائے گا اَخْطَا يُخْطِئُ اِخْطَاءً فَهُوَ مُخْطِئٌ (باب افعال)

۱۳ غیر مستحسن فعل کا ارادہ کرے لیکن اتفاق سے مستحسن فعل سرزد ہو جائے۔ اس صورت میں  
فعل تو درست ہے لیکن ارادہ غلط ہے لہذا اس کا قصد مذموم ہو گا مگر فعل بھی قابل ستائش  
نہیں ہے۔

خَا طِئُوْنَ بالارادہ گناہ کرنے والے کو کہتے ہیں خِطَاً سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر

بالارادہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے۔ (المفردات)

۶۹: ۳۸ = فَلَا أُقْسِمُ - میں لا نفی کا بھی ہو سکتا ہے جس کی دو صورتیں ممکن ہیں!

۱۔ بات صاف ظاہر ہے قسم کھا کر پختہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲۔ لا کا تعلق کلام محذوف سے ہے یعنی کافر جو یہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن

کی نسبت خدا کی طرف غلط کی ہے۔ یہ خود شاعر اور کاہن ہے اور شر و نشر کچھ نہ ہوگا۔ یہ

باتیں سچ نہیں ہیں میں قسم کھاتا ہوں۔ (تفسیر مظہری)

جہور مفسرین کے نزدیک لَا أُقْسِمُ میں لَا تاکید کا ہے۔

لغات القرآن میں ہے۔

أُقْسِمُ میں قسم کھاتا ہوں۔ اِقْسَامٌ (افعال) سے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ مضارع

کا صیغہ واحد متکلم۔ یہ دراصل قَسَامَةً سے ماخوذ ہے۔ قسامت وہ قسمیں ہیں جو اولیاء مقتول

پر تقسیم کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔

۱۔ اپنی ذات مقدسہ کی؛

۲۔ اپنے افعال حکیمانہ کی۔

۳۔ اپنی مخلوق کی۔

مخالفین قرآن پر جو اعتراض کرتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قسمیں کیوں کھائیں۔ یہ اعتراض طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ مختلف طور پر دہرایا جا رہا ہے لیکن قسم کی حقیقت اور تاسخ پر ذرا غور و فکر کی زحمت گوارا کی جائے تو یہ عقده خود بخود حل ہو جائے گا۔

اصل میں قسم کا استعمال ابتداءً اس طرح شروع ہوا کہ جب کوئی اہم واقعہ بیان کیا جاتا تو اس کی صحت اور تصدیق کے لئے کسی شخص کی گواہی پیش کی جاتی یہی طریقہ جب بڑھنے لگا تو انسان کے علاوہ حیوانات و جمادات کی شہادت بھی معرض ثبوت میں آنے لگی۔ مثلاً ہم خود اپنی زبان میں کہتے ہیں ”درود یوار اس بات پر شاہد ہیں، آسمان و زمین اس پر گواہ ہیں۔ اس نے جنگ میں جس طرح جان بازی کے جوہر دکھائے میدان جنگ اس کی گواہی دے سکتا ہے وغیرہ، وغیرہ۔ عربی زبان میں اس کی ہزاروں مثالیں ہیں۔ اس قسم کی شہادتوں سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ چیزیں زبان حال سے اس کی شاہد ہیں۔ یعنی اگر ان میں ذرا بھی بولنے کی سکت ہوتی تو ضرور کہہ اٹھتیں کہ ہاں یہ واقعہ سچ ہے، یہی طریقہ آگے چل کر قسم کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

چنانچہ خود قرآن مجید میں بھی شہادت کا لفظ قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

سورۃ منافقون میں ارشاد ہے۔

اِذَا جَاءَكَ الْمُنْفِقُونَ قَالُوا لَنْ نَسْهَدَ اِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ  
اِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنْفِقِينَ لَكٰذِبُونَ ؕ اِتَّخَذُوا اٰيْمَانَهُمْ  
حٰجَةً ۗ (۶۳: ۱-۲)

منافقین جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک تو اس کا رسول ہے لیکن خدا شہادت دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔

آیت مذکورہ میں منافقین کے الفاظ میں قسم کا کوئی لفظ مذکور نہیں ہے صرف

شہادت کا لفظ استعمال ہوا ہے قرآن مجید نے اس شہادت کو قسم قرار دیا ہے اس کا اثر یہ ہے کہ آج بھی ہم اپنی زبان میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں » اللہ جانتا ہے، خدا گواہ ہے، خدا شاہد ہے عربی زبان نے جب وسعت اختیار کی تو بعض حروف قسم کے ساتھ خاص ہو گئے جیسے واؤ ب۔ ت۔ و۔ اللہ۔ باللہ۔ تاللہ۔ کہیں صاف لفظ قسم ہوتا ہے اور کبھی لا کے ساتھ آتا ہے جیسے لا اُقْسِمُ، اور کبھی جملہ پر لام لاکر قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعْمَرُكَ (۱۵: ۷۲) اب قسم کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے:-

ایک یہ ہے کہ جب کوئی چیز بیان کی جائے اور اس کے ثبوت پر کوئی شہادت پیش کی جائے چاہے وہ شہادت ذی روح کی ہو یا غیر ذی روح کی ہو، زبان حال ہو یا زبان قال صا دوم یہ کہ کسی چیز کی توثیق و اثبات کے لئے کسی عظیم الشان شے یا کسی عزیز چیز کی قسم کھائی جائے یہ دوسرے معانی قسم کے حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی ہیں جو بعد میں چل کر پیدا ہو گئے۔ جہاں جہاں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے قسم کا لفظ آیا ہے وہ پہلے معنی کے لحاظ سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہایت کثرت سے شمس و قمر، یل و نہار، ابر و باد، کوہ و صحرا، چرند، پرند، دریا اور سمندر غرض جا بجا، مظاہر قدرت کی نسبت آیت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں جن چیزوں کو اکثر مواقع پر آیات کے لفظ سے تعبیر کیا ہے انہی کی جا بجا قسم بھی کھائی ہے جس کے صاف معانی یہ ہیں کہ یہ تمام چیزیں اس کے وجود اور عظمت و شان پر شہادت دے رہی ہیں اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔

یہ بھی خیال رہے کہ قسم، یمن، حلف، عام لوگ ان تینوں کو ہم معنی خیال کرتے ہیں جس کی بنا پر بڑی غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ ان سب الفاظ کے معانی اور مفہوم بالکل جدا ہیں قسم کے معنی ہیں کسی چیز کی صحت اور تصدیق کے لئے گواہی پیش کرنا۔ قرآن مجید میں جو قسمیں مذکور ہیں ان سب کے یہی معنی ہیں کہ جن چیزوں پر قسم کھائی گئی ہے وہ خدا کے وجود پر اس کی قدرت اور شان پر اور اس کی عظمت و اقتدار پر شہادت دے رہی ہیں۔

سورۃ فجر میں ارشاد ہے:-

وَالْفَجْرِ وَ لَيَالٍ عَشْرٍ وَالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَمٌ لِّذِي حَبْرٍ (۸۹: ۱-۵) فجر دس راتیں جفت و طاق اور رات جب چلنے پر ہو ان سب باتوں میں صاحب عقل کے لئے قسم ہے، یعنی یہ سب چیزیں عقل مند کے نزدیک خدا کے وجود اور اس کی قدرت پر زبان حال سے گواہی دے رہی ہیں۔ یٰمٰنِیْنَ کے معنی ہاتھ کے ہیں یہ لفظ عموماً

معاهدات کی توثیق کے لئے استعمال ہوتا ہے گویا دوسرے معاہدہ کو ضامن دینا ہوتا ہے۔  
امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

والیمن فی الحلف مستعارٌ فی الید اعتبارًا بما یفعلہ المعاهد و  
المحالف غیرًا۔ معاہدہ کرنے والا اور حلیف جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے  
یمن حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے:

یمن کا لفظ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے کہیں استعمال نہیں فرمایا۔  
حلف کا لفظ ان دونوں لفظوں سے وسیع ہے، لیکن اس کے مفہوم میں ذمات و ذلت  
شامل ہے۔ اور اس کا استعمال بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح آجکل عوام قسمیں کھاتے  
ہیں اسی وجہ سے قرآن مجید میں حلاف کے لئے ہمہین کا لفظ قابل اہانت استعمال کیا گیا،  
ارشاد باری ہے:-

وَلَا تُلْعَبْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (۶۸: ۱۰) اور تو کہانہ مان ہر قسمیں کھانے والے بے قدر کا  
یہ لفظ جہاں آیا ہے منافقین کی زبان سے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے لئے  
کہیں بھی استعمال نہیں فرمایا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو اپنی ذات پاک کی قسمیں کھائی ہیں وہ یہ ہیں:-  
۱۔ قُلْ اِیُّ وَرَبِّیْ اِنَّہٗ لَحَقُّ (۱۰: ۵۳) کہہ دو کہ ہاں خدا کی قسم یہ سچ ہے۔  
۲۔ قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴: ۷) کہہ دو ہاں میرے پروردگار کی قسم تم ضرور اٹھا  
جاؤ گے۔

۳۔ فَوَرَبِّکَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیْطٰنِیْنَ (۱۹: ۶۸) تمہارے پروردگار کی قسم!  
ہم ان کو جمع کر دیں گے اور شیطانوں کو بھی۔

۴۔ فَوَرَبِّکَ لَنَسَلْنَهُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ (۱۵: ۹۲) تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان سے  
ضرور باز پرس کریں گے؛

۵۔ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۴: ۶۵) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ مومن  
نہیں ہوں گے؛

۶۔ فَلَا اُقْسِمُ بِوَجْهِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ (۷۰: ۴۰) پس میں قسم کھاتا ہوں  
مشرقوں اور مغربوں کے رب کی؛

۷۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے علاوہ اپنے فعل کی قسم کھائی ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے



وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَّهَا - وَنَفْسٍ وَمَا سَوَّاهَا (۹۱: ۵-۷) قسم ہے آسمان کی جس نے اسے بنایا۔ اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلا یا۔ اور انسان کی اور اس کی جس نے اس کے اعضاء کو درست بنایا۔

۱- اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مفعول (مخلوق) کی قسم بھی کھائی ہے، جیسے

۱- وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ (۱: ۵۲) قسم ہے تارے کی جب غائب ہونے لگے۔

۲- وَالطُّورِ - (۱: ۵۲) قسم ہے (کوہ) طور کی۔

۳- وَكِتَابٍ مُّسْتَوٍ (۲: ۵۲) اور قسم ہے کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے۔ وغیرہ ذلک

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:-

۱، التبیان فی اقسام القرآن، مصنف علامہ ابن قیمؒ

۲، امعان فی اقسام القرآن // علامہ حمید الدین فراہی۔

۳، الا لقان فی علوم القرآن حصہ دوم نوع ۶، مصنف علامہ جلال الدین سیوطیؒ

== بِمَا تُبْصِرُونَ: ما موصولہ، تَبْصِرُونَ صلہ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر

إِبْصَارٌ (افعال) مصدر۔ تم دیکھتے ہو؛

۳۹: ۶۹ = وَمَا لَا تُبْصِرُونَ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

اور ان چیزوں کی، جن کو تم نہیں دیکھ سکتے؛

آیات ۳۸: ۳۹ میں اول الذکر سے مراد وہ چیزیں ہیں جو صفات خداوندی کی

منظہر ہیں۔ اور جن کو عقل یا چہرہ کی آنکھوں سے دیکھا جاسکتا ہے۔

مؤخر الذکر سے مراد وہ صفات و ذوات مراد ہیں جن کی حقیقت نہ دانش و فہم

نظر آتی ہیں نہ آنکھوں سے؛

ایک قول یہ بھی ہے کہ اول سے مراد اجسام اور دوسرے سے ارواح۔

یا اول سے مراد انسان اور دوسرے سے مراد جن و ملائکہ؛

یا اول سے مراد ظاہری اور دوسرے سے باطنی نعمتیں۔

یا اول سے مراد وہ علم ہے جس کو اللہ نے ملائکہ، جن و انس پر ظاہر کر دیا ہے اور

دوسرے سے مراد وہ خصوصی علم ہے جس سے اور کوئی واقف نہیں ہے۔

۶۹: ۴۰ = إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ جملہ جواب قسم ہے إن حرف تحقیق، حرف

مشبہ بالفعل میں سے ہے، لام تاکید کی، اور جملہ اسمیہ، تینوں جواب قسم کی تاکید میں آئے ہیں

قَوْلٌ - بات - کہنا مصدر یا مفعول، مضاف رَسُوْلٍ کَرِيْمٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ بے شک یہ (قرآن) معزز رسول کا قول (کلام) ہے۔  
۶۹: ۴۱ = وَمَا هُوَ بِقَوْلٍ شَاعِرٍ: یہ جملہ، جملہ سابقہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِيْمٍ کی تاکید کے لئے آیا ہے، اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔

قَلِيْلًا مَا تُؤْمِنُوْنَ ه قَلِيْلًا میں نصب مصدریت (مفعول مطلق) کی بناء پر ہے یا ظرفیت (مفعول فیہ) کی بناء پر اور مَا زائدہ تاکید قلت کے لئے ہے یعنی بہت ہی کم نہ ہونے کے برابر۔

تفسیر ماجدی میں ہے:-

قَلِيْلًا - یہ قلت دونوں جگہ عدم کے معنی میں ہے و قَلِيْلٌ يَعْبُرُ بِهِ عَنِ النَّفْيِ (اور قلیل نفی سے تعبیر کی گئی ہے (راغب)

القلة فی معنی العدم قلت عدم کے معنی میں آیا ہے (الکشاف)  
والعرب يقولون قلما یا تینا یریدون لا یا تینا۔ عرب قلما یا تینا روہ بہت ہی کم ہمارے پاس آتا ہے) کہہ کر مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں آتا، (تفسیر کبیر) تفسیر منطہری میں ہے:-

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قلیل ایمان سے مراد نفی ایمان ہے یعنی بالکل ایمان نہیں رکھتے ہو، جیسے اس شخص سے تم کہو جو تمہاری ملاقات کو نہیں آتا کہ آپ تو بالکل کم ہی ہم سے ملاقات کرتے ہیں یعنی نہیں کرتے:

مندرجہ بالا تفاسیر کی روشنی میں ترجمہ ہوگا:-

لیکن تم ایمان ہی نہیں رکھتے۔

تُوْمِنُوْنَ - مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِيْمَانٌ (افعال) مصدر۔ تم ایمان رکھتے ہو

۶۹: ۴۲ - وَلَا يَقُولِ كَاھِنٍ، جملہ هذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو تخمینے سے ماضی کے خفیہ واقعات کی خبر دیتا ہے چونکہ اس فن کی بناء ظن پر ہے جس میں صواب و خطا کا احتمال پایا جاتا ہے لہذا اسے کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قَلِيْلًا مَا تَدَّكُرُوْنَ ه (لیکن) تم غور ہی نہیں کرتے، لیکن تم لوگ بہت ہی کم دھیان

دیتے ہو (راغب)

۴۳:۶۹ = تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ اِیٰ هُوَ تَنْزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ هُوَ مَبْدَا۔ تَنْزِيلٌ اس کی خبر۔ من رب العالمین متعلق خبر۔

تَنْزِيلٌ بروزن تَفْعِيلٌ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ یعنی وہ قرآن اتارا ہوا ہے

رب العالمین کی طرف سے :

۴۴:۶۹ = وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا ۚ وَاذْ عَاطِفٌ ۚ لَوْ حَرَفَ شَرْطَ تَقَوَّلَ مَا صَنَىٰ كَاصِفٍ وَاوَّاحِدٍ مَّا ذَكَرَ غَآبَ تَقَوَّلَ (تَفَعَّلٌ) مصدر سے۔ اس نے بنایا۔ اس نے گھڑ لیا۔ اس نے باندھ لیا۔

تَقَوَّلَ کے معنی اپنے دل سے گھڑ کر دوسرے کی طرف سے کہہ دینا۔

اَقَاوِيلٌ جمع اقوال کی جو جمع ہے قَوْلٌ کی، بمعنی بات جیسے ابا بیت جمع ہے ابیات کی جو جمع ہے بَيْتٌ کی۔ تَقَوَّلَ کی مناسبت سے یہاں اقوال سے مراد بھی اقوال المفتراة (من گھڑت اقوال) یا جائے گا۔

ترجمہ ہوگا۔

اگر وہ گھڑ کر بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا۔

۴۵:۶۹ = لَا خِذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ یَمِينٌ سے مراد دایاں ہاتھ ہے یا اس کا معنی طاقت بھی ہے :

یہی صورت میں ترجمہ ہوگا :

تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے،

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔

تو ہم اس کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

۴۶:۶۹ = ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ ثُمَّ عَاطِفٌ تَرَخِي دَقَّتْ كَلِمَةٌ مَعْنَى بَحْرٍ ۚ لَامٌ تَأْكِيدٌ كَالْقَطْعِ مَا صَنَىٰ جَمْعٌ مِّثْلُ قَطَعٌ (بَابُ فَتْحٍ) مصدر سے، ہم کاٹ دیتے هِنَهُ الْوَتِينَ اس کی زندگی کی رگ، دل کی رگ۔

لسان العرب میں ہے :-

الوتين عرق في القلب اذا انقطع مات صاحبه، دل کی رگ جب وہ کٹ جائے تو انسان فوراً مر جائے۔

ترجمہ ہوگا :- تو پھر ہم اس کے دل کی رگ کاٹ دیتے۔

۴۷:۶۹ = فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ۔ مَا نَافِيَةٌ هِيَ مِنْكُمْ خُطَابِ عَامٍ  
 ہے ای ایہا الناس اے لوگو! مِنْ أَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے أَحَدٍ مبتدأ حَاجِزِينَ  
 اس کی خبر۔ (احد لفظ واحد لیکن معنی جمع آیا ہے اس لئے حَاجِزِينَ کو جمع لایا گیا ہے  
 عَنْهُ ای عن هذا الفعل وهو القتل۔ اس سے مراد یہ فعل یعنی وتین کاکاٹ دینا  
 اور صاحب رگ کو مار ڈالنا۔  
 ترجمہ ہوگا۔

پھر تم میں سے کوئی ان کو اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی)  
 حَاجِزِينَ : حَجَزَ (باب نصر، ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر معنی روکنے والے۔  
 الحجز کے معنی دو چیزوں کے درمیان روک اور حد فاصل بنانے کے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا  
 وجعل بين البحرين حاجزا (۲۶: ۶۱) اور (کس نے دو دریاؤں کے درمیان اوٹ بنا دی  
 ۶۹: ۴۸ — وَإِنَّهُ لَتَذَكَّرٌ لِلْمُتَّقِينَ : إِنَّهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب قرآن مجید کے لئے  
 ہے لام تاکید کا۔ تذکرہ بروزن (تفعلة) باب تفعیل کا مصدر ہے یاد دہانی، نصیحت،  
 یاد رکھنے کی چیز۔

مُتَّقِينَ اتقأ (افتعال) سے مصدر۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت جبر۔ پرہیزگار لوگ  
 تَقْوَى اسم مصدر۔ یعنی نفس کو خوف کی چیز سے بچانا۔ اور شرع کی اصطلاح میں گناہ کی بات سے  
 نفس کی حفاظت کو تقویٰ کہتے ہیں۔

۶۹: ۴۹ — وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ، وَإِذْ عَاطَفْنَا ابْنَ مَرْيَمَ إِذْ نَبَاكَ بِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ  
 تاکید کا۔ نَعْلَمُ مضارع جمع متکلم۔ عِلْمٌ باب سمع مصدر سے اَنَّ حرف تحقیق، حرف مشبہ  
 بالفعل میں سے ہے معنی بے شک، مِنْ تَبْعِيضِيَّةٌ ہے مُكَذِّبِينَ تَكْذِيبٌ (تفعیل)  
 مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ جھٹلانے والے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے  
 والے ہیں۔

۶۹: ۵۰ = وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ : وَإِذْ عَاطَفْنَا ابْنَ مَرْيَمَ إِذْ نَبَاكَ بِمِثْقَالِ ذَرَّةٍ  
 بے شک، کافروں کا مرجع قرآن مجید ہے لام تاکید کا۔ اور بے شک یہ قرآن باعث حسرت ہوگا  
 کفار کے لئے۔

۶۹: ۵۱ = وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ، لَامُ تَاكِيدٌ كَمَا فِي حَقِّ الْيَقِينِ : صِفَتُ كِي إِضَافَةٌ  
 موصوف کی طرف ہے حق صفت ہے اور یقین موصوف ہے۔ مطلب ہے إِنَّهُ الْيَقِينُ

الْحَقُّ: یعنی ایسا یقین جو سراسر حق ہے جس میں باطل کی ذرا ملاوٹ تک نہیں۔  
یہاں حق کی یقین کی طرف اضافت تاکید اور زیادت تو ضیح کے لئے ہے۔  
بغوی نے لکھا ہے۔ اضافت الی نفسہ ہے یقین اور حق دونوں ایک ہیں لیکن لفظ

دو ہیں

۵۲:۶۹ — فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ: و ترتیب کا ہے پس، فَسَبِّحْ: امر کا صیغہ واحد مذکر  
حاضر۔ پس تو تسبیح بیان کر اپنے رب کی جو بڑے شان والا ہے

**فائدہ:** حق الیقین۔ حقیقت اگرچہ بذات خود ایک یقینی امر ہے لیکن انسانی قوی و ادراک  
کے لحاظ سے اس کے مختلف مدارج ہیں۔ جہاں تک انسان کسی امر کو اپنی عقل و فہم اور متعلقہ شہادت  
کی بناء پر یقینی قرار دیتا ہے اسے علم الیقین کہتے ہیں۔ کہ اس کو حقیقت کی موجودگی کا علم کی بناء پر یقین  
ہو گیا ہے پھر جب اس حقیقت کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو اسے عین الیقین کہیں گے۔  
لیکن ہمارا علم جو شہادت اور فہم و ادراک پر مبنی ہو وہ کسی حد تک غلطی سے مبرا و بالاتر نہیں ہے۔  
اور نہ ہی ہماری چشم دیدنی۔ کہ اکثر آنکھ بھی دھوکہ کھا سکتی ہے اس لئے عین الیقین بھی نقائص سے مبرا  
نہیں ہے ان ہر دو سے بالاتر حق الیقین ہے۔

اس کی دنیادی مثال یوں ہو سکتی ہے کہ ایک شخص نے دریا کی بہت و کیفیت کو کتابوں  
میں پڑھا اور لوگوں سے سنا تو اس کو دریا کے متعلق علم الیقین ہو گیا۔ پھر جب وہ دریا پر پہنچا اس کو  
اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی روانی کو ساحل دریا پر اس کے پانی کے عمل و دخل کو اس کی وسعت کو  
دیکھا اس کا علم الیقین عین الیقین میں بدل گیا لیکن اس کے باوجود اس کے ذہن سے بعض باتوں کے  
متعلق ابہام و تردد نہ گیا وہ دریا میں اتر گیا تو اس کے جملہ شکوک رفع ہو گئے اس نے حق الیقین کو پایا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۷۰) سُورَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۴۴)

۷۰: ۱ — سَأَلَ سَائِلٌ: سَأَلَ لَمَّا ضَمِيَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ سَوْأَلٌ (بَابُ فَتْحٍ) مَصْدَرٌ مَعْنَى سَوَّالٍ كَرْنَا، دَرِيَا فِت كَرْنَا۔ مَا كُنَّا۔ طَلَبُ كَرْنَا۔ سَائِلٌ أَسْمَى مَصْدَرٌ سَمِ اسْمُ فَاعِلٍ كَا صِيغَةٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ۔ سَوَّالٌ كَرْنَا وَالَا، پُوچھنے والا۔ سَأَلَ سَائِلٌ كَسَى پُوچھنے والے نے پُوچھا۔  
لِعَذَابٍ وَاقِعٍ۔ ب مَعْنَى عَنِّي هُوَ۔ جِيسَا كِه اُو رَجَا كِه قِرَانِ مَجِيْدِ مِيں هُوَ فَسَأَلَ بِهٖ خَبِيْرًا (۲۵، ۲۶) تُو اس كَا حَالِ كَسَى بَا خَبْرٍ سَمِ دَرِيَا فِت كَر لُو۔

عَذَابٍ وَاقِعٍ مَوْصُوفٌ وَصِفَتُهُ دَوْنُوں مَل كَر مَفْعُوْلٌ ثَانِي سَأَلَ كَر، مَفْعُوْلٌ اَوَّلٌ مَذْذُوْبٌ هُوَ اِي سَأَلَ اللّٰهُ سَائِلٌ كَسَى (يَا اَكِيْم) سَوَّالٌ كَرْنَا وَالَا نِي اللّٰهُ سَمِ سَوَّالٌ كِيَا وَاقِعٌ اسْمُ فَاعِلٍ صِيغَةٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ وَفَتْحٌ بَابُ فَتْحٍ مَصْدَرٌ سَمِ مَعْنَى نَا زَلْ هُوْنِي وَالَا۔

فَائِدَةٌ ۸: اس سورت کا شان نزول یہ ہے جسے نسائی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ یہ عذاب کا سوال کرنے والا نفر بن حارث ابن کلدہ کافر تھا۔ سورۃ الحاقۃ سن کر اس سنگدل نے ازراہ تسخیر کہا کہ اگر یہ حق ہے تو یہ عذاب ضرور ہم پر آئے اور اسی طرح سے اور سیاہ باطن لوگ بھی تسخیر کرتے تھے۔ ان کے فکر میں قیامت کا آنا ایک امر محال تھا۔ اس انکار کے طور پر سوال کرتے تھے اس پر یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی جس میں اس دن کی ہیبت ناک کیفیت اور اس عذاب کا آنا مذکور ہے جو کسی تدبیر سے ٹالے نہیں ٹلے گا۔

سائل نفر بن حارث تھا مگر اس ذیل کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ وہ اس قابل نہ تھا۔ یا یہ کہ قرآن میں یہ عادت نہیں کہ معائب میں کسی کا نام لیا جائے۔ (تفسیر حقانی)  
۷۰: ۲ = لِّلْكَافِرِيْنَ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ یہ عذاب کی دوسری صفت ہے یعنی وہ عذاب جو کافروں پر نازل ہونے والا ہے۔

۲۔ یہ واقع سے متعلق ہے یعنی کافروں پر نازل ہونے والا۔

۳۔ یہ سوال محذوف کا جواب ہے، سوال ہوگا کہ کن لوگوں پر واقع ہوگا تو سوال کا یہ جواب ہوگا کہ کافروں پر واقع ہوگا۔

اور لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ عَذَابِ كِي صفت ہوگا یا جو اب کے دائرہ میں آئے گا (منظہری)  
لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ - مِّنَ اللّٰهِ - چونکہ اللہ کا ارادہ عذاب سے متعلق ہو جائے گا اس لئے  
خدا کی طرف سے اس عذاب کو دفع کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ (منظہری)

۷۰: ۲ = مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ : مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے اللہ کی۔ اللہ  
اور ذی المعارج بحالت جبر ہیں بوجہ ت حرف جار کے علو کے :

المعارج : عروج (باب نصر) مصدر سے اسم الجمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد معرَجٌ  
اور معرَاجٌ ہے بمعنی سڑھی، الْعُرُوجُ کے معنی اور چڑھنے کے ہیں جیسا کہ اگلی آیت ۴: ۲ میں  
تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ... الخ آیا ہے۔ فرشتے اور روح اس کی طرف اس دن  
چڑھے ہوں گے،

لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ کا ترجمہ ہوگا:-  
جس کو اللہ ذی مراتب کی طرف سے کوئی دفع نہیں کر سکتا۔ اللہ کو ذی المعارج اس لئے کہا کہ  
جملہ درجاتِ عالیہ اسی کے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہے عطا کرے۔ اور یہ بھی کہ وہ خود بلند مرتبوں  
والا ہے اس تک پہنچنے کے لئے ایمان و اعمال و خلوص کی سڑھیاں درکار ہیں:  
۷۰: ۲ = تَعْرُجُ : مضارع واحد مؤنث غائب عُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ چڑھتی ہے  
وہ چڑھے گی۔

الرُّوْحُ : سے مراد کون ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

اکثریت کے نزدیک اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ آیت نہا میں ہے اور کئی  
جگہوں پر بھی اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے مثلاً نَزَّلَ بِهِ الرُّوْحَ الْاَلَمِیْنُ (۱۹۳: ۲۶) اس کو  
امانت دار فرشتہ کے کراتر ہے۔

شیخ جلال الدین سیوطی رح نے اس کے علاوہ آٹھ اور معانی ذکر کئے ہیں۔

۱۔ امر۔ وَرُّوْحٌ قِتْنُهُ (۱۷۱: ۴) اور اس کا امر ہے۔

۲۔ وحی۔ یُنَزَّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوْحِ (۲: ۱۶) اتار تے فرشتے وحی لے کر۔

۳۔ قرآن۔ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (۵۲: ۴۲) ہم نے وحی کی تیری طرف قرآن کی لپنے

حکم سے :

- ۴۔ رحمت - وَآيَاتُهُمْ بِرُوحٍ مُنِيرٍ - (۲۲:۵۸) اور ان کی مدد کی اپنی رحمت سے  
 ۵۔ فَرُوحٌ نَّوْرٌ نَّيْمَانٌ : (۸۹:۵۶) پس زندگی ہے اور روزی ہے - رُوح کو اکثر نے سرا کی  
 زبر سے پڑھا ہے لیکن بعض نے ضمہ سے بھی پڑھا ہے ۔  
 ۴۔ ایک عظیم المرتبت فرشتہ : يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ (۳۸: ۷۸) جس دن کھڑا ہو فرشتہ روح نامی  
 ۷۔ ایک خاص فرشتوں کا شکر - تَنْزَلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا (۴: ۹۷) اترتے ہیں فرشتے  
 اور ان کا خاص شکر اس میں۔

۸۔ روح بدن - جان - وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ، (۱۷: ۸۵) اور تجھ سے پوچھتے ہیں جان کے  
 متعلق -

إِلَيْهِ فِي ضَمِيرٍ وَاحِدٍ كَرَفَاتٍ كَمَا رَجَعَ اللَّهُ فِي عَيْنِ اللَّهِ كِي طَرْفٍ جَاهِلٍ كَيْ يَاطَّرُ هَتَّةِ  
 ہیں۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں :-

یہ سارا مضمون متشابہات میں سے ہے جس کے معنی متعین نہیں کئے جاسکتے، ہم نہ تو فرشتوں  
 کی حقیقت کو جانتے ہیں نہ ان کے چڑھنے کی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں نہ یہ بات ہمارے ذہن کی گرفت  
 میں آسکتی ہے کہ وہ نینے کیسے ہیں جن پر فرشتے چڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور کر سکتے  
 ہیں کہ وہ کسی خاص مقام پر جلوہ افروز ہے کیونکہ اس کی ذات زمان و مکان کی قید سے منزہ ہے۔

(تفہیم القرآن جلد ششم)

تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ..... أَلْفَ سَنَةٍ جَلْدٌ مَسْتَانِفٌ هُوَ أَوْرِ مَعَارِجِ كِي بَلْبَدِيُوں اُورِ طُوَالْتِ  
 کے بیان میں آیا ہے۔ استئناف لبيان ارتفاع تلك المعارج وبعد مدارها (بیضاوی)  
 ترجمہ ہو گا :-

فرشتے اور رُوح (ان زمینوں پر) خدا کی طرف ایک دن میں چڑھتے ہیں (اور) اس  
 دن کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سالوں کے برابر ہے۔  
 مَقْدَارُهَا مَضَافٌ مَضَافٌ إِلَيْهِ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ كَرَفَاتٍ يَوْمٌ كَيْ لَنْتَ هَتَّةِ؛

فائدہ :- یہاں ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بتائی گئی ہے اور سورہ حج میں  
 (۲۲: ۴۷) ایک دن کی مقدار ایک ہزار سال بتائی گئی ہے۔ یہ کوئی مقررہ پیمانہ نہیں ہے محض  
 انسان کو یہ بات ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ دنیاوی پیمانے انسان کی اپنی محدود درسیائی



ذہن کی پیداوار ہیں جو قدرت کے پیمانوں کے آگے پہنچ ہیں۔

۷۰: ۵ = فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا فَسَبِيهٌ هِيَ اِصْبِرُ فعل امر واحد مذکر حاضر صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر سے تو صبر کر۔ صَبْرًا مطلق موصوف، جَمِيلًا صفت۔ جَمِيلٌ بروزن فعلیل جَمَالٌ سے صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ خوب، خوب تر۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ سوال کرنے والے نے استہزاء پوچھا تھا اور نہ قیامت کے روز جزا و سزا پر تو اس کا اعتقاد نہیں تھا۔ لیکن جواب میں بتا دیا گیا کہ عذاب فی الواقع آنے والا ہے کافروں پر اور اس کے آنے کو کوئی روک نہیں سکے گا اس لئے اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ ان کی کرتوتوں پر صبر کیجئے یہ سب اپنے کیفر کردار کو ضرور پہنچیں گے۔

۷۰: ۶ = اِنَّهُمْ سَيَرَوْنَهُ بَعِيْدًا ا۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع عذاب ہے۔ بَعِيْدًا ا۔ بَعِيْدٌ سے صفت مشبہہ کا صیغہ ہے۔ وہ عذاب کو امکان سے بعید یا عقل سے دور جانتے ہیں ان کے خیال میں عذاب کا احتمال اگر اتنا بھی ہے تو ضعیف ہوتا ہے۔

۷۰: ۷ = وَكَوَاكِبًا قَرِيْبًا؛ وَاَوْعَاطِفَ اَسْحَابٍ كَا عَطْفِ حَبَلٍ سَابِقٍ پَرَّهٖ شَرِيْ مُضَارِعٌ مَّجْمَعٌ مُتَكَلِّمٌ رُوِيَّةٌ (باب فتح) مصدر سے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع عذاب ہے اور ہم عذاب کو قریب الوقوع دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ جو چیز آنے والی یقینی ہو تو وہ قریب ہی ہے۔

بَعِيْدًا ا۔ قَرِيْبًا دونوں ضمیر مفعول کا سے حال ہیں۔

۷۰: ۸ = يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَاوُ كَالْمُهْلِ ا۔ يَوْمَ بوجہ قَرِيْبًا کی ظرفیت کے منصوب ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔

وَ تَرَاہُ قَرِيْبًا يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَاوُ كَالْمُهْلِ اور ہم اس (عذاب) کو قریب ہی دیکھ رہے ہیں۔ اس روز آسمان رگپھل کرے تانبے جیسا ہو جائے گا۔

كَالْمُهْلِ: ک تشبیہ کا ہے مُهْلٌ گپھلا ہوا تانبا۔ یا اور کوئی دھات، تیل کی تلچھٹ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔

كَالْمُهْلِ يَعْلِي فِي الْبُطُوْنِ (۴۴، ۴۵) جیسے گپھلا ہوا تانبا پیٹوں میں کھولے گا۔ الْمُهْلِ کے اصلی معنی حلم و سکون کے ہیں اور مُهْلٌ فِي فِعْلِهِ کے معنی ہیں اس نے سکون سے کما لیا۔ اور اَمُهْلَتُهُ کے معنی کسی کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کے ہیں۔

چنانچہ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے فَمَقَلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمِهْلُهُمْ رُوِيْدًا (۸۶: ۱۷) تو تم

کافروں کو مہلت دو۔ پس چند روز ہی مہلت دو۔

۹:۷۰ = وَ تَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور پہاڑ اون کی طرح ہو جائیں گے۔

۱۰:۷۰ = وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا: یہ جملہ بھی معطوف ہے اس کا عطف بھی آیت نمبر ۸ پر ہے اور کوئی دوست کسی دوست کا حال نہیں پوچھے گا۔

۱۱:۷۰ = يُبْصِرُونَ نَهْمًا: مضارع مجہول جمع مذکر غائب تَبْصِيرًا (تَفْعِيلٌ) مصدر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول۔ وہ ان کو دکھائے جائیں گے۔ ان کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا جائے گا۔ يُبْصِرُونَ ای يَتَعَارَفُونَ (جلالین)  
يُبْصِرُونَ نَهْمًا (فاعل و مفعول سے حال ہے۔

فائدہ:۔ حَمِيمًا پر وقف ”صلے“ ہے جو الوصل اولیٰ (ملا کر پڑھنا بہتر ہے) کا اختصار ہے اور يُبْصِرُونَ نَهْمًا پر وقف مطلق کی علامت ہے اس پر بھٹنا چاہئے۔ لہذا یبصرو نہم کا تعلق آیت نمبر ۱ سے ہے۔

يَوْمَ الْمَجْرَمِ۔ جملہ مستانف ہے۔ مجرم چاہے گا۔ . . . . يَوْمَ الْمَجْرَمِ واحد مذکر غائب۔ مودۃ (باب سمع) سے مصدر۔ یعنی پسند کرنا۔ خواہش کرنا۔ آرزو کرنا۔ چاہنا۔  
المجرم ای المشرك

لَوْ يَفْتَدِيكَ مِنْ عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ بِبَنِيهِ۔ لَوْ حرف تمنا۔ کاش، يَفْتَدِي مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ افتداء (افتعال) مصدر۔ افتدای من کسی چیز سے بچنا۔ اور افتدای . . . ب۔ فدیر دینا۔ لَوْ يَفْتَدِيكَ مِنْ عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ بِبَنِيهِ۔ کاش وہ عذاب سے بچ جائے اپنے بیٹوں کو فدیہ میں دے کر،

عَذَابٍ يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمَ اسم ظرف مجرور۔ مضاف: اِذ مضاف الیہ۔ مضاف الیہ مل کر عذاب (مضاف) کا مضاف الیہ۔ اس دن کے عذاب سے، ب حرف جار یعنی بدلے میں۔ بَنِيهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ اپنے بیٹوں کے بدلے میں۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

کاش وہ بچ سکے اس دن کے عذاب سے اپنے بیٹوں کو بدلہ میں دے کر۔

المجرم فاعل يَوْمَ فاعل لَوْ يَفْتَدِيكَ . . . . . بِنِيهِ جملہ مفعول ہوگا۔

لَوْ مَبْنِي أَنْ بھمی ہو سکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔  
 مشرک چاہے گا کہ وہ اپنے بیٹوں کو بدلہ میں دے کر اس دن کے عذاب سے بچ جائے۔  
 ۷۰: ۱۲ = وَصَا حَبْتَهُ اور اپنی بیوی کو بدلہ میں دے کر۔  
 وَآخِيهِ اور اپنے بھائی کو بدلہ میں دے کر۔

صاحب تہ و آخیہ کا عطف بِنِيهِ پر ہے

۷۰: ۱۳ = وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ۔ اس کا عطف بھی بِنِيهِ پر ہے اور (کہ وہ بچ جائے  
 اس دن کے عذاب سے) اپنے خاندان کو فدیہ میں دے کر جو خاندان اسے (مشکل میں) پناہ دیتا تھا۔  
 فصیلتہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ایک جدی گھرانہ۔ ایک دادا کی اولاد۔  
 تُوِيِيَہ: تُوِيِيَ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ایوار (افعال) مصدر اوی مآدہ  
 یعنی ٹھکانا دینا۔ جگہ دینا۔ پناہ دینا۔ اسی مادہ سے باب ضرب سے اَوِيِيَ اُوِيِيَ و  
 مآوِي مَبْنِي کسی جگہ پر نزول کرنا یا پناہ حاصل کرنا ہے۔

۷۰: ۱۴ = وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا: مَنْ موصولہ ہے فِي الْاَرْضِ اس کا صلہ۔ یا سارے  
 رجن و انس (جو زمین پر ہیں)۔ مَنْ کا عطف بھی بِنِيهِ پر ہے۔ اور چاہے گا کہ زمین پر جو جن  
 و انس بستے ہیں وہ سب فدیہ میں دے کر اس دن کے عذاب سے بچ جائے۔

ثُمَّ يُنَجِّيهِ: ثُمَّ حرف عطف سے یعنی مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْتَجَاوُ  
 (افعال) مصدر سے۔ وَ ضَمِيْر مَفْعُوْلٍ واحد مذکر غائب جس کا قائل الافتداء، محذوف ہے  
 پھر یہ افتداء اس کو بچالے۔

۷۰: ۱۵ = كَلَّا: جہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ لُ  
 تشبیہ اور لانا فیہ سے مرکب ہے حالت ترکیب میں لُ اور ل کے انفرادی معنی باقی نہ رہے  
 اس لئے لام کو مشدّد کیا گیا۔

كَلَّا۔ یعنی مذکورہ بالا تمام چیزوں کو اپنے عوض میں دے کر عذاب سے بچ جائیگا؛  
 یہ ہرگز نہ ہوگا۔

سیبویہ، خلیل، مبرّد، زجاج اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک كَلَّا کے معنی  
 صرف ردع اور روکنے کے ہیں۔ (خواہ بطور زجر و توبیخ کے ہو یا بطور تربیت اور ادب آموزی  
 کے) اس لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ كَلَّا  
 آیا ہے ہر جگہ كَلَّا پر وقت کرنا جائز ہے، اور بعد کو آنے والا کلام نئے سرے سے شروع

ہوتا ہے بعض لوگ تو یہاں تک قائل ہیں کہ چونکہ کفار مکہ سخت سرکش تھے اور تہدید آمیز کلام انہیں کے لئے زیادہ نازل ہوا ہے اور کلاً کے معنی بھی تہدید اور زجر کے ہیں اس لئے جن سورتوں میں کلاً آیا ہے ان کی اکثر آیات کو مکی ہی سمجھنا چاہئے۔

إِنَّهَا لَنَظْمِيٌّ، انہا۔ بے شک وہ۔ بیشک بات یہ ہے۔ إِنَّ حَرْفٌ مُّشَبَّهٌ بِالْفِعْلِ هَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْثِقٌ غَائِبٌ (ضمیمہ قصہ، نظمی۔ ان کی خبر۔

ہا ضمیر اس نار کی طرف راجع ہے جو معنی لفظ عذاب سے معلوم ہو رہی ہے۔ نظمی اسم علم ہے اس صورت میں اس سے مراد دوزخ میں دوسرے درجے کے دوزخ کا نام ہے۔ مصدر بھی ہو سکتا ہے بمعنی آگ بھڑکنا۔ اسم مصدر بھی۔ بمعنی بغیر دھوئیں کے اٹھتا ہوا شعلہ، لپٹ، بھڑک یعنی ایسی آگ جس میں شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔

مطلب یہ کہ بے شک وہ ایسی آگ ہوگی جو بھڑک رہی ہوگی اور شدت التہاب کا یہ اثر ہوگا۔ کہ دھوئیں کے بغیر ہوگی!

۷۰: ۱۶ = نَزَاعَةٌ لِلشَّوْءِ۔ ان کی خبر ثانی، مصدر کا صیغہ ہے نَزَعٌ (باب ضرب) مصدر۔ سخت کھینچنے والی۔ اتار دینے والی۔ ادھیڑ دینے والی۔

نوع الشئ کے معنی کسی چیز کو اس کی قرار گاہ سے کھینچنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے تَنَزَعُ النَّاسَ كَانْتَهُمْ اَعْجَازُ نَحْلِ مُنْقَعِرٍ (۲۰: ۵۴) وہ لوگوں کو اس طرح الجھڑے ڈالتی تھی گو یا وہ اکٹھی ہوئی کھجوروں کے تے ہیں۔

اسی مادہ ن ز ع سے تنازع (تفاعل) باہم خصومت کرنا۔ باہم اکیڈوسرے کو کھینچنا کے ہیں۔

شوی کے مختلف معانی ہیں۔

کلیجہ، منہ کی کھال۔ سر کی کھال۔ اطراف بدن (یعنی بدن کے وہ حصے جن پر ضرب لگنے سے موت واقع نہیں ہوتی، مثلاً ہاتھ، پاؤں وغیرہ،

شوی۔ شواۃ کی جمع ہے جیسے نوی نواۃ کی جمع ہے۔

اس کے مختلف معانی کے لحاظ سے علماء نے اس کے مختلف معانی کئے ہیں۔

۱۔ سر کی کھال اتار دینے والی۔ (مجاہد)

۲۔ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو اکھاڑ کر جدا کر دینے والی۔

۳۔ ہڈیوں سے گوشت اتار دینے والی۔

(ابراہیم بن مہاجر)

۱۴۔ پٹھوں کو کھینچ لینے والی (ابن عباس رض)

۱۵۔ انسان کے گوشت اور پوست کو ہڈیوں سے ادھیڑ لینے والی۔ وغیرہ

۷۰: ۱۷۔ تَدْعُوا مَنَ اَدْبَرَ وَ تَوَلَّىٰ - تَدْعُوا مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب  
 وُعَاءُ (باب نصر) مصدر۔ وہ پکائے گی۔ وہ بلائے گی۔ وہ پکارتی ہے وہ بلاتی ہے  
 زبان حال سے یا زبان قال سے (واللہ اعلم بالصواب)۔

مَن موصولہ اَدْبَرَ صلہ اور موصول مل کر مفعول تَدْعُوا کا۔

اَدْبَرَ ماضی معروف کا صیغہ واحد مذکر غائب ادبَارُ (افعال) مصدر۔ اس نے پیٹھ  
 پھیری۔ یعنی دوزخ کی آگ ہر اس شخص کو پکائے گی جس نے دنیا میں حق سے منہ موڑا تھا  
 اِلٰی یَا مُشْرِكِ اِلٰی یَا مُنَافِقِ، ادھر آئے مشرک ادھر آئے منافق۔

وَتَوَلَّىٰ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ تَوَلَّىٰ ماضی واحد مؤنث غائب تَوَلَّىٰ (تفعل)  
 مصدر۔ اور جس نے پیٹھ پھیری۔ یا منہ موڑا۔

۷۰: ۱۸۔ وَ جَمَعَ فَاَوْعٰی، اس کا عطف بھی مَن اَدْبَرَ پر ہے وَاَوْعٰی  
 جمع اسی جمع مال الدنیا۔ اور دنیا کا مال اکٹھا کیا۔

فَاَوْعٰی میں فار تعقیب کا ہے اَوْعٰی۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِوْعٰی  
 (افعال) مصدر سے۔ جس کے معنی مال و اسباب کو کسی چیز میں محفوظ کر رکھنے کے ہیں۔  
 وَ جَمَعَ فَاَوْعٰی؛ اور (دوزخ کی آگ اس کو بھی پکائے گی) جس نے دنیا کا مال اکٹھا کیا  
 پھر محفوظ کر کے اسے بند کر لیا اور جہاں اسے خرچ کرنا چاہئے تھا وہاں خرچ نہ کیا۔  
 اَلْوَعَاءُ کے معنی بوری یا تھیلہ کے ہیں جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کر کے رکھی جاتی  
 ہیں اس کی جمع اَوْعِیَاتٌ ہے

قرآن مجید میں ہے :-

ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وُعَاءِ اٰخِیْرِ۔ (۷۶: ۱۲) پھر اپنے بھائی کے شیلے میں سے  
 اس کو نکال لیا۔ وَغٰیءٌ مادہ۔

۷۰: ۱۹۔ هَلُوْا عَا؛ هَلُوْا (باب سمع) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

علماء تفسیر نے اس نے کئی معانی لئے ہیں :-

بہت بے صبر۔ حقوڑ دلا۔ ناجائز چیز کی حرص کرنے والا۔ سخت کنجوس۔ تنگ دل

عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ھَلُوْعًا کا مطلب پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا: ھُوَ کَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی:

اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا۔ آیات ۲۱-۲۲ سورۃ نہا۔  
اس کا مطلب وہی ہے جو ان آیات کا ہے۔

ھَلُوْعًا: اَلِ لِنَسَانُ سے حال ہے یعنی بحالت ھلع پیدا کیا گیا ہے!

سلامہ پانی پتی رح فرماتے ہیں:-

بہر حال انسان پیدا نشی طور پر صفت ھلع کے ساتھ متصف ہے۔ اگر بالفعل متصف کہا جائے گا تو یہ آیت حال مقدرہ ہوگی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ آدمی کے اندر خصلت ھلع پیدا کی گئی ہے جو اس خصلت کا سرچشمہ ہے تو اس صورت میں یہ آیت حال محققہ ہوگی۔ بہر حال کلام سابق کی علت اس آیت میں بیان کی گئی ہے! (تفسیر منظرہری)

۲۰:۷۰۔ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا: اِذَا نَظَرَ رِمَانٌ بِمَعْنَى حَبِّ، مَسَّ مَاضِي كَاصِفَةٍ وَاَحَدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ. مَسَّ (بَابُ نَصْرٍ) مَصْدَرٌ سَعَى - كَالْمَنْعِيِّ مَفْعُولٌ وَاَحَدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ الْاِنْسَانُ كَاللَّيْلِ -

الشَّرُّ جس سے سب کو نفرت ہو وہ شر ہے جیسے غریبی، فاقہ، بیماری، مصیبت، وغیرہ یہ خیر کی ضد ہے۔ ہر وہ چیز جو سب کو پسند ہو خیر ہے۔ مثلاً مال و دولت، صحت، اولاد، کٹائش رزق وغیرہ۔

جَزُوعًا: جَزَعٌ (بَابُ سَعَى) مَصْدَرٌ سَعَى بِمَعْنَى كَبَّرَ اِجَابًا (بُرُوزُ نِ فَعُولٌ صِفَتٌ مُشَبَّهَةٌ كَاصِفَةٍ هِيَ كَبَّرَ اِجَابًا) وَاللَّيْلِ - اَضْطْرَابٌ كَرْنٌ دَالًا۔

امام راغب المفردات میں رقم طراز ہیں:-

الْجَزْعُ - بے صبری۔ قرآن مجید میں ہے: سَوَاءٌ عَلَيْنَا اَجْرٌ عَنَّا اَمْ صَبْرًا (۲۱:۱۴) اب ہم گھبراہیں یا صبر کریں۔ ہمارے حق میں برابر ہے۔ یہ حزن سے خاص ہے کیونکہ جَزَعٌ خاص کر اس غم کو کہتے ہیں کہ انسان جس چیز کے درپے ہو وہ اس سے پھر جائے اور اس سے قطع تعلق کر لے۔ جَزُوعًا ھَلُوْعًا کی طرح حال ہے!

۲۱:۷۰۔ وَاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا: اس کا عطف آیت سابقہ پر ہے۔

مَنُوعًا: جَزُوعًا کی طرح حال ہے مَنُوعًا مَنَعٌ سے باب فتح سے مصدر۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت روکنے والا۔ بڑا کجخوس۔

۲۲:۷۰ = إِلَّا الْمُصَلِّينَ - إِلَّا اسْتِثْنَاءً مُتَّصِلَةً : الْمُصَلِّينَ مُسْتَثْنَى - إِلَّا لِنَسَانِ رَأَيْتَ ۱۹  
 مستثنیٰ مند - الا انسان میں الف لام جنس ہے یا استغراقی ہے۔ لفظ انسان اگرچہ مفرد ہے،  
 لیکن معنوی اعتبار سے جمع ہے اسی لئے إِلَّا الْمُصَلِّينَ میں إِلَّا اسْتِثْنَاءً مُتَّصِلَةً آیا ہے۔ و مثله  
 قوله تعالى وَالْعَصْرَانَ إِلَّا نَسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ  
 (۱۰۳: ۱-۳) اضواء البیان -

مولانا پانی پتی تحریر فرماتے ہیں :-

مُصَلِّیٌّ سے مراد کامل مومن ہے جیسے آیت وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضَيِّعَ أَيْمَانَكُمْ (۱۲۴: ۲)  
 میں ایمان سے مراد نماز ہے۔ کیونکہ مومن کے مراتب میں چوٹی کا درجہ نماز ہی ہے یہی مومن کی معراج  
 اور دین کا ستون ہے۔ (تفسیر مظہری)

۲۳:۷۰ - الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ : یہ المصلین کی صفت ہے جو اپنی  
 نمازوں میں مداومت اور استقامت کرتے ہیں ای لا یقضونها ابداً ما داموا حیاءً  
 جب تک زندہ رہتے ہیں نماز قضا نہیں کرتے۔ (اليسر والتقاسیر)

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مرفوعاً مذکور ہے :-  
 أَحَبُّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ أَدْوَمُهَا وَكَوَقْلًا : اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اس  
 پر استقامت ہے خواہ وہ عمل چھوٹا ہی کیوں نہ ہو،

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز میں دائیں بائیں اور پیچھے نہیں  
 دیکھتے،

احمد اور ابو داؤد، نسائی۔ دارمی نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

کہ بندہ جب تک نماز کے اندر ادھر ادھر نہیں دیکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ برابر اس  
 کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب بندہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف  
 سے توجہ ہٹا لیتا ہے۔

الا انسان الهلوع کی مستثنیات کی یہ پہلی صفت ہے یعنی جو لوگ اپنی نمازوں  
 کو استقامت و مداومت اور توجہ سے پڑھتے ہیں وہ الا انسان الهلوع کی جنس سے مستثنیٰ ہیں  
 ۲۴:۷۰ - وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ -

۲۵:۷۰ - لِلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ :

یہ متذکرہ بالامستثنیات کی دوسری صفت ہے اور وہ لوگ بھی جنس الانسان ہلو عا سے مستثنیٰ ہے جن کے اموال میں سائل اور محروم کے لئے ایک متعین حصہ ہے جیسے زکوٰۃ اور مقررہ صدقات۔ یا وہ مال جو انسان قرب الہی کے حصول کے لئے یا اپنے سے غریب و نادار لوگوں کو ازراہ ہمدردی وقتاً فوقتاً دیتا رہتا ہے اور اس مقصد کے لئے اپنے اموال سے ایک معین رقم کا استعمال اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔

محروم سے مراد وہ شخص ہے جو از حد ضرورت مند ہونے کے باوجود بھی کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنے سے ہچکچاتا ہو۔

۷۰: ۲۶ — وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ - یہ مستثنیات کی تیسری صفت ہے جو روزِ جزا کی تصدیق کرتے ہیں۔

يُصَدِّقُونَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب تَصَدِّقُ (تفعیل) مصدر سے۔ وہ تصدیق کرتے ہیں۔ وہ سچا مانتے ہیں۔

۷۰: ۲۷ — وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ: یہ مستثنیات کی صفت چہارم ہے۔ مُشْفِقُونَ (اشفاق) افعال، مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ڈرنے والے۔ اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

۷۰: ۲۸ — إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَا مُونَ - یہ جملہ معترضہ تزیلی ہے۔ جملہ سابقہ میں عَذَابِ رَبِّهِمْ کی وضاحت میں اس کی شدت اور سمجھ گیری کو ذہن نشین کرانے کے لئے آیا ہے إِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل (حرفِ تاکید) عَذَابِ اسمِ إِنَّ (منصوب) مضافِ رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عَذَابِ کا۔ غَيْرُ مَا مُونِ إِنَّ کی خبر۔ مَا مُونِ اَمَّنْ (باب سَمْع) مصدر سے اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ۔

یعنی ایسا عذاب جس کا اندیشہ برابر لگے رہنا چاہئے۔ اس کی طرف سے نڈر ہو کر نہ بیٹھنا چاہئے۔ ناقابلِ بے خوفی، خطرناک۔

ان کے رب کا عذاب بے خطر چیز نہیں کیونکہ اس کو روکنے اور دفع کرنے کی کسی میں قدرت نہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:-

عَا مِّنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاءِ (۱۶: ۶۷) کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر (بِخوف) ہو



۷۰: ۲۹ = وَالَّذِينَ هُمْ لِأَنْفُسِهِمْ حَفِظُونَ هـ مستثنیات کی پانچویں صفت اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں :

فُرُوجِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ فُرُوج جمع ہے فُرُج کی الْفُرُجُ وَالْفُرُجَةُ کے معنی 'دو چیزوں کے درمیانی شکاف کے ہیں۔ جیسے اَمْرُ کی جمع اُمُور ہے۔

جیسے دیوار میں شکاف یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی۔ کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے۔

یعنی شکاف قرآن مجید میں ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوجٍ (۵۰: ۶) اور اس میں کہیں شکاف تک نہیں۔

اور دوسری جگہ آیا ہے۔

وَإِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ (۹: ۷۷) اور جب آسمان مچھٹ جائے۔ یہاں فُرِجَتْ یعنی انشَقَّتْ حَفِظُونَ هـ حَفِظَ (باب سَمِعَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ حَافِظُ کی جمع۔ نیز اس کی جمع حَفَاطٌ بھی ہے۔ نگہبانی کرنے والے حفاظت کرنے والے۔ نگاہ رکھنے والے۔

مطلب یہ کہ اپنی شرم گاہوں کو ایسی جگہوں اور ایسے طریق سے استعمال کرنے سے باز رہتے ہیں جہاں سے شرع نے منع کر رکھا ہے۔ اگلی آیت میں اس کی تفصیل ہے۔

۷۰: ۳۰ = إِلَّا عَلَىٰ أَرْوَاحِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ؛ یعنی اپنی شرم گاہوں کو بجز اپنی بیویوں کے اور لونڈیوں کے جنہیں مردوں کے دائیں ہاتھوں نے ملکیت میں لیا بچائے رکھتے ہیں۔

یہ استثناء مفرغ ہے یعنی اس کا مستثنیٰ مذکور نہیں بلکہ یہ استثناء مفرغ تو کلام منفی میں ہوتا ہے اور یہ کلام مثبت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر یہ کلام مثبت ہے لیکن حقیقت میں منفی ہے (حفظ کے اندر نفی کا معنی ہے یعنی وہ لوگ اپنی شرم گاہوں کو اپنی بیویوں کے علاوہ استعمال نہیں کرتے۔

أَوْ مَبْعَىٰ يَآ۔ مَا مَبْعَىٰ مَنْ هـ۔ آدمی ذمی عَقْلٌ ہوتا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام اور ذمی عَقْلٌ کے لئے عربی میں مَنْ آتا ہے مَا نہیں آتا۔ لیکن یہاں مَا آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر کی دنیوی سزا دینے کے لئے شریعت نے باندی غلام کو جانور قرار دیا ہے اسی لئے ان کی خرید و فروخت اور ان سے خدمت یعنی جائز رکھی ہے (تفسیر مظہری)

مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ: کے لفظی معنی ہیں۔ وہ جن کے مالک ان کے دائیں ہاتھ ہیں محاورہ میں اس سے مراد شرعی مملوک، غلام اور کنیزی ہیں جن کا اب مدت دراز سے ہندوستان بلکہ دنیا کے اکثر ملکوں میں کہیں وجود نہیں ہے۔ اسیران جنگ کا معاملہ ہمیشہ ایک اہم اور دشوار رہا ہے۔ یعنی یہ کہ جو مرد اور عورتیں شکست خوردہ غنیم کے ہاں سے گرفتار ہو کر آئیں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ انہیں کہاں اور کیسے رکھا جائے کسی نے اس کا حل جبری مزدوری یا بیگار کو نکالا۔ کسی نے کچھ اور۔

لیکن ہماری شریعت اسلامیہ نے یہ حکم دیا کہ بجائے اس کے کہ ایک بڑی آبادی کا بار حکومت پر ڈالا جائے اس تعداد کو افراد پر تقسیم کیا جائے اور ہر فرد اس نو وارد کو اپنے خاندان کا ایک جز بنا لے اس سے کام ہر قسم کالے۔ یقیناً لے لیکن اس کے آرام کا بھی ہر طرح خیال رکھے اور ان میں جو عورتیں ہوں ان سے ہم بستری کا سہی بھی حاصل ہے اس کا قیدی ہو کر آنا یہ خود اعلان نکاح کا قائم مقام ہے اس کے ہوتے ہوئے مزید کسی ایجاب و قبول اور شاہدین کی ضرورت نہیں اور یہ لوگ آسان شرائط پر اپنی آزادی بہ وقت خرید سکتے ہیں شرائط کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملے گی مگر بلکہ ان کے آزاد کرنے کی فضیلتیں، اور اس کے لئے طرح طرح کی ترغیبات خود قرآن مجید میں ہی درج ہیں اور حدیث میں تو اور زائد ہیں۔

حیرت ہے کہ ایسے سیدھے اور شریفانہ، حکیمانہ قانون سے شرمانے اور اسے غیرو سے چھپانے کی ضرورت تجدید زدہ مسلمان محسوس کرتے ہیں شاید اس لئے کہ ان کا ذہن مغا انگریزی کے لفظ اور ان ساری سختیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو اس لفظ کے تخیل کے ساتھ وابستہ ہیں۔ حالانکہ ہمارے ہاں تو غلاموں اور غلام زادوں نے بارہا بادشاہتیں کی ہیں اور امراء تو ان میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور دینی حیثیت سے بڑے بڑے علماء فقہاء و ائمہ فن ان میں تابعین کے زمانہ سے ہی پیدا ہونے لگے تھے۔ کنیز کے حقوق بیوی سے کمتر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا ادا کرنا بھی قدرۃً سہل ہے (تفسیر ماجدی ۴: ۳ حاشیہ نمبر ۱۴۲۹)

== فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ. غَيْرُ حَرْفِ اسْتِثْنَاءٍ مَلُومِينَ مُسْتَثْنَى. (غیر کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے) مَلُومِينَ لَوْ مَرَّ بِابْنِ نَصْرٍ مَصْدَرٌ سَمِ مَفْعُولٍ (بحالتِ جبر جمع مذکر کا صیغہ ہے بمعنی ملامت کئے گئے۔ ملامت زدہ۔

فَأِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ اِی فَا نَهْمُ عَلٰی تَرْكِ الْحَفْظِ غَيْرِ مَلُومِينَ تَوَدُّ اس ترک حفظ پر سزاوار ملامت نہیں۔ یعنی اپنی شرنگاہوں کو اپنی بیویوں اور کنیزوں سے محفوظ

نہ رکھنا اور شرعی طور پر ان سے قربت کرنا جائز ہے اور قابل مذمت فعل نہیں ہے۔

۴۰: ۳۱ = فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ جُمْلہ شرطیہ ہے وَ عَاطِفٌ مِّنْ شَرْطِیہ (یعنی جمع) جس نے۔  
(جنہوں نے) ابْتَغَىٰ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ابْتَغَا (افتعال) مصدر سے۔ اس نے  
چاہا۔ اس نے تلاش کیا۔

وَرَاءَ اصل میں مصدر ہے اس کا معنی ہے آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا  
علاوہ۔ سوا۔ ہونا۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔  
ذَٰلِكَ سے مراد اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کسی اور سے یا کسی غیر مقام میں اپنی شرکاءوں کو  
استعمال کرنا ہے۔

وَرَاءَ ذَٰلِكَ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر ابْتَغَىٰ کا مفعول۔

= فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ۔ ف جواب شرط اور جملہ جواب شرط ہے۔  
أُولَٰئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ هُمُ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع أُولَٰئِكَ ہے ضمیر کو تاکید کے لئے  
اور تخصیص کے لئے لایا گیا ہے۔

الْعَادُونَ حد سے گزرنے والے۔ حد سے بڑھنے والے۔ حد سے نکلنے والے۔ عَادُوا۔  
باب نصر مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ عَادُوا کی جمع بحالت رفع۔  
ترجمہ ہوگا: سو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔

(نیز ملاحظہ ہو ۲۳: ۵-۶-۷)

۴۰: ۳۲ = وَالَّذِينَ هُمْ لِآ مَا نَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ سَاعُونَ

الذین انسان الہلوع کے مستثنیت کی چھٹی صفت ہے۔ اور جو اپنی امانتوں اور اقراروں  
کا پاس کرتے ہیں۔

رَاعُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے رِعَايَةٌ وَرَعَىٰ (باب فتح) مصدر سے

الرَعَىٰ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں خواہ غدار کے ذریعہ ہو جو اس کی  
زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعہ ہو۔

اور رَعِيْتُهُ کے معنی کسی کی نگرانی کرنے کے ہیں اور أَرَعَيْتُهُ کے معنی ہیں میں نے اس  
سامنے چارہ ڈالا۔ اور رَعَىٰ چارہ یا گھاس کو کہتے ہیں اور مَرَعَىٰ (طرف مکان) چراگاہ اور  
گھاس یا چارہ ہے۔

قرآن مجید میں ہے أَخْرَجَ مِنْهَا مَاءً هَارًا وَمَرَعًا (۳۱: ۴۹) اس میں سے

اس کا پانی اور چارہ نکالا۔

اور رِعَايَةٌ بمعنی حفاظت اور نگہداشت ہے۔

قرآن مجید میں ہے :-

فَمَا رَعَوْهُ حَقَّ رِعَايَتِهَا - (۲۷: ۵۷) لیکن جیسے اس کی نگہداشت کرنی چاہئے

تھی انہوں نے نہ کی۔

اور رَعَى الْاِمْرُؤُ رِعَايَةً: اپنی رعایا پر سیاست رانی کرنا۔

رَاعُونَ، رَاعِي کی جمع ہے بحالت رفع ہے۔ اصل میں رَاعِيُونَ تھا۔ یہی مفہوم ما قبل

مکسور سے کا ضمہ ع کو دیا۔ یا اور واؤ دوساکن جمع ہوئے سے ساقط کر دی گئی۔ رَاعُونَ

ہو گیا۔ نگہداشت رکھنے والے۔ نگرانی کرنے والے۔

نیز ملاحظہ ہو ۲۳: ۸ - متذکرۃ الصدر۔

۳۳: ۷۰ = وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَتِهِمْ قَائِمُونَ - یہ انسان الہلوع کے

زمرہ سے جو مستثنیٰ ہیں ان کی ساتویں صفت ہے۔ اور وہ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں

۳۴: ۷۰ = وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ - یہ مستثنیٰ کی آٹھویں صفت

ہے۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :-

یعنی نماز کے اوقات، ارکان، سنن، اور مستحبات کی نگہداشت کرتے ہیں۔ کسی (ضروری

رکن یا سنت کو یا وقت کو فوت نہیں ہونے دیتے۔

نماز کا تذکرہ دو جگہ آیا ہے۔

شروع میں اور یہاں آخر میں اور دونوں جگہ تذکرہ کا طریقہ جدا جدا ہے۔ تکرار ذکر تبارک

کہ دوسرے ارکان اسلام کے مقابلہ میں نماز کو اہمیت حاصل ہے۔

يُحَافِظُونَ، مضارع جمع مذکر غائب۔ محافظۃ (مفاعلة) مصدر۔ وہ پابندی

کرتے ہیں۔ وہ نگرانی رکھتے ہیں۔

نیز ملاحظہ ہو ۲۳: ۹ - متذکرۃ الصدر۔

۳۵: ۷۰ = اُولَٰئِكَ فِي جَنَّٰتٍ مُّكْرَمُونَ : اُولَٰئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر، مراد

موصوفین اول تا ہشتم، مذکورہ بالا جو انسان الہلوع سے مستثنیٰ ہیں۔

فِي جَنَّٰتٍ مُّكْرَمُونَ، ہما خبران۔ یہ دونوں اُولَٰئِكَ کی خبریں ہیں۔ (مدارک

یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت و اکرام سے ہوں گے:

مُكْرَمُونَ اِكْرَامٌ (افعال) مصدر سے اسم مفعول (بحالت رفع) جمع مذکر کا صیغہ  
 ۷۰:۲۶ = فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا قَبْلَكَ مُهْطِعِينَ ف سَبِيَّةٍ - مَا اسْتَفْهَمْتُمْ  
 لام حرف جر۔ الذین کفروا موصول وصلہ مل کر مجرور۔ قَبْلَكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری جانب  
 مُهْطِعِينَ : صاحب قاموس نے لکھا ہے۔ هَطَعَ هَطُوعًا وَ هَطُوعًا تِزِي  
 کے ساتھ کسی کی طرف رُخ کر کے دوڑتے ہوئے اپنی نظر کو کسی چیز پر جاتے ہوئے آیا۔ اور کسی  
 روکاؤٹ کی پرواہ نہ کی۔ یعنی هَطَعَ ثَلَاثِيْ مُجْرَدًا كُوْبَابِ فَعَّحٍ سے قرار دیا گیا ہے اور اس کا مصدر  
 هَطَعَ وَ هَطُوعٌ ہے۔ لیکن مُهْطِعِينَ مصدر اِهْطَاعٌ (باب افعال) سے اسم فاعل کا  
 صیغہ جمع مذکر ہے۔ اِهْطَاعٌ کا معنی ہے گردن بڑھائی سر اٹھایا۔  
 مهطعين حال ہے الذین کفروا سے:

ترجمہ ہو گا:-

پس کافروں کو کیا ہو گیا ہے (یا کیا وجہ ہے کہ کافر لوگ) گردن بڑھاتے سر اٹھاتے  
 تیری طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔  
 بغوی نے لکھا ہے کہ:-

کافروں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہو کر کلام مبارک سنتی  
 تھی مگر استہزار اور تکذیب کرتی تھی ان کو تنبیہ کرنے کے لئے اس آیت کا نزول ہوا۔ اور اللہ  
 نے فرمایا کہ۔ کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے پاس بیٹھتے آپ کو دیکھتے (اور کلام سنتے) ہیں  
 مگر فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

اکثر مفسرین نے حروف کی کمی بیشی کے ساتھ آیت کا یہی مطلب لیا ہے۔ لیکن علامہ  
 ابن کثیر اپنی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں کہ:-

(جو ہدایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے کفار کے سامنے تھی) اور آپ کے  
 کھلے معجزے بھی اپنی آنکھوں سے وہ دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ  
 جاتے تھے۔ اور ٹولیاں ٹولیاں ہو کر دائیں بائیں کترا جاتے تھے جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے  
 فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ (۷۴:۲۹) (ان کو کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے روگرداں  
 ہیں) یہاں بھی اس طرح فرمایا ہے کہ ان کفار کو کیا ہو گیا ہے یہ نفرت کر کے کیوں تیرے  
 پاس سے بھاگے جا رہے ہیں۔ کیوں دائیں بائیں سرکتے جاتے ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ وہ

متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔

صاحب اضواء البیان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :-

ای بال اولئك الكفار المنصرفين عنك متفرقين ..... وكذلك هنا فهم متفرقون  
عنه صلى الله عليه وسلم جماعات من كل جهة عن اليمين وعن الشمال .....  
كقوله تعالى فما لهم عن التذكرة معرضين - ان كفار کو کیا ہو گیا ہے کہ ٹولے ٹولے ہو کر  
آپ کے پاس سے کھسک جاتے ہیں ..... اور اس طرح وہ ہر طرف سے دائیں بائیں سے گروہوں کی  
صورت میں آپ سے الگ ہو جاتے ہیں۔

۳۷:۷۰ = عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ - جمع عِزَّةٌ کی بحالت نصب، الگ الگ  
ٹولے۔

قاموس میں ہے :-

عِزَّةٌ بَرُوزٌ عِدَّةٌ أَدْمِيٌّ كَأَدْمِيٍّ - عِزُونَ جمع بحالت رفع،

عِزِينَ كَانَصْبٍ بوجہ الذین کفروا سے حال ہونے کے ہے۔ عن اليمين وعن الشمال  
متعلق بہ مسطحین یعنی کوئی گروہ دائیں سے چلا آ رہا ہے اور کوئی گروہ بائیں سے چلا آ رہا ہے  
۳۸:۷۰ = أَيَطْمَعُ : ہنزہ استفہامیہ۔ انکاریہ ہے۔ یعنی ان کو یہ طمع نہ کرنا چاہئے۔ یَطْمَعُ  
مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب طَمَعٌ رَبَابٌ فَتْحٌ مصدر سے۔ وہ امید رکھتا ہے۔ وہ لالچ رکھتا ہے  
وہ خواہش رکھتا ہے۔

كُلُّ أَمْرٍ قِنَمٌ - مضاف مضاف الیہ ہر آدمی ہِنَمٌ میں ضمیر ہُمُ جمع مذکر غائب  
الذین کفروا کی طرف راجع ہے کیا ان میں سے ہر آدمی یہ امید رکھتا ہے  
أَنْ مَصْدَرِيَّةٌ - يُدْخَلُ مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل أَنْ :  
جَنَّةَ نَعِيمٍ - جَنَّتَ مَفْعُولٌ يُدْخَلُ كَا - مضاف نَعِيمٍ مضاف الیہ۔ نعمت و راحت  
راحت و نعمت کے باغ۔ یہ مفعول ہے یَطْمَعُ كَا۔

۳۹:۷۰ = كَلَّا هِرْكَزٌ نَبِيٌّ - نیز ملاحظہ ہو ۷۰:۱۵ متذکرۃ الصدر۔

إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ - ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے  
ہیں۔ یعنی کیا ان میں سے ہر ایک کو طمع ہے کہ وہ جنت نعیم میں داخل کیا جائے گا؟ یہ ہرگز نہ ہو گا کس  
کہ ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے کہ اس کو وہ بھی جانتے ہیں۔ یعنی منی سے جو کہ نہایت ہی حقیر ہے  
پھر اس عالم قدس میں بغیر اس کے کہ آثار بہیمیہ کو قوائے روحانیہ و ملکوتیہ، ایمان و اعمال صالحہ سے

جلائے کر مٹائے کس طرح سے جا سکتا ہے۔

ان کثیر نے اس کی تائید میں امام حسن بصریؒ کا قول نقل کیا ہے۔  
 سچ ہے کہ گندہ انسان جب تک ایمان اور عمل صالح سے نورانیت اور پاکیزگی نہ حاصل کر لے  
 محض مال اور دنیاوی حشمت و جاہ کی وجہ سے اس عالم قدس تک نہیں پہنچ سکتا وہ پاک جگہ ناپاکوں  
 کے لئے نہیں ہے۔

۴۰: ۴۰ = فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغْرِبِ إِنَّا لَقَدِ رُؤْنَا ه

۴۱: ۷۰ = عَلَيَّ أَنْ نُبَدِّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ - اِیْ اِذَا كَانَ الْاَمْرُ كَذَلِكَ كَمَا ذَكَرْنَا  
 مِنْ اَنْ خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا يَعْلَمُونَ وَهُوَ النُّطْفَةُ الْقَدْرَةُ فَلَا اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشْرِقِ  
 وَالْمَغْرِبِ - جب بات یہ ہے کہ جیسا ہم نے بیان کیا کہ ان کی تخلیق ایک ایسی چیز سے کی گئی  
 ہے جسے وہ جانتے ہیں یعنی گندے نطفے سے تو ہم مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھاتے  
 ہیں۔ (یعنی اپنی ذات کی) کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ان سے بہتر لوگ بدل کر لے آئیں۔  
 واو عطف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ محذوف پر ہے لہذا ثبوت ہے تاکید کے لئے آیا ہے (نیز ملاحظہ  
 ہو ۳۸: ۶۹ متذکرۃ الصدر۔)

لَا اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ جملہ قسمیہ ہے اور اِنَّا لَقَدِ رُؤْنَا جو اب قسم  
 عَلَيَّ اَنْ نُبَدِّلَ خَيْرًا مِنْهُمْ متعلق قَدِ رُؤْنَا:

اُقْسِمُ مضارع واحد متکلم اِقْسَامٌ (افعال) مصدر میں قسم کھاتا ہوں۔  
 بِرَبِّ الْمَشَارِقِ مشرقوں کے پروردگار کی مشارق جمع ہے مشرق کی، سورج کے طلوع ہونے  
 کی جگہ۔ سال کے ۳۶۵ دنوں میں سورج کے نکلنے کی جگہ موسم کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے  
 اس لئے ان ساری جگہوں کے لئے لفظ جمع کا استعمال کیا گیا ہے یہی وجہ مغارب کے استعمال  
 کی ہے۔ سورج کے غروب ہونے کی جگہیں۔

لَقَدِ رُؤْنَا لام تاکید کا ہے قَادِرُونَ قُدْرَةٌ (باب ضرب و نص و سمع) مصدر  
 اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ ہم قدرت کھنے والے ہیں۔

اُقْسِمُ میں صیغہ واحد آیا ہے اور اِنَّا لَقَدِ رُؤْنَا میں صیغہ جمع کا استعمال اپنی عظمت  
 اور بزرگی اور قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔

اَنْ مصدریہ۔ نُبَدِّلَ مضارع جمع متکلم (منصوب بوجہ عمل اَنْ) تبدیل (تفعیل)  
 مصدر سے بمعنی بدلے میں لانا۔ عوض میں لے آنا۔

خَيْرًا - اِی خَلَقًا خَيْرًا قِنْتُهُمْ : تو ہم نے آئیں ان کے بدلے میں (ایسی خلقت) جو

ان سے بہتر ہو۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ بِجَلَدٍ دُوسرا جواب قسم ہے یا قَدِرُونَ سے حال ہے۔

اور ہم ایسا کرنے سے عاجز نہیں۔

مَسْبُوقِينَ عاجز، وہ لوگ جن پر سبقت کر لی جائے۔ سَبَقُ (باب ضرب، نصر)

مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر۔ بحالت جر و نصب ہے۔ سَبَقُ کے اصل معنی ہے چلنے میں آگے نکل جانا۔

۷۰: ۲۲ = فَذَرَهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا : ف عاطفہ ہے بمعنی پس، سو، تو۔ ذَرَفُ

امر حاضر۔ واحد مذکر۔ وَذَرُ (باب سمع فتح) مصدر سے تو چھوڑ دے (اس کی ماضی نہیں آتی۔

مضارع کے صیغہ میں قرآن مجید میں ہے:-

وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا وَصِيَّةً لِأَزْوَاجِهِمْ مَتَاعًا

إِلَى الْحَوْلِ (۲: ۲۴۰) اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے۔

هُم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب؛ تو ان کو چھوڑ دے۔

يَخُوضُوا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔ خَوْضٌ (باب نصر) مصدر سے

وہ مشغول ہوں۔ وہ مشغول رہیں۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔

يَلْعَبُوا؛ مضارع جمع مذکر غائب۔ لَعِبٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ کھیلتے رہیں۔ وہ کھیل

میں پڑے رہیں۔ آپ ان کو رہنے دیں کہ خرافات میں لگے رہیں۔ اور کھیل کود میں مشغول رہیں۔

حتیٰ حرف جر ہے۔ یہاں انتہا غایت کے لئے ہے اور بمعنی اِلیٰ آیا ہے۔ یہاں تک کہ

يَلْقُوا يَوْمَهُمْ۔ يَلْقَوُا مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ مُلَاقَاةٌ (مفاعلاً)

مصدر۔ (یہاں تک کہ) وہ پالیں (یا مل جائیں) اپنے (اس) دن کو (یعنی حشر کے دن کو)

يَوْمَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر يَلْقَوُا کا مفعول۔

الَّذِي يُوعَدُونَ۔ موصول وصلہ مل کر يَوْمٌ کی صفت يُوعَدُونَ مضارع

مجهول جمع مذکر غائب؛ وَعَدٌ (باب ضرب) مصدر۔ جس کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے

یا۔ ان کو وعدہ دی جاتی ہے۔ یعنی وعید عذاب حشر۔ کیونکہ قیامت کا دن خونوں کے لئے



وعید کا دن نہیں ہے۔

۷۰: ۲۳ = یَوْمَ یَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا۔ یَوْمَ بدل ہے یَوْمَهُمْ سے سِرَاعًا مِنَ الْأَجْدَاثِ حال ہے یَخْرُجُونَ کے فاعل سے۔

سِرَاعًا دوڑتے ہوئے۔ جلدی کرتے ہوئے، یعنی فاعل دوڑنے والے، جلدی کرنے والے سَرِيعٌ کی جمع سُرْعَةٌ سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں بروزن فیعل یعنی فاعل ہے جس طرح کَرِیمٌ کی جمع کِرَامٌ ہے۔ الْأَجْدَاثِ جمع، جَدَثٌ واحد۔ یعنی قبر۔

= كَانَهُمْ إِلَى نَصْبٍ يُوفِضُونَ۔ یہ جملہ بھی یَخْرُجُونَ کے فاعل سے حال ہے۔ كَانَهُمْ۔ كَانَتْ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب كَانَتْ کا اسم۔ گویا وہ سب "نَصْبٍ اسم مفرد، الْأَنْصَابُ جمع یعنی بُت، جھنڈا، نشان۔

یُوفِضُونَ، مضارع جمع مذکر غائب۔ إِفَاضَةٌ (افعال) سے مصدر۔ وہ دوڑیں وف ض مادہ۔ اصل میں الا یفاض (افعال) کے معنی کسی کے دفعہ (چپڑے کا ترکش) کو اٹھا کر اس طرح تیزی سے بھاگنے کے ہیں کہ اس سے جھنکار کی آواز پیدا ہو۔ لہذا تیز روی کے معنی میں آتا ہے۔

نَصْبٍ کے مختلف معانی کی وجہ سے اس آیت کی تفسیر بھی مختلف طور پر مفسرین نے کی ہے مثلاً

(۱) جس طرح دنیا میں اپنے بتوں اور خیالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں رب العالمین کی طرف دوڑیں گے:

(۲) قیامت کے دن قبروں سے نکل کر تختِ رب العالمین کی طرف اسی طرح دوڑیں گے جیسا کہ کوئی شرط میں نشان گڑے ہوئے تک جلد جلد دوڑتا ہے۔

(۳) کلبی نے نصب کا ترجمہ 'علم' کیا ہے یعنی جس طرح لشکری اپنے جھنڈے کی طرف لپکتے ہیں اسی طرح یہ حشر کے دن حشر کی طرف لپکیں گے۔

(۴) علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

جس دن خدا انہیں بلائے گا اور یہ میدانِ حشر کی طرف جہاں انہیں حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بُت یا علم کو یا حقان کو اور چلے کو چھو نے اور ڈنڈوت کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں۔

۴۴:۷۰ = خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ - خَاشِعَةً مَنْصُوبٌ هُوَ كَمَا فِي ضَمِيرِ  
يُوفِضُونَ سَعَالٌ هُوَ اِدْرَابُ أَبْصَارِهِمْ مَرْفُوعٌ هُوَ كَمَا فِي خَاشِعَةً كَا فَاعِلٌ هُوَ  
خَاشِعَةً ذَلِيلٌ هُوَ نَالِي - ذَلِيلٌ وَخَوَارٌ - خُشُوعٌ (بَابُ فَتْحٍ) مَصْدَرٌ سَعَالٌ مَرْفُوعٌ كَا فَاعِلٌ  
وَاحِدٌ مَوْثٌ هُوَ - اِن كِي نَكَا هِي نِيحِي هُوَ هِي هُوَ كِي -

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ یہ جملہ بھی یُوْفِضُونَ سَعَالٌ سے حال ہے، ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔  
تَرْهَقُ مَضَارِعٌ وَاحِدٌ مَوْثٌ غَائِبٌ دَهَقٌ (بَابُ سَمْعٍ) مَصْدَرٌ، جِس کے معنی کسی چیز کا دوسری  
چیز پر زبردستی چھا جانے کے ہیں۔ هُمْ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔  
اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَلَا يَرْهَقُ وَجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ (۱۰: ۲۶) اور ان کے  
چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی۔

ذَلِكَ الْيَوْمِ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ - ذَلِكَ مَبْتَدَأُ الْيَوْمِ ... الخ

اس کی خبر۔

كَانُوا يُوعَدُونَ ماضی استمراری مجہول جمع مذکر غائب وَعَدُ (بَابُ ضَرْبٍ) مَصْدَرٌ  
ان کو وعید دی جاتی تھی یعنی یہ ہے دن جس کا ان سے وعدہ عذاب کیا جا رہا تھا۔  
یہ جملہ معترضہ ہے۔ ماقبل کی اہمیت کو ذہن نشین کرانے کے لئے آیا ہے۔

سورة القمر میں اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے۔

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكْرٍ - خُشِعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ  
الْأَجْدَاثِ كَالَّذِينَ جَرَأُ دُنْتَسِرُهُ مُهَاطِعِينَ إِلَى الدَّاعِ يَقُولُ  
الْكَافِرُونَ هَذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (۵۴: ۶ تا ۸)

راپ بھی ان کی پرواہ نہ کریں، جس دن بلانے والا ان کو ایک ناخوش چیز کی طرف بلائیگا  
تو انکھیں نیچے کئے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ اس بلانے  
والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۷۱) سُورَةُ النُّوحِ مَكِّيَّةٌ (۱۸)

۷۱: ۱ — اِنَّا اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلَىٰ قَوْمِهِ : صاحب تفسیر منظریؒ لکھتے ہیں : آغاز کلام میں اِنَّ (تحقیق) لانے سے واقعہ کی اہمیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اِلَىٰ قَوْمِهِ ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کی رسالت صرف آپ کی قوم تک محدود تھی۔ تمام انسانوں کے لئے عمومی نہ تھی۔

اِنَّ اَنْذِرُ قَوْمَكَ مِیْنِ اَنْ تَفْسِرَیْہَ : کیونکہ ارسال کے اندر قول کا معنی پوشیدہ ہے (اِنَّ مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں۔ خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو یا معنوی) یعنی یہ کہنے کے لئے بھیجا۔ اس لئے اِنَّ اَنْذِرُ قول مخفی کی تشریح ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِنَّ مصدر یہ ہو اور قُلْنَا محذوف ہو یعنی ہم نے نوح سے کہا کہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈراؤ۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ : مِنْ حرف جر۔ قَبْلِ مضاف اگلا جملہ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور : اِنَّ مصدر یہ ہے : اس سے پہلے کہ ان کو دردنا عذاب پہنچے۔

۷۱: ۲ — قَالَ لِقَوْمِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ : قَالَ یعنی حضرت نوح علیہ السلام ز خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا۔

لَكُمْ مِیْنِ لَامِ تَقْوِیْتِ كے لئے ہے یا تَعْلِیْلِ كے لئے۔ اسی لاجل لَفْعُكُمْ رہتا ہے فائدہ کے لئے)

لِقَوْمِ اَصْلِ مِیْنِ قَوْمِیْ تَقَا۔ یٰ كُوْحُفْ كِیَا كِیَا یٰ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ مَوْصُوفٌ اور صفت۔ صاف صاف کھول کھول کر ڈرسانے والا۔

۷۱: ۳ — اِنَّ اَعْبُدُ وَاللّٰهُ وَالتَّقْوٰۃُ اَنْ مَّصْدَرِیْہَ۔ جملہ متعلقہ نذیر ہے یعنی حضرت نوح

علیہ السلام نے تذیر کی حیثیت سے اپنی قوم سے کہا کہ:-

۱:- اللہ کی عبادت کرو۔

۲:- اور اس سے ڈرو۔

== اتَّقُوا فِعْلَ امْرِ جَمْعِ مَذْكَرِ حَاضِرٍ، اتِّقَاءُ (افْتَعَالٌ) مُصَدَّرٌ سَعَى - تَمَّ دَرُو، تَمَّ بِرَبِّهِ كَارِي  
اِخْتِيَارُ كَرُو)

۳:- اور میری اطاعت کرو، یعنی میں جو توحید اور طاعتِ الہی کی بابت تمہیں حکم دے رہا ہوں اس کو مانو۔

أَطِيعُونَ امْرُكَ صَيِّغَةُ جَمْعِ مَذْكَرِ حَاضِرٍ إِطَاعَةٌ (افْعَالٌ) مُصَدَّرٌ سَعَى نَ وَتَايَ هُوَ  
اُورِي ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُشْكَلٌ مَحْذُوفٌ هُوَ -

۷۱:۴ == لِيَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُخْرِجَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى، جَوَابُ  
اُمْرِ هُوَ مَتَذَكَّرٌ بِاللَّاتِنِ احْكَامُ كِ جَوَابُ هِي -

لِيَغْفِرْ مَضَارِعُ مَجْزُومٌ (بِوَجْهِ جَوَابِ امْرِ) وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ، مَغْفِرَةٌ (بَابُ صَرْبٍ)  
مُصَدَّرٌ - وَهُوَ تَمَّ هِي نَجْشٌ دَعَى كَا -

(۱) مِّنْ تَبْعِيضِيَّةٌ بَعْضٌ هُوَ سَكْتَا هُوَ، وَهُوَ تَمَّ لَعِبُ كِنَاهُ مَعْفَا كَرَدَى كَا؛ لِيَعْنِي وَهُوَ كِنَاهُ  
جِن كَا تَلْقَى اس كِي اِنِّي ذَا سَكْتَا هُوَ - عَوَامُ النَّاسِ - نَهِي -

(۲) يَا مَن زَانِدٌ هُوَ وَهُوَ تَمَّ لَعِبُ كِنَاهُ مَعْفَا كَرَدَى كَا -

وَيُخْرِجُكُمْ - جَمْلَةٌ كَا عَطْفٌ جَمْلَةٌ سَابِقَةٌ هُوَ - يُؤَخِّرُ مَضَارِعُ مَجْزُومٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ  
غَائِبٌ، تَأْخِيرٌ (تَفْعِيلٌ) مُصَدَّرٌ سَعَى - كَمَّ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ - وَهُوَ تَمَّ هِي مَهْلَتُ  
دَعَى كَا -

أَجَلٍ مُّسَمًّى مَوْصُوفٌ وَصِفَتٌ - اِسْمٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ تَسْمِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) مُصَدَّرٌ  
مَدْرَتٌ مَقْرَرَةٌ - مَعْنِيَةٌ، تَعْيِينٌ كِيَا هُوَا -

تَرْجَمَةٌ هُوَا كَا -

اور (موت کے) وقت مقررہ تک تم کو مہلت عطا کرے گا؛

== إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ إِذَا جَاءَ لَا يُؤَخَّرُ: حَقِيقَتُ يَ هُوَ كِهْ خَدَا كَا مَقْرَرٌ كِيَا هُوَا  
وَقِيَتْ جِبَ اَجَاتَا هُوَ تَوَمَّوْخَرُ نَهِي كِيَا جَا سَكْتَا -

إِنَّ حَرْفٌ مَّشَبُهٌ بِالْفِعْلِ أَجَلَ اللَّهِ مَضَافٌ مَضَافٌ إِلَيْهِ - أَجَلٌ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ

عملِ اَنْ :

لَا يُؤَخَّرُ: فعل نہی مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب، تاخیر کا مصدر سے، اس میں تاخیر نہیں کی جائے گی :

لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ: کاش تم (یہ حقیقت) جانتے ہوتے۔

۷۱: ۵ = قَالَ: یہاں کلام میں اختصار کیا گیا ہے پورا کلام یوں تھا کہ۔

نوح (علیہ السلام) نے تبلیغ کی۔ قوم نے تکذیب کی، نوح (علیہ السلام) برابر دعوت دیتے رہے مگر قوم انکار پر اڑی رہی۔ آخر نوح (علیہ السلام) نے کہا (تفسیر منطہری)

فَائِدَةٌ: صاحب صیغہ القرآن یوں رقمطراز ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد اپنے قرآن کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو برا بھلا کہا جاتا۔ طعن و تشنیع کے تیرہ سائے جاتے، افتراء و بہتان کے طوفان اٹھاتے جاتے، حتیٰ کہ آپ کو مار مار کر لہو لہان کر دیا جاتا۔ آپ پہروں بیہوش پڑے رہتے۔ آپ کو کسی مکان میں بند کر دیا جاتا۔

لیکن اس جوڑ جفا کے باوجود یہ اللہ کا پیغمبر ان ناہنجاروں کی اصلاح میں لگا رہا۔ اور بارگاہِ الہی میں ان کے لئے دعائیں مانگتا رہا۔ اور شب روز ان کو تبلیغ بھی کرتے رہے۔ عام اجتماعوں میں بلند آواز سے انہیں وعظ فرماتے اور حیب اپنی خلوت گاہوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ وہاں جا کر رازدارانہ طور پر اور چپکے چپکے ان کو گمراہیاں چھوڑنے کی تلقین کرتے اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ سالوں نہیں بلکہ نو صدیاں بیت گئیں۔ اور ان میں حق پذیر کی کے آثار نمایاں نہ ہوئے۔ بلکہ ان کی ہٹ دھرمی اور تعصب میں روز بروز اضافہ ہوتا ہی چلا گیا۔

جب آپ کو ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ نے اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی روداد الم بیان کرنی شروع کی۔

عرض کرتے ہیں الہی! ان کو سمجھانے میں میں نے دن رات ایک کر دیا کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ لیکن جتنا میں ان کو حق کی طرف کھینچتا ہوں اتنا ہی وہ اس سے دُور بھاگتے ہیں اور ان کی نفرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے :

رَبِّ اَصْلٍ مِّنْ يَّارِ كَيْبٍ تَمَّاءَ - شروع سے حرف نداء اور آخر سے ہی ضمیر واحد متکلم حذف ہو کر رَبِّ رہ گیا۔

== لَيْلًا وَنَهَارًا۔ دونوں دَعْوَتْ کے طرف ہیں۔ رات اور دن۔  
 ۱۷: ۶ = فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِي إِلَّا فِرَارًا۔ ف یعنی لیکن؛ لَمْ يَزِدْ  
 مضارع نفی جہد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی بڑھانا  
 هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب دُعَائِي مضاف مضاف الیه مل کر فاعل: إِلَّا فِرَارًا  
 استثناء مفرغ (جس کا مستثنیٰ مذکور نہ ہو) فِرَارًا مفعول ثانی دَعْوَتْ کا۔  
 ترجمہ ہو گا۔

لیکن میری دعوت نے ان میں زیادتی نہ کی مگر فرار کی، یعنی میری دعوت نے  
 ان پر اور تو کوئی اثر نہ کیا سوائے اس کے کہ وہ مجھ سے دور بھاگتے رہے۔  
 ۱۷: ۷ = وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ وَاذْعَابُهُمْ كُلَّمَا يَه لَفْظ  
 مرکب، کُلُّ اور مَا سے؛ اس ترکیب میں لَفْظ کُلُّ ظرفیت کی وجہ سے ہمیشہ منصوب  
 رہتا ہے۔ یعنی وقت کے۔ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے۔ کُلَّمَا جب بھی،  
 جبوقت بھی۔

لِتَغْفِرَ میں لام سبب ہے۔ یعنی تاکہ: تَغْفِرَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام)  
 واحد مذکر حاضر۔ غَفْرٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ لَهَا ان کو  
 ترجمہ: تاکہ تو ان کو بخش دے۔ یا معاف کر دے۔  
 ۱۱ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ لِتَوَكَّلْ فِي آذَانِهِمْ لِيَسْمَعُوا  
 ۱۲ وَاسْتَعْشُوا شَيْئًا بَهُمْ (اپنے اپنے اوپر کپڑوں کو لپیٹنے)  
 ۱۳ وَأَصْرُوا۔ (اور ضد کرنے لگے)  
 ۱۴ وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا۔ (اور بڑا گھمنڈ کرنے لگے)  
 یہ چاروں جملے کُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ کے جواب میں ہیں۔  
 أَصَابِعُهُمْ: مضاف مضاف الیه۔ مفعول جَعَلُوا کا۔ أَصَابِعُ جمع اصْبَعٍ کی  
 اپنی انگلیاں۔

اسْتَعْشُوا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اسْتَعْشَاءُ (استفعال) مصدر بمعنی  
 اپنے اوپر پردہ ڈال لینا۔ اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ لینا۔ عَشُو، عَشِيٌّ مادہ۔ عَشِيَّةٌ،  
 غِشَاوَةٌ وَعِشَاءٌ: اس کے پاس اس چیز کی طرح آیا جو اسے چھپائے۔ غِشَاوَةٌ (اسم)  
 پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَعَلَى الْبَصَارِ هُمْ

غَشَاوَةً (۲: ۷۱) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور وَتَغْشَىٰ وُجُوهُهُمْ  
النَّارُ (۱۴: ۵۰) اور ان کے چہروں کو آگ لپٹ رہی ہوگی :

اَصْرُوا ماضی جمع مذکر غائب (انفعال) مصدر۔ انہوں نے ضد کی۔ انہوں نے

اصر کیا۔

اِسْتَكْبَرُوا ماضی جمع مذکر غائب (استفعال) مصدر معنی گھمنڈ کرنا۔ تکبر کرنا  
اِسْتِكْبَارًا مفعول مطلق تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور بڑا گھمنڈ کرنے لگے :

۷۱: ۸ — ثُمَّ حَرْفِ عَطْفٍ هُوَ، ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ  
متاخر ہونا وقتی لحاظ سے ہو (تراخی فی الوقت) خواہ رتبہ (ترتیب) کے لحاظ سے (الترخی فی الرتبہ)

بصورت اول اس کے معنی ہوں گے پھر، اس کے بعد۔ صورت دوم میں اس سے بھی

بڑھ کر معنی ہوں گے۔

صورت اول کی مثال۔

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمَيِّتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُونَ

(۲۸: ۲) اور تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی، پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو  
زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف تم لوٹ جاؤ گے۔

صورت دوم کی مثال۔

حضرت علی کا شعر ہے۔

فَعَارٌ ثُمَّ عَارٌ ثُمَّ عَارٌ — شقاء المرء من اكل الطعام۔

(شرم کی بات ہے بہت شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے کہ آدمی کھانا  
کھا کر بیمار ہو جائے)

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔

لفظ ثُمَّ کا اس جگہ استعمال دعوت کے مختلف طریقوں پر دلالت کرتا ہے کیونکہ

سری دعوت سے جہری دعوت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ اور صرف سری یا صرف جہری دعوت

سے سری اور جہری دعوتوں کا مجموعہ زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس طرح ہر ترتیبی صورت اول

صورت سے بعد کو آتی ہے۔

= جِهَارًا۔ جَهْرًا يَجْهَرُ (باب فتح) کا مصدر ہے۔ پکارنا۔ بلند آواز کرنا۔ کھلم کھلا

بر ملا۔ مصدر۔ موضع حال میں ہے ای مُجَاهِرًا۔

ترجمہ ہو گا۔

پھر میں نے ان کو کھلم کھلا بھی بلایا۔

۹: ۷۱ = اَعْلَنْتُ - ماضی واحد متکلم اِعْلَانُ (افعال) مصدر میں نے کھلم کھلا کہا۔ میں نے اعلانیہ کہا۔

اسْرَرْتُ : ماضی واحد متکلم - اسْرَارُ (افعال) مصدر میں نے پوشیدہ طور پر کہا اسْرَارٌ مفعول مطلق تاکید کے لئے آیا ہے۔ اور ان کو بہت چپکے چپکے بھی کہا۔

۱۰: ۷۱ = فَكَلْتُ ف حرف عطف ہے۔ سو میں نے ان سے کہا۔

اِسْتَغْفِرُ وَا رَبَّكُمْ : امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر استغفار (استفعال) مصدر۔ تم مغفرت مانگو، تم بخشش چاہو۔

رَبَّكُمْ (مضاف مضاف الیہ) اپنے رب سے۔

= عَفَّارًا - عَفْرَانُ رباب ضرب مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد۔ مبالغہ کا صیغہ

بہت بخشنے والا۔ منصوب بوجہ کان کی خبر کے ہے۔ کیونکہ وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے۔

۱۱: ۷۱ = يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا - يُرْسِلُ مزارع مجزوم بوجہ

جواب امر وصل کی وجہ سے مکسور ہے۔ اِرْسَالٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ بھیجے گا۔

السَّمَاءَ ابر۔ بارش، آسمان، یہاں یعنی ابر آیا ہے۔ يُرْسِلُ کا مفعول ہے۔

مِدْرَارًا - دَرٌّ و دَرٌّ (باب ضرب و نقر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

بہت آنسو بہانے والی آنکھ۔ بہت بارش برسانے والا بادل۔ مِدْرَارًا حال ہے السَّمَاءِ

سے لہذا منصوب ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

تاکہ تم پر بہت برسنے والا بادل بھیجے۔

۱۲: ۷۱ = وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ - اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

يُمْدِدْ مزارع مجزوم بوجہ جواب امر واحد مذکر غائب، اِمْدَادٌ (افعال) مصدر وہ بڑھائے گا۔ وہ مدد کرے گا۔

بَنِينَ: اِبْنٌ کی جمع بحالت جر۔ بیٹے۔ مطلب یہ کہ تمہارے مال و اولاد کو بہت کر دینگا

وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّتٍ اور تمہیں باغات دے گا۔ يَجْعَلُ مزارع مجزوم بوجہ جواب

امر واحد مذکر غائب جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ کرے گا۔ بنا دے گا۔



۷۱:۱۳ = مَا لَكُمْ لَا تَرْجُونَ لِلَّهِ: مَا اسْتَفْهَامِيه، لام حرف جبر، تمہیں کیا ہو گیا ہے، نیز  
ملاحظہ ہو ۷۰: ۱۳۵

لَا تَرْجُونَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر، رَجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ تم امید نہیں رکھتے ہو  
مفسرین کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ رَجَاءٌ بمعنی اعتقاد ہے۔ یعنی تم اپنے اعتقاد میں اللہ کی عظمت کو نہیں جانتے۔ (ابن عباس  
مجاہد)

۲۔ رَجَاءٌ بمعنی خوف ہے۔ یعنی کیا تم اللہ کی عظمت سے نہیں ڈرتے۔ (کلبی)

۳۔ کیا تم اللہ کا حق نہیں پہچانتے اور اس کی نعمت کا شکر نہیں کرتے۔ (حسن بصری)

۴۔ تم کو اپنی عبادت میں اس بات کی امید نہیں کہ ہم جو خدا کی تعظیم کرتے ہیں خدا اس کا ثواب  
بھی دے گا۔ (ابن کیسان)

۵۔ کیا اپنی عبادت میں تم کو اس امر کی امید نہیں ہے کہ خدا تمہاری عبادت کی قدر دانی کریگا

۶۔ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم کیوں نہیں رکھتے امید اللہ سے بڑائی کی۔ (شاہ عبدالقادر دہلوی)۔  
وَقَارًا۔ اسم و مصدر۔ عزت و عظمت، توقیر و تعظیم کرنا۔

۷۱:۱۴ = وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا۔ حمد حال ہے لَكُمُ کی ضمیر جمع مذکر حاضر سے اور  
أَطْوَارًا حال ہے خَلَقَكُمْ کی ضمیر جمع مذکر حاضر سے۔

ترجمہ ہو گا۔

حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کا پیدا کیا ہے۔

أَطْوَارًا طَوْرًا کی جمع ہے۔ طرح طرح۔ طرح طرح کی شکل کے بھی ہو سکتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اول توحید کی دعوت دی اس کے بعد اس کے ثبوت میں چند دلائل  
دیتے۔ جن میں سے ایک یہ کہ۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ أَطْوَارًا۔ کہ اس نے تم کو طرح سے بنایا۔ کہ تم اول نطفہ تھے پھر علقہ ہوئے

پھر مضغ ہوئے۔ پھر انسان بنے۔

یاد رہے کہ کسی کو امیر کسی کو غریب کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت بنایا۔ پھر سب کا ڈھانچہ ایک ہے

مگر صورتیں جدا جدا۔ یہ نہ مادہ بے شعور کا کام ہے نہ طبیعت کی کاریگری کا۔ آخر کوئی علیم و خبیر ہے کہ  
جس نے یہ بڑا کام کیا ہے۔ یہ بڑی مستحکم دلیل ہے۔ جو انسان ہی سے متعلق ہے۔

مفسرین کے اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ اطوار یعنی نطفہ ثم علقہ ثم مضغہ ای طور بعد طور الی اتعام الخلق (ابن عباس) یعنی پہلے نطفہ کی حالت پھر علقہ (جسے ہونے خون کا لکھڑا) پھر مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) یعنی کئی مرحلوں سے گزار کر مکمل صورت میں پیدا کیا۔

۲۔ وقیل اطواراً۔ صبیاناً ثم شباناً۔ ثم شیوخاً وضعفار یعنی پہلے بچے کی حالت، پھر جوانی پھر بڑھاپا اور ضعیف العمری۔

۳۔ وقیل اطواراً۔ ای انواعاً صحیحاً و سقیماً و بصیراً و ضللاً و غنیاً و فقیراً۔ یعنی مختلف انواع و اقسام کی صورت میں۔ کوئی صحت مند، کوئی بیمار، کوئی بینا کوئی نابینا۔ کوئی غنی کوئی فقیر، (قرطبی)

۷۱:۱۵ = اَلَمْ تَرَوْا - الف استفہامیہ لَمْ تَرَوْا مضارع نفی جہد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر کیا تم نے نہیں دیکھا۔ استفہام حقیقی نہیں ہے مجازی یعنی تعجب ہے۔

کیف حرف استفہام ہے یعنی کیسے، کیونکر، کس طرح،

طَبَاقًا: تہرتہ۔ کسی پرت ہونا۔ اوپر تلے۔ منزل بہ منزل۔ طَبَاقًا بوجہ حال ہونے کے منصوب ہے

بمعنی ذات طباق تھا۔ ذات کو حذف کر کے طَبَاقًا قائم مقام کر دیا۔

ترجمہ ہوگا۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے کیسے بنائے ہیں۔

۷۱:۱۶ = فِیہِنَّ سِرَاجًا۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع السَّمَوَاتِ ہے۔

سِرَاجًا۔ چراغ۔ دیا۔ مجازاً اہر روشن چیز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ آفتاب کو یہاں سراجا کہا گیا ہے۔

فُورًا و سِرَاجًا۔ القمر اور الشمس سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں

۷۱:۱۷ = وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا۔ اَنْبَتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اَنْبَتُ (افعال) مصدر۔ معنی اگانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نَبَاتًا مفعول مطلق۔ اسم منصوب ہے۔

یہاں اَنْبَتَكُمْ (باب افعال) کی رعایت سے موضع مصدر میں لایا گیا ہے ای بمعنی اَنْبَاتًا۔ (الخازن)

ترجمہ ہوگا۔

اور اللہ نے تم کو زمین سے اُگایا۔

**فَإِذَا ۵ :-** اگانے سے مراد ہے پیدا کرنا۔ رویدگی کا لفظ پیدائش کے لفظ سے زیادہ حدوث (کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو) کے مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے اس لئے **أَنْشَأَكُمْ** کی بجائے **أَنْبَتَكُمْ** فرمایا ہے۔ (تفسیر مظہری)

**فَإِذَا ۶ (۲)** اِنْبَات مِنَ الْأَرْضِ (ازمین سے اگایا جانا) دو طرح سے ہے۔  
۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا لہذا آپ کی نسل بھی ایک طرح سے مٹی ہی سے پیدا کی گئی۔

۲۔ انسان لطفہ منی سے پیدا ہوتا ہے اور منی زمین کی غذاؤں سے بنتی ہے اور وہ غذا میں زمین سے اگتی ہیں۔ لہذا کہا جا سکتا ہے کہ انسان کو خاک سے اگایا گیا (تفسیر حقانی وغیرہ)

**فَإِذَا ۷ (۳)** اَللّٰهُنَّ تَمَّ كَوَاغَا " میں ضمیر پر اکتفا کرنے کے بجائے (لفظ اللہ) اسم ظاہر پر فرمایا کیونکہ محبوب کا نام لذت آفریں ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

۷۱: ۱۸ = **ثُمَّ يُعِيدُكُمْ**۔ **ثُمَّ تَرَاحِي** وقت کے لئے ہے یعنی پھر۔ اس کے بعد **يُعِيدُ** مضارع واحد مذکر غائب (اعادة افعال) بمعنی لوٹا دینا۔ **كُم** ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو پھر اسی میں لوٹا دے گا۔ فیہا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مزج الارض ہے۔  
**وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا**۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ **يُخْرِجُ** مضارع واحد مذکر غائب (اخراج افعال) مصدر۔ باہر نکالنا۔ **اِخْرَاجًا** مفعول مطلق تاکید کے لئے اور پھر تم کو باہر نکال کھڑا کریگا۔

**فَإِذَا ۸ :-** پہلے **أَنْبَتَكُمْ** کی تاکید **بِنَاتَا** سے کی تھی اب **يُخْرِجُكُمْ** کی تاکید کے لئے **اِخْرَاجًا** فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ تخلیق اول کی طرح حشر بھی یقینی ہے۔

۷۱: ۱۹ = **بِسَاطًا**۔ الارض سے حال ہے (اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے بصورت بستر بنایا) **بِسَاطًا** اسم ہے۔ بچھونا۔ فرش، ہر پھیلی ہوتی چیز کو بساط کہتے ہیں۔ چنانچہ وسیع زمین کا نام بھی بساط ہے۔ **بَسَطَ يَبْسُطُ** (باب نصر) **بَسَطَ** مصدر۔ بمعنی کشادہ کرنا  
۷۱: ۲۰ = **لِتَسْلُكُوا** لام تعلیل کا ہے تاکہ۔ **تَسْلُكُوا** مضارع کا صیغہ جمع مذکر

حاضر، منصوب بوجہ عمل لام سَلُّوكْ (باب نصر) مصدر یعنی چلنا پھرنا۔ داخل ہونا مِنْهَا اِی من الارض۔ سُبُلًا مفعول فیہ۔ سبیل کی جمع یعنی راستے۔ موصوف، فجا بجا صفت۔ یعنی کھلا، کشادہ کرنا۔

ترجمہ ہوگا۔

تاکہ تم اس کے کھلے اور کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔

۷۱: ۲۱ = رَبِّ اِی یَارَبِّی؛

اِنَّهُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے افراد کی طرف راجح عَصُوْنِی، عَصَوْا ماضی جمع مذکر غائب مَعْصِیة وَعِصْیَانٌ (باب ضرب) مصدر انہوں نے نافرمانی کی۔ انہوں نے اطاعت نہ کی، انہوں نے کہنا نہ مانا۔

عَصَوْا اصل میں عَصِیُوْا تھا۔ سی متحرک ماقبل مفتوح سی کو الف سے بدلا۔ اجتماع ساکنین کی وجہ سے الف کو گرا دیا گیا۔ عَصَوْا ہو گیا۔ ن وقایہ ادری ضمیر واحد منکلم انہوں نے میرا کہنا نہ مانا۔

وَ اَتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ یَزِدْهُ مَالَهُ وَ وَلَدًا اِلَّا خَسَارًا؛ وَ اَدَّ عَاطِفٌ، اِتَّبَعُوْا نخل بافاعل من موصولہ، مفعول اتبعوا کا۔ لَمْ یَزِدْهُ ..... الخ صلہ اِتَّبَعُوْا ماضی جمع مذکر غائب اتباع (افتعال) مصدر۔ انہوں نے اتباع کی۔ انہوں نے کہا مانا۔

لَمْ یَزِدْهُ؛ مضارع نفی جہد بلیم واحد مذکر غائب زیادہ (باب ضرب) مصدر کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو فائدہ نہ دیا۔ اِلَّا حرف استثناء خَسَارًا مستثنیٰ۔ گھاٹا۔ ٹوٹا۔ ضمیر واحد مذکر غائب مذکور ہے مگر مراد قوم کے سائے رؤسائیں۔

ترجمہ ہوگا۔

اور انہوں نے (میری قوم نے) پیروی کی یا کہا مانا ان لوگوں کا جن کے مال اور اولاد نے ان کا کچھ نہ بڑھایا (یعنی کچھ نفع نہ دیا) سوائے ٹوٹے کے۔

مطلب یہ کہ چاہتے تو یہ تھا کہ مال کی فراوانی اور اولاد کی کثرت پر وہ محسن اعظم یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے اور اپنے گناہوں پر نادم ہو کر اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور برائیوں سے بچتے نیکیاں بجالاتے۔ اس طرح آخرت کے لئے نفع کماتے۔ تبین ہوا یہ کہ

وہ اور گھنڈ اور ٹکبہ میں ڈوب گئے۔ مال و اولاد کو اپنی کوششوں کا ثمرہ خیال کرنے لگے اور اس کے رسول کی مخالفت میں اور تیز ہو گئے اور اس طرح بجائے نفع کے اٹا اخروی خسارے اور محرومی کا سودا اپنے پلے باندھ لیا۔ ساری قوم بھی بجائے رسول کے اتباع کرنے کے ایسے مال دار رئیسوں کے پیچھے لگ گئی۔

۲۲:۷۱ = وَ مَكْرُؤًا مَكْرًا كَبَّارًا۔ جملہ کا عطف مَنْ لَمْ يَزِدْ بِرَبِّهِ۔ مَنْ گو لفظاً مفرد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے یا اس کا عطف اتبعوا پر ہے۔

مکروا کی ضمیر فاعل کا مرجع رؤسا قوم نوح ہیں (جلالین) یا سرداروں اور نچلے طبقے کے منکرین ہر دو گروہوں کے لئے ہے۔ سرداروں کی طرف سے مکریہ تھا کہ وہ لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کو دکھ پہنچانے اور کفر کرنے پر ابھارتے تھے اور نچلے طبقے کا مکریہ تھا کہ وہ حضرت نوح کو دکھ پہنچاتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے یہی ان کی تدبیر تھی جس کو مکر کہا گیا۔ مَكْرُؤًا ماصحی جمع مذکر غائب مَكْرٍ (باب نصر) مصدر سے۔ انہوں نے چال چلی انہوں نے خفیہ تدبیر کی۔ مصدر بمعنی دھوکہ دینا۔ فریب کرنا۔ کسی کو سزا دینے کی خفیہ تدبیر کرنا۔ مَكْرًا كَبَّارًا۔ مَكْرًا مفعول مطلق، فعل کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

كَبَّارًا كِبْرًا سے مبالغہ کا صیغہ۔ بہت بڑا۔

ترجمہ اور وہ بہت بڑی چالیں چلے۔

۲۳:۷۱ = وَقَالُوا۔ اٰی و قَالَ الْيٰسَءُ۔ یعنی انہوں نے آپس میں کہا۔ لَا تَدْرُتْ: فعل نہی تاکید بانون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ (باب فتح و سجع) مصدر۔ تم ہرگز نہ چھوڑو۔ یعنی ان کی پوجا کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲۲:۷۰)

۱۱ لِهَتِكُمْ، مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے معبود۔ اپنے معبودوں کو۔ اللہ کی جمع وَلَا تَدْرُتْ دَرًّا وَلَا سَوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا۔ اور ہرگز نہ چھوڑو۔ دَرًّا کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نہ نسر کو۔ (بھی ہرگز نہ چھوڑنا) دَرًّا، سواع، یغوث، یعوق وغیرہ حضرت نوح کی قوم کے چند بتوں کے نام تھے۔ جو کہ دوسرے بتوں سے ممتاز تھے۔ ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے خصوصیت کے ساتھ نام لئے۔ وَرَنَ الْيٰسَءُ میں بطور عموم ان کا ذکر بھی آ گیا تھا۔

۲۴:۷۱ = وَقَدْ اَضَلُّوا كَثِيْرًا۔ وَاَوْعَاطِفٌ، قَدْ ماصحی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور فعل کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ اَضَلُّوا ماصحی کا صیغہ جمع مذکر غائب اِضْلَالٌ

رافعال، مصدر سے۔ انہوں نے گمراہ کیا۔ انہوں نے بہکا دیا۔ اس میں ضمیر فاعل قوم نوح کے سرداروں کی طرف راجع ہے یا بتوں کی طرف راجع ہے بہکانے کی نسبت بتوں کی طرف مجازی ہے، بت گمراہی کا سبب ہیں وہ گمراہ نہیں کرتے، ان کے ذریعہ شیطان نے گمراہ کیا تھا۔ جیسا کہ آیت رَبِّ اِنَّهُمْ اَضَلُّنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (۱۴:۳۶) میں گمراہ کرنے کی نسبت بتوں کی طرف مجازی ہے۔

كَثِيْرًا: ای خَلَقًا كَثِيْرًا۔ ترجمہ ہو گا:۔

اور رای پروردگار، انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ جملہ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا حالیہ ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا: واو عطف ہے اس کا عطف انہم عَصَوْنِيْ پر ہے یا جملہ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا پر ہے۔

لَا تَزِدُ فَعْلٌ نَهِيْ وَاحِدٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر تو زیادہ نہ کر۔ تو مت بڑھا الظَّالِمِيْنَ ظلم کرنے والے۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔ اِلَّا ضَلٰلًا مستثنیٰ مفرغ۔ ضلال گمراہی۔ ہلاکت۔

ترجمہ:- اور تو نہ بڑھا ظالموں کو مگر گمراہی میں لے یعنی ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دے تاکہ جلدی عذاب کا مزہ چکھیں۔)

فَاِيْكُلَا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کا نتیجہ نہ تھی۔ بلکہ یہ اس وقت آپ کی زبان مبارک سے نکلی تھی جب صدیوں تک تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد وہ اپنی قوم سے مایوس ہو چکے تھے اور وحی الہی خود ان ظالموں کے قبول اسلام نہ کرنے سے مطلع کر چکی تھی سورۃ ہود میں ارشاد الہی ہے:-

وَاَوْحِيَ اِلَى نُوْحٍ اِنَّهُ لَسَن يُّؤْمِنُ مِنْ مِّنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدَّ اَمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۱۱:۳۴) اور نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لا چکے (لا چکے) ان کے سوا اور کوئی ایمان نہ لائے گا۔ تو جو یہ کام کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔

ایسے ہی حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے لئے یہ بددعا کی تھی۔ وَقَالَ مُوسٰى رَبِّ اِنَّكَ اَنْتَ فِرْعَوْنُ وَمَلَاكُ زَيْنَةَ وَ

أَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَى أَمْوَالِهِمْ  
وَاشْدُدْ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ - (۱۱: ۸۸)  
اور حضرت (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے  
سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے اے پروردگار  
اس کا مال یہ ہے کہ تیرے رستے سے گمراہ کر دیں۔ اے پروردگار ان کے مالوں کو برباد کر دے  
اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمْ مَا فَاسْتَقِيمًا وَلَا تَتَّبِعْتِ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا  
يَعْلَمُونَ (۱۱: ۸۹) (خدا نے، فرمایا۔ کہ تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے تو تم ثابت قدم رہنا  
اور بے عقلوں کے راستے پر نہ چلتا۔

فائدہ نمبر ۲۔ بعض نے ضلال کے معنی ہلاکت کے لئے ہیں جیسے آیت ان المجبورین  
فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ (۵۴: ۴۷) میں ضلال سے بتا ہی مراد ہے۔

فائدہ ۳۔ صاحب تفسیر حقانی نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے (وہ بت ستمگاروں کو) یعنی اپنے  
پرستاروں کو بتا ہی کے سوا اور کچھ نہیں دیا کرتے۔

۷۱: ۲۵ = مِمَّا خَطِيئَتُهُمْ أُغْرِقُوا - مِمَّا. مِنْ سَبِيهِ اور ما زائدہ سے  
مرکب ہے ما زائدہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے خَطِيئَاتٍ مضاف هُمْ مضاف الیه جمع  
ہے خَطِيئَةٍ کی معنی گناہ، تقصیر، خطا، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان کی خطائیں۔ ان کی  
کی تقصیریں۔ ان کے گناہ۔

أُغْرِقُوا: ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ أُغْرِقُوا - اغراق (افعال) مصدر  
وہ غرق کئے گئے وہ ڈبو دیئے گئے۔ بوجہ اپنی خطاؤں کے ڈبو دیئے گئے وہ۔

فَأَدْخِلُوا نَارًا - ف عاطف ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں ہے :-  
جہاں ترتیب اور تعقیب بتانا مقصود ہو یعنی پہلے کام پہلے کام کے بعد ہوا اور اس کے بعد  
نوراً ہوا۔ تو یہ استعمال ہوتی ہے۔ یعنی ان کے غرق ہونے کے بعد۔

فَأَدْخِلُوا نَارًا۔ کہ انہیں معاً آگ میں ڈال دیا گیا۔ اسی سے اہلسنت عذاب قبر پر

استدلال کرتے ہیں۔۔۔ الخ

سلامہ تبارک اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں :-

ہم کہتے ہیں یہ توجیہات مجازی ہیں اصل کلام میں حقیقت ہے: خواہ مخواہ حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار احادیث ہیں کہ عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے اجماع سلف صالحین بھی اسی پر ہے۔۔۔۔۔۔۔ اس کے بعد آپ نے چند احادیث نقل فرمائی ہیں :-

— تَارًا مَفْعُولٌ فِيهِ اَكٌّ فِي مَعْنَى عَذَابِ قَبْرِ مَيِّتٍ۔

فَلَمْ يَجِدُوا: ف ماطفہ ہے لَمْ يَجِدُوا فعل مضارع نفی جہد بلم جمع مذکر قاسب: انہوں نے نہ پایا۔ لَمْ يَجِدُوا اپنے لئے۔

لَمْ يَجِدُوا فِي ضَمِيرِ فاعِلٍ اَوْ لَمْ يَجِدُوا فِي ضَمِيرِ هُمْ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ قَوْمِ نُوحٍ

کے لئے ہے۔

النَّصَارَ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ مَفْعُولٍ هُوَ لَمْ يَجِدُوا كَيْسَ - پھر انہوں نے اپنے لئے کوئی مددگار اللہ کے سوا نہ پایا کہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچائے م  
النصار جمع نصیر اور ناصر کی۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین و انصار کا ذکر ہے وہاں انصار سے مراد انصارِ مدینہ ہیں۔ جو نصرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اسی لقب سے سرفراز کئے گئے

۲۶:۷۱ = رَبِّ - اِي يَارَبِّي؟

لَا تَذَرُ - فعل نهي واحد مذکر حاضر، نہ چھوڑ، نیز ملاحظہ ہو: ۷۰: ۲۲

عَلَى الْأَرْضِ - میں الارض کا الف لام عہدی ہے مخصوص زمین یعنی وہ زمین جس میں قوم نوح آباد تھی۔ مطلب یہ کہ اس قوم کی زمین پر کسی کافر کو چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔

مِنَ الْكُفْرِيَّةِ، میں مِنْ تَبَعِيَّةٍ نہیں ہے بیان جنس کے لئے ہے جیسے اور جگہ آیا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ (۲۲: ۳۰) تو بتوں کی پلیدی سے بچو۔ یہاں بھی آیت زیر مطالعہ میں مِنَ الْكُفْرِيَّةِ سے کافروں کی جنس مراد ہے اور کافروں سے مراد بھی وہ کافر مراد ہیں جن کی طرف حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

دَيَّارًا - بسنے والا۔ گھومنے اور چلنے پھرنے والا۔

دَوَّرَ رِبَابَ نَصْرٍ، مصدر سے بمعنی گھومنا۔ چلنا پھرنا۔ دَيَّارٌ دَوَّرٌ سے فِعْعَالٌ کے وزن پر اسم فاعل کا صغیر واحد مذکر ہے اصل دَيَّوَارٌ تھا واو کی حرکت ما قبل کو دی پھر واو کو کسی



بدل دیا۔ کسی کوئی میں مدغم کیا۔ دَیَّارٌ ہو گیا۔ گھومنے، چلنے پھرنے والا۔

دَیَّارٌ ان اسماء میں سے ہے جو فعل منفی کے بعد آکر عموم کا فائدہ دیتے ہیں۔ یعنی کسی

ایک کافر کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔ (ابن کثیر)

۷۱: ۲۷ = اِنَّكَ اِنْ تَذَرَهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ - الخ یہ بد دعا کی وجہ ہے۔

اِنَّ تَذَرَهُمْ جملہ شرطیہ ہے يُضِلُّوْا عِبَادَكَ جواب شرط۔ اِنْ شرطیہ معنی اگر۔ تَذَرُ مضارع

مجزوم بوجہ عمل اِنْ - صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وَذَرَّ اَبَابُ سَمْعٍ، فَمَعٍ، مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول

جمع مذکر غائب۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷۰: ۲۲) يُضِلُّوْا مضارع مجزوم

(بوجہ جواب شرط) جمع مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر۔ وہ بھٹکائیں گے وہ بہکا

دیں گے۔ یا بھٹکاتے رہیں گے۔ بہکاتے رہیں گے۔ عِبَادَكَ مضاف مضاف الیہ۔

نیرے بندے۔ تیرے بندوں کو،

وَلَا يَلِدُوْا اِلَّا فَاَجِرًا كَفَّارًا - جملہ کا عطف جملہ سابق پر ہے واو عاطفہ ہے۔

لَا يَلِدُوْا مضارع منفی (مجزوم) جمع مذکر غائب وَلَا دَاۡرُ بَابُ ضَرْبٍ، مصدر۔ وہ نہیں

جنمیں گے۔ وہ نہیں پیدا کریں گے۔

اِلَّا حَرْفُ اسْتِثْنَاءٍ فَاجِرًا مُّسْتَثْنٰی فُجُوْرٌ رَّبَابُ نَصْرٍ، مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ

واحد مذکر، بدکار، فسق و فجور کرنے والا۔

كَفَّارًا - بڑا کافر، مبالغہ کا صیغہ۔ یعنی وہ نہیں پیدا کریں گے مگر ایسی اولاد جو کہ بڑی

فاسق و فاجر اور بڑی ناشکر گذار ہوگی۔

۷۱: ۲۸ = رَبِّ - اِی یارِ تَبٰی اے میرے پروردگار۔

اغْفِرْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، غَفْرٌ رَّبَابُ ضَرْبٍ، مصدر تو معاف کرے، تو بخش دے

= لٰی مَجْبٰی۔

وَالْوَالِدٰتِیْ اُوْر میرے والدین کو۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَالِدٰتِیْ تثنیہ صیغہ واحد متکلم

اضافت کی وجہ سے نون گرا کر ی کوئی میں ادغام کر دیا وَالِدٰتِیْ ہو گیا۔ جیسے یَدٰتِیْ

میرے دونوں ہاتھ، وَالِدٰتِیْ میرے دونوں والدین۔ یعنی ماں اور باپ وَلِیْمٰتِیْ - مَنْ

موصولہ۔ معنی اور وہ جو هُوْا مِنَّا حالیہ مومن ہو کر

وَالْمُؤْمِنٰتِیْ اُوْر مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنٰتِیْ اُوْر مومن عورتوں کو۔

وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِیْنَ وَاُوْ عَاطِفٌ لَا تَزِدُ فَعْلٌ نَهٰی وَاَحَدٌ مَذْکُرٌ حَاضِرٌ زِیَادَةٌ رَّبَابُ ضَرْبٍ

مصدر اور نہ بڑھا۔ اور نہ زیادہ کر۔  
 الظَّالِمِينَ : ظالم لوگ، ظلم کرنے والے۔ ناانصاف، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے،  
 اِلَّا تَبَارًا - مستثنیٰ مفرغ۔ تَبَارًا اِی هَدًا گا حال ہے ظَالِمِينَ سے، اور نہ بڑھا  
 ظالموں کو مگر بربادی اور ہلاکت یعنی ظالم لوگوں کے لئے اور تباہی بڑھاے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# (۴۲) سُورَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۲۸)

۴۲: ۱۔ قُلْ اٰی قُلْ یَا مُحَمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 اُوْحٰی اِلَیَّ: اُوْحٰی ماضی مجہول واحد مذکر غائب: اِنِحَاءُ (افعال) مصدر۔  
 معنی وحی کرنا۔ وحی بھیجنا۔ اشارہ کرنا۔ اِلَیَّ۔ اِلَیَّ حرف جار اور سی صیغہ واحد متکلم سے مرکب  
 ہے۔ میری طرف،

راے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کہہ دیجئے کہ وحی کے ذریعہ مجھے بتایا گیا ہے:  
 اِنَّهُ اسْتَمَعَ کَفْرًا مِّنَ الْجِنِّ۔ جملہ نائب فاعل ہے اُوْحٰی اِلَیَّ کا۔ اِنَّهُ میں  
 اِنَّ حرف شبہ بالفعل ہے، کہ ضمیر نشان اس کا اسم اور باقی جملہ اسْتَمَعَ کَفْرًا مِّنَ الْجِنِّ  
 اس کی خبر ہے۔

اسْتَمَعَ واحد مذکر غائب استماع (افتعال) مصدر۔ اس نے غور سے سنا۔  
 اس نے ابھی طرح متوجہ ہو کر سنا۔ اس نے کان لگا کر سنا۔

کَفْرًا۔ اسم جمع۔ جماعت۔ گروہ، متعدد افراد کی ٹولی۔ نَفْرًا تین سے دس تک  
 کی جماعت کو کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ کے لئے بھی اس کا استعمال جائز ہے۔ نَفْرًا  
 نَفْرًا (باب ضرب) جانوروں کا بدک کر یا ڈر کر بھاگنا۔ نفرت کرنا۔ جماعت کی صورت  
 میں جنگ وغیرہ کے لئے نکلنا۔

مِنَ الْجِنِّ: مِنْ تبیضیہ ہے۔ جنوں میں سے (ایک گروہ)

ترجمہ ہوگا۔

کہ جنوں میں سے ایک گروہ نے (مجھ سے قرآن پڑھتے) سنا ہے

فَایْدَا:۔ الْجِنُّ ایک مخلوق ہے جو انسانوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتی ہے۔

یہ جنُّ وِجُنُونٌ سے مشتق ہے اس کا واحد جِنِّي اور مَوْنُثٌ جَنِيَّةٌ ہے۔ جِنُّ (باب نصر) معنی رات کا تاریک ہونا (کسی شے کو) چھپا لینا یا کسی چیز کا حواس سے چھپ جانا۔ جِنُّ الشَّيْءِ کے معنی ہیں اس نے اس شے کو چھپا دیا۔ جِنُّ عَلَيَا اللَّيْلُ (۷۶:۷۷) رات نے اس کو (اپنی) تاریکی میں چھپا لیا۔ الْجَنِينُ اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اور الجنین قبر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ میت کو چھپا لیتی ہے جَنَّانٌ قَلْبٌ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سینہ میں چھپا ہوتا ہے۔ الْجَنَّةُ زَرَهُ، بکتر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ جسم کو چھپا لیتا ہے اسی طرح ڈھال کو بھی الْجَنَّةُ کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی جسم کو اپنے پیچھے چھپا لیتی ہے۔ اسی طرح الْجَنَّةُ اس باغ کو کہتے ہیں کہ جس کے درخت اس کی زمین کو ڈھانپ لیں۔ پاگل پن کو جُنُونٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتا ہے، لہذا جن اس مخلوق کو کہتے ہیں جو انسانی نگاہ سے پوشیدہ ہے۔

قوم کے بڑے آدمی کو بھی جن کہتے ہیں کیونکہ لوگوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر اسے چھپا رکھا ہوتا ہے (لسان)

وحشی کو بھی جن کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں سے چھپا رہتا ہے (لسان)

تیز طرار آدمی کو بھی جن کہتے ہیں (لین)

جَنَّتْ اور مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل مخلوق ہے ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے قرآن مجید میں ہے :-

وخلق الجنان من نارٍ من نارٍ (۱۵:۵۵) اور اس نے جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

لیکن ان کی تخلیق کی تفصیلی کیفیت سے ہم کو آگاہی نہیں ہے اور ہماری طرح یہ بھی احکام شرعیہ کے مکلف ہیں۔ ان میں تو والد و تناسل کا سلسلہ بھی ہے اور ان میں نیک و بد بھی ہیں۔ امام راغب رحمہ فرماتے ہیں کہ :-

لفظ جن کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔

ایک بمقابلہ انسان ان تمام روحانیوں کے لئے جو حواس سے پوشیدہ ہیں۔ اس صورت میں فرشتہ اور شیاطین بھی اس میں آجاتے ہیں۔ بس ہر فرشتہ جن ہے اور ہر جن فرشتہ نہیں ہے اور اسی طرح ابوصالح نے کہا ہے کہ سب فرشتے جن ہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہیں بلکہ جن روحانیوں کی ایک قسم ہیں کیونکہ روحانیوں کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اخیار۔ یعنی نیک ہی نیک

یہ فرشتے ہیں۔

۱۲۔ اشرار یعنی سرتاسر بد۔ یہ شیاطین ہیں۔

۱۳۔ اوسط۔ یعنی درمیانی۔ ان میں نیک بھی ہیں اور بُد اور شریر بھی، یہ جن ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الہی :  
 قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ سَعْيُكُمْ لَكُمْ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَمِنَ الْقَاسِمِينَ (یعنی ہم میں حکم بردار بھی ہیں اور بے انصاف بھی) اس بات کو بتلا رہا ہے۔

تمام ارباب مذاہب کے نزدیک جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں جن کا وجود مُسَلَّم ہے لیکن بعض دانش فروشوں نے ان کے ماننے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ عقلاً کوئی وجہ نہیں ہے انکار کی۔ سوائے اس کے کہ ان کا وجود ہماری نظروں سے اوجھل ہے اور ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن کسی چیز کا ہم کو نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل کب ہے۔

قرآن مجید و احادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ جن کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور بہت سی حدیثوں میں روایت جن کا ذکر بھی ہے تو پھر کسی مسلمان کو جن کے ماننے سے انکار کرنے کے کیا معنی؟

قادیانیوں نے قرآن مجید میں جہاں جہاں جن کا ذکر ہے اس سے مراد انسان ہی لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو جگہ جگہ ایسی تاویلیں کرنی پڑیں کہ ان کو بڑھ کر بے اختیار ہنسی آئے لگتی ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید میں ان کی پیدائش شعلہ آتش بیان کی گئی ہے تو کیا انسان بھی آتش سے پیدا کئے گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف تصریح ہے خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ (۳: ۵۹) اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر یہ آگ سے پیدا شدہ انسان کون سے آدم کی نسل سے ہیں۔

حافظ الحدیث قاضی بدرالدین شبلی حنفی المتوفی ۶۹۷ھ کی کتاب احکام المرجان فی احکام الجن۔ جنوں کے حالات میں ایک مستقل اور مفصل تصنیف ہے۔ رازلغات القرآن

حضرت پیر کریم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں۔  
 کتب احادیث میں جنات کی حاضری کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ جنات چھ مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ مطہرہ میں حاضر ہوتے ہیں۔

پہلی حاضری وہ ہے کہ جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے، صحیح روایت کے مطابق یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چند صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جا رہے تھے یہ جگہ مکہ سے دورات کی مسافت پر ہے یہاں زمانہ بچپن میں میلے لگا کر تھے خرید و فروخت ہوتی تھی اور اردگرد کے سارے قبائل وہاں جمع ہوتے تھے۔ نخلہ کے مقام پر صبح کا وقت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر رہے تھے اور سورۃ اقرار یا سورۃ طہ کی تلاوت ہو رہی تھی کہ جنات کے ایک گروہ کا ادھر سے گذر ہوا سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی آواز جب انہوں نے سنی۔ تو وہاں رُک گئے بڑی خاموشی اور توجہ سے اس کو سنتے رہے اس کلام پاک کے سننے سے ان کے دل کی کاپاپٹ گئی غفلت کے پردے چاک ہو گئے اور نور ایمان سے ان کے سینے روشن ہو گئے، دولت ایمان سے مالا مال ہو کر جب وہ اپنے قبیلہ میں پہنچے تو انہوں نے ان کو بھی بتایا کہ ہمارے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور ہم نے کفر اور شرک سے توبہ کر لی ہے تمہارے لئے بھی یہی بہتر ہے کہ تم جن گمراہیوں میں مبتلا ہو ان سے برأت کا اظہار کرو اور اس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کر لو۔

اللہ تعالیٰ نے ان جنات کی آمد، قرآن کریم کو غور سے سننے اور پھر اس کو اپنے قبیلہ میں جا کر بیان کرنے کے سارے حالات بذریعہ وحی اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بتائے اور حکم دیا کہ آپ سب لوگوں میں اس کا اعلان کر دیں۔

== فَقَالُوا فَاَعَطَفْتُمْ مَخْذُومًا مَرْتَدًا۔ اِنِّی لَمَّا رَجَعُوا اِلٰی قَوْمِهِمْ فَقَالُوا۔ جِبْ

وہ واپس اپنی قوم میں گئے تو انہوں نے کہا..... الخ

قُرْآنًا عَجَبًا: موصوف ذ صفت بوجہ سمعنا کے مفعول ہونے کے منصوب ہے، عجا مصدر ہے اس کو صفت کے صیغہ میں مبالغہ کے لئے لائے ہیں۔ مطلب یہ کہ۔

ہم نے ایک قرآن سنا جو نہایت نادر اور عجیب ہے۔

۲: ۲۱ = یَهْدِيْ اِلٰی الرُّشْدِ۔ یہ جملہ قرآن کی صفت ہے۔ یَهْدِيْ مَضَارِعُ معروف واحد مذکر غائب ہدایت (باب ضرب) مصدر سے۔ یہ ہدایت کرتا ہے رہنمائی کرتا ہے الرُّشْدُ، مہلانی۔ نیک راہ۔ راستی، راہ راست۔

فَاَمَّا بِهٖ فَتَعْلِيْلٌ كَا بِهٖ۔ اَمَّا ماضی جمع متکلم اِيْمَانٌ رافعال، مصدر سے۔ یہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے۔ سو (اس لئے)، ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے۔

وَلَنْ نُشْرِكَ مَا وَعَاطَفَ - اس کا عطف امتثابہ پر ہے۔ لَنْ نُشْرِكَ مضارع منفی تاکید بلن - صیغہ جمع متکلم اشتراك (افعال) مصدر - ہم ہرگز شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اَحَدًا کسی کو، منصوب بوجہ مفعول ہونے لَنْ نُشْرِكَ کے۔

۳:۷۲ = وَ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا - واو عاطف، اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کا ضمیر شان (اسم اِنَّ) جس کا مرجع رب ہے اور تعالیٰ جَدُّ رَبِّنَا اس کی خبر تعالیٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَعَالٰى رتفاعل / مصدر - وہ بلند و بزرگ ہے۔

باب تفاعل کی ایک خاصیت تکلف ہے لیکن یہاں اس کا استعمال تکلف کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے آیا ہے۔

جَدُّ رَبِّنَا - مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ جَدُّ کا - ہمارے رب کی بزرگی و عظمت مجاہد، عکرمہ، قتادہ نے بھی جَدُّ کے معنی (بزرگی و عظمت) کئے ہیں۔

حضرت انس کا قول ہے:-

كَانَ الرَّجُلُ اِذَا قَرَأَ بَقْرَةَ وَاٰلِ عِمْرَانَ جَدِّ فِينَا - (جب کوئی آدمی سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تو ہم میں اس کا مرتبہ بڑھ جاتا۔ اس قول سے بھی مجاہد کی تفسیر کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن سدھی نے جَدُّ کا معنی اَمْر اور حَسَن نے غِنَا یعنی بے نیازی - حضرت ابن عباس نے قدرت اور ضحاک نے فعل، قرطبی نے نعمتیں اور اخفص نے حکومت اور اقتدار بیان کیا ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:-

اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔

مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا - مَا نَافِيہ ہے اتَّخَذَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اتخاذا (افتعال) مصدر بمعنی اختیار کرنا۔ پسند کرنا۔ صَاحِبَةً ساتھ رہنے والی، جو رو، بیوی۔ صحبۃ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے منصوب بوجہ اتَّخَذَ کے مفعول ہونے کے ہے۔

وَلَدًا، اسم جنس، نکرہ۔ (منصوب بوجہ مفعول ہونے کے) کوئی بیچہ ایک ہو یا چند۔ (ایک سے زیادہ) لڑکا ہو یا لڑکی۔

مطلب یہ ہے کہ نہ اس کی بیوی اور نہ کوئی اولاد۔ یہ جملہ اِنَّ کی خبر دوم ہے

۳:۷۲ = وَ اِنَّهٗ - اس کا عطف جملہ سابقہ وَاِنَّهٗ تَعَالٰى .... الخ پر ہے واو حرف عطف

اَنَّ حَرْفٌ مَّشْبُوبٌ لِفِعْلِ كَا ضَمِيرُ شَانٍ وَاسْمُ اَنَّ بَاقِيَ جُمْلَةٍ اس كِي خَبْرٌ كَا ضَمِيرٌ كَامَرْجِعِ سَفِيهَةٌ هِيَ  
كَانَ يَقُولُ : مَاضِي اسْتِمْرَارِي صَيغَةٌ وَاحِدَةٌ مَذَكْرٌ غَائِبٌ۔

سفیہنا مضاف مضاف الیہ۔ سفیہ سے مراد نادان ہے یا بقول قتادہ و مجاہد اس  
مراد ابلیس ہے اذلیس فوقہ سفیہ کہ اس سے بڑھ کر کوئی نادان اور جاہل نہیں ہے  
بیضادی اور خازن نے بھی اس سے مراد ابلیس ہی لیا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس

مراد سرکش جنات ہیں اور سَفِيهَةٌ کا ترجمہ ہو گا۔

ہم میں سے کا جاہل و نادان۔

شَطَطًا۔ یہ مصدر ہے (باب نصر و ضرب) اس کے اصل معنی افراط و تعد کے ہیں۔ یعنی حد سے  
زیادہ دور ہونے کے ہیں اور چونکہ حد سے بڑھنا جو روستہ ہے اس لئے اس معنی میں بھی استعمال  
ہوتا ہے اسی لئے اس بات کو جو حق سے دُور ہو شطط کہتے ہیں۔ اور جبکہ قرآن پاک میں آیا ہے  
فَاُحْكَمُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تَشْطِطُ (۲۲: ۳۸) تو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر  
دیجئے اور بے انصافی سے کام نہ لیجئے گا۔

آیت ہذا کا ترجمہ ہو گا۔

اور یہ کہ ہم میں سے بعض بے وقوف (لیے بھی ہو گئے) ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی اور دور  
از حق باتیں بنایا کرتے تھے یعنی یہ کہ اللہ کے بیوی بچے ہیں م

۲: ۵ = وَ اَقَا ظَنَّنَا۔ اس کا عطف بھی جملہ وانہ تعالیٰ جد دینا پر ہے ظننا ماضی  
جمع معکلم ظنن رباب نصر سے مصدر۔ ہم سمجھے ہوتے تھے۔ ہمارا گمان تھا۔

اِنَّ لَنْ نَقُولَ اَنَّ مَصْدَرِيهٌ مَعْنٰی كِهٌ ۛ لَنْ نَقُولَ مَضَارِعٌ مَنفٰی تَاكِيْدٌ لَنْ مَنصُوْبٌ

صَيغَةٌ وَاحِدَةٌ مَوْثٌ غَائِبٌ۔

كَذِبًا۔ صفت ہے موصوف محذوف کی۔ اِی قَوْلًا كَذِبًا۔ جھوٹی بات۔

ترجمہ ہو گا۔

اور ہم تو یہ سمجھے ہوتے تھے کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹی بات نہیں بنایا کرتے۔

۶: ۶ = وَ اِنَّهٗ اَوْرِيهٗ كِهٌ ... مِنْ اَلنَّاسِ مِيں مِّنْ تَبْعِيضِيهٖ هِيَ النَّاسُوں مِيں سَے لَعْبُ

كُچھ آدمی۔

يَعُوْذُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَوَّذٌ وَمَعَاذٌ رباب نصر مصدر، پناہ طلب

کرتے تھے۔ مِّنَ الْجِنِّ مِيں بھی مِّنْ تَبْعِيضِيهٖ هِيَ، جنات میں سے چند مردوں کو رِجَالٌ



رَجُلٌ كِي جَمْع - مرد۔

مطلب ۱۔ اور یہ کہ انسانوں میں سے بعض مرد بعض جنات مردوں کی پناہ طلب

کیا کرتے تھے۔

فَزَادُوهُمْ رَهَقًا تَعْقِيبَ كِي زَادُوْا مَاضِي جَمْع مَذَكْر غَائِبِ اس میں ضمیر فاعل کا

مرجع رجال من الانس ہے زیادۃ (باب ضرب) مصدر۔ معنی زیادہ کرنا۔ بڑھانا۔ هُمَّ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع رجال من الجن ہے۔ انہوں نے ان کو زیادہ کیا۔ انہوں نے ان کو بڑھایا۔

رَهَقًا۔ سرکشی، تکبر، سرچڑھنا۔ ستم، زیادتی۔ زبردستی۔ رَهَقَ يَرَهَقُ (سَمَح) سے مصدر ہے۔ اصل میں اس کے معنی ایک شے کے دوسری شے پر چھا جانے کے ہیں اور

چونکہ اس کا نتیجہ تباہی ہے۔ اس لئے تباہ ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور آیت ہذا میں اس کے معنی سرکشی و تکبر کے مراد ہیں۔

ترجمہ ۱۔

پس بڑھادیا انہوں نے (یعنی بنی آدم نے) ان کو جنات کو (ازراہ تکبر و غرور یعنی بنی آدم کے اس فعل سے جنات مردوں کا غرور اور تکبر اور بڑھ گیا۔

فَأَيْدَا ۱۔ كَانِ الرَّجُلُ مِنَ الْعَرَبِ إِذَا هَسَى فِي وَادِقْفٍ وَخَاتِ عَلِي نَفْسُهُ نَادِي بَاعِلِي صَوْتَهُ يَا عَزِيْزِي هَذَا الْوَادِي اعْوِذْ بِكَ مِنَ السُّفَهَاءِ الَّذِينَ فِي طَاعَتِكَ يَرِيْدُ الْجَنِّ وَكَبِيْرِهِمْ فَإِذَا سَمِعُوا بِذَلِكَ اسْتَكْبَرُوا۔ وَقَالُوا اسْدُنَا الْجِنُّ وَالْإِنْسُ (رُوحُ الْعَالِي)

یعنی ۱۔ اہل عرب میں سے کسی کو اگر کسی غیر آباد بیابان وادی میں رات پڑجاتی ادا سے

اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوتا تو وہ بلند آواز سے پکارتا اے اس وادی کے سردار! میں ان تمام ظالموں و جاہلوں سے جو تیری اطاعت میں ہیں (یعنی جن اور ان کے کبار) تیری پناہ مانگتا ہوں۔

جب جن یہ پکار سنتے تو وہ اور غرور و نخوت سے بھر جاتے اور کہتے کہ ہم جنوں

اور انسانوں سب کے سردار بن گئے ہیں۔

۴۲ : ۴۲ = وَأَنْتُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ : وَأَوْعَاطِفْ، أَنْتُمْ مِّنْ أَنْ حَرَفٍ مِّثْلِهِ

بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، بے شک وہ سب لوگ هُمْ ضمیر کا مرجع بنی آدم ہیں۔  
 ظَنُّوا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے گمان کیا۔ انہوں نے خیال کیا۔ انہوں نے سمجھا  
 کہ میں كُ تشبیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے اور ظَنَنْتُمْ اس کا صلہ۔ جیسا کہ  
 تم نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ تم نے خیال کیا۔ تُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع وہ جن ہیں کہ  
 جن کو مخاطب کر کے قرآن سن کر آنے والے جنات اپنے تاثرات بیان کر رہے تھے؛ وہ بتا  
 رہے تھے کہ انسانوں نے بھی وہی سمجھ رکھا تھا جو اے جنات تم نے سمجھ رکھا تھا۔ یعنی اللہ  
 کسی کو رسول مبعوث نہیں کرے گا۔

أَنْ لَنْ يَتَّبِعَ اللَّهُ أَحَدًا، أَنْ مصدریہ۔ لَنْ يَتَّبِعَ مضارع منصوب  
 نفی تاکید بلن۔ وہ ہرگز نہیں اٹھائے گا۔ وہ ہرگز نہیں بھیجے گا (رسول بنا کر) کسی کو بھی  
 منصوب بوجہ مفعول ہے۔ کہ اللہ کسی کو بھی رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔  
 ۷۲: ۸ = وَأَنَا لَمَسْنَا السَّمَاءَ وَأَدْحُرِفَ عَاطِفٌ، أَنَا حرف مشبہ بفعل نا ضمیر جمع متکلم  
 بے شک ہم۔

لَمَسْنَا السَّمَاءَ۔ لَمَسْنَا ماضی جمع متکلم لَمَسْتُ باب نصر، ضرب مصدر۔  
 ہم نے ٹھولا۔ ہم نے ڈھونڈا۔ ہم نے قصد کیا۔ اور باب مفاعلة سے معنی عورت سے جماع  
 کرنے کے آتا ہے مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے أَوْلِمَسْتُمُ النِّسَاءَ (۵: ۲۶) یا تم نے عورتوں  
 سے مباشرت کی ہو۔

(ایک قرأت میں لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ بھی آیا ہے)  
 لَمَسْتُ کے اصل معنی مَسُّس کی طرح اعضاء کی بالائی کھال کے ساتھ کسی چیز کو چھو کر  
 اس کا ادراک کر لینے کے ہیں۔

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹھول ڈالا۔ ٹھول دیکھا۔

فَوَجَدُ نُهَاً، ف ماقبل کے انجام کے لئے معنی تو۔ هَا ضمیر کا مرجع السماء ہے۔  
 تو ہم نے اس کو پایا۔

مُلَسَّتْ : ماضی مجہول واحد مؤنث غائب مَلَأْتُ رِبَابٍ فِتْحٌ مصدر یعنی بھرنے۔  
 حَرَسًا شَدِيدًا، موصوف و صفت، حَرَسٌ۔ پاسبان۔ چوکیدار۔ حَارِسٌ کی جمع  
 خَدَمٌ یا خَرَمٌ کی طرح اسم جمع ہے۔  
 شَدِيدًا، مضبوط۔ زبردست، شَهَابًا شَهَابٌ کی جمع ہے یعنی ستاروں سے ٹوٹ کر

نکلنے والا آگ کا شعلہ۔ حَرَمًا اور شَهَبًا بوجہ تمیز منصوب ہیں۔  
مطاب یہ کہ ہم نے آسمان کو قوی نگرانوں سے یعنی ان ملائکہ سے جو آسمان تک پہنچنے سے  
روکتے ہیں ٹوٹنے والے شعلوں سے بھرا ہوا پایا۔

۹:۴۲ = وَأَنَا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدًا لِلسَّمْعِ وَادْعَاطِفًا، أَنَا تَحْقِيقًا هَمٌّ . یہ کہ ہم  
كُنَّا نَقْعُدُ ماضی استمراری صیغہ جمع منکلم قَعُودٌ رباب نصر مصدر۔ ہم بیٹھتے تھے۔ ہم بیٹھا  
کرتے تھے۔

مِنْهَا: مِنْ حَرْفِ جَارِ هَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْثِقٌ غَائِبٌ مَجْرُورٌ۔ كَامِرَجِ السَّمَاءِ هِيَ  
مَقَاعِدٌ جَمْعٌ مَقْعَدٌ كِي۔ بِيْطْنَةٍ كِي جَد۔ اِسْمٌ طَرَفٌ مَكَانٌ نَقْعَدُ كَامْفِعُولٌ۔ قَعُودٌ رِبَابٌ نَصْرٌ  
مصدر۔

اور یہ کہ ہم (پہلے) تو آسمانوں کے بعض ٹھکانوں میں (بیٹھنے کی جگہوں پر) سنے کیلئے  
بیٹھ جایا کرتے تھے۔

فَمَنْ فِ عَاطِفٍ، مَنْ شَرْطِيَّةٌ جَوْ كَوْنِي۔

يَسْتَمِعُ۔ مَضَارِعٌ مَجْرُومٌ، مَكْسُورٌ بِالْوَصْلِ۔ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ، اسْتِمَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مَصْدَرٌ۔ مَعْنَى  
سِنِّهِ كَيْ لَيْتَ كَوْشَشٍ كَرْنَا۔

الْمُنْ: اب، اِسْمٌ طَرَفٌ زَمَانٌ هِيَ مَبْنِيٌّ بِرَفْتِحَةٍ، اَلْ بَعْضُ كَيْ زَرْدِيَّةٌ تَعْرِيفٌ كَابِيٌّ زَائِدٌ  
اور بعض کے نزدیک لازم۔

يَجِدُ: مَضَارِعٌ مَجْرُومٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ وَحِدٌ (بَابُ ضَرْبٍ) مَصْدَرٌ۔ وَهٖ پَاتَا هِيَ  
وہ پائے گا۔

شِهَابًا رَصَدًا ۱۔ موصوف و صفت۔ شہاب انگارہ۔ وہ چمکدار شعلہ جو بھڑکتی ہوتی  
آگ میں سے نکلتا ہے۔ فضا میں جو تارا ٹوٹا ہوا نظر آتا ہے۔

رَصَدًا ۱: چوکیدار۔ نگہبان، گھات، رَصَدًا يَرْصُدُ (بَابُ نَصْرٍ) كَامْ مَصْدَرٌ هِيَ  
جس کے معنی گھات لگانے اور نگاہ رکھنے کے ہیں۔ مصدر مذکور اسم فاعل اسم مفعول  
دونوں کے معنی میں مستعمل ہے نیز تشبیہ واحد جمع سب کے لئے آتا ہے۔ قرآن مجید میں  
جہاں لفظ رَصَدًا استعمال ہوا ہے ان سب کا احتمال ہے۔

۱۰:۴۲ = وَأَنَا۔ اور یہ کہ۔  
لَا نَذَرِي مَضَارِعٌ مَنفِيٌّ جَمْعٌ مَشْكَمٌ دِرَايَةٌ (بَابُ ضَرْبٍ) مَصْدَرٌ۔ ہم نہیں جانتے تھے

اور ہم اس سے پہلے واقف نہ تھے کہ.....

أَشَدُّ أُرِيدَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ - ہمزہ استفہامیہ - مشر مفعول مالم لیسم فاعلاً

(نائب فاعل)

أُرِيدَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب - ب (حرف جرم) الصاق کے لئے - مَنْ موصولہ  
فِي الْأَرْضِ اس کا صلہ -

تقدیر کلام یوں ہے :

أَبْحَرًا سَتَ السَّمَاءِ وَرَمَى الشَّهَابِ أُرِيدَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ -

کیا آسمانوں کی نگہبانی میں اور آگ کے انگاروں کی بوجھاڑ سے زمین والوں کو کوئی عذاب  
دینا مقصود ہے ؟

رَشَدًا : رَشَدٌ يُرْسَدُ بَابُ نَصْرٍ كَمَا مَصْدَرٌ هُوَ جَسْمٌ مَعْنَى سَبِيلٍ رَاحٍ يَأْتِيهِ  
رَاهُ يَأْتِي - مہلانی ، راستی ، نیکو ، بہتری ، یا ان کا پروردگار ان سے کوئی بہتری کرنا چاہتا  
علامہ ثنار اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :-

اچھائی ہو یا برائی - خیر ہو یا شر ، سب اللہ کے ارادہ سے ہوتی ہے اور اسی کی  
پیدا بھی کی ہوئی ہے - لیکن ادب کا تقاضا تھا کہ ارادۂ شر کی نسبت صراحتہ خدا کی  
طرف نہ کی جائے اور ارادۂ خیر کا فاعل صراحتہ اللہ کو قرار دیا جائے اسی لئے شر کے  
ساتھ لفظ أُرِيدَ بصیغہ مجہول اور شر کے ساتھ أَرَادَ بصیغہ معروف ذکر کیا -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے :-

کہ پروردگار عالم جب کسی بات کا حکم جاری کرتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے ملائکہ  
سُبْحَانَ اللَّهِ کہتے ہیں - پھر ان سے متصل آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں یہاں تک کہ  
اس نچلے آسمان والوں تک تسبیح کی نوبت آتی ہے -

عرش کو اٹھانے والے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا - دوسرے بتاتے ہیں  
اسی طرح آسمانوں والے باہم پوچھتے ہیں اور جواب دیتے ہیں - یہاں تک کہ یہ بات اس آسمان  
تک پہنچتی ہے (اسلم - از منظرہ)

یہاں آسمان دنیا کے نیچے مختلف ٹھکانوں پر جنات اس گھات میں چھپ کر  
بیٹھے ہوتے کہ کوئی بات ملائکہ سے یہ بھی سن لیں - جب یہ کوئی بات ملائکہ سے سن پانے میں  
کامیاب ہو جاتے تو اُسے اپنے دیگر جنات کو نیچے کی طرف منتقل کر دیتے - تاکہ وہ بات

ان کے سب سے نیچے زمین پر موجود جنات تک پہنچ جاتی جو آگے اپنے دوست کاہنوں اور ساحروں کو دے دیتے۔ اور یہ کاہن اور ساحر اس میں مبالغہ کر کے اور کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر انسانوں سے بیان کر دیتے۔ ایسی باتوں میں جھوٹ اور سچ کا عجیب اختلاط ہوتا۔

یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تک کاہنوں اور ساحروں نے اپنایا ہوا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو جنات نے دیکھا کہ عالم بالا میں یکلمخت ایک عظیم تبدیلی آگئی ہے جو نہی وہ آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہر طرف سخت گیر پہرے دار متعین پاتے اور ہر طرف ان پر شہابوں کی بارش ہونے لگتی۔

جنات باہمی مشورہ کے لئے اکٹھے ہوئے کہ ان جدید انتظامات کی وجہ معلوم کریں۔ کہنے لگے کہ یا تو اہل زمین پر عذاب نازل کرنے کے انتظامات ہو رہے ہیں اور اس پر وگرام کو صیغہ راز میں رکھنے کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کوئی نئی مبعوث فرمانے والا ہے تاکہ ان خفیہ نجات انسانوں کو بیدار کر کے انہیں راہ ہدایت پر گامزن کرے۔

اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے متعدد دستے تشکیل دیئے گئے کہ روئے زمین پر گشت لگائیں اور اس کی وجہ معلوم کریں۔ انہیں میں سے ایک گروہ جو تہامہ کی چھان بین کے لئے مقرر ہوا تھا غنجد کے پاس سے اس وقت گذرا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ وہاں ہی سماع قرآن کا واقعہ پیش آیا۔ اس سائے قصے میں تمام تفصیلات کا تعلق غیر مرئی اور حواس انسان کی دسترس سے بالاتر واقعات سے ہے۔ اس لئے بعض اس پر یقین کرنے میں تاثر کرتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اس کائنات کی ماہریت کا انسان کو علم ہے ہی کیا۔ ہزاروں صدیوں سے وہ اس کو سمجھنے کی کدو کاوش میں ہے لیکن ہنوز وہ اس بچے کی طرح ہے جو ایک بجر بے کراں کے کنارے کنکریوں سے کھیل رہا ہے اور اس کے سامنے سمندر کھ اٹھا گہرائیوں میں بے حد حساب موتیوں کے خزانے چھپے پڑے ہیں۔

جب ہمارے علم ناقص کی یہ حالت ہے تو ہمیں خالق کائنات کے فرمودات پر بلا چون و چرا یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہ جاتا۔

۷۲: ۱۱ = وَأَنَا مِنَ الصَّالِحِينَ اور یہ کہ ہم میں سے بعض نیک بھی ہیں۔

علامہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں۔

صالحون سے مراد ہیں وہ جنات جو گذشتہ انبیاء اور آسمانی کتابوں پر خصوصاً تورات

پر ایمان رکھتے تھے۔

وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ: دُونَ فَوْق کی نفیض ہے طرف ہو کر استعمال ہوتا ہے  
بمعنی جو کسی کے نیچے ہو۔ دُونَ مضاف ذَلِك مضاف الیہ۔ اور بعض ہم میں سے اس درجہ  
سے نیچے ہیں۔ یعنی صالحین کے درجے سے نیچے ہیں صالح نہیں ہیں۔ اس کے سوا ہیں۔  
فتنہ پرور، شرارتی، فسادی و گمراہ ہیں۔

كُنَّا طَرَائِقَ قِدَادًا - طَرَائِقُ جمع ہے طَرِيقَة کی۔ راہیں۔ طریقے۔ آسمان کے  
طبقے۔ یہاں اس آیت میں مسلک، مشرب نیز درجات کا اختلاف مراد ہے۔  
قِدَادًا جمع ہے قِدَاة کی۔ مختلف راہیں۔ جدا جدا راستے رکھنے والے لوگ، یا گروہ  
کنا طرائق قدادًا۔ ای کنا ذوی طرائق قدادًا۔ ہمارے بھی کئی مسلک ہیں، ہم بھی  
کئی متفرق راستوں پر گامزن ہیں۔

۱۲:۷۲ = وَ اَقَاظَنَّا۔ اور یہ کہ اب ہم سمجھ گئے  
اَنَّ لَنْ نَعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ۔ اَنَّ مصدر یہ لَنْ نَعْجِزَ مضارع منفی منصوب  
تاکید بہ لَنْ۔ صیغہ جمع معکلم۔ اللّٰه مفعول۔ ہم زمین پر بھی اللّٰه کو ہرگز عاجز نہیں  
کر سکتے۔

هَوْبًا مصدر موضع حال میں ہے یعنی ہار بین منہا اور نہ ہی ہم بھاگ کر اسے  
ہرا سکتے ہیں۔ هَوْبٌ رباب نصر، بھاگنا۔  
۱۳:۷۲ = لَمَّا كَلِمَةً ظَنُّوا۔ جب۔  
الْهُدٰى۔ ای القرآن۔

فَمَنْ يُؤْمِنُ مِنْ اٰیَاتِنَا وَ سَبِيۡہِ، مَنْ شَرَطِيۡہِ۔ يُؤْمِنُ مضارع مجزوم واحد  
مذکر فاعل اٰیَاتِنَا (افعال) مصدر سے جملہ شرطیہ ہے پس جو اپنے رب پر ایمان لاتا ہے  
فَلَا يَخَافُ بَخْسًا۔ وَ جَوَابُ شَرَطِہِ لَمْ يَخَسَّ۔ بَخْسًا۔ بَخْسٌ رباب سمع،  
کے معنی کوئی چیز ظلماً کم کرنا کے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے وَ هُمْ فِيہَا لَا يَخْسُوۡنَ (۱۵: ۱۱) اور اس میں ان کی حق  
تلفی نہیں کیجائے گی۔ الْبَخْسُ وَالْبَاخِسُ حقیر اور ناقص چیز۔  
آیت ہذا میں بَخْسًا مصدر بمعنی اسم مفعول ہے تو نہ اس کو گھاٹے کا خوف ہے  
وَلَا رَهَقًا، جملہ کا جملہ سابقہ پر ہے۔ اور نہ اس کو ظلم کا ڈر ہے۔ رَهَقًا سرکشی، تکبر

سرخرشنا۔ ستم، ظلم، زیادتی، زبردستی، یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے نیز ملاحظہ ہو ۷: ۷۲۔

الْمُسْلِمُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ الْمُسْلِمُونَ فرماں بردار۔ مسلمان۔  
الْقَاسِطُونَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قَاسِطٌ واحد۔ اَقْرَبُ قِيسٍ وَاَقْسَطُ (باب ضرب و نصاب)  
مصدر سے آئے تو اس کے معنی ہوں گے انصاف کرنے والا۔ اور اگر مصدر قَسِطٌ وُقُوتٌ سے  
(باب ضرب) سے آئے تو اس کے معنی ہوں گے ظلم کرنے والا۔ نا انصافی کرنے والا۔ یہاں  
چونکہ القاسطون کے مد مقابل الْمُسْلِمُونَ آیا ہے لہذا یہ مصدر قَسِطٌ وُقُوتٌ (باب ضرب)  
سے بمعنی ظلم کرنے والا، کج روی کرنے والا ہوگا۔

اسی مادہ (قَسِطٌ) سے باب انفعال سے اسم فاعل الْمُقْسِطُ کا مطلب ہے  
انصاف کرنے والا۔ قرآن مجید میں ہے إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (۹: ۷۶) بے شک  
خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

فَمَنْ أَسْلَمَ ۔۔۔ ف یعنی سو، پس، مِنْ شرطیہ۔ جملہ شرطیہ ہے پس جنہوں  
اسلام قبول کیا (مَنْ بمعنی جمع آیا ہے۔ جیسا کہ أَوْلِيكَ سے ظاہر ہے)  
فَأُولِيكَ تَحَرَّوْا رَشْدًا۔ جملہ جواب شرط۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔  
أَوْلِيكَ اسم اشارہ جمع مذکر تَحَرَّوْا ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَحَرَّوْا (تَفَعَّلَ) مصدر  
جس کے معنی عمدہ اور مناسب ترین راستے کو ڈھونڈنے اور اچھی چیز کا قصد کرنے کے ہیں  
قصد کیا۔

رَشْدًا واحد مذکر اسم مفعول۔ راستی، بھلائی، نیکی، راہِ حق، رَشْدٌ بَيْنُ رَشْدٍ (باب نصر) کا مصدر ہے  
جس کا معنی راہِ راست پانا۔ راہِ راست تلاش کرنا۔ يَأْذُوهُنَّ هُنَّ۔ تو انہوں نے راہِ حق تلاش  
کر لی۔ یہ جملہ سابقہ جملہ سے جواب شرط ہے۔

۷۲: ۱۵ = وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ وَأَوَّعَافٌ، أَمَّا حرف شرط۔ أَمَّا الْقَاسِطُونَ جملہ  
شرطیہ ہے اور جو کج روی کرنے والے ہیں۔

فَكَانُوا لِلْجَهَنَّمَ حَطَبًا۔ ف جواب شرط کے لئے كَانَ فاعل ناقص ماضی جمع  
مذکر غائب، ضمیر فاعل اسم كَانَ لَوْ حَطَبًا اس کی خبر، جملہ جواب شرط ہے۔ تو وہ  
جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی نماز میں قرآن سن کر آلے والے جن اسماع قرآن اور اپنے

تاثرات کا جو ذکر اپنے قبیلہ کے جنوں سے بیان کر رہے ہیں جو کہ اَنَا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا سے

آیت نمبر ۱ شروع ہوا تھا۔ یہاں ختم ہو گیا۔ بعد کا قصہ بیان نہیں فرمایا کہ مخاطب جنوں کی جماعت ایمان لائی یا نہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ لائی۔ ان جملوں میں جنوں کی زبانی کلام بیان کر کے کفار مکہ کو سمجھانا مقصود ہے،

۱۶:۷۲ — وَ اَنْ لِّوِاسْتِقَامُوْا عَلٰی الطَّرِیْقَةِ اِسْ حَلْبَ کَا عَطْفِ اِنَّهُ اسْتَمَعَ  
 (آیت نمبر ۱۶ متذکرہ بالا) پر ہے۔

تقدیر کلام ہے: اُدْحٰی اِلٰی اِنَّهُ اسْتَمَعَ..... وَ اَنْ لِّوِاسْتِقَامُوْا  
 ..... اَنْ مُخَفَّفٌ هُوَ جَوَانٌ ثَقِیْلٌ سَمْعًا مَخْفَفٌ یُّوْکِرُ اَنْ یُّنْجِیَ اَنْ کَا اِسْمٌ جَوْضِیْرٌ شَانَ  
 مَحْذُوفٌ هُوَ یَعْنٰی اِنَّهُ..... کُوْحَرْفٍ شَرْطٌ۔ اِسْتِقَامُوْا مَاضِیٌّ جَمْعٌ مَذْکُورٌ غَایْبٌ۔ اِسْتِقَامَةٌ۔  
 (استفعال) مصدر۔ قائم رہنا۔ سیدھا رہنا۔ ثابت قدم رہنا۔  
 الطَّرِیْقَةُ۔ اللہ کا پسندیدہ راستہ، یعنی دین اسلام۔  
 مطلب یہ کہ۔

میرے پاس اس بات کی بھی وحی ہے کہ اگر جن و انس دین اسلام پر قائم رہیں گے  
 ..... یہ جملہ شرطیہ ہے اگلا جملہ اس کی جزا ہے۔

لَا سُقِیْنٰهُمْ مَآءٌ غَدَقًا۔ جملہ سابقہ سے جواب شرط ہے لام تاکید کا ہے۔ اَسْقِیْنَا  
 مَاضِیٌّ کَا صِغَةِ جَمْعٍ مُتَّكِلٌ هُوَ۔ اِسْقَاءٌ (اَفْعَالٌ) مصدر معنی پلانا۔ هُمْ ضَمِیْرٌ مَفْعُولٌ جَمْعٌ مَذْکُورٌ  
 قَاسِبٌ۔ مَآءٌ مَفْعُولٌ ثَانِیٌّ، غَدَقًا صِفَتٌ لِنِیِّ مَوْصُوفٌ مَآءٌ کِی۔ اَلْغَدَقُ کُ مَعْنٰی مَبِیْتٌ  
 زَیَادَةٌ اَوْ اِفْرَاطٌ کِی هِی۔ اَصْلٌ فِیْ یَبَابٍ سَمِعَ سَمْعًا مَصْدَرٌ هُوَ یَعْنِیْ پَانِیٌّ کَا مَبِیْتٌ هُوْنَا۔ مَبَالِغَةٌ  
 کِی طَوْرٌ مَبِیْتٌ پَانِیٌّ، کِی مَعْنٰی فِیْ اَتَا هِی۔

تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کر دیں گے۔ (مال و اولاد کھیتی باڑی،  
 تندرستی، عافیت کو مَآءٌ غَدَقًا سے تعبیر کرنا عرب کا محاورہ ہے)

۱۷:۷۲ — لِنَفْتِنَهُمْ فِیْہِ۔ لام علت کا ہے۔ نَفْتِنٌ مَضَارِعٌ مَنْصُوبٌ جَمْعٌ مُتَّكِلٌ۔  
 فِیْتَةٌ وَ فُتُوْنٌ (باب ضی) مصدر۔ معنی امتحان لینا۔ اَزْمَانٌ فِیْ مِثْلِ اِنَّا۔ هُمْ ضَمِیْرٌ مَفْعُولٌ  
 جَمْعٌ مَذْکُورٌ غَایْبٌ فِیْہِ فِیْ ضَمِیْرٍ وَ اَحَدٌ مَذْکُورٌ غَایْبٌ کَا مَرْجِعٌ فِرَاوَانِیٌّ (مَآءٌ غَدَقًا) ہے تاکہ ہم ان کی  
 اَزْمَانٌ کَرِیْمٌ۔ اِی نَخْبَرُ هُمُ الْیَشْکُرُونَ اَمْ یُکْفِرُونَ (الیسوالنفسیر) اَضْوَارُ الْبِیَا  
 بْرِیَاوِی، مَطْہَرِی (

بعض کے نزدیک هُمْ کی ضمیر کا مرجع جنوں کے لئے ہے لیکن جمہور کے نزدیک اَصْحٰ



ہی ہے کہ یہ کفار مکہ کے لئے ہے جیسا کہ استقاموا (آیت نمبر ۱۶) میں ہے۔

وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ وَادْعَا طِفْهَ مِنْ شَرْطِيهِ يُعْرِضْ مَضَارِعَ مَجْزُومٍ  
واحد مذکر۔ غائب اِعْوَاضُ (افعال) مصدر معنی روگردانی کرنا۔ اعراض کرنا۔ جملہ شرطیہ  
ہے۔ اور جس نے اپنے رب کی یاد سے منہ موڑا۔ جملہ شرطیہ ہے۔

يَسْأَلُكَ عَذَابًا صَعَدًا۔ یہ جملہ جواب شرطیہ ہے۔ يَسْأَلُكَ مَضَارِعَ مَجْزُومٍ واحد مذکر  
غائب ضمیر فاعل رب کی طرف راجع ہے۔ سَأَلَكَ وَ سَأَلُوكَ (باب ضرب) مصدر سَأَلَكَ  
فعل لازم ماضی۔ وہ چلا۔ متعدی اس نے چلایا۔ اس نے داخل کیا۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب  
جو مَنْ کی طرف راجع ہے۔

عَذَابًا صَعَدًا۔ موصوف و صفت صَعَدُ مصدر ہے مصدر کو موصوف کی صفت  
میں مبالغہ کے لئے لائے ہیں۔

صَعَدًا سخت، شاق، کہ جو معذب کے اوپر چھا جائے۔

ترجمہ۔ وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کریگا۔

بعض کے نزدیک عَذَابًا صَعَدًا سے پہلے حرف جار فی محذوف ہے۔ اس صورت

میں عبارت يَسْأَلُكَ فِي عَذَابٍ ہونی چاہئے لیکن بعض کے قول کے مطابق سَأَلْتُ  
فَلَا نَا فِي طَرِيقِهِ، کی بجائے سَأَلْتُ فَلَا نَا طَرِيقًا بھی کہتے ہیں۔ اس کاظ سے يَسْأَلُكَ  
فِي عَذَابٍ کی بجائے يسلكه عذاباً بھی درست ہے۔ صَعَدًا کا اعراب اپنے موصوف  
کے مطابق ٹھیک ہے۔ (ملاحظہ ہو المفردات)

۱۸:۷۲ = وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ اس جملہ کا عطف جملہ ان لَوَا سْتَقَامُوا پر ہے  
یعنی یہ بھی میری طرف وحی کیا گیا کہ مسجدیں یعنی وہ مقامات جو نماز کے لئے بنائے جاتے ہیں اللہ  
ہی کے لئے مخصوص ہیں (اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک قرار دینے کے لئے نہیں ہیں)  
أَنَّ حرف مشبہ بالفعل المساجد اس کا اسم اور لِلَّهِ اس کی خبر ہے المساجد  
بوجہ عمل أَنَّ منصوب ہے۔

فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا فِ سَبِيهِ ہے لَا تَدْعُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر  
دُعَاءُ (باب نصر) مصدر تم پکارو مت۔ تم نہ پکارو۔ أَحَدًا (رکوعی) ایک۔ لَا تَدْعُوا  
کا مفعول۔

۱۹:۷۲ = وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ۔ اس کا عطف بھی جملہ ان لَوَا

استقاموا پر ہے یعنی اور مجھے یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارتے کھڑا ہوتا ہے۔

اِنَّ حَرْفَ مِثْبَدٍ يَفْعَلُ ۙ ضَمِيرُ شَانِ وَ اِسْمُ اَنَّ - باقی جملہ اس کی خبر۔  
لَمَّا ظَرَفَ زَمَانٍ - جب اَعْبَدُ اللّٰهُ مِضَافٌ مِضَافٌ اِلَيْهِ - اللّٰهُ كَابْنَدَةٌ - یعنی نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

يَدْعُوْا مِضَاحٌ وَاَحَدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - دَعْوَةٌ رِبَابٌ نَصْرٌ مَصْدَرٌ - عِبَادَةٌ كَرْنًا - پَكَارْنَا -  
ۙ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاَحَدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ كَا مَرْجِعِ اللّٰهِ هِيَ - يَدْعُوْهُ حَالٌ هِيَ قَامٌ كَيْ فَاعِلٌ سَيَّ  
كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا اِيْهِ مِثْبَدٌ لَمَّا كَيْ جَوَابٌ فِيْهِ هِيَ كَا دُوْا مَا ضَمِيْ جَمْعٌ  
مَذْكَرٌ غَائِبٌ كَوُوْذٌ رِبَابٌ سَمْعٌ مَصْدَرٌ - رَاغِبٌ اَوْ رَسِيْبُوْهُ كَيْ نَزْدِيْكَ رِبَابٌ سَمْعٌ وَ نَصْرٌ  
دُوْنُوْنَ سَيَّ آتَا هِيَ - كَا دَ اَفْعَالٌ مَقَارِبَةٌ فِيْ سَيَّ هِيَ فَعْلٌ مِضَاحٌ بِرَدَا خَلٍ هُوَ تَا هِيَ -  
كَادَ اِذَا لَبَّوْرَتٌ اِثْبَاتٌ مَذْكَوْرٌ هُوَ تُوْا اِسْمٌ سَيَّ مَعْلُوْمٌ هُوَ تَا هِيَ كَيْ بَعْدَ كُوْا اِيْوُ الْاَفْعَلِ  
وَاقِعٌ هِيَ نِيْسٌ هُوَ - قَرِيْبٌ الْوُقُوْعِ ضَرْوْرٌ تَا - جِيْسَ يَكَا دُ الْبُرُقُ يَخْطُفُ الْبُصَا رَهْمًا (۲: ۲۰)  
قَرِيْبٌ هِيَ كَيْ بَجَلِيْ (كَيْ حِكْمٌ) اِن كِي اَنْكُهُوْنَ (كِي بَصَا رَت) كُو اِجْكَ لِيْجَا تِي - يَعْني بَجَلِيْ كِي حِكْمٌ  
نِيْ اِن كِي اَنْكُهُوْنَ كِي بِنَا ئِيْ كُو اِجْكَ نِيْسٌ لِيَا تَا لِيْكِيْن اِجْكَ لِيْنِيْ كَيْ قَرِيْبٌ تَهِي -

اور اگر بصورت نفی ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے فَذَّ بِحَوْهَا وَ مَا كَا دُوْا يَفْعَلُوْنَ ه (۲: ۷۱) انہوں نے (بڑی مشکل سے) اس دگائے کو ذبح کیا۔ اور وہ ایسا کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ یعنی انہوں نے گائے تو ذبح کر دی لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔  
كَوُوْذٌ كَيْ مَعْنَى اِرَادَةٍ اَوْ رَحْوَا هِشٌ بِيْ هِيَ مِثْلًا قُرْآنٌ فِيْ سَيَّ اَكَا دُ اُخْفِيْهَا (۲: ۱۵) میں چاہتا ہوں کہ اس کے وقت کو پوشیدہ رکھوں۔

يَكُوْنُوْنَ مِضَاحٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - كُوْنٌ رِبَابٌ نَصْرٌ وَ هُوَ كُوْنٌ كَيْ - كَا دُوْ  
يَكُوْنُوْنَ قَرِيْبٌ هِيَ كَيْ وَ هُوَ جَائِيْسٌ كَيْ - عَلَيْهِ اِسْمٌ پَر  
لِبَدًا اِيْ: لِبَدٌ - لِبَدَةٌ كَيْ جَمْعٌ هِيَ - لِبَدٌ كَا اَصْلٌ مَعْنَى هِيَ اِيْسِيْ جَاعِيْسٌ جِن مِيْن  
كَيْ لُوْكَ اِدْبَرُوْنَ كَيْ نِيْجِيْ - (مِثْلُ كَيْ مِثْلُ) - جَمْعٌ - بِيْطَرٌ، جَمَاعَةٌ دَرَجَاعَةٌ -  
عِلْمٌ پَانِي پَتِيْ اِسْمٌ اَيْتٌ كِي تَفْسِيْرٌ فِيْ لِكْتِيْ هِيْسٌ -

حسن، قادم، ابن زید نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ توحید کی دعوت دینے کے لئے جب

اللہ کا بندہ کھڑا ہوا تو جن دانس سب کے سب دعوتِ توحید کو باطل کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے مگر اللہ کا فیصلہ تھا کہ وہ اپنا نور پورا بھلا کر رہے گا۔ اور تمام دشمنوں کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی عطا فرماتے گا۔

بیضادی لکھتے ہیں -

يَكُونُونَ عَلَيْهِ مَجْتَمِعِينَ لَا بَطَالَ أَمْرُهُ ، وَهِيَ اس کے گرد بھٹ کے بھٹ لگا دیتے اس کی بات کو بھٹلانے کے لئے۔

۷۲: ۲۰ = اَدْعُوا رَبِّيْ - اَدْعُوا مَضَارِعُ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ دَعْوَةٌ رِبَابٌ نَصْرٌ مَصْدَرٌ - میں پکارتا ہوں - رَبِّيْ مَضَانٌ مَضَانٌ اَلِيهِ - میرا رب، اپنے رب کو،

ترجمہ - آپ کہہ دیں میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں۔ یعنی صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں:

لَا اَشْرِكُ - مَضَارِعُ مَنفِي وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ - میں شریک نہیں ٹھہراتا۔

اَحَدًا اَكْسَى كُو - مَفْعُولٌ لَّا اَشْرِكُ كَا -

۷۲: ۲۱ = لَا اَمْلِكُ : مَضَارِعُ مَنفِي وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ مِلْكٌ رِبَابٌ ضَرْبٌ مَصْدَرٌ سَعِي - میں مالک نہیں ہوں۔ میں اختیار نہیں رکھتا ہوں۔

ضَرًّا - مَصْدَرٌ هُوَ ضَرٌّ رِبَابٌ نَصْرٌ سَعِي - بِمَعْنَى ضَرٌّ يَهْنِجَانَا - میں اختیار نہیں رکھتا تمہیں ضرر پہنچانے کا۔

وَلَا رَشَدًا - اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ رَشَدًا مَصْدَرٌ هُوَ رَشَدٌ يَزِيدُ رِبَابٌ نَصْرٌ

سے معنی راہِ راست پر چلنا۔ اور نہ میں اختیار رکھتا ہوں تمہارے راہِ راست پر چلنے کا۔

۷۲: ۲۲ = لَنْ يُجِيرَنِيْ - لَنْ يُجِيْرُ مَضَارِعُ مَنفِي تَاكِيْدٌ يَكْنُ رِمْنُوبٌ صِيْفَةٌ وَاحِدٌ

صِيْفَةٌ وَاحِدَةٌ مَذْكُورَةٌ فَاثَبٌ - اِجَارَةٌ مُرَا فَعَالٌ مَصْدَرٌ ، نَ وَقَايَةُ ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ - کوئی مجھے ہرگز نہ بچا سکے گا۔

وَلَنْ اَجِدَ - وَاقٌ عَاطِفٌ لَنْ اَجِدَ مَضَارِعُ مَنفِي تَاكِيْدٌ يَكْنُ رِمْنُوبٌ وَجُوْدٌ رِبَابٌ

ضَرْبٌ مَصْدَرٌ - اور نہ ہی میں ہرگز پاسکوں گا۔

مِنْ دُونِهِ - مِنْ حُرُوفٍ جَارٍ - دُوْنِهِ مَضَانٌ مَضَانٌ اَلِيهِ - اِلْ كَرْمَجُورٌ - اس کے سوا

= مُلْتَحِدًا : اِسْمُ نَظْرٍ مَكَانٍ بَرُوْرٍ مَفْعُولٌ اِلْتِحَادٌ رَا فَعَالٌ مَصْدَرٌ - پناہ کی جگہ۔

یا مصدر میمی ہے بابِ اِفْتَعَالٍ سے یعنی پناہ۔ جملہ میں اِنْ عَصَيْتُمْ مَقْدَرٌ هُوَ - مَطْلَبٌ يَهِيْ كَ

اگر میں نے اس کی (اللہ کی) نافرمانی کی تو میں اس کے سوا ہرگز پناہ نہ پاسکوں گا۔

لَحْدًا وَلُحْدًا زَمِينٍ كَعَنْقَبِ قَوْمِ لُحْيَانَ (جو قبر میں کھودا جاتا ہے)

۲۳:۷۲ = اِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسَالَتِهِ - بَلَاغٌ مِّنْ رَّبِّكَ نَصْرًا لِّمَنْ نَّصَرَكَ وَرِسَالَةً لِّمَنْ نَّزَّلْنَا الْقُرْآنَ عَلَیْكَ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ إِنَّكَ اَنْتَ الْعَبْدُ الْحَقِیْقُیْ (یعنی پہنچا دینا۔ یا کافی ہونے کے ہیں۔ قرآن مجید میں معنی تبلیغ آیا ہے یا کافی کے معنی میں جیسے کہ۔ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ - (۲۲: ۱۰۶) اس میں کفایت ہے عبادت کرنے والی جماعت کے لئے۔ (لغات القرآن)

آیت زیر غور کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اِلَّا اسْتِثْنَائِیَّةٌ نِّهَیْیَّةٌ بَلْکَ اِنَّ شَرْطِیَّةٌ اَوْ لَا نَافِیَّةٌ سَے مَرْکَبٌ ہِے۔ معنی ہوں گے اِنْ لَا اَبْلَغُ بَلَاغًا لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهِ مَلْتَحَدًا ۱۔ اگر میں (خدا کے احکام و پیغام کی کما حقہ) تبلیغ نہیں کروں گا تو اس کے سوا مجھے کہیں بھی پناہ نہیں ملیگی۔ (حقانی) اس میں اِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللّٰهِ جملہ شرطیہ ہوگا۔ اور لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهِ مَلْتَحَدًا ۱ جو اب شرط۔ (جزا کو شرط سے قبل لایا گیا ہے)

۲۔ حسن اور مقاتل نے اس طرح مطلب بیان کیا ہے کہ میں نہ خیر کا مالک ہوں نہ شر کا نہ ہدایت کا۔ ہاں تبلیغ احکام اور پیامِ رسانی کا فرض خدا کی طرف سے مجھ پر ہے، مطلب یہ ہے کہ اِلَّا اسْتِثْنَائِیَّةٌ نِّهَیْیَّةٌ بَلْکَ لٰکِنْ کے معنی میں ہے۔ (مظہری)

۳۔ قولہ تعالیٰ: اِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسَالَتِهِ اِیْ لَا اَمْلَکَ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا رِشْدًا اِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسَالَتِهِ فَاِنِیْ اَبْلَغُکُمْ عَنْهُ مَا اَمَرَنِیْ بِہٖ وَاَرِشْدُکُمْ اِلَیْہِ مَا اَرْسَلَنِیْ بِہٖ مِنَ الْهُدٰی وَالْخَیْرِ وَالْفُزُوْر (ایسر التفسیر) نہ میرے ہاتھ میں تمہاری برائی ہے اور نہ راہ پر لانا میرے ہاتھ میں) سوائے اللہ کی طرف سے احکام کی تبلیغ کے (اور کچھ نہیں ہے) پس میں جو وہ حکم دیتا ہے تم تک پہنچا دیتا ہوں اور ہدایت و بھلائی اور نجات کے متعلق (تمہارے لئے) جو احکام وہ مجھے دیتا ہے میں ان کی طرف تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔

وَرِسَالَتِهِ وَاَوْعَاطِفُ رِسَالَتِهِ مَضَافٌ مَّضَافٌ اِلَیْہِ۔ اس کا عطف بَلَاغًا پر ہے اور اس کے پیغام کا تم تک پہنچانا۔

۴۔ وَ مَنۡ یَّعِصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَاَوْعَاطِفَہٗ اَسْ کَا عَطْفٌ جَمْلٌ مَّحْذُوْفٌ پَر ہِے مَنۡ شَرْطِیَّةٌ یَّعِصِ مَضَارِعٌ مَّجْزُوْمٌ وَاَحَدٌ مَّذْکُرٌ غَائِبٌ۔ اصل میں یَّعِصِی تھَا۔ شرط کی وجہ سے

مجزوم ہے عَصِيَانٌ (رب بضر ب) مصدر بمعنی نافرمانی کرنا۔  
وَرَسُولُهُ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

ترجمہ ہو گا:-

اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

فَاتَّكَأَتْ وَارْحَمَهُمْ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ پس اس کے لئے جہنم کی آگ ہے۔  
خَلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔

لفظ مَنْ کی رعایت سے يَعِصُ اور لاء کی مفرد ضمیریں لائی گئیں اور معنی کے

محافظ سے لفظ خلدین بصورت جمع ذکر کیا گیا ہے۔

خَلِدِينَ خُلُودٌ سے بحالت نصب اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ہمیشہ رہنے والے جملہ

من يعص الله کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔

۷۲: ۲۴ = حتی: حرف جار ہے انتہا وقت کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ اس کے متعلق دو  
قول ہیں:-

۱۔ یہ نِكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا (لوگ اس پر جھبکٹا کرنے لگتے ہیں) کے متعلق ہے تقدیر  
کلام یوں ہے۔

انهم يتظا هرون عليه بالعداوة حتى اذا راوا ما يوعدون من يوم

بدر وفتح مبين او يوم القيامة او وقت الموت فحينئذ يعلمون من هو  
الضعف ناصرا واكل عدا -

وہ اس کے خلاف یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے

کی مدد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا  
ہے جیسے یوم بدر، فتح مبین، یوم قیامت یا وقت موت پس اس وقت وہ جان لیں گے کہ  
کس کی مدد کمزور ہے اور گنتی میں کون کم ہے۔

۲۔ یہ معذوف کے متعلق ہے مثلاً کہا جائے۔ الکفار لا يزالون على ما هم عليه  
حتى اذا كان كذا وكذا۔

(کافر لوگ جس بات پر وہ ہیں وہ اس پر اڑے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اسے

عذاب کو دیکھ لیں گے)

اس کی نظیر سورۃ مریم کی آیت ہے۔ حتى اذا راوا ما يوعدون اما العذاب

وَأَمَّا السَّاعَةَ فَمَنْ يَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا: (۱۹: ۷۵) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے خواہ عذاب اور خواہ قیامت تو اس وقت جان لیں گے کہ مکان کس کا بُرا ہے اور شکر کس کا کمزور ہے (اس میں اِذَا شرطیہ ہے اور فَمَنْ يَعْلَمُونَ اس کا جواب ہے)۔

آیت زیر مطالعہ میں بھی اِذَا اور مَا یُوعَدُونَ جملہ شرطیہ ہے اور فَمَنْ يَعْلَمُونَ... الخ

اس کا جواب!

مَا يُوعَدُونَ: مَا موصولہ یُوعَدُونَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اس کا صلہ

جس کا اُن سے وعدہ کیا گیا ہے۔

مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا: مَنْ استفہامیہ ہے یعنی کون؟ أَضْعَفُ۔ ضُعْفُ رباب

نصر، مصدر۔ سے افعال التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ کمزور، نَاصِرًا۔ نَصْرُ رباب نصر، مصدر اسم فاعل واحد مذکر، منسوب بوجه تمیز ہونے کے ہے۔ اِذَا و مددگار۔ یعنی مددگاروں کی حیثیت سے کون زیادہ کمزور ہے۔ کس کی مدد کمزور ہے۔

وَأَقْلُّ عَدَدًا: جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ أَقْلُّ، قِلَّةٌ رباب ضرب، مصدر سے افعال التفضیل کا صیغہ ہے یعنی کم سے کم۔

عَدَدًا بلحاظ تعداد کے۔ گنتی میں۔

القِلَّةُ وَالكَثْرَةُ بلحاظ اصل وضع کے صفات عدد میں سے ہیں جیسا کہ عِظْمٌ وَصِغْرٌ

صفات اجسام سے ہیں بعدہ کثرت و قلت اور عِظْمٌ وَصِغْرٌ سے ہر ایک دوسرے کی جگہ بطور استعارہ کے استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قلیل عرصہ، قلیل نفع۔ مقدار کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں ۷۲: ۲۵ = قُلْ إِنْ أَدْرِيْ - إِنْ نَافِيَةٌ ہے اِدْرِيْ فعل مضارع واحد متکلم دِرَايَةٌ رباب ضرب، مصدر۔ میں نہیں جانتا ہوں۔ مجھے خبر نہیں۔

أَقْرَبِيٌّ، میں ہمزہ استفہامیہ ہے آیا قریب ہے قریب خبر مقدم ہے اور مَا تُوَعَدُونَ

مبتدا مؤخر۔ یا قَرِيْبِيٌّ از قسم فعل مشبہ اور مَا تُوَعَدُونَ اس کا فاعل ہے۔

مَا تُوَعَدُونَ: مَا موصولہ تُوَعَدُونَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر وَعَدُ

رباب ضرب، مصدر سے۔ صلہ۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا وعدہ کیا گیا ہے۔

اس وعدہ سے مراد دنیوی عذاب یا قیامت ہے۔

= أَمْ - حرف عطف ہے یعنی یا۔

يَجْعَلُ مَضَارِعَ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ جَعَلَ بِابٍ فَتَحَ مَصْدَرًا وَهُوَ مَقْرَرٌ كَرْتَابٌ هُوَ، وَهُوَ مَقْرَرٌ كَرْتَابٌ هُوَ  
 اس نے مقرر کر دی ہے۔ لہٰذا میں ضمیرہ کا مرجع ما تَوَعَّدُونَ ہے  
 اَمَدًا: مدت، حد۔ انتہا۔ اس کی جمع اَمَادٌ ہے۔ اَمَدًا مدت مقرر کرنا  
 ترجمہ ہو گا۔

یا میرے رب نے اس عذاب (یا قیامت) کی (لمبی) مدت مقرر کر دی ہے۔

اَمَدًا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

صاحب تفہیم القرآن اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:-

انداذ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک سوال مقدمہ کا جواب ہے وہ یہ کہ اوپر کی بات  
 سن کر مخالفین نے طنز اور مذاق کے طور پر سوال کیا کہ وہ وقت جس کا ڈراوا آپ سے ہے  
 ہیں آخر کب آئے گا؟

اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ  
 ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اس وقت کا آنا تو یقینی ہے مگر اس کے آنے کی تاریخ مجھے نہیں بتانی  
 گئی یہ بات اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ آیا وہ جلدی آنے والا ہے یا اس کے لئے ایک طویل  
 مدت مقرر کی گئی ہے۔

۲۶:۴۲ = عَلِيمُ الْغَيْبِ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کا جاننے والا۔ مبتدأ محذوف  
 کی خبر ہے ای هو عالم الغیب۔

= فَلَا يُظْهِرُ فَرْتِيبَ كَابٍ۔ لَا يُظْهِرُ مَضَارِعَ مَنفِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِظْهَارُ  
 (افعال) مصدر سے۔ وہ ظاہر نہیں کرتا ہے، وہ واقف نہیں کرتا ہے۔

غَيْبٌ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا غیب، یعنی اپنے غیب کو، اپنے غیب کی باتوں کو  
 اَحَدًا۔ منصوب بوجہ مفعول۔ کسی کو بھی۔ وہ اپنی غیب کی باتوں کو ظاہر نہیں کرتا ہے

قَائِدٌ غیب کیا ہے اس کے متعلق علامہ پانی پتی رقم طراز ہیں:-

غیب سے مراد ہے وہ چیز جو ابھی تک نہیں آئی۔ جسے معاد (عالم آخرت) کی خبریں۔ یا وہ چیز  
 جو موجود ہونے کے بعد معدوم ہو گئی ہو جیسے آغاز آفرینش کی اطلاعات اور وہ گزشتہ  
 واقعات جو صفحات تاریخ پر بھی موجود نہیں۔ یا غیب سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء اور صفات  
 جو بندوں کو معلوم نہیں اور کسی دلیل سے بھی ان کا پتہ نہیں ملتا۔ لیکن جن صفات و اسماء پر پورے

قائم اور دلیل موجود ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کا ناقابل زوال ہونا۔ اس کا واحد ہونا اس کے اندر صفات کمال کا موجود ہونا۔ اور صفات نقص و زوال سے اس کا پاک ہونا۔ تو یہ چیزیں عالم شہادت کی ہو گئیں۔ ان کا شمار غائب میں نہیں ہے کیونکہ ان کے دلائل موجود ہیں اسی طرح حدود عالم (وقوع عالم) کا مسئلہ بھی غیبی مسئلہ نہیں ہے بلکہ عالم شہادت کا ہے کیونکہ عالم کا تغیر پذیر ہونا محسوس ہے اور تغیر حدوث پر دلالت کرتا ہے، ان تمام اقسام غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ممکن ہے۔

۲۴:۴۲۔ اَلَا مَنْ ارْتَضَىٰ۔ اِلَّا حَرْفُ اسْتِثْنَاءٍ۔ مَنْ مَوْصُولٌ بِاِرْتَضَىٰ صِلَةٌ  
صِدِّ مَوْصُولٌ بِلِ مَرْتَضَىٰ اَحَدًا (آیت متذکرہ بالا) مستثنیٰ م۔ راحی اَحَدًا مِنْ مَخْلُوقَاتِہَا  
ارْتَضَىٰ مَاضِیٌّ وَ اَحَدٌ مَذْکُورٌ فَاَسْبَبَ اِرْتِضَاءً (افتعال) مصدر سے۔ جس کے معنی راضی ہونا  
پسند کرنا کے ہیں۔ یعنی ماسوا اس کے جس کو وہ پسند کرے۔ جس پر وہ راضی ہو۔  
مِنْ رَسُوْلٍ مُّسَلِّقٍ مِّنْ اِرْتَضَىٰ۔ اس کا بیان ہے۔

اور کسی کو اپنے غیب پر آگاہ نہیں کرتا۔ ماسوا اس کے جس کو وہ پسند فرماتے۔

مدارک التنزیل میں ہے :

الا من ارتضى من رسول۔ اى الامر سؤلاً قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب، سؤاً  
اس پیغمبر کے جسے وہ غیب کے کسی امر پر آگہی کے لئے پسند فرماتے۔  
تفسیر ابن کثیر میں ہے

رسول خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جسے خدا جتنا چاہتا ہے  
بتلا دیتا ہے بس وہ اتنا ہی جانتے ہیں۔

فَاِنَّهٗ يَسْئَلُكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهٖ وَمِنْ خَلْفِهٖ سَرَّ صَدًّا؛ فَاِنَّ عَاطِفَہٗ یَعْنِ  
جب اپنے کسی برگزیدہ و مرتضیٰ رسول کو غیب کا کوئی علم عطا کرتا ہے تو وہ اس رسول کے  
آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے۔

یَسْئَلُكَ۔ مضارع واحد مذکر سُئِلَ (باب نصر) مصدر۔ وہ مقرر کرتا ہے

وہ چلاتا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۰ متذکرہ الصدر

مِنْ بَيْنِ يَدَيْهٖ، مِنْ حَرْفِ جَارٍ بَيْنِ مِضَافٍ يَدَيْهٖ مِضَافٌ مِضَافٌ اِلَيْهِ مَلِكٌ

مِضَافٌ اِلَيْهِ بَيْنِ كَا۔

جب بین کی اصناف ایدیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے



ہوتے ہیں۔ مِّنْ بَیِّنٍ یَدَیْهِ اس کے سامنے کی طرف سے۔  
وَمِنْ خَلْفِهِ وَاَوْعَاطِفِ، مِّنْ حَرْفٍ جَارٍ خَلْفًا مَضَافٌ مَضَافٌ الیہ مل کر محسوس  
اور اس کے پیچھے کی طرف سے۔

رَصَدًا۔ چوکیدار، نگہبان، محافظ۔ رَصَدًا یُوصَدُّ (باب نصر) کا مصدر ہے  
جس کے معنی نگاہ رکھنے اور گھات لگانے کے ہیں۔ مصدر مذکور اسم فاعل، اسم مفعول  
دونوں کے معنی میں مستعمل ہے نیز واحد ثننیہ جمع سب کے لئے آتا ہے

قائد کا۔ مقاتل وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ کسی پیغمبر کو مبعوث فرماتا تھا  
تو ابلیس فرشتہ کی شکل میں نمودار ہو کر اس پیغمبر کو (کچھ اپنی طرف سے) اطلاع دید یا کرتا تھا  
اس کی روک کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے مقرر کر دیئے جو شیطانوں کو مار بھگاتے  
تھے۔ اور حامل وحی فرشتہ کے پاس بھی نہیں آنے دیتے تھے اب اگر شیطان فرشتہ کی شکل  
میں اس پیغمبر کے پاس آتا تھا تو یہ ملائکہ پیغمبر سے کہہ دیتے تھے یہ شیطان ہے اس سے  
احتیاط رکھو۔ اور اگر اصل فرشتہ آتا تھا تو بتا دیتے تھے کہ یہ اللہ کا فرستادہ ہے۔  
(تفسیر منطہری)

۷۲: ۲۸ لَیَعْلَمَنَّ لام حروفِ عِلْمٍ یَعْلَمَنَّ۔ مضارع۔ (منصوب بوجہ عمل لام عِلْمٍ)  
صیغہ واحد مذکر قاتب (باب سَمِعَ) مصدر۔ تاکہ وہ جان لے۔

قائد کا : یوں تو ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہے یہاں جاننے سے مراد ہے علمی  
تعلق کا کسی موجود کے ساتھ ظاہر ہونا۔ یہی مراد آیت لَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ مَن یُّخَافُ بِالْغَیْبِ  
میں ہے (۵: ۹۴) تاکہ معلوم کرے اللہ کہ اس سے غائبانہ کون ڈرتا ہے (شیاطین سے  
حفاظت کرنے کے لئے ملائکہ کو مامور کرنے کی یہ عِلْمٌ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حفاظتِ وحی کے بعد اللہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبروں نے  
اپنے رب کے پیام بلا کم و بیش پہنچا دیئے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ پیغمبر اللہ کے پیام کو بغیر تبدیل و تغیر اور آمیزش کے پہنچا سکیں  
اسی غرض کے لئے اللہ نے حفاظتِ وحی کے لئے فرشتوں کو مقرر کر دیا ہے۔

(تفسیر منطہری)

— اَنْ قَدْ اَبْلَغُوا رِسْلَتِ رَبِّهِمْ۔ اَنْ مخفف ہے اَنْ ثَقِيلَه سے مخفف کیا گیا ہے۔ قَدْ ماضی برداغل ہو کر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔

اَبْلَغُوا ماضی جمع مذکر غائب اِبْلَاغٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے پہنچایا۔ انہوں نے

پہنچا دیا۔

رِسْلَتِ رَبِّهِمْ رِسْلَةٌ کی جمع ہے یعنی پیغام، مضاف، رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر رِسْلَتِ کا مضاف الیہ۔ ان کے رب کا پیام۔

ترجمہ ہوگا:-

کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے۔

اَنْ قَدْ اَبْلَغُوا رِسْلَتِ رَبِّهِمْ۔ اَنْ مخفف اَنْ سے؛ اَنْ حروف مشبہ بالفعل میں ہے۔ اس کا اسم ضمیر مؤنث محذوف ہے جو ضمیر شان ہے۔ قَدْ اَبْلَغُوا..... اس کی خبر ہے۔

## فَائِدَةٌ

مولانا دریا بادی اپنی تفسیر ماجدی میں رقمطراز ہیں:-

لَيَعْلَمَ کی ضمیر فاعل کس کی جانب راجع ہے؟ اس پر بہت قیل و قال ہوئی ہے لیکن راقم اٹم کو اپنے بعض اکابر کے اتباع میں وہی ترکیب مناسب معلوم ہوئی جو یہاں اختیار کی گئی ہے۔

يَحْتَمِلُ اَنْ يَكُونَ الضمير عائدًا الى الله عز وجل وهو قول حكاة ابن الجوزي في زاد المسير۔ (ابن کثیر)

ای ليعلم الله (مدارک) وهو اختيار اكثر المحققين (کبیر) اَبْلَغُوا سے مراد وہی جماعت انبیاء ہے ای الرسل (معالم، المدارک) بعض نے فرشتے بھی مراد لیتے ہیں۔

ترجمہ یوں ہوگا:-

تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیامات پہنچا دیئے۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی)

وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَا يُهِيْمُ۔ یہ جملہ یَسْلُكُ کے ضمیر فاعل سے حال ہے۔ اَحَاطَ ماضی واحد مذکر غائب اَحَاطَةٌ (افعال) مصدر۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے احاطہ کر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ احاطہ کرنے کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا کہ اس سے

فرار ممکن نہ ہو۔

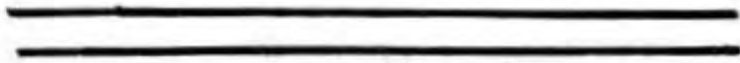
مَا لَدَا يُهِمُّ مَا موصولہ۔ لدی پاس، نزدیک۔ اسم ظرف، مضاف ہِمُّ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ دونوں مل کر صلہ اپنے موصول کا۔ جو ان کے پاس ہے، ان کی ہر چیز ان کے سب حالات، ان کے سب کام،

ترجمہ ہوگا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ (حال یہ ہے کہ) ان کے تمام حالات اس کے قبضہ میں ہیں اور ان کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

وَاحْضَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی لِيَسْلُكُ کے فاعل سے حال ہے۔ اَحْضَى ماضی واحد مذکر غائب اِحْصَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے گن لیا۔ اس نے گن رکھا ہے۔ كُلَّ شَيْءٍ مضاف مضاف الیہ مل کہ مفعول اَحْضَى کا۔

عَدَدًا منصوب بوجہ تمیز۔ بمعنی شمار کی رو سے۔ تعداد کے لحاظ سے۔ اور اس نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# (۲۳) سُورَةُ الْمُرْمِلِ مَكِّيَّةٌ (۲۰)

۳: ۱ = یٰ اَیُّهَا۔ یا حرف نداء اَیُّهَا۔ یعنی کونسا، جس، کس کس، کیا کیا؟ یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے۔ اور شرطیہ بھی، صفت بھی واقع ہوتا ہے۔ بحالت نداء اَیُّ، اَیُّہُ، اَیُّہُ منادی و معرف باللام کو حرف نداء سے ملاتا ہے۔ ہا حرف تنبیہ ہے جو اَیُّ اَیُّہُ اور اپنے مابعد کے اسم معرف باللام کے درمیان فصل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

نداء میں جب منادی پر الف لام داخل ہو تو مذکر میں اَیُّہَا اور مؤنث میں اَیُّہَا کو یا حرف نداء کے ساتھ بڑھا دیا جاتا ہے مذکر کی مثال آیت ہٰذَا۔

مؤنث کی مثال: یٰ اَیُّہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنِّۃُ (۸۹: ۲۷) اے اطمینان پانے

والی روح۔

یٰ اَیُّہَا : اے:

المُرْمِلُ : منادی۔ تَزَمَّلُ (تَفَعَّل) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے اصل میں المُرْمِلُ سمات کونز میں مدغم کیا گیا۔ کپڑے میں لپٹنے والا۔

۳: ۲ = قَدْ اَلَّیْلَ۔ قَدْ۔ قَوْمٌ۔ قَوْمَةٌ وَقَامَةٌ (باب نصر) مصدر سے فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے یعنی تو کھڑا ہوا کر، نماز (نفل) پڑھا کر۔ اَلَّیْلَ مفعول فیہ، رات بھر ساری رات۔

= اِلَّا قَلِیْلًا۔ اِلَّا حرف استثناء قَلِیْلًا مستثنیٰ۔ اِیُّ یُسْرًا مند، اس سے تھوڑا کم۔

۳: ۳ = نِصْفَةٌ: مضاف مضاف الیہ۔ اس کا نصف۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب اَلَّیْلَ کی طرف راجع ہے۔ نصف بدل ہے مِنَ اَلَّیْلَ سے، بدیں وجہ منصوب ہے۔

أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا - أَوْ بِمَعْنَى يَا - مِنْهُ أَي مِنْ نِصْفِ اللَّيْلِ، نِصْفُ رَاة  
سے۔ انْقُصْ فعل امر، واحد مذکر حاضر نَقَصَ رباب ضرب ۲ مصدر۔ تو کم کر،  
قَلِيلًا مفعول انْقُصْ کا تھوڑا سا کم۔ یا اس سے تھوڑا سا کم کرو، یعنی نصف شب سے  
بھی تھوڑا سا کم۔

۴: ۳ = أَوْ زِدْ عَلَيْهِ - أَوْ بِمَعْنَى يَا - زِدْ فعل امر، واحد مذکر حاضر، زِيَادَةٌ رباب  
ضرب مصدر سے۔

عَلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب نصف لیل کی طرف راجع ہے۔ یا نصف شب  
سے کچھ بڑھا دیا کرو،

آیات ۳: ۴ کا مطلب یہ ہوا کہ ساری رات کی بجائے کچھ کم وقت عبادت کیا کرو  
نصف شب یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ط وَاوَعِظْ رَتِّلْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَرْتِيلٌ (تفعل)  
مصدر سے۔ تَرْتِيلًا مصدر تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ جملہ کا عطف قَوْلًا تیل پر ہے  
ترتیل کا معنی ہے الفاظ کا منہ سے درستی کے ساتھ بسہولت ادا کرنا۔ آہستہ آہستہ واضح  
اور صاف طور پر پڑھنا۔

الترتیل: هو التوقف والترسل والتمهل والافهام وتبیین  
القراءات حرفاً حرفاً (الخان)

ترتیل سے مراد ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ آہستہ آہستہ پڑھنا۔ بغیر جلدی کے اطمینان سے  
پڑھنا۔ سوچ سمجھ کر پڑھنا اور قرأت میں ایک ایک حرف کو واضح طور پر ادا کرنا ہے  
حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ:-

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا:-

لَا تَنْثَرُوا نَثْرَ الدَّقْلِ وَلَا تَهْرَءِ هَذَا الشَّعْرَ قَفُوا عِنْدَ عَجَائِبِهِ وَحِرْكَوَابِهِ الْقُلُوبِ  
وَلَا يَكُنْ هَمًّا أَحَدٌ كَمَا أَخْرَجَ السُّورَةَ (روح المعانی)

جس طرح تم جلدی جلدی ردی کھجوریں پھینکتے چلے جاتے ہو اور بال کاٹتے چلے جاتے ہو  
ایسا نہ کرو۔ جب کوئی نادر نکتہ آئے تو ٹھہر جاؤ اپنے دل کو اس کی اثر انگیزی سے متحرک کرو،  
تمہیں اس سورۃ کو جلدی جلدی ختم کرنے کی فکر نہ ہو۔

رَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا: اسی فی اثناء ما ذکر من القيام، یعنی اثناء قیام میں

۳۷: ۵ = اِنَّا سَلَقْنٰ عَلَیْكَ قَوْلًا لِّقِيْلًا : اِنَّا مرکب ہے اِن حرف مشبہ بالفعل سے اور نا ضمیر جمع متکلم سے۔ بے شک ہم۔

سَلَقْنٰ؛ اس مضارع پر داخل ہو کر مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔ نَلَقْنٰ مضارع جمع متکلم القاء (افعال)، مصدر سے۔ ہم عنقریب ڈالنے والے ہیں آپ پر ایک بھاری بات کا بوجھ۔

قَوْلًا لِّقِيْلًا : موصوف و صفت مشبہ، بھاری بات، مراد قرآن مجید۔ بعض کے قول کے مطابق قَوْلًا لِّقِيْلًا سے مراد ہے نماز شب کا حکم، کیونکہ نماز شب نفس کے لئے بہت گراں ہے۔ اس تفسیر پر یہ جملہ سابق جملہ کی تاکید اور ضمیمہ ہے اور سَلَقْنٰ میں سے استقبال کے لئے نہیں ہے صرف تاکید کے لئے ہے۔

لغات القرآن میں اس سے مراد دعوت و تبلیغ اسلام لیا ہے۔

۳۷: ۶ = اِنَّ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأًا وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا اِنَّ حَرْفَ مَشْبَهٍ بِالْفِعْلِ نَاشِئَةَ اللَّیْلِ مضاف مضاف الیه مل کر اسم اِنَّ هِيَ اَشَدُّ وَطْأًا اس کی خبر نَاشِئَةَ (منصوب بوجہ عمل اِنَّ) مصدر بروزن اسم فاعل۔ رات کو خواب سے بیدار ہو کر اٹھ کھڑا ہونا۔ ن، ش، و، مادہ۔ اَلنَّشَاؤُ وَالنَّشَاةُ کسی چیز کو پیدا کرنا۔ اور اس کی پرورش کرنا قرآن مجید میں ہے۔ ۱۔ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشَاةَ الْاُولٰی (۶۲: ۵۶) تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی ہے۔

آیت زیر مطالعہ کا ترجمہ ہوگا:-

کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا نفس بہیمی کو سخت پامال کرتا ہے۔ یہاں ناشئۃ کے معنی نماز کے لئے اٹھنے کے ہیں۔ ضمیر واحد مؤنث غائب ناشئۃ اللیل کی طرف راجع ہے اشد نہایت سخت شداد سے جس کے معنی سخت اور قوی کے ہیں افعِل التفضیل کا صیغہ ہے وَطْأًا اسم ہے۔ تکلیف، مشقت، دشواری۔ وطاء حروف مادہ مفرداتِ راغب میں ہے:-

وَ طَوُّ الشَّيْءِ فَهُوَ وَطِيٌّ کے معنی کسی چیز کے پامال ہونے کے ہیں الوطاء ہر وہ شے جو پاؤں کے نیچے روندی جائے۔ جیسے فراسے وغیرہ۔ وطاءتہ برجلی وطاءتہ کسی چیز کو پاؤں کے نیچے روندنا۔ وطاءً منصوب بوجہ تیز کے ہے۔ از روتے نفس کستی

وَأَقْوَمُ قِيْلًا ۝ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اَقْوَمُ - قِيَامٌ سے  
افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی راست ہونے اور اعتدال پر رہنے کے بھی آتے ہیں، سب سے  
سیدھا، سب سے معتدل۔

قِيْلًا منصوب بوجہ تمیز کے ہے وَأَقْوَمُ قِيْلًا اور وہ یعنی قیام لیل بات کرنے کے  
لحاظ سے یعنی ذکر کرنے یا دعا مانگنے کے لحاظ سے بھی بہت موزوں اور درست ہے۔  
إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا - إِنَّ حَرْفٍ مِثْلِهِ بِالْفِعْلِ سَبْحًا مَوْصُوفٌ اسْمًا  
طَوِيلًا صِفَتُكَ فِي النَّهَارِ اس کی خبر۔  
سَبْحًا یہ سَبَحَ يَسْبُحُ (باب سب) کا مصدر ہے جس کے معنی مشغول ہونا، تیزی سے  
تیرنا۔

امام راغب فرماتے ہیں۔

سَبْحٌ کے معنی پانی اور ہوا میں تیز گزرنے کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دن کے وقت ضروری  
کاموں کی تکمیل، تبلیغ، اور دعوت دین کے لئے آپ کو مصروفیت رہتی ہے رات فراغت کا  
وقت ہوتا ہے اس لئے آپ کو رات کو نماز پر طہنی چاہئے۔ گویا کہ جملہ گذشتہ حکم کی علت ہے  
(تفسیر مظہری)

۳، ۸ = وَأَذْكُرُ اسْمَ رَبِّكَ ۝ جملہ کا عطف قِيْلًا پر ہے اَذْكُرُ  
فعل امر واحد مذکر حاضر، ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر، تُوِيَ اذْكُرُ، اسْمَ مضاف رَّبِّكَ مضاف  
مضاف الیہ۔ مل کر اسْمُ كَامُ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَذْكُرُ کا۔ اپنے رب  
کا نام لیا کر۔

وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے تَبَتَّلْ فعل  
امر واحد مذکر حاضر تَبَتَّلْ (تَفَعَّلَ) مصدر سے، جس کے معنی سب سے الگ ہو کر اللہ کے  
لئے عبادت اور نیت کے خالص کرنے کے ہیں۔ یعنی تو اخلاص نیت اور عبادت میں سب سے  
منقطع ہو جا۔ مصدر تَبْتِيْلًا (مفعول مطلق) کو تاکید کے لئے لاتے ہیں۔

قاعدہ کے مطابق مفعول مطلق فعل کے باب سے تَبْتِيْلًا ہونا چاہئے تھا لیکن کیونکہ  
بَتَّلْ تَبَتَّلْ دونوں ہم معنی ہیں اس لئے باب تفعیل کا مصدر ذکر کر دیا۔ تاکہ توفیقی کی  
رعایت ہو جاتے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ - اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ یہ جملہ خبریہ ہے اس کا مبتدا ر محذوف ہے۔ کلام یوں ہوگا **هُوَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ** :  
 ۲۔ یہ جملہ مبتدا ہے اور **لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ** اس کی خبر ہے۔

**لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ**۔ لا۔ لا نہی ہے الہ کا نصب لا کے عمل سے ہے۔ **إِلَّا** حرف ہے استثناء  
**هُوَ** مستثنیٰ۔ ماسوا الوہیت کی نفی کا ذکر ہے۔ یعنی اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق  
 نہیں ہے۔ یہ خدا کی صفت ہے۔

**فَاتَّخَذَ كَمَا كَيْدًا** و سبب ہے **اتَّخَذَ** فعل امر واحد مذکر حاضر، **اتَّخَذَ** (افتعال)  
 مصدر ہے۔ تو بنائے۔ تو کپڑ رکھ۔ کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے۔  
**وَكَيْدًا**۔ وکل سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ مفعول کے ہے بمعنی کار ساز  
 مددگار۔ نگہبان، ذمہ دار۔

مطلب یہ کہ اللہ کی الوہیت منفردہ اس کے کار ساز ہونے کی علت ہے  
 جب اللہ ساری مخلوق کا رب ہے اور الوہیت میں منفرد ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ تمام معاملہ  
 اسی کے سپرد کر دیئے جائیں۔

۱۰:۳ = **وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ** وادعا طفر ہے ما موصولہ ہے۔ **يقولون**  
 مضارع جمع مذکر غائب صلہ اپنے موصول کا۔

مطلب یہ ہے کہ جو یہ کافر خرافات بکتے ہیں۔ تم کو شاعر۔ کاہن، ساحر، مجنون وغیرہ  
 کہتے ہیں تم اس پر صبر کرو۔

**وَاصْبِرْ لَهُمْ** **هَجْرًا** **جَمِيلًا** وادعا طفر **اهجروا** فعل امر واحد مذکر حاضر، **هَجْرًا** باب نصر  
 مصدر۔ بمعنی چھوڑ دینا۔ دور رہنا۔ **هُمُ** ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ **جَمِيلًا** بروزن فاعیل صفت  
 مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی بہتر، خوب تر۔ عمدہ۔

مطلب یہ کہ ان سے عمدگی کے ساتھ کنارہ کش ہو جاؤ۔ اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کرو  
 ۱۱:۳ = **ذَرْنِي**۔ **ذَرَّ** فعل امر واحد مذکر حاضر، **وَذَرَّ** (باب فتح، سمع) سے مصدر۔

جس کے معنی چھوڑ دینے کے ہوتے ہیں۔ ن وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم کی ہے۔ تو مجھے چھوڑ دے  
**وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ**۔ وادعا طفر، **المكذبین** اسم فاعل جمع مذکر بجمالت  
 نصب بوجہ مفعول، تکذیب (تفعیل) مصدر سے۔ **المكذبین** کا عطف **ذَرْنِي** پر ہے

یا **المكذبین** مفعول معرب ہے (مدارک التنزیل)

**أُولِي النَّعْمَةِ** موصوف و صفت مل کر صفت ہے **المكذبین** کی۔ مال دار،



آیت کا ترجمہ ہو گا۔

آپ مجھے اور ان (جھٹلانے والے مالداروں کو) اپنی حالت پر چھوڑیئے۔  
وَمَهَّلَهُمْ قَلِيلًا؛ اس کا عطف ذرّنی پر ہے۔ واو عاطف، مهّل امر کا صیغہ واحد مذکر  
حاضر۔ تمہیل (تفعیل) مصدر سے۔ بمعنی مہلت دینا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب  
کا مرجع المکذبین ہے قَلِيلًا ای زماناً قَلِيلًا تھوڑی سی مدت کے لئے۔ تھوڑی سی  
مہلت۔

ترجمہ ہو گا۔

اور آپ ان کو تھوڑی سی مہلت دیں۔ یعنی آپ تھوڑا سا انتظار کریں ان کو سزا ملنے ہی

والی ہے۔  
يَقُولُونَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اور واو جڑ هُمْ میں ضمیر هُمْ مفعول  
جمع مذکر غائب اور المکذبین اولی النعمۃ سے مراد کفار مکہ اور سردارانِ قریش ہیں۔  
مقاتل بن حیان نے کہا ہے کہ آیت وَذَرْنِي..... الخ کا نزول مقتولین بدد کے بارے  
میں ہوا۔ کچھ ہی مدت گزری تھی کہ وہ بدر کی لڑائی میں مارے گئے۔ یا اس سے مراد دنیاوی  
زندگی کی مہلت ہے۔

۱۲:۷۳ = اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَجَحِيْمًا ای ان لَدَيْنَا لِلْكَافِرِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ  
انکال و جحیم۔ تحقیق آخرت میں ہمارے پاس کافروں کے لئے بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی  
آگ ہے۔

اِنَّ حرف تحقیق ہے لَدَيْنَا مرکب ہے لَدَى (اسم ظرف) پاس، نزدیک، مضاف  
اور نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ سے۔ ہمارے پاس۔  
اَنْكَالًا۔ نِکَل کی جمع ہے جس کے معنی سخت قید اور آہنی لگام کے ہیں۔ بیڑیاں۔  
جَحِيْمًا جحیم سے (باب سمع) بروزن فاعل بمعنی فاعل، دکھتی ہوئی آگ۔ اَنْكَالًا اور  
جَحِيْمًا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہیں۔

۱۳:۷۳ = وَطَعًا مَا ذَا غَصَصٍ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ذَا بمعنی صاحب  
بجالت نصب مضاف، غَصَصٍ مضاف الیہ۔ دونوں مل صفت طعاً ما کی۔  
غَصَصٍ کسی چیز کا حلق میں پھنسا۔ وہ بڑی جو حلقہ میں پھنس جائے یہاں مراد درخت  
زقوم یا ضریع یا غسلین جو دوزخیوں کی خوراک ہوگی۔

اور ہمارے پاس ان کے لئے ایسی خوراک ہے جو حلق میں پھنس جانے والی ہے نہ نیچے اترے نہ باہر نکل سکے۔ اسی ذاعصۃ یاخذ بالحلق لاہو نازل ولاہو خارج۔

وعداباً آلیہا۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے اس کا عطف ججیمما پر ہے یا طعاماً پر ہے اور ہمارے پاس ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ان لَدُنَّا..... الیما۔ حکم سابق کی علت ہے یعنی ان تھیلانے والے دولت مندوں سے نیپٹنے کا کام تم ہم پر چھوڑ دو کیونکہ ان کے لئے ہمارے پاس بیماری بٹیریاں، مہترکتی ہوئی آگ حلق میں پھنسنے والا کھانا۔ اور دردناک عذاب الیم ہے۔

حکم سابق کی علت (منظہری) تعلیل للامر (بیضاوی)

۴۳: ۱۴ = یَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ، یَوْمَ تَطْرَفُ الزَّيْمَانُ ہے جس میں کسی فعل کا وقوع ہوتا ہے اس سے پہلے لَدُنَّا انکالا و ججیمما میں فعل کا معنی موجود ہے۔ مدارک التنزیل میں ہے۔

یَوْمَ مَنْصُوبٌ بِمَافِي لَدُنَّا مِنْ مَعْنَى الْفِعْلِ (سکذبین کے لئے یہ بٹیریاں، یہ مہترکتی ہوئی آگ یہ حلق میں پھنس جانے والی خوراک اور یہ دردناک عذاب ہم نے اس دن کے لئے رکھا ہوا ہے (یَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ) جس دن زمین اور پہاڑ لرز جائیں گے الخ تَرْجُفٌ مَضَارِعٌ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ رَجَفْتُ رِبَابٌ نَصْرٌ مَصْدَرٌ - وہ لرزے گی۔ وہ کانپنے لگے گی۔ وہ کانپے گی۔

وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَهِيلاً۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور پہاڑ ریت کے ہتے ٹیلے ہو جائیں گے۔

كَانَتْ مَاضِيٌّ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ۔ كَوْنٌ رِبَابٌ نَصْرٌ مَصْدَرٌ مِمَّا فِيهَا تَقْصِدُ مِنْ مَعْنَى الْجِبَالِ اس کا اسم کثیباً مہیلاً اس کی خبر۔ کثیباً الرمل الملتصم ریت کا ٹیلہ۔ (موصوف) مہیلاً۔ رَمْلًا سَائِلًا مَتَنَاثِرًا۔ ایسی ریت کا ڈھیر جو کہ ہوا کے جھونکوں سے یا کوئی ٹھوکر لگنے سے پانی کی طرح پھینکے لگتا ہے (صفت کثیباً کی) مہیلاً اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ هَيْلٌ بِابِ ضَرْبٍ مَصْدَرٌ مِمَّا فِيهَا تَقْصِدُ مِنْ مَعْنَى الْجِبَالِ اس کا اصل میں مہیول تھا۔ واو کو حذف کر کے ہی کو ساکن کیا (تفسیر حقانی) اِنَّا ارسلنا اليكم رسولا۔ کُمہ ضمیر جمع مذکر حاضر، یہ خطاب مکہ کے المکذبین اُولَى النعمۃ سے۔

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ۔ اسی لیتھد یوم القیامتہ بما صدر منکم من الکفر والعصیان (روح المعانی) جو کفر و نافرمانی تم سے صادر ہوتی ہے قیامت کے روز وہ اس کی گواہی لے گا۔

شَاهِدًا۔ گواہ، حاضر ہونے والا۔ شہادت دینے والا۔ بتانے والا۔ شہادۃ و شہود (باب سمع مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی میں سے ہے) کیونکہ آپ قیامت میں امت کے گواہ اور دنیا میں تسلیم ربانی کے بتانے والے ہیں۔

شَاهِدًا صفت ہے رَسُولًا کی۔

کَمَا۔ ک تشبیہ اور ما موصولہ سے مرکب ہے۔ کہ جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا

أَرْسَلْنَا بِهِ مَصْرًا مَحْذُوفٍ کی صفت ہے یعنی تمہاری طرف رسول کو بھیجنا ایسا ہی ہے جیسا فرعون کے پاس رسول کو بھیجا تھا۔

۷۳: ۱۶ = فَعَصَى۔ ف تعقیب کا ہے عَصَى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب عَصِيًّا باب ضرب مصدر۔ اس نے نافرمانی کی۔ اس نے کہا نہ مانا۔ اس نے اطاعت نہ کی۔

الرَّسُولَ۔ پیغمبر، رسول۔ یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيْلًا۔ ف سبب ہے أَخَذْنَا ماضی جمع متکلم أَخَذَرَبَابُ نَصْرُ مصدر ہم نے پکڑا۔ وَبِيْلًا مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع فرعون ہے۔

أَخَذًا مفعول مطلق (پکڑ، موصوف) وَبِيْلًا۔ وَبِيْلٌ وَبِيْلٌ وَوَبِيْلٌ باب کرم مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ سخت، ناخوشگوار یہ صفت ہے أَخَذٌ کی۔ ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔

۷۳: ۱۷ = فَكَيْفَ تَتَّقُونَ۔ ف یعنی پس، پھر۔ كَيْفَ حرف استفہام ہے، بمعنی کیسے۔ کس طرح۔ کیونکر۔

تَتَّقُونَ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی ڈرنا۔ پرہیز کرنا بچنا۔ پھر تم کیسے بچ سکو گے (خطاب کفار مکہ سے ہے)۔

إِنْ كَفَرْتُمْ۔ اِنْ شرطیہ كَفَرْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر كُفْرٌ باب نَصْرُ مصدر۔ یعنی انکار کرنا۔

يَوْمًا۔ اسی عَذَابَ يَوْمٍ۔ اس صورت میں یَوْمًا کا تعلق تتقون سے ہے  
یَوْمًا مضاف الیہ ہے اور لفظ عَذَاب مضاف۔ مضاف کو حذف کر کے بعد مضاف الیکو  
اس کی جگہ کر دیا اور اسی کا اعراب دیدیا۔ (منظہری)

ترجمہ ہوگا۔

رے کفار مکہ جب فرعون کو حضرت موسیٰ کی نافرمانی کی پاداش میں غرق کر دیا گیا اور وہ  
واصل یہ جہنم ہو گیا، تو پھر تم اس روز کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہو۔  
يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا: یہ جملہ یَوْمًا کی صفت ہے اور یَجْعَلُ کا فاعل بھی یَوْمًا  
ہی ہے۔

فائدہ: يَجْعَلُ کی نسبت یَوْمًا کی طرف مجازی ہے۔ حقیقت میں اس روز بچوں  
کو بوڑھا بنانے والا تو خدا تعالیٰ ہی ہے لیکن روز قیامت کو بچوں کو بوڑھا بنانے والا قرار  
دینا بطور مبالغہ ہے۔

اصل کلام یوں ہے:-

يَوْمًا يَجْعَلُ اللَّهُ فِيهِ الْوِلْدَانَ شِيبًا۔ جس روز کہ اللہ بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔

تفسیر منظہری

الْوِلْدَانَ: وَلَدٌ کی جمع۔ بچے، بچیاں، لڑکے، لڑکیاں۔

شِيبًا۔ بوڑھے۔ (بوجہ مفعول منصوب ہے) اَشْيَبٌ کی جمع ہے جیسے اَبْيَضٌ

کی جمع بِيضٌ ہے۔ یہ جملہ یَوْمًا کی صفت ہے۔

۷۳: ۱۸۔ السَّمَاءُ مُنْفَطِرٌ كَيْفَ۔ منفطر۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ انفطارٌ  
انفعال، مصدر۔ پھٹ جانے والا۔ یعنی پھٹ جائے گا۔ (اسم فاعل بمعنی مستقبل)

فَطْرٌ مصدر۔ مجرذ ثلاثی، بمعنی ہست سے نیست کرنا۔ عدم سے وجود میں لانا۔

پیدا کرنا۔ لغوی لحاظ سے فَطْرٌ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونا چاہئیں۔

کیونکہ لغت میں فَطْرٌ کے معنی ہیں پھاڑنا۔ عدم کے پردے کو پھاڑ کر وجود میں لانا یعنی

پیدا کرنا۔ اسی مناسبت سے اس کا مفہوم قرار پایا۔

یہ میں ب سبب یہ ہے اور ہ ضمیر واحد مذکر غائب یَوْمًا کے لئے ہے یعنی

آسمان اس روز (اس کی شدت سے) پھٹ جائے گا۔

یاب بمعنی فی ہے: اس روز میں آسمان پھٹ جائے گا۔ یہ جملہ یَوْمًا کی

صفتِ ثانیہ ہے۔

وَكَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا لَهُ كَانَ افعال ناقصہ میں سے ہے وَعْدُهُ مضاف  
مضاف الیہ مل کر اسمِ كَانَ۔ کَا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

وَعْدُهُ اس کا وعدہ یعنی وعدہ عذاب

مَفْعُولًا۔ خبر ہے كَانَ کی۔ کیا ہوا۔ ہو گیا ہوا۔

مطلب ہے یہ ہے کہ:-

خدا کا وعدہ عذاب پورا ہو کر رہیگا۔ یہ جملہ یَوْمًا کی صفتِ ثالثہ ہے۔ ان  
دونوں جملوں کا عطف اول بدل پر بند حرفِ عطف کے ہوگا؛ جیسے خلق الانسان علمہ

البيان۔ (۵۵: ۳-۴) کا عطف علم القرآن پر بغیر حرفِ عطف کے ہے۔

۱۹: ۳ = اِنَّ هٰذِهِ تَذٰكِرَةٌ۔ اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل هٰذِهِ اس کا اسم۔ تَذٰكِرَةٌ

اس کی خبر۔ هٰذِهِ۔ اى آیات القرآن۔ الايات الناطقة بالوعيد (مدارك التنزيل

عذاب کے متعلق آیات۔ ايات الموعده۔ (مبصوطی) وعدہ عذاب کے متعلق آیات۔

تَذٰكِرَةٌ۔ نصیحت، یاد دہانی۔ بروزن تفعلت باب تفعیل کا مصدر ہے

بے شک یہ قرآنی آیات، یا یہ قرآن ایک نصیحت ہے۔

فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ اِلٰى رَبِّهِ سَبِيلًا۔ پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف آنے کا راستہ

اختیار کرے۔ سَبِيلًا بوجہ مفعول منصوب ہے۔

۲۰: ۳۔ اِنَّ وَاَنَّ۔ تحقیق۔ بے شک، یقیناً، یہ دونوں حرفِ تحقیق ہیں اور حرفِ

مشبہ بالفعل میں سے ہیں۔ خبر کی تاکید و تحقیق مزید کے لئے آتے ہیں۔ اپنے اسم کو نصب

اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔

تَقْوَاهُ: مضارع واحد مذکر حاضر، قِيَامٌ (باب نصر)۔ تو کھڑا ہوتا ہے۔ تو اٹھتا ہے

(نماز کے لئے)۔

اٰذِنِي۔ دُوُّو۔ (باب نصر) سے افعال التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے بمعنی زیادہ قریب

زیادہ نزدیک۔ زیادہ کم۔

یہ جب اَكْبَرُ کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنی اصْغَرَ یعنی دوسرے

کی نسبت چھوٹے اور کم کے آتے ہیں جیسے وَلَا اٰذِنِي مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرُ (۵۸: ۷۷)

اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔ اور جب خیر کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی

اَزْدَل کے یعنی بہت گھٹیا کے ہوتے ہیں۔ جیسے اَلتَّبَدِ لُونِ الَّذِي هُوَ اَدْنَى بِالَّذِي هُوَ خَيْرٌ (۶۱:۲) جہلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں لیتے ہو۔

اور جب اَقْصَى کے مقابلہ میں آتا ہے تو اس کے معنی زیادہ قریب اور زیادہ نزدیک کا ہوتا ہے جیسے ذَلِكَ اَدْنَى اَنْ يُعْرَفَنَّ (۵۹:۳۳) یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ جلد پہچانی جایا کریں۔ اَدْنَى واحد مذکر اَدَانٍ جمع۔ دُنْيَا واحد مؤنث دُنْيَى جمع مؤنث۔

مِنْ ثَلَاثِي الْيَلِّ مِنْ حَرْفٍ جَارٍ ثَلَاثِي (دو تہائی) ثَلَاثٌ کاتثنیہ بحالتِ جر۔ لُونِ ثَلَاثِيہ اضافت کے سبب سے حذف ہو گیا۔ ثَلَاثِي مضاف الیْل مضاف الیہ۔ رات کا دو تہائی۔ اَنْتَ تَقْوُمُ ..... الحبل مفعول ہے فعل يَعْلَمُ کا۔

وَلِصَفِّهِ وَثَلَاثِيهِ ہر دو کا عطف اَدْنَى پر ہے ؕ ضمیر واحد مذکر غائب الیل کے لئے ہے۔ رات کا نصف، رات کا ایک تہائی۔

وَطَائِفَةٌ۔ اس کا عطف تقوم کے ضمیر فاعل پر ہے۔ مِنْ بَعْضِيہ ہے الَّذِيْنَ مَعَكَ موصول وصلہ۔

ترجمہ ہو گا۔

بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں ان میں سے ایک گروہ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب۔ اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) ایک تہائی رات (نماز تہجد میں) کھڑے ہوتے ہیں۔

طَائِفَةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ بعض لوگ، کچھ لوگ، ایک اور ایک سے زائد سب طَائِفَةٌ کہلاتا ہے۔ طَوَّفَ رَّبُّكَ نَصْرٌ مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے

وَاللَّهُ يُقَدِّرُ الْيَلَّ وَالنَّهَارَ۔ حمد معطوف ہے اس کا عطف رَبُّكَ پر ہے۔ يُقَدِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَقَدَّرَ تَفْعِيلٌ مصدر۔ وہ اندازہ رکھتا ہے بجائے ضمیر کے اسم ظاہر لفظ اللہ) کو ذکر کیا۔ یعنی اللہ ہی مقدار شب و روز سے واقف ہے تم ان کی واقعی مقدار سے ناواقف ہو۔ اس وقت گھڑی یا کوئی دوسرا آلہ وقت ستاسی کا نہ اَنْ لَنْ تَخْصُوهُ۔ اَنْ مصدر یہ۔ لَنْ تَخْصُوهُ، مضارع نفی تاکید بن صیغہ جمع مذکر اِحْصَاءٌ (افعال) مصدر سے احاطہ کرنا۔ شمار کرنا۔ یہاں احصاء کے معنی اوقات کا شمار گھڑیوں کا گننا۔ اور ضبط اوقات مراد ہے۔

ءُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے جس کا مرجع تقدیر لیل و نہار ہے۔ یا اس میں اَنْ

مخففہ ہے اَنَّ ثقیلہ سے۔ کا ضمیر شان محذوف ہے۔  
کلام یوں ہے۔

علم انه لا یصح منکم ضبط الاوقات (کشاف)  
ترجمہ ۱۔ اس کو علم ہے کہ تم صبح طور پر رات دن کے اوقات کا اندازہ نہ کر سکو گے۔  
وقیل: کان الرجل یصلی الیل کلہ مخافة ان لا یصیب ما امر اللہ بہ من  
القیام (المازن)

یعنی بعض لوگ ساری ساری رات نماز میں کھڑے رہتے اس خوف سے کہ شاید  
ابھی وہ وقت پورا نہیں ہوا جو منشاء الہی ہے۔

فَتَابَ عَلَیْكُمْ: میں فت سببیہ ہے تَابَ ماضی واحد مذکر غائب تَوْبٌ وَتَوْبَةٌ (نصر)  
مصدر۔ بمعنی توبہ کرنا۔ پھر آنا۔ باد آنا۔ جب اس کا استعمال علیٰ کے صلہ کے ساتھ آتے  
تو اس کا معنی توبہ قبول کرنا، معاف کرنا ہوتا ہے۔  
ترجمہ ہوگا۔

پس بدیں سبب اس نے مہربانی کی تم پر۔ (نصف وثلث شب کی قید اٹھادی)  
فَاقْرَءُوا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ: فت سببیہ ہے۔ پس بہ سبب نصف شب و  
ثلث شب کی قید اٹھ جانے کے اب جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن (تہجد میں) پڑھ لیا کرو۔  
اقْرَءُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قراءۃ قرآن (نصر، فتح) مصدر سے تم پڑھو، تم پڑھ لیا  
کرو۔

مَا تَیَسَّرَ: ما موصول۔ تَیَسَّرَ اس کا صلہ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔  
تَیَسَّرَ و تَفَعَّلَ مصدر۔ جس کے معنی آسان ہونا کے ہیں۔ جتنا آسان ہو۔  
عَلِمَ اَنَّ سَیْکُوْنُ مِنْکُمْ مَرَضٰی۔

سلامہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں۔

عَلِمَ کا فاعل اللہ ہے اور اَنَّ مخفف ہے اور فاقْرَءُوا کی تکرار تاکید کے لئے ہے اور  
یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرا فاقْرَءُوا پہلے فاقْرَءُوا کی تاکید نہیں ہے بلکہ جوئی مصلحت مقتضی تخفیف  
تھی اس کے بیان کے لئے ہے۔ اسی لئے حکم کو اس پر متفرع کیا ہے۔ (جد فرمایا ہے (منظری)  
مِنْ تَبَعِیْہِہُ ہے۔

ترجمہ ۱۔ اس نے جانا کہ تم میں سے بعض بیمار بھی ہوں گے۔

وَ الْآخِرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ -

اور بعض دوسرے لوگ زمین میں سفر کے لئے نکلیں گے۔

ضَرْبٌ فِي الْأَرْضِ - زمین پر چلنا۔ پھرنا۔ سفر کرنا۔ یعنی زمین پر مختلف مقامات و ممالک کا سفر کریں گے۔

يَلْتَمِعُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ - جملہ لِيَضْرِبُونَ کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔ يَلْتَمِعُونَ مضارع جمع مذکر غائب ابتغاء (افتعال) مصدر۔ یعنی ڈھونڈنا۔ تلاش کرنا۔ طلب کرنا۔ فَضْلِ اللَّهِ مضاف مضاف الیه۔ اللہ کا فضل، مراد تجارتی نفع، علم، ثواب، روزی، رزق اللہ کے فضل کی تلاش میں۔ اللہ کا فضل ڈھونڈتے ہوئے۔

وَ الْآخِرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ - اور بعض دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے بھی یعنی جہاد کے لئے۔

يُقَاتِلُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ مقاتلہ و قتال مصدر سے بمعنی لڑائی کرنا جنگ کرنا۔ قتال کرنا۔

فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ - ای فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔ (اوپر ملاحظہ ہو) یعنی بیمار لوگ، طالب علم، طالب تجارت، حج کو جانوالے۔ متلاشیان رزق، جہاد کو جانے والے قیام شب (دوثلت رات، نصف شب، اس کا نصف، اس کا ثلث) کی سنت کو ادا نہیں کر سکیں گے۔ لہذا ایک مخصوص حصہ شب بیداری ختم کر دی گئی۔ اب جس قدر آسان ہو اتنا حصہ شب جاگ لیا کرو، اور جتنا قرآن مجید آسانی سے اس وقت پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔

وَ أَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ آذِنُوا لِلرِّكْوَةِ - اور فرض نماز ادا کیا کرو۔ اَقِيمُوا امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر اقامت (افعال) مصدر سے جس کا معنی ٹھہرنے اور قائم کرنے، دست رکھنے کے ہیں۔ یعنی نماز کو مداومت کے ساتھ پڑھا کرو۔ جملہ کا عطف فاقرءوا پر ہے۔

وَ آذِنُوا لِلرِّكْوَةِ - اس جملہ کا عطف بھی سابقہ جملہ کی طرح فاقرءوا پر ہے اَذِنُوا امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر ہے اِذِنُوا (افعال) مصدر سے۔ تم دو۔ تم دیا کرو۔ یعنی فرض زکوٰۃ ادا کیا کرو۔

وَ آقْرَضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا - یہ جملہ بھی معطوف ہے اس کا عطف بھی حسب بالا جملہ سابقہ فاقرءوا پر ہے اور اللہ کو قرض حسنہ دیا کرو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے زکوٰۃ کے علاوہ



دوسرا صرف خیر ہے جیسا کہ رشتہ داروں سے سلوک، مہمان نوازی -

حضرت پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے اس سے عام اطاعتِ الہیہ مراد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کو اچھے طریقہ پر ادا کرنا مراد ہو لفظ اقْرَضُوا قَرْضًا حَسَنًا میں حَسَنًا اس امر پر دلالت کر رہا ہے اور معاوضہ دینے کے وعدہ کی طرف طبائع کو مائل کرنا مقصود ہے -

اقْرَضُوا امر کا صغیر جمع مذکر حاضر، اِقْرَضُوا (افعال) مصدر سے تم قرض دو اللہ کو اللہ مفعول اقْرَضُوا کا - قَرْضًا مفعول ثانی حَسَنًا صفت قَرْضًا کی -

وَمَا تَقْدِرُوا مَوْلَا لِنَفْسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ - جملہ مبتدأ ہے - تَجِدُوا وَلَا عِنْدَ اللَّهِ - اس کی خبر - مَا موصولہ ہے - مِنْ خَيْرٍ میں مِنْ تَبْعِيضِيَّةٌ نہیں ہے بلکہ بیان جنس کے لئے ہے جو نیکی - جو نیکی -

تُقَدِّمُوا مضارع جمع مذکر حاضر، تَقْدِيمٌ (تفعیل) مصدر - تم آگے بھیجو گے تم آگے بھیجو - اصل میں تَقْدِمُوا تھان - ن اعرابی عامل کے سبب ساقط ہو گیا - لِذَنبِكُمْ اپنی جانوں کے لئے - اپنے لئے -

ترجمہ ہوگا -

اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے (یعنی قیامت کے روز کے لئے) -

تَجِدُوا؛ مضارع جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب ساقط ہے - تم پاؤ گے کہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع خیر ہے یعنی تم اس نیکی کو اللہ کے ہاں پاؤ گے - هُوَ خَيْرًا وَّاعْظَمَ اجْرًا؛ اعْظَمَ اجْرًا دونوں تَجِدُوا کے مفعول ثانی ہیں اس لئے منصوب ہیں - هُوَ ضمیر فصل ہے - اور اجْرًا بوجہ تمیز کے منصوب ہے -

ترجمہ ہوگا -

اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں (جا کر) بہتر اور بڑے اجر کی چیز پاؤ گے -

اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ؛ امر جمع مذکر حاضر، اسْتَغْفَارٌ (استفعال) مصدر - تم معفرت مانگو اللہ سے - تم اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو -

اِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ؛ بے شک اللہ تعالیٰ قصوروں کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے -

فَائِدًا ۱۔ آخرت کے لئے نیکیاں کرنے کی تلقین کر کے بتایا کہ محض اپنی نیکیوں پر اعتماد اور بھروسہ کر کے نہ بیٹھ رہو۔ کیونکہ آدمی کی کوئی نیکی قصور سے خالی نہیں ہوتی۔ کتنی بڑی نیکی ہی سرزد ہو بارگاہ خداوندی کے شایانِ شان نہیں ہو سکتی جب تک اس کے ساتھ اپنی عاجزی، قصور اور حقارت کا اقرار شامل نہ ہو۔

لہذا نیکی کرتے ہوئے بھی اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتے رہو۔ بے شک وہی قصور کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ تھوڑے عمل کا بھی بہت بڑا ثواب دینے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۴۲) سُورَةُ الْمُدَّثِرِ مَكِّيَّةٌ (۵۶)

۴۲: ۱ = يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِرُ: يَا أَيُّهَا. اے۔ نیز ملاحظہ ہو ۳: ۱۔  
 الْمُدَّثِرُ: تَدَثَّرُ (تَفَعَّلُ) مصدر سے۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اصل  
 میں مُتَدَثِّرٌ تھا ت کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کیا۔ اس کے معنی کپڑا اور ڈھنے  
 ولے کے ہیں۔ دَثَارٌ اور پھیننے کا کپڑا چادر، کبیل۔ الْمُدَّثِرُ کبیل اور ڈھنے والا۔  
 يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِرُ۔ اے کبیل اور ڈھنے ولے۔ اے جس نے کبیل اور ڈھ رکھا ہے۔  
 المدثر سے بالاتفاق جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں مگر آپ کو اس لقب سے  
 کیوں ملقب کیا گیا۔ اس کے جواب میں مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔  
 ۲: د ثار سے مراد ظاہری کبیل لینے والے اصحاب کا قول ہے۔  
 ۱: فرشتہ کو دکھ کر دہشت ہوئی تھی۔ اور اس سے سردی محسوس ہوئی تھی جس لئے کپڑا  
 ڈھنے ہوئے تھے۔ اس حالت میں تھے کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور اسی حالت میں محبت سے  
 خطاب کیا گیا۔

۲: کفار قریش نے جمع ہو کر لوگوں کو آپ سے بدگمان کرنے کے لئے لفظ ساحر تجویز کیا۔  
 اور پکار دیا۔ تو اس سے آپ کو رنج ہوا۔ اور طبع مبارک پر کسل طاری ہوا جس لئے کپڑا  
 اور ڈھنے پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں مخاطب کر کے فرمایا۔

اے کپڑا اور ڈھنے ولے کھڑا ہو

۳: آپ کپڑا اور ڈھنے سوئے تھے کہ اسی حالت میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں جتلیا  
 جاتا ہے کہ کپڑا منہ سے اتار اور نیند سے ہوشیار ہو اور منصب نبوت پر قائم یعنی آمادہ  
 ۲۔ ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ ظاہری کپڑا اور ڈھنا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ۔

۱۔ یہ کہ اے نبوت و رسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو۔ جیسا کہ کہتے ہیں البسہ اللہ لباس التقویٰ وزینہ برداء العلم اللہ نے اس کو تقویٰ کا لباس پہنایا اور علم کی چادر سے مزین کیا۔

۲۔ کپڑا اوڑھنے سے آدمی مخفی ہو جاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اے خلوت و گوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کب تک تو مخفی رہیگا کھڑا ہو اور لوگوں کو متنبہ کر۔ اس لئے کہ دنیا گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

۳۔ یہ کہ اے خلقِ عظیم و رحمتِ عالمین کی چادر اوڑھنے والے اس لباس کو پہن کر چپ کیوں بیٹھے ہو کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو متنبہ کرو، دینِ حق کی منادی کرو۔

(از تفسیر حقانی)

۷۲:۲ — قُمْ فَأَنْذِرْ — قُمْ قیامٌ رباب نصر مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو کھڑا ہو جا۔ تو اٹھ کھڑا ہو۔ اپنے بستر سے اٹھ کھڑے ہو جاؤ۔ یا عزم اور حوصلہ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ۔

فَأَنْذِرْ — ف یہاں شرط کا فائدہ دیتا ہے۔ گویا کلام یوں ہے۔

حَدِّثْهُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّكَ انْ لَمْ يُؤْمِنُوا (المخازن)

اگر وہ ایمان نہیں لائے تو ان کو اپنے رب کے عذاب سے ڈراؤ۔

أَنْذِرْ — امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی ڈرانا۔ ڈر سنانا۔

انذار متعدی بد و مفعول ہے ایک مُنْذِرٌ (اسم مفعول) دوسرا منذریہ (مفعول بہ)

یہاں ان دونوں میں سے کوئی بھی مذکور نہیں ہے۔ وهو متعد لِمَفْعُولَيْنِ الْمُنْذِرُ بِاسْمِ

المفعول والمنذریہ ولم یذکوہنا واحداً منہما۔ (اضوار البیان)

کلام یوں ہے۔

فانذرهم بعذاب ربك یہاں ہم سے مراد کفار قریش سے ہے (المخازن)

مدارک التزیل

یابہ عامۃ الناس سب کے لئے ہے۔ صاحب اضوار البیان لکھتے ہیں:-

وقد یكون للجمیع ای لعامة الناس کما فی قوله تعالیٰ: — آكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا

أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا (۱۰:۲)

کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا کہ لوگوں کو ڈر سنادو۔

۳:۷۴ = وَرَبِّكَ فَكَبِيرٌ، تفسیر منظر ہی میں ہے۔

اس جگہ اور اس کے بعد میں آنے والے حملوں میں (یعنی فَطَهْرٌ اور فَاهُجْرٌ میں) فت حینزاتیہ ہے۔

اصل کلام یوں تھا۔

کہ کچھ بھی ہو، کسی بھی حال میں ہو اپنے رب کی بڑائی کا اظہار کرو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ رَبِّكَ فعل محذوف کا مفعول ہو اور فَكَبِيرٌ اس کی تاکید ہو اور اس سے استمرار مقصود ہو (یعنی پیہم اللہ کی بڑائی کا اظہار کرو۔

كَبِيرٌ فعل امر واحد مذکر حاضر تکبیر (تفعیل) مصدر۔ بڑائی بیان کرتا۔

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں۔

تکبیر کا معنی ہے حدوث (کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو) اور ہرزوال و نقصان کی علامات سے اللہ کو برتر قرار دینا۔ وجوب وجود اور الوہیت و عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنانا۔ کسی ممکن سے کسی طرح ذات اور اوصاف اور افعال میں اس کو مشابہ نہ ماننا۔ صرف اسی کے اندر اوصاف کمال تسلیم کرنا۔ اور دوسروں کے اوصاف کو ناقص اوصاف جانتا۔“ (تفسیر منظر ہی)

۴:۷۴ = وَثِيَابِكَ فَطَهَّرَ. وَ اَوْعَاطِفَ ثِيَابِكَ مَضَافٌ مَضَافٍ اِلَيْهِ. تِرَے کپڑے ثِيَابٌ ثَوْبٌ کی جمع ہے ثَوْبٌ کے معنی کپڑے کے ہیں؛ یہ آیت جوامع الکلم میں سے ہے۔ ا۔ ثياب سے مراد ظاہری کپڑے کے ہیں۔ اور اس سے مراد نفس بھی ہے؛

(راغب)

۲۔ اس سے مراد دل بھی ہے۔ جو روح کا قالب ہے (روح البیان)

۳۔ اس سے مراد اخلاق بھی ہیں جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور اس سے مراد اعمال بھی ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے يُخَشِرُ الْمَرْءُ فِي ثَوْبِهِ الَّذِينَ مَاتَ فِيهِمَا اِىْ عَمَلُهُ الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ (روح البیان) انسان قیامت کے دن انہی کپڑوں میں اٹھیکگا جن میں کہ وہ فوت ہوا۔ یعنی اپنے نیک و بد اعمال کے ساتھ؛

۴۔ اور اس سے مراد اہل و عیال بھی ہیں۔ والعرب تسمى الالهة ثَوْبًا ولباسًا اور اہل عرب اپنے اہل و عیال کو ثوب اور لباس کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (۲: ۱۸۷) عورتیں تمہارا لباس ہیں

اور تم ان کا لباس ہو۔

اور ابن سیرین اور ابن زید نے کہا ہے کہ اس آیت میں کپڑوں کو ہی پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فَطَهِّرْ فِيهِمْ خَبَائِثَهُ ملاحظہ ہو ۴۲: ۳۔ متذکرہ بالا۔

طَهِّرْ امراً کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تَطَهَّرُ (تفعیل) مصدر سے۔ بمعنی پاک کرو۔  
 ۴۲: ۵ — وَالرُّجُزَ فَإِنَّهُ جُزٌّ — وَأَوْعَاطِفَ — الرَّجُزِ — پلیدی، گناہ، عذاب، بُت  
 لغوی لکھتے ہیں۔ رُجُز سے مراد اوتمان یعنی بُت ہیں۔ بعض کا قول ہے رِجْسٌ  
 (پلیدی) سے ہے بوجہ ہم مخرج ہونے کے سہ اور رُجُز کو ایک دوسرے کی جگہ لے آتے ہیں  
 بعض کا قول ہے کہ رُجُز (ر کے پیش کے ساتھ) بمعنی بت۔ اور رُجُز کی زیر کے ساتھ  
 یعنی نجاست و معصیت ہے۔

ف جزائیر ہے الملاحظہ ہو ۴۲: ۳ مذکورہ بالا) اُھْجُزْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔  
 ھجر باب نصر مصدر۔ بمعنی چھوڑ دینا۔ دور رہنا۔ اور بتوں سے حسب سابق دور رہنے  
 ۴۲: ۶ — وَلَا تَمَنَّؤْا تَسْتَكْتَبِرُ — وَأَوْعَاطِفَ، لَا تَمَنَّؤْا فعل نہی واحد مذکر حاضر۔  
 مَنَّؤْا باب نصر، مصدر۔ سے۔ بمعنی احسان کرنا۔ تو احسان نہ رکھ۔ تو احسان نہ کر۔  
 تَسْتَكْتَبِرُ، مضارع معروف صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْتَكْتَبَرُ (استفعال)  
 مصدر تو زیادہ چاہتا ہے۔ زیادہ چاہتے ہوئے۔ ضمیر فاعل لَا تَمَنَّؤْا سے حال ہے۔ تو  
 کسی پر احسان نہ کر در آنحالیکہ اس کے عوض زیادہ کی امید رکھے۔

۴۲: ۷ — وَلِرَبِّكَ فَإِنَّ صَبْرًا — اصل کلام تھا وَأَصْبِرْ لِرَبِّكَ فَإِنَّ صَبْرًا حکم صبر کی  
 تکرار تائید کے لئے ہے۔ یا اقسام صبر کے گوناگوں ہونے کے زیر اثر۔ علمائے اس بلے میں  
 اقوال ہیں۔

۱) اللہ کی خوشنودی اور ثواب کی طلب میں اس کی طاعت، حکم، ممانعت اور مصائب

پر صبر کرو

۲) تم کو جو دکھ دیا جائے اس پر صبر کرو۔ (مجاہد)

۳) تم پر عرب و عجم کے مقابلہ کا جو بار عظیم پڑا ہے اس بار کو اٹھانے میں صبر کرو،

۴) قضا و خداوندی پر اللہ کے لئے صابر رہو۔

۴۲: ۸ — فَإِذَا انْقَرَضَ النَّاقُورُ — ناقور۔ صور، یہ لفظ نَقْرُ سے بنا ہے

نَقَرٌ کا مطلب ہے آواز پیدا کرنا۔ اصل معنی ہے کسی چیز کو اتنا کھٹکھٹانا کہ آخر اس میں سوراخ ہو جائے۔ پرندے کی چوڑخ کو منقار اسی مناسبت سے کہتے ہیں :

فَاِذَا مِیْنَ فِی سَبِیْہِہٖ۔ گو یا مطلب ہوا کہ کافروں کے دکھ پر صبر کرو ان کے سامنے ایک سخت ترین دن آرہا ہے جس میں تم کو صبر کا اچھا نتیجہ ملیگا۔

ترجمہ ۱۔ پھر جب کہ ناقور پھونکا جائے گا، اذا شرطیہ، جملہ شرطیہ ہے۔

۹:۷۲ = فَذٰلِکَ یَوْمٌ مِّثْلُ یَوْمِ عَسِیْرٍ۔ ف جزائیہ ہے۔ ذٰلِکَ میں اشارہ وقتِ نقر (صور پھونکنے کے وقت) کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مبتدأ ہے اور یومِ مِثْلُ اس سے بدل ہے یَوْمٌ عَسِیْرٌ مبتدأ کی خبر ہے۔ علی الکافورین متعلق بہ عَسِیْرٌ ہے۔

یَوْمٌ عَسِیْرٌ موصوف صفت ہے۔ عَسِیْرٌ عُسْرًا سے (باب نصر و ضرب) مصدر بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے سخت، تنگ، بھاری، مشکل۔

غَیْرُ لَیْسٍ: غَیْرُ حرف استنثار ہے اس کا مستثنیٰ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے :

لَیْسٍ یُسْرًا لَیْسٌ (باب سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے، بمعنی سہل، آسان، غیر لیسیر تاکید ہے عَسِیْرٌ کی۔ یہ کافروں کے لئے وعید مزید ہے یہ کافروں کے لئے دنیا کی عسرت کی طرح نہیں ہوگی کہ اس کے بعد لیسیر کی امید کی جائے۔

ترجمہ ہوگا۔

پھر جب صور پھونکا جائے گا۔ تو وہ دن (یعنی روز قیامت) کافروں پر بڑا مشکل ہوگا۔ دنیاوی مشکل کی طرح نہ ہوگا کہ اس مشکل کے بعد آسانی کی امید کی جا سکے۔

۷۲:۱۱ — ذَرْنِیْ وَ مَنۢ خَلَقْتُ وَحِیْدًا۔ ذَرَّ فعل امر واحد مذکر حاضر، وَ ذَرَّ (باب سمع) فتح، مصدر سے۔ بمعنی چھوڑ دینا۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد مشکلم ہے تو مجھے چھوڑ دے۔

وَ اَوْ عَاطِفٌ بمعنی مع ہے۔ مَنۢ موصولہ ہے اور خَلَقْتُ صلہ ہے۔

مطلب یہ کہ ۱۔ تو مجھے اور مجھ سے اس کے) جس کو میں نے پیدا کیا (اپنے اپنے حال پر) چھوڑ دے

میں خود ہی اس سے نپٹ لوں گا۔

وَ حِیْدًا ۱۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

۱۔ یہ ذَرْنِیْ کے مفعول سے حال ہے، مجھے اس کے لئے چھوڑ دو۔ میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔

۲۔ یہ خَلَقْتُ کے فاعل سے حال ہے۔ میں نے تنہا خود بغیر کسی شریک کے پیدا کیا اس کو

۳۔ خَلَقْتُ کا مفعول مخذوف ہے اسی خلقتہ اور وَحِيدًا اس مفعول کی ضمیر سے حال ہے۔ میں نے شرارت میں اس کو کمیتا پیدا کیا۔

۱۳۔ وَحِيدٌ وہ شخص ہوتا ہے جس کا نسب کسی باپ سے نہ ملتا ہو۔ ولید بھی حرامی تھا۔ بغوی نے بیان کیا ہے کہ۔

ولید کا خطاب قوم میں وحید تھا۔ اللہ نے بھی بطور استہزاء اور استخفاف کے اس کو وحید فرمایا۔

۱۲: ۷۳ = وَجَعَلْتُ لَكَ مَالًا مَمْدُودًا۔ موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی جعلت کا۔ مَمْدُودًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب، مَدُّ رِبَابٍ نَصْرٍ مصدر سے بڑھایا گیا۔ بڑھنے والا مال۔ جیسے کھیتی باڑی، تجارت، مویشی۔ ترجمہ ہوگا:

اور اس کو بڑھنے والا مال مہیا کیا۔

۱۳: ۷۴ = وَبَنِيْنَ شُهُودًا۔ اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ پر ہے۔ بَنِيْنَ شُهُودًا موصوف و صفت مل کر جعلت لہ کا مفعول ہے۔

بَنِيْنَ اِبْنُ کی جمع ہے بحالتِ نصب، بیٹے۔ شُهُودًا جمع ہے شَاهِدُ کی جیسے سجدہ جمع ہے سَاجِدُ کی۔ حاضرین، موجودین۔ ترجمہ ہوگا۔

اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے۔

۱۴: ۷۴ = وَ مَهْدُتٌ لَكَ تَمْهِيْدًا۔ مفعول مطلق مصدر۔ مطلب یہ کہ۔ میں اس کے لئے ریاست، جاہ و حشمت کا سامان فراہم کیا تاکہ کوئی رئیس اس کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا یہاں تک کہ اس کے ہم قوم اُسے ”رِجَانَةٌ قَرِيْشٌ“ قریش کا گُلِ خنداں کہا کرتے، یہ آپ کو وحید بن وحید یگانہ خلف یگانہ کے منکرانہ الفاظ سے ملقب کیا کرتا۔

۱۵: ۷۴ = ثُمَّ لِيَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ، ثُمَّ تَرَ اَخِي فِي الْمَرْتَبَةِ كَيْ لَيْتَ هِيَ اِسْ كُو اس قدر دیا ہے پھر بھی وہ اس پر مزید کا طمع رکھتا ہے۔

لِيَطْمَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب كَطْمَعٌ باب سَمِعَ مصدر سے۔ وہ لالچ کرتا ہے۔ وہ امید رکھتا ہے۔



اَنْ اَزِيدَ : اَنْ مصدر یہ ہے۔ اَزِيدَ مضارع واحد متکلم۔ زیادۃ باب ضرب مصدر سے۔ بمعنی زیادہ کرنا۔ کہ میں اس کو اور بھی زیادہ دوں۔ اَزِيدَ منصوب ہے بوجہ عمل اَنْ :

۷۴: ۱۶ = كَلَّا : ہرگز نہیں۔ حرف ردع میں ہے۔ (ردع بمعنی روکنا باز رکھنا۔)

اِنَّهٗ كَانَ لِاٰتِنَا عٰیْدًا ۱۔ یہ حرف ردع كَلَّا کی علت ہے۔ کیونکہ وہ ہماری آیات کا مخالف ہے اس لئے ہم اس کو مزید نہیں دیں گے۔ (ناشکری اور آیات الہیہ کی مخالفت سے نعمت کا زوال ہوتا ہے اور ترقی رک جاتی ہے۔)

عٰیْدًا ۱۔ عناد رکھنے والا۔ راستے سے ادھر ادھر ہٹ جانے والا۔ عُنُوْدٌ باب ضرب کرم، بروزن فعیل بمعنی فاعل: صفت مشبہہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ خبر کان ہے ضدی۔ سرکش، جانتے بوجھتے حق کی مخالفت کرنے والا۔

قٰیْدًا ۱: آیات نمبر ۱۱ تا ۲۶ ولید بن مغیرہ المخزومی کے بارے میں نازل ہوئی تھیں خداوند تعالیٰ نے اس کو دنیاوی نعمتیں وافر عطا کر رکھی تھیں۔ جسمانی و مالی عنایات کے لحاظ سے مکہ میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ مال و دولت جاہ و حشمت، آل و اولاد، غرضیکہ ہر قسم کی نعمتیں اسے میسر تھیں۔ تمام اہل مکہ اس کی عزت کیا کرتے تھے۔ اور اس کی ہر بات کو وقعت دی جاتی تھی۔ دل سے اگرچہ وہ جانتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کلام کی تبلیغ کر رہے ہیں وہ حق ہے اور بجانب اللہ ہے۔ لیکن اپنی ناک کو اونچا دکھانے کے لئے جانتے ہوئے بھی وہ آیات الہیہ کا مخالف تھا۔ اور دوسروں کو بھی کلام الہی کی مخالفت کی تلقین کیا کرتا تھا۔ اور اپنے صلاح و مشورہ سے اشاعتِ اسلام میں روڑے اٹکانے کی ترکیبیں بتایا کرتا تھا۔

چنانچہ ایک مجلس میں جو اس امر کے لئے منعقد کی گئی تھی کہ جو لوگ مکہ سے باہر کے زیارتِ کعبہ کے لئے آتے ہیں وہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت دریافت کریں۔ تو ان کو کیا جواب دینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ جو بات میں اختلاف پایا جائے

ولید بن مغیرہ جو ان کا بیخ بنا کر بیٹھا تھا کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم لوگوں نے کسی مجنون کی، کسی کاہن کی، کسی شاعر کی، کسی دروغ گو کی کوئی علامت پائی؟ سب نے کہا کہ نہیں! تو آخر وہ کیا ہے؟ ولید نے کہا۔ پھر دل ہی دل میں کچھ غور کیا۔ پھر نظر اٹھائی اور منہ بگاڑ کر

کہا کہ بس وہ جادو گر ہے اور کچھ نہیں! تم نے دیکھ لیا کہ وہ اپنے کلام سے میاں بیوی۔ باپ، اولاد اور بھائیوں میں جدائی ڈال دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ آیات ۱۵-۱۶ کے مطابق اس دن سے ولید کا کاروبار، ماند پڑ گیا۔  
زراعت و تجارت کی ترقی رک گئی اور خسائے کا چکر چلنے لگا۔

۷۴: ۱۷ — سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا — اس مضارع پر داخل ہو کر اس کے معنی مستقبل قریب کے کر دیتا ہے۔ اُرْهِقُ مضارع واحد مکمل اُرْهِقُ (افعال) مصدر بمعنی کسی ناگوار کام کرنے پر انسان کو مجبور کرنا۔ کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع ولید بن مغیرہ ہے۔  
صَعُودًا بڑی چڑھائی، سخت گھاٹی۔ دوزخ میں ایک پہاڑ کا نام۔ منصوب بوجہ اُرْهِقُ کے مفعول ثانی کے۔

اصل میں صَعُودًا اس گھاٹی کو کہتے ہیں کہ جس کی چڑھائی سخت ہو، جو سختیاں اور دشواریاں پیش آتی ہیں ان کے لئے یہ لفظ بطور مثال مستعمل ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آیت سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا کی تشریح میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ۱۔

وہ دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے ولید کو اس پر چڑھنے کا حکم ہوگا۔ جب وہ اپنا ہاتھ اس پر رکھیگا تو ہاتھ پگھل جائے گا۔ جب اٹھائے گا تو دوبارہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے گا اور جب اس پر اپنا قدم رکھیگا تو قدم بھی پگھل جائے گا پھر جب وہ قدم اٹھائے گا تو پھر وہ اپنی اصلی حالت پر ہو جائے گا۔ (بخاری)

ترجمہ ہوگا۔

ہم عنقریب اسے صعود پر چڑھائیں گے (ترجمہ فتح محمد جالندھری)

میں ابھی اُسے جھنڈے پر چڑھاتا ہوں (حقانی)

میں اسے مجبور کر دوں گا کہ وہ کٹھن چڑھائی چڑھے۔ (ضیاء القرآن)

۷۴: ۱۸ — إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ — فَكَّرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَفَكَّرٌ (تفعیل) مصدر اس نے سوچا۔ اس نے غور کیا۔ اس نے تامل کیا۔

وَقَدَّرَ: واو عاطفہ، قَدَّرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَفَكَّرٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے اندازہ کیا۔ اس نے بات طے کر لی۔ (کہ قرآن کے متعلق کیا کہے) یہ جملہ ولید کے عناد کا بیان اور اس کے استحقاق عذاب کی علت ہے۔

۱۹:۴۳ — فُقُتِلَ۔ قُتِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب قُتِلَ (باب نصر) مصدر۔  
 بمعنی مار ڈالنا۔ قُتِلَ وہ مار ڈالا گیا۔ یعنی وہ مارا جائے یہ بددعا کی جملہ ہے۔ لیکن اللہ  
 کے کلام میں بددعا کے معنی حقیقی نہیں۔ بددعا سے مراد کلام الہی میں ایجادِ قتل ہوتا ہے  
 یعنی اللہ نے ان کے لئے قتل کیا جانا مقرر کر دیا۔ یا رحمتِ خدا سے ان کو دور کر دیا گیا۔  
 قرآن مجید میں قُتِلَ بطور بددعا کی کلمہ کے دو جگہ آیا ہے۔ ایک آیت ہذا میں۔  
 دوسرا آیت قُتِلَ أَصْحَابُ الْأُخْدُودِ النَّارِ (۸۵: ۴) میں۔ مائے جائیں  
 کھاٹیاں کھودنے والے۔

کَيْفَ قَدَّرَ۔ کیف کا استفہام انکاری اور زہری ہے اس کے اندازہ لگانے  
 پر استہزار اور تعجب ہے (یعنی اللہ سوال نہیں کر رہا ہے اس کو سب کچھ معلوم ہے  
 سوال استفہامی وہ کرتا ہے جس کو وہ شئی معلوم نہ ہو۔

۲۰:۴۳ — ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ۔ یہ جملہ تاکید کی ہے اور لفظ ثُمَّ تراخی  
 فی الرتبہ کو ظاہر کرتا ہے۔ (اس پر) مزید اللہ کی مار ہو کیسا بڑا، اندازہ لگایا اس نے  
 ۲۱:۴۳ — ثُمَّ نَظَرَ۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے (درمیانی مہلت وقت  
 کی ہے رتبہ کی نہیں)۔ ثُمَّ نَظَرَ کا عطف فکر اور قَدَّرَ پر ہے یعنی سوچا اور  
 غور کیا قرآن کے بارہ میں۔

ثُمَّ نَظَرَ اِی فِی اَمْرِ الْقُرْآنِ مَرَّةً بَعْدَ اٰخِرِی (بیضادی) یعنی قرآن کے متعلق  
 دوبارہ غور کیا۔

۲۲:۴۳ — ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ؛ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے بمعنی پھر، عَبَسَ ماضی  
 واحد مذکر غائب عَبَسَ وَعَبُّوسٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ترش رو ہونے اور  
 تیوری چڑھانے کے ہیں۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی

وَبَسَرَ۔ وَاَوْعَاظًا، لَبَسَ ماضی واحد مذکر غائب لَبَسَ (باب نصر) مصدر سے جس کے  
 معنی منہ بنانا اور ترش رو ہونے کے ہیں۔ اور اس نے منہ بنایا۔ لَبَسَ عَبَسَ کی تاکید میں آیا ہے  
 ۲۳:۴۳ — ثُمَّ اَدْبَرَ۔ ثُمَّ مطابق آیت بالامتذکرۃ الصدر۔ اَدْبَرَ ماضی واحد مذکر غائب  
 اَدْبَرَ (اِفْعَالٌ) مصدر سے پھر اس نے پیٹھ منہ

وَأَسْتَكْبَرَ۔ اسْتَكْبَرَ ماضی واحد مذکر غائب اسْتَكْبَرَ (اسْتَفْعَالٌ) مصدر سے  
 اس نے غرور کیا۔ اس نے گھنڈ کیا۔

۴۳:۲۴ = فَقَالَ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُوشِرُ، اور کہنے لگا یہ نہیں ہے مگر جادو جو سینہ بسینہ (پہلے سے) چلا آرہا ہے،

ف تعقیب بلا مہلت ہے۔ (من غیر مہلتہ) یعنی اس نے سرداری اور مال کے غرور میں آکر بلا توقف کہہ دیا۔ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ يُوشِرُ

الفاء للدلالة على انه لما حطرت هذه الكلمة بباله تفوه

بها من غير تلبث وتفكر (بیاضوی) ف اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ جب یہ کلمہ اس کے ذہن میں آیا تو اس نے بلا توقف اور تفکر اسے بول دیا۔ إِنَّ نَافِيَهُ هَذَا سے مراد کلام الہی ہے (القرآن) ہے۔

یوشر: مضارع مجہول واحد مذکر غائب، اُشِرُ باب نصر مصدر (وہ نقل کیا جاتا ہے وہ منقول ہے۔ یعنی روایت ایک دوسرے سے چلا آرہا ہے۔

۴۳:۲۵ = إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ۔ إِنَّ نَافِيَهُ۔ هُوَ رَأَى الْقُرْآنَ قَوْلُ الْبَشَرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بشر کا کلام، انسان کا کلام،

یہ جملہ اول کی تاکید میں ہے اسی وجہ سے اس کو اس پر عطف نہیں کیا گیا۔

فَأَيْدِيَهُمْ: ولید بن مغیرہ کی ان حرکات و سکنات کو صاحب ضیاء القرآن یوں تحریر فرماتے ہیں آخری اعلان سے پہلے ایک مرتبہ پھر رعونت سے مجمع پر نظر ڈالتا ہے۔ پھر اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں پھر وہ منہ بسورتا ہے، چہرے کو کرخت بناتا ہے پھر غرور تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ، کہ یہ جادو ہے اور اس کتاب کا لانے والا جا دوگر ہے پھر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کہتا ہے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے اس کا رواج قدیم زمانے سے چلا آتا ہے ہر زمانے کے جادوگر اپنے شاگردوں کو اس کی تعلیم دیتے آتے ہیں۔

۴۳:۲۶ = سَأُصَلِّيَنَّ سَقْرًا۔ سے مضارع پر داخل ہو کر مستقبل قریب کے معنی پیدا کرتا ہے۔

أُصَلِّيَنَّ۔ أُصَلِّيَّ مضارع واحد متکلم۔ اَصْلًا (افعال) مصدر بمعنی آگ میں ڈالنا۔ ۵ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب سَقْرًا جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے بوجہ معرفت و تانیث غیر منصرف ہے لہذا منصوب ہے۔ میں اس کو عنقریب ہی جہنم کی آگ میں ڈالوں گا۔

۴۳:۲۷ = وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرٌ وَأَوْعَاطِفٌ مَا اسْتَفْهَمِيهِ أَدْرَاكَ أَدْرِي

ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاؤْ (افعال) مصدر دَرَّوْ مادہ (مجرد باب ضرب سے آتا ہے) لک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، تم کو کون بتائے یا تم کو کیا معلوم کہ سقر کیا ہے۔ جلد استقبالیہ سقر کی عظمت کو بیان کر رہا ہے۔

۲۸:۴۲ = لَا تَبْقَىٰ وَوَلَا تَذُرُّ۔ لَا تَبْقَىٰ فعل نہی واحد مؤنث غائب البقاء (افعال) مصدر، وہ باقی نہیں چھوڑتی۔

لَا تَذُرُّ۔ واحد مؤنث غائب فعل نہی مضارع وَوَلَا تَذُرُّ سے (اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں ہوتی) اور نہ وہ چھوڑتی ہے نہ وہ چھوڑے گی۔ مطلب یہ کہ جو چیز اس میں ڈالی جائے گی اس کو باقی نہیں چھوڑتی (سقر، ہلاک کئے بغیر نہیں چھوڑتی)۔

۲۹:۴۴ = لَوَّاحَةٌ لِلْبَشَرِ۔ (رہی مبتدا محذوف) لَوَّاحَةٌ خبر۔ للبشر متعلق خبر، لَوَّاحَةٌ صیغہ مبالغہ ہے لَوَّحَ مادہ۔ پیاس کی شدت، تھمت، ظہور، تَلَوَّحَ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی رنگ کا بگاڑ دینا۔ گرمی سے سوختہ کر دینا۔ مجلسا دینا۔ بَشَرٌ جمع بَشَرَةٍ کی۔ کھال کی ظاہری سطح کو کہتے ہیں۔

انسان کو بشر اسی لئے کہتے ہیں کہ اور حیوانوں میں تو کسی کی کھال اون سے ٹوٹھکی ہوئی ہوتی ہے اور کسی کی بالوں سے مگر انسان کی کھال سب حیوانات کے خلاف کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ لفظ بشر کا استعمال واحد، جمع دونوں کے لئے یکساں طور پر ہوتا ہے: ہاں تثنیہ میں بَشَرَيْنِ آیا ہے۔ جیسے قَالُوا اَلنُّؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (۲۳:۴۲) کہنے لگے کہ کیا ہم ان اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں۔

قرآن مجید میں انسان کے ظاہری جسم اور حیثیت کو "بشر" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے ۱۔ لَوَّاحَةٌ کا معنی ظاہر لے کر اور بشر کا معنی آدمی لے کر حسن بصری اور ابن کیسان نے آیت کا ترجمہ کیا ہے، دوزخ آدمی کے سامنے نمایاں ہوگی یا ظاہر ہوگی۔ اسی طرح کا معنی آیت: وَبُورَتِ الْجَحِيمِ لِلَّغْوِينِ (۲۶:۹۱) اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی میں آیا ہے۔ ۲۔ لیکن لَوَّاحَةٌ کا معنی رنگ بگاڑ دینے والی، گرمی کی وجہ سے مجلسا دینے والی اور بَشَرٌ کا معنی کھال کی بیرونی سطح لے کر چھوڑنے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

(وہ دوزخ یعنی سقر، آدمی کی کھال کو مجلسا دینے والی ہوگی، کلام کے سیاق و سباق میں

یہی معنی بہتر ہیں)

۳۰:۴۴ = عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ: اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں: يَتَسَلَّطُ عَلَىٰ اَهْلِهَا

تسعة عشر ملكاً (کشاف) اس (جہنم یعنی سقر) کے دوزخیوں پر اللہ نے انیس فرشتے مقرر مسلط کر رکھے ہیں۔

عَلَيْهَا فِي هَاضِمٍ كَامِرٍ سَقْرٍ هِيَ: تسعة عشر اسم عدد جس کا معدود محذوف ہے یعنی فرشتے۔

تِسْعَةَ عَشْرَ دو کلمات سے مرکب ہے اور دونوں جز میں سے ہر ایک مبنی بر فتح ہے۔  
۴۲: ۲۱ — وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ إِلَّا مَلَائِكَةً، وَأَوْعَاطِفَ مَا نَافِهٌ هِيَ أَصْحَابُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ ل کر جعلنا کا مفعول ہے، إِلَّا حرف استثناء فَلَمَّا مَشَتْئِیْ اور ہم نے دوزخ پر داروغے فرشتوں کو ہی رکھا ہے۔  
= عَدَّ لَهُمْ: مضاف مضاف الیہ، ان کی تعداد، فِتْنَةً آزماش: اور ان کی تعداد کافروں کے لئے ہم نے آزماش بنائی ہے۔

= لَيْسَتِیْقِنَ لام تعلیل کے لئے ہے۔ لَيْسَتِیْقِنَ مضارع منصوب واحد مذکر غائب استیقان (استفعال) مصدر یعنی واضح طور پر جان لینا۔ یقین کے ساتھ جان لینا۔ یقین کا معنی ہے کسی بات کی قطعیت پر انسانی فہم کا قائم ہو جانا۔ چونکہ یقین علم حصولی کی صفت ہوتا ہے اس لئے ملائکہ اور انسان کے علم کی صفت تو ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم کو موصوف بہ یقین نہیں کہا جاسکتا لَيْسَتِیْقِنَ، تاکہ وہ واضح طور پر جان لیں (یعنی کافر لوگ)

= الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ - الَّذِينَ اسم موصول جمع مذکر، أَوْتُوا ماضی مجہول جمع مذکر غائب ایتاؤ (افعال) مصدر۔ وہ دیئے گئے۔ ان کو ملا۔ الْكِتَابَ اسم مفعول۔ جن کو کتاب دی گئی اہل کتاب، یعنی یہود و نصاریٰ۔

وَيُزَادُ الَّذِينَ آمَنُوا وَأَوْعَاطِفَ، يُزَادُ مضارع منصوب۔ واحد مذکر غائب اِنْدِيَاذُ (افتعال) مصدر۔ تاکہ بڑھ جائے۔ زیادہ ہو جائے۔ اِيْمَانًا مفعول مطلق۔ اور تاکہ ایمان والوں کا ایمان بڑھے۔

وَلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أَوْتُوا الْكِتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ: وَأَوْعَاطِفَ، لَا يَرْتَابَ مضارع منفی منصوب واحد مذکر غائب اِرْتِيَابٌ (افتعال) مصدر۔ یعنی شک میں پڑنا۔ اور تاکہ اہل کتاب اور ایمان دار شک میں نہ پڑیں۔

وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ وَالْكَافِرُونَ: وَأَوْعَاطِفَ لام تعلیل کا مَوْضِعٌ سے مراد نفاق ہے۔ اور تاکہ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے اور کافر لوگ یہ کہیں...

مَاذَا ارَادَ اللَّهُ بِهَذَا امْتِلًا ۱؎ مَاذَا كَمَا جِزْرٌ هُوَ - كَمَا هُوَ يَه -  
 مَاذَا كَى لَفْظَى سَاخْتٌ مِىْ اِخْتِلَافٍ هُوَ - كَوَى اسْمٌ كَوَى كَمَرْكَبٍ كَهْتَابٌ كَوَى لَبِيْطٌ - اَوْر لَبِيْطٌ  
 كَهْنٌ وَالْوَى مِىْ سَ اِبْضٍ قَائِلٌ هِىْ كَه مَاذَا اَوْر اِسْمٌ جِزْرٌ هُوَ اَلَّذِى كَا هِىْ مَعْنَى -  
 يَا اَوْر اِحْرَفٌ اسْتَفْهَامٌ هُوَ مِىْ مَاذَا اِبْنُ فِقْوَانَ بِقَلِّ الْعَفْوَى (۲: ۲۱۹) اَوْر يَه هِىْ تَمَّ سَ اَوْر  
 هِىْ كَه (خُدَا كَى رَا هِىْ) كَوَى نَسَا مَالٌ خِرَجٌ لَرَى - كَه دِىْ جَو ضرورت سے زیادہ ہو - (قرات غیر ابو عمر)  
 مَرْكَبٌ كَهْنٌ وَالَى كَهْتَهْ هِىْ كَه مَاذَا مَرْكَبٌ هُوَ مَا اسْتَفْهَامٌ اَوْر ذَا مَوْصُولٌ هُوَ - يَا  
 مَا اسْتَفْهَامِىْ اَوْر ذَا زَائِدٌ هُوَ - مَثَلًا: بِيَانٌ، عَجِيبٌ خَبْرٌ، مَثَالٌ -

قَائِلًا: ۱؎ اَللّٰهُ تَعَالَى نَے فرمایا ہے کہ ہم نے دوزخ کے کارکن فرشتے بنائے ہیں اور  
 ان کی تعداد کو کافروں کے لئے فتنہ بنایا ہے تاکہ -

۱- لَيْسَتِيَقِنَ ... اَوْتُوا لِكِتَابٍ: تَاكَا اَهْلُ كِتَابٍ كَوَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَى نُبُوْتٍ كَا  
 يَقِيْنٌ كَامِلٌ هُوَ -

۲- وَيَزِدَادَ الَّذِيْنَ ... اَوْر تَاكَا اِيْمَانٌ وَالْوَى كَا اِيْمَانٌ اَوْر زِيَادَةٌ هُوَ جَائِزٌ -

۳- وَلاَ يَزِيْرَتَا بَ الَّذِيْنَ ... اَوْر تَاكَا اَهْلُ كِتَابٍ اَوْر اِيْمَانٌ دَارُوْنَ كَوَى اٰخِرَتِ كَه بَا سَ مِىْ  
 شَكٌّ نَهْ هُوَ -

۴- وَ لِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ ... اَوْر تَاكَا جِنِّ كَه دِلُوْنَ مِىْ شَكٍّ هُوَ اَوْر مُنْكَرٌ هِىْ يَه كَه سِىْ كَه  
 اس مثل یعنی بیان سے اللہ تعالیٰ نے کیا ارادہ کیا ہے - یعنی وہ اس میں نکتہ چینی کر کے  
 اَوْر زِيَادَةٌ كِرَاهٌ هُوَ -

اس لئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَن يَشَاءُ وَ  
 يَهْدِيْ مَنْ يَشَاءُ اَوْر اس طرح سے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو  
 چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے -

كَذٰلِكَ كَا فِىْ حَرْفِ نَسْبِيَةٍ ذٰلِكَ اِسْمٌ اِشَارَةٌ - يَعْنِىْ اِسْمٌ طَرَحٌ يُضِلُّ وَ اِحْدٌ مِّنْ كِرْفَا بَ  
 مَضَارِعِ اِضْلَالٍ اَفْعَالٌ، مَصْدَرٌ - وَ هُوَ كِرَاهٌ كِرْتَا بَ - جُنُوْدٌ جَمْعٌ هُوَ جُنْدٌ كَى مَعْنَى  
 لَشَكْرٍ - فَوْجِىْنَ -

وَمَا هِىْ: مَا نَافِيَةٌ هُوَ - هِىْ ضَمِيْرٌ وَاِحْدٌ مِّنْ نَّشَبِ غَائِبٍ كَا مَرْجِعٌ سَقَرٌ هُوَ -

ذِكْرُىْ مَصْدَرٌ هُوَ ذِكْرٌ يَذْكُرُ كَا - كَثْرَتٌ ذِكْرٌ كَه لَئِىْ ذِكْرُىْ بُوْلَا جَاتَا هُوَ يَه ذِكْرٌ سَ

زیادہ بلوغ ہے۔ یہ محض انسان کی نصیحت کے لئے ہے۔

۴۲: ۷۴ — کَلَّا: جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے اور ثعلب نحوی کے نزدیک مرکب ہے کاف تشبیہ اور لانا فیہ سے۔ حالت ترکیب میں ک اولاً کے انفرادی معنی باقی نہ رہے اسی لئے لام کو مشدّد کر دیا گیا ہے:

سیبویہ، خلیل، مبرد، زجاج اور اکثر لہری ادیبوں کے نزدیک کَلَّا کے معنی حرف ردع (روکنا، بازداشت) اور روکنے کے ہیں (خواہ بطور جزو تو بیخ یعنی گھر کی یا سرزنش کے ہو یا بطور تربیت اور ادب آموزی کے ہو) اسی لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے ان تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ کَلَّا آیا ہے وہاں کَلَّا پر وقف کرنا جائز ہے اور بعد کو آنے والا کلام نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔

ابوحاتم نے اس کو استفاحیہ (آغاز کلام میں آنے والا) بتایا ہے ابوجان اور زجاج نے بھی اس میں ابوحاتم کی پیروی کی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن، الاتقان فی علوم

القرآن حصہ اول،

علامہ پانی پتی ح لکھتے ہیں۔

کَلَّا: منکروں کے لئے اس لفظ سے بازداشت کی گئی ہے۔ یا منکروں کے نصیحت پذیر ہونے کا انکار ہے اگرچہ واقع میں یہ پیام نصیحت ہے۔

جدا لین میں ہے: کَلَّا برائے استفاح یعنی اَلَّا (خبردار) یاد رکھو۔

وَالْقَمَرَ: واو قسمیہ اور القم قسم مقسم یہ ہے۔ قسم ہے چاند کی۔

۴۲: ۷۴ — وَاللَّيْلِ إِذَا اُدْبَرَ: واو قسم کے لئے ہے الیل مقسم یہ ہے اِذْ بمعنی جب طرف زمان اُدْبَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ ادبار (افعال) مصدر بمعنی پیٹھ پھیرنا۔ اور قسم ہے رات کی جب ڈھلے۔

۴۴: ۷۴ = اَسْفَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اسفار (افعال) مصدر بمعنی روشن

ہونا۔ اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے۔

۴۴: ۷۵ = اِنَّهَا لِاحْدَى الْكُبْرَى۔ یہ جملہ جواب قسم ہے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب

سقر کی طرف راجع ہے لام تاکید کے لئے ہے۔ اِحْدَى الْكُبْرَى۔ مضاف مضاف الیہ۔ بڑی

بلاؤں میں سے یا مصیبتوں میں سے کی ایک۔ الْكُبْرَى جمع ہے کِبْرُ کی، بے شک یہ



رسقم بہت بڑی بلاؤں میں سے ایک بلا ہے :

۴۲: ۳۶ — نَذِيرًا لِلْبَشَرِ۔ انسان کے ڈرانے کو، نذیراً حال ہے انہا کی ضمیر وا حد مؤنث سے لہذا منصوب ہے۔

۴۲: ۳۷ — لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاخَّرَ لِمَنْ شَاءَ بَدَلْهُ لِلْبَشَرِ یعنی تم میں سے دونوں فریقوں کے لئے نذیر ہے ایک فریق وہ جو خیر و طاعت میں آگے بڑھنا چاہتا ہے دوسرا وہ فریق جو کہ شر اور گناہ میں پڑا رہنا چاہتا ہے،

مطلب یہ کہ تم کو سقم کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اب تم میں سے جس کا جی چاہے اس سے ڈر کر مہلانی اور نیکی کے راستہ پر آگے بڑھے یا برائیوں میں پھنس کر پیچھے رہ جائے۔

ان يتقدم۔ ان مصدر یہ يتقدم مضارع منصوب بوجه عمل ان صیغہ واحد مذکر غائب تقدم (تفعل) مصدر آگے بڑھنا۔ او بمعنى یا۔ يتاخر اى ان يتاخر ان مصدر یہ يتاخر فعل مضارع منصوب بوجه عمل ان صیغہ واحد مذکر غائب۔ تاخر (تفعل) مصدر بمعنى پیچھے رہنا۔

۴۲: ۳۸ — كُلُّ نَفْسٍ اِذَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةً۔ كُلُّ نَفْسٍ مضاف مضاف الیہ سب جائیں، تمام اشخاص، ہر کوئی، ہر شخص، بما میں ت سبب یہ ہے ما موصولہ کسبت اس کا صلہ۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ کسبت باب ضرب مصدر۔ اس نے کمایا۔

رہینۃ گروی، یہ رہاں کی تائید نہیں ہے کیونکہ نحو کا یہ قاعدہ ہے کہ جب فعل مفعول کے معنی میں ہو تو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے صفت آتی ہے اگر یہ رہین یعنی مرہون ہوتا تو یہاں اس کو مؤنث ذکر کرنے کی حاجت نہ ہوتی، بلکہ یہ شقیمۃ کی طرح مصدر ہے۔ اس کا مطلب رہن، گروی ہونا ہے (ضیاء القرآن)

آیت کا مطلب ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں گروی ہے۔

تفسیر حقانی میں ہے :-

رہینۃ اسم بمعنى الرهن كالشقيمة بمعنى الشتم ہے۔

۴۲: ۳۹ — اِلَّا اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ۔ استثناء متصل ہے چونکہ مستثنی متصل (اصحاب

الآ کے بعد کلام موجب میں واقع ہے لہذا منصوب ہے۔ (کلام موجب وہ ہے جس میں نفی نہی استفہام نہ ہو۔)

اصحاب الیمن۔ مضاف مضاف الیہ دائیں ہاتھ والے، مراد وہ اشخاص جن کو اعمال نیکے

دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے یا وہ گروہ جو قیامت کے روز اللہ کے عرش کے دائیں طرف کھڑا ہوگا۔ اگر الیمین یمن سے ہے جس کے معنی برکت اور خیر و بہتری کے ہیں تو اس سے اہل خیر اور نیکو کار ایماندار لوگ مراد ہیں۔

یہاں اختتام آیت ۳۹ پر ہے اور لفظ جَنَّتِ (آیت ۴۰) پر معانقہ ہے ۴۰: ۴۲  
اگر چہ جَنَّتِ پر وقف کی علامت ہے لیکن آیت ۳۸ پر بھی وقف کیا جاسکتا ہے۔ اگر پہلی علامت معانقہ پر وقف کیا جائے تو آیت ۳۹ کا ترجمہ ”سوائے اصحاب الیمین کے“ پر حملہ ختم ہو جائیگا۔ اور فی جَنَّتِ یَتَسَاءَلُونَ اکٹھا پڑھا جائے گا۔ اور جَنَّتِ طرف مکان یَتَسَاءَلُونَ کا ہوگا۔ اور فی جَنَّتِ سے قبل هُمْ محذوف ہوگا اور آیت ۴۱ اس کے ساتھ ہی پڑھی جائے گی۔ اور کلام یوں ہوگا۔

هَمْ فِي جَنَّتِ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ الْمُجْرِمِينَ وہ باغوں میں مجرموں سے پوچھیں گے اور اگر دوسری علامت معانقہ پر وقف کیا جائے تو فی جَنَّتِ کا ربط حملہ ماضی سے ہوگا۔ اور کلام یوں ہوگا۔ الا صحب الیمین فی جنت سوائے اصحاب الیمین کے جو جنتوں میں ہوں گے اس صورت میں یَتَسَاءَلُونَ عَنِ الْمُجْرِمِينَ حملہ حالیہ ہوگا۔ جو اصحاب الیمین کی کیفیت بیان کر رہا ہے آیت ۳۸ تا ۴۲ کا بار بظ ترجمہ یوں ہوگا۔

ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروہی ہے سوائے اصحاب الیمین کے کہ وہ باغبانے بہشت میں ہوں گے اور گنہگاروں سے پوچھتے ہوں گے۔

یَتَسَاءَلُونَ لَوْنٌ بِمَعْنَى يَسْأَلُونَ هُوَ (قرطبی)  
۴۲: ۴۲ — مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ: یہ سوال ہے اصحاب الیمین کا مجرمین سے۔ مَا اسْتَفْهَمَ ہے۔ سَلَكَ ماضی واحد مذکر غائب۔ سَلَكَ مصدر باب نصر سے جس کے معنی چلنے اور داخل کرنے کے ہیں۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

کس نے تم کو دوزخ میں داخل کیا۔ یا کون تم کو دوزخ میں لایا۔ سَقَرًا: جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ دوزخ کا ایک نام ہے بوجہ علمیت و تانیث غیر منصرف ہے

۴۳: ۴۳ — قَالُوا: یعنی اہل دوزخ (المجرمین) کہیں گے۔  
۱۔ لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّينَ لَمْ نَكُ مضارع نفی جہدلم مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ نَكُ اصل میں نَكُونُ تھا۔ ہم نمازی نہ تھے۔

۲۔ وَلَمْ نَكُ نَطْعِمُ الْمِسْكِينَ - نَطْعِمُ جمع مشکلم اِطْعَامُ (افعال)

مصدر کھانا کھلانا۔ اور سکیوں کو کھانا نہ کھلایا کرتے تھے۔

۷۴: ۲۵۔ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْخَائِضِينَ۔ نَخُوضُ مضارع جمع متکلم۔ خَوْضٌ  
باب نصر مصدر مشغلہ کرنا۔ ہم باتوں کا مشغلہ کیا کرتے تھے۔ خَوْضٌ کا اصل معنی ہے  
پانی میں گھسنا اور چلنا۔ قرآن مجید میں اکثر قابل ذمہ کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں اس لفظ کا  
استعمال ہوا ہے وَاذْأَرَ آيَاتِ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرَضُ عَنْهُمْ (۶۸: ۶)  
اور حیب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات کے بائے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو ان سے  
الگ ہو جاؤ۔

۷۴: ۲۶۔ وَكُنَّا نَكْذِبُ بِيَوْمِ الدِّينِ اور ہم روز قیامت کو جھٹلایا کرتے تھے۔

۷۴: ۲۷۔ حَتَّىٰ آتَيْنَا الْيَقِينَ۔ حَتَّىٰ یہاں تک کہ۔ آتَيْنَا اتی ماضی واحد مذکر غائب  
إِثْبَانُ (افعال) مصدر۔ نا ضمیر جمع متکلم وہ ہمارے پاس آ پہنچا۔ الْيَقِينُ۔ ای الموت۔  
یا جماع جمہور المفسرین۔ یعنی موت۔ یہاں تک کہ ہم کو موت آ پہنچی۔

۷۴: ۲۸۔ فَمَا تَنْفَعُهُمْ فِ سَبِيلِهِ۔ مَا تَنْفَعُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب لَفْعٌ  
باب فتح مصدر۔ هُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس (بدریں سبب) ان کو نفع نہ دیگی۔  
شَفَاعَةُ الشَّفِيعِينَ مضاف مضاف الیہ۔ سفارش کرنے والوں کی سفارش۔ شَفَاعَةٌ  
شَفَعَ لِيَشْفَعُ (باب فتح) مصدر۔ یعنی سفارش کرنا۔ شَافِعِيَّتٍ شَفَاعَةٌ سے اسم  
فاعل کا صیغہ جمع مذکر، سفارش کرنے والے۔

۷۴: ۲۹۔ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكَرَةِ مُعْرِضِينَ؛ ف یعنی پھر، مَا استفہامیہ  
پھر ان کو کیا ہو گیا ہے۔

عَنِ التَّذْكَرَةِ۔ جار مجرور، التَّذْكَرَةُ ای القرآن، جار مجرور بل کر متعلقہ

مُعْرِضِينَ۔ مُعْرِضِينَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب، اِعْرَاضُ (افعال) مصدر  
اعراض کرنے والے، رخ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے؛

معرضین نصب علی الحال کقولک مالک قائماً؛ اس کا نصب پوجہ حال

ہے جیسا کہ کہتے ہیں مَا لَكَ قَائِمًا۔ تو کیوں کھڑا ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

پھر ان کو کیا ہو گیا ہے جو نصیحت کے منہ موڑ رہے ہیں۔

۷۴: ۵۰۔ كَأَنَّهُمْ۔ كَأَنَّ۔ حرف مشابہ لفاعل۔ اس کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے

لہذا ہُنْمَ کَانَ کا اسم اور حُمُو مُسْتَنْفِرَةٌ اس کی خبر،

حُمُو حِمَارٌ کی جمع۔ گدھے مستنفرۃ اسم فاعل واحد مؤنث استنفار (استفعال) مصدر سے، بدک کر بھاگنے والے۔ لغز مادہ۔ نِقَارٌ (باب ضرب) دوڑنا۔ دور ہو جانا۔ نَفُوْرٌ بھاگنے والا۔ کَانَهُدُ حُمُو مُسْتَنْفِرَةٌ گویا کہ وہ بدک کر بھاگنے والے گدھے ہیں۔

۵۱: ۷۳۔ فَوْرَتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۔ جملہ حُمُو سے حال ہے فَوْرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب فَوْرًا وَمَقْرًا (باب ضرب) مصدر۔ وہ بھاگی۔ فِرَارًا خَوْفًا سے بھاگنا؛ ڈر کر بھاگنا۔ قَسْوَرَةٌ شیر۔ جمع قَسَاوِرٌ قی س ر مادہ۔ شیر کے ڈر سے بھاگے جاسے ہیں۔

۵۲: ۷۴۔ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُؤْتِيَ صُحُفًا مِّنْشَرَّةٍ : بَلْ یہاں ابتدائیہ ہے اور محض انتقالِ مضمون کے لئے لایا گیا ہے کلام سابق سے اعراض مقصود نہیں اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم میں سے ہر شخص کے سر پرانے صبح کو ایک کھلی چٹھی برآمد ہونا چاہئے جس میں لکھا ہو کہ آپ خدا کے رسول ہیں آپ کے کہنے پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اَنْ مصدر یہ ہے یُوْتِی مَضَارِعٌ مَجْہُولٌ وَاَحَدٌ مِّنْكَ غَائِبٌ اِیْتَاءُ (افعال) مصدر مجہول وینا۔ صُحُفًا۔ صحیفہ کی جمع ہے بمعنی صحیفے، کتابیں، نوشتے، اوراق، صحف بوجہ مفعول منصوب، اور موصوف ہے اس کی صفت منشرۃ ہے، صحیفہ کی جمع صحف نادر ہے کیونکہ فعیلۃ کی جمع فُعْلٌ پُر نہیں آتی۔ ندرت اور قیاس میں اس کی مثال سفینۃ کی جمع سُفُنٌ ہے

مُنْشَرَّةٌ صفت ہے صُحُفًا کی اسم مفعول ہے واحد مؤنث ہے۔ تَنْشِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ کھلی ہوئی، پھیلی ہوئی۔

ترجمہ ہوگا:-

بلکہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلی ہوئی کتابیں دی جائیں یہی مضمون ایک اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے:-

وَلَنْ نُؤْمِنَ بِرِزْقِكَ حَتَّىٰ تَنْزِلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَقْرُوهُ (۱۷: ۹۳) اور

ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب دلاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں۔

۵۳: ۷۴۔ كَلَّا : ہرگز نہیں۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ ان کے اس ارادہ پر سرزنش ہے کہ ہمیں کھلی چٹھی ہر ایک کو مل جائے، فرمایا یہ ہرگز نہ ہوگا۔ کس لئے کہ ہر ایک میں اس سے مخاطب ہونے

کی قابلیت و اہلیت ہی نہیں ہے۔

بَلَا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ: بَلْ حرف اضراب ہے مطلب یہ کہ ان کا قرآن مجید سے اعراض اور ان کی یہ طلب کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک کھلا پروانہ اللہ کی جانب سے جاری ہو معقول وجوہ پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان کی محض ہٹ دھرمی ہے بات اصل میں یہ ہے کہ ان کو آخرت کا اندیشہ ہی نہیں ہے۔

لَا يَخَافُونَ! مضارع منفی جمع مذکر غائب خَوْفٌ باب فتح مصدر سے، وہ نہیں ڈرتے۔ ان کو خوف ہی نہیں ہے۔ ان کو اندیشہ ہی نہیں ہے۔

۷۴: ۵۴ — كَلَّا۔ کلمہ ردع۔ (بازداشت، روکنا، جھڑکی، سرزنش) ہے ان کی بے باکی پر۔ ایک بازداشت ہے۔ یا گذشتہ کَلَّا کی تاکید ہے۔

اِنَّهٗ تَذَكُّرٌ: میں کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔ تذکرہ یادداشت نصیحت، یاد کرنے کی چیز۔ اللہ تعالیٰ کی جلالی و جمالی صفات اور رحمت و عذاب کا اس میں ذکر ہے۔ ۷۴: ۵۵ — فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ: ف سببیہ ہے مَنْ جو شخص، شَاءَ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَشِيئَةٌ (باب فتح) سے مصدر۔ یعنی چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ ذَكَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ ذِكْرٌ باب نصر مصدر سے۔ اس نے یاد کیا۔ اے ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے۔ پس جس کا جی چاہے اسے یاد رکھے، یعنی اس سے نصیحت حاصل کرے؛

۷۴: ۵۶ — وَمَا يَذْكُرُونَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ۔ وادو حالیہ ہے مَا يَذْكُرُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ ذِكْرٌ باب نصر مصدر سے جس کے معنی ہیں ذکر کرنا۔ یاد کرنا۔ بیان کرنا۔ پس نصیحت حاصل کرنا۔ قبول کرنا۔

اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ استثناء مفرغ ہے (اس کا مستثنیٰ مذکور نہیں ہے)

مطلب یہ کہ یہ قرآن مجید ایک نصیحت ہے جو چاہے اس کو حاصل کرے۔ لیکن نصیحت چاہنے والے کا نصیحت حاصل کرنا محض اور صرف اس کی اپنی مشیت پر مبنی نہیں ہے بلکہ مشیت ایزدی اور اس کی کرم نوازی پر منحصر ہے۔ نصیحت کا پالینا تبھی ممکن ہوگا جب اللہ بھی چاہے گا۔

وهذا تصریح بان افعال العباد بمشيئة الله عزوجل بالذات او بالواسطة (روح المعانی) یہ صریحاً ظاہر ہے کہ بندوں کے افعال بالذات یا بالواسطة اللہ عزوجل کی مشیت کے وابستہ ہیں۔

(نصیحت پذیر ہونے کی چاہت کرنے والے) کسی وقت نصیحت پذیر نہیں ہو سکتے مگر اسی وقت

جب کہ خدا ان کی مشیت اور نصیحت پذیری کا ارادہ کرے؛ یہ آیت صراحتاً دلالت کر رہی ہے کہ انسانی اعمال و افعال اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے وابستہ ہیں۔ (تفسیر منطہری) اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا (۲۶: ۳۰) اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو خدا کو منظور ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

یہ اس لئے کہ بندے کی مشیت خواہ کتنی ہی عقل و فہم پر مبنی ہو وہ محدود اور ناقص و معائب سے مبرا نہیں ہو سکتی۔ اور اس علیم و حکیم کی مشیت کے مقابلہ میں بالکل بیچ ہے عقل کا تقاضا یہی ہے کہ وہ دانائے کل کے تابع ہے۔

هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ. هُوَ اٰی اللّٰهُ -

اَہْلُ - والا۔ والے۔ وہ سب لوگ اہل کہلاتے ہیں جن کو مذہب یا نسب یا دونوں کے علاوہ اور کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق مثلاً ایک گھر یا ایک ہی شہر میں رہنا بسنا یا کسی مخصوص صفت اور پیشہ میں شریک ہونا۔ غرض کسی خاص صفت کے منسوب ہونا یا منتصف ہونا۔ ایک سلسلہ میں منسلک کر دے۔ کسی چیز کا مستحق یا سزاوار ہونا۔

عربی میں بولتے ہیں فَلَانٌ اَهْلٌ لِكَذَا۔ فلاں اس کا مستحق اور سزاوار ہے۔

ترجمہ ہو گا:-

وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی اس لائق ہے کہ بخش دے؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۷۵) سُورَةُ الْقِيَمَةِ مَكِّيَّةٌ ۶ (۴۰)

۷۵: ۱ — لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِيَمَةِ، لَا زائدہ ہے اور کلام کو مزین و آراستہ کرنے اور مزین کرنے کے لئے لایا گیا ہے،

بعض کے نزدیک کفار کے انکار قیامت کا رد ہے، عرب جب کہتے ہیں: لَا وَاللّٰهِ لَا اَفْعَلُ فَلَا رَدَّ لِكَلِمَةٍ قَدْ مَضٰی وَفَا تَدَّ تَهَا تَوْكِيْدُ الْقِسْمِ فِي السَّرْدِ۔ یعنی لآ سے پہلے کلام کا رد و البطل مقصود ہوتا ہے۔ اور بعد میں قسم اٹھائی جاتی ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ قسم متوکد ہو جائے۔ (ضیاء القرآن)

اُقْسِمُ مضارع واحد متکلم اقسام (افعال) مصدر سے، جس کے معنی قسم کھانا کے ہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۶۹: ۳۸)

بِیَوْمِ الْقِيَامَةِ: روز قیامت کی۔

۷۵: ۲ — وَالنَّفْسِ اللّٰوَامَةِ مَوْصُوفَةٌ وَصِفَتُهَا اللّٰوَامَةُ۔ لَامٌ یَلْوِمُ کَوْمٌ رِبَابٌ نَصْرٌ مصدر سے اسم فاعل واحد مؤنث مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ملامت کرنے والی۔

النفس اللّوامۃ سے کیا مراد ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ النفس اللّوامۃ میں لام جنسی ہے ہر نفس مراد ہے (کافر ہو یا مؤمن، نیک ہو یا بد) فرّاونے کہا ہے کہ ہر شخص نیک ہو یا بد قیامت کے دن اپنے آپ کو ملامت کرے گا۔ اگر اس نے اچھے کام کئے ہوں گے تو نفس سے کہیگا۔ اس سے زیادہ تو نے نیکی کیوں نہیں کی! اور بدی کی ہوگی تو کہے گا کہ تو نے بُرے کام کیوں کئے۔ (فرّاء)

۲۔ اس سے کافر مراد ہے ہر کافر قیامت کے دن اپنے نفس کو بُرا کہیگا کہ دنیا میں حقوق اللہ کی ادائیگی میں اس نے قصور کیوں کیا۔ (مقاتل) قتادہ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے

۳۔ نیک ہو یا بد، مؤمن ہو یا کافر۔ آیت میں ہر شخص مراد ہے کیونکہ کسی شخص کو سکھ پر قرار سے نہ دکھ پر، خیر ہو یا شر ہر شخص اپنے کو بُرا ہی کہتا ہے (سعید بن جبیر، عکرمہ)

۴۔ نفس تو امر مؤمن کا نفس ہے جو ہر وقت جو ہر وقت اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے خواہ کتنی ہی نیکی کرے۔ کہتا ہے کہ اس سے زیادہ کیوں نہ کی (حسن بصری، مجلی)

۵۔ صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ نفس سرکش کو نفس امارہ کہتے ہیں جو امر کا مبالغہ ہے کیونکہ وہ ہر وقت برے کاموں کا حکم کرتا رہتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی یاد میں کوشاں ہو جاتا ہے تو مولیٰ کریم کی خصوصی توجہ اور جذبے اس پر اس کے عیوب و نقائص منکشف ہو جاتے ہیں اس پر رہ پشیمان ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بُرا اھلا کہتا ہے اس نفس کو نفس لوامر کہتے ہیں اور جب وہ ہر ما سوائے اللہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

**فائدہ** یہاں دو قسمیں کھائی گئی ہیں لیکن مقسم بہ محذوف ہے ای لَتُبْعَانُ کہ تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔

۴۵: ۳۔ اَيْحَسِبُ الْاِنْسَانُ۔ استفہام انکاری و توبیخنی ہے، يَحْسِبُ مضارع معرّف و احد مذکر غائب حُسْبَانُ رباب سمع، مصدر۔ وہ خیال کرتا ہے وہ گمان کرتا ہے، اس کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔

اَلْاِنْسَانُ: میں الف لام حنیس کا ہے اس سے جنس انسان مراد ہے جس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو منکر بعث و حشر تھا۔

یا الف لام عہدی ہے اور کوئی معین شخص مراد ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ یہ آیت عدی بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئی۔ عدی خاندان زہرہ کا حلیف اور احنس بن شریق ثقفی کا داماد تھا عدی اور احنس کے سلسلہ میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی۔ الہی مجھے میرے برے ہمسائے سے محفوظ رکھ۔

بات یہ ہوئی کہ عدی نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے محمد صلی اللہ



علیہ وسلم) مجھے بتاؤ قیامت کب ہوگی؟ اس کے کیا احوال ہوں گے؟  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قیامت کی کیفیت بتائی تو وہ کہنے لگا کہ اگر میں قیامت کو دیکھ  
 بھی لوں تو بھی تمہاری بات کی تصدیق نہیں کروں گا اور نہ تمہیں سچا جانوں گا۔ کیا خدا ہڈیوں کو اکٹھا  
 کرے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر مظہری)  
 اَللّٰنُ نَجْمَعُ عِظَامَهُ اَللّٰنُ مَرْکَبٌ بے اَنْ مِّنْفَعْدِ اَنْتَ سے اور لَنْ نَافِیْتِ سے۔ لَنْ  
 نَجْمَعُ مَضَارِعٌ مَنْصُوبٌ نَفِی تَاکِیْدٌ لَنْ۔ صیغہ جمع متکلم جَمَعُ (باب فتح) مصدر سے  
 ہم ہرگز جمع نہیں کریں گے۔

عِظَامَهُ - عِظَامٌ عِظْمٌ کی جمع ہڈیاں (بجالت مفعول) مضاف کا ضمیر واحد مذکر  
 غائب۔ مضاف الیہ اس کی ہڈیاں۔

ترجمہ ہوگا:-

کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔  
 ۴:۷۵ — بَلِی قَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بِنَانَهُ - کیوں نہیں ہم قدرت رکھتے ہیں کہ  
 ہم اس کی پور پور درست کر دیں (نیز ملاحظہ ہو ۳:۷۶)  
 بَلِی حرف جواب ہے اور کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے لئے آتا ہے۔ اس کی  
 دو صورتیں ہیں:-

۱- کلام استفہام سے خالی ہو۔ جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلُ  
 بَلِی وَرَبِّیُّ لَتُبْعَثُنَّ۔ (۱۶۴:۷۶) جو لوگ کافر ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں  
 اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دو کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے:  
 ۲- یہ کلام استفہامی ہو۔ خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے اَلِیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ کے جواب میں  
 کوئی کہے بَلِی:

خواہ تو بھنی ہو جیسے آیت زیر غور۔ اَیْحَسِبُ الْاِنْسَانُ اَللّٰنُ نَجْمَعُ عِظَامَهُ اور  
 جواب میں کہا جائے گا بَلِی قَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بِنَانَهُ۔

قَادِرِیْنَ مَنْصُوبٌ بُوْجُ نَجْمَعُ کے فاعل کے حال سے ہے۔ ای جمعہا قَادِرِیْنَ  
 ..... قَادِرِیْنَ قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر (بجالت نصب) یعنی  
 قدرت رکھنے والے۔

اَنْ نُّسَوِّیَ - اَنْ مصدریہ۔ نُسَوِّیَ مَضَارِعٌ مَنْصُوبٌ بُوْجُ عَمَلِ اَنْ اِجْمَعُ مِتْکَلْمٌ نُسُوْیَ

(تفیل / مصدر - ہم درست کر دیں گے : ہم درست کر دیں ۔

بَنَانَهُ : بَنَانٌ (مفعول لعل کَسَوْنِی کا) مضافٌ لَہِ ضمیر مضاف الیہ ۔ اس کی انگلیوں کے پورے انگلیوں کے سرے : بَنَانَهُ کی جمع جس طرح تَمْرَةٌ کی جمع بَدَفَاتٌ تَمْرٌ ہے ۔

۷۵ : ۵ — بَلْ یُرِیدُ الْإِنْسَانَ لِفُجْرٍ آمَامَهُ ۔ بَلْ عاطف ہے اس کا عطف بِحَسَبِ پر ہے (استفہام کے تحت ہے) اس کو سوالیہ بھی کہا جاسکتا ہے اور تحقیقہ بھی کیونکہ سابق سائل یا سوال سے اعراض اور دوسری بات کو بیان کرنے کی طرف مائل ہونا۔ درست ہے (یعنی یہ دوسرا انسان پہلے انسان سے غیر ہوگا تو سائل اول سے اعراض ہو جائے گا۔ اور اگر سائل وہی ہو مگر اس کے سوال سے اضراب اور دوسرے مسئلہ کا بیان ہوگا) (تفسیر منطری)

لِفُجْرٍ میں لام زائد ہے اور اَنْ ناصبہ مقدرہ ہے ای اَنْ یَفْجُرَ۔ آمَامَهُ مضاف مضاف الیہ میں آمَامَ ظرف ہے۔ ای لیفجر فیما یستقبل ، یَفْجُرُ مضارع منصوب۔ واحد مذکر غائب فُجُورٌ باب ضرب مصدر۔ بمعنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنا۔

الْفَجْرُ کے معنی ہیں کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا اور شق کرنا۔ کہتے ہیں فَجْرَتَهُ فَانْفَجَرَ میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا پس وہ بہ گیا ۔

قرآن مجید میں ہے فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَا عَشَرَ عِیْنًا (۶۰:۲) حضرت موسیٰ نے لاٹھی ماری تو پھر اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ صبح کو فجر اس لئے کہا جاتا ہے کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

لِفُجْرٍ کہ وہ دین کی پردہ دری کرتے ہوئے علی الاعلان گناہ کرتا پھرے۔ آمَامَهُ اس کے آگے اس کے سامنے۔ ظرف زمان بمعنی اس کے مستقبل میں۔ آمَامَ قَدَّ اُمُّ کی طرح ہے اسم بھی ہوتا ہے اور ظرف بھی لہذا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔  
روح المعانی میں ہے۔

و هو یرید لیدوم علی فجورہا فیما بین یدیہ من الاوقات و فیما یستقبل من الزمان۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ زندگی کے آئندہ اوقات میں بھی وہ دین کی پردہ دری کرتا رہے

۷۵ : ۶ — یَسْأَلُ آيَاتٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔ یہ اس کی دین کی پردہ دری کی ڈھٹائی کی تفسیر ہے۔ استہزاء پوچھتا ہے آيَاتٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ آيَاتٍ دُکْبِ خبر مقدم ہے

اور يَوْمُ الْقِيَامَةِ مضاف مضاف الیه لکری مبتدا مؤخر۔

۷۵: ۷ — فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ: ف جواب کا ہے۔ یہ آیت اور اگلی دو آیات انسان کے سوال آيَاتِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ کے جواب میں ہیں۔

بَرِقَ ماضی واحد مذکر غائب بَرِقَ (باب سمع) مصدر سے، جس کے معنی 'نظر کے متحیر اور خیرہ ہونے کے ہیں۔ بَرِقَ کے معنی بجلی کے ہیں اور اسی اعتبار سے اس کے معنی چمکنے کے آنے لگے لیکن جب آنکھ کے ساتھ اس کا استعمال ہو تو اس کے معنی خوف سے تپلیوں کے پھرنے اور نظر کے خیرہ ہونے کے آتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔ مہر جب نظر چندھیاجائے گی۔

۷۵: ۸ — وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور چاند گھنا جائے گا: خَسَفَ ماضی واحد مذکر غائب خَسَوْفٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ جس کے معنی چاند گرہن کے ہیں اور جب چاند گھنا جائے گا بے نور ہو جائے گا۔ سورج گرہن کو کسوف کہتے ہیں۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

۷۵: ۹ — وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ: اس جملہ کا عطف بھی جملہ اِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ پر ہے اور جب سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے، یعنی دونوں بے نور اور سیاہ کر دیئے جائیں گے یہی ان کے اجماع کا مطلب ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کشش ثقل کا جو قانون اس عالم میں کارفرما ہے اور جس کے ماتحت نظام شمسی کے ثوابت و سیارات اپنے اپنے مقامات پر پختگی کے ساتھ موجود ہیں یہ ختم ہو جائے گا اور چاند سورج کے ساتھ جا ملے گا:

أَيُّنَ الْمَفْرُ: کافر کا مقولہ ہے۔

أَيُّنَ۔ کہاں۔ طرف ہے۔ جس طرح ہمتی سے زمان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اسی طرح أَيْنَ سے مکان دریافت کیا جاتا ہے۔

الْمَفْرُ مصدر مہمی ہے، فرار، بھاگنا۔ الفرار۔ خوف سے بھاگنا۔ باب ضرب مصدر ہے ترجمہ ہوگا۔

کہاں ہے بھاگ، کہاں ہے بھاگ کر جانے کی جگہ:

۷۵: ۱۱ — كَلَّا لَاؤزَرَ: نہیں نہیں، ہرگز نہیں۔ حرف ردع ہے۔ یہاں طلبِ مفر

سے بازداشت ہے، معنی۔ نہیں نہیں (وہاں) بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں ہے:

وَزَرَ۔ اسم منصوب، پناہ گاہ۔ ز منحشری نے لکھا ہے۔

لاؤزراى لا ملجأ وحل ما التجأت الیه من جبل او غیرہ وتخلصت بہ

فہو و زرك۔ لاوَزَرَ کے معنی ہیں لا مَلَجًا (کوئی پناہ گاہ نہیں) ہر وہ چیز جس کو تو طلب کرے پناہ کے طور پر خواہ وہ پہاڑ ہو یا کچھ اور جس کے دامن میں تو پناہ اور خلاصی پائے وہ تیرے لئے وَزْرٌ ہے۔

وَزْرٌ کا ماخذ وِزْرٌ ہے جس کا معنی ہے بوجھ۔

۱۲:۷۵ — اِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ، اسْتِقْرَارٌ (استفعال) سے اسم مفعول

واحد مذکر (اسم ظرف مکان) واحد مٹھرایا ہوا۔ قرار یافتہ شدہ، مٹھرنے کی جگہ — مبتداء۔ اِلَىٰ

رَبِّكَ اس کی خبر، يَوْمَئِذٍ متعلق خبر،

رَبِّكَ میں ل ضمیر واحد مذکر حاضر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے

اور تخصیص کے معنی کے لئے لائی گئی ہے۔ صرف آپ کے رب کے پاس ہی اس روز ٹھکانہ ہوگا

۱۳:۷۵ — يُبَيِّنُوا لِلنَّاسِ يَوْمَئِذٍ — يُبَيِّنُوا مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَبَيَّنَةٌ

رتفعیل، مصدر۔ اسے بتا دیا جائے گا۔ اسے خبر دیدی جائے گی۔ ن بء مادہ۔

يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمَ اسم ظرف، منصوب، مضاف إِذ مضاف الیہ، اس دن، ایسے واقعات

کے دن۔ مفعول فیہ۔ اس روز) اس دن انسان کو بتا دیا جائے گا۔

بِمَا قَدَّمْتُمْ وَأَخَّرْتُمْ، مِمَّا موصولہ قَدَّمْتُمْ اس کا صلہ، وَاوَّ عاطف أَخَّرْتُمْ

معطوف جس کا عطف مَا قَدَّمْتُمْ پر ہے۔ قَدَّمْتُمْ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَقَدُّمٌ (تفعیل)

مصدر۔ اس نے آگے بھیجا۔ أَخَّرْتُمْ ماضی واحد مذکر غائب تَأَخَّرْتُمْ (تفعیل) مصدر سے۔ اس

نے پیچھے چھوڑا۔ ترجمہ ۱۔ اس روز انسان کو بتا دیا جائے گا (ہر اس عمل کے متعلق جو اس نے

آگے بھیجا اور جو وہ پیچھے چھوڑ آیا۔

۱۴:۷۵ — بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ؛ بَلْ حَرْفِ اضْرَابٍ، الْإِنْسَانُ مُبْتَدَأٌ

بَصِيرَةٌ اس کی خبر، عَلَىٰ نَفْسِهِ متعلق خبر، بَصِيرَةٌ کی تار مبالغہ کے لئے ہے جیسے الْعَلَامَةُ

میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:-

دنیوی زندگی کے اعمال فقط یاد دہانی سے ہی اسے نظر آجائیں گے اطلاع دینے کی بھی

ضرورت ہی نہ ہوگی:-

ترجمہ ہوگا:-

(انسان کو بآقَدَّمْتُمْ وَأَخَّرْتُمْ پر متنبہ کرنے کی بھی ضرورت ہی نہیں، وہ خود ہی اپنے آپ کو (اعمال کے

تناظر میں) خوب دیکھنے اور جاننے والا ہے۔

۵: ۱۵ — وَكَوَأَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ: وَأَوْصَلِيهِ، كَوُ مَبْعًى اِغْرَاجٍ نَحْوَاهُ۔ اَلْقَىٰ۔  
ماضی واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل الا انسان کی طرف راجع ہے) اَلْقَاءُ رِافِعَالٌ (مصدر  
مبغنی ڈالنا۔

مَعَاذِيرٌ جَمْعُ مَعْذِرَةٍ وَاحِدٌ۔ مصدر مبغنی عذر۔ مصدرت۔ عُدْرٌ اور  
عُدْرٌ ایسی بات جس سے قصور پر گرفت نہ ہو۔  
عذر تین طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ ارتکاب جرم سے انکار کر دینا۔

۲۔ ارتکاب جرم کی کوئی ایسی وجہ بیان کرنا جس سے جرم کی سزا سے بچ جائے۔

۳۔ اقرار جرم کے بعد آئندہ جرم نہ کرنے کا وعدہ کرنا۔ اس تیسری شق کو توبہ کہا جاتا ہے۔

وَكَوَأَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ۔ اِیْ وَوَجَاءَ بِكُلِّ مَعْذِرَةٍ مَا قَبَلْتَ مِنْهُ مِنْ جَلالِیْنِ نَحْوَاهُ  
وہ تمام عذرات پیش کرے وہ قبول نہیں کئے جائیں گے۔

نَحْوَاهُ وَوَهْ زَبان سے ہزار بہانے بنائے۔ (صینار القرآن)

مَعَاذِيرٌ میں نصب بوجہ مفعول ہونے کے ہے اور كَوُ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے

۱۶: ۵۵ —

## فَائِدَةٌ

بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقت نزول وحی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوتا تھا کہ نازل شدہ آیات کا کوئی حصہ چھوٹ نہ جائے  
اس لئے دوران نزول میں چپکے چپکے لبوں کو حرکت دیتے رہتے تھے۔ اس کی ممانعت میں اللہ تعالیٰ  
نے لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ..... لَتَمَنَّا عَلَيْنَا بَيِّنَاتٍ لِّبَطُورِ حَمَلِهِ مَعْرَضَةً ارشاد فرمایا  
بات کرتے وقت اگر مخاطب بھی بولنے لگے تو متکلم اس سے کہتا ہے ذرا خاموش رہو  
میری بات نہ کاٹو، پوری بات سن لو، پھر تم کو بولنے کا حق ہے یہ درمیانی کلام بطور ہدایت  
بول کر متکلم پھر اصل مدعا پر کلام شروع کر دیتا ہے یہاں قیامت کا بیان چل رہا تھا اس جملہ  
معرضہ کے بعد پھر وہی سلسلہ کلام جاری ہے

لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ۔ لَا تُحَرِّكُ، فعل مہمی واحد مذکر حاضر تَحْرِيكَ (تفعیل)

مصدر مبغنی حرکت دینا۔ چلانا۔ تو زبان نہ چلا۔ بہ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے  
والضمیر للقرآن لدلالة سياق الآية نحو انا انزلناه فی ليلة القدر ای لا تحرك

بالقرآن لسانك عند القار الوحي من قبل ان يقضى اليك وحيه (روح المعاني) ضمیر قرآن کے لئے ہے جیسا کہ آیت کا سیاق دلالت کر رہا ہے۔ جیسے انا انزلناه فی لیلت القدر میں ہے یعنی القار وحی کے وقت اس کے مکمل ہو جانے سے قبل قرآن کے زیادہ کرنے کے لئے اس کے ساتھ ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیتے رہو۔

لِتَعْجَلَ بِهِ - لام علت کا ہے۔ تَعْجَلَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، عَجَلَ رَبَّاسْمِ مصدر سے منصوب بوجہ عمل لام۔ کہ تو جلدی کرے یہ اس کو یاد کرنے کی، ضمیر ہا جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ قرآن کے لئے ہے۔

اسی مضمون میں اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ إِلَيْكَ وَحْيُهُ (۲۰: ۱۱۴) اور قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لئے جلدی نہ کیا کرو۔

۱۷: ۷۵ - اِنَّا عَلَيْنَا جَمْعُهُ - عَلَيْنَا ہمارے ذمہ ہے کہ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ اِنَّا ان عَلَيْنَا جمعہ فی صدرک بحیث لایذہب علیک شیئ من متعنا یعنی قرآن کا تمہارے سینہ میں اس طرح جمع کر دینا کہ اس کے معانی سے کوئی تھے بھی تم سے مخفی نہ رہے۔ یہ ہمارا ذمہ ہے۔

وَقُرْآنَهُ - اس کا عطف جمعہ پر ہے دونوں منصوب بوجہ عمل اِنَّا ہیں

قرآن مصدر ہے بمعنی پڑھنا۔ یہ اللہ کی کتاب کا خاص نام ہے جو کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی کسی دوسری آسمانی کتاب کا نام قرآن نہیں ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں:

پروفیسر عبدالرؤف کے مطابق قرآن کہنے کی وجہ صرف قرأت اور تلاوت ہے اللہ کی کتاب عموماً جہر کے ساتھ نماز میں، دینی محافل میں، مدارس میں اور دوسری تقریبات میں پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبہ میں ایک شاعر نے کہا تھا۔

ضحوا باسمط عتوان السجودیه - یقطر الیل تسبیحاً وقرآنًا۔

لوگوں نے ایک ایسی پکی عمر والے سردار کو ذبح کر دیا۔ جس کی پشتانی پر سجدے کا نشان تھا

جو راتیں تسبیح اور تلاوت میں کاٹ دیتا تھا۔

آیت زیر مطالعہ میں تو ویسے ہی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قرأتِ قرآن الگ چیز ہے مطلب یہ ہے کہ۔

قرآن کا مہاے سینہ میں جمع کرنا اور پھر اس کا تمہاری زبان پر رواں کرنا ہمارے ذمہ ہے  
 ۷۵: ۱۸ — فَاذَا: وَتَعْقِيبُ كَالْهَاءِ إِذَا ظَرَفَ زَمَانَ هِيَ — پس جب :  
 قَرَأْنَهُ — قَرَأْنَا. ماضی جمع مشکلم۔ قَرَأْنَا، قَرَأْنَا اور قُرْآنٌ مصادر (باب نصر وفتح)  
 سے یعنی پڑھنا۔ تلاوت کرنا۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔  
 مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔

۱۔ جب ہم قرآن مہاے سینہ میں جمع کر دیں تو تم اس پر عمل کرو (حضرت ابن عباس)  
 ۲۔ جب ہم قرآن کو بیان کر دیں تو ہمارے بیان کے موافق تم اس پر عمل کرو (منہی الارب)  
 ۳۔ جب ہم (بوساطتِ جبرائیل) قرآن پڑھیں تو تم اس کو کان لگا کر سنو، (معلیٰ و محمود اوسی)  
 اسی معلیٰ اور اوسی رح کے ترجمہ کو اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔

فَاتَّبَعُ: وَتَعْقِيبُ كَالْهَاءِ: فَعَلْ أَمْرًا وَاحِدًا مَذْكَرًا حَاضِرًا تَبِعُ (افتعال) مصدر  
 تو پیروی کر، تو اتباع کر، قَرَأْنَهُ مضاف مضاف الیہ (منصوب بوجہ مفعول) اسی کی قرأت کی  
 ۷۵: ۱۹ — ثُمَّ آتَيْنَا بَيَانَهُ: ثُمَّ تَرَاخَى فِي الْوَقْتِ كَالْهَاءِ — پھر۔ ازاں بعد  
 اِنْ حَرَفٌ مَشْبَهٌ بِالْفِعْلِ بَيَانٌ اسْمٌ اَنْتَ مضاف کا ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ  
 پھر اس کی وضاحت اور اظہار مطالب ہمارا ذمہ ہے۔ کا مزج قرآن ہے۔

## فائدہ:

خدا نے پاک نے اپنے وعدے کو سچا کر دیا قرآن مجید کو ایک جگہ مجتمع بھی کر دیا  
 اس لئے کہ ٹکڑے ٹکڑے اور سورتیں سورتیں ہو کر نازل ہوئے اب سب یکجا ترتیب کے  
 ساتھ موجود ہے اور آپ کے سینہ میں جمع بھی کر دیا۔ آپ پورے قرآن مجید کے حافظ تھے  
 اور آپ کی برکت سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حافظ تھے۔ اور بعد اُمت میں  
 بھی آج تک لاکھوں حافظ ہیں ایک ایک حرف اور زیر زیر پر حاوی ہیں۔

یہ عہد آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی مذہبی کتاب کی بابت نہ دیکھا گیا اور  
 نہ سنا گیا اور قیامت تک یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ ایک  
 کھلا ہوا معجزہ ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے جس کے کان ہوں سنے دل ہو سمجھے:

۲۰:۷۵ = کلام معترضہ ختم ہوا اب پھر قیامت اور اس کی نسبت انسانی طبائع کا تعلق بیان فرمایا جا رہا ہے۔

كَلَّا: ہرگز نہیں۔ مَرَدَعٌ عَنِ انْكَارِ الْبَعْثِ: (انکارِ حشر پر بازداشت ہے) (المدارک) ای لیس الامر کما تزعمون انه لا بعث ولا جزاء (السر التفسیر) بات یہ نہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو کہ نہ حشر ہو گا نہ جزاء ہوگی علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

كَلَّا سے بازداشت کی گئی ہے خواہ انکارِ حشر پر یا فجور پر یا بے کار عذر پیش کرنے پر۔ بَلُّ تَحِيُّوْنَ الْعَاجِلَةَ: بَلُّ حرفِ اضْرَابِ ہے تَحِيُّوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِحْبَابٌ (افعال) مصدر۔ تم پسند کرتے ہو۔ تم محبت کرتے ہو ۶ تم دوست رکھتے ہو۔ الْعَاجِلَةَ، عَجَلٌ وَعَجَلَةٌ (بابِ سَمْعٍ) مصدر سے اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مؤنث جلد ملنے والی۔ دنیا اور دنیا کی آسودگی مراد ہے:

مطلب یہ ہے کہ بات یوں نہیں کہ نہ کوئی حشر و نشر ہو گا نہ جزاء و سزا۔ بلکہ تم ہی ہو کہ دنیا پر رہ سچے گئے ہو۔

۲۱:۷۵ — وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ وَأَوْعَاطِفٌ، تَذَرُونَ مضارع جمع مذکر حاضر وَذَرٌ مصدر سے تم چھوڑ دیتے ہو الْآخِرَةَ مفعول فعل تَذَرُونَ کا۔ اور آخِرَةَ کو تم نے چھوڑ رکھا، ۲۲:۷۵ = وَجُوهًا يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ - وَجُوهًا مَبْتَدَأٌ نَاصِرَةٌ اس کی خبر، اور يَوْمَئِذٍ خبرِ كَاطِفٍ - نَاصِرَةٌ وَنَضْرَةٌ (بابِ نَصْرٍ، سَمْعٍ، كَرَمٍ) مصدر سے اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ یعنی تروتازہ، پُرر و تَق،

وَجُوهًا: مبتدأ ہے یہاں یا تو مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی اہل قرب کے چہرے یا صفت محذوف ہے؛ یعنی بہت سے چہرے: کیونکہ وَجُوهًا نکرہ ہے اور جب تک اس میں کوئی تخصیص نہ ہو مبتدأ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یا تو مضاف الیہ کو محذوف مانا جائے گا یا صفت منحصہ کو۔

یا یوں کہا جائے کہ وَجُوهًا سے وَجُوهًا مِنْهُمْ مراد ہے یعنی انسانوں کے کچھ چہرے ہوں گے اس وقت وَجُوهًا خبر ہو گا اور مِنْهُمْ مبتدأ یا مِنْهُمْ ظرف اور وَجُوهًا اس کا فاعل،

۲۳:۷۵ — اِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ - نَاظِرَةٌ خَبْرٌ اِلَى رَبِّهَا متعلق خبر، نَاظِرَةٌ



نَظُرٌ (باب ضرب و سَمِع) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مَوْنَتْ یعنی دیکھنے والی۔  
ترجمہ آیات ۲۲، ۲۳۔ کئی چہرے (یا اہل قرب کے چہرے) تروتازہ ہوں گے اور اپنے  
رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

۲۴: ۷۵۔ وَوَجُوهُ يَوْمَئِذٍ بِأَسْرَةٍ: وَأَوَّاعٌ لِّمَا هُمْ فِي وَجُوهِ رَاهِلِ قَرَبِ كَيْفَ  
کے بالمقابل کافروں کے چہرے یا کچھ چہروں کے مقابل میں کچھ اور چہرے) بتدار بِأَسْرَةٍ  
اس کی خبر۔ يَوْمَئِذٍ متعلق خبر،

بِأَسْرَةٍ اِداس، بے رونق، پریشان، بَسْرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ  
واحد مَوْنَتْ۔ اصل میں بَسْرٌ کے معنی ہیں وقت سے پہلے کسی چیز کے متعلق جلدی کرنے کے  
ہیں یہاں وقت سے پہلے اِداس ہونا۔ اور تیور بگڑ جانا مراد ہے، مجازاً اس کے معنی ترش  
رو ہونے اور منہ بگاڑنے کے بھی آتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔

اور کئی چہرے یا کافروں کے چہرے اس روز اِداس اور بے رونق ہوں گے۔

۲۵: ۷۵۔ نَظُنُّ أَنْ يُفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ۔ یہ جملہ بِأَسْرَةٍ کی صفت ہے  
نَظُنُّ مضارع واحد مَوْنَتْ غَائِب۔ نَظُنُّ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ گمان کرتی ہے  
وہ خیال کرتی ہے اَنْ مصدر یہ يُفْعَلَ مضارع مجہول (منصوب بوجہ عمل اَنْ) بِهَا میں  
ہا ضمیر واحد مَوْنَتْ غَائِب وجوہ باسرتہ کے لئے ہے۔

فَاقِرَةٌ اسم فاعل واحد مَوْنَتْ، یہ اگرچہ اسم فاعل مَوْنَتْ ہے لیکن غالباً ان اسماء کی  
جگہ اس کا استعمال ہوتا ہے جو موصوف سے بے نیاز ہیں۔ اور بغیر کسی ذات کے اس کا  
استعمال ہوتا ہے جیسے دَا هَيْتَةَ (آفت، بلا)، دَا هَيْتَةَ (ہوشیار، چالاک، عیار مرد و عورت)  
اسی لئے منہی الارب میں اس کا ترجمہ بلا و سختی لکھا ہے اور محلی نے فقرات ظہر، یعنی پشت  
کے مہرے توڑ دینے والی مصیبت لکھا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

روجہ باسرتہ، خیال کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک ہوگا (صیغہ القرآن)  
خیال کرتے ہوں گے کہ ان پر کوئی کمر توڑ مصیبت ڈالی جائے گی (تفسیر حقانی)  
اور سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے (تفسیر القرآن)

۲۶: ۷۵ — کَلَّا۔ یہ تَحْبُوتِ الْعَاجِلَةِ وَتَذَرُونَ الْأَخِرَةَ سے بازداشت ہے  
علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :-

یہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے سے بازداشت ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے دنیا کو آخرت پر  
ترجیح دینے سے باز رہو۔ موت کو یاد کرو، موت کے وقت دنیا ختم ہو جائے گی۔ اور غیر فانی آخرت  
سامنے آجائے گی۔

— إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِي: إِذَا تَشْرَطِيہ ہے اور اِلَى رَبِّكَ..... جہاں ہے بَلَغَتْ  
ماضی واحد مؤنث غائب مُبْلُوغٌ رباب نصر مصدر۔ وہ پہنچی، بَلَغَتْ کا فاعل نَفْسٌ مَخْرُوفٌ  
ہے التَّرَاقِي تَرْقُوتٌ کی جمع ہے بمعنی ہنسی۔ ہنسی کی ہڈیاں۔ ہنسی کی ہڈیوں تک جان کا  
آجانا موت کا قریب آجانا ہے۔

۲۷: ۷۵ — وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے قِيلَ ماضی مجہول  
واحد مذکر غائب۔ قَوْلٌ رباب نصر مصدر اور کہا جائے گا یعنی پاس والے لوگ کہیں گے  
مَنْ استفہامیہ ہے بمعنی کون؟

رَاقٍ رَاقِيٌّ وَرُقِيَّتُهُ رباب ضرب مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے  
جادو ٹونز کرنے والا۔ دم کر کے بھونکنے والا۔ جھاڑ بھونک کرنے والا۔  
ترجمہ ہو گا۔

اور لوگ کہیں گے ہے کوئی جھاڑ بھونک کرنے والا۔

۲۸: ۷۵ — وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ: اس کا عطف بھی جملہ بَلَغَتِ التَّرَاقِي پر ہے  
ظَنَّ ماضی واحد مذکر غائب ظَنَّ رباب نصر مصدر سے۔ اس نے جان لیا۔ اس کو  
یقین ہو گیا۔ ضمیر فاعل مرنے والے کی طرف راجع ہے۔ اور مرنے والے کو یقین ہو گیا کہ اب  
آیا وقت جدائی کا۔

ظَنَّ بمعنی گمان کرنا۔ خیال کرنا۔ اٹکل کرنا۔ بھی آتا ہے۔

۲۹: ۷۵ — وَالتَّتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے اور اس کا عطف بھی حسب  
سابق ہے۔ التَّتَفَّتِ ماضی واحد مؤنث غائب التَّتَفَّتِ (افتعال) مصدر۔ لَفَّتْ مادہ  
یعنی لپٹ جانا۔ منضم ہو جانا۔ سَاقٍ: پنڈلی۔

یعنی جب ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی (اور آدمی کو اس کے

ہلانے کی طاقت نہیں ہوگی)

۷۵ : ۳۰ — اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقِ يَوْمَئِذٍ جملہ شرطیہ کا جواب ہے۔  
 الْمَسَاقُ مبتدأ۔ اِلٰی رَبِّكَ اس کی خبر، يَوْمَئِذٍ ظرف، خبر کو حصر کے لئے مقدم لایا  
 گیا ہے۔ یعنی اس روز اللہ ہی کی طرف مرنے والے کا رجوع ہوتا ہے۔ اللہ ہی جیسا چاہتا  
 ہے حکم دیتا ہے کسی اور کی طرف مرنے کی واپسی نہیں ہوتی۔

۷۵ : ۳۱ — فَلَا صَدَقَ وَلَا صَلَّى۔ لَا صَدَقَ ماضی منفی واحد مذکر غائب۔  
 تَصَدَّقَ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ اس نے تصدیق نہیں کی۔ اس نے سچ نہ مانا۔ یعنی اس نے  
 رسول یا قرآن کی تصدیق نہیں کی۔ یا مال کی زکوٰۃ نہیں دی۔  
 وَلَا صَلَّى اور نہ ہی اس نے فرض کردہ نماز ادا کی۔

فَلَا صَدَقَ کا عطف اِجْتِسَبَ کے مضمون پر ہے کیونکہ استفہام سے مراد ہے  
 زجر اور کسی چیز پر زجر کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چیز واقع ہو چکی ہو۔ اسی لئے اس پر زجر کی جاتی ہے  
 تو گو یا مطلب اس طرح ہو گا۔

انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں نہیں جوڑیں گے اور اس کو قیامت کے دن دوبارہ  
 زندہ کر کے نہیں اٹھائیں گے۔ اسی لئے نہ وہ تصدیق کرتا ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے۔  
 صَدَقَ وَصَلَّى کی ضمیریں الا انسان کی طرف راجع ہیں۔

کلام کی رفتار بتا رہی ہے کہ آیت میں عدی بن ربیعہ مراد ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ۷۵،  
 ۳۔ لیکن لغوی کے نزدیک ابو جہل مراد ہے یہ تعین شخصی اس وقت مراد ہوگی اگر الْاِنْسَانُ  
 کے الف لام کو ال عہدی قرار دیا جائے لیکن اگر الف لام جنسی ہو تو عدی، ابو جہل اور ان  
 جیسے سب انسان، الا انسان میں داخل ہوں گے و تفسیر منظر ہی ہے  
 ۷۵ : ۳۲ — وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ بلكہ اس نے تکذیب کی (رسول کی) اور رآپ  
 پر ایمان لانے سے، منہ پھیر لیا۔

تَوَلَّىٰ ماضی واحد مذکر غائب تَوَلَّىٰ (تَفَعَّلٌ) مصدر۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے  
 پیٹھ پھیری۔ تَوَلَّىٰ کا تعدیہ خیب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے،  
 والی یا حاکم ہونے کے ہوتے ہیں جیسے کہ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ فَاِنَّهُ مِنَّمْ (۵۱ : ۵)  
 اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے تو وہ انہی میں سے ہے اور جب عَنْ کے ساتھ  
 متعدی ہو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے  
 معنی ہوتے ہیں جیسے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَا اَنْتَ بِمَلُومٍ (۵۴ : ۵۱) تو ان سے اعراض کرو

تم کو رہاری طرف سے، کوئی طاقت نہ ہوگی۔

۳۳:۴۵ — یَتَمَطَّى - مضارع واحد مذکر غائب تَمَطَّى (لَفَعْلٌ) مصدر سے۔ غرور سے  
اکڑتا ہوا۔ ناز سے ملکتا ہوا۔ ذَهَبَ کے فاعل سے حال ہے۔

۳۴:۴۵ — اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی - اَوْلٰی افعال التفضیل کا صیغہ ہے (جملہ بددعا یہ ہے) زیادہ  
لائق۔ زیادہ قریب۔ زیادہ مستحق رولی سے، جس کے معنی بے درپے اور مسلسل واقع ہونے کے ہیں  
اور اسی لحاظ سے قریب ہونے کے معنی میں آیا ہے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ  
۶:۳۳) پیغمبر مومنوں پر ان کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں  
جب اَوْلٰی کا صلہ لَام واقع ہو (جیسا کہ آیت زیر مطالعہ میں) تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے  
آتا ہے اس صورت میں برائی اور خرابی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے  
معنی ہوں گے۔

سو اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی کے معنی ہوں گے: تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے، گذشتہ کلام  
میں یَتَمَطَّى تک الا لسان کا ذکر بصیغہ غائب تھا۔ یہاں خطاب کی ضمیر نفرت اور حقارت  
کے اظہار کے لئے لائی گئی ہے۔

۳۵:۴۵ — ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی : ثُمَّ یہاں تراخی فی الرتبہ کے لئے آیا ہے ایسے موقع  
پر معنی ہوتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر، یعنی تیرے لئے اس سے بھی بڑھ کر خرابی اور بربادی ہو۔  
اسی معنی میں حضرت علی کا شعر ہے:-

فَعَارٌ ثُمَّ عَارٌ ثُمَّ عَارٌ - شِقَاءُ الْمَرُوءِ مِنْ اَكْلِ الطَّعَامِ :  
شرم کی بات ہے بہت شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے۔ کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہو جائے  
۳۶:۴۵ — اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًى ، جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے  
اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ : ملاحظہ ہو ۳:۴۵ متذکرۃ الصدر، کیا انسان خیال کرتا ہے اَنْ مصدر یہ  
معنی کہ: یُتْرَكَ مضارع مجہول (منصوب بوجہ عمل اَنْ) شَرَّكَ (باب نصر) مصدر۔ وہ چھوڑ  
دیا جاتے گا۔ سُدًى - بے قید، مہل۔ کہ نہ کسی بات پر مامور ہو اور نہ کسی چیز سے اسے  
روکا جائے۔ اِسْدَاؤُ (افعال) مصدر سے جس کے معنی مہل چھوڑ دینے کے ہیں۔ اسم ہے  
واحد اور جمع دونوں کے لئے مساوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔

سُدًى - بے کار چھوڑے ہوئے اونٹ۔ شربے مہار۔ سُدًى - یُتْرَكَ  
کی ضمیر نائب فاعل سے حال ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا انسان یہ سوچتا ہے کہ اس کو یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا نہ کسی کام کا حکم دیا جائے گا اور نہ کسی فعل سے منع کیا جائے گا۔ حالانکہ انسان کی پیدائش کی غرض ہی پابندی امر و نہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَهُ (۵۶: ۵۶) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔

۳۷: ۷۵ — أَلَمْ يَكُنْ لَطْفَةً مِّنْ مَّتَنِي يُمْنِي: حمد مستأنف ہے، انسان کے خیالِ بالا کے ابطال کے لئے آیا ہے۔ آ: ہمزہ استفہامیہ ہے۔ لَمْ يَكُنْ مضارع نفی مجہولم کیادہ نہیں تھا۔

لَطْفَةً فعل لَمْ يَكُنْ کے فاعل سے حال ہے ایک لطف کی حالت میں۔ لطف مائع چیز کا وہ قطرہ جو بوقت مجامعت مرد کے آگے تناسل سے اچھل کر عورت کے رحم میں ٹپک جاتا ہے۔ اس کی جمع لُطْفٌ ہے۔

مِنْ مَّتَنِي لطفہ کی صفت، منی کا قطرہ،

يُمْنِي مضارع مجہول واحد مذکر غائب، جو ٹپکایا جاتا ہے جو ٹپکایا گیا۔ اس میں ضمیر نائب فاعل منی کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

کیادہ نہیں تھا (ابتداء میں) منی کا ایک (حقیر) قطرہ جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے  
۳۸: ۷۵ — ثُمَّ كَانَ عِلْقَةً: ای صار المنی قطعاً ورجا مد بعد اربعین  
يَوْمًا (مدارك التنزيل)۔ پھر وہ منی ایک منجذ خون کا لوتھڑا بن گئی۔  
فَخَلَقَ فَسْوَى - فَ تَعْقِبَ كَا - سَوَى ماضی واحد مذکر غائب - تَسْوِيَةً  
رتفعیل، مصدر سے، جس کے معنی بندی یا پستی میں برابر بنانے کے ہیں۔ پھر اس نے پورا پورا بنایا۔ ای فخلق الله منه بشرًا سويا۔ (مدارك)۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس لوتھڑے سے ایک مکمل انسان پیدا کیا۔  
۳۹: ۷۵ — فَجَعَلَ مِنْهُ التَّوَجِينَ، پھر اس انسان کا زوج (دو ہم نظیر شکلوں کا جوڑا) بنایا۔

الدَّكَرَ وَالْأُنثَى، مرد اور عورت۔ یہ زوجین کا بدل ہے۔  
۴۰: ۷۵ — أَلَيْسَ ذَلِكَ: آ: ہمزہ استفہامیہ اقراری ہے۔ یعنی قادر ہے۔ لَيْسَ

ماضی کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اَلْیَسَ کیا وہ نہیں ہے۔ اس سے صرف ماضی کی گردان آتی ہے؟ مضارع؟ امر، اسم فاعل، اسم مفعول، اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ غیر منصرف کہلاتا ہے افعال ناقصہ میں سے ہے اور ماضی کا معنی رکھتا ہے۔

ذَلِکَ اِیْ هُوَ الَّذِیْ فَعَلَ هَذَا وَالنِّسَاءُ الْاَشْیَاءُ اَوَّلُ سُوْرَةٍ - وہ ذات کہ جس نے یہ سب کچھ بنایا۔ اور ہر چیز کو اول مرتبہ نیت سے ہست کر دیا۔ خدائے پاک ذات خالق کائنات،

— اَنْ یُّحِیِّیَ الْمَوْتٰی - اَنْ مصدر یہ۔ یُّحِیِّیَ مضارع واحد مذکر غائب یہاں مضارع  
مبغنی مصدر ہے۔ زندہ کرنے پر۔

الْمَوْتٰی - مِیَّتٌ کی جمع ہے۔ مُرْدٌ -

ترجمہ ہوگا:-

تو کیا ایسی ذات اس پر قدرت نہیں رکھتی کہ مُرْدُوں کو زندہ کر دے؟

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ بَلٰی -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

# (۷۶) سُورَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ (۳۱)

۷۶:۱ — هَكَأَ آتَى: استفہام تقریری ہے ہكْ مَبْنِي قَدْ ہے۔ بِيْكَ اَچھا ہے بے شك گذر چکا ہے۔ عَلَى الْاِنْسَانِ۔ انسان سے عام انسان مراد ہے یا حضرت آدم علیہ السلام

اگلی آیت میں الا انسان کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ اسے لطف امتحان سے پیدا کیا۔ امام فخر الدین رازی نے دونوں جگہ الا انسان سے مراد عام انسان لیا ہے (مراضوار القرآن) — حِينٌ: طَائِفَةٌ مَّحْدُوْدَةٌ مِّنَ الزَّمَانِ الْمَمْتَدِ الْخَيْرِ الْمَحْدُوْدَةٌ (برضاوی) طویل و لا محدود زمانہ کا ایک محدود حصہ:

الدَّهْرُ: طویل، غیر محدود زمانہ

— لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكَوْرًا جملہ محل نصب میں ہے اور الا انسان سے حال ہے لَمْ يَكُنْ مضارع نفی جہدہلم۔ وہ نہیں تھا۔ شَيْئًا موصوف مَذْكَوْرًا۔ ذِکْرًا سے اسم مفعول۔ صفت شئی کی۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ۔

انسان پر ایک ایسا وقت گذرا ہے کہ اس وقت نہ یہ دنیا میں موجود تھا نہ اہل دنیا میں اس کا تذکرہ تھا۔ کوئی انسان کے نام سے واقف نہ تھا۔

۷۶:۲ — نَطَفَتْ اَمْشَاجٌ موصوف و صفت نطفة قطرة منی،

اَمْشَاجٌ۔ مَشِجٌ يَمْشِجُ مَشِجٌ (باب نصر) معنی ملانا۔ خلط ملط کرنا، سے مشتق ہے اَمْشَاجٌ معنی مخلوط یہ جمع ہے اور نطفہ کی صفت استعمال ہوا ہے نطفہ اگرچہ لفظاً واحد لکن معنی اس بنا پر جمع لیا گیا ہے کہ اس میں مزد و عورت کا نطفہ (پانی) مخلوط ہوتا ہے:

اور ہر لطف اجزا، خواص، رقت، توام کے لحاظ سے مختلف و منفرد ہوتا ہے  
**نَبِّئْتَلِيْنِيْ**: مضارع جمع منکلم **اِبْتِلَاءٌ** (افتعال) مصدر سے ضمیر مفعول واحد مذکر  
 قاتب کا مرجع الانسان ہے، ہم اس کی آزمائش کریں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی  
 ہیں :-

۱:- یہ خَلَقْنَا کے فاعل سے حال ہے والمراد مریدین ابتلائے و اختبارة بالامر  
 والنہی (مدارک التنزیل، روح المعانی)  
 اور مراد ہماری اس کی آزمائش اور امتحان اور نوواہی کا مکلف بنانے کے  
 بعد لینا تھا۔

۲:- یہ معلول ہے جس کی علت الانسان کو لطف امتحان سے پیدا کرنا ہے لام علت  
 محذوف ہے۔ ای خلقته لختبرہ بالامر والنہی تاکہ اوامر و نوواہی کے ذریعہ اس کی  
 آزمائش کریں۔ (تفسیر خازن)  
 اور جگہ قرآن مجید میں ہے :-

الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَتِيكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۶۷: ۲۲) اسی  
 نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے  
**فَجَعَلْنٰهُ**۔ ف سبب ہے ای بسبب ذلك (جلالین) کا ضمیر مفعول واحد مذکر  
 الانسان کے لئے ہے۔ ہم نے اس کو بنایا۔

سَمِيْعًا بروزن (فعل) صفت مشبہ کا صیغہ ہے سننے والا۔ اسماء حسنیٰ میں سے  
 ہے جب یہ حق تعالیٰ شاد کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت  
 ہر شے پر حاوی ہو۔

**بَصِيْرًا**۔ بروزن فعیل معنی فاعل ہے معنی دیکھنے والا۔

ترجمہ ہو گا :-

یے شک ہم نے انسان کو ایک لطف مخلوط سے پیدا کیا۔ تاکہ ہم اس کی آزمائش کریں  
 بدیں وجہ ہم نے اس کو سنتا اور دیکھتا بنا دیا۔

۶۷: ۲۶ — اِنَّا هَدٰۤىنٰهُ — هَدٰۤىنَا ماضی جمع منکلم هِدٰۤىۃ (باب ضرب) مصدر  
 معنی ہدایت یاب کرنا۔ راستہ بتا دینا۔ ہدایت کرنا۔ سہلائی برائی کے حصول کے فطری راستے  
 بتا دینا۔ یہاں اس کا مطلب ہے ہم نے اس کو حق کا راستہ بتا دیا۔



۶ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔

السَّبِيلُ : منصوب بوجه مفعول هَدَيْنَا كے۔ والتبیل الطریق السوی

سیدھا راستہ، راہِ حق۔

إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا : اِمَّا یعنی اگر، یا۔ شَاكِرًا شکر سے اسم

فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ شکر گزار، احسان مند۔

كَفُورًا۔ كُفْرَانٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ واحد مذکر۔ بُرانا شکر۔ بُرَا احسان

فراموش۔

شَاكِرًا اور كَفُورًا کے انتصاب میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ دونوں ۶ ضمیر مفعول واحد مذکر سے حال ہیں۔

۲۔ کلام یوں ہے : انا هدینا السبیل لیکون اما شاکرًا واما کفورًا۔ ہم نے

اس کو راہِ حق بتادی اب چاہے وہ شکر گزار بنے یا چاہے احسان فراموش بنے۔

عربی میں کہتے ہیں ۱۔

قد نصحت لك ان شئت فاقبل وان شئت فاترك مني في تحج

نصیحت کر دی ہے اب چاہے قبول کر یا چھوڑ دے۔

۱۳۔ اِمَّا مرکب ہے اِنُّ شرطیہ اور مَا زائدہ سے۔ اِی بینا لہ الطریق ان شکر

و ان کفر۔ ہم نے اس کو سیدھا راستہ بتا دیا ہے اگر وہ شکر گزار ہوتا ہے یا وہ

انکار کرتا ہے (یہ اس کی مرضی ہے)۔

۷: ۴۶۔ اَعْتَدْنَا ماضی جمع مشکلم اِعْتَادٌ (افعال) مصدر ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

سَلْسِلًا : سِلْسِلَةٌ کی جمع ہے زنجیریں۔ بعض کے نزدیک یہ جمع منتهی المجموع کے وزن پر ہے

اور یہ قائم مقام دو اسباب منع صرف کے ہے۔ اسی لئے غیر منصرت ہے اور بدیں وجہ اس

پر تنوین نہیں آئی

اَعْلًا لًا۔ غُلٌّ کی جمع۔ طوق، ہتھکڑیاں۔ غُلٌّ اس شے کو کہتے ہیں جس سے قید

کیا جاتے اور اس میں اعضا باندھ دیئے جائیں۔

— سَعِيْرًا دھکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَعْرٌ سے جس کے معنی آگ بھڑکانے

کے ہیں۔ بروزن فعیلٌ بمعنی مفعول ہے۔

سَلْسِلًا وَاَعْلًا لًا۔ و سَعِيْرًا منصوب بوجه مفعول فعل اَعْتَدْنَا کے ہیں

۷۶: ۵ — أَلَا تَبَارَكَ: نیک لوگ، تَبْرًا تَبَارُّوا کی جمع۔ (باب ضرب، سمع) مصدر، معنی نیک ہونا۔ راست باز ہونا۔ سَبْرٌ (باب نصر، ضرب)، اچھا سلوک کرنا۔ اطاعت کرنا۔ أَلْبَرٌ جَعْرٌ کی ضد ہے۔ (اور اس کے معنی خشکی کے ہیں) پھر وسعت معنی کے لحاظ سے اس سے أَلْبَرٌ کا لفظ مشتق کیا گیا ہے جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنا کے ہیں اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے إِنَّكَ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ (۲۸: ۵۲) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهُ (یعنی بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی)

چنانچہ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی ثواب عطا کرنے کے ہوتے ہیں اور جب اس کی نسبت بندہ کی طرف ہو تو اطاعت اور فرمانبرداری کے ہوتے ہیں۔ اَبْرَارٌ سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو اپنے ایمان میں سچے اور اپنے رب کے فرمانبردار ہیں لِيَشْرَبُونَ: مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب شَرِبٌ (باب سمع) مصدر، وہ پئیں گے مِنْ كَأْسٍ: كَأْسٍ شَرِبَتْ (کوئی بھی پینے والی چیز، پانی وغیرہ) سے بھرے ہوئے برتن کو کہا جاتا ہے۔ مثلاً شَرِبْتُ كَأْسًا طَيِّبَةً میں نے پاکیزہ پیالہ پیا۔ یعنی پیالہ میں پاکیزہ شربت پیا۔

مِنْ كَأْسٍ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ مِنْ اِبْتَدَائِهِ یعنی ابرار پینے کی چیزیں پینے کے برتن سے پئیں گے۔

۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پینے سے پینے کی چیز مراد ہو اس وقت مِنْ زَائِدَةٍ ہوگا۔

۳۔ مِنْ تَبَعِيضِهِ ہے یعنی کچھ شربت پئیں گے،

۴۔ مِنْ بَيَانِهِ ہے۔ سوال ہے کہ کیا پئیں گے جواب ہوگا شربت پئیں گے۔

== كَانَ مِزَاجَهَا كَأْفُورًا - كَانَ فَعْلٌ نَاقِصٌ مِزَاجٌ مِضَافٌ اِسْمٌ كَانَ هَا مِضَافٌ اِلَيْهِ لِضَمِيرٍ وَاحِدٍ مَوْثِقٌ غَائِبٌ كَأْسٌ صَحِيحٌ (ہے) كَأْفُورًا - اس کی خبر مِزَاجٌ مصدر ہے۔ باہم ملانا۔ ملا کر یک ذات کرنا۔ ملاوٹ، ملاوٹ کے بعد جو ایک جدید کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کو بھی مزاج کہتے ہیں۔ مِزَاجٌ يَمْتَزِجُ (باب نصر) مِزَاجٌ باہم پانی سے ملانا۔ ترجمہ ہوگا۔

جس میں کافور کی آمیزش ہوگی:

## فائدہ :

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کافور نہ تو پینے والی چیز ہے اور نہ ہی اس کا ذائقہ مرغوب ہے تو بہشت کے اس مشروب کو خصوصی طور پر کافور کیوں بیان کیا گیا ہے؟  
جواب یہ ہے کہ:-

- ۱۔ بہشت کی نعمتیں دنیوی نعمتوں سے کئی گنا بہتر ہوں گی ان کو اس دینا کے نام سے بیان کرنا محض انسان کو سمجھانے کے لئے ہے
  - ۲۔ کافور سے مراد یہ بھی لی جاسکتی ہے کہ ٹھنڈک اور سکون آوری میں وہ ہمیشہ مشروب کافور کی مانند ہوگا
  - ۳۔ سکون مشروب کے پینے سے اور اس کی خوشبو سے حاصل ہوتا ہے ہو سکتا ہے کہ اس کو پیتے وقت کافور کی سی خوشبو آئے گی۔
- ۶:۷۶ — عَيْنًا لِبَعْضِ كَافُورِ بَهْشْتِ مِّنْ اَكْبَحِ حَيْثُمَا كَانَتْ هِيَ اس صورت میں  
عَيْنًا كَافُورًا سے بدل ہے۔

اس صورت میں مطلب ہو گا:-

کدہ مشروب جو ابرار لوگ بہشت میں پئیں گے اس میں چشمہ کافور کا شربت بھی شامل ہوگا  
لِشْرَابٍ بِهَا۔ اس کی تشریح میں علامہ پانی پتی ج رقمطراز ہیں۔  
بارزائدہ ہے۔ اس کو پئیں گے۔ یا۔ لیشرب لذت کے معنی کو متضمن ہے اور يَلْتَذُّ  
کے مفعول پر ت آتی ہے اس لئے لیشرب کے مفعول پر بھی ت لائی گئی ہے۔ یا مَمْرُوجًا  
مخروف ہے بِهَا اس سے متعلق ہے۔ یا۔ باد ابتدائے کے معنی میں ہے اس سے پئیں گے  
عِبَادًا لِلّٰهِ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر لیشرب کا فاعل، جسے اللہ کے بندے  
پئیں گے۔

— يُفَجِّرُونَ نَهَا تَفَجِيرًا۔ يُفَجِّرُونَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَفَجِيرًا تَفْعِيلُ مصدر  
وہ بہا کرے جائیں گے۔ وہ اسر چشمہ میں سے کاٹ کر نکال کر لے جائیں گے۔

الفجر کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ فَجْرَتُهُ  
فَالْفَجْرُ: میں نے پانی کو پھاڑ کر بہا یا پس وہ بہہ گیا۔

صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے  
ہا ضمیر واحد مؤنث غائب عَيْنًا کے لئے ہے تَفَجِيرًا مفعول مطلق، مصدر کو تاکید کے لئے

لایا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے بندے جنت کے اندر اپنے مکانوں اور محلات میں اور نیچے جہاں چاہیں گے اشارہ سے لے جائیں گے بلندی یا پستی یا اس قسم کی کوئی اور چیز اس میں رکاوٹ نہ بن سکے گی۔

۷۶ : ۷۶ — یُوَفُّونَ بِالنَّذْرِ حِمْدًا مستأنف ہے جس میں ابرار کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ان اعمال حسنا اور اخلاق حمیدہ کا بیان ہے جن کی وجہ سے ان کو جنت کی مذکورہ بالا نعمتیں عطا ہوں گی۔

یُوَفُّونَ مضارع جمع مذکر غائب (افعال) مصدر وہ پوری کرتے ہیں۔ وافی مادہ۔ الْوَافِي مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔

النَّذْرِ۔ بطور اسم، بمعنی منت بطور مصدر بمعنی منت مانتا۔ نذر کا لغوی معنی ہے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا۔

النذر کی تشریح کرتے ہوئے فقہاء کرام لکھتے ہیں۔

النذر هو ایجاب المكلف علی نفسه من الطاعات ما لم یوجبہ لہ یلزمہ۔ یعنی کسی مکلف (عاقلاً بالغ مومن کا) اپنے اوپر کسی ایسی چیز کا (نیکی اور عبادت کا) واجب کر لینا۔ کہ اگر وہ خود اس کو لازم کرے تو یہ اس پر لازم نہ ہو۔

گویا ابرار کی پہلی صفت یہ ہوگی کہ وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔

وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا : اس جملہ کا عطف جملہ سابق پر ہے  
كَانَ فَعْلٌ نَاقِصٌ شَرُّهُ رَمِضَانُ مِضَانُ الِیَوْمِ اسْمٌ كَانٌ۔

مُسْتَطِيرًا۔ اسْتَمَطَارٌ (استفعال) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر صفت ہے یَوْمًا کی۔ یَوْمًا سے مراد روز قیامت ہے۔

مادہ ط ی سے مشتق ہے بمعنی پھیلا ہوا۔ عام۔ طَيْرَانٌ کا اصل معنی ہے اڑنا مجازاً کبھی اس سے سرعت رفتار مراد ہوتی ہے۔ جیسے فَرَسٌ مُطَارٌ۔ تیز رفتار گھوڑا۔ کبھی منتشر ہونا۔ اور پھیلنا۔ جیسے عُبَارٌ مُسْتَطَارٌ پھیلا ہوا غبار۔ اسْتَطَارَ الْحَرِيقُ :

آگ بہت پھیل گئی۔ اسْتَطَارَ الْفَجْرُ۔ صبح کی روشنی بہت پھیل گئی۔ اسی مادہ سے ہے طَائِرٌ بمعنی پرندہ۔ طَيَّارَةٌ۔ بمعنی ہوائی جہاز۔ اور مَطَارٌ ہوائی اڈہ، ایرپورٹ شَرُّهُ (مضاف مضاف الیہ) اس کا شر۔ اس کی برائی۔ اس کی ہولناکی۔

یعنی قیامت کے روز آسمان پھٹ جائیگا۔ آسمان خاک ہو کر اڑ جائیگا۔ پہاڑ ریزہ



عَبَسَ وَعَبَّوْا سُبْحَانَكَ رَبَّنَا رَبِّهِمْ كَيْفَ كَانَتِ سَخِرَاتِهِمْ ۚ قَدْ جَاءَ الْيَوْمَ أَهْلَهُم بِغَبْرَةٍ مِّنْكَ يَوْمَئِذٍ كَانَتِ سَخِرَاتِهِمْ ۚ قَدْ جَاءَ الْيَوْمَ أَهْلَهُم بِغَبْرَةٍ مِّنْكَ يَوْمَئِذٍ كَانَتِ سَخِرَاتِهِمْ ۚ

ہوا ہے۔ علامہ احمد فیومی نے مصباح میں لکھا ہے کہ ۱۔

عبس الیوم کے معنی ہیں دن کے سخت ہونے کے۔ اس اعتبار سے یوم عبوس کے معنی سخت دن کے ہیں۔

اور قاموس میں یَوْمًا عَبُوسًا کی تشریح میں لکھا ہے:

ای کر یھا تعبیس منه الوجوه - ایسا مکروہ دن کہ جس سے منہ بگڑ جائیں۔

علامہ خازن نے تصریح کی ہے کہ ۱۔

یوم کو جو عبوس سے موصوت کیا ہے یہ مجاز ہے جس طرح کہ نہارہ صائم بولتے ہیں اور اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے کہ جس نے اس دن کا روزہ رکھا ہے۔

غرض مطلب یہ ہوا کہ اس دن میں لوگوں کے چہرے اس کے ہول اور شدت سے بگڑ جائیں گے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ ۱۔

چونکہ اس دن میں سختی اور شدت ہے اس لئے اس کو عبوس سے موصوف کیا گیا ہے قَطْرًا : مصیبت اور رنج کا بہت طویل دن۔ (یعنی روز قیامت، اصل محاورے میں قَطْرَتِ النَّاقَةِ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹنی دم اٹھا کر ناک چڑھا کر، منہ بنا کر مکروہ شکل اختیار کرے۔ اس معنی کی مناسبت ہر مکروہ، بُرے، رنج دہ دن کے لئے استعمال ہونے لگا۔

اصل مادہ قطر ہے م زائدہ ہے۔ جملہ سابقہ کی طرح یہ جملہ بھی حالیہ ہے۔

آیت کا ترجمہ ہو گا۔

ہم ڈرتے ہیں اس روز کے اللہ کے عذاب سے جو بڑا ترس اور سخت ہے۔

۷۶: ۱۱ — فَوْقَهُمْ اللَّهُ - ف سببیہ ہے، وَ قِ (دہ بچالے گا) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وَقَايَةٌ (باب ضرب)، مصدر۔ وَ قِ مادہ۔

یہاں اگرچہ فعل ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور واقعہ کا تعلق مستقبل سے ہے؛ مستقبل کی تعبیر ماضی کے صیغہ سے اس لئے کر دی ہے کہ گویا ایسا ہو ہی گیا۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع الْأَنْبِيَاءُ ہے جن کا اوپر ذکر چلا آ رہا ہے؛ مطلب یہ کہ ۱۔ بہ سبب اس کے کہ وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور مسکینوں، یتیموں،

اور اسبوں کو خدا کی رضا کی خاطر اور روز قیامت کی سختی کے خوف سے کھانا کھلاتے ہیں اور ان سے کسی شکرگذاری اور اجر کی خواہش نہیں رکھتے اللہ ان کو روز قیامت کے شر سے بچالے گا۔

شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ : ذَٰلِكَ اسم اشارہ الیوم مشار الیہ دونوں مل کر شَرَّ مضاف کا مضاف الیہ۔ اس دن کے شر سے۔ جملہ فعل وقی کا مفعول ہے شَرَّ سے مراد اس دن کی سختیاں وَ لَقَّهْمُ لَٰضِرَّةً وَّ سُورَةً ۱۔ واو عاطفہ لقی ماضی (مبغنی مستقبل) واحد مذکر غائب تَلْقِيَةً (تفعیل) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اور ان کو عطا کرے گا۔ اصل میں لقی کا مطلب ہے کسی کی طرف کسی چیز کو پھینکنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ کَلَّمَآ اَلْقَىٰ فِيهَا فَوْجًا (۸:۶۷) جب بھی اس میں کوئی جتھا پھینکا جائیگا اس لئے تَلْقِيَةً کا مطلب ہے پھینکنا۔ لیکن اللہ کی طرف سے تَلْقِيَةً کا مطلب ہے وحی، عطا۔ لَٰضِرَّةٌ اسم منصوب۔ تروتازگی۔ رونق چہرہ کی

چنانچہ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:

وَجُودًا يَوْمَئِذٍ نَّٰضِرَةٌ (۲۲:۷۵) کسی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے، لقی کا مفعول ثانی۔

سُرُورًا ۱۔ خوشی۔ جو خوشی کہ اندر چھپ رہی ہو اس کا نام سُورہ ہے۔ لقی کا مفعول

سوم ہے۔

اس آیت سے لے کر آیت ۲۱ تک ان العلامات کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عالم آخرت میں عطا فرمائے گا۔

۱۲:۷۶ — وَ جَزَاهُمْ اَبْمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّ حَرِيْرًا ۱۔ واو عاطفہ، جزئی ماضی (مبغنی مستقبل) واحد مذکر غائب جَزَاوُ (باب ضرب) مصدر۔ وہ بدلہ دے گا۔ وہ جزا دے گا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول اول، ان کو۔ بَ بیبہ۔ ما موصولہ۔ صَبَرُوا اصلہ اور وہ ان کو صبر کے بدلہ میں عطا کرے گا۔ جَنَّةٌ : جنت۔ مفعول دوم۔ وَ حَرِيْرًا اور ریشمی لباس مفعول سوم۔ حریر۔ ریشم (اسم ہے)

۱۳:۷۶ — مُتَّكِنِيْنَ فِيْهَا عَلٰی الْاَرَآئِكِ ۱۔ جملہ حال ہے۔ جَزَاهُمْ کی ضمیر مفعول هُمْ سے۔ مُتَّكِنِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب مُتَّكِيٌّ واحد۔ اِتِّكَاؤٌ و اِفتعال، مصدر۔ تکیہ لگاتے ہوئے۔ پیچھے کو گاؤ تکیہ سے سہارا لگاتے ہوئے۔ فِيْهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جنت ہے اَلْاَرَآئِكِ اریکتہ کی جمع۔ بہت سے تخت۔ اِرْنِيْكَ

اس تخت کو کہتے ہیں جو مزین ہو اور جس پر پردہ لگا ہوا ہو۔

لَا يَرَوْنَ فِيهَا - لَا يَرَوْنَ، مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں دیکھیں گے۔  
وہ نہیں پائیں گے۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب (مفعول فیہ) کا مرجع جنت ہے  
شَمًّا مفعول دوم۔ سورج بمعنی سخت گرمی۔  
وَلَا زَمَهْرُورًا۔ مفعول سوم۔ زَمَهْرُورٌ۔ سخت ٹھنڈ۔ مطلب یہ کہ۔ وہاں جنت میں  
نہ سخت گرمی ہوگی اور نہ سخت ٹھنڈ ہوگی بلکہ وہاں کی ہوا معتدل اور خوشگوار ہوگی۔  
جملہ محل نصب میں ہے اور هُمْ ضمیر مفعول سے حال ہے۔ یا متکسین کی ضمیر فاعل  
سے حال ہے۔

۷۶: ۱۴ — وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلُّهَا؛ اس جملہ کا عطف جملہ ما قبل پر ہے۔ اور اُسی  
طرح یہ بھی حال ہے۔ دَانِيَةً۔ دُوُوُ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث  
یعنی قریب، نزدیک، بھکنے والی، لٹکنے والی۔ ظِلُّهَا مضاف مضاف الیہ۔ ان کے سائے  
جنت کے (باغوں کے) سائے۔

ترجمہ ہوگا۔

اور جنت کے باغوں کے سائے ان پر جھک رہے ہوں گے۔

وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا؛ اس کا عطف دَانِيَةً پر ہے جیسے فَالِقِ الْأُصْبَاحِ  
وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا (۶: ۶۹) میں جعل کا عطف فَالِقِ پر ہے۔ یا دَانِيَةً کے  
ذو الحال سے حال ہے اور ذو الحال کی طرف راجع ہونے والی ضمیر محذوف ہے یعنی ذُلِّلَتْ  
لَهُمْ (تفسیر منطہری)

ذُلِّلَتْ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ تَذْلِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ وہ لپٹ  
کردی گئی۔ وہ مسخر کردی گئی۔ وہ تابع کردی گئی۔

قُطُوفُهَا۔ قُطُوفٌ جمع قِطْفٌ کی۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہا کا مرجع جنت کے  
بھل ہیں۔

قِطْفٌ مصدر۔ درخت سے بھل توڑنا۔ قِطْفٌ وہ بھل جو درخت سے توڑے  
جائیں۔ (خواہ توڑے گئے ہوں یا توڑے نہ گئے ہوں۔ توڑے جانے کے قابل ہوں)  
یہاں وہ بھل مراد ہیں جو اہل جنت کھڑے بیٹھے توڑ سکیں گے۔

تَذْلِيلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر ہے۔ بطور مفعول مطلق برائے تاکید استعمال ہوا ہے۔ ذِلَّ



صعوبت کی ضد ہے۔ مطلب یہ کہ جنت کے باغوں کے پھلوں کا حصول ان کے لئے آسان بنا دیا جائے گا۔

۷۶: ۱۵- وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِانْنِيَةِ مِّنْ فِضَّةٍ وَاَوْ عَاطِفٍ هِيَ يَه بِيَانِ سَابِقِ كَاتِمَةٍ هِيَ جَنَّتِيوں  
کے لئے سہنے سہنے اور میووں اور پھلوں کے علاوہ سامان خورد و نوش بھی شاہانہ ہوگا۔

يُطَافُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِطَافَةٌ (افعال) مصدر۔ دور چلایا جائیگا  
عَلَيْهِمْ اُنْ پر۔ یا اُنْ میں۔ یعنی بہشتیوں میں۔

۱۲ اِنْنِيَةِ جمع اِنَاوْ کی جیسے اَكْسِيَةِ جمع ہے كِسَاوْ کی (کبیل) یا اَغْطِيَةِ جمع ہے عِطَاوْ  
کی، (پردہ)

مِنْ بیانیہ ہے۔ فِضَّةٍ۔ چاندی۔ یعنی چاندی کے بنے ہوئے برتن۔

مطلب ہے کہ خورد و نوش کی چیزیں چاندی کے بنے ہوئے برتنوں میں مہیا کی جائیں گی!  
وَاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔ اور آنجورے جو  
شیشے کے ہوں گے۔

اَكْوَابٍ جمع ہے كُوْبٍ کی اس آنجورے یا پیالے کو کہتے ہیں جس کا دستہ نہ ہو  
اَلْكُوْبَةُ اس ڈگڈگی کو کہتے ہیں جو تماشہ کے وقت مداری بجاتے ہیں۔  
كَانَتْ قَوَارِيرًا صفت ہے اَكْوَابٍ کی، قَوَارِيرًا جمع ہے فَاوْرِرَةٍ کی  
شیشہ۔ شیشے کا برتن، گلاس ہو یا صراحی یا کچھ اور۔ چاندی کے قواریر ہونے کا مطلب یہ ہے  
کہ چاندی کی سفیدی اور شیشے کی طرح صفائی ان برتنوں میں ہوگی۔

كَانَتْ اگر فعل تام ہے تو قَوَارِيرًا حال ہوگا یعنی وہ کوزے بنے ہوتے ہیں اور  
مثل بلور کے ہیں اور كَانَتْ فعل ناقص لیا جائے تو قَوَارِيرًا اس کی خبر ہوگا۔ یعنی وہ کوزے  
صفائی بلوری جام کی طرح ہیں (تفسیر مظہری)

۷۶: ۱۶- قَوَارِيرًا مِّنْ فِضَّةٍ یہ جملہ بدل ہے پہلے قَوَارِيرًا کا جو آیت ۱۵ میں آیا ہے  
قَدَّرُوْهَا تَقْدِيرًا۔ یہ جملہ صفت ہے قَوَارِيرًا کی۔

قَدَّرُوْا ماضی کا صیغہ۔ جمع مذکر غائب۔ تَقْدِيرٌ (تفعیل) مصدر۔ ہا ضمیر مفعول  
واحد مؤنث غائب کا مزج قواریرا ہے۔ وہ یعنی اہل جنت کے خادم، پینے والوں کی  
خواہش کے بقدر دیں گے۔

تَقْدِيرًا مفعول مطلق ہے اور تَاكِيْدًا لایا گیا ہے۔

وَلْيُسْقَوْنَ فِيهَا - وادعاطفہ، اس کا عطف جملہ يُطَافُ عَلَيْهِمْ پر ہے۔ يُلْتَفُونَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب سَقَى مصدر (باب ضرب) مصدر۔ اور وہ پلائے جائیں گے۔ یعنی ان کو پینے کے لئے دیا جائے گا۔

فِيهَا اى فى الجنة۔

اَلَا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيلًا : (ایسی شراب کے جام جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی زنجبیل، سونٹھ، جنت میں ایک چشمہ کا نام۔ نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵ متذکرۃ الصدر۔  
۷: ۱۸ — عَيْنًا فِيهَا: اگر زنجبیل کو چشمہ کا نام کہا جائے تو عَيْنًا اس سے بدل ہوگا۔  
ورنہ کَمَا سے بدل ہوگا۔ اور مضاف محذوف ہوگا۔

تُسْتَى سَلْبِيلًا۔ اس چشمہ کا نام سلبیل ہے جو مشروب آسانی کے ساتھ حلق میں اتر جائے اور خوش گوار ہو وہ سلبیل ہے سَلَسَل سَلَسَاكًا وَسَلْبِيلًا آسانی اور خوش گواری کے ساتھ حلق میں اتر گیا۔

۷: ۱۹ — وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ۔ اس جملہ کا عطف بھی يُطَافُ عَلَيْهِمْ پر ہے۔

يَطُوفُ مضارع واحد مذکر غائب، طُوفَ (باب نصر) مصدر چکر لگاتے رہیں گے + ان کی خدمت کے لئے گھومتے ہونگے۔  
وِلْدَانٌ جمع وِلْدٌ واحد بچے، جنت کے غلمان۔ مُّخَلَّدُونَ، تَخْلِيدٌ (تفعل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر: سدا رہنے والے، یعنی زمیں گے اور نہ بوڑھے ہوں گے۔

اِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْشُورًا ۱۔ اس میں پہلا جملہ شرط ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔

جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ کبھرے ہوئے موتی ہیں۔ حَسِبْتَهُمْ حَسِبْتَ ماضی واحد مذکر حاضر، حَسِبَانٌ (باب حَسِبَ يَحْسِبُ) مصدر بمعنی گمان کرنا۔ خیال کرتا۔ سمجھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو نے ان کو جانا۔ تو نے ان کو خیال کیا :  
تو ان کو سمجھے یا خیال کرے۔

لُؤْلُؤًا مَّنْشُورًا ۱۔ موصوف و صفت، کبھرے ہوئے موتی، لُؤْلُؤًا کی جمع لُؤْلُؤٌ ہے۔ مَنْشُورٌ۔ نَشْرٌ (باب ضرب) نصر، مصدر سے اسم مفعول واحد

مذکر ہے۔ بکھرا ہوا۔ لَوْلُوا مَنشُورًا هُمْ ضمیر مفعول سے حال ہے  
 ۲۰: ۷۶ — وَإِذَا رَأَيْتَ نَمًّا — وَأُو عاطفہ رایت ماضی واحد مذکر حاضر رَأَيْتَ فعل  
 متعدی ہے لیکن یہاں ظاہر یا مقدر اس کا مفعول مذکور نہیں ہے لہذا قائم مقام فعل لازم  
 کے ہے۔

نَمًّا بمعنی وہاں۔ وہیں، اس جگہ۔ اہم اشارہ ہے مکان بعید کے لئے آتا ہے اور  
 باعتبار اصل کے ظرف ہے۔ یہاں رایت کے ظرف مکان کے طور پر آیا ہے بمعنی وہاں۔  
 یعنی جنت میں۔

إِذَا کی مختلف صورتیں ہیں:-

- ۱- یہ ظرف زمان ہے۔ (زجاج۔ ریاشی)
- ۲- یہ ظرف مکان ہے (مبرد، سیوریہ)
- ۳) اکثر و بیشتر إِذَا شرط ہوتا ہے۔

مفسرین نے تینوں معنوں میں اس کا استعمال کیا ہے۔

- ۱- ظرف زمان: اور جب تو وہاں (کی نعمتیں) دیکھے گا۔ تو تجھ کو وہاں بڑی نعمت اور شاہی  
 سازد سامان نظر آئے گا۔ (تفسیر حقانی)
  - ۲- ظرف مکان۔ اور جہر بھی تم وہاں دیکھو گے تمہیں نعمتیں ہی نعمتیں اور وسیع مملکت نظر آئیگی  
 (تفسیر ضیاء القرآن)
  - ۳- إِذَا شرطیہ۔ اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے  
 (تفسیر ماہدی)
- مطلب یہ کہ جنت میں نعمتیں ہی نعمتیں نظر آئیں گی اور ایک وسیع مملکت ہوگی جو خداوند  
 کریم نے اپنے ایک ایک بندے کو دیدی ہے  
 نَعِيمًا۔ اسم منصوب۔ کثیر نعمت، مُلْكًا بادشاہی، سلطنت (باب ضرب محمد  
 بھی ہے) مُلْكًا کا عطف نَعِيمًا پر ہے اور کَبِيرًا صفت ہے مُلْكًا کی۔ بڑی وسیع  
 مملکت۔

۲۱: ۷۶ — عَلَيْهِمْ ثِيَابٌ سُدُّ سِي خَضِرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ عَلَيْهِمْ ان کے  
 اوپر کی پوشاک۔ جو چیز اوپر ہے اور بالا ہو وہ عالی ہے۔ اوپر کی پوشاک میں بھی چونکہ  
 یہ بات موجود ہے اس لئے وہ بھی عالی ہے اور یہاں اس لفظ سے یہی معنی مراد ہیں۔ عالی نے

مضاف (یعنی فوق) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ عالی منصوب بوجہ ظرفیت کے ہے، ای فوق، هُمْ کی ضمیر کا مرجع اہل جنت ہیں نہ کہ ان لڑکوں کے لئے ہے جو اہل جنت کی خدمت کے لئے دوڑے پھرے ہوں گے (تفہیم القرآن جلد ششم فٹ نوٹ نمبر ۳۳ زیر آیت

۲۱۔ سورۃ الدھر

ثِيَابُ ثَوْبٍ کی جمع ہے کپڑے۔ لباس

سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم، باریک دیا۔ خُضْرٌ سبز، ہرے۔ أَخْضَرُ، خَضْرَاءُ

کی جمع (أَفْعَلُ فَعْلًا، فَعْلٌ کے وزن پر)

إِسْتَبْرَقٌ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔ دیا۔

ثِيَابُ خُضْرٌ مبتدا۔ مَوْخِرٌ عَلَيْهِمْ خبر مقدم ہے :

ثِيَابُ سُنْدُسٍ مضاف مضاف الیہ خُضْرٌ صفت ہے ثِيَابِ کی، وادعاطفہ، سندس

مبتدا، مَوْخِرٌ عَلَيْهِمْ خبر مقدم (

ترجمہ ہو گا:-

ان (اہل جنت) کے اوپر لباس ہو گا سبز باریک ریشم کا۔ اور ریشم کے نزدیک موٹے کپڑے کا

وَحَلَوْا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ۔ وادعاطفہ، حَلَوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب

تخلیہ و تفعیل، مصدر۔ یعنی زیور پہنانا۔ ان کو زیور پہنایا گیا۔ ان کو آراستہ کیا گیا۔

حَلَى زَيْوْرٌ۔ (واحد) حَلَى جمع۔ جیسے تَدَى کی جمع تَدَى ہے (یعنی پستان)

حَلَوْا ماضی یعنی مستقبل ہے ان کو پہنائے جائیں گے۔ وہ پہنائے جائیں گے۔

أَسَاوِرَ سِوَارٍ کی جمع۔ کنگن، پہنچیاں، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے،

مِنْ فِضَّةٍ میں مِنْ بیان ہے۔ چاندی کی بنی ہوئی۔ چاندی کی،

اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

آیت ۱۸-۲۱ میں ہے يُحَلَوْنَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (ان کو وہاں سونے

کے کنگن پہنائے جائیں گے)

صاحب تفہیم القرآن اس فرق کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:-

سورۃ الکہف ۳۱ میں فرمایا گیا ہے وَيَحَلُونَ فِيهَا مِنْ أَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ۔ اور یہی

مضمون سورۃ الحج ۲۲ آیت ۲۳ اور سورۃ فاطر ۲۵-۲۳ میں بھی ارشاد ہوا ہے ان سب

آیتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو تین صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ کبھی وہ چاہیں گے تو سونے

کے کنگن پہنیں گے۔ اور کبھی چاہیں گے تو چاندی کے کنگن پہنیں گے دونوں چیزیں ان کے حسب خواہش موجود ہوں گی۔

دوسرے یہ کہ سونے اور چاندی کے کنگن وہ بیک وقت پہنیں گے کیونکہ دونوں کو ملا دینے سے حُسن دو بالا ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جس کا جی چاہے گا سونے کے کنگن پہنیگا اور جو چاہے گا چاندی کے کنگن استعمال کرے گا۔ (تفسیر القرآن جلد ششم سورۃ الدھرہ ص ۲۳ نوٹ نمبر ۲۳)  
وَسَقِيهِمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ۱۔ اس کا عطف جملہ سابق پر ہے سَقِيَ ماضی  
(یعنی مستقبل م واحد مذکر غائب سَقِيَ (باب ضرب) مصدر۔ یعنی پلانا۔ هُمْ ضمیر مفعول  
جمع مذکر غائب کا مرجع اہل جنت ہے۔

رَبُّهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ شَرَابًا طَهُورًا موصوف صفت منصوب بوجہ  
مفعول فعل سَقِيَ۔ اور ان کا پروردگار ان کو شَرَابًا طَهُورًا پلائے گا۔  
شَرَابًا طَهُورًا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

علامہ بیضاوی کہتے ہیں ۱۔

ان اقوال سے بہتر وہ قول ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہاں شراب کی ایک اور خاص قسم  
مراد ہے جو دونوں مذکورہ اقسام (متصف بہ مزاج کافور و متصف بہ مزاج زنجبیل) سے اعلیٰ  
ہے اسی کو عطا فرمانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے اور اسی کو شراب طہور فرمایا  
کیونکہ اس کو پینے والا تمام حسی لذتوں کی طرف میلان اور غیر اللہ کی رغبت سے پاک ہو جاتا ہے  
صرف جمال ذات کا معائنہ کرتا ہے اور دیدار الہی سے لطف اندوز ہوتا ہے اور یہ صدیقین  
کے درجہ کی انتہا ہے اور ابرار کے ثواب کا اختتام ہے :

۲۲:۷۶ — اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً ۚ اِنَّ حَرِيَّتَ تَحْقِيقِ هٰذَا اِسْمِ اِسْتِثْنَاءِ  
جس کا مشاعرہ الیہ وہ نعمتیں اور فیوض ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ جو ابرار کو ان کے اعمال صالحہ کے  
بدلے میں جنت میں ان کو دیتے جائیں گے ۚ هٰذَا اِسْمِ اِسْتِثْنَاءِ جَزَاءً خَبْرَ اَنْ اِسْمِ اِسْتِثْنَاءِ  
سے قبل عبارت قِيلَ لَهُمْ محذوف ہے۔

یعنی اہل جنت سے کہا جائے گا یہ بھی تمہاری حیرت اور تمہاری دنیاوی کوششوں  
ایمان اور عمل صالح اور محبت الہی کا بدلہ جو تمہارے لئے پہلے سے تیار تھا۔

وَكَانَ سَعْيَكُمْ مَشْكُورًا ۱۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابق پر ہے كَانَ فعل ناقص

سُعِيكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ اسم کان مَشْكُورًا اس کی خبر۔ اور کہا جائے گا: تمہاری کوششیں مقبول ہوئیں۔

مَشْكُورًا کا معنی مقبول، پسندیدہ، ستائش کے لائق۔ قابل ثواب:

۲۳:۷۶ — تَزَّلْنَا. ماضی جمع متکلم تنزیل (تفجیل) مصدر۔ بطور مقول مطلق تاکیداً

لایا گیا ہے، مراد یہ کہ قرآن مجید کو ہم نے آیت آیت کر کے نازل کیا۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

مراد یہ ہے کہ آیت آیت کر کے نازل کیا ایک دم مجموعہ نازل نہیں کیا۔ نَحْنُ مسند الیہ مبتدأ ہے تَزَّلْنَا خبر فعلی ہے۔ جملہ کو اِنَّا سے شروع کیا ہے تَزَّلْنَا خود جمع متکلم ہے لیکن نَحْنُ کا اس پر اضافہ کر کے فاعل کی طرف فعل کی اسناد کو مکرر کر دیا۔ یہ طرز کلام کلام کو بہت موکدہ کر دیتا ہے اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ تفریق کے ساتھ قرآن کو نازل کرنے میں حکمت اور مصلحت ہے (ایک دم مجموعہ نازل کرنے سے وہ مصلحت اور فائدہ حاصل نہیں ہوتا) پھر فعل کی نسبت اپنی طرف کرنے سے اختصاص کا بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے (کہ ہم نے ہی نازل کیا ہے کسی دوسرے نے نہیں یہ فعل ہمارا ہی ہے) اور حکیم کا فعل پُرآز حکمت ہوتا ہے۔ (خدا حکیم ہے اس کا یہ فعل حکمت سے خالی نہیں)

۲۴:۷۶ — قَاصِبٌ لِحُكْمٍ رَبِّكَ فِ سَبَبِيَّةٍ ہے (ف سے پہلے کا کلام بعد والے حکم کا سبب ہے۔ یعنی جب تم نے نیکوں اور بڑوں کا حال جان لیا۔ اور جزاء و سزا کی تاخیر کا سبب بھی جان لیا۔ تو کافروں کی طرف سے پہنچنے والے دکھ پر صبر کرو۔ کافروں کو عذاب دینے کی جلدی مت کرو۔ کافروں پر فتح یاب ہونے میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس سے رنجیدہ نہ ہو اور جب تم جانتے ہو کہ قرآن خدا نے ہی نازل کیا ہے تو اس کے تشریحی احکام پر صبر کرو۔

اَصْبِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو صبر کرو۔

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ: وَاَوْعَاطِفْ، لَا تُطِعْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر۔ تو اطاعت نہ کرو۔ تو حکم نہ مان۔

مِنْهُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔

۱۲ اَتِمًّا اَوْ كَفُورًا ۱۔ اَتِمًّا: (باب سح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ گناہ کرنے والا۔ گنہگار۔ اَوْ یعنی یا۔ كَفُورًا (باب نصر) مصدر

صفت مشبہ منصوب۔ ناشکرا۔ ناشکر گزار۔ کافر (مراد وہ کافر جو کفر کی طرف بلانے والا ہے)

**فَائِدَة ۵ :-** اَوْ مَبْنِي يَا كَيْ اسْتِمَال سے مشبہ پیدا ہوتا ہے کہ اٰثِمًا يٰ كُفُوْرًا  
کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے یعنی اختیار دیا گیا ہے کہ تم آثم اطاعت مت کرو یا کفور  
کی اطاعت مت کرو، دونوں میں سے کسی ایک کی اطاعت مت کرو۔ یعنی ایک کا کہنا مت  
مانو دوسرے کا مانو،

اس مشبہ کا ازالہ یہ ہے کہ اٰثِمًا اَوْ كُفُوْرًا دونوں نکرہ ہیں جو تحت النقی عموم کا  
فائدہ دیتا ہے اس لئے ممانعت میں عموم کا فائدہ دیا جا رہا ہے یعنی کوئی گناہ کی دعوت نہ  
یا کفر کی یا دونوں کی تم کسی کی اطاعت مت کرو اگر بجائے اَوْ کے آیت میں واو ہوتا تو یہ  
مطلب ہو جاتا کہ اس شخص کی اطاعت مت کرو جو تم کو اثم اور کفر دونوں کی دعوت دیتا  
ہو اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تنہا اثم یا صرف کفر کی دعوت دیتا ہو کی اطاعت نہ کرو۔

(تفسیر مظہری)

اٰثِمًا اَوْ كُفُوْرًا دونوں لَا تُطْعَمُ کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں  
۲۵: ۷۶ = وَاذْكُرْ اِسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ وَاَوْ عَاطِفًا اذْكُرْ فَعْلٌ اَمْرٌ  
واحد مذکر حاضر۔ بِكْرًا بِاب نَصْرٍ مَّصْرَسَ۔ جس کے معنی یاد کرنے یا ذکر کرنے کے ہیں  
اِسْمَ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر اذْكُرْ کا مفعول۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کر۔  
یہاں ذکر سے مراد نماز پڑھنا ہے۔ اِی وَصَلٌ لِرَبِّكَ اپنے رب کی نماز پڑھ۔ بُكْرَةً دِنِ  
کا اول حصہ۔ یا اس سے مراد فجر کی نماز ہے۔ اَصِيْلًا ثَمَامٌ۔ عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو  
کہتے ہیں۔ دِنِ کا پچھلا حصہ۔ اس سے مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں۔ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا منصوب  
بوجہ مفعول فیہ ہونے کے یا بوجہ اذْكُرْ کے ظرف ہونے کے۔

۲۶: ۷۶ = وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ۔ وَاَوْ عَاطِفًا، مِّنْ تَبْعِيضِهِ ہے اور رات کے  
بعض حصہ میں۔ فَاسْجُدْ مِّنْ وَتِ زَائِدَةٌ ہے اور اَمَّا شَرْطِيَّةٌ ہے جو مقدر ہے۔ اصل کلام  
یوں ہے۔ وَاَمَّا مِّنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ (تفسیر مظہری)

اَسْجُدْ فَعْلٌ اَمْرٌ وَّاحِدٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ، سَجُوْدٌ (باب نَصْرٍ) مَصْرَسٌ۔ تو سجدہ کر۔ یہاں سجدہ  
مراد نماز پڑھنا ہے۔ یہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔

وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا۔ سَبِّحْ فَعْلٌ اَمْرٌ وَّاحِدٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ، تَسْبِيْحٌ (تَفْعِيْلٌ) مَصْرَسٌ

لا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رت ہے تو اس کی تسبیح بیان کر۔ تو اس کی پاکی بیان کر۔  
لَيْلًا مَفْعُولٌ فِيهِ - رات کو، رات کے دوران۔

طَوِيلًا - لمبا۔ طویل۔ دراز، طُولُ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد  
مذکر ہے۔ یہاں طَوِيلًا مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی تَسْبِيحًا طَوِيلًا۔ مراد اس سے  
ادھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش ہے۔ (تفسیر منظر ہی)  
تسبیح سے مراد نماز شب ہے۔ مدارک التنزیل میں ہے۔

ای تہجد لہ ہزاعًا طویلًا من الیل ثلثیہ او نصفہ او ثلثہ۔ اس کے لئے  
تہجد کی نماز پڑھ۔ رات کے طویل حصہ میں اس کا دو تہائی یا نصف یا اس کا ایک تہائی حصہ۔  
۶: ۲۷ - اِنَّ هُوَ لَءِیُّ مَجْبُوْنٍ الْعَاجِلَةِ وَاَیُّ مَجْبُوْنٍ وَرَاۤءَ هُمْ یَوْمًا ثَقِيْلًا  
اِنَّ حرف تحقیق ہے۔ خبر کی تحقیق و تاکید مزید کے لئے آتا ہے۔ اپنے ام کو نصب اور خبر کو  
رفع دیتا ہے۔

هُوَ لَءِیُّ اسم اشارہ اسم اِنَّ۔ یَجْبُوْنُ الْعَاجِلَةَ جملہ فعلیہ خبر اِنَّ۔ یَجْبُوْنُ مضارع  
جمع مذکر غائب اِحْبَابٌ (افعال) مصدر۔ وہ پسند کرتے ہیں۔ وہ دوست رکھتے ہیں۔ وہ  
محبت رکھتے ہیں۔

الْعَاجِلَةُ: جلد ملنے والی۔ دینا اور دنیا کی آسودگی مراد ہے۔ عَجَلٌ اور عَجَلَةٌ  
رَبَابِ سَمْعٍ مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے  
ترجمہ:-

بے شک یہ لوگ جلد آنے والی (یعنی دنیا) کو پسند کرتے ہیں۔  
وَ یَذَرُوْنَ..... اس کا عطف یَجْبُوْنَ..... پر ہے۔ اور یَجْبُوْنَ کی طرح اِنَّ کی خبر ہے  
یَذَرُوْنَ جمع مذکر غائب وَ ذَرٌّ (باب سَمْعٍ) مصدر سے بمعنی چھوڑ دینا۔ اس مصدر کے  
صرف مضارع اور امر کے صیغے آتے ہیں۔ اور چھوڑ دیتے ہیں۔ وَرَاۤءَ هُمْ مضاف مضاف الیه  
ان کے آگے یا پس پشت۔

یَوْمًا: یَذَرُوْنَ کا مفعول۔ موصوف ثَقِيْلًا صفت یَوْمًا کی۔  
ترجمہ:-

اور اپنے پس پشت چھوڑ دیتے ہیں بھاری دن کو۔  
یَوْمٌ کو ثقیل اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن معاملہ بہت سخت ہوگا: گویا وہ دن



سخت اور بھاری ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ جو مکہ کے کافر لوگ ہیں یہ سب کچھ دنیا کے لئے کرتے ہیں اور اسی کے ہی خواہاں ہیں۔ اور آخرت کو انہوں نے مہلک رکھا ہے اس لئے آپ ان کے کہنے پر نہ چلیں۔ گو یا یہ پورا جملہ کفار کی اطاعت کی ممانعت کی علت ہے۔

۷۶: ۲۸ - نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ - ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔

وَشَدَّ دُنَا اسْرَهُمْ: اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے شَدَّ دُنَا ماضی جمع متکلم شَدَّ باب نصر و ضرب، مصدر سے جس کا معنی مضبوط باندھنے کے ہیں۔ اسْرَهُمْ مضاف مضاف الیہ ان کی جوڑ بندی، ان کی قید کی بندش (حاصل مصدر) الْأَسْرُ کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں یہ اسْرَتِ الْعُتْبِ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں میں نے پالان کو مضبوطی سے باندھ دیا۔ قیدی کو اسیر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ رسی وغیرہ سے باندھا ہوتا ہے۔

آیت نڈا میں "ہم نے ان کی بندش کو مضبوطی سے باندھ دیا" میں اس حکمت الہی کی طرف اشارہ ہے جو انسان کی ہیئت ترکیبی میں پائی جاتی ہے۔ قدرت الہی نے انسان کے مختلف اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ پھٹوں، ریشوں اور رگوں کے ذریعے بڑی بختگی سے جوڑ دیا ہے سب اعضاء اپنے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں اس کے باوجود ایک دوسرے سے پیوستہ بھی ہیں۔ ایک دوسرے کی قوت و طاقت کا ذریعہ بھی ہیں ایک دوسرے کا بوجھ بھی اٹھاتے ہوئے ہیں۔ اگر اسی ایک بات پر تم غور کرو تو تمہارے شکوک و شبہات کے بادل سب چھٹ جائیں گے۔ (راعب، ضیاء القرآن)

وَإِذَا شِئْنَا بَدَلْنَا لَنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا - شِئْنَا کا مفعول محذوف ہے  
أَيِ اهْلًا كَرِهْنَا أَوْ تَبْدِيلَهُمْ:

إِذَا مَبْنِي حَب، شِئْنَا کا ظرف۔ شِئْنَا ماضی جمع متکلم مشیئة (باب سمع) مصدر، ہم نے چاہا۔ ہم چاہیں۔ اس کا عطف شد دنا پر ہے۔ یہ جملہ شرطیہ ہے۔ بَدَلْنَا أَمْثَالَهُمْ جواب شرطیہ ہے۔ بَدَلْنَا ماضی جمع متکلم تَبْدِيلًا (تَفْعِيلٌ) مصدر ہم نے بدل ڈالا۔ ہم بدل ڈالیں۔ أَمْثَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی مثالیں، ان سے تَبْدِيلًا مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے

ترجمہ ہوگا:-

ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ مضبوط کئے ہیں۔ اور جب ہم چاہیں ان کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں۔ (مودودی)

مودودی صاحب تفہیم القرآن کے فٹ نوٹ میں رقم طراز ہیں:

إِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَلَهُمْ تَبْدِيلًا اس جملہ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔

ایکے یہ کہ ہم جب چاہیں انہیں ہلاک کر کے ان ہی کی جنس کے دوسرے لوگ ان کی جگہ لا سکتے ہیں۔ جو اپنے کردار میں ان سے مختلف ہوں گے۔

دوسرے یہ کہ ہم جب چاہیں ان کی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں۔ یعنی جس طرح ہم کسی کو تندرست اور سلیم الاعضا بنا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ کسی کو مفلوج کر دیں کہ کسی کو

لقوہ مار جائے اور نونوں بیماری یا حادثہ کا شکار ہو کر اپنا بیج ہو جائے۔

تیسرے یہ کہ ہم جب چاہیں موت کے بعد ان کو دوبارہ کسی اور شکل میں تبدیل کر سکتے ہیں:

۷۶: ۲۹ — إِنَّ هَذِهِ تَذْكَرَةٌ — إِنَّ حَرْفَ تَحْقِيقٍ حَرْفٌ مِثْلُ الْفِعْلِ هَذِهِ (یہ سورہ

یاریہ آیات) اسم اشارہ واحد مؤنث (اسم ان) تَذْكَرَةٌ — إِنَّ کی خبر، بروزن تَفْعِلَةٌ باب تفعیل کا مصدر۔ یاد دہانی، نصیحت، یاد کرنے کی چیز،

ترجمہ ہوگا:-

یہ (آیات یاریہ سورہ) ایک نصیحت ہے۔ (سب کے لئے)

فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا: ف عطف کے لئے ہے، یعنی پس، پھر،

مَنْ شرطیہ ہے۔ شَاءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَشِيئَةٌ (باب سماع) مصدر۔

شَاءَ اصل میں شِئْتُ تھا۔ یہی متحرک ماقبل مفتوح۔ اس کو الف سے بدلا۔ اس نے چاہا۔

اس نے ارادہ کیا۔ اتَّخَذَ۔ ماضی واحد مذکر غائب: اتَّخَذَ (افتعال) مصدر یعنی اختیار کرنا۔ پسند کرنا۔

سَبِيلًا۔ راستہ۔ راہ۔ سبیل۔ منصوب بوجہ اتَّخَذَ کے مفعول ہونے کے ہے۔

سبیل کا استعمال ہر اس شے کے لئے ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی شے تک پہنچا جاسکے خواہ

وہ شے شر ہو یا خیر۔ نیز واضح راستہ بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے۔ یہ لفظ مذکر بھی استعمال

ہوتا ہے جیسے وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا اور اگر راستی کا راستہ

دیکھیں تو اسے (اپنا) راستہ نہ بنائیں۔ اور بطور مؤنث بھی مستعمل ہے جیسے قُلْ هَذِهِ

سَبِيلِي (۱۲: ۱۰۸) کہہ دو میرا راستہ تو یہ ہے۔  
ترجمہ ہوگا۔

پھر جس نے چاہا اس نے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لیا۔ یا پس جس کا  
جی چاہے اپنے رب کے قرب کا راستہ اختیار کرے۔

۳۰: ۷۶ — وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ مَا نَفِيهِ، تَشَاءُونَ مَضَارِعَ كَا  
صیغہ جمع مذکر حاضر، اَلْاَحْرَفُ اسْتِنَارَ اَنْ مُصَدِرِيہ۔ تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے بجز اس کے  
کہ اللہ خود چاہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲۹: ۷۶ متذکرۃ الصدر)

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا : اِنَّ حَرْفَ تَحْقِيقٍ اللّٰهُ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ عَمَلٍ اِنَّ كَانَ  
کا اسم ہے۔ عَلِيْمًا حَكِيْمًا كَانَ کی خبر ہیں۔ بے شک اللہ بڑا علیم و حکیم ہے۔  
عَلِيْمٌ عَلِمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے خوب جاننے والا۔ وَاَوْعَاطِفٌ مَحْذُوفٌ  
حَكِيْمًا كَا عَطَفٌ عَلِيْمًا پَر ہے حَكِيْمًا حِكْمَةً سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہہ کا صیغہ ہے  
حکمت والا۔

۳۱: ۷۶ — مَنْ يَشَاءُ : مَنْ مَوْصُولٌ يَشَاءُ اس کا صلہ اس کا فاعل اللہ ہے  
وہ جسے اللہ چاہتا ہے۔ مَنْ يَشَاءُ مَفْعُولٌ ہے يَدْخِلُ كَا۔ اور اس کا فاعل بھی  
اللہ ہے۔ رَحْمَتِيہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ كَا مَرْجِعٌ يَحْيَى اللّٰهُ  
ترجمہ ہوگا۔

اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔

رحمت سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک جنت ہی ہے۔ (روح المعانی۔ الیہ التفائیر)

تفسیر مظہری

کیونکہ آخرت میں جنت ہی محل رحمت ہے۔ (تفسیر مظہری)  
وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا. وَاَوْعَاطِفٌ، الظَّالِمِينَ مَفْعُولٌ فَعْلٌ مَحْذُوفٌ كَا  
ای ویکفأ الظالمین اور وہ ظالموں کو دھتکارتا ہے۔ يَكْفَأُ كَا عَطَفٌ يَدْخِلُ پَر ہے۔  
حسب محاورۃ قرآنی سیاق میں ظالم سے مراد کافر ہی ہیں۔ جنہوں نے اپنے ارادہ  
واختیار سے کام نہ لیا۔

ای الکافرین۔ رمدارک، اے المشرکین (معالم) وھم الکافرون (جہانین)  
أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا، جملہ حالیہ ہے (ان ظالمین کا حال یہ ہے کہ ان کے لئے اس کے

در دناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

أَعَدَّ مَا ضَىٰ وَاحِدٌ مِّنْكَ غَائِبٌ أَعْدَادُ (افعال) مصدر۔ اس نے تیار کیا ہے

اس نے تیار کر رکھا ہے۔

عَدَّ أَبًا أَيْنَمًا۔ موصوف و صفت؛ در دناک عذاب، دکھ دینے والا عذاب

أَلَمْ يُأَلِّمُوا أَنْبَاءَهُمْ (افعال) مصدر سے بروزن فَعِيلٌ مَبْعُوثٌ فَاعِلٌ ہے۔

عَدَّ أَبًا بوجہ اَعْدَاءِ کے مفعول ہونے کے منصوب ہے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۷۷) سُورَةُ الْمُرْسَلَاتِ مَكِّيَّةٌ (۵۰)

۷۷: ۱۔ وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا۔ واَوْصِيَّة۔ الْمُرْسَلَاتِ اسم مفعول جمع مَوْث : الْمُرْسَلَةُ واحد۔ اِرْسَالٌ (افعال) رَسَلٌ اَوْنٌ یا بکری پیہم نرم رفتار کو کہتے ہیں۔ اگر یکے بعد دیگرے قطار در قطار ہو کر گھوڑے یا اونٹ آئیں یا آدمی آئیں تو جَاءُوا اِرْسَالًا کہا جاتا ہے۔

آیت ہذا ادراگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً

۱۔ الْمُرْسَلَاتِ :

۲۔ الذُّصِفَاتِ :

۳۔ النَّشْرَاتِ :

۴۔ الْغُرُقَاتِ :

۵۔ الْمُلْقِيَاتِ :

ان چیزوں سے جن کی قسم کھائی گئی ہے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً۔

۱۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد ملائکہ ہیں : (مقاتل)

۲۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوا میں ہیں : (مجاہد) قتادہ

۳۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد ایک قسم کی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ متعدد چیزیں مراد ہیں پھر اس میں بھی مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ بعض کہتے ہیں پہلی چار چیزوں سے مراد ہوا میں ہیں۔ اور پانچویں سے ملائکہ

۲۔ بعض کہتے ہیں کہ اول دونوں سے مراد ہوا میں ہیں۔ اور اخیر تینوں سے ملائکہ ہیں۔

۳۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد آیات قرآنیہ ہیں۔ (فراء)

۳:- یہ بھی احتمال ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد نفوس انبیاء ہیں۔  
چونکہ جمہور مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ ان سے مراد ہوائیں ہیں لہذا ہم یہاں سے  
ہوائیں مراد لے کر تشریح کریں گے۔  
عُرْفًا۔ نیکی، احسان، بخشش، متواتر، پے درپے۔ عرف کا استعمال دو معنی میں  
ہوتا ہے۔

ایک بمعنی 'معروف'، یعنی نیکی اور نیک کام۔

دوسرے پے درپے۔

مخادرمہ ہے جَاءَ الْقَوْمُ عُرْفًا عُرْفًا؛ یعنی لوگ پے درپے اور لگاتار ایک دوسرے  
کے پیچھے آئے۔ اس معنی میں یہ عرف الفرس سے ماخوذ ہے۔ 'معرف فرس' گھوڑے  
کے ایال (گردن کے بلبلے بال) کو کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح ایال کے بال لگاتار ایک دوسرے  
کے پیچھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی آمد و رفت ہوتی،  
آیت والمرسلات عُرْفًا میں دونوں معنی کئے گئے ہیں۔ یعنی نیکی اور خوبی کے ساتھ بھیجی  
ہوتی۔ پاپے درپے بھیجی ہوئی ہوائیں۔

عُرْفًا کے منصوب ہونے کی چار وجہیں ہو سکتی ہیں:-

۱۔ مفعول لہ ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی الْمُرْسَلَاتِ لِجَلِ الْعُرْفِ اس صورت  
میں عُرْفٌ بمعنی خوبی و احسان ہوگا۔

۲۔ حال ہونے کی وجہ سے یعنی متتابعاً۔ (پے درپے) یعنی اس حال میں بھیجی گئیں کہ وہ پے  
درپے بھتیں۔

۳۔ مفعول مطلق ہے بمعنی مصدر۔ اور ارسالا کے معنی دے بمعنی المرسلات ارسالا  
اس صورت میں بھی ارسالا بمعنی لگاتار اور پے درپے ہوگا۔

۴۔ منصوب ہے بنبرع خافض (زیادینے والے حرف کو حذف کرنا) بمعنی المرسلات بالعرف  
اس صورت میں عرف بمعنی معروف ہوگا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

قسم ہے ان ہواؤں کی جو پے درپے بھیجی جاتی ہیں یعنی وہ ہوائیں جو پیہم چلتی ہیں نرم نرم  
خوشگوار، روئیدگی میں مدد دینے والی۔ ابراٹھانے والی۔ بابرکت،  
۲:۷۷ — فَأَلْعِصْفَاتٍ عَصْفًا۔ ف عطف ہے اس کا عطف المرسلات پر ہے

عَصْفًا مصدر کو بطور مؤکد لایا گیا ہے۔

پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو تند و تیز چلتی ہیں۔ عَصِفَات جھونکا دینے والی۔ وہ ہوائیں جو تیز و تند چلتی ہیں۔ آندھیاں۔ وہ ہوائیں جو چیزوں کو توڑ کر بھس بنا دیں۔ کیونکہ عصف بھس کو کہتے ہیں۔ عَصْفُ باب ضرب، مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔

۷۷:۳ — وَالنَّشْرِاتِ نَشْرًا وَاَوْقِیْهِ، النَّشْرِاتِ نَشْرًا (باب ضرب) مصدر بمعنی پھیلا نا اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث نَاشِرَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث۔ (ابر کو) پھیلانے والی اور اس کو اٹھا کر بارش لانیوالی ہوائیں۔ نَشْرًا مصدر کو بطور مفعول مطلق تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

ترجمہ اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادل کو پھیلا کر اٹھا کر بارش لاتی ہیں: اس جملہ کا عطف المرسلات پر ہے۔

۷۷:۴ — فَالْفُرْقَاتِ فُرْقًا۔ ف عاطفہ، وَاَوْقِیْهِ مَحذُوفٌ۔ الْفُرْقَاتِ فُرْقًا (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ الْفَارِقَةُ وَاحِدٌ فُرْقًا مصدر جو کہ بطور تاکید لایا گیا ہے۔ اس کا عطف بھی مرسلات پر ہے۔

ترجمہ پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو (بادلوں کو) پارہ پارہ کرنے والی ہیں۔ فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا۔ ف عاطفہ وَاَوْقِیْهِ مَحذُوفٌ۔ الْمُلْقِيَاتِ الْقَاءُ (افعال) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔

بقول ابن کثیر بالاجماع یہاں مراد فرشتوں کی جماعت ہے، جو اللہ کی وحی کو انبیاء تک پہنچانے والے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن نے ان پانچ چیزوں سے ہوائیں مراد لیتے ہوئے یہ ترجمہ

کیا ہے۔ پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو (دلوں میں) ذکر کا القاء کرنے والی ہیں۔ ذِكْرًا مفعول پر ہے۔

۷۷:۶ — عُدْرًا اَوْ نُدْرًا۔ اس آیت کی تشریح میں متعدد اقوال ہیں جو کتب تفسیر میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

عُدْرًا کے معنی ہیں وہ دلیل کہ جس کے ذریعے عذر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اَوْ نُدْرًا

یعنی ڈرانا۔ ہر دو ذِکْرًا سے بدل ہیں۔

یعنی وہ ذکر جو پہلوں کے لئے الزام اتارنے کے لئے معذرت پیش کرنا اور دوسروں کے لئے اعمال سُوء سے بچنے کے لئے ڈرانا ہے۔ (ملاحظہ ہو لغات القرآن، روح المعانی تفسیر منطہری وغیرہ)

۷۷: ۷۷ — اِنَّمَا تُوعَدُونَ لَوَاقِعٌ: یہ جملہ جوابِ قسم ہے جو آیات متذکرہ بالا میں مذکور ہیں۔

اِنَّمَا مرکب ہے حرفِ تاکید اور مَا بمعنی اَلَّذِي سے: تُوعَدُونَ مضارع مجہول جمع منکر حاضر (باب ضرب) مصدر سے (جس کا) تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت)

لَوَاقِعٌ لام تاکید کا ہے وَاَقِعٌ وَقَعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد منکر۔ اِنَّ کی خبر ہے۔ وہ ضرور وقوع پذیر ہوگی۔ وہ ضرور آئے گی۔

۷۷: ۸ — فَاِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ۔ فَاِذَا شرطیہ ہے اسی طرح اگلی آیات نمبر ۹-۱۰-۱۱ میں اِذَا شرطیہ ہے اور سائے جملے شرطیہ ہیں جن کا جواب محذوف ہے یعنی اس روز اہل جنت اور اہل دوزخ کو جدا جدا کر دیا جائے گا۔

طُمِسَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ طَمَسْتُ (باب ضرب) و نصراً مصدر۔ وہ مٹائی گئی۔ یا بمعنی مستقبل۔ وہ مٹائی جائے گی۔ (وہ ستارے مٹائے جائیں گے، بے نور کر دیئے جائیں گے۔

طَمَسْتُ کا استعمال منوری اور غیر متعدی دونوں طرح پر ہوتا ہے۔ یعنی مٹانے اور محو کر دینے کے معنی بھی آتے ہیں، اور مٹ جانے اور محو ہو جانے کے بھی۔

آیت ندامین بعض اہل لغت نے اس کے معنی ”جب ستارے مٹائے جائیں“ لئے ہیں۔ لیکن ابن سیدہ نے محکم میں تصریح کی ہے کہ بنجم، قسم، بصر، کے ساتھ جب طمس کا استعمال ہوگا تو ”بے نور ہونے“ اور ”روشنی زائل ہو جانے“ کے معنی ہوں گے۔ اسی طرح ازہری نے تہذیب اللغات میں لکھا ہے کہ طموس الکواکب کے معنی ستاروں کے بے نور ہونے اور روشنی ماند پڑ جانے کے ہیں۔

اس اعتبار سے آیت ندامین ستاروں کا بے نور ہونا اور ماند پڑ جانا مراد ہوگا۔

۷۷: ۹ — وَاِذَا السَّمَاءُ فُرِجَتْ (جملہ شرطیہ۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۸ متذکرہ بالا۔



فُرِجَتْ - ماضی مجہول واحد مؤنث غائب فُرُجٌ (باب ضرب) مصدر اور حیب آسمان بھاڑ دیا جائے گا:

۱۰:۷۷ — وَ اِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (جملہ شرطیہ) نُسِفَتْ ماضی مجہول یعنی مستقبل صیغہ واحد مؤنث غائب - نُسِفٌ (باب ضرب) مصدر - اور آسمان ریزہ ریزہ کر کے بکھیر دیئے جائیں گے

۱۱:۷۷ — وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقْتِتَتْ (جملہ شرطیہ) اُقْتِتَتْ ماضی مجہول یعنی مستقبل واحد مؤنث غائب - تَوَقَّيْتُ (تَفْعِيلٌ) مصدر - یعنی وقت مقرر کرنا - اور حیب بنیبروں (کو اکٹھا کرنے) کا وقت مقرر کیا جائے گا -

اُقْتِتَتْ اصل میں وَقَّتَتْ تھا - واو مضموم کو ہمزہ سے بدل لیا کیونکہ ہر وہ واو جو کہ مضموم ہو اور اس کا ضمہ لازم ہو اس کو ہمزہ سے بدلنا جائز ہے - وقت مادہ ۷۷،

ان چاروں جملوں آیات ۸، ۹، ۱۰، ۱۱ کا جواب شرط «تو اس روز اہل جنت اور اہل دوزخ کو جدا جدا کر دیا جائے گا» محذوف ہے - (تفسیر منظر ہی)

۱۲:۷۷ — لِاِیَّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ - لام حرف جار علت کے لئے ہے اِیَّ استفہامیہ ہے - لِاِیَّ یَوْمٍ - کس دن کے لئے - کون سے دن کے لئے -

اُجِّلَتْ - ماضی مجہول واحد مؤنث غائب : تَأْجِلُ (تَفْعِيلٌ) مصدر - دیر کی گئی ملتوی کیا گیا -

لِاِیَّ یَوْمٍ کا تعلق اُجِّلَتْ سے ہے یہ استفہام (نامعلوم چیز کو معلوم کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ مجازاً تعجب اور روز قیامت کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے ہے یعنی حوادث میں تاخیر کیوں ہے - اور ان کے واقع ہونے کا کونسا وقت مقرر کیا گیا ہے -

۱۳:۷۷ — لَیَوْمِ الْفَصْلِ - لِاِیَّ یَوْمٍ سے بدل ہے یعنی حوادث مذکور کی تاخیر و تعجل فیصلہ کے دن کے لئے ہے -

یَوْمِ الْفَصْلِ مضاف مضاف الیہ - فیصلہ کا دن - جس دن تمام مقدمات و اختلافات کا فیصلہ کر دیا جائے گا -

۱۴:۷۷ — وَ مَا اَدْرَاکَ مَا یَوْمَ الْفَصْلِ مَا استفہامیہ ہے بمعنی کیا - کون - کس نے -

اَدْرَاکَ : ماضی واحد مذکر غائب - اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی واقف کرنا -

بتانا۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اور کس چیز نے تجھے بتایا کہ یوم الفصل کیا ہے۔ مطلب یہ کہ تجھے کیا علم کہ یوم الفصل کیا ہے۔ فعل تعجب اظہار تعجب کے لئے ہے تعجب بالائے تعجب یوم الفصل کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ یوم الفصل عظیم الشان چیز ہے تم کو اس کی حقیقت معلوم نہیں نہ اس کی مثل تم نے کوئی دن دیکھا۔ (منظہری)

۷۷: ۱۵ — وَوَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ - وَوَيْلٌ باوجود نکرہ ہونے کے مبتدأ ہے اصل میں مصدر منصوب قائم مقام فعل محذوف کے تھا۔ عدول کر کے اس کو رفع دیا گیا تاکہ اس کے معنی رہلاکت، کے نبات اور دوام پر دلالت ہو جائے (مدارک التنزیل والکشاف) مثال اس کی سلام علیکم ہے۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :-

وَوَيْلٌ مصدر ہے اصل میں اس کا معنی ہے تباہی اور خرابی پیدا ہو جانا۔ یہ جملہ فعلیہ تھا۔ اور وَوَيْلٌ مفعول مطلق ہونے کی بنا پر منصوب تھا۔ اور فعل محذوف تھا۔ مفعول کی بجائے وَوَيْلٌ کو بصورت بتدار مرفوع لایا گیا۔ تاکہ تباہی اور خرابی کے دوام پر دلالت ہو جائے (کیونکہ فعل سے عدول کر کے جملہ اسمیہ کو ذکر کرنا نبات و دوام فعل پر دلالت کرتا ہے) یہ جملہ بدد عانیہ ہے یَوْمَئِذٍ اسم ظرف ہے منصوب، یَوْمٌ مضاف اِذٍ مضاف الیہ۔ اس دن، ابتدأ کا ظرف ہے۔ للمکذبین اس کی خبر ہے۔ مکذبین تکذیب (تفعیل) مصدر کے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ جھٹلانے والے۔ یعنی توحید و رسالت، بعث بعد الموت، سزا و جزا کی تکذیب کرنے والے۔

۷۷: ۱۶ — أَلَمْ نُهْلِكِ الْأَوَّلِينَ - الف استفہام انکاری کے لئے۔ لَمْ نُهْلِكُ مضارع نفی جہد بلم کا صیغہ جمع متکلم اِهْلَاكٌ (افعال) مصدر سے، الْأَوَّلِينَ الْأَوَّلِ کی جمع۔ اگلے۔ پہلے لوگ، کیا ہم نے پہلوں کو غارت نہیں کر دیا تھا۔ (جیسے قوم نوح قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ)

۷۷: ۱۷ — ثُمَّ نَدْبَعُهُمُ الْآخِرِينَ - ثُمَّ یعنی پھر، فَلْيَبْعُ مَضَارِعُ جمع متکلم اتباع (افعال) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان کے پیچھے بھیج دینے ہیں یا بھیج دیں گے۔ الْآخِرِينَ: پیچھے آنے والوں کو، اس سے مراد اہل مکہ کے کفار ہیں جو تکذیب انبیاء کے راستہ پر کفار سلف کی طرح چلتے تھے۔ یعنی ہم پھر ان کفار سلف کے پیچھے ان دوسروں کو چلائیں گے۔ یعنی ان کو بھی ان کی طرح عذاب سے ہلاک کر دیں گے۔

۱۸:۴۴ — كَذٰلِكَ — کاف تشبیہ کا۔ ذٰلِكَ کا اشارہ ہے کفار سلف کے ارتکابِ جرم کی پاداش میں ہلاک ہونا۔

مطلب یہ کہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں۔  
 ۱۹:۴۴ — وَبِئْسَ — الخ: یعنی اللہ کی وعید کی تکذیب کرنے والوں کے لئے اس روز ویل ہے۔

۲۰:۴۴ — اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ: آہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ نَخْلُقْ مضارع نفی جہد بلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا ہم نے تم کو پیدا نہیں کیا۔

مَاءٍ مَّهِينٍ موصوف و صفت، مَهِيْنٌ هُوْنٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ اصل میں مَهْيُوْنٌ تھا۔ بروزن مفعول۔ حقیر، ذلیل، گندہ مراد یہاں لطفہ منی سے ہے۔ کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔ یعنی ضرور کیا ہے

۲۱:۴۴ — فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۔ جملہ کا عطف اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ کے مضمون پر ہے اور فَجَعَلْنٰهُ میں فَ تفسیری ہے تعقیبی نہیں ہے (یعنی جملہ سابقہ کی تفصیل اور شرح اس جملہ میں ہے ایسا نہیں ہے کہ فعل تحقیق کے بعد رحم مادر میں استقرار لطفہ ہوتا ہے)

قَرَارٍ مَّكِيْنٍ: موصوف و صفت، قَرَارٍ۔ آرام کی جگہ، ٹھہرنے کی جگہ۔ پانی ٹھہرنے کی جگہ۔ رحم۔ مکین۔ عزت والا۔ مرتبہ والا۔ محفوظ جگہ، پختہ اور مضبوط جگہ۔ مکانتا (باب کوم) مصدر سے۔ صفت مشبہہ کا صیغہ واحد مذکر، پھر ہم نے رکھ دیا اس کو ایک محفوظ جگہ میں۔ (رحم مادر میں)

۲۲:۴۴ — اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک معینہ مدت تک، یعنی ایک اتنے وقت تک جس کی مقدار عرفاً (عام لوگوں کو) معلوم ہے، یا ایک ایسی مدت تک جو اللہ کو معلوم ہے۔ قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ موصوف و صفت۔ ایک معلوم مقدار۔ ایک معلوم مدت۔

۲۳:۴۴ — فَقَدَرْنَا۔ ف تعقیب کا ہے قَدَرْنَا ماضی جمع مشکلم۔ قَدَرْنَا (باب ضرب) مصدر سے۔ پھر ہم نے ایک اندازہ مقرر کیا۔

(یعنی ہم نے ماں کے پیٹ میں رہنے کا، وقت پیدائش کا۔ پیدا ہونے کے بعد اعمالِ زندگی، مدت زندگی، اور رزق کا اور نیک بخت یا بد بخت ہونے کا ایک اندازہ مقرر کر دیا۔

(تفسیر منطہری)

فَنِعَمَ الْقَدَرُوْنَ: نِعَمَ فعل ہے اور انشاء (بیان) و مدح (تعریف) کے لئے

آتا ہے اس کی گردان نہیں آتی۔

ترجمہ آیت۔

۱، پس ہم کتنے بہتر اندازہ سمجھانے والے ہیں۔ (ضیاء القرآن)

۲، ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔ (فتح محمد جالندہری)

۳، پھر ہم کیا ہی اچھے قادر ہیں۔ (تفسیر حقانی ۱) اَلْقَادِرُونَ اندازہ کرنے والے۔

۷۷: ۲۴ — وَيَلْزَمُ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكِنِّ بَيْنَ — بتا ہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کا

۷۷: ۲۵ — اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا — استفہام تقریری ہے۔ بہتر استفہامیہ

لَمْ نَجْعَلْ مَضَارِعَ نَفِي حَبْلٍ صِفَةٌ مَجْمُوعٍ مُشْكَلٌ — جَعَلَ رَبُّ بَابِ فَتْحٍ (مصدر سے) کیا ہم

نے نہیں بنایا۔ اَلْاَرْضُ مَفْعُولٌ مُجَعَّلٌ كَا — كِفَاتًا مَفْعُولٌ ثَانِي،

صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ کِفَاتٌ جمع کرنے کے مقام کو بھی کہتے ہیں۔ اس صورت

میں مطلب بغیر کسی توجیہ کے بالکل واضح ہے۔ کیا ہم نے زمین کو مخلوق کے جمع کرنے کا

مقام نہیں بنایا۔ (یعنی ضرور بنایا ہے)

مثل مشہور ہے کہ۔

المنازل کفات الاحیاء و المقابر کفات الاموات مکان زندوں کو سمیٹنے

کے مقام ہیں اور قبریں مردوں کو،

اصل عبارت یوں ہوگی۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا لِلْخَلْقِ :

۷۷: ۲۶ — اَحْيَاءٌ وَّ اَمْوَاتًا — اَحْيَاءٌ حَيٌّ کی جمع زندہ لوگ۔ اَمْوَاتًا مَيِّتٌ

کی جمع مردہ لوگ :

دونوں خَلْقٌ (مخزون) سے حال ہیں۔ بدیں وجہ منصوب ہیں۔ (مزید تشریح کے

لئے ملاحظہ ہو تفسیر منطہری۔

۷۷: ۲۷ — وَ جَعَلْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ شَمِخَاتٍ — وَاَوْعَافٍ حَبْلًا كَا عَطْفِ

جسٹہ سابقہ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ پَرَّے فِيهَا میں ضمیرھا وَاَوْعَافٍ غَائِبِ الْاَرْضِ

کے لئے ہے۔ رَوَاسِيَ شَمِخَاتٍ موصوف صفت مل کر جَعَلْنَا کا مفعول :

رَوَاسِيَ جمع ہے رَاسِيَّةٌ کی بمعنی بوجہ۔ پہاڑ۔ رَوَاسِيَ کا استعمال مٹھے

ہوتے پہاڑوں کے لئے ہوتا ہے۔ یہ رَسُوٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز پر قائم

رہنے اور استوار ہونے کے ہیں۔

شَمِخَتْ - شُمُوخٌ (باب فتح) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مونث ہے، یعنی بلند، اونچا۔ رَوَّاسِي شَمِخَتْ بلند و بالا پہاڑ جو ایک جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں  
وَ اسْقَيْنَاكُمْ مَاءً فَرَاتًا: جسد معطوف ہے اس کا عطف جملہ ما قبل پر ہے  
اسْقَيْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم (انفعال) مصدر بمعنی سیراب کرنا۔ پلانا۔ کُم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ مَاءً فَرَاتًا موصوف و صفت مل کر اسقینا کا مفعول ثانی  
فَرَاتًا فَرُوْتَةٌ (باب کرم) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ بحالت نصب ہے، بہت شیریں پانی شیریں ہونا۔ لیکن اسی مادہ ف ر ت سے (باب نصر) سے فَرَاتٌ مصدر سے معنی ہونگے  
زنا کار اور بد چلن ہونا۔ اور باب سمع سے معنی ہوں گے بوقوف ہونا۔ اسی سے ہے پیر فرتوت  
بے وقوف، کمزور راتے والا آدمی۔

۷۷: ۲۸ - وَ نِيلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَدِّ بَيْنَ، تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کیلئے  
۷۷: ۲۹ - اِنطَلِقُوا اِلَى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَدِّ بُؤْنَ، ای قیل لہم انطلقوا؛  
فعل امر جمع مذکر حاضر۔ (ان سے کہا جائے گا) چلو (اب تم اسی چیز کی طرف جسے تم  
جھٹلایا کرتے تھے۔

اِنطَلِقُ (انفعال) مصدر۔ تم چلو۔ ما موصولہ، اگلا جملہ اس کا صلہ۔  
كُنْتُمْ تُكَدِّ بُؤْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔

مطلب یہ کہ منکرین حشر کو کہا جائے گا کہ تم اس کے وقوع پذیر ہونے کی تکذیب کیا  
کرتے تھے۔ (اب واقع ہو گئی ہے چلو اور اپنی بہٹ دھرمی کا مزہ چکھو۔

۷۷: ۳۰ = ظِلٌّ ذِي ثَلَاثِ شُعَبٍ - ظِلٌّ - ضَحٌّ (دھوپ) کی ضد ہے  
ہر اس جگہ کو جہاں دھوپ نہ پہنچی ہو ظِلٌّ کہتے ہیں۔ اور کبھی ہر اس شے کو جو ڈھانپنے  
والی ہو ظِلٌّ کہہ دیتے ہیں۔

جمہور اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ ظِلٌّ سے مراد یہاں جہنم کا دھواں ہے۔ بعض نے  
کہا ہے کہ ظِلٌّ سے مراد سایہ ہے۔

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں کہ۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آیت میں ظِلٌّ سے مراد خود جہنم کی آگ ہے۔  
شُعَبٌ - شُعْبَةٌ کی جمع ہے یعنی شاخیں۔ ثَلَاثِ شُعَبٍ تین شاخوں والا سایہ

ذِي مِصْفٍ ثَلَاثُ شُعَبٍ مِصْفٍ الِيه- مِصْفٍ مِصْفٍ الِيه مل کر صفتِ ظِلِّ موصوف۔ یہ ادل کلام کی تاکید ہے یا اس سے بدل ہے۔ چلو اس سایہ کی طرف جو کہ تین شاخوں والا ہے

۷۷: ۳۱ — لَا ظِلِّيلٌ۔ یہ ظِلِّ کی صفت ہے یعنی وہ سایہ عرش اور جنت کے سایوں کی طرح (فرحت بخش) نہیں ہے۔

ظِلِّيلٌ گمن کی چھاؤں۔ مھنڈا سایہ۔ سایہ سینے والا۔  
علامہ آلوسی رحم لکھتے ہیں۔

ظلیل صیغہ صفت ہے جو لفظ ظِلِّ عرب کی عام عادت کے مطابق تاکید کیلئے مشتق ہوا ہے، جس طرح یَوْمٌ اَيُّومٌ (بڑا سخت دن) اور لَيْلٌ اَلَيْلٌ (لمبی اور بھیانک رات) لغات القرآن۔

وَلَا يُغْنِي مِنَ اللّٰهَبِ: اس جملہ کا عطف ظِلِّیل پر ہے اور یہ سایہ کی تیسری

صفت ہے۔

لَا يُغْنِي مِصْرَعٌ مِغْنَى وَا حِدْمٌ كَرِغَابٍ اِغْنَاءُ (افعال) مصدر۔ وہ کام نہ آئیگا۔ وہ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ وہ دفع نہیں کرے گا۔

اللّٰهَبِ (باب سمع) مصدر۔ آگ کا مشتعل ہونا۔ شعلہ آنچ، وہ آگ کے شعلوں کو دفع نہیں کرے گا۔

۷۷: ۳۲ — اِنَّهَا تَرْمِي بِشَرِّ كَالْقَصْرِ۔ اِنَّهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائبِ ظِلِّ کی طرف راجع ہے بشرطیکہ ظِلِّ سے مراد جہنم لیا جائے۔ ورنہ اس کا مرجع مذکور نہیں ہے۔ گورفتار کلام سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ مرجع جہنم ہے۔

تَرْمِي: مِصْرَعٌ کا صیغہ واحد مؤنث غائبِ رَمَى (باب ضرب) مصدر سے وہ پھینکتی ہے۔ وہ پھینکے گی۔

شَرِّ۔ شَرَرَةٌ کی جمع۔ چنگاریاں۔ شرارے:

كَالْقَصْرِ: ک تشبیہ کیلئے۔ الْقَصْرِ یعنی پتھر کا مکان۔ قلعہ، ایک گاؤں۔

وہ (جہنم کی آگ) بڑے بڑے شرارے پھینک رہی ہوگی جیسے محل ہوں۔

۷۷: ۳۳ — كَاَنَّهٗ جِمْلَةٌ صَفْرٌ: کاف تشبیہ کا۔ اَنَّهٗ میں کہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قصور ہے یا شرارے۔ جِمْلَةٌ (موصوف) جمع ہے جَمَلٌ



تو پیش کر سکیں: (تفسیر مظہری)

لیکن قیامت کے روز ان کے لبوں کو بند کر دیا جائے گا۔ اور ان کو کسی قسم کا عذر بہانہ پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (ضیاء القرآن)

عذر پیش کرنے کا موقع نہ دنیا یا اس کی اجازت نہ دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صفائی کا موقع لیئے بغیر ان کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا جائے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جرم اس طرح قطعی طور پر ناقابل انکار حد تک ثابت کر دیا جائے گا کہ وہ اپنی معذرت میں کچھ نہ کہہ سکیں گے یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ میں نے اس کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیا یا میں نے اس کی زبان بند کر دی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس پر ایسی حجت تمام کی کہ اس کے لئے زبان کھولنے یا کچھ بولنے کا موقع باقی نہ رہا۔ (تفہیم القرآن)

بولنے کی اجازت بھی اس لئے نہ ہوگی کہ کوئی عذر ہی موجود نہ ہوگا۔ جسے وہ پیش کر سکیں

(تفسیر ماجدی)

لَا يُؤْذَنُ - مضارع متغی مجہول جمع مذکر غائب اِذْنٌ (باب سمع) مصدر سے۔ (ان کو) اجازت نہیں دی جائے گی۔

فَبَعَثْنَا رُؤْسَهُ وَتَلْقَيْبُ كَاهٍ يَعْتَذِرُونَ، مضارع جمع مذکر غائب اِعْتَذَارٌ (افتعال) مصدر سے کہ وہ معذرت کریں۔ وہ معذرت کرتے ہیں۔

۳۷: ۷۷ - وَنِيلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكِدِّ بَيْنَ، اس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی اور ہلاکت ہوگی۔ کیونکہ اپنے ارتکاب جرم کا ان کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔

۳۸: ۷۷ - هَذَا يَوْمُ الْفَضْلِ - هَذَا مَبْدَأُ - يَوْمُ الْفَضْلِ اس کی خبر۔ هَذَا ای یوم القیامت۔ یَوْمُ الْفَضْلِ مضاف مضاف الیہ۔ فیصلہ کا دن۔ یعنی اہل جنت اور اہل جہنم کے الگ الگ کرنے کا دن۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدور = جَمَعْتُمْ وَالْاَوْلِيَيْنِ: یہ ہذا کی خبر ثانی ہے۔

سلام پانی پتی رح لکھتے ہیں۔

”یہ ہذا کی دوسری خبر ہے یا یوم الفصل کی کہ اجتماعی ہے اور ضمیر محذوف ہے۔ یعنی اس دن ہم نے جمع کیا تم کو۔ یا یوم الفصل ہونے کی علت ہے، یعنی یہ فیصلہ کا دن اس لئے ہے کہ ہم نے تم سب کو جمع کیا ہے۔ یا فصل کی تاکید اور بیان ہے۔“

۲۹: ۷۷ - فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُوْنَ - فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُوْنَ



فَلْيَكِيدُوا: اس کا جواب ہے۔

کَیْدٌ رِبَابِ ضَرْبٍ مَصْدَرٌ هُوَ، بِمَعْنَى مَكْرٍ وَفَرِيبٍ كَرْنًا، تَدْبِيرٌ كَرْنًا، مَكْرٌ وَفَرِيبٌ أَوْ خَفِيَةٌ تَدْبِيرٌ كَيْ مَعْنَى يَتِيًّا هُوَ۔

الْكَيْدُ كَيْ مَعْنَى حِيلَةٌ جَوْنِيٌّ كَيْ هِيَ يَهِيَ اِجْتِمَاعُ مَعْنُوں فِي مَسْتَعْمَلٍ هُوَ تَابِعٌ اَدْرَبْرُ مَعْنُوں فِي يَهِيَ۔ مَكْرٌ عَامٌ طَوْرًا بِرَبْرُ مَعْنُوں فِي اسْتِعْمَالٍ هُوَ تَابِعٌ۔

اچھے معنوں میں استعمال کی مثال:

جِئْتُمْ كَذٰلِكَ كَيْدًا نَا لِيُوَسِّفَ (۱۲: ۷۶) اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کر دی۔ یہاں آیت زیر غور میں مَعْنَى تَدْبِيرٍ، حِيلَةٍ، مَكْرٍ، دَاؤٌ ہے۔

كَيْدًا: فَعْلٌ اَمْرٌ كَا صَيْغَةٌ جَمْعٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ هُوَ۔ نَ وَقَايَةُ يَهِيَ ضَمِيرٌ وَاَحَدٌ مُشْكَلٌ مَحْذُوفٌ هُوَ تَرْجِمَةٌ هُوَ كَا:۔

پس اگر تمہارے پاس کوئی داؤ ہے تو میرے خلاف استعمال کرو۔

۷۷: ۴۰ — وَنِيلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكِدِّ بِئِنَّ۔ عَذَابٌ كَيْ تَكْذِيبِ كَرْنٍ وَالْوَلْوَلِ كَرْنٍ اس روز تباہی ہوگی۔

۷۷: ۴۱ — فِي ظِلِّ وَعُيُونٍ۔ ظِلَالٌ (سائے) سے مراد حقیقی معنی نہیں ہیں۔ کیونکہ جنت میں تو سورج ہی نہیں ہوگا۔ اس لئے سایہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مطلب یہاں جنت کے گنجان درختوں سے ہے۔

عُيُونٍ سے مراد ایسے چشمے ہیں جو سدا جاری رہیں گے اور جن کا پانی کبھی خراب نہ ہوگا خواہ پانی ہو یا شہد ہو اور دودھ ہو۔

اِنَّ حَرْفٌ مَّشَبَهٌ بِالْفِعْلِ۔ اَلْمُتَّقِيْنَ۔ اِسْمٌ اِنَّ۔ فِي ظِلِّ خَبْرٌ، وَعُيُونٍ كَا عَطْفٌ ظِلِّ بِرَبْرُ۔

۷۷: ۴۲ — وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ۔ وَاَوْ عَاطِفٌ فَوَاكِهَ كَا عَطْفٌ يَهِيَ ظِلِّ بِرَبْرُ۔ فَوَاكِهَ جَمْعٌ فَاكِهَةٌ كِي۔ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ غَيْرِ مَنْصُوفٍ هُوَ۔

مِمَّا مَرْكَبٌ هُوَ مِنْ بَيَانِيَّةٍ اَوْ رَمَا مَوْصُولٌ هُوَ۔ يَشْتَهُونَ مَضَارِعٌ جَمْعٌ مَذْكُورٌ غَائِبٌ اِسْتِهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مَصْدَرٌ۔ وَهَ چاہیں گے۔ وَهَ پَسَنْدِ كَرْنٍ گے۔ صِلَةٌ۔

آیات ۴۱: ۴۲ کا لفظی ترجمہ ہوگا۔

بے شک پر ہیزگار ٹھنڈی چھاؤں اور چشموں اور دل پسند پھلوں، میووں میں رہیں گے۔

شہد کے پانی کا ایسی جنتوں میں ہوں گے جہاں گھنے درخت ہوں گے اور جاری پانی میں ہوں گے جن کا پانی کبھی خراب ہونے والا نہ ہوگا۔ ایسے دودھ کے ہوں گے جو کبھی بھی بد مزہ نہ ہوگا۔ ایسی شراب کے ہوں گے جو پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہوگی اور صاف شدہ شہد کے ہوں گے۔ اور جہاں طرح طرح کے پھل اور میوے ہوں گے جن کا مزہ حسب اشتہار ہوگا۔

۷۷: ۲۳ — کُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا۔ ای یقال لہم کلاوا و اشربوا

..... الخ۔ (ان سے کہا جاتے گا) کھاؤ پو۔ مزے لے کر۔

کُلُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَخْلُ (باب نصر) مصدر سے۔ تم کھاؤ۔ وَاَوْعَاطِفِ اشْرَبُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر شَرِبْتُ (باب سمع) مصدر سے ہے۔ هَنِيئًا فعل کُلُوا کی صنیر فاعل جمع مذکر سے حال ہے۔ تم بخوشی، بلا تکلف، مزے لے کر۔ (نیز ملاحظہ ہو

(۲۳: ۶۹)

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ۔ ب سبب یہ ہے ما موصولہ۔ ان اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے۔

إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ: اِنَّا مرکب ہے اِنَّ حرف تحقیق اور نَا ضمیر جمع متکلم سے۔ تحقیق ہم۔ ك حرف تشبیہ ہے۔ ذَلِكَ اسم اشارہ۔ جس کا مشار الیہ وہ نعمتیں ہیں جو آیات (۴۱، ۴۲، ۴۳) مذکورہ بالا میں بیان ہوئی ہیں۔

نَجْزِي مَضَارِعَ جَمْعٍ مُتَكَلِّمٍ۔ جَزَاءُ (باب ضرب) مصدر سے۔ ہم بدلہ دیتے ہیں۔ ہم جزا دیتے ہیں۔

مُحْسِنِينَ: اِحْسَانٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، منصوب، احسان کرنے والے۔ اپنے فریضہ سے زیادہ ادا کرنے والے۔

اعمال میں احسان دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا اور اپنے حق سے کم لینا۔

۲۔ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا۔

جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا۔

احسان فی العبادت کی تشریح حدیث میں اس طرح آئی ہے:-

کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو یہ سمجھتے رہو

کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے (بخاری و مسلم)

احسان یعنی اول کے مفعول پر الٰی یا با آتا ہے جیسے اَحْسِنُ اِلٰی زَیْدٍ زید سے محبتائی کر۔ یا۔ بِاَلْوَالِدِیْنَ اِحْسَانًا۔ ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔  
احسان یعنی دوئم۔ متعدی بنفسہ ہے۔ مفعول پر کوئی حرفِ جر نہیں آتا۔ جیسے اَحْسِنِ الْوَصُوْعَ۔ اچھی طرح سے وضو کرو۔

آیت نہ ایں متیقن اور محسنین کو ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے۔ معطی کی عطا لو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے فرمایا کہ ”ہم نیکو کاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔“  
۴۵ : ۴۴ — جنت اور جنت کی نعمتوں کو جھٹلانے والوں کے لئے اس روز (قیامت) میں تباہی و ہلاکت ہے۔

۴۶ : ۴۶ — کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ه کُلُوْا تَم کھاؤ تم کھاؤ تم کھا لو۔ تَمَتَّعُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَتَّعٌ (تَفَعَّلُ) مصدر سے۔ تم فائدہ اٹھا لو۔ تم مزے لے لو۔

قَلِيْلًا۔ ای زمانا قلیلاً: محوڑے وقت کے لئے، قلیل عرصہ کے لئے۔ ظرف محذوف کی صفت کی وجہ سے منصوب ہے۔

اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ: بلا شک و شبہ ہو تو تم مجرم ہی۔ یہ جملہ تہدید سابق کی علت ہے (یعنی کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا محوڑا سا وقت کھاپی لو اور عیش کر لو۔ یہ ایک تہیدی اور زجر آمیز امر ہے)

اس جملہ کا اطلاق کسی زمانہ پر ہے۔ صاحب کشفات لکھتے ہیں۔

و یجوز ان یكون کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا کلاماً مستانفاً خطاباً للمکذبین فی الدنیا ہو سکتا ہے کہ کلام کُلُوْا وَ تَمَتَّعُوْا مستانفہ (نیا ہے)۔ اور دنیا میں مکذبین سے خطاب ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں چند روز یہاں کی چیزیں کھاپی لو اور عیش و عشرت کر لو آخر مرنے پر یہ سلسلہ ختم ہو ہی جانا ہے: تم بلا شک و شبہ مجرم تو ہو ہی مرنے کے بعد روز قیامت تمہیں اپنے کئے کی پاداش میں سزا بھگتنا ہی ہوگی۔

صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں۔

سورۃ کے اختتام سے پہلے مکرمین قیامت کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ طرح طرح کے لذنیہ کھانے خوب سیر ہو کر کھا لو دنیوی عزتیں اور بڑا سیاں جو تمہیں حاصل ہیں اور جو عیش و عشرت

کا سامان تمہیں میسر ہے اس سے جی بھر کر فائدہ اٹھا لو۔ یہ رونق میلہ چند روزہ ہے، درحقیقت تم بدترین مجرم ہو صرف مہلت کی مدت گزرنے اور مقررہ گھڑی گزر جا کی دیر تمہیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔

۷۷: ۴۷ — وَنِيلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ : تکذیب کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہی انجام ہے۔

۷۷: ۴۸ — وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ۔

ابن منذر نے مجاہد کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعقیف کے نامزدوں سے کہا کہ ایمان لاؤ اور نماز پڑھو انہوں نے جواب دیا مگر تجبیہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ گالی ہے یعنی بڑی ذلت ہے۔

تجبیہ کا معنی ہے گھٹنوں یا زمین پر ہاتھ رکھنا یا سرنگوں ہونا۔ اس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا حبلہ شرط ہے لَا يَرْكَعُونَ۔ اس کا جواب ارْكَعُوا رُكُوعٌ (باب فتح) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے تم جھکو، تم رکوع کرو۔ لَا يَرْكَعُونَ : مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں جھکتے ہیں۔ وہ رکوع نہیں کرتے ہیں۔

آیت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ شانِ نزول متذکرہ بالا کی بنا پر اس جملہ میں کافروں کی مذمت کی گئی ہے؛

۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا عطف مجرّمون پر ہو اور تفتنِ عبارت کے لئے خطاب سے

غیبت کی طرف انتقال کیا گیا ہو اس وقت حاصل مطلب یہ ہو گا کہ۔

تم مجرم ہو۔ تم کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تم رکوع نہیں کرتے۔

۳۔ یہ بھی احتمال ہے کہ للمکذبین کے مفہوم پر عطف ہو۔ یعنی ان لوگوں کے لئے دلیل

ہے جنہوں نے تکذیب کی اور جب ان کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تو نماز نہیں پڑھتے۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ہ کے مندرجہ ذیل معانی لکھے گئے ہیں

۱۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو نہیں

پڑھتے۔ (مدارک التنزیل - الخازن)

۲۔ اللہ کے آگے جھکنے سے مراد صرف اس کے عبادت کرنا مراد ہی نہیں ہے بلکہ اس کے

بھیجے ہوئے رسول اور اس کی نازل کردہ کتاب کو ماننا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا بھی اس میں شامل ہے (تفہیم القرآن)

۳۔ یعنی جب کفار کو کہا جاتا ہے کہ سرکشی اور نافرمانی کی روش ترک کر دو اور اپنے رب کے حضور میں تواضع اور انکساری اختیار کرو اور اس کے احکام کے سامنے اپنی اکڑی ہوئی گردنیں جھکا دو اور اس کے رسول کے فرمان کو قبول کر لو اور نمازیں پڑھا کرو تو انہیں یہ سچی بات سمجھ میں ہی نہیں آتی اور نماز کو ادا کرنے کے لئے ان کے دل میں شوق ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اِرْكَعُوا سے مراد پوری نماز ادا کرنا ہے نماز کو رکوع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بنی ثقیف کو جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا تو کہنے لگے کوئی ایسی نماز بتائیں جس میں یہ رکوع و سجود نہ ہو۔ ہم رئیسوں کے لئے یوں جھکنا اور پھر منہ کے بل زمین پر گر کر پڑنا بڑے عیب کی بات ہے (ضیاء القرآن)

۷۹: ۷۷ — وَ نِلُّ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكِدِّينَ . بتا ہی ہو گی اس روز جھٹلانے والوں کے لئے جو ادا کرنا تو انہیں کھ تکذیب کرتے ہیں۔

۷۷: ۵۰ — فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ : یہ جملہ استغناء میں انکار ہے۔ بَعْدَهُ میں کلامی واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

آئی۔ کونسا۔ کس پر، اب اس قرآن کے بعد یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے یعنی وہ قرآن جس کے اندر طرح طرح کا لفظی و معنوی اعجاز ہے جس میں کھلے ہوئے دلائل اور روشن براہین ہیں اگر اس پر ایمان نہیں تو پھر کسی دوسری دلیل کو یہ نہیں مانیں گے حدیث۔ جمع احادیث۔ بات۔ ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے، خواہ بذریعہ سماعت، خواہ بذریعہ وحی۔ عالم خواب میں ہو یا بحالت بیداری اس کو حدیث کہتے ہیں۔

تمت بالخیر بعون اللہ وفضلہ  
۳ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# عَم

النبأ - التزعت، عبس، التكوير، انقطاع - مطفقين، الشقاق  
 البروج - الطارق - الاعلى - الغاشية - الفجر، البلد، الشمس  
 اليل، الضحى، الانشراح: التين، العلق، القدر، البينة، الزلزال  
 العديت، القارعة، التكاثر، العصور، الهمزة، الفيل، القرش، الماعون  
 الكوثر - الكافرون، النصر، الذهب، الاخلاص، الفلق، الناس،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

## (۷۸) سُورَةُ النَّبَاِ مَكِّيَّةٌ (۴۰)

### عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝

۷۸: ۱ — عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ : عَمَّا کس چیز سے۔ یہ اصل میں عَنْ مآتھا فون کا میم میں ادغام کیا گیا ہے۔ کیونکہ ن اور م دونوں نغٹے میں شریک ہیں۔ اور مآ کے الف کو اس لئے حذف کیا گیا تاکہ مَا استفہامیہ اور ما خبریہ میں تمیز باقی رہے۔ جس طرح سے فِيمَ اور مِمَّ میں آیات ذیل میں ہوا ہے۔

۱۔ فِيمَ کی مثال : اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَقَّفُوْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْنَ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِی الْاَرْضِ (۴: ۹۷)

ان لوگوں کی جان جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہے جب فرشتے قبض کریں گے تو ان سے کہیں گے کہ تم کس کام میں تھے۔ وہ بولیں گے ہم اس ملک میں بے بس تھے

(ترجمہ عبدالماجد دریابادی)

۲۔ مِمَّ کی مثال : فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خَلِقَ : (۸۹: ۱۵)

تو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کاپس سے پیدا ہوا۔

يَتَسَاءَلُونَ : مضارع جمع مذکر غائب تَسَاءَلُ (تفاعلاً) مصدر۔ وہ ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔

يَتَسَاءَلُونَ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کون ہے اس کے متعلق مختلف

اقوال ہیں۔

۱۔ جمہور کے نزدیک یہ پوچھنے والے یا چرچا کرنے والے کفار تھے۔ اس لئے کہ اس کے بعد کَلَّا سَيَعْلَمُونَ اور هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ میں ضمیریں کفار کی طرف پھرتی ہیں اس لئے يَتَسَاءَلُونَ کی ضمیر بھی انہیں کی طرف پھرنی چاہئے۔

۲۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمان و کفار باہم ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ کفار مسلمانوں پر شبہات پیش کرتے تھے۔ وہ جواب دیتے تھے۔ لہذا ضمیر جمع مذکر غائب ہر دو فریقین کی طرف پھرنی چاہئے۔

۳۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مسلمان و کفار سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے مسلمان اس لئے کہ اور بھی یقین قومی ہو جائے اور کفار تمسخر کی راہ سے یا شکوک و شبہات وارد کرنے کی غرض سے (تفسیر حقانی)۔ اول اولیٰ وارجح ہے۔

۷۸:۲ — عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ : نَبَاٌ مَّبْعِي خَبْرٍ عَظِيْمٍ بَهِت بَرِيْ . اس سے کیا مراد ہے اس میں چند اقوال کہیں۔

۱۔ اس سے مراد قیامت ہے بمصداق آیت شریفہ: قُلْ هُوَ نَبُوُّ عَظِيْمٍ اَنْتُمْ عِنْدَهُ مُعْرِضُونَ (۳۸:۶۷:۶۸) کہ وہ ایک بڑی (ہولناک چیز کی) خبر ہے جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے۔

۲۔ نَبَاٌ الْعَظِيْمِ سے مراد قرآن شریف ہے۔

۳۔ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے۔

جمہور کے نزدیک نَبَاٌ الْعَظِيْمِ سے مراد قیامت ہے۔ راجح و اولیٰ قول بھی یہی ہے جملہ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱۔ یہ عَنِ (اول) سے بدل ہے۔ وہ ایک بہت بڑی (ہولناک چیز کی) خبر کے متعلق پوچھتے ہیں۔

۲۔ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ سے پہلے فعل يَتَسَاءَلُونَ محذوف ہے۔ اس صورت میں یہ عَنِ يَتَسَاءَلُونَ (جملہ استفہامیہ کا جواب ہوگا۔ سوال یہ تھا کہ یہ کس چیز کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

جواب ہوگا: یہ ایک بہت بڑی (ہولناک چیز کی) خبر کے متعلق پوچھ رہے ہیں

۳۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دوسرا جملہ بھی استفہامیہ ہو اور حرف استفہام محذوف ہو گیا۔ کیا یہ نَبَاٌ عَظِيْمِ کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ اس صورت میں دوسرا جملہ پہلے



جملہ کی تاکید ہوگا۔

۳۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرا استفہام پہلے استفہام کی تاکید نہ ہو بلکہ انکاری ہو یعنی کیا یہ سچ مچ ہی نبأ عظیم کے متعلق پوچھ رہے ہیں حالانکہ نبأ عظیم کے متعلق پوچھنا زیبا ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی حالت تو کھلی ہوئی ہے۔ اس کی شدت وضوح ناقابل سوال ہے۔ اس کو تو مان لینا ہی ضروری ہے (ملاحظہ ہو تفسیر مظہری)

۷۸: ۳ — الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ؛ الَّذِي اسم موصول باقی جملہ اس کا

صلہ ہے۔ موصول وصلہ مل کر نبأ کی صفت ہے۔

هُمُ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ يَتَسَاءَلُونَ لُؤْنَ كِي ضَمِيرٌ كِي طَرَحِ كِفَارِ مَكَّةَ كِي طَرَفِ رَاجِعٌ يَهِي اس صورت ميں ہوگا جب کہ سوال استہزائی یا انکاری قرار دیا جائے۔ اس حالت ميں نبأ عظيم کے متعلق کفار مکہ کے مختلف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کچھ لوگ نبأ عظيم کی صداقت کے قطعی منکر ہیں اور کچھ تردد ميں پڑے ہیں۔

یہ بھی احتمال ہے کہ يَتَسَاءَلُونَ لُؤْنَ اور هُمْ كِي ضَمِيرٌ اہل مکہ كِي طَرَفِ رَاجِعٌ ہوں اہل مکہ ميں کچھ مومن تھے اور کچھ کافر نبأ عظيم کے متعلق سوال کرنے والے دونوں گروہ تھے۔ ایک گروہ تصدیق کرتا تھا۔ لیکن زیادتی یقین اور انکشاف حالات کے لئے سوال کرتا تھا۔

دوسرا گروہ منکر تھا اور محض استہزا کے لئے سوال کرتا تھا۔ (الضأ)

۷۸: ۴ — كَلَّا سَيَعْلَمُونَ؛ جمہور کے نزدیک كَلَّا حرف بسط (سادہ غیر مرکب)

ثعلب نحوی کے نزدیک مرکب ہے کاف تشبیہ اور لا نافیہ سے، حالت ترکیب میں

ک اور لا کے افرادی معنی باقی نہیں ہے اسی لئے لام کو مشدّد کر دیا گیا۔

سیبویہ، خلیل، مبرد، زجاج، اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک كَلَّا کے معنی حرف

ردع اور روکنے کے ہیں۔ خواہ زجر و توبیخ کے طوع پر ہو یا بطور تربیت اور ادب

آموزی کے۔

اسی لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ

كَلَّا آیا ہے ہر جگہ كَلَّا پر وقف کرنا جائز ہے۔ لیکن معنی اللبیبہ کے مصنف نے

اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ کسائی اور ابو حاتم کا قول ہے کہ كَلَّا اکثر زجر و منع کے

لئے آتا ہے اور کبھی دوسرے معنی کے لئے۔ لیکن دوسرے معانی کیا ہوتے ہیں اس کی

تعیین میں اختلاف ہے۔

صغائر کے نزدیک کَلَّا اسم ہے اور کسی کلام کو مُسْتَرِدُّ کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی حَقًّا کے معنی میں مستعمل ہے یہ کیسے معلوم ہو کہ کَلَّا رَدْعٌ اور رَدُّ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یا حَقًّا کے معنی میں؟ اس بارہ میں علامہ راکشی کا قول ہے۔

اگر وقف کَلَّا پر ہو تو اس وقت رَدْعٌ اور رَدُّ کے معنی میں ہوگا۔ اور اگر کَلَّا سے پہلے وقف ہو اور کَلَّا سے اگلے جملہ کی ابتداء ہو تو اس وقت حَقًّا کے معنی میں ہوگا۔ جملہ زیر مطالعہ اور جملہ آئندہ (آیت ۵) میں جملہ کی ابتداء کَلَّا سے ہو رہی ہے اور وقف اس سے پہلے ہے اس لئے یہاں کَلَّا بمعنی حَقًّا ہوگا۔ دیکھو ضیاء القرآن) سَيَعْلَمُونَ، میں سے مضارع پر داخل ہو کر اس کو مستقبل کے لئے خاص کر دیتا ہے۔ اور مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔

يَعْلَمُونَ مضارع جمع مذکر غائب عَلِمَ (باب سمع) مصدر سے يَعْلَمُونَ کا مفعول مخذوف ہے۔ یعنی قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو۔

ترجمہ ہوگا۔

بے شک (یہ لوگ) عنقریب (قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی حقیقت کو) جان لیں؛ ۷۸: ۵۔ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ: ثُمَّ تراخی فی الرتبہ کے لئے آیا ہے پس ضروری وہ بہت جلد قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی حقیقت کو جان لیں گے، جملہ کا تکرار مبالغہ کے لئے آیا ہے، ۷۵: ۶۔ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا: یہاں سے لے کر آیت نمبر ۱۶ تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی (نو) مصنوعات کا ذکر کر کے اپنی توحید پر، قدرتِ حشر پر اور اپنی عطا کی ہوئی نعمتوں کے وجوبِ شکر پر دلیل ذکر کی ہے تاکہ توحید و عبادت کے داعی کی دعوت کو لوگ مانیں اور اس کا اتباع کریں۔

آہنرہ استفہامیہ ہے لَمْ نَجْعَلِ مضارع منفی جملہ صیغہ جمع مکمل۔ کیا ہم نے نہیں بنایا۔

اَلْاَرْضَ مَفْعُولٌ اَوَّلٌ مِهْدًا مَفْعُولٌ ثَانِيٌّ، جَعَلْنَا کے۔

مِهْدًا۔ بستر، ہموار میدان۔ اس کی جمع مِهْدٌ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ کیا ہم نے زمین کو (تمہارے رہنے چلنے پھرنے کے لئے) فرش نہیں بنا دیا (یعنی ضرور بنا دیا ہے) جملہ استفہام تقریری ہے۔ یعنی استفہام کی غرض یہ ہے کہ

مخاطب کو اقرار و عبادت پر آمادہ کیا جائے۔

یا یہ استفہام انکاری ہے اور انکارِ نفی ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔

۷۸: ۷۸ — وَالْجِبَالِ اَوْ قَاَدًا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اِی الْمَجْعَلِ الْجِبَالِ اَوْ تَاَدًا۔ کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا۔

زمین کی ساخت ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے جن مختلف عناصر سے اس کی ترکیب عمل میں لائی گئی ہے وہ اپنی اپنی کیفیات میں مختلف ہیں۔ اپنے حجم میں۔ اپنے وزن میں اپنی مختلف النوع خصوصیات میں ہر عنصر دوسرے عناصر سے مختلف ہے اور ہر ایک کی کشش ثقل نہ صرف اس کے اپنے جزئیات کو مربوط رکھے ہوئے ہیں بلکہ باہمی تعامل سے ایک عنصر دوسرے عنصر کو اپنے ساتھ جکڑے ہوئے رکھے۔

نتیجہً زمین نے لکھو لکھو ہائے اجزائے ترکیبی اپنے داخلی عمل کے علاوہ خارجی طور پر زمین کی سطح کو ایک ایسی صورت میں قائم و دائم رکھے ہوئے ہیں کہ اس پر بنی نوع انسان اور دوسری ذی روح مخلوقات بس رہی ہے۔ اور چل پھر رہی ہے۔

اسی تناظر میں پہاڑ اپنی ضخامت اور جسامت میں چونکہ باقی اجزاء ترکیبی سے نمایاں ترین ہیں اس لئے خصوصی طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اَوْ تَاَدًا وَ تَدًا کی جمع ہے یعنی میخیں۔

۷۸: ۷۸ — وَخَلَقْنَاكُمْ اَزْوَاجًا۔ اس کا عطف مضارع منفی پر ہے اَزْوَاجًا حال ہے خَلَقْنَاكُمْ کی ضمیر مفعول کُم سے۔ اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔

۷۸: ۹۱ — وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا، وَادْعَاظِفًا، جَعَلْنَا مَا صُنِيَ جَمْعُ مَسْكُمُ جَعَلًا رِبَابًا، فَعٌّ، مصدر۔ یعنی بنانا۔ کرنا۔ پیدا کرنا۔ نَوْمَكُمْ مضاف مضاف الیہ لے کر جَعَلْنَا کا مفعول اولی: سُبَاتًا مفعول ثانی ہے۔

نَوْمَ آرام۔ راحت، سکون۔ تکان کا رفع کرنا۔

امام راغب سے لکھتے ہیں:-

السَّبْتُ کے اصل معنی ہیں قطع کرنا۔ اور اسی سے کہا جاتا ہے سَبَّتَ السَّيْرُ اسم نے تسمیر کو کاٹا۔ سَبَّتَ شَعْرًا اس نے اپنے بال مونڈے سَبَّتَ اَنْفًا اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی آیت وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا میں سَبَّتَ

کے معنی ہیں حرکت و عمل کو چھوڑ کر آرام کرنا۔ اور یہ رات کی اس صفت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آیت لَتَسْكُنُوا فِيهِ ۲۸۱: ۷۳، تاکہ تم رات میں راحت کرو، میں مذکور ہے یعنی رات کو راحت اور سکون کے لئے بنایا ہے۔

ابن الاعرابی نے آیت ہذا میں سُبَات کو بمعنی قطع کرنے کے لیا ہے گو یا جب سو گیا تو لوگوں سے قطع ہو گیا۔

زُجَاج کہتے ہیں کہ سُبَات یہ ہے کہ حرکت سے منقطع ہو جائے اور روح بدن میں موجود ہو۔ پس معنی یہ ہیں کہ تمہاری نیند کو تمہارے لئے راحت بنایا۔

اور علامہ پانی پتی اپنی تفسیر منظرہ میں رقم طراز ہیں۔

اور ہم نے نیند کو تمہارے اعمال (بیداری) کو قطع کر دینے والی چیز بنایا تاکہ تمہارے جسمانی اعضا کو سکون و آرام مل جائے

۷۸: ۱۰ — وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاسًا: اور ہم نے رات کو اوڑھنا بنا دیا۔ اللَّيْلَ۔ لِبَاسًا مفعول اول و ثانی ہیں جَعَلْنَا کے۔

رات کو لباس اس واسطے کہا کہ یہ پردہ دار ہے اس پردہ میں کوئی برائی کرتا ہے کوئی بھلائی، چور چوری کرتا ہے، زنا کار چھپ کر زنا کرتا ہے عابد و زاہد نماز تہجد اور مراقبہ و ذکر میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور نیند کا وقت بھی رات ہی ہے۔ ستر کی وجہ سے رات کو لباس کہنا استعارہ ہے۔

۷۸: ۱۱ — وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا: النهار اور معاشا بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہیں۔ مَعَاشًا اسم ظرف زمان بھی ہے۔ بوجہ ظرفیت منصوب ہو سکتا ہے مَعَاشًا مصدر بھی ہے۔ عَاشَ يَعِيشُ (ضرب) سے۔ زندگی گزارنا۔ معاش۔ ذریعہ زندگی (رعی ش) ماقہ اور ہم نے دن روزگار کے لئے بنایا۔

۷۸: ۱۲ — وَبَدَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ واو عاطفہ۔ بدینا ماضی جمع متکلم بِنِي يَبْنِي بِنَاءً (باب ضرب۔ ب' ن ہی مادہ) مصدر۔ بنانا۔ تعمیر کرنا۔ فَوْقَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ متعلقہ فعل۔ سَبْعًا اسم عدد مفعول۔ سات (آسمان) موصوف، شِدَادًا۔ صفت، مضبوط، سخت، شَدِيدٌ کی جمع۔ اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط (آسمان) بنائے۔

۷۸: ۱۳ — وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَاجًا: سِرَاجًا چراغ۔ وہ چیز جو تہی اور تیل سے روشن ہوتی ہے۔ مجازاً اہر روشن چیز کو سِرَاجٌ کہا جاتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے

وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا (۱۶: ۷۸) اور اس نے سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔ وَهَاجًا وَهَجٌ يَهِيجُ وَهَجٌ (باب ضرب) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت روشن، بھڑکتا ہوا جگمگاتا ہوا۔ مقاتل نے کہا ہے کہ وہج کا معنی ہے ایسی روشنی جس میں گرمی بھی ہو اللہ نے سورج میں نور بھی پیدا کیا اور گرمی بھی۔

آیت ۷۸: ۱۶ مذکورہ بالا کی روشنی میں آیت زیر مطالعہ میں بھی سراج سے مراد سورج ہے  
۷۸: ۱۴ — وَأَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا : الْمُعْصِرَاتِ اِغْصَارٌ (افعال)

مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع تونث ہے۔ نچوڑنے والیاں، الْمُعْصِرَاتُ دَامِدٌ۔ مراد وہ ہوائیں جو بادلوں کو دبا کر نچوڑتی ہیں۔ یادہ ہوائیں جو گرد اڑاتی ہیں جن کے اندر بگولے ہوتے

ہیں۔ یادہ بادل جو بھرا ہوا ہوتا ہے اور برسنے ہی والا ہوتا ہے؛ حسن بصری کے نزدیک الْمُعْصِرَاتُ سے مراد آسمان ہیں۔ مَاءٌ ثَجَّاجًا موصوف و صفت مل کر مفعول اَنْزَلْنَا کا، ثَجَّاجًا

زور شور کے ساتھ برسنے والا۔ ثَجَّاجٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے معنی زور شور کے ساتھ پانی کے برسنے اور بہنے کے ہیں۔ بَرَزَنٌ فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے؛ اور ہم نے بادلوں کو

نچوڑنے والی ہواؤں سے یا بادلوں سے زور شور سے برسنے والا پانی برسایا۔ مَاءٌ مَنْصُوبٌ

بوجہ مفعول اَنْزَلْنَا کے — ۷۸: ۱۵-۱۶ — لِنُخْرِجَ بِهِ حَبًّا وَنَبَاتًا وَ

جَنَّتِ الْفَاقَاتُ۔ لام علت کا۔ نُخْرِجُ مضارع منصوب بوجہ عمل لام، صیغہ جمع متکلم۔ اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ بہم میں ت سبب ہے، لاضمیر واحد مذکر نائب کا مرجع مَاءٌ ہے

حَبًّا دانہ، غلہ، انج۔ گندم اور جو وغیرہ انج کے دانے کو حبت اور حَبَّةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع حَبُّوْبٌ ہے۔ نَبَاتًا گھاس، زمین لگنے والی ہر چیز، سبزی جَنَّتِ الْفَاقَاتُ موصوف و صفت الْفَاقَاتُ یعنی

پٹے ہوئے، ایک دوسرے سے پیوست، گنجان درخت، یہ لَفٌّ کی جمع ہے جیسے جَذَعٌ کی اَجْذَاعٌ ہے۔ يالْفَيْفُ کی جمع ہے جیسے شَرِيْبٌ کی جمع اَشْرَاقٌ ہے یا ایسی جمع جس کا کوئی واحد نہیں ہے

جیسے اَوْضَاعٌ اَلْكَرْفُ کی جمع قرار دیا جائے تو یہ صیغہ جمع الجمع ہوگا۔ کیونکہ لَفٌّ۔ لَفَّافَةٌ کی جمع ہے اگر درخت گھنے ہوں تو ان کو الْفَاقَاتُ کہا جاتا ہے جنة الفاف

حَبًّا۔ نَبَاتًا۔ جَنَّتِ مَنْصُوبٌ بوجہ مفعول فعل نُخْرِجُ کے؛

ترجمہ ہوگا: تاکہ ہم اس سے یعنی اس پانی کے سبب غلہ اور گھاس اور گھنے باغ پیدا کریں

۷۸: ۱۷ — اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا:۔ کفار مکہ وقوع قیامت کے منکر یا متردد تھے اور اکثر بوجھ بچھ کرتے رہتے تھے۔ اس کا جواب تو آیات ۵ اور ۶ میں

پہلے ہی دیا جا چکا تھا۔ لیکن اتمام حجت کے لئے چند منطابہ قدرت آیات ۶ تا ۱۶ میں بطور ثبوت مذکور ہوتے۔

اب جب قطعی طور پر منکرین و مترددین پر ثابت کر دیا گیا کہ جو ذات اقدس تمہاری ہے چند روزہ دنیاوی زندگی کے لئے یہ ساز و سامان پیدا کر سکتی ہے وہ تمہیں دوبارہ زندہ کر کے قیامت کے برپا کرنے پر بھی قادر ہے۔

پھر اس کے بعد چند احوال قیامت کے ارشاد ہوتے ہیں اور منکرین و مومنین کی سزا و جزا کا بیان ہوتا ہے۔

إِنَّ يَوْمَ الْفُضْلِ - إِنَّ حَسْرَتٍ مِثْلَهُ بِالْفِعْلِ - يَوْمَ الْفُضْلِ مضاف مضاف الیه  
مل کر اسمِ اِنَّ - كَانَ مِيقَاتًا خَبْرًا

الْفُضْلِ : دو چیزوں میں سے ایک کو دوسری سے اس طرح الگ کرنا کہ درمیان میں فاصلہ ہو جائے۔ اسی سے مَفَاضِلٌ (مَفْضَلٌ کی جمع) ہے جس کے معنی جسم کے جوڑ کے ہیں۔ قیامت کو يَوْمَ الْفُضْلِ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ حق کو باطل سے الگ کر دے گا۔ لوگوں کے درمیان (انصاف سے) فیصلہ کر دے گا۔  
— مِيقَاتًا۔ اسم ظرف زمان، منصوب، مقررہ وقت،  
ترجمہ ہو گا۔

بیشک فیصلہ کا دن مقرر و معین ہو چکا ہے۔

اور جگہ ارشاد فرمایا۔

إِنَّ يَوْمَ الْفُضْلِ مِيقَاتًا تَهُمُّ أَجْمَعِينَ (۴۴: ۷۸) کچھ شک نہیں کہ فیصلہ کا دن سب کے اٹھنے کا دن ہے۔

۷۸: ۱۸ — يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا: يَوْمَ الْفُضْلِ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے۔ یا مِيقَاتًا سے بدل ہے یا كَانَ کی دوسری خبر ہے  
يُنْفَخُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب نَفَخٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پھونکا جائے گا۔ سانس، پھونک، جھونکا، غرور،

الصُّورُ۔ زرسنگا۔ سینگ۔ وہ چیز جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام خلق کو مارنے اور جلانے کے لئے پھونکیں گے۔

فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا وَتَعْقِبُ كَأَنَّ مَضَارِعَ جَمْعَ مَذْكَرٍ حَاضِرًا

اِثْنَانُ رِبَابٍ ضَرْبٍ، مصدر۔ تم آؤ گے۔

اَفْوَاجًا: تَأْتُونَ کے ضمیر فاعل سے حال ہے، غول کے غول، فوج در فوج۔  
ترجمہ ہو گا۔

جس دن صور پھونکا جائے گا اور تم جوق در جوق چلے آؤ گے۔

۱۹:۷۸ — وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا؛ آسمان کو کھول دیا جائے گا اور وہ دروازے ہی بن جائے گا، بطور مبالغہ آسمان کو ابواب قرار دیا۔ أَبْوَابًا بوجه كَانَتْ کی خبر کے منصوب ہے۔

۲۰:۷۸ — وَ سَيَّرَتِ الْجِبَالَ فَكَانَتْ سَرَابًا۔ سَيَّرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَسَيَّرٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر یعنی چلانا۔ (س ی س حروف مادہ) اور جب وہ پہاڑ چلائے جائیں گے (یعنی زمین سے اکھاڑ کر فضا میں ذروں کی طرح پھیلا دیئے جائیں گے تو وہ سراب کی مانند بے حقیقت) ہو جائیں گے کہ جسے آدمی پانی سمجھ کر آگے بڑھتا ہے جب قریب پہنچتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں پاتا۔  
سَرَابًا بوجه كَانَتْ کی خبر کے منصوب ہے۔

۲۱:۷۸ — اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا۔ رَصَدًا يَرْصُدُ رِبَابٍ نَصْرًا سے اسم طرف مکان ہے۔ (یعنی گھات (فیروز اللغات عربی اردو) گھات کی جگہ (لغات القرآن از ندوة المصنفين وتفسير ماجدی) الرِّصْدُ مصدر بمعنى گھات لگا کر بیٹھنا۔

امام راغب لکھتے ہیں:-

الرِّصْدُ گھات لگانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاقْعُدُوا لِلْهَمْدِ كَلًّا مِرْصَدًا (۵:۹) اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھو اور مِرْصَادٌ بمعنی مِرْصَدٌ آتا ہے لیکن مِرْصَادٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جو کہ گھات کے لئے مخصوص ہو۔  
قرآن میں ہے اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا (۲۱:۷۸) بے شک دوزخ گھات میں ہے۔

تو آیت میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ جہنم کے اوپر سے لوگوں کا گذر ہو گا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ وَ اِنَّ مِّنْكُمْ اِلَّا وَاَرِدُهَا (۷۱:۱۹) اور تم میں سے کوئی (ایسا بشر) نہیں جو جہنم سے اوپر ہو کر نہ گزرے۔

آیت نہا میں مِرْصَادًا بوجہ خبر ہونے کا نَتِّ کے منصوب ہے  
 ۲۲: ۷۸ — لِلطَّغِينِ مَا بَأًا۔ اگر آیت ۲۱ میں جہنم کو نقطہ کفار کے لئے مِرْصَاد  
 لیا جائے تو طغین آیت ۲۱ کے ساتھ آئے گا ای انَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا  
 لِلطَّغِينِ: بے شک دوزخ طاغین کی گھات میں ہے۔ اس صورت میں مَا بَأًا بدل  
 ہوگا مِرْصَادًا سے۔

اور اگر آیت ۲۱ میں جہنم کو کفار و متومنین دونوں کے لئے مراد لیا جائے تو مَا بَأًا  
 خبر ثانی ہوگی كَانَتْ لِلطَّغِينِ كِي، (لوٹنے کی جگہ)  
 مَا بَأًا مصدر بھی ہے اور اسم ظرف مکان و زمان بھی، یعنی لوٹنا، لوٹنے کی جگہ، لوٹنے  
 کا وقت۔ اَدْبُكُ اِيَابُكُ بھی مصدر ہیں۔ اَبُ يَسُوْبُ (باب نصر) اَدَابُ اَوَابِيْنَ  
 اسی سے مشتق ہیں۔ تَاوِيْبُ دُنُ كِي کے چلنے کو کہتے ہیں۔

طَاغِيٌّ جَمْعُ طَغِيْنٍ۔ گناہوں میں حد سے بڑھ جانے والے۔ طَغِيٌّ يَطْغِيُّ  
 طَغِيَانٌ (باب ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ طَغِيْنٌ بجمالت جرو نصب،  
 طَاغُوْنَ بجمالت رفع:

۲۳: ۷۸ — لِبَثِيْنٍ فَبِدٍ اَحْقَابًا۔ جملہ طاغین کی ضمیر مستکن سے حال ہے  
 لہذا منصوب ہے۔

لِبَثِيْنٍ كَبِيْرٌ (باب سجع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے؛ كَبِيْرٌ  
 لِبَاثٌ وَكَبَاثَةٌ یعنی دیر تک رہنا؛ مدت تک رہنا۔ فَبِدٍ میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب  
 کا مرجع جہنم ہے۔

اَحْقَابًا: حَقْبٌ كِي جمع ہے اور بوجہ ظرفیت منصوب ہے:

حَقْبٌ کتنی مدت کو کہتے ہیں اس میں اسلاف و اہل لغت کا اختلاف ہے۔

مثلاً حقب ۸۰ سال جس کا ہر دن ہزار برس کا۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

حقب ۲۷ خریف کا۔ ہر خریف ۷۰ سال کا، ہر سال ۳۶۰ دن کا ہر دن ہزار برس کا۔

(مجاہد)

اسی طرح دوسرے اقوال ہیں۔ لیکن کتنی ہی مدت بیان کی جائے پھر بھی وہ میعاد

ختم ہو جائے گی۔ دوامی نہ ہوگی؛ اس لئے مقاتل نے صاف کہہ دیا کہ آیت فَلَنْ

تَزِيْدُ كُمْ اِلَّا عَذَابًا سے یہ آیت منسوخ ہے۔



لیکن حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :-

کہ احقاب جمع ہے اور جمع کی کوئی آخری حد نہیں۔ اس لئے ہر حقب گذرنے کے بعد دوسرا حقب شروع ہو جائے گا اور اس طرح حقب کا سلسلہ ختم نہ ہوگا۔

امام حسن بصری کی تشریح کے مطابق اس جگہ (لفظ احقاباً کی وجہ سے) لِبَشِيرٍ کا مطلب ہوگا ہمیشہ رہنے والے (لغات القرآن) وہ اس میں حقبوں بڑے رہیں گے۔  
 ۲۴: ۲۸ — لَا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا: لَا يَذُوقُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب ذُوقُوا (باب نصر) مصدر سے۔ وہ نہیں چکھیں گے۔ فِيهَا ای فی جہنم۔ بَرْدًا۔ ٹھنڈک، شَرَابًا پینے کی چیز، ہر وہ چیز جس کو چبانانہ پڑے بلکہ پیاجائے عربی میں اس کے لئے شراب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

ترجمہ ہوگا :-

وہ وہاں نہ تو ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کسی پینے کی چیز کا: (یعنی ان کو نہ تو ایسی ٹھنڈک نصیب ہوگی جو جسم کو آرام اور سکون دے۔ اور نہ کوئی پینے کی چیز ایسی ملے گی جو پرزائقہ بھی ہو اور پیاس کو بھی بجھا دے)

۷۸: ۲۵ — الْأَحْمِيمَاءُ وَغَسَّاقًا - حَمِيمًا - سحنت گرم، کھولتا ہوا پانی، غَسَّاقًا پیپ، کچ لہو۔ وہ گند کا مادہ جو زخموں سے نکلتا ہے۔ بہتی پیپ، اس صورت میں حَمِيمًا کا استثناء بَرْدًا سے ہے اور غَسَّاقًا کا استثناء شَرَابًا سے ہے۔  
 مطلب یہ ہے کہ جب دوزخیوں (طاغیوں) کو دوزخ کی آگ اندر سے اور باہر سے جلا رہی ہوگی اور وہ ٹھنڈک کے لئے بیتاب ہوں گے تو ان کو ٹھنڈک کی بجائے گرم اور کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا: جو ان پر گرمی کی شدت کو اور تیز کر دے گا، اسی طرح جب ان کو شراب کی طلب ہوگی یعنی پینے کی ایسی چیز جو کہ پرزائقہ بھی ہو اور ان کی پیاس کو تسکین بھی بخشنے تو ان کو پینے کے لئے کچ لہو اور دوزخیوں کے زخموں سے بہتی ہوئی گندری پیپ پینے کو دی جائے گی جو پینے کو اور بھی ناقابل برداشت کر دے گی۔

آیت ۲۴ میں بَرْدًا وَ شَرَابًا۔ يَذُوقُونَ کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں اور سارا جملہ لِبَشِيرٍ کے ضمیر جمع مذکر سے حال ہے اور یہی صورت آیت ۲۵ میں حَمِيمًا وَ غَسَّاقًا کی ہے۔

۲۶:۷۸ — حَبْرَاءَ وَفَاقًا، موصوف و صفت، حَبْرَاءَ حَبْرًا، بدلہ، معاوضہ  
 وَفَاقًا مصدر (مفاعلة) ہے یعنی موافقہ، یعنی مصدر یعنی اسم فاعل ہے جتنا  
 جرم ہے اتنی سزا۔ حَبْرَاءَ فعل محذوف سے مفعول مطلق ہے۔

فَرَا۔ اور انفس کے نزدیک عبارت یوں تھی۔

جائزینا ہم حَبْرَاءَ وَفَاقًا۔ (ہم نے اُن کو اُن کے جرم کے موافق سزا دی۔

زجاج نے کہا۔

جوزوا حَبْرَاءَ وَفَاقًا اور ان کو ان کے جرم کے موافق سزا دی گئی،

۲۷:۷۸ — اِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا۔ جسد مستانف ہے اور سزا  
 مذکور کی علت۔

یعنی ان کو ان کے گناہوں کی پوری پوری سزا دی گئی کیونکہ وہ لوگ تو حساب کی  
 توقع ہی نہ رکھتے تھے۔

كَانُوا لَا يَرْجُونَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب کا صیغہ، رَجَاءٌ رَجَا

نصر مصدر سے۔ وہ یقین نہیں رکھتے تھے۔ وہ امید نہیں رکھتے تھے۔

۲۸:۷۸ — وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَابًا ط كِذَّابًا مصدر ہے تکذیب کا

ہم معنی، یہ استعمال عمومی ہے۔ اور انہوں نے ہماری آیات کی پوری پوری تکذیب کی

۲۹:۷۸ — وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا: كِتَابًا یا تمیز ہے یا حال ہے اور

کتاب مصدر یعنی مکتوب ہے یا مفعول مطلق ہے۔ جیسے ضَرْبَةُ سَوْطًا میں

اس کو ضرب تازیانہ لگائی۔

یعنی ہم نے ان کے ہر عمل کا اس طرح احصاء کر لیا ہے جیسے تحریر احصاء کر لیتی ہے

یا کِتَابًا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ یعنی ہم نے ان کے اعمال کو احاطہ کر لیا ہے

اور لوح محفوظ میں یا کرامًا کاتبین کے اعمال ناموں میں لکھ رکھا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ جملہ معترضہ ہے میرے نزدیک یہ وَفَاقًا کی علت ہے جیسے اِنَّهُمْ

كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا علت ہے حَبْرَاءَ کی،

مطلب یہ ہو گا کہ ہم ان کو اس لئے سزا دیں گے کہ وہ حساب کا انکار اور تکذیب

کرتے تھے اور یہ سزا ان کے اعمال کے موافق ہو گی کیونکہ ان کے اعمال اور یہود گیا

ہم نے لکھ رکھی ہیں۔ کوئی چیز بغیر لکھے نہیں رہی اس کے مطابق ان کو سزا ہو گی۔

وَكُلَّ شَيْءٍ يَهْدِيهِ فَعْلٌ مَحْذُوفٌ كَمَا فَعْلٌ فِي تَشْرِيحِ آتِيهِ فَعْلٌ فِي كَيْفِيَّتِهِ  
یعنی طاغیوں کے ہر عمل اور ہر بیہودگی کو ہم نے گمراہی لیا ہے (احاطہ عددی کر لیا ہے)

(تفسیر مظہری)

۷۸: ۳۰ — فَذُوقُوا قَلْبُنْ تَزِيدُكُمْ إِلَّا عَذَابًا: ف سبب ہے اور بطور التفات  
رکلام کے رُخ کو موڑنا، طَغِينُ کو خطاب ہے۔ وقیل الالتفات شاہد علی شدت  
الغضب۔ (الفتات ضمائر شدت پر شاہد ہے)

طاغین سے کہا جائے گا کہ: چونکہ ہم نے تمہارے اعمال کا احاطہ کر لیا ہے لہذا اب  
سبب کفر عن الحساب و تکذیب آیات عذاب کا مزہ چکھو،  
فَلَنْ تَزِيدَ كُمْ إِلَّا عَذَابًا: ہم نہیں زیادہ کریں گے تم پر مگر عذاب کو، ف عاطفہ  
لَنْ تَزِيدَ مضارع نفی تاکید بہ لن۔ صیغہ جمع متکلم۔ ہم ہرگز زیادہ نہیں کریں گے۔ كُمْ  
ضمیہ مفعول جمع مذکر حاضر، إِلَّا حرف استثناء عَذَابًا مستثنیٰ (تمیز) ہم ہرگز زیادہ نہیں  
کریں گے تم پر مگر عذاب۔

قیل هذه الآية أشد آية في القرآن على أهل النار كلما استغاثوا  
من نوع العذاب اغثوا بأشد منه (المخازن)  
کہا گیا ہے کہ یہ آیت قرآن میں دوزخیوں کے خلاف سخت ترین آیت ہے جب بھی وہ  
ایک عذاب سے نجات کے لئے مدد طلب کریں گے ان کی اس عذاب سے زیادہ شدید  
عذاب سے مدد کی جائے گی۔

۷۸: ۳۱ — فَائِدَةٌ:

اب آیت ہذا سے ان لوگوں کے اوپر خدا کے لطف و کرم کا ذکر ہے جو روز قیامت پر  
ایمان رکھتے ہیں اور اس کے دربار میں حاضری کا خوف ان کو ہر گناہ سے باز رکھتا تھا۔  
(ضیاء القرآن)

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا — مَفَازًا مصدر معنی کامیابی۔

یہ فَوْز سے اسم طرف بھی ہو سکتا ہے۔ الفوز کے معنی ہیں سلامتی کے ساتھ خیر حاصل  
کر لینا۔ مَفَازًا اسمِ اِنِّ ہے۔ لہذا منصوب ہے۔ لِلْمُتَّقِينَ اس کی خبر۔ ضرور پر ہرگز کاروبار  
کے لئے کامیابی ہے۔

۷۸: ۳۲ — حَدَّ الْبُقِّ وَأَعْنَابًا: حَدَّ الْبُقِّ باغات حَدِّيقَةٍ کی جمع جس کے

معنی اس باغ کے ہیں جس کے گرد چار دیواری کھینچی ہوئی ہو۔ باغ کا نام حدیقۃ اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی ہیئت اور شکل میں حد قد یعنی آنکھ کی پتلی کے مشابہ ہے جس طرح وہ گھری ہوئی اور بارونق اور با آب و تاب ہوتی ہے۔ اس طرح حدیقیہ ہوتا ہے۔ حَدَائِقٌ بَدَلٌ هِيَ مَفَازًا سِے۔ اَعْنَابًا۔ عِنَبٌ کی جمع ہے بمعنی انگور اور یہ حَدَائِقٌ کا معطوف ہے۔

۷۸: ۳۳ — وَ كَوَاعِبِ اٰثْرَابًا: موصوف صفت ہیں۔ وَاَدْعَا طِفْہِے اور كَوَاعِبِ کا عطف اَعْنَابًا پر ہے۔ كَوَاعِبِ كَاعِبٌ کی جمع۔ نوخیز شباب لڑکیاں جن کے لپٹان خوب ابھرے ہوئے ہوں۔ اِمْرَاَةٌ كَاعِبٌ ابھرے ہوئے پستانوں والی لڑکی كَعْبُ الرَّجُلِ (مُخَنِّ) اس بڑی کو کہتے ہیں کہ جو پاؤں اور پنڈلی کے جوڑ ہوتی ہے اور الْكَعْبَةُ ہر اس مکان کو کہتے ہیں جو ٹخنے کی شکل پر چوکور بنا ہوا ہو۔ اسی سے بیت الحرام کو الكعبۃ کے نام سے پکارا گیا ہے  
اٰثْرَابًا، ہم سن عورتیں،

امام راغب فرماتے ہیں :-

اٰثْرَابٌ (۵۲: ۳۸) کے معنی ہیں: ہم عمر جنہوں نے اکٹھی تربیت پائی ہوگی۔ گویا وہ عورتیں اپنے خاوندوں کے اس طرح مساوی و مماثل یعنی ہم مزاج ہوں گی جیسے سینوں کی پڈیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے یا اس لئے کہ گویا زمین پر یک وقت واقع ہوئی ہیں اور بعض نے یہ بھی وجہ بیان کی ہے کہ وہ اکٹھی ایک ساتھ مٹی میں کھیلتی رہی ہیں۔  
ترب مٹی۔ تَرَابٌ پسیاں۔

۷۸: ۳۴ — وَ كَأْسًا دِهَاقًا وَاَدْعَا طِفْہِے۔ كَأْسًا دِهَاقًا موصوف و صفت۔  
كَأْسًا کا عطف كَوَاعِبِ پر ہے كَأْسٌ اس جام کو کہتے ہیں جو شراب سے پُر ہو، جس جام میں شراب نہ ہو اس کو كَأْسٌ نہیں کہتے۔ دِهَاقًا۔ دِهَقٌ (باب فتح) مصدر سے اسم صفت ہے۔ بھرا ہوا۔ چھلکتا ہوا۔

۷۸: ۳۵ — لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَّوَلَا كِدًّا اَبًا: یہ جملہ متقین کی ضمیر سے حال ہے فِيهَا کی ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع

۱۔ كَأْسًا کی طرف راجح ہے یعنی دنیوی شراب پینے کے وقت جس طرح لغو اور بہودہ باتیں سنی جاتی ہیں جنت کی شراب پیتے وقت وہ نہیں سنی جائیں گی۔

۱۲۔ فیہا کی ضمیر مَفَاذًا کی طرف راجع ہے اور مَفَاذًا سے مراد ہے حدائق اور جنتیں۔

۱۳۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہا ضمیر کا مرجع جنت ہے۔ وہاں متقین کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ (خرافات) کِذَّابًا: مصدر۔ منصوب بوجہ مفعول مطلق (باب تفعیل) کسی کو جھوٹا قرار دینا۔ جھوٹا سمجھنا۔

۷۸: ۳۶ — جَزَاءً مِّنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا، جَزَاءً أَوْ عَطَاءً دُونَ مِمَّا صَدَرَ مِنْ هُنَا مَفْعُولٌ مُّطْلَقٌ هُنَا فِعْلٌ مَّحْذُوفٌ كَمَا فِي جَزَاءً وَاعْطَاءً هُنَا عَطَاءً

آیت کا ترجمہ ہو گا:-

یہ بدل ہے آپ کے رب کی طرف سے بڑا کافی انعام۔

یہ انعام و اکرام چونکہ ان کے اعمال صالحہ کے عوض میں ہے اس لئے اسے جزا کہا گیا کیونکہ اس میں اس کا فضل و احسان جلوہ نما ہے اس لئے اسے عطا کہا گیا ہے پھر عطا کی صفت حِسَابًا ذکر کی گئی ہے۔ قتادہ نے اس کا معنی کثیراً بتایا ہے يُقَالُ أَحْسَبْتُ فَلَانًا۔ اسی کثرت لہ العطاء حتی قال حسبی۔ (کہتے ہیں أَحْسَبْتُ فَلَانًا یعنی میں نے اس کو اس کثرت سے دیا یہاں تک کہ وہ کہہ اٹھا میرے لئے (یہی) کافی ہے)۔ (ضیاء القرآن)

حِسَابًا مصدر ہے لیکن صفت کے قائم مقام ہے۔ اسی کثیراً بہت زیادہ ۲۸: ۳۷ — رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ: جملہ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا بدل ہے رَبِّكَ سے الرَّحْمٰن بھی رب سے بدل ہے یا اس کی صفت:

ترجمہ ہو گا:-

جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان دونوں کے اندر کی سب چیزوں کا جو بڑا رحم و کرم کرنے والا ہے۔

لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ لَا يَمْلِكُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ مِلْكٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ اختیار نہیں رکھتے۔

وہ رب السموات والارض وما فیہا ہے اور جن بھی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ ہیبت اور جبروت بھی ہے کہ کوئی بھی بغیر اذن کے اس سے بات نہیں کر سکتا۔  
صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں۔

اور کوئی اپنے استحقاق کی بابت اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ جس کو کچھ بھی دیا وہ محض فضل ہی فضل ہے، جس کو نہیں دیا وہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیز مجھے کیوں نہیں دی۔ کیونکہ اس کو کسی کا دینا نہیں آتا جو وہ اپنا حق جتلائے اور گلہ کرے :  
لَا یَمْلِكُونَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب تمام اهل سموات والارض کے لئے ہے اور مِنْہُ کی ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کے لئے ہے (مدارک)  
مِخْطَابًا۔ کلام، بات، گفتگو۔ مصدر۔ منصوب بوجہ تمیز۔

۷۸ : ۳۸ — یَوْمَ یَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا : آیت سابقہ نمبر ۳۷ میں مِخْطَابًا پر علامت وقف جہ ہے جو وقف جانز کی علامت ہے اور یہاں ٹھہرنا بہتر ہے۔ اس صورت میں یَوْمَ ظرف ہے لَا یَتَكَلَّمُونَ کا۔ بوجہ ظرفیت منصوب ہے اس دن۔

یَقُومُ مضارع واحد مذکر غائب۔ قیام مصدر (باب نصر) سے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوگا یہاں یعنی جمع ہے۔ وہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔  
الرُّوح کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔  
۱۔ اس سے مراد ہے ارواح بنی آدم۔

۲۔ بنی آدم فی النفسہم۔

۳۔ خدا کی مخلوق میں سے بنی آدم کی شکل کی ایک مخلوق جو نہ فرشتے ہوں ہیں نہ بشر۔

۴۔ حضرت جبریل علیہ السلام

۵۔ القرآن

۶۔ جمیع مخلوق کے بقدر ایک عظیم فرشتہ وغیرہ۔ (راضواء البیان)

۱۔ ابن جریر نے ان جملہ اقوال میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے سے توقف کیا ہے  
ب : ۱۔ مودودی، پیر محمد کرم شاہ، صاحب تفسیر مدارک، جمہور کے نزدیک حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔

ج: مولانا اشرف علی تھانوی رح کے نزدیک تمام ذی ارواح۔

مولانا عبد الماجد دریابادی رح کے نزدیک اس سیاق میں روح سے مراد ذی روح مخلوق لی گئی ہے۔

يَقُومُ الرُّوحَ وَالْمَلٰئِكَةَ صَفًّا كَمَا كَثُرَ فِي مَطْلَبِ لِيَا هِيَ كَالرُّوحِ اَيْ صَفِّ  
میں اور ملائکہ ایک صف میں کھڑے ہوں گے: اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ الروح  
اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے:

صَفًّا يَهِيَ لِأَيْتَكَلَّمُونَ كِي ضَمِيرِ فَاعِلٍ سَعِ حَالِ هِيَ صَفِّ لِيَصِفُ (بَابِ نَصْرِ)  
کا مصدر ہے جس کے معنی صف باندھنے کے آتے ہیں اور خود قطار کے معنی میں بھی بطور  
اسم مستعمل ہے۔ صُفُوفٌ جمع۔ قطاریں۔ صف باندھے۔

لَا يَتَكَلَّمُونَ مَضَارِعَ مَنفَعِي جَمْعِ مَذَكْرٍ غَائِبٍ تَكَلَّمَ (تَفَعَّلَ) مَصْدَرٌ۔ وَهِيَ بَاتٌ  
نہیں کریں گے۔

إِلَّا۔ اسْتِنَارَ مُتَّصِلٌ۔ اَلْ لَا يَتَكَلَّمُونَ اِحْدًا اِلَّا اَلْمَآذُونَ مِنَ الرَّحْمٰنِ  
کوئی کلام نہ کرے گا سوائے ان کے جن کو الرحمن کی طرف سے اجازت دی گئی ہوگی  
اِذْنًا مَآهُي وَاحِدٌ مَذَكْرٍ غَائِبٍ اِذْنٌ (بَابِ سَمْعٍ) مَصْدَرٌ سَعِ اِسْنِ اِجَازَتٌ دِي۔

وَقَالَ صَوَابًا اس کا عطف اِذْنٌ پر ہے صَوَابًا۔ ٹھیک بات، حق، راست  
درست، خطا کی ضد ہے۔ اور وہ کہیگا بھی حق بات، یعنی شفاعت یا شہادت کے سلسلہ  
میں اجازت پر وہ لگی چڑھی کہے بغیر سچی سچی اور بلا کم و کاست ٹھیک بات کہیگا۔

۳۹:۴۸ — ذٰلِكَ الْيَوْمِ الْحَقِّ۔ ذٰلِكَ اِسْمُ اِشَارَةٍ وَاحِدٌ مَذَكْرٌ۔ بِتَدَاوُلِ الْيَوْمِ الْحَقِّ  
موصوف و صفت مل کر خبر۔ وہ برحق دن ہے۔ يٰ ذٰلِكَ الْيَوْمِ (مذکورہ بالا احوال والادن)  
اسم اشارہ۔ و مشارع الیہ مل کر مبتدأ الحق اس کی خبر، (حق ہی ہے۔ بلاریب، حقانیت اور  
صداقت پر یہ دن مبنی مقصود ہے۔ یعنی الحق خبر ہے۔ اور خبر پر الف لام مفید حصر ہی ہے  
پس مطلب یہ ہوا کہ قیامت کا دن یقیناً حق ہی ہے (تفسیر منظری)

فَمَنْ شَاءَ اِتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهِ مَا بَاطِنٌ سَبِيحٌ هِيَ كِيونکہ اللہ تک پہنچانے کا راستہ  
اختیار کرنے کا سبب قیامت کا برحق ہونا ہے۔

مَا بَاطِنٌ مَفْعُولٌ هِيَ اِتَّخَذَ كَا اِلٰی رَبِّهِ مُتَعَلِّقٌ مَا بَاطِنٌ  
اِتَّخَذَ مَاضِيٌ وَاحِدٌ مَذَكْرٍ غَائِبٍ اِتَّخَذَ (اِفْتَعَلَ) مَصْدَرٌ۔ اِخْتِيَارٌ كَرْنًا۔ مَا بَاطِنٌ مَفْعُولٌ

اَبَ يَوْمٍ (باب نصر) مصدر یعنی لوٹنا۔ اسم طرف زمان بھی ہو سکتا ہے یعنی لوٹنے کا وقت۔ اسم طرف مکان بھی ہو سکتا ہے یعنی لوٹنے کی جگہ۔ یہاں یہی مراد ہے۔  
مطلب ہے اللہ کے قرب تک پہنچانے والا راستہ، یا لوٹنے کی جگہ سے مراد ہے جنت۔ (الحازن، جلالین)

پس جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانہ بنالے۔

۷۸، ہم — اِنَّا اَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا۔ اَنْذَرْنَا ماضی جمع مکمل اِنْذَارٌ (رِافِعَالٌ) مصدر۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تم کو ڈرایا۔ ہم نے تم کو ڈر سنا یا۔

عَذَابًا قَرِيْبًا موصوف و صفت۔ اَنْذَرْنَا کا مفعول ثانی۔ عذاب قریب اس سے مراد عذاب آخرت ہے۔ کیونکہ جو آئیوا لا ہے وہ قریب ہی ہے۔ یا اس سے مراد عذاب قبر ہے اور موت جوتے کے تسمہ سے زیادہ قریب ہے (تفسیر مظہری)  
يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَوْتُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ۔ اس کی تفسیر میں علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:-

يَوْمَ۔ عَذَابًا کا مفعول فیہ ہے۔ کیونکہ عذاب یعنی تعذیب (مصدر) ہے مَا قَدَّمَتْ میں مَا یا تو سوالیہ ہے اور قَدَّمَتْ کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے یا موصولہ ہے اور يَنْظُرُ کا مفعول ہے اور صلہ میں ضمیر مؤنث ہے یعنی قَدَّمَتْہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص قیامت کے دن اپنے اس عمل کو جو پہلے اس نے دنیا میں کر کے بھیجا ہو گا اپنے اعمال نامہ میں دیکھے گا۔ یا اس کا بدلہ آخرت میں دیکھے گا یا قبر میں دیکھے گا۔  
اعمال کو بھیجنے کی نسبت ہاتھوں کی طرف اس لئے کی کہ عموماً کام ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں۔

وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَلِيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا وَاَوْعَاطِفُ، يَقُولُ كَا عَطْفُ يَنْظُرُ پر ہے۔ لَيْتَ حرف تمناء و طمع ہے۔ گذشتہ کو تا ہی پر اظہار تاسف کے لئے آتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

يَلِيْتَنِي اَتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيْلًا (۲۵: ۲۷) اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# (۷۹) سُورَةُ النَّازِعَاتِ مَكِّيَّةٌ (۴۶)

۷۹: ۱ — وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا، وَاَوْقَسِيهٖ: النَّازِعَاتِ مَقْسَمٌ بِهَا هِيَ؛ غَرْقًا اسْمٌ هِيَ لٰكِن بَجَائِے مَصْدَرٌ كَے مُتَعَلِّمٌ هِيَ لِیَعْنِ مَفْعُولٌ مُّطْلَقٌ مِّنْ غَيْرِ لَفْظٍ هِيَ جِیَسَ قَعَدَتْ جُلُوْسًا مِّنْ جُلُوْسًا مَفْعُولٌ مُّطْلَقٌ مِّنْ غَيْرِ لَفْظٍ هِيَ جَوَابٌ قَسْمٌ مَّخْرُوفٌ هِيَ:

النَّازِعَاتِ اسْمٌ فَاعِلٌ جَمْعُ مُؤَنَّثِ النَّازِعَاتِ وَاحِدًا، نَزَعُ رَابِ ضَرْبٍ، مَصْدَرٌ هِيَ: كَهِنْجِنَا وَابِيَاں۔ كَهِنْجِ كَر نَكَالِنَا وَابِيَاں۔ نَزَعُ كَهِنْجِنَا، نَكَالِنَا جَان نَكَالِنَا۔ مَنَازِعَاتُ (مَفَاعِلَةٌ)، بَاهِمٌ كَشِيْدُكِي۔ خِصُوْمَتُ۔ تَنَازُعٌ (تَفَاعُلٌ) بَاهِمٌ خِصُوْمَتُ كَرِنَا۔

غَرْقًا۔ ڈوبنا۔ گہرائی سے شدت کے ساتھ کھینچنا

ترجمہ ہوگا:۔

قسم ہے گہرائی میں جا کر شدت کے ساتھ کھینچنے والیوں کی۔

۷۹: ۲ — وَالنَّشِیْطِ نَشْطًا وَاَوْعَاطِفِ هِيَ۔ وَاَوْقَسِيهٖ مَقْدَرٌ هِيَ النَّشِیْطِ مَقْسَمٌ بِهَا هِيَ۔ نَشْطًا مَفْعُولٌ مُّطْلَقٌ تَاكِيْدٌ كَے لِیَعْنِ جَوَابٌ قَسْمٌ مَّخْرُوفٌ هِيَ۔

النَّشِیْطِ اسْمٌ فَاعِلٌ جَمْعُ مُؤَنَّثِ هِيَ: النَّاشِیْطَةُ وَاحِدًا۔ بِنْدُ كَهُوْلِنَا وَابِيَاں یِه لَفْظٌ نَشْطٌ الدَّلُو۔ ڈول کو آسانی کے ساتھ بغیر تکلیف کے نکال لیا۔ کے محاورہ ماخوذ ہے۔ یا نَشْطُ الْحَبْلِ سے ماخوذ ہے یعنی رسی کو اتنا ڈھیلا چھوڑ دیا کہ وہ کھل گئی۔ اور قسم ہے آسانی کے ساتھ گرہ کھولنے والیوں کی۔ (آسانی سے روح قبض کرنے والیوں کی)

۷۹: ۳ — وَالسَّابِغَاتِ سَبْغًا وَاَوْعَاطِفِ (وَاَوْقَسِيهٖ مَقْدَرٌ هِيَ) السَّابِغَاتِ

مقسم بہا۔

سَبَّحًا مَفْعُولٌ مَطْلُوقٌ: سَبَّحٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل جمع مَوْنُث

ہے۔ تیرنے والیاں۔ اور قسم ہے تیرنے والیوں کی،

۷۹: ۴ — فَالسَّبِيْقَاتِ سَبَقَاتٍ عَاطِفٌ، وَادْوَسِيْمِيَّةٌ مَقْدَرَةٌ السَّبِيْقَاتِ مَقْسَمٌ بِهَا۔

سَبَقًا مَفْعُولٌ مَطْلُوقٌ سَبَقٌ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مَوْنُث ہے پھر ان کی قسم جو دوڑ کر آگے بڑھنے والیاں ہیں۔

۷۹: ۵ — فَأَلْمَدَبَاتِ أَمْرًا: ف عَاطِفٌ (وَادْوَسِيْمِيَّةٌ مَقْدَرَةٌ) الْمَدَبَاتِ مَقْسَمٌ

بہا ہے۔ أَمْرًا مَفْعُولٌ بِہے۔ أَلْمَدَبَاتِ تَدْبِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے اسم فاعل جمع مَوْنُث ہے کسی کام کی تدبیر کرنے والیاں۔

پھر ان کی قسم جو (تفویض کئے گئے) امور میں تدبیر و تنظیم کرتی پھرتی ہیں۔

بغوی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک وہ ملائکہ مراد ہیں جن کے

سپر دیکھ کام حکم خدا کئے گئے ہیں اور ان کو انجام دینے کے طریقے اللہ تعالیٰ نے ان کو

تعلیم فرمادیتے ہیں:

## فائدہ :-

آیات ۱- تا ۵- میں مقسم بہا کا ان کے نام کے بجائے ان کے اوصاف

کا ذکر کیا گیا ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

۱- جمہور کے نزدیک ان سے مراد فرشتے ہیں۔ اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے

کہ نازعات، ناشطات، ساجات، سابقات، مدبرات، سب صیغے مَوْنُث کے

ہیں حالانکہ فرشتے مَوْنُث نہیں ہیں۔ بلکہ خدائے پاک نے کفار کو فرشتوں کو

مَوْنُث کہنے میں الزام دیا ہے۔ تبنیہ فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:-

وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَنِ أَنْثًا... الخ

(۱۹: ۴۳) اور انہوں نے فرشتوں کو کہہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں (خدا کی بیٹیاں

مقرر کیا ہے۔۔۔۔۔)

اس کے متعلق علامہ حقانی فرماتے ہیں:-

» اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کی زبان میں جمع اور جماعات کو لہیفہ مَوْنُث سے

تعبیر کرتے ہیں۔ اور ملائکہ سے اشخاص مراد نہیں بلکہ جماعات مراد ہیں :

ان فرشتوں میں سے نازعات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو جان نکالتے ہیں۔ اور کھینچ کر (جان) نکلنے والے وہ ہیں جو کفار کی جان کنی پر مامور ہیں۔ کفار کی رُوح عالمِ آخرت کے مصائب سے ڈر کر ان کے بدن میں ادھر ادھر تمام اطراف و جوانب میں چھپتی بھرتی ہے۔ اس لئے وہ ملائکہ بھی ان کے اجسام میں گھس کر ان کی رُوح کو نکالتے ہیں اسی طرح ناشطات، ساججات، سابقات، مدبرات سے مراد بھی ملائکہ ہیں جن کو باعتبار ان کی صفات اور حالات کے مختلف صفات سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۲۔ امام حسن بصری نے ان سے مراد ستارے لئے ہیں۔

۳۔ بعض کے نزدیک ان پانچوں کلمات سے مراد اسواح ہیں۔

۴۔ بعض کہتے ہیں کہ ان پانچوں سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں۔

۵۔ ابو مسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ ان پانچوں کلمات سے مراد غازی ہیں۔

(تفسیر حقانی)

## فَائِدَةٌ :-

یہ پانچ قسمیں کھائی گئی ہیں لیکن جواب قسم محذوف ہے یعنی لَتُبْعَشْنَ۔ کہ تمہیں ضرور دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔

۶:۷۹ — يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ؛ يَوْمَ مَنْصُوبٌ بِهٖ ظَرْفُ زَمَانٍ هٖ  
اور قسم کے جواب محذوف سے متعلق ہے۔

تَرْجُفُ مَضَارِعٌ وَاحِدٌ مَوْنُوثٌ غَائِبٌ رَجْفٌ رِبَابٌ نَهْرٌ مَصْدَرٌ سَمْعٌ مَعْنَى  
وہ لرزے گی۔ وہ کانپے گی۔

الرَّاجِفَةُ رَجْفٌ سَمْعٌ فَاعِلٌ كَا صَيْغَةٌ وَاحِدَةٌ مَوْنُوثَةٌ۔ جَبَّ تَهْرَقْرَانِي دَالِي  
تھرقرانے گی۔

علامہ آلوسی رُوح المعانی میں لکھتے ہیں۔

راجفة سے مراد تمام وہ چیزیں ہیں جو ساکن ہیں۔ اور وہ اس وقت زور زور سے کانپنے اور لرزنے لگیں گی۔ جیسے زمین، پہاڑ۔ وغیرہ۔

یعنی نفع اولیٰ ہوگا اور نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا حکم صادر ہوگا۔

تو یوں محسوس ہوگا کہ زبردست زلزلہ کے جھٹکوں سے زمین، پہاڑ، قلعے، مکان اور درخت سب کے سب لرزنے لگیں گے۔

۷۹:۷۹ — تَتَّبِعُهَا الرِّادِفَةُ: تَتَّبِعُ مَضَارِعَ وَاحِدِ مَوْنِثٍ غَائِبٍ تَتَّبِعُ رَبَابًا سَمِعَ مَصْدَرٌ سَعَى — یعنی پیچھے چلنا۔ پیچھے پیچھے آنا۔ ہا ضمیر واحد مَوْنِثٍ غَائِبٍ کا مرجع الراجفۃ ہے۔

الرِّادِفَةُ: رَدِفْتُ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مَوْنِثٍ پیچھے سوار ہونے والی۔ پیچھے جانے والی۔ تَرَادَفَ ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔ یا سوار ہونا۔ لفظوں کا ہم معنی ہونا۔ مترادف ہم معنی۔ اس کے پیچھے آئے گی ایک اور لڑاہٹ، مجھو پھال، زلزلہ،

## فَائِدَةٌ:

بعض کے نزدیک رَدِفَ سے مراد نَفَخَ ثانیہ ہے جو پہلے نَفَخَ کے بعد ہوگا، جس کے بعد سب مَرُفَعِ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے۔

صاحب تفسیر حَقَانِی رَقْمَطَرِہِیں ۱۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاحِفَةُ — اس روز کہ لرزنے والی چیزیں لرزیں یعنی زمین اور پہاڑ لہیں۔ اور تَتَّبِعُهَا الرِّادِفَةُ پے در پے لرزے پر لرزہ آئے، یہ نَفَخَ صور اول کے وقت ہوگا۔ کہ زمین ہل جائے گی اور پے در پے لرزے آنے سے یہ تمام دنیا نیست و نابود ہو جائے گی۔

اس کے بعد بار دیگر ہر ایک انسان زندہ ہوگا۔ ابتدائے نَفَخَ صور اول سے لے کر نَفَخَ ثانی تک ایک متصل زمانہ ہے اس لئے اس میں زندہ ہونا صحیح ہو سکتا ہے، ورنہ تو صرف نَفَخَ اول صور میں تو کوئی زندہ نہ ہوگا بلکہ زندہ لوگ بھی مرجائیں گے۔ گویا آیت نمبر ۶ اور آیت نمبر ۷ دونوں نَفَخَ صور اول کی کیفیات ہیں۔ نَفَخَ ثانی بعد میں ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۱۔

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاحِفَةُ سے مراد وہ ہیبت ناک آواز ہے جو نَفَخَ اولیٰ کے وقت سمجھی ہوگی۔ جس سے زمین و آسمان، وحوش و طیور، حیوان و انسان نیست و نابود ہو جائیں

اور تتبعہا الرادفة سے مراد نفع ثانیہ ہے (یعنی بار دیگر صورت پھونکنا) جس سے تمام حیوان و انسان بار دیگر زندہ ہوں گے۔ اور ان دونوں نفع صورتیں بمقدار چالیس برس کا زمانہ ہوگا۔

(تفسیر حقانی، منظہری، خازن)

۷۹: ۸ — قُلُوبٌ يَّوْمَئِذٍ وَاجِفَةٌ — قُلُوبٌ مُّبْتَدَاةٌ يَّوْمَئِذٍ اسْمٌ طَرَفِ زَمَانٍ ہے اور تتبعہا الرادفة سے متعلق ہے۔ وَاجِفَةٌ، قُلُوبٌ کی صفت ہے اور مبتدا کی خبر۔

(کتنے ہی) دل اس روز ترساں دلزراں ہوں گے۔ وَاجِفَةٌ۔ وَجِفْتُ (باب ضرب) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

وَجِفْتُ۔ وَجِفْتُ (باب ضرب) کے معنی تیز رفتاری کے ہیں۔ اور اَوْجِفْتُ الْبَعِيرُ کے معنی ہیں میں نے اونٹ کو تیز دوڑایا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔

فَمَا اَوْجِفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ (۷۹: ۵۹) کیونکہ اس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

مثل مشہور ہے اَوْجِفَ فَاَعْجَفَ: گھوڑے کو تیز دوڑا کر دبا کر دیا۔

وَجِفُ الشَّيْءِ کسی چیز کا مضطرب ہونا۔ قَلْبٌ وَاجِفٌ: مضطرب دل؛ ۷۹: ۹ — اَلْبَصَارُ هَا خَا شِعَةً: اَلْبَصَارُ هَا مُبْتَدَاةٌ خَا شِعَةً خبر۔ اَلْبَصَارُ هَا ای البصارا صحب القلوب (ان کا نپتے دل والوں کی آنکھیں) ہا ضمیر کا مرجع قلوب ہے۔

خَا شِعَةً۔ خَشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے، معنی ذلیل ہونے والی۔ خوار ہونے والی۔ نیچی ہونے والی۔ ان دل والوں کی آنکھیں ڈر اور ذلت و خواری سے نیچی ہو رہی ہوں گی:

**فَائِدَةٌ** — آیات ۸ و ۹ میں مذکور حال کفار و منافقین کا ہوگا۔ اللہ کے نیک بندے اس روز حُزْنِ و غَم سے محفوظ ہوں گے۔ ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ لَا يَجْزِيهِمُ الْفَرْعُ الْكَبِيرُ وَتَتَلَقَّهِمُ الْمَلَائِكَةُ هَذَا يَوْمَكُمْ هَذَا يَوْمَكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ (۲۱: ۱۰۳) ان کو (اس دن کا)

بڑا بھاری خوب غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

فَائِلًا ۱۰ - حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق یَوْمَ تَرْجَبُ الرَّاجِفَةُ (آیت ۶) میں نَفْحَةٌ اُولٰی مراد ہے اور تَتَّبِعُهَا الرَّادِفَةُ (آیت ۷) میں الرَّادِفَةُ سے مراد نَفْحَةٌ ثَانِيَةٌ ہے۔ اور آیات ۸، ۹، ۱۰ میں مذکور مضامین نَفْحَةٌ ثَانِيَةٌ سے متعلق ہیں۔

۹: ۱۰ — يَقُولُونَ: (یعنی کافر آیاتِ بالا متعلقہ وقوعِ آخرت و مناظرِ آخرت سن کر استہزاء) کہتے ہیں۔

عَا اَنَا كَمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ: یہ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے؛ پہلا پھر ہم لوٹائے جائیں گے پہلی حالت کی طرف۔

عَا ہمزہ استفہامیہ ہے اِنَّا حرفِ مشبہ بالفاعل ہے یہ اِنَّ حرفِ تحقیق اور حرفِ مشبہ بالفاعل اور نَا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔

كَمَرْدُودُونَ میں لام تاکید کا ہے، مَرْدُودُونَ - رَدُّ (باب نصر) مصدر اسم مفعول جمع مذکر ہے۔ واپس پھرے گئے۔ لوٹائے گئے۔

جب کوئی شخص اسی راستے سے پلٹ جائے جس پر وہ چل کر آیا تھا تو عرب کہتے ہیں رجع فلان لقی حافرتہ ای طریقۃ التي جاء فيها فحضر۔ یعنی جس راستہ کو وہ پہلے اپنے قدموں سے کھود آیا ہے اور اپنے نقوشِ پائنت کر آیا ہے اسی پر وہ لوٹ گیا۔

الحافرة پہلی حالت۔ اُلْتِ پاؤں۔ زمین۔ حَضَرَ سے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ عرب میں "حَافِرَةٌ" اُلْتِ پاؤں لوٹنے اور پہلی حالت پر پلٹنے کے لئے ضرب المثل ہو گیا ہے۔

امام بنوین رحمہ لکھتے ہیں :-

اور بعض کا قول ہے کہ "حَافِرَةٌ" کے معنی روئے زمین کے ہیں جس میں ان کی قبریں کھدتی ہیں۔

۹: ۱۱ — عَا اِذَا كُنَّا عِظًا مَا نَخِرَّةً: یہ جملہ بھی استفہامیہ انکاریہ ہے اِنكَا

کے بعد انکار مزید تاکید کے لئے ہے۔

عَوَّہمَزہ استفہامیہ ہے۔ اِذَا ظَرْفِ زَمَانِ ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَ اِذَا رَاۤ اَدَا تَجَارَةً اَوْ لَهْوًا اِنِ الْفَضُوۡا اِلَيْهَا (۱۱:۶۲) جب انہوں نے سودا بکتا دیکھا یا تماشہ ہوتا دیکھا تو جھٹک کر اسی طرف چل دیتے۔ اور اگر قسم کے بعد واقع ہو تو زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسے کہ ارشادِ باری

تعالیٰ ہے:

وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰی (۱:۵۲) اور قسم ہے تائے کی جب وہ گرنے لگے۔

کُنَّا مَاضِیَ جَمْعٍ مُّتکَلِّمٍ رَّبِّعِی مَضَارِعَ - ہم ہوں گے۔

عِظًا مَّا نَخِرَةً: موصوف و صفت مل کر کَانَ کی خبر۔

عِظًا مَّا - عِظْمٌ کی جمع ہڈیاں۔ جیسے سِهَامٌ سَهْمٌ کی جمع ہے

نَخِرَةً عِظًا مَّا کی صفت ہے۔ نَخْرٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے صفت کا

صیغہ واحد مَوْنُثٌ - بوسیدہ۔ نَخِرَةٌ: من نَخَرَ العِظْمَ اِی بَلَى و صَارَ الجَوْفَ

تَمْرِبَهُ الرِّیْحِ فِی سَمْعِلَةَ نَخِیْرَ اِی صَوْتِ (روح المعانی)

جب ہڈی بوسیدہ ہو جائے اس کے اندر کا گودا گل جائے اور وہ خالی ہو جائے

اور اس میں سے ہوا گزرنے لگے جس سے نَخِیْرٌ پیدا ہوا ایسی ہڈیوں کو عِظًا مَّا

نَخِرَةً کہتے ہیں۔

۱۲:۷۹ - قَالُوۡا - اس کا عطف یَقُوۡلُوۡنَ پر ہے (اور) وہ کہتے ہیں۔

تِلْکَ اِذَا کَثُرَتْ خَاسِرَةٌ - تِلْکَ (اسم اشارہ واحد مَوْنُثٌ - بمعنی وَہ مبتدا

ہے۔ اِذَا حُرُوفٌ جَزَآءٌ - تب، اس وقت۔

کَثُرَتْ خَاسِرَةٌ موصوف و صفت مل کر بتدار کی خبر،

ترجمہ ہو گا:-

پھر تو یہ (زندگی کی واپسی) بڑی گھاٹے کی ہوگی (یہ وہ استہزاء کہتے ہیں)

خَاسِرَةٌ وَ خُسْرٌ وَ خُسْرَانٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مَوْنُثٌ ہے

گھاٹے والی۔

مندرجہ ذیل وہ مقولے ہیں جو کہ کافر لوگ قیامت کی وقوع پذیری اور

منکرینِ حشر کی حالت زاری کی آیات سن کر مٹھٹھے کے طور پر کہتے ہیں۔

۱۔ عَدَانًا لِمَرْدُودُونَ فِي الْحَافِرَةِ۔

۲۔ عَادًا كُنَّا عِظَامًا تَخِرَتَا۔

۳۔ تِلْكَ إِذْ أَكْرَمَتْ خَاسِرَةً۔

۷۹ : ۱۳ — فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ۔ کفار کے استہزائیہ مقولوں کے جواب میں ارشادِ الہی ہوتا ہے، فانما ہی زجرۃ واحدا۔ اسی لہٰذا تحسبوا تملک الکمرۃ صعبة علی اللہ عزوجل فانہا سہلۃ ہیبتہ فی قدرتم فما ہی الا صیحة واحدا۔ (فانما ہی زجرۃ واحدا) یوید النفخۃ الثانیۃ (مدارک) یعنی زندگی کی دایسی کو خدائے عزوجل کے لئے مشکل خیال نہ کرو؛ کیونکہ اس کی قدرت کاملہ کے لئے یہ بہت ہی سہل اور آسان ہے وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہے مراد اس سے نفخۃ الثانیہ ہے :

إِنَّمَا بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔ وہ تو صرف (یہ) ہے  
ان حرف مشبہ بالفعل ہے اور ما کا ذہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور ان کو عمل لفظی  
سے روک دیتا ہے۔ اور زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ خیران ہے۔

زَجْرَةٌ۔ زَجْرٌ رباب نصر، مصدر یعنی ڈانٹنا۔ جھڑکنا، زجر کرنا سے معنی  
ڈانٹ، جھڑک، زجر۔

۷۹ : ۱۴ — فَإِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ : فاء عطف کے لئے ہے اور إِذَا مفاہتہ  
ہے۔ (اچانک اور ناگہاں کے معنی میں) ہے۔ إِذَا کے آنے سے هُمْ بِالسَّاهِرَةِ  
جو جملہ اسمیہ تھا جملہ فعلیہ کی قوت میں ہو گیا۔ اسی لئے اس کا عطف جملہ فعلیہ پر  
صحیح ہو گیا۔

مطلب یہ ہو گا کہ :-

دنیا میں یہ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں مگر جب یہ زمین کے اوپر ایک میدان میں  
ہوں گے تو ناگہاں وہ وقت آہی جائے گا۔ اس صورت میں فانما ہی زجرۃ  
واحدا جملہ معترضہ ہو گا، جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان اس بات کو ظاہر  
کر رہا ہے کہ جس لرزہ کے یہ منکر ہیں اس کو لانا اللہ کے نزدیک آسان ہے کچھ دشوار  
نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری)



السَّاهِرَةُ: سَهْوٌ (باب سَمِع) مصدر سے جس کے معنی نینداڑ جانے کے ہیں۔ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ مفسرین کے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں۔

۱۔ سَاھِرَة سفید ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ اس کے موسوم ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر چلنے والا خوف سے سوتا نہیں۔

دوم یہ کہ اس میں سراب رواں ہوتا ہے یہ عرب کے محاورہ عین ساھرَة سے ماخوذ ہے۔

تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ زمین کا نام ساہرہ اس لئے پڑا کہ شدتِ خوف کے باعث اس میں انسان کی نینداڑ جاتی ہے تو وہ زمین کہ جس کے اندر قیامت کے موقع پر کافر جمع ہوں گے نہایت ہی خوف میں ہوں گے لہذا اس زمین کا نام ساھرَة اس بناء پر ہوا۔

(تفسیر کبیر امام رازی ج ۷)

۲۔ اس سے مراد روئے زمین ہے۔ سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے جو سفید ہو گھر اور بالکل صاف اور خالی ہوگی جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور جگہ ہے یَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ ..... الخ (۱۴): (۲۸) جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہو جائے گی۔ اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد قہار کے روبرو پیش ہوگی۔

تفسیر ابن کثیر،

۳۔ اس کے معنی ہیں کہ لوگ قیامت کے دن موت کی نیند سے فوراً جاگ اٹھیں یہ معنی زیادہ مناسب بھی ہیں کیونکہ موت کو خواب سے زیادہ مشابہت ہے اور سہو بیداری کو کہتے ہیں۔ حیاتِ اخروی بیداری اور موت خواب سے بہت مشابہ ہے۔ (تفسیر حقانی)

سورۃ یس میں ہے۔

قَالُوا يَوْمَئِذٍ لَيْسَ مِنَّا مَرْقَدَانَا۔ (۵۲:۳۶) کہیں گے اے

ہے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے (جگام) اٹھایا۔

۴۔ ثوری کہتے ہیں مراد اس سے نقام کی زمین ہے۔

(ب) عثمان بن ابوالعالیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی زمین ہے؛  
 (ج) وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بیت المقدس کی ایک طرف کا پہاڑ ہے  
 (د) قتادہ کہتے ہیں کہ جہنم کو بھی ساہرا کہتے ہیں۔

لیکن یہ اقوال سب کے سب غریب ہیں۔ (تفسیر منطہری)

۷: ۱۵ — هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى: (قیامت کا ذکر ہو رہا تھا کہ اچانک  
 روئے سخن فرعون کی طرف چلا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفار مکہ انکار قیامت پر سختی  
 سے ڈٹے ہوتے تھے کسی دلیل سے وہ متاثر نہیں ہوئے تھے اس لئے ان کے سامنے  
 ایک ایسے شخص کا دردناک انجام پیش کیا جا رہا ہے جو کہ وہ بھی قیامت کا منکر تھا اور اسی  
 وجہ سے وہ سرکشی اور طغیان میں اتنا دور نکل گیا تھا کہ خدائی دعویٰ کیا کرتا تھا۔  
 انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اے میرے رسول کے ساتھ شکر لینے والو اور اس کی باتوں کا  
 انکار کرنے والو! تم سے پہلے فرعون جیسے مطلق العنان حکمران نے میرے رسول موسیٰ  
 علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح شکر لی تھی وہ بھی ان کی تکذیب کرتا اور قیامت کو تسلیم  
 نہیں کرتا تھا اس کا جو انجام ہوا وہ تم نے بارہا سنا ہے کیا تم اپنے لئے اسی طرح  
 کا انجام پسند کرتے ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

هَلْ اسْتَفْهَمِيهْ هِيَ اَتَى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ (باب ضرب)  
 مصدر سے یعنی آنا۔ ك ضمیر واحد مذکر حاضر، کا مرجع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں  
 تیرے پاس۔ حَدِيثُ مُوسَى مضاف مضاف الیہ۔ حدیث ہر وہ بات جو  
 انسان تک پہنچے سماع یا وحی کے ذریعہ اسے حدیث کہا جاتا ہے۔ بات، احادیث  
 جمع۔ حَدِيثُ مُوسَى۔ موسیٰ کی بات۔ موسیٰ کی خبر۔

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى اسْتَفْهَم تفریری ہے۔ یعنی آپ کے موسیٰ والی  
 خبر آچکی ہے؛ آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی اطلاع آچکی ہے؛

۷: ۱۶ — اِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى: اذ طرف زمان  
 دونوں میں اختلاف کے مد نظر اس کا تعلق حَدِيثُ سے ہے نہ کہ أَتَاكَ سے  
 ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع موسیٰ ہے۔

نَادَى۔ نَادَى سے (باب افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے  
 ب ظرفیت کے لئے ہے۔

الْوَادِ الْمُقَدَّسِ : موصوف صفت - مقدس وادی .  
طُوًى اس کا نام ہے جو الْوَادِ کا عطف بیان ہے ۔  
ترجمہ ہوگا۔

آپ کے پاس موسیٰ سے تعلق رکھنے والی اس وقت کی بات تو آہی چکی ہوگی  
جب اللہ نے ان کو وادی مقدس یعنی طُوًی میں پکارا تھا۔  
۷۹: ۱۷ — اِذْ هَبْ اِلَى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰی : یہ جملہ نداء کی تفسیر ہے  
یا اس سے قبل وَقَالَ مَحذُوف ہے۔ اور اس سے کہا کہ فرعون کی طرف جاؤ۔۔۔۔۔ الخ

طَغٰی - طُغْيَانٌ (باب فتح) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے  
جب نگاہ اپنی حد سے نکل جاتی ہے تو بہکنے لگتی ہے اور اسی طرح پانی جب اپنی حد سے  
متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے۔ طغی کا استعمال ان دونوں معنوں میں اسی  
اعتبار سے ہے۔

اِنَّهُ طَغٰی : ای تجاوز الحد فی الکفر و الفساد۔ کفر اور فساد میں  
حد سے نکل گیا ہے۔

طُغْيَانٌ مصدر سے جب فعل وادی ہوتا ہے تو باب نصر سے آتا ہے طغی  
يَطْغُوْا طُغْيَانًا۔ اور جب فعل یا ئی ہوتا ہے تو فتح اور سماع دونوں سے آتا ہے  
طغی يَطْغِي طُغْيَانًا وَ طَغِي يَطْغِي طُغْيَانًا۔ قرآن مجید میں باب فتح سے آیا ہے  
اِنَّهُ طَغٰی علت ہے جملہ سابقہ کی :

آپ فرعون کے پاس جاتیں کیونکہ وہ کفر و فساد میں حد سے بڑھ گیا ہے۔  
۷۹: ۱۸ — فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكٰی۔ فَ تَعْقِبْ كَا هے قُلْ فعل امر  
صیغہ واحد مذکر حاضر هَلْ استفہامیہ ہے لَكَ متعلق باسم محذوف ہے اَنْ  
مصدر یہ۔ تَزَكٰی۔ تَزَكٰی (تفعل) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر  
اصل میں تَزَكٰی تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔ تو سنور جاتے، تو پاک ہو جائے  
تفسیر المدارک میں ہے:-

هَلْ لَّكَ هیل (م غبہ) الخ ان تتطهر من الشرك والعصيان بالطا  
والایمان۔ کیا تیری خواہش ہے کہ تو اطاعت اور ایمان کے ذریعے شرک و سرکشی سے

پاک ہو جائے (اپنے آپ کو پاک کر لے)۔  
 ۷۹: ۱۹۔۔ وَأَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ فَتَخْشَىٰ: جملہ معطوف ہے واو عاطفہ  
 أَهْدِيكَ کا عطف تزکیٰ پر ہے۔ ف سببیہ ہے۔

أَهْدِيكَ۔ اَهِدِي مَضَارِعُ كَا صَيْغَةٌ وَاحِدَةٌ مُتَكَلِّمٌ مَنْصُوبٌ بِوَجْهِ عَمَلٍ أَنْ جَمَلًا سَائِلًا  
 هِدَايَةً رُبَّابٍ ضَرْبٍ، مَصْدَرٌ لِكُضْمِيرٍ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مُذَكَّرٌ حَاضِرٌ۔ میں تجھ کو راہ بتاؤں۔ میں  
 تجھ کو راہ دکھاؤں۔

تَخْشَىٰ۔ تَخْشَىٰ رُبَّابٍ سَمْعٍ، مَصْدَرٌ سَمْعٍ مَضَارِعُ وَاحِدٌ مُذَكَّرٌ حَاضِرٌ۔ تو ڈرے  
 مطلب یہ ہے۔

اور کیا تجھے اس بات کی خواہش ہے کہ میں تجھے اللہ کی معرفت، عبادت اور  
 توحید کا راستہ دکھاؤں اور نتیجہ میں تو اس کے عذاب سے ڈرنے لگے۔

۷۹: ۲۰۔۔ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ۔ فَأَرَاهُ فِی كَا عَطْفٌ مَحذُوفٌ پَر ہے اِی  
 فَذَهَبٌ وَبَلَّغَ فَأَرَاهُ الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ۔ رَبِضَاوِي۔

حضرت موسیٰ گئے اور فرعون کے پاس پہنچے اور اس کو بڑی نشانی دکھائی۔  
 أَرَىٰ۔ اِرَاءَةٌ (افعال) مَصْدَرٌ سَمْعٍ مَضَارِعُ وَاحِدٌ مُذَكَّرٌ غَائِبٌ۔ اس نے اس کو  
 دکھلایا۔

الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ صِفَتٌ مَوْصُوفٌ لِمَنْ مَفْعُولٌ ثَانِيٌّ أَرَىٰ كَا۔ بڑی نشانی  
 وَهِيَ قَلْبُ الْعَصَاءِ حَيْثُ فَانَهُ كَانَ الْمَقْدَمُ وَالْأَصْلُ (ربضاوی)، اور یہ عصا  
 کا سانپ کی شکل میں تبدیل ہو جانا ہے اور یہ ہی پہلا اور اصل معجزہ تھا۔

يَا الْآيَةَ الْكُبْرَىٰ سے مراد ہیں معجزات۔ لیکن تمام معجزات چونکہ حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے میں ایک ہی معجزہ کی طرح تھے۔ اس لئے بصیغہ  
 واحد ذکر کیا گیا۔ (تفسیر منظرہ، بیضاوی)۔

۷۹: ۲۱۔۔ فَكَذَّبَ وَعَصَىٰ۔ اِی فَكَذَّبَ فِرْعَوْنُ مَوْسَىٰ وَعَصَىٰ اللّٰهُ  
 بعد ظہور الآیة (ربضاوی) معجزہ کے اظہار کے بعد بھی فرعون نے حضرت موسیٰ  
 (علیہ السلام) کو جھٹلایا۔ اور خدا کی نافرمانی کی اس نے کہا نہ مانا۔ اس نے اطاعت نہ کی

۷۹: ۲۲۔۔ ثُمَّ أَدْبَرَ لَيْسَعِي۔ ثُمَّ تَرَخِي فِي الْوَقْتِ كَلْتَلِي۔ پھر۔ اس کے  
 بعد۔ اَدْبَرَ۔ اِدْبَارٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس نے

پٹھ پھیری: دُبْر سے جس کے معنی پٹھ کے ہیں۔

يَسْعَى - مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب - سَعَى (باب فتح) مصدر سے، وہ دوڑتا ہے۔ وہ دوڑے گا: دوڑتا ہوا۔ تدبیریں کرتا ہوا۔ یہاں ضمیر فاعل اَدْبَرَ سے حال ہے پھر روگرداں ہو کر (فتنہ انگیزی میں) کوشاں ہو گیا۔ یا سانپ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر دوڑتا ہوا پیچھے مڑا۔

۷۹: ۲۳ — فَحَشَرَ فَنَادَى: ہر دو فار عاطفہ بمعنی ثُمَّ ہیں۔ فَحَشَرَ اِى ثُمَّ حشر (جمع) قومہ و جنودہ و السحرة (مدارک، خازن) پھر اس نے اپنی قوم کو، افواج کو اور جا دو گروں کو جمع کیا۔

حَشَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حَشَرَ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی اکٹھا کرنا۔ فَنَادَى: ف عاطفہ نَادَى ماضی واحد مذکر غائب مُنَادَاةٌ وَنِدَاءٌ (مفاعلت) مصدر۔ (ن دی حروف مادہ) بمعنی پکارنا۔ آواز دینا۔ پھر اس نے (ان کو مخاطب کر کے) پکارا۔

۷۹: ۲۴ — فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ الْاَعْلَى - ف عاطفہ، انا ربکم الاعلیٰ۔ نادی کا بیان ہے۔ (یعنی فرعون نے ندا میں یہ کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔ مجھ سے اد پر کوئی رب نہیں۔

یا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ تمہارے کام کے کرتادھرتا ہیں میں ان سب سے بڑا ہوں۔ یا اس کلام سے مراد فرعون کی یہ تھی کہ یہ بت دیوتا ہیں اور میں ان کا بھی دیوتا ہوں۔ اور تمہارا بھی (المدارک، الخازن، المنظری)

۷۹: ۲۵ — فَآخَذَهُ اللهُ نَكَالَ الْاُخْرَةِ وَالْاُولَى - ف عاقبت کا ہے۔ بمعنی آخر کار۔ نَكَالٌ بمعنی تشکیل فعل محذوف کا مفعول مطلق برائے تاکید ہے بمعنی عبرتناک سزا دینا۔ یعنی اللہ نے اس کو پکڑا اور اس کو سخت عبرت بنا دیا۔ بان اغرقه فی الدنیا ویدخله فی النار فی الاخرة (دنیا میں اس کو اللہ نے دریا میں غرق کر دیا اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کر لیا۔ الخازن)

الْاُولَى - اَوَّلُ کامونث ہے۔ قرآن مجید میں جہاں آخرت کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالم دنیا ہے کیونکہ وہ آخرت سے پہلے ہے

۷۹: ۲۶ — اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشَى: فِيْ ذٰلِكَ اِىٰ فِيمَا

ذکر من قصہ فرعون وما فعل وما فعل بہ - یعنی جو قصہ فرعون (اوپر) مذکور ہوا۔  
جو اس نے کیا اور جو اس کے ساتھ کیا گیا (روح المعانی)

لام مبالغہ کے لئے ہے - عِبْرَةٌ اِسْمٌ اِنّ - فِیْ ذٰلِکَ اِسْمٌ کِیْ خَبْر۔  
بے شک اس میں ہر ڈرنے والے کے لئے بڑی عبرت ہے۔

۲۷: ۷۹ - اَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اِمِ السَّمَاۗءِ بِنٰہَا: (آیت میں کلام کا رخ  
بدل کر منکر بن حشر سے خطاب ہے)

عَ اسْتَفْہَامِیہ ہے اَنْتُمْ مبتدأ ہے اَشَدُّ اس کی خبر۔ خَلْقًا تَمِیز۔ السَّمَاۗءِ  
مبتدأ خبر محذوف کی۔ اِی اَشَدُّ (یعنی زیادہ مشکل) یعنی تخلیق کے اعتبار سے تم زیادہ  
سخت ہو یا آسمان زیادہ سخت ہے۔ یہ استفہام تقریری ہے، یعنی آسمان کی تخلیق  
زیادہ سخت ہے۔ آسمان سے مراد ہے آسمان مع ان تمام چیزوں کے جو اس کے اندر ہیں  
کیونکہ مقام تفصیل میں زمین اور پہاڑوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آسمان اور اس کے موجودات کی تخلیق تمہاری تخلیق سے  
زیادہ سخت ہے۔ تم کائناتِ سماوی کا جزو ہو اور جزر کی تخلیق کل کی تخلیق سے بد اہتر  
آسان ہوتی ہے پھر دوبارہ تخلیق تو خلقِ اول سے سہل ہی ہے: (المظہری)  
بِنٰہَا۔ جملہ مستانفہ ہے۔ بِنٰی ماضی واحد مذکر غائب بِنَاءٌ (باب ضرب)  
مصدر سے۔ اس نے بنایا۔ اس نے تعمیر کیا۔ ہَا ضمیر واحد مؤنث غائب السَّمَاۗءِ  
کے لئے ہے۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں  
"اللہ نے آسمان کو بنایا ہے۔ یہ جملہ السَّمَاۗءِ کی صفت ہے (لیکن جملہ  
نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور السَّمَاۗءِ معرفہ ہے اور معرفہ کی صفت معرفہ ہونی  
چاہئے) اور السَّمَاۗءِ میں الف لام زائد ہے (فرد غیر معین کے لئے ہے) جیسے کہ  
وَلَقَدْ اَمْرٌ عَلٰی اللّٰہِیْمِ یَسْبِغِیْ جملہ ہونے کے باوجود اللّٰہِیْمِ معرفہ باللام  
کی صفت ہے۔ کیونکہ اللّٰہِیْمِ سے فرد غیر معین مراد ہے۔ یَا الَّتِیْ مَوْصُولٌ مَحذُوفٌ  
ہے۔ یعنی وہ آسمان جس کو خدا نے بنایا۔

یا دوسرے جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہے اور حرفِ عطف محذوف ہے  
دونوں جملوں کو ملانے سے پوری دلیل اس طرح بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان

بنایا جس کی تخلیق تمہاری تخلیق سے زیادہ دشوار ہے اور جو اس کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہے وہ ایسی چیز کو جو آسمان سے کمزور ہے۔ دوبارہ بنانے پر (بدرجہ اولیٰ) قدرت رکھتا ہے! (تفسیر مظہری)

۲۸:۷۹ — رَفَعَ سَمَكَهَا فَسَوَّيَهَا. سَمَكَهَا مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب السَّمَاءِ کے لئے ہے۔ ف عاطف ہے تراخی فی الوقت کے لئے ہے پھر، اس کے بعد۔

السَّمَكُ چھت کو کہتے ہیں اور سَمَكَةٌ (باب نصر) کے معنی بلند کرنے کے ہیں۔ سَوَّيَ ماضی واحد مذکر غائب تَسْوِيَةً (تفعیل) مصدر سے معنی اس نے پورا پورا بنایا۔ اس نے برابر کیا۔

ترجمہ ہو گا۔

اس نے اس کی (آسمان کی) چھت کو بلند کیا۔ پھر اس (آسمان) کو درست کیا۔ یعنی اس طرح راست کیا کہ اس میں کوئی شکن کوئی جھول، کوئی تسکاف نہ رہنے دیا۔ ۲۹:۷۹ — وَاعْطَشَ لَيْلَهَا وَاخْرَجَ ضُحَاهَا. اعْطَشَ ماضی واحد مذکر غائب. اعْطَشَ (افعال) مصدر سے جس کے معنی تارکب ہونا اور تارکب کرنا کے ہیں۔

ضَحَى کے معنی دھوپ کے پھیلنے اور دن کے چڑھنے کے ہیں۔ نیز وقتِ چاشت کو ضَحَى کہتے ہیں۔ وہ وقت جب دھوپ چڑھ جائے۔

ترجمہ ہو گا۔

اس نے تارکب کیا اس کی رات کو اور ظاہر کیا اس کے دن کو۔ ہا ہر دو جگہ آسمان کے لئے ہے۔

رات کی سیاہی اور دن کے اجالے کو آسمان کی طرف منسوب کیا کیونکہ اس کا تعلق آفتاب کے طلوع اور غروب سے ہے جو اجرام سماویہ میں سے ہے:

۳۰:۷۹ — وَالْأَرْضُ بَعْدَ ذَلِكَ دَحَاهَا. الْأَرْضُ (آیت ہذا میں) اور الْجِبَالُ آیت ۳۲ میں) منسوب ہیں کیونکہ ان سے قبل ان کے فعل محذوف ہیں۔ ای دَحَى الْأَرْضَ اور أَرْضَى الْجِبَالَ۔ دونوں اپنے فعل محذوف کے منقول ہونے کی وجہ سے منسوب ہیں۔ فعل محذوف کی تفسیر (ہر دو جگہ میں) دَحَاهَا

الکشاف میں ہے۔

ونصب الارض والجبال باضمار دحی وارسی وهو الاضمار علی  
شروط التفسیر:

الارض اور الجبال کا نصب دحی اور ارسی کے اضمار (محذوف  
ہونا) سے ہے۔ اور یہ اضمار شرائط تفسیر کے مطابق ہے « (الکشاف)  
بَعْدَ ذٰلِكَ یعنی آسمان کی تخلیق کے بعد اور اس کی چھت کو بلند و بالا کرنے  
اور اس کو راست کرنے کے بعد:

دَحٰهَا۔ دَحٰی یَدْحُوْا۔ دَحُوٌّ (باب نصر) مصدر سے ماضی کا صیغہ  
واحد مذکر ہے۔ اس نے پھیلا یا۔ اس نے ہموار کیا۔ ہَا ضمیر مفعول واحد مؤنث  
الارض کے لئے ہے یعنی زمین کو ہموار بنایا۔ پھیلا یا۔ بچایا۔

(صاحب تفسیر ماجدی تحریر فرماتے ہیں۔

دَحٰی کے معنی کسی چیز کو اس کے اصل مقرر سے ہٹا دینے کے ہیں۔ دَحٰهَا  
اسی ازالہ عن مقررہا۔ اس کو اپنے اصلی مقرر سے ہٹا دینا۔ اس سے گویا  
اشارہ اس طبیعیاتی حقیقت کی طرف ہو گیا کہ یہ کرۃ الارض کسی اور بڑے  
سمادی جرم کا ٹکڑا ہے جو اس سے کٹ کر ایک مستقل وجود میں آ گیا ہے)  
مطلب یہ کہ آسمان اور اس کے متعلقات کی تخلیق کے بعد اس نے کرۃ الارض کو مناسب  
اطراف میں۔ مناسب مدارج سطح کے لحاظ سے مناسب حدود تک بچایا یا پھیلا یا۔

## فَاعِدَالُہٗ

زمین اور آسمان کی تخلیق اور ان کی تکمیل میں وقت کی مدت  
کے لحاظ سے تعین میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیات  
قرآنی کو ملاحظہ کریں۔

۱۔ قُلْ اَسْتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِي خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ

تَجْعَلُوْنَ لَهَا اَنْدَادًا (۹:۴۱) لے نبی! ان سے کہو کیا تم اس خدا سے کفر

کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں

بنادیا۔

۲۔ وَقَدَّرَ فِيْهَا اَقْوَاتَهَا فِيْ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ..... الخ (۱۰:۴۱) اور ٹھہرائیں



اس میں خوراکیں اس کی چاروں طرف میں ..... الخ.

۳۔ هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ

فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ..... (۲۹:۲) وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنایا: ... الخ

۴۔ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ وَ هِيَ دُخَانٌ ..... الخ (۴۱:۱۱) پھر وہ آسمان

کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔

فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ ..... الخ (۴۱:۱۲) تب اس نے

دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیئے۔

۵۔ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ..... الخ (۲۵:۵۹)

جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر جا ٹھہرا۔ ... الخ

۶۔ وَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَاءُ طَبَقًا (۹۱:۲۷) مہلا تمہارا بنانا

مشکل ہے یا آسمان کا ۴۱ اسی نے اس کو بنایا۔

وَالْاَرْضُ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا (۹۱:۳۰) اور اس کے بعد زمین کو

پھیلا دیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں سے کس کو پہلے بنایا اور کس کو بعد میں

زمین و آسمان کے بنانے میں کل کتنے دن لگے:

علماء نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

۱) علامہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔

بغیر اس کے کہ آسمان کی تخلیق سے پہلے زمین پھیلائی جائے اللہ نے زمین کو پیدا کر دیا

پھر براہ راست آسمان کو بنانے کا ارادہ کیا اور دو روز میں سات آسمانوں کو ٹھیک ٹھیک

بنادیا پھر دو روز میں زمین کو بچھا دیا۔ غرض زمین مع اپنی موجودات کے چار روز میں

بنائی گئی۔

بعض نے کہا ہے کہ بَعْدَ ذٰلِكَ کا معنی ہے مَعَ ذٰلِكَ یعنی اس کے ساتھ ہی اللہ نے زمین کو بچھا دیا۔ جیسے آیت میں آیا ہے عُنْتِلِمَ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنْبِيْمٌ ۱ (۶۸: ۱۱۳) سخت خواہ اس کے علاوہ بد ذات ہے۔

بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لفظ بَعْدَ اس جگہ حقیق معنی میں مستعمل ہے اور آیت ثُمَّ اسْتَوٰی اِلٰی السَّمٰوٰی میں ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے نہیں ہے بلکہ بَعْدَ مرتبہ کے لئے ہے۔ آسمان و زمین کی تخلیق میں ایک عظیم الشان فرق ہے۔ جیسے آیت ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۹۰: ۱۷) [پھر وہ ان لوگوں میں بھی داخل ہوا جو ایمان لائے] میں ثُمَّ فرق مرتبہ (یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی) کو ظاہر کر رہا ہے۔  
”تفسیر اول چونکہ سلف کے کلام سے ماخوذ ہے اس لئے ادلیٰ ہے۔“

(تفسیر مظہری)

(ب) پیر محمد کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

لیکن اس کی جو تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے وہ اتنی واضح ہے کہ اس کے بعد کسی اور تاویل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

(ج) حضرت مولانا دریا بادی رحمہ اللہ بَعْدَ ذٰلِكَ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

خوب خیال رکھا جائے کہ اس خاص آیت میں ذکر زمین کی آفرینش کا نہیں صرف اس کے بچائے جانے کا ہے:

(د) تفہیم القرآن میں لکھا ہے :-

”اس کے بعد زمین کو بچانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آسمان کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا کی بلکہ یہ ایسا ہی طرز بیان ہے جیسے ہم ایک بات کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ :- ”پھر غور طلب بات یہ ہے“ اس سے مقصود ان دونوں باتوں کے درمیان واقعاتی ترتیب بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا کہ پہلے یہ بات ہوئی اور اس کے بعد دوسری بات بلکہ مقصود ایک بات کے بعد دوسری بات کی طرف توجہ دلانا ہوتا ہے اگرچہ دونوں ایک ساتھ پائی جاتی ہوں۔“

اس طرز بیان کی متعدد نظیریں خود قرآن مجید میں موجود ہیں مثلاً سورۃ القلم میں فرمایا

عُتِّلَ اَبْعَدَ ذَلِكَ زَنِيمٌ (۱۳:۶۸) جفا کار ہے۔ اور اس کے بعد بد اصل۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے وہ جفا کار بنا اور اس کے بعد بد اصل ہوا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جفا کار ہے اور اس پر مزید یہ کہ وہ بد اصل بھی ہے۔

اسی طرح سورۃ البلد میں ہے فَكُ رَقَبَةٍ..... ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوا (۹۰:۱۴) ”غلام آزاد کرے..... پھر ایمان لانے والوں میں ہوا“ اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ پہلے وہ نیک اعمال کرے پھر ایمان لائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان نیک اعمال کے ساتھ ساتھ اس میں مومن ہونے کی صفت بھی ہو۔

اس مقام پر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور آسمان کی پیدائش کا ذکر بعد میں جیسے کہ سورۃ بقرہ آیت ۲۹ میں ہے۔ اور کسی جگہ آسمان کی پیدائش کا ذکر پہلے ہے اور زمین کی پیدائش کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے جیسے کہ ان آیات میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ دراصل تضاد نہیں ہے ان مقامات میں سے کسی جگہ بھی مقصود کلام یہ بتانا نہیں ہے کہ کسے پہلے بنایا گیا اور کسے بعد میں بلکہ جہاں موقع محل یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے کمالات کو نمایاں کیا جائے وہاں آسمانوں کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور زمین کا بعد میں اور جہاں سلسلہ کلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ لوگوں کو ان نعمتوں کا احساس دلایا جائے جو انہیں زمین پر حاصل ہو رہی ہیں وہاں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم رکھا گیا ہے۔

تفہیم القرآن جلد ششم سورۃ النزعات

حاشیہ نمبر ۱۶۔

۴۹:۳۱ — اَخْرَجَ مِنْهَا مَاءً هَا وَمَوْعِدًا هَا — مَوْعِدًا مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الراض کے لئے ہے مَوْعِدًا مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الراض کے لئے ہے مَوْعِدًا مضاف مضاف الیہ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب الراض کے لئے ہے۔

گھاس۔ غلہ۔ پھل وغیرہ کو بھی مَوْعِدًا کہتے ہیں۔

اصل میں رَعَىٰ کا معنی ہے جاندار کی حفاظت اور اس کو باقی رکھنا: حفاظت کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ خوراک کے ذریعہ سے۔

۲۔ دشمنوں سے حفاظت کرنا۔

۳۔ مناسب انتظام کر کے۔ اچھی سیاست کر کے، حق دار کو اس کا حق دے کر۔ ہر چیز کا اس کے مناسب لحاظ کر کے۔ انہی معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے سرائیٰ چرواہے کو بھی کہتے ہیں اور حاکم کو بھی اور ہر نگران کو بھی۔ یہاں آیت میں مراد زمین میں پیدا ہونے والی جانوروں اور انسانوں کی خوراک ہے: (سیوطی) مطلب یہ کہ۔

اللہ تعالیٰ نے زمین سے چشموں وغیرہ کی صورت میں پینے اور آبپاشی کے لئے پانی نکالا اور خوراک کے لئے سبزہ گھاس وغیرہ اگایا۔

۳۲: ۴۹ — وَالْجِبَالِ أَرْسًا: أَرْضٌ إِرْسَاءٌ (افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اَرْسَى کے معنی ٹھیرانے اور استوار کرنے کے ہیں۔ لنگر باندھنا، ثابت رکھنا۔ رکھونٹے کا زمین میں گاڑنا۔

ترجمہ ہو گا۔

اور اس نے زمین کو ٹھیرانے کے لئے اور استوار رکھنے کے لئے پہاڑوں کو (اس میں) گاڑ دیا۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ۔

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ بننے لگی پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر گاڑ دیا جس سے وہ ٹھہر گئی۔ (ابن کثیر)

پہاڑوں کو معنی ثبات کے اعتبار سے اور جگہ قرآن مجید میں اَوْتَاؤُا فرمایا (یعنی میخیں) سورۃ النباء آیت ۶-۷۔ میں ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهْدًا وَّ الْجِبَالَ اَوْتَاؤُا۔ کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں۔

ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث الْجِبَالِ کے لئے ہے۔

۳۳: ۴۹ — مَتَاعًا لَّكُمْ وَلَا لِعَامِلِكُمْ۔ مَتَاعٌ سامان زندگی، برتنے کی چیز، مَتَاعًا مفعول ز۔ لَا لِعَامِلِكُمْ لام حرف جرّ انعام مجرور۔ مضاف۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیه۔ انعام یعنی مولیشی۔ تمہارے مولیشی۔ تمہارے اور تمہارے مولیشیوں کے برتنے کے لئے۔

مطلب یہ کہ۔

زمین سے بذریعہ چشمے یا کنویں کے پانی کا مہیا کرنا اور پہاڑوں کا زمین میں گاڑ کر زمین میں ثبات پیدا کرنا کہ وہ ہلے نہیں یہ سب تمہارے اور تمہارے مولیشیوں کے برتنے کے

لئے ہیں۔

۴۹: ۳۴ — فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ - علامہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

وقت سبب یہ ہے یعنی جب اس کائنات کی ایجاد سے اللہ کا قادر ہونا ثابت ہو گیا اور قیامت کا امکان ہو گیا اور پھر اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے حشر کا ثبوت بھی ہو چکا تو اب طَّامَّةُ الْكُبْرَىٰ کا لفظ بول کر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے کا وقت اور اس کے احوال بتا دیئے۔

یہ لفظ اس لئے اختیار کیا کہ (تفصیل بیان کرنے سے پہلے) عنوان سے ہی قیامت کے کچھ احوال معلوم ہو جائیں لغت میں طَّامَّةٌ کے معنی ہیں غلبہ۔ سمندر کو طَّامَّةٌ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ عرب ناقابل برداشت مصیبت کو طامتا کہتے ہیں۔ قیامت کو طَّامَّةٌ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ حادثہ قیامت تمام حوادث و مصائب پر غالب ہے۔ (سب سے بڑی مصیبت ہے۔ الْكُبْرَىٰ، الطَّامَّةُ کی صفت تاکید ہے اور اِذَا ظرفیہ ہے (یعنی جس وقت) لیکن معنی شرط کو متضمن ہے (یعنی جب بھی)

۴۹: ۳۵ — يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعَىٰ - يَوْمَ، إِذَا سے بدل ہے۔ يَتَذَكَّرُ - مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَذَكَّرَ (تَفَعَّل) مصدر سے وہ نصیحت پکڑے گا، وہ یاد کرے گا۔

مَا مَوْصُولٌ سَعَىٰ ماضی واحد مذکر غائب۔ سَعَىٰ رِبَابٍ فِتْحٌ مصدر۔ اس نے کوشش کی۔

ترجمہ ہو گا۔

جس دن کہ انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا۔

۴۹: ۳۶ — وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَرَىٰ - وَأَوْعَاظُهُ بُرِّزَتْ كَأَعْفَفِ جَاءَتْ پڑ ہے :

لِمَنْ میں لام حرف جر ہے (تلیک کے لئے آیا ہے) مَنْ مَوْصُولٌ ہے یَرَىٰ - مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب رَأَىٰ وَرُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر سے یعنی دیکھنا۔

بُرِّزَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَبَرَّزَتْ تَفَعَّلٌ مصدر۔ وہ ظاہر

کردی گئی۔ یہاں معنی مستقبل ہے۔ یعنی وہ ظاہر کردی جائے گی۔  
ترجمہ ہوگا:-

اور جب دوزخ کو ہر دیکھنے والے کیلئے ظاہر کر دیا جائے گا (یعنی جس جہنم کا وہ آج تک انکار کرتا رہا تھا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی) (ضیاء القرآن) مقاتل نے کہا:-

کہ دوزخ کا سرپوش ہٹا دیا جائے گا اور کافر اس میں داخل ہو جائیں گے اور مومن اس کی پشت پر قائم شدہ پل صراط سے گذر جائیں گے۔  
اِذَا (شرطیہ) کا جواب محذوف ہے۔ یعنی جس دن قیامت کا دن بپا ہوگا اور انسان اپنے ان اعمال کو جن کے لئے اس نے دنیا میں کوشش کی تھی اور جنہیں وہ بھول چکا تھا اب جب کہ ان کو اپنے نامہ اعمال میں مندرج پائے گا اور وہ سب اسے یاد آجائیں گے اور جس دن کہ جہنم کو اس کے روبرو کر دیا جائے گا۔ تو پھر کیا ہوگا! یہ جواب محذوف ہے۔

تقدیر کلام کچھ یوں ہوگی! دخل اهل النار النار و اهل الجنة الجنة  
الجنة۔ جہنمی جہنم میں داخل ہوں گے اور جنتی جنت میں۔  
لیکن صاحب تفسیر منطہری لکھتے ہیں:-

ظاہر ہے کہ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے آئندہ جو تفصیل احوال آرہی ہے (فَاَمَّا مَنْ سَلَكَ خَيْرَ سَبِيلٍ فَاصْبِرْ لَهُمْ جَزَاءُ الَّذِي كَفَرَ) کے اخیر تک) وہی اِذَا کا جواب ہے۔  
صاحب تفسیر حقانی رقم طراز ہیں:-

اِذَا کا جواب فَاَمَّا مَنْ سَلَكَ خَيْرَ سَبِيلٍ... الخ ہے  
المدارک میں ہے:-

فَاَمَّا جَوَابُ فَاِذَا اِذَا اَجَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرَى فَاِنَّ الْاَمْرَ كَذَلِكَ  
یعنی جب طامتہ الکیبری وقوع پذیر ہوگی تو صورت الامر یوں ہوگی۔  
۷۹: ۳۷۔ فَاَمَّا مَنْ سَلَكَ خَيْرَ سَبِيلٍ فَاصْبِرْ لَهُمْ جَزَاءُ الَّذِي كَفَرَ۔ یعنی ان متذکرہ بالا احوال سے  
یہ امر مترتب ہوگا کہ:-

اَمَّا شَرْطِيَّةٌ ہے بمعنی پس۔ سو۔ مَنْ مَوْصُولٌ۔ طَغْيٌ ماضی واحد مذکر غائب  
طَغْيَانٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی وہ حد سے نکل گیا۔ اس نے سرکشی کی، اس نے

نافرمانی کی۔

جاوز الحد فکفر (مدارک)

جو معصیت میں حد سے بڑھ گیا یہاں تک کہ کافر ہو گیا (منظہری)

۷۹: ۳۸ — وَ اِثْرَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ وَاذْ عَاطِفَ اِثْرَ كَاعَطَفَ كَطَعْنِيْ پَرِهے  
اِثْرَ مَاضِيْ كَاصِيْفِهٖ وَاَحَدٌ مِّنْ كَرَفَاغِبٍ اِثْرًا (افعال) مصدر سے؛ اس نے ترجیح دی۔ اس  
نے بہتر سمجھا۔ اس نے پسند کیا۔ اس نے اختیار کیا۔

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا، موصوف صفت مل کر فعل اِثْرَ كَاعَطَفَ کا مفعول۔ اور جس نے  
دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ ہر دو آیت ۳۸، ۳۷ میں جملے شرطیہ ہیں۔

۷۹: ۳۹ — فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاوِيْ۔ یہ متذکرہ بالا ہر دو شرطیہ جملوں کا جواب ہے  
تقدیر کلام یوں ہے:-

هِيَ الْمَاوِيْ لَهٗ تَوْبَةٌ شَكٌّ دُوْرٌ خِ يٰ اِنَّ الْمَاوِيْ يٰ

الف لام مضاف الیہ کے عوض میں آیا ہے۔ اِی فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاوِيْ:

۷۹: ۴۰ — وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَادَّ عَاطِفَ هے جملہ کاعطف کلام سابقہ  
پر ہے۔ یہ جملہ شرطیہ ہے۔ مَقَامَ رَبِّهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ  
مَقَامَ مصدر مسمیٰ و اسم ظرف مکان ہے۔ کھڑا ہونا۔ کھڑے ہونے کی جگہ خَافَ مَاضِيْ  
کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ خَوْفٌ دَبَابٌ فَتْحٌ مصدر۔ اور (قیامت کے دن حساب  
کے لئے) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔

وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی۔ اس جملہ کا عطف سبھی جملہ سابقہ پر ہے نہی

ماضی واحد مذکر غائب نَهَى رِبَابٌ فَتْحٌ مصدر سے۔ اس نے روکا؛ اس نے باز رکھا الْهَوٰی  
اسم مصدر۔ (باب سمع) ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز رغبت، اور اس نے نفس کو ناجائز  
خواہشات سے روک رکھا۔

۷۹: ۴۱ — فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاوِيْ۔ تَوْبَةٌ شَكٌّ جَنَّتْ اِسْ كَ لُوْطْنِ كِي جَلْهٖ هُوْ  
(ملاحظہ ہو ۷۹: ۳۹ متذکرہ الصدر)

مَاوِيْ۔ مصدر اور اسم ظرف مکان۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت۔  
ٹھکانا۔ اُوِيْ يٰ اُوِيْ (ماضی و مضارع) باب ضرب سے۔ اُوِيْ بھی مصدر ہے۔ اگر صلہ  
میں الٹی ہو تو پناہ پکڑنے، ٹھکانا بنانے اور فروکش ہونے کے معنی ہوں گے، جیسے قَالَ

سَاوِيٍّ اِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ (۴۲: ۱۱) اس نے کہا میں ابھی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا، وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔

اگر اس کے بعد لَام آئے تو مہربانی اور رحم کرنے کے معنی ہوں گے مثلاً اَوَيْتُ لَهٗ میں نے اس پر رحم کھایا۔

۴۲: ۹ — يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسَاهَا. لَكَ ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَوَاحِدٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ، رَسُولٌ كَرِيمٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لئے ہے، یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں۔

السَّاعَةِ - یعنی قیامت۔ اَيَّانَ - اسم ظرف زمان مبنی برفتح۔ مَبْتَدَاً مُرْسَاهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔ یہ جملہ سوال کا بیان ہے۔

اَيَّانَ: متی کے قریب المعنی ہے اور کسی شے کا وقت معلوم کرنے کے لئے آتا ہے۔ بعض لوگ اس کی اصل اَيَّ اَوَانٍ مبنی کو نسا وقت بتاتے ہیں۔ الف کو حذف کر کے واؤ کو یاء کیا گیا پھر ی کوئی میں ادغام کیا گیا اَيَّانَ ہو گیا۔

مُرْسَاهُ مصدر مہمی ہے اور اِرْسَاءٌ و افعال مصدر (لازم و متعدی) سے اسم ظرف زمان و مکان کی ہے۔ اِرْسَا اِرْسَاءٌ بمعنی ٹھیرنا۔ ثابت ہونا۔ (بحری جہاز کو نگر انداز کرنا۔ رکھونٹے کو زمین میں) گاڑنا نیز ملاحظہ ہو ۴۲: ۹ متذکرۃ الصدر

ترجمہ :-

(اے پیغمبر لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کہیں اس کا سہل بڑا بھی ہے (یعنی کب واقع ہوگی)؟

۴۲: ۹ — فَيَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسَاهَا. فِيهَا - میں فی حرف جر ہے اور مَا استفہامیہ ہے۔ حرف جر کے آنے کی وجہ سے اس کے آخر سے الف حذف کر دیا گیا ہے اور فتح کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ مَا موصولہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو سکے کیونکہ مَا موصولہ میں الف کو حذف نہیں کیا جاتا۔

فَيَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسَاهَا -

فَيَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسَاهَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَوَاحِدٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ، رَسُولٌ كَرِيمٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لئے ہے :

مِنْ ذِكْرِهَا بَيَانٌ هُوَ اَيَّ شَيْءٍ كَمَا - سَارِ جَمَلٌ اسْتِفْهَامٌ انْكَارِيٌّ هُوَ بِمَعْنَى لَسْتُ فِي شَيْءٍ مِنْ ذِكْرِهَا وَوَاحِدٌ مَذْكُورٌ حَاضِرٌ، رَسُولٌ كَرِيمٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے لئے ہے : وقت کا بالکل علم نہیں ہے



ذِکْرُوهُ بِمَعْنَى عِلْمٍ هُوَ جِيسَاكَ مَحَاوِرَهُ هُوَ لَيْسَ فُلَانٌ فِي الْعِلْمِ شَيْءٌ ۱۰۰ یعنی فلاں شخص کو بالکل علم نہیں ہے۔

۷۹: ۴۴ — اِلَى رَيْبِكَ مُنْتَهَاهَا — مُنْتَهَى . ن ہى مادہ سے باب افتعال کے اسم طرف زمان ہے یا اسم طرف مکان ہے بمعنی آخری وقت یا آخری حد۔ مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ جس کا مرجع الساعۃ ہے۔ اس کے علم کی آخری حد (نبوی) یعنی قیامت کے پناہونے کے متعلق آخری یعنی فائنل وقت یا حد کا علم تیرے پروردگار پر ختم ہے۔ وہ جب چاہے گا قیامت برپا ہو جائے گی (ضیاء القرآن)

ای منتهی علمها انی اللہ وحدہ لا یعلمہا سواہ (الیس التفسیر) قیامت کے پناہونے کا حتمی علم اللہ کے پاس ہے اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔ یہ جملہ انکار سابق کی علت ہے :

۷۹: ۴۵ — اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرٌ مِّنْ يَّخْشٰهَا — سوال کرنے کی ممانعت جو پہلے کلام سے مستفاد ہوتی تھی اس کی یہ جملہ تاکید کرتا ہے۔

مطلب ہے یہ ہے کہ :

لوگ فضول آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی آپ کو تو اس کا علم ہی نہیں یعنی آپ کو تو اس کے متعلق بتایا ہی نہیں گیا (نہ آپ اس کا دعویٰ کرتے ہیں) اس کا علم تو صرف نیرے اللہ کے پاس ہے آپ کو تو محض اہل خشیت کو شہادۃ قیامت سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

اِنَّمَا، تحقیق، بے شک، سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا كَاذِبٌ جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔

مُنْذِرٌ - اِنْذَارٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے

ڈرانے والا۔ مضاف مِّنْ موصولہ ہے بمعنی جو،

يَّخْشٰهَا مضاف واحد مذکر غائب - خَشِيَۃٌ (باب سجع) مصدر سے۔ جو ڈرتا ہے

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الساعۃ ہے۔ مِّنْ يَّخْشٰهَا مضاف الیہ۔

ترجمہ :-

تحقیق آپ خبردار کرنے والے ہیں ہر اس شخص کو جو اس سے ڈرتا ہے۔

۷۹: ۴۶ — كَانَتْ لَهُمْ يَوْمَ يَرْوُفْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوا - كَانَ حرف مشبہ بالفعل

هُمُ ضَمِيرٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ كَمَا أَنَّ كَامِ اسْمَ لَمْ يَلْبَثُوا اس کی خبر۔  
 يَوْمَ يَرَوْنَهَا: ظرف زمان لَمْ يَلْبَثُوا کا۔ يَرَوْنَهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع  
 السَّاعَةِ ہے

لَمْ يَلْبَثُوا مضارع نفی جہد بلم لَبِثُ باب سَمِع مصدر۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ  
 نہیں ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

جس دن کہ وہ (منکرینِ قیامت) اس کو دیکھ لیں گے تو یہی سمجھیں گے کہ دنیا میں (وہ  
 نہیں ٹھہرے مگر۔۔۔۔۔ ای یَظُنُّونَ انْهَمْ لَمْ يَلْبَثُوا فِي الدُّنْيَا اِلَّا رِحْقَانِي)  
 اِلَّا حَرْفُ اسْتِثْنَاءٍ عَشِيَّةً اَوْ ضُحَاهَا: مستثنیٰ - ضُحَاهَا مضاف مضاف الیہ  
 ہے ہَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع عَشِيَّةً ہے ای عَشِيَّةً يَوْمِ اَوْ بَكْرَتَهُ  
 دن کا پچھلا وقت یا اس کا پہلا وقت - عَشِيَّةً دن کے زوال کے وقت سے لے کر  
 غروب تک کا وقت اور الضحیٰ صبح سویرے سے لیکر زوال کے وقت تک۔  
 اَوْ مَبْنِي يَآ -

مطلب یہ کہ یوم قیامت جس کے متعلق استہزاء یہ سوال کرتے ہے جب یہ اس  
 دن کو دیکھ لیں گے تو اس کی ہولناکیوں کے پیش نظر دنیا کی زندگی ان کو ایک مختصر سا  
 وقفہ معلوم دے گی اور قیامت کی سختی اور عذاب کا دن ایک طویل اور لامتناہی مدت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ؛

# (۸۰) سُورَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۲۲)

۸۰: ۱ — عَبَسَ وَتَوَلَّى؛ شَانِ نَزُولُ؛ حضرت ابن ام مکتوم (عبد اللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ فہری) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ ام مکتوم حضرت خدیجہ کے والد خولید بہن بھائی تھے۔

ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکابر مکہ عقبہ بن ربیعہ، ابو جہل بن ہشام، عباس بن عبد المطلب، ابی بن خلف، امیہ بن خلف سے خاموشی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے کہ اسی دوران میں ابن ام مکتوم وہاں آئے (جو کہ نابینا تھے) اور کہنے لگے یا رسول اللہ! علّمنی مما علّمک اللہ! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھا دیجئے، ان کو معلوم نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف متوجہ ہیں ان کی اس طرح قطع کلامی پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کچھ کراہت کے آثار نظر آئے اور آپ نے ترشش رو ہو کر ابن ام مکتوم کی طرف سے رُخ انور موڑ لیا اور جن لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ اس پر یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی۔

عَبَسَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب عَبَسَ وَعَبُوسٌ (باب ضرب) مصدر کے جس کے معنی ترش رو ہونا۔ منہ بنانا۔ تیوری چڑھانا کے ہیں۔

امام راعب لکھتے ہیں :-

دل تنگی سے ماتھے پر بل آجاتے۔ نام عبوس ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے :-

عَبَسَ يَعْبَسُ (باب ضرب) فہو عالِبَسٌ کا استعمال ماتھے پر بل ڈالنے کے لئے ہوتا ہے اور اگر اسی ترش روئی میں دانت بھی ظاہر ہو جائیں تو پھر کلج بولتے ہیں اور اگر منہ

بنانے کا فکر و اہتمام بھی ہو تو اس کے لئے بسو آتا ہے اور اگر تیوری پر بل ڈالنے کے ساتھ غصہ بھی ہو جائے تو پھر بسبل کہا جاتا ہے :

وَتَوَلَّى - وَاذْ عَاطَفَ ، تَوَلَّى مَاضِي كَا صَيغَةً وَاحِدَةً مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَوَلَّى (تَفَعَّلَ)

مصدر سے اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیر دی۔ وہ پھر گیا۔ اور حاکم ہونا بھی اس کا معنی آتا ہے۔

۲:۸۰ — اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمَى : اَنْ مصدر یہ ہے۔ جَاءَهُ الْاَعْمَى علت ہے جملہ سابقہ کی یعنی مفعول لڑ ہے۔ اَعْمَى عَمِيَ سے (یعنی بینائی کا مفقود ہو جانا) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے نابینا۔ یہاں مراد عبد اللہ بن ام مکتومؓ ہے۔

بینائی دل کی جاتی ہے یا آنکھوں کی دونوں کے لئے عَمِيَ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ دل کے اندھا پن کے متعلق ارشاد ہے فَا مَا تَمُودُ فَهَدَىٰ يُنْهَدُ فَا سَأَحْبَبُو الْاَعْمَى عَلَي الْهُدَىٰ (۴۱:۱۷) اور تمود تھے ان کو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا مگر انہوں نے ہدایت کے بجائے اندھا پن پسند کیا۔

۳:۸۰ — وَ مَا يُدْرِىكَ لَعَلَّكَ يَزْكُرُ . مَا اسْتَفْهَمَ يَهَى بِمَعْنَى كَوْنٍ - يُدْرِى مَضَارِعٌ كَا صَيغَةً وَاحِدَةً مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِذْرَاءُ (اَفْعَالٌ) مَصْدَرٌ - دَرِي مَادَةٌ سَعَى مَجْرَدٌ بَابٌ ضَرْبٌ سَعَى ، جَيْسٌ مَا كُنْتَ تَدْرِى مَا اَلِكِتَابُ (۴۲:۵۲) تَمْرٌ تَوْتَمَّابٌ كَو جَانْتِ تَحْتِ - بَابٌ اَفْعَالٌ سَعَى بِمَعْنَى تَبَانَا - سَمَّجَانَا - مَا يُدْرِىكَ تَحْتِ كَوْنٌ تَبَانٌ ، تَمَّهِي كَوْنٌ سَمَّجَانٌ . تَمَّهِي كَوْنٌ جَيْزٌ اَطْلَاعٌ دَعَى - بِمَعْنَى تَمَّ كَو كَبَاهَا مَعْلُومٌ - تَمَّ كَو اس كَالِ حَالٍ پَر كَوْنٌ دَاقِفٌ بِنَانٌ - مَا اسْتَفْهَمَ اِنْكَارِيَهَى بِمَعْنَى نَفْيِ كَالِ هَى -

علامہ پانی پتی اپنی تفسیر منطہری میں رقمطراز ہیں۔

بہر حال اس لفظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک عذر مترشح ہے کہ تم واقف نہ تھے۔ اگر نابینا کے حال سے واقف ہوتے تو دوسروں کی طرف متوجہ اور اس کی طرف سے ردگرداں نہ ہوتے۔ آیت میں چند وجوہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز موجود ہے۔

۱۔ آغاز کلام میں ہی اعراض کے سبب کو بصیغہ ماضی بیان کیا۔ مخاطب کا صیغہ ذکر نہیں کیا گیا۔ گویا مخاطب کے ذہن کو اس طرف موڑا کہ اس فعل کا صدور تم سے نہیں کسی اور سے ہوا۔ تم ایسے نہیں کہ ایسا کام تم سے صادر ہو۔ اس کی توجیہ اس طرح ہوگی کہ اعمال کا

مدار نیت پر ہئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اس کی طرف سے منہ موڑنے کی بالکل نہ تھی بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص تو مومن ہی ہے اگر اس کی تعلیم میں کچھ تاخیر بھی ہو جائے تو اس کا کچھ نقصان نہ ہو گا نہ اس کی طرف سے انحراف اور چلے جانے کا کوئی اندیشہ ہے۔ اور قریش کے سردار اپنی طرف سے میرے رُخ کو پھرا دیکھ چلے جائیں گے انتظار نہیں کریں گے اور اگر یہ سردار مسلمان ہو گئے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور دائرہ اسلام وسیع ہو جائیگا۔

ان ہی مقاصد کے زیر اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ گویا واقعی طور پر ان کی طرف سے روگردانی نہیں کی اگرچہ ظاہری طور پر اس فعل کا وقوع ہو گیا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معذرت بھی اشارۃً بتادی کہ آپ ناواقف تھے ورنہ ایسا نہ کرتے۔

۳۔ صیفہ غائب سے صیفہ خطاب کی طرف کلام کا رُخ پھیرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس بنانا اور آپ کے دل سے ملال دور کرنا مقصود ہے اور صیفہ غائب سے جو وہم پیدا ہوتا تھا کہ خدا نے آپ کو ساقط الالتفات سمجھ لیا ہے صیفہ خطاب سے اس وہم کا ازالہ کر دینا مقصود ہے۔

۴۔ موجب عذر (عدم علم) کی اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صریحی خطاب کے ساتھ بتا رہی ہے کہ آپ سے جو فعل سرزد ہو گیا اس میں آپ معذور تھے۔ مختلف علماء نے اپنی اپنی تاویلات کی ہیں جن کا ما حاصل یہ ہے کہ آپ کا فعل نیک نیتی پر مبنی تھا۔

لَعَلَّ يَتَزَكَّى - لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ہے تَوَجَّحِي (امید یا خوف) پر دلالت کرنے کے لئے اس کی وضع ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے؛ جیسے لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللّٰهُ يُحَدِّثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا (۱: ۶۵) دلے طلاق دینے والے، تجھے کیا معلوم شاید خدا اس کے بعد کوئی رجعت کی سبیل پیدا کرے (نیز ملاحظہ ہو - ۱۱: ۱۲) کا ضمیر فاعل واحد مذکر غائب الَّا عَمَلِي کے لئے ہے۔

يَتَزَكَّى مضارع معروف صیفہ واحد مذکر غائب تَزَكَّى (تَفَعَّلَ) مصدر - اصل میں يَتَزَكَّى تھا ت کو ضم میں مدغم کیا گیا ہے معنی پاکیزگی حاصل کرنا۔ پاک ہو جانا

لَعَلَّ حرفِ مشبہ بالفعل کا اسم، اس کا مزج الَاَعْلَى ہے۔ یَتَزَكَّى اس کی خبر، شاید کردہ کامل طور پر پاک ہو جاتا۔

۴: ۸۰۔ اَوْ يَدَّ كُرًّا: اَوْ یعنی یا۔ يَدَّ كُرًّا مضارع مرفوع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَدَّ كُرًّا تَفَعَّلُ مصدر، اصل میں يَتَدَّ كُرًّا تھا۔ ت کو ذ میں مدغم کیا گیا۔ اس کا عطف يَتَزَكَّى پر ہے۔ اور یہ بھی ترحی (لَعَلَّ) کے حکم میں داخل ہے۔

فَتَنَفَعَهُ ف جواب تثنیٰ کے لئے ہے اور ف کے عمل سے مضارع منصوب ہے کا کی ضمیر الاعمیٰ کی طرف راجع ہے۔ تَنَفَعَّ مضارع واحد مؤنث غائب نَفَعَّ مصدر رباب فتح، وہ اس کو نفع پہنچائے گی: اس میں ضمیر فاعل واحد مؤنث غائب ہے جس کا مزج الذکوری ہے:

الذکوری تنبیہ، نصیحت، یاد، ذِکْرٌ يَدَّ كُرًّا کا مصدر بھی ہے۔ کثرتِ ذکر کے لئے بھی ذِکْرٌ یُؤَلَّجَاتُ ہے۔ یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے ایت کا ترجمہ ہوگا:-

یا وہ نصیحت کی باتیں یا دکر تا اور غور و فکر کرتا سو اس کو نصیحت نفع دیتی (یعنی اس کثرتِ ذکر سے اس کا حضورِ قلب بڑھ جاتا اور قرب الہی کے درجات حاصل ہوتے ۵: ۸۰۔ اَمَّا مَنِ اسْتَعْنَىٰ اَمَّا۔ لیکن۔ یا۔ سو۔ حرفِ شرط ہے۔ اور اکثر حالات میں تفصیل کے لئے آتا ہے اس صورت میں اَمَّا کا تکرار ضروری ہے اس کے شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرفِ فاء کا آنا لازم ہے۔ یہاں اس آیت میں یہ تفصیل کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مَنْ شَرَطِيَهٗ۔ اسْتَعْنَىٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اسْتَعْنَاءُ (استفعال) مصدر لاپرواہی کرنا۔ لیکن جس نے لاپرواہی کی۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اس شرط کا جواب فَانْتَ لَهُ تَصَدَّىٰ ہے

۶: ۸۰۔ فَانْتَ لَهُ تَصَدَّىٰ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے تَصَدَّىٰ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَصَدَّىٰ تَفَعَّلُ مصدر سے۔ جس کے معنی کسی شے کے درپے ہونے کے ہیں۔ یا آمنے سامنے ہونے کے۔ صَدَّىٰ آواز بازگشت کو کہتے ہیں، اس اعتبار سے تَصَدَّىٰ کے معنی ہوئے کسی چیز کے اس طرح مقابل ہونے کے جس طرح صدائے بازگشت مقابل ہوتی ہے۔

تَصَدَّى اصل میں تَتَصَدَّى تھا۔ ایک تاء حذف کر دی گئی ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

آپ اس کی طرف تو متوجہ ہیں آپ اس کے درپے ہیں کہ طہارت اور تزکیہ کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا ہے۔

۸۰: ۷ — وَمَا عَلَيْكَ الْاِيْزُكِيُّ — جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ اس کے پاکیزہ نہ بننے سے آپ کا کوئی حرج نہیں۔ وَأَوْحَالِيْهِ مَا نَافِيْهِ هُوَ. اَلَّا مُرْكَبٌ هُوَ اَنْ شَرْطِيْهِ اَوْر لَّانَافِيْهِ هُوَ. يَزُّرُكِيُّ. مضارع واحد مذکر غائب، وہ پاک ہو جاتا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۰: ۸۰ (متذکرۃ الصدر۔)

۸۰-۸ — وَ اَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعٰی وَ اَوْعَاطِفٌ هُوَ. اَمَّا مَلَاخِظٌ هُوَ ۸۰: ۳ — متذکرۃ الصدر۔ مَنْ شَرْطِيْهِ يَسْعٰی مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب سَعٰی (بَاب فَتْحِ اِيْزِيٍّ سَعٰی سے چلتا ہوا۔ دوڑتا ہوا۔ یہ مَنْ شَرْطِيْهِ سے حال ہے۔ اور جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ یا آئے۔)

۸۰: ۹ — وَ هُوَ يَخْشٰی — جملہ حالیہ ہے مَنْ سے۔ اور وہ ڈرتا ہے۔ يَخْشٰی مضارع واحد مذکر غائب، خَشِيَةٌ (بَاب سَمْعٍ) مصدر سے؛

۸۰: ۱۰ — فَانْتَ عَنْهُ تَلْمِیْی — جملہ شرطیہ ہے اور اَمَّا مَنْ جَاءَكَ يَسْعٰی کا جواب ہے: آپ اس سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ تَلْمِیْی مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَلْمِیْی (بَاب تَفْعَلٍ) مصدر سے جس کے معنی کھیلنے اور کسی چیز میں وقت گزارنے اور مشغول ہونے کے ہیں۔ اور جب اس کے صلہ میں عَنْ آتا ہے تو اس کے معنی تغافل کرنے کے ہوتے ہیں۔

تَلْمِیْی اصل میں تَتَلْمِیْی تھا۔ ایک تاء گر گئی۔

ترجمہ ہو گا:

سو آپ اس سے لاپرواہی کرتے ہیں۔

۸۰: ۱۱ — كَلَّا اِنَّهَا تَذْكُوْةٌ ۙ كَلَّا حَرْفٍ رَّدْعٍ وَ زَجْرٍ هُوَ. اِيْسا ہرگز نہ کرنا چاہئے آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا (نیز ملاحظہ ہو ۴۲: ۷۴)۔

اِنَّهَا — اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هَا صَمِيْرٌ وَ اَحَدٌ مِّنْ غَائِبِ اِسْمِ اِنَّ — تَذْكُوْةٌ اس کی خبر۔ هَا كَامِرَجِ الْقُرْآنِ ہے تائید خبر کے اعتبار سے ہے۔ بے شک قرآن ایک

نصیحت ہے۔ تَذْکِرَةٌ - نصیحت، یاد دہانی، موعظتہ، یاد کرنے کی چیز،  
 ۱۲:۸۰ - فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ - مَنْ شَرَطِيه ہے۔ ذَكَرَ مَا صَحِيحًا وَوَاحِدًا مَذْكَرًا غَابًا  
 ذِكْرًا رِبَابٍ نَصْرًا مَصْدَرًا - بِمَعْنَى يَادِرْنَا - كَالضَّمِيرِ مَفْعُولٍ وَوَاحِدًا مَذْكَرًا غَابًا كَمَا رَجَعَ الْقُرْآنُ فِي  
 آيَةِ الرَّتْدِ بِالْأَمْرِ هَاكِي تَأْنِيثًا بِطَوْرٍ خَبْرٍ كَمَا هِيَ (دو نون ضمیریں قرآن کے لئے ہیں)  
 (بیضادی)

یعنی جو نصیحت پذیر ہونا اور اللہ کی یاد کرنا چاہے اس کو یاد کرے۔  
 جملہ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ جملہ سابقہ انہا تذکرۃ اور جملہ فِي صُحُفٍ  
 مُكْرَمَاتٍ کے مابین جملہ معترضہ ہے۔  
 ۱۳:۸۰ - فِي صُحُفٍ مُكْرَمَاتٍ - یہ تَذْکِرَةٌ کی صفت ہے صُحُفٍ  
 مُكْرَمَاتٍ موصوف و صفت، مکرم صحیفوں میں لکھا ہوا۔  
 صُحُفٍ بِمَعْنَى صَحِيفَةٍ، كِتَابِيٍّ، اوراق، صَحِيفَةٌ كِجْمَعٍ -  
 واضح ہے کہ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فَعِيكَةٌ كِجْمَعٍ صُحُفٍ نہیں آتی۔ ندرت  
 اور قیاس میں اس کی مثال سَفِينَةٌ اور سَفُونٌ ہے۔  
 مُكْرَمَاتٍ، تَكْرِيْمًا (تَفْعِيلٌ) مَصْدَرًا سَمِ مَفْعُولٍ كَالصِّيغَةِ وَوَاحِدًا مَوْثِقًا  
 عَزَّتْ وَالِي - قَابِلٌ اَدَبًا، مُعْتَزَلٌ -

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ نے صحف مکرمات کی تشریح یوں کی ہے :  
 صحیفوں سے مراد ہے لوح محفوظ، یا لوح محفوظ کی نقلیں جو فرشتے لکھ لیتے ہیں، یا  
 انبیاء کے صحیفے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے وَإِنَّكَ لَفِي زُجْرٍ الْأَوَّلِينَ (۹۶: ۱۹۶) اور اس  
 کی خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں لکھی ہوتی ہے۔  
 اور - إِنَّ هَذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَى - صُحُفٍ اِبْرَاهِيمَ وَ  
 مُوسَى (۱۸: ۸۷-۱۹) یہی بات پہلے صحیفوں میں بھی مرقوم ہے (یعنی ابراہیم  
 اور موسیٰ علیہ السلام) کے صحیفوں میں۔ یادہ صحیفے مراد ہیں جو کہ صحابہ کرام نے رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر لکھ رکھے تھے۔

۱۴:۸۰ - مَرْفُوعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ - یہ بھی تَذْکِرَةٌ کی صفت ہیں۔ مَرْفُوعَةٍ  
 رَفْعٌ وَرِفَاعَةٌ (بَابُ فَعَّ) مَصْدَرٌ سَمِ مَفْعُولٍ كَالصِّيغَةِ وَوَاحِدًا مَوْثِقًا، بَلَدٌ مَرْتَبَةٌ



حالی قدر۔ اللہ کے ہاں عزت والے ۔

مُطَهَّرَةٌ۔ یہ بھی تذکیر کی صفت ہے تَطَهَّرَ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث، ہر طرح کی نسوانی، جسمانی اور نفسانی کثافتوں سے پاک کی ہوئی، یا جنب، بے وضو، حائضہ اور نساء (نفاَس والی عورتوں) کے چھونے سے پاک، جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ لَا يَمَسُّهَا إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ (۵۶: ۷۹) اس کو نہیں چھوتے مگر جو پاک کئے گئے ہیں، اس کو ذہنی ہاتھ لگاتے ہیں جو کہ پاک ہیں۔

۱۵: ۸۰ — بِأَيْدِي سَفَرَةٍ: اِی هَذِهِ كِتَابَةٌ يَنْسَخُونَهَا مِنَ اللُّوحِ الْمَحْفُوظِ  
(السیر التفاسیر)

یہ وہ تحریر ہے جسے لوح محفوظ سے نقل کیا ایسے کاتبوں کے ہاتھوں نے جو بڑے بزرگ اور نیکو کار ہیں: ضیاء القرآن

بِأَيْدِي جَارِجٍ۔ اَيْدِي سَفَرَةٍ مضاف مضاف الیہ، کاتبوں کے ہاتھوں سے سَفَرَةٌ جمع سَافِرٍ کی۔ جیسے کِتَابَةٌ جمع ہے کَاتِبٌ کی۔ سَفَرَةٌ۔ سَفَرٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی لکھنا۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اسی مناسبت سے کتاب کو سَفَرٌ کہتے ہیں۔ جس کی جمع اسْفَارٌ ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

كَمَثَلِ الْجِبَارِ يَجْمَلُ اسْفَارًا ۱۶: ۶۲) مثل اس گدھے کے جو اٹھانے پھرتا ہے کتابیں۔

ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے کہ۔

سَفَرَةٌ سے مراد ہیں اعمال لکھنے والے فرشتے، یا انبیاء یا وحی کو لکھنے والے لوگ۔ دوسرے علماء کا قول ہے کہ۔

سَفَرَةٌ سَفِيرٌ کی جمع ہے سفیر وہ درمیان آدمی جو قوم میں باہمی صلح کرانے کے درپے ہوتا ہے۔ یہاں مراد ہیں فرشتے اور انسانوں میں اللہ کے پیغمبر سلامہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

کہ وحی کے کاتب اور علمائے امت بھی اسی طرح کے سفیر ہیں۔ رسول اور امت کے درمیان ان میں سے ہر ایک سفیر ہے۔

۱۶: ۸۰ — كِرَاهٍ بَرَّةٍ۔ ہر دو سفرۃ کی صفات ہیں اور اسی مناسبت سے منصوب ہیں: — كِرَاهٍ۔ كِرِيْمٍ کی جمع ہے، باعزت۔ بزرگ:

بَرَّةٌ - بَرُّ کی جمع ہے، نیکوکار۔ بَرَّةٌ اَبْرَارٌ کی نسبت زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اَبْرَارٌ بَارٌّ کی جمع ہے۔ اور بَرَّةٌ بَرٌّ کی۔ اور جس طرح عَدْلٌ (یعنی سرتاپا انصاف) عَادِلٌ سے زیادہ بلیغ ہے اسی طرح بَرٌّ بَارٌّ سے زیادہ بلیغ ہے: قرآن مجید میں یہ فرشتوں کی صفت میں استعمال ہوا ہے۔

۸۰: ۱۷ — قَتِلَ الْاِنْسَانَ مَا اَكْفَرَهُ : لفظی ترجمہ - مارا گیا انسان، غارت ہوا انسان۔ لعنت ہو انسان پر۔ یہ اللہ کی طرف سے انسان کے لئے بدترین بددعا ہے (مجاہد کہتے ہیں قرآن مجید میں جہاں بھی قَتِلَ الْاِنْسَانَ آیا ہے وہاں انسان کے مراد کافر ہے، ضیاء القرآن۔ یہ جملہ قرآن مجید میں صرف اسی جگہ آیا ہے)

مَا اَكْفَرَهُ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱۔ یہ استفہام تو بیخی ہے۔ ای ای شئی حملہ علی الکفر۔ مدارک التنزیل، خازن (الیر التفاسیر) کس شے نے اس کو اس کفر پر ابھارا۔

۲۔ یہ صیغہ تعجب ہے: ای ما اشد کفرہ وہ (انسان) کیسنا ناشکر ہے۔ (مدارک التنزیل)

مَا اشد کفرہ باللہ مع کثرة احسانہ الیہ (الخازن) باوجود اللہ کے احسانات کی کثرت کے (انسان) کتنا ناشکر ہے اللہ کا۔  
علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :-

یہ آیت، انسان کے لئے بدترین بددعا ہے۔ اور تعجب ہے کہ شکر گداری اور ایمان کے تمام اسباب موجود ہونے کے بعد بھی انسان انتہائی ناشکری کرتا ہے یہ الفاظ انتہائی مختصر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے انتہائی غضبے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری پوری مذمت پر دلالت کر رہے ہیں۔

۸۰: ۱۸ — مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهُ : صاحب تفسیر منطہری لکھتے ہیں۔

اللہ نے اس کو کس چیز سے بنایا۔ یہاں سے ایمان و شکر کے دواعی (اسباب) مستثنیٰ کا بیان ہے۔ مبداء تخلیق کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا کہ تمام نعمتوں سے پہلے اسی کا درجہ (یا زمانہ) ہے۔

یہ استفہام تقریری ہے یعنی مخاطب کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ اللہ نے اس کو نطفہ سے بنایا ہے۔ مَا اَكْفَرَهُ میں جو استفہام ہے اس کا بیان میں

ایسی شئی سے کیا۔ اس طرح کلام کا اثر زیادہ دل نشین ہو گیا۔ پھر لطف سے تخلیق کو بیان کر کے انسان کی حقارت کو ظاہر فرمایا ہے اور یہ خلقی تحقیر تکبر کے منافی ہے۔ (اس لئے انسان کا کاتب بے بنیاد اور نازیبا ہے)

۱۹:۸۰ — مِنْ نُّطْفَةٍ مِنْ مِثْقَلِ ذَرَّةٍ مِنْ آيَةِ شَيْءٍ خَلَقَهُ (آیت سابقہ) کے استفہام کا جواب ہے۔ یعنی انسان کی قطرہ منی سے پیدا کیا۔

خَلَقَهُ فَقَدَرَهُ - کا ضمیر واحد مذکر غائب الِ لِنَسَانِ کے لئے ہے۔ قَدَّرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَقْدِيرٌ (تفعیل) مصدر جس کا معنی ہے :- سوچ کر، سمجھ کر، غور کر کے اندازہ کرنا۔ ہر پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر چیز کا اندازہ کرنا۔

ترجمہ ہو گا۔

اللہ نے اسے پیدا کیا۔ پھر اس کی ہر چیز اندازہ سے بنائی پھر اس کی تقدیر مقرر کی: صاحب تفہیم القرآن یوں تشریح فرماتے ہیں۔

یہ ابھی ماں کے پیٹ میں بن رہا تھا کہ اس کی تقدیر طے کر دی گئی، اس کی جنس کیا ہوگی۔ اس کا رنگ کیا ہوگا؟ اس کا قد کتنا ہوگا۔ اس کی جسامت کیسی اور کس قدر ہوگی۔ اس کے اعضاء کس حد تک صحیح و سالم اور کس حد تک ناقص ہوں گے اس کی شکل و صورت کیسی ہوگی اور آواز کیسی ہوگی۔ اس کے جسم کے لئے طاقت کتنی ہوگی اس کے ذہن کی صلاحیتیں کیسی ہوں گی، کس سر زمین، کس خاندان، کن حالات اور کس ماحول میں پیدا ہوگا۔ پرورش اور تربیت پائے گا اور کیا بن کر اٹھے گا۔ اس کی شخصیت کی تعمیر میں موروثی اثرات، ماحول کے اثرات اور اس کی اپنی خودی کا کیا اور کتنا اثر ہوگا۔ دنیا کی زندگی میں یہ کیا کردار ادا کرے گا۔ اور کتنا وقت زمین پر اسے کام کرنے کے لئے دیا جائیگا اس تقدیر سے یہ بال برابر بھی ہٹ نہیں سکتا۔ نہ اس میں ذرہ برابر رد و بدل کر سکتا ہے، پھر یہ کیسی اس کی جہارت ہے کہ جس خالق کی بنائی ہوئی تقدیر کے آگے یہ اتنا بے بس ہے اس کے مقابلے میں کفر کرتا ہے۔

تفہیم القرآن جلد ششم آیت ۱۹ حاشیہ ۱۲

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :-

اول اس (انسان) کو ماں کے رحم کے اندر نمیت سے ہست کیا۔ اس کے بعد اس کے

لئے ایک اندازہ مقرر کیا۔ یعنی اللہ کے حکم سے موکل فرشتوں نے اس کے لئے چار باتیں لکھ دیں  
(۱) مقدار عمل۔

(۲) مدتِ زندگی۔

(۳) رزق۔

(۴) شقی یا سعید ہونا۔ جیسا کہ ہم سورۃ المرسلات میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ نقل کر چکے ہیں۔ اور مسلم و بخاری اس کے ناقل ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر منطہری سورۃ المرسلات کی آیات ۲۰ تا ۳۲)

بعض اہل تفسیر نے اس آیت کی تشریح اس طرح کی ہے کہ تقدیر سے اعضا و شکل بنانا مراد ہے یا حالتِ نطفہ سے تکمیلِ تخلیق تک جتنے احوال جنین پر گزرتے ہیں وہ مراد ہیں۔ ہماری تشریح ان اقوال سے اولیٰ ہے۔

حدیث مذکورہ تفسیر منطہری میں یوں منقول ہے:

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں ہر ایک کا تخلیقی قوام ماں کے پیٹ کے اندر چالیس روز تک (بصورتِ) نطفہ رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں بستہ خون رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں بصورتِ لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ اس کے پاس فرشتہ کو چار باتوں کے لئے بھیجتا ہے۔

فرشتہ اس کا (آئندہ) عمل اور مدتِ زندگی اور رزق اور شقی یا سعید ہونا لکھتا ہے پھر اس میں جان پھونکتا ہے۔ پس قسم ہے خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے بعض لوگ جنت والوں کا کام کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا عمل کرتے ہیں اور دوزخ میں چلے جاتے ہیں۔

”بخاری، مسلم، نافع، کسائی کے علاوہ دوسروں نے فَقَدَرْنَا پڑھا ہے:

فَقَدَرْنَا فَنَعَمُ الْقُدْرُونَ : ۴۴، ۲۳۔ سورۃ المرسلات) یعنی ہم اس کو بہت

کرنے، نیست کرنے کے علاوہ پیدا کرنے پر قادر ہیں،“ تفسیر منطہری ۴۴: ۲۳)

۸۰: ۲۔ ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرَعُ : ثُمَّ تَرَاخَى زَمَانَ كَلْتَمَ لَيْسَ، پھر، اس کے بعد۔ السَّبِيلَ فعل محذوف کا مفعول ہے لہذا منصوب ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی:

ثُمَّ يَسِّرَ السَّبِيلَ يَسْرَةً، ثُمَّ تَرَخِي وَقْتُ كَلِّ لَيْلٍ - پھر، ازاں بعد۔  
السَّبِيلَ - راستہ، راہ، سبیل اصل میں اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں  
سہولت ہو۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں :-

سَبِيلٌ كَمَا اسْتَعْمَلَ بِرَاسِ شَيْءٍ لَمْ يَكُنْ هُوَ ذَرِيْعَةً لِكَيْلِ شَيْءٍ تَكْ  
پہنچا جاسکے۔ خواہ وہ شے شر ہو یا خیر۔ نیز واضح راستہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے یہ لفظ  
مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی۔

اس کی تذکیر ارشادِ الہی ہے :-

وَإِنْ يَرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۝ (۱۳۶:۴)

اور اس کی تائید: ارشادِ الہی ہے :-

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ (۱۲:۱۰۸) میں ظاہر ہے :-  
لَيْسَرَةً - يَسْرَةً مَضَاعِعٌ وَاحِدٌ مَذَكْرٌ غَائِبٌ تَيْسِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ اس نے  
آسان بنا دیا۔ اسی سَهَّلَ لَهُ (اس کے لئے سہل کر دیا) اس صورت میں کلام مرجح  
الانسان ہے اور اگر کلام مرجح سبیل ہے تو ترجمہ ہوگا :-

اس نے راستہ کو آسان کر دیا :-

ثُمَّ السَّبِيلَ يَسْرَةً کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں :-

۱۔ را، سبیل الخروج من بطن امه - اپنی ماں کے پیٹ میں سے نکلنے کا  
راستہ (جننے کے وقت) (السیر التفاسیر)

۲۔ ب، طریق خروج من بطن امه - (ترجمہ ایضاً) (الخازن)

۳۔ ج، سبیل الخروج من بطن امه (ترجمہ ایضاً) (مدارک التنزیل)

۴۔ د، العلم بطریق الحق والباطل (حق و باطل کے راستہ کا علم - خازن)

۵۔ ر، بیتن له سبیل الخیر والشر - خیر اور شر کا راستہ اس کے لئے واضح

کر دیا۔ (مدارک التنزیل)

۶۔ ح، پیغمبر بھیج کر اور کتابیں بھیج کر اللہ نے راہِ حق اور اپنے تک پہنچنے کی راہ

آسان کر دی تاکہ تکمیلِ حجت ہو جائے۔

اسی مضمون پر دلالت کر رہی ہے یہ آیت :- فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَتَقٰى

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنِّيْتُرَهُ لِّلْيُسْرَىٰ (۹۲: ۵-۶-۷) تو جس نے (خدا کے راستہ میں مال) دیا۔ اور پرہیزگاری کی اور نیک بات کو سچ جانا ہم اس کو آسان طریقہ کی توفیق دیں گے۔

۳۔ وَقِيلَ يَسْرَعِيْ كُلِّ اِحْدٍ مَا خَلَقَ لَهٗ وَقَدَّرَ عَلَيْهِ۔ اللہ نے جو چیز انسان کے لئے پیدا کی اور جس پر اس کو اختیار دیا اس پر عمل کرنا اس کے لئے آسان کر دیا۔ (خازن)

(۳) وَقِيلَ السَّبِيْلُ اِي الدِّيْنِ فِي وُضُوْحِهِ وَاِسْرَ الْعَمَلِ بِهِ۔ اور السَّبِيْلُ سے مراد الدِّين ہے جو واضح اور سہل العمل ہے کقولہ تعالیٰ: اِنَّا هُدَيْنَا السَّبِيْلَ اَمَّا شَاكِرًا وَاَمَّا كَفُوْرًا۔ (۳۱: ۶) تحقیق ہم نے اسے راستہ بھی دکھا دیا۔ اب وہ خود شکر گزار ہو خواہ ناشکرا۔

جہاں تک نطفہ قرار پانے سے لے کر شکمِ مادر سے باہر نکلنے تک کے اندازوں کا تعلق ہے اس میں انسان کی ذات ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ حیوانات میں بھی تقریباً یہی عمل کار فرما ہوتا ہے اس لئے السَّبِيْلُ سے مراد سبیل الدین ہے یعنی دنیاوی زندگی کا وہ زمانہ جب انسان احکامِ شریعت کا مکلف ہوتا ہے اس مدتِ العمر میں راہِ ہدایت کی نشان دہی خدا نے اپنے فرستادہ پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے واضح کر دی۔ سیدھے راستے پر چلنے والے کے لئے وہ راستہ آسان فرما دیا اور کجرو اور

گمراہ کے لئے گمراہی کا راستہ آسان کر دیا۔ زانی کو جس طرح عورتِ فاحشہ کا ملنا آسان کر دیا۔ بخیل کو پیٹ پر پتھر باندھ کر مال و زر جمع کرنا آسان کر دیا اسی طرح باخدا کورات میں جاگنا اور تہجد پڑھنا آسان کر دیا اور سخی کے لئے مال کا راول خدا میں خرچ کرنا آسان کر دیا۔ بزدل کو بھاگنا اور بہادر کو میدانِ جنگ میں کود پڑنا۔ پارسا کو پارسائی تو فاحشہ کو بے حیائی یہ حیاتِ دنیا کا تمام نقشہ اس مختصر جملہ میں ختم کر دیا۔ (تفسیر حقانی)

۲۱: ۸۰۔ ثُمَّ اِمَاتَهُ فَاَقْبَرَہُ۔ ثُمَّ حَرَفَ عَطْفَہُ۔ پھر۔ اِمَاتَہُ۔ اِمَاتٌ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِمَاتَہُ (افعال) مصدر۔ بمعنی موت دینا۔ مار ڈالنا۔ اَصْمِيْرُ مَفْعُوْلٌ وَاِحْدٌ مَذْکُرٌ غَائِبٌ اِلَّا نَسَانُ کَ لَئِیْہِ۔

ترجمہ:۔ پھر اس (خدا) نے اُسے (انسان کو) موت دی۔

فَاَقْبَرَہُ وَ تَعْقِيْبُہُ۔ ماضی واحد مذکر غائب (اِقْبَارٌ اِفْعَالٌ) بمعنی

قبر میں رکھوانا۔ ؕ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب پھر اس کو قبر میں رکھوایا۔ یعنی اَمَرَ  
اَنْ يُقْبَرَ۔ حکم دیا کہ اس کو قبر میں دفن کیا جائے۔

۲۲:۸۰ — ثُمَّ اِذَا شَاءَ اَنْشُرَهُ — اَنْشُرَ ماضی واحد مذکر غائب اِنْشَاءً۔  
رافعال مصدر۔ بمعنی زندہ کرنا۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ ؕ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اِلَیْهِ  
کے لئے ہے۔ اِذَا ظرف زمان شَاءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب: هَشِيئَةٌ رُبَّ سَمْعٍ،  
مصدر سے۔ هَشِيئَةٌ رَشِيٌّ (ش ی ء مادہ) سے شَاءَ اصل میں شِيئٌ تھا۔ سی متحرک ماقبل  
مفتوح سی کو الف سے بدلا۔ اس نے چاہا۔ اس نے ارادہ کیا، پھر جب وہ چاہے گا  
اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔

۲۳:۸۰ — كَلَّا۔ حرف ردع و زجر ہے۔ کافر انسان کے لئے ڈانٹ ہے کہ  
اسے ہرگز ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ یعنی خدا کی متذکرہ بالا قدرتوں اور اس کی گونا گوں نعمتوں  
کے باوجود اسے متکبر نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اور نہ ہی کفر پر اصرار کرنا چاہئے تھا۔  
بعض کے نزدیک كَلَّا بمعنی حَقًّا ہے۔ یعنی حق یہ ہے کہ لَمَّا يَقْضِ مَا اَمَرَ  
جو اللہ نے اسے حکم دیا وہ اسے بجا نہ لایا۔

لَمَّا يَقْضِ لَمَّا حرف جازم ہے لَمَّا کی طرح فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے  
اور اس کو جزم دیتا ہے۔ اور مضارع کو ماضی منفی میں کر دیتا ہے۔ لَمَّا سے جس نفی کا  
حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد، مسلسل اور مستمر ہوتی ہے نیز ملاحظہ ہو

(۲۱۴:۲)

يَقْضِ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب، قَضَاءً (باب ضرب) مصدر سے  
معنی پورا کرنا۔ ادا کرنا۔ اصل میں يَقْضِي تھا۔ لَمَّا کے داخل ہونے پر يَقْضِ ہو گیا۔  
لَمَّا يَقْضِ اس نے پوری طرح ادا نہیں کیا۔ اس نے پورا نہیں کیا۔ اس نے ادا  
نہیں کیا۔ ضمیر فاعل الانسان کے لئے ہے۔

مَا اَمَرَ: مَا موصول، اَمَرَ اس کا صلہ، صلہ اور موصول مل کر لَمَّا  
يَقْضِ کا مفعول۔ جس چیز کا اس کو حکم دیا گیا تھا۔ اس نے اس کو پورا نہیں کیا۔ اَمَرَ  
میں اَمَرَ کی ضمیر فاعل اللہ کے لئے ہے۔ اور ؕ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان  
کے لئے ہے۔

۲۴:۸۰ — فَلْيَنْظُرِ اِلَى لِسَانِ اِلَى طَعَامِهِ رِقْرَانٌ مجید کا اسلوب بیان یہ ہے کہ

کسی مقصد کے لئے دلائل انفسی کے بعد دلائل آفاقی بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ دل میں زیادہ اثر پیدا کرے۔ یہاں غرور انسان کا البطل کیا تھا اور زیادہ تر مقصود اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار تھا کہ جس میں کسی کو بھی شرکت نہیں جس سے ردِ شرک اور اثباتِ توحید ظاہر و عیاں تھا۔ اور اس مقصود کے اثبات سے یہ مطلوب تھا کہ وہی خدائے قادر و وحدۃ لا شریک انسان کو ماننے کے بعد بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور اس کے اعمال نیک و بد کی جزا و سزا بھی دے سکتا ہے :

اس مقصود کے اثبات کے لئے پہلے پہلے وہ دلائل بیان فرمائے تھے کہ جن سے خود انسان کی پیدائش اور اس کے حالات کا تعلق تھا۔

اب بیرونی دلائل بیان فرماتا ہے۔ فَقَالَ : فَلْيَنْظُرِ إِلَى نَسَانِ إِلَى طَعَامِهِ  
کہ آدمی اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے اس کو کس طرح پیدا کیا ہے۔  
(تفسیر حقانی)

آیت کا کلام سابق کے مفہوم پر عطف ہے یعنی انسان کو اول آغاز خلقت سے  
آخر حیات تک اپنے اوپر غور کرنا چاہئے؛ پھر اپنی غذا کو دیکھنا چاہئے کہ ہم نے اس کی غذا  
کا کیسے بند و بست کیا اور کس طرح اس کو لطف اندوز ہونے کا موقع دیا۔

فَلْيَنْظُرْ عَاطِفٌ لِيَنْظُرَ اِمْرًا وَاحِدًا مَذْكَرًا غَائِبًا نَظَرَ رِبَابٍ نَصْرٌ مَصْدَرٌ  
چاہئے کہ وہ دیکھے :

۸۰ : ۲۵ — اَنَا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا : جملہ مستانفہ ہے اَنَا تَحْقِيقًا ہم نے  
صَبَبْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم صَبَّبْتُ (باب نصر) مصدر سے معنی اوپر سے بہانا۔  
متعدی ہے۔

اسی مصدر سے باب ضرب سے، معنی اوپر سے بہنا، فعل لازم آیا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں  
یہ متعدی آیا ہے۔ صَبًّا مفعول مطلق۔ مبالغہ کے لئے۔ ہم نے آسمان سے خوب (مینہ) برسایا۔  
۲۶ : ۸۰ — ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ثُمَّ تَرَاخَى وَقْتُكَ لَمْ يَكُنْ بِهِيَ. پھر، ازاں بعد۔  
شَقَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ شَقَّقْتُ (باب نصر) مصدر معنی بھاڑنا۔ حیرنا۔ شَقًّا مفعول مطلق  
پھر ہم نے زمین کو خوب حیرا۔ بھاڑا۔

مطلب یہ ہے کہ زمین کو پہل وغیرہ سے تیار کیا۔ چیرنے بھاڑنے کی نسبت  
اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے کہ ہے کہ ہر فعل کا وہی مسبب ہے۔



۲۷:۸۰ — فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا. ف تَعْقِبُ كَاهِي. أَنْبَتْنَا ماضی جمع متکلم اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر سے، پھر ہم نے اگایا۔ فِيهَا میں ضمیر واحد مؤنث کا مرجع الارض ہے حَبًّا۔ اِنْبَتْنَا کا مفعول ہے۔ اناج، غنہ، گندم، جو وغیرہ: اناج کے دانہ کو حَبٌّ اور حَبَّةٌ کہتے ہیں۔ پھر ہم نے زمین میں سے اناج اگایا۔

۲۷:۸۰ — عِنْبًا وَقَضْبًا: وَاذْ عَاطِفًا، عِنْبًا مَعْطُونَ، وَاذْ عَاطِفًا قَضْبًا مَعْطُونَ ہر دو عِنْبًا، قَضْبًا کا عطف حَبًّا پر ہے عِنْبٌ یعنی انگور۔

امام راغب لکھتے ہیں:

عِنْبٌ انگور کو بھی کہتے ہیں اور اس کے درخت کو بھی، اس کا واحد عِنْبَةٌ ہے اور جمع اَعْنَابٌ ہے۔

قَضْبًا کھیرا۔ یا عام سبز ترکاری۔ قَضْبٌ وَقَضِيبٌ دونوں کے معنی تروتازہ، لیکن درخت کی تروتازہ شاخوں کو بھی قَضِيبٌ کہا جاتا ہے۔

۲۹:۸۰ — وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا اور زیتون اور کھجور کے درخت۔  
۳۰-۸۰ — وَحَدَّائِقٍ غُلْبًا: اور گھنے باغ، زیتون، نخل (کھجور کے درخت) اور گھنے باغ سب کا عطف حَبًّا پر ہے۔

حَدَّائِقٍ جمع حَدِيقَةٍ واحد۔ وہ باغ جس کی چار دیواری ہو، موصوف۔  
غُلْبًا: حَمْرٌ، حَمْرَاءُ حُمْرٌ کے وزن پر اَغْلَبُ غُلْبَاءُ کی جمع ہے صفت  
یعنی گھنے، غلیظت الشجر، ملتفتہ: گھنے درختوں والا جن کی شاخیں ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہوں۔

۳۱:۸۰ — وَفَاكِهَةً وَأَبًّا، اور پھل (جن کو مزہ کے لئے کھایا جاتا ہے) فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی نے فاکہتہ نہ کھانے کی قسم کھالی تو کھجور، انگور، زیتون کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ یہ پھل طاقت کے لئے کھائے جاتے ہیں۔ تنہا مزے کے لئے نہیں کھائے جاتے۔ اسی طرح اس پھل کو کھانے سے بھی قسم نہیں ٹوٹے گی جس سے مقصود فداء اور دوار دونوں ہوتے ہیں۔ جیسے انار۔

أَبًّا۔ گھاس، چراگاہ۔ جانوروں کے کھانے کی گھاس اور چارہ: فَاكِهَةً وَأَبًّا کا عطف بھی حَبًّا پر ہے۔ اور ہم نے پھل اور چارہ (بھی) اگائے۔

۳۲:۸۰ — مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْبَتِنَا كِي عَلْتِ هِي۔ ان چیزوں کو

کو ہم تمہارے لئے اور تمہارے چوپاؤں کے لئے اگایا۔  
مَتَاعًا مَنصُوبٌ ہے کیونکہ:-

۱۔ یہ اَنْبَتًا کا مفعول لڑ ہے۔

۲۔ یہ اَنْبَتًا کے لئے بطور مصدر متوکدہ آیا ہے، کیونکہ اشیاء کا پیدا کرنا انسان اور حیوان دونوں کے لئے متاع حیات ہے۔

الْعَامِ مِكْمٌ: مضاف مضاف الیہ، تمہارے مولیشی، بھیر، بکری اگائے، اونٹ مولیشی کو اس وقت انعام نہیں کہا جاسکتا جب تک ان میں اونٹ داخل نہ ہوں یہ نَعْمٌ کی جمع ہے جس کے معنی اصل میں تو اونٹ کے ہیں مگر بھیر بکری اور گائے بھینس پر بھی بولا جاتا ہے۔

۸۰: ۳۳ — فَاِذَا جَاءَتْ الصَّآخَةُ: ف ترتیب کا: مابعد کی ماقبل پر ترتیب کی دلالت کرتا ہے اِذَا ظرفِ زمان ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے گو کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے: جیسے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا اَنْفَضُوْا اَلِیْهَا (۱۱: ۶۲) اور جب انہوں نے سودا بکتا دیکھا یا تماشہ ہوتا دیکھا تو جھٹک کر اسی طرف چل دیئے۔ اِذَا اکثر و بیشتر شرط ہی ہوتا ہے، مفاجات کے لئے بھی آتا ہے۔

آیت ہذا میں بطور ظرفِ زمان آیا ہے بمعنی جب (شرطیہ) الصَّآخَةُ (صِخْرٌ مَادِدٌ) یہ صَخٌّ یَصِخُّ صَخًا فَهُوَ صَاخٌ سے ہے جس کے معنی کسی ذی نطق کی آواز کی سختی اور کرخت پن کے ہیں:

بھر جب قیامت کا غل مچے گا۔ غل۔ کان پھوڑ دینے والی چیخ:  
ابو اسحاق نے کہا ہے کہ:-

صَاخَةٌ وہ شور ہے جس میں قیامت برپا ہوگی اور جو کانوں کو پھوڑ ڈالے گا اور بہرا کر دے گا کہ بجز اس آواز کے جو زندہ ہونے کے لئے دی جائے گی اور کوئی چیز سنائی نہ دے گی۔ (رتاج العروس)

الصَّآخَةُ:

۱۔ کان بہرا کر دینے والا شور۔ (ضیاء القرآن)

۲۔ ای النفخة الثانیة۔ صور میں دوسری بار پھونک مارنا۔ (السر المتفاسیر)

۳۔ کان بہرا کر دینے والی آواز (تفہیم القرآن)

- ۴۳۔ کانوں کو بہرا کر دینے والا شور۔ (بیان القرآن)  
 ۴۴۔ صیحة القيامة (قیامت کی چیخ) (الخازن)  
 ۴۵۔ الصاخة الصيحة وسميت بها لشدة صوتها كأنها تصخ الأذان  
 والصاخة كوالصيحة، اس کی آواز کی شدت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ کانوں کو  
 بہرا کئے دیتی ہے:

فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَةُ، جملہ شرطیہ ہے اس کی جزاء محذوف ہے پورا جملہ شرطیہ  
 إِنَّهَا تَكُنُّ كِرَّةً رَأَيْتُ (۸۰: ۱۱) سے مربوط ہے۔  
 اس طرح پورا معنی یوں ہوگا:

یہ قرآن ایک یادداشت اور نصیحت ہے۔ جب صور کی آواز آئے گی اس وقت نصیحت  
 قبول کرنے والوں کا حال قبول نہ کرنے والوں کے حال سے جدا ہوگا۔  
 اختلافِ حال کیا ہوگا؟ اس کا بیان آئندہ آیات: وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ... الخ  
 میں کیا گیا ہے (۸۰: ۲۰)

۸۰: ۲۲ — يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ - يَوْمَ - إِذَا جَاءَتْهُ مِنْ بَدَلٍ هُوَ  
 (جلالین و تفسیر حقانی)

یعنی جس دن کہ..... يَفِرُّ مَضَاعٌ وَاحِدٌ مَذَكْرٌ غَائِبٌ فِرَارٌ (ضرب) مصدر سے  
 وہ بھاگے گا۔ جس دن کہ انسان اپنے بھائی سے (دور) بھاگے گا  
 ۸۰: ۳۵ — قَائِمِهِ وَأَبِيهِ - اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے (بھی دور بھاگے گا)  
 أُمِّهِ وَأَبِيهِ كَاعْطَفَ أَخِيهِ پَرَّ هُوَ۔

۸۰: ۳۶ — وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ - اس کا عطف بھی أَخِيهِ پَرَّ هُوَ۔ صَاحِبَتِهِ  
 مضاف مضاف الیہ - صَاحِبَتِهِ، صُحْبَتُهُ (باب سَمِعَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ  
 واحد مؤنث ہے۔ ساتھ بیٹے والی، بیوی، جو رو،  
 بَنِيهِ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے بیٹے،  
 ترجمہ۔

اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں (یعنی اولاد) سے بھی دور بھاگے گا۔  
 بھاگنے کی یا تو یہ وجہ ہوگی کہ اس کو اپنا خوف پڑا ہوگا یا ان کے کفر یا ان کی  
 بد حالی کی وجہ سے ہر شخص کو اپنے اقرباء سے نفرت اور عداوت ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے دو بچوں کی کیفیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی جن کا انتقال اسلام سے پہلے ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے؛ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ سن کر ناگواری ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرہ پر ناگواری کا اثر دیکھ کر فرمایا اگر تم بھی ان کے مقام کو دیکھ لو تو تم کو بھی ان سے نفرت ہو جائے گی؛ (المحدث رواہ احمد)

۳۰:۸۰۔ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ : بحمد سبب ہے قیامت کے روز انسان کے اپنے عزیز و اقارب سے دور بھاگنے کا۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ - خبر۔ شَأْنٌ يُغْنِيهِ مبتدا۔ يَوْمَئِذٍ اس کا ظرف (تفسیر حقانی)

ہر شخص کی اس روز ایسی حالت ہوگی جو اس کو اوروں کی طرف سے بے پرواہ کر دے گی؛ (بہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی)

لِكُلِّ امْرِئٍ میں لام حرف جر ہے علت کے لئے آیا ہے۔ كَلِّ امْرِئٍ

مضاف مضاف الیہ۔ امْرُؤٌ، بمعنی مرد۔ انسان، شخص۔

امْرُؤٌ کی ہمزہ بحالت رفع واو کی شکل میں اور بحالت نصب الف کی شکل میں اور بحالت جر ی کی شکل میں آتی ہے۔ امْرِئٍ چونکہ بحالت جر ہے اس لئے ہمزہ کو سی کی شکل میں لایا گیا ہے۔

مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب جملہ مذکورین کے لئے ہے یعنی کہ

أَخِيهِ - امِّهِ - أَبِيهِ - صَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ -

يَوْمَئِذٍ - يَوْمَ اسم ظرف منصوب؛ اِذٍ مضاف الیہ، اس دن۔ ایسے واقعات

کے دن۔ شَأْنٌ - دھندا۔ فکر، حال، کسی اہم معاملہ کو خواہ بُرا ہو یا مہلا شَأْنٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع شَأْوُونٌ ہے۔

يُغْنِيهِ - يُغْنِي: مضارع واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ضمیر

مفعول واحد مذکر غائب وہ اس کو مشغول رکھے گا۔ یعنی دوسرے کی خبر نہ لینے دے گا۔ بے پرواہ کر دے گا۔ يُغْنِي میں ضمیر فاعل شان ہے۔

۳۸:۸۰۔ وَجُودُهُ يَوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ، وَجُودُهُ مُّسْفِرَةٌ خَيْرٌ يَوْمَئِذٍ

متعلق بِمُسْفِرًا:

وَجُوهٌ - وَجْهٌ کی جمع - چہرے، کئی چہرے، کتنے ہی چہرے، اکثر چہرے۔

يَوْمَئِذٍ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳، متذکرۃ الصدر)

مُسْفِرَةٌ - اِسْفَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

چمک دار۔ روشن۔ سَفْرٌ کا معنی ہے سرپوش یا پردہ ہٹانا۔ جیسے سفر العمامۃ

عن الرأس: سر سے عمامہ ہٹا دیا۔ سَفْرٌ باب ضرب، سفر کرنا۔ سَفْرٌ حقائق کو

کھول دینے والی کتاب۔ سَفِيرٌ (اِسْفَارٌ جمع) ایچی، سفیر۔ جو مرسِل کی حقیقت اور

غرض کو کھول دیتا ہے۔ سَفْرَةٌ اعمال نامے لکھنے والے فرشتے۔

۳۹:۸۰ - ضَا جَلَّتْ: ضِحْكٌ (باب سَمِع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث

ہے۔ جس کا مرجع و جُوہ ہے ضَا حِكَةٌ و جُوہ کی خبر ثانی ہے۔ مُسْفِرَةٌ خِبر اول

ہنستے ہوئے۔ خنداں۔

مُسْتَبْشِرَةٌ - اِسْتِبْشَارٌ (اِسْتِفْعَال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث

شگفتہ، شاداں۔ خوش، ایسی چیز یا نبوالے جس سے شگفتگی اور خوشی پیدا ہو جائے

یہ و جُوہ کی خبر ثالث ہے۔

ترجمہ آیات ۳۸ تا ۳۹۔

کتنے ہی چہرے اس روز دمکتے، ہنستے، شاداں ہوں گے:

۸۰:۴۰ - وَوَجُوهٌ يَوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ: وَاَدْعَاطٌ - وَوَجُوهٌ (جمع

وَجْهٌ کی) یعنی چہرے: مبتداء۔

يَوْمَئِذٍ (ملاحظہ ہو آیت ۳، مذکورہ بالا) متعلق خبرِ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ خبر۔ یعنی

خاک، اور وہ اثر جو کسی چیز پر جمی ہوئی خاک دور ہونے کے بعد باقی رہ جاتا ہے۔ مراد

یہ کہ غم کے سبب چہروں کا رنگ بگڑ جائے گا۔

ترجمہ ہو گا۔

اور کتنے ہی چہروں پر خاک اس دن پڑی ہوگی۔

۸۰:۴۱ - تَرَهَقَهَا قَتْرَةٌ: یہ و جُوہ آیت نمبر ۴۰ مبتداء کی خبر ثانی ہے۔

تَرَهَقٌ: رَهَقٌ (باب سَمِع) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب،

ہا صنیہ مفعول واحد مؤنث کا مرجع و جُوہ ہے۔ وہ خاک ان (چہروں) پر چھاری

ہوگی۔ چڑھی آرہی ہوگی۔

رَهَقُ کے معنی کسی چیز کے دوسری چیز پر زبردستی چھا جانے کے ہیں اور پالینے

کے ہیں۔

قَتَرَةٌ: غبار۔ دھویں کی طرح غبار نما بد رونقی جو چہرے پر چھا جاتی ہے۔

اس کے اصل معنی ہیں کسی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں۔

کنجوس آدمی گویا کہ دھواں لے کر دوسرے کو بہلا دیتا ہے اس لئے کنجوس

اور بخیل کو بھی قَاتِرٌ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے :-

وَالَّذِينَ إِذَا الْفُتُورُ الْمُدَّ يُسْرِفُونَ أَوْ لَمَّ يَفْتَرُونَ (۶۷: ۲۵) اور وہ

کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔

۲۲: ۸۰ — أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرَةُ الْفَجْرَةُ — أُولَٰئِكَ مَبْتَدَاءُ — هُمُ الْكٰفِرَةُ

الْفَجْرَةُ، خبر۔ وہی لوگ منکر و بدکار ہوں گے۔

كشرة کافر کی جمیع اور فَجْرَةٌ فَاجِرٌ کی جمع ہے۔ فُجُورٌ کا معنی ہے

پھاڑ دینا۔ یعنی دین اور دیانت کو پھاڑ دینا۔ فُجُورٌ پرلے درجے کا کفر ہے۔

الْكَفْرَةُ موصوفہ ہے اور الْفَجْرَةُ اس کی صفت ہے، موصوف

اور صفت مل کر خبر ہے اپنے مبتداء کی :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# (۸۱) سُوْرَةُ التَّكْوِيْرِ مَكِّيَّةٌ (۱)

۸۱:۱ — اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ . اِذَا شَرْطِيَّةٌ (حُبِّ) الشَّمْسُ فَعْلٌ مَحْذُوفٌ كَا فَاعِلٍ .  
 كُوِّرَتْ اِسْمٌ فَعْلٌ مَحْذُوفٌ كِي تَفْسِيْرُهُ . كُوِّرَتْ . مَاضِيٌّ مُجْهَوْلٌ صِيْفَةٌ وَاَحَدٌ مَوْثِقَةٌ غَائِبَةٌ  
 تَكْوِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مَصْدَرٌ سَمْعِيٌّ تَكْرِيْمٌ لِيُطَا . سِرٌّ عِمَامَةٌ بَانِدٌ مَعْنَى كِي لِي تَكْوِيْرِ الْعِمَامَةِ  
 كِي لَفْظٌ يُوْلَى جَاتِيْ هِي . رَا كَارَ الْعِمَامَةِ عَلٰى رَاسِهِ اِسْمٌ نِيْ كُوِّرَتْ كِي لِي تَكْوِيْرِ الْعِمَامَةِ  
 كُوِّرَتْ لِيْطَا . كِيْونَكِيْ عِمَامَةٌ يَهِيْلُ هُوَا هُوَا تَا هِيْ . اُوْرُ هِيْ سِرٌّ كِيْ كُوِّرَتْ اِسْمٌ كُوِّرَتْ اِسْمٌ اِسْمٌ اِسْمٌ  
 اِسْمٌ رُوْشَنِيْ كُوْجُوْ سُوْرَجٌ سِيْ نَكَلٌ كَرَسَا لِيْ نِظَامٌ شَمْسِيٌّ مِيْ يَهِيْلُ هِيْ عِمَامَةٌ سَمْعِيٌّ اِسْمٌ  
 هِيْ . اُوْرُ تَا يَا كِيْ هِيْ كِيْ قِيَامَتٌ كِيْ رُوْزِيَّةٌ يَهِيْلُ هُوَا عِمَامَةٌ سُوْرَجٌ يَهِيْلُ دِيَا جَاتِيْ كَا . لِيْ  
 اِسْمٌ كِيْ رُوْشَنِيْ كَا يَهِيْلُ بَانِدٌ هُوَا جَاتِيْ كَا .

آيَةُ يَكُوِّرُ النَّيْلَ عَلٰى النَّهَارِ وَيَكُوِّرُ النَّهَارَ عَلٰى النَّيْلِ (۳۹: ۵) هِيْ  
 رَا ت كُوْجُوْ دِنٌ يَهِيْلُ هِيْ . اُوْرُ دِنٌ كُوْرَاتٌ يَهِيْلُ هِيْ . مِيْ مَطَالَعٌ شَمْسِيٌّ كِيْ تَبْدِيْلٌ هُوْنِيْ  
 دِنٌ رَا ت كِيْ بُرْهَنِيْ . اُوْرُ كِهْنِيْ كُوْ تَكْوِيْرِ سَمْعِيٌّ يَهِيْلُ هِيْ .

حَضْرَتُ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا كُوِّرَتْ مَعْنَى اُظْلَمَتْ (تَارِكِيْ هُوَا جَاتِيْ كَا) فَرِيْلِيْ  
 اِذَا شَرْطِيَّةٌ يَهِيْلُ جِهًا جِهًا اِيَا هِيْ . اِسْمٌ كَا جَوَابٌ آيَةِ نَمْبَرِ ۱۴ (عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَخْضَرَتْ)  
 مِيْ دِيَا كِيَا هِيْ .

۸۱:۲ — وَاِذَا النُّجُوْمُ اُنْكَدَرَتْ . اِسْمٌ كَا عَطْفٌ آيَةِ سَابِقَةٍ هِيْ .  
 اِنْكَدَرَتْ مَاضِيٌّ كَا صِيْفَةٌ وَاَحَدٌ مَوْثِقَةٌ غَائِبَةٌ اِنْكَدَرَتْ (اِنْفِعَالٌ) مَصْدَرٌ  
 اِنْكَدَرَتْ اِسْمٌ تَغْيِيْرٌ كُوْ كِهْتِيْ هِيْ جُوْ كِسِيْ حِيْزِيْ كِيْ كِهْرٌ جَانِيْ سِيْ وَاَقْعٌ هُوَا هِيْ .  
 تَرْجَمَةُ آيَةِ كَا هُوَا كَا . اُوْرُ حُبِّ سَتَا لِيْ كِهْرٌ كُرْبِيْ نُوْرٌ هُوَا جَاتِيْ كَا :

الکَدَّر (مادہ ک در) کے معنی کسی چیز میں گدلا پن کے ہیں اور یہ صَفَاء کی ضد ہے۔ الْکُدَّرَةُ کے معنی بھی گدلا پن کے ہیں مگر اس کا استعمال خصوصیت کے ساتھ رنگ میں ہوتا ہے اور کُدَّرَةُ کا پانی اور زندگی میں۔

۳:۸۱ — وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ اس کا عطف بھی آیت نمبر ۱ پر ہے ترکیب بھی وہی ہے۔

سُيِّرَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تَسَيَّرٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ وہ چلائی جائے گی وہ (پہاڑ) چلائے جائیں گے۔ سَيَّرٌ معنی چلانا۔ سیر کرنا۔

الْجِبَالُ جمع۔ الْجَبَلُ واحد، پہاڑ۔

۴:۸۱ — وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ اس کا عطف بھی آیت نمبر ۱ پر ہے اور ترکیب بھی وہی ہے الْعِشَارُ دس ماہ کی گاہن اونٹنیاں۔ ایسی اونٹنی اہل عرب کے نزدیک ایک نفیس ترین سمجھی جاتی ہے اس کا واحد عَشْرَاءُ ہے۔

علامہ فیومی کے نزدیک اس طرح کے واحد اور جمع کی نظیر صرف نَفْسَاءُ اور نَفَاسٌ ہی ہے اور ان دونوں کے علاوہ تیسری نظیر موجود نہیں ہے۔

عُطِّلَتْ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب تَعَطَّلٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر جس کا مطلب ہے یوں ہی چھوڑ دینا۔ دیکھ بھال نہ کرنا۔ نفع نہ اٹھانا۔ بے کار چھوڑ دینا۔

ترجمہ ہوگا:-

اور جب دس ماہ کی گاہن اونٹنیاں یوں ہی آوارہ چھریں گی۔

۵:۸۱ — وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ عطف حسب بالا۔

الْوُحُوشُ وَحْشٌ کی جمع، صحرائی جانور، جنگلی جانور، حُشِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب حَشَرٌ (بَابُ نَصْرٍ) مصدر سے، جب جنگلی جانور یک جا کر ڈیئے جائیں گے۔

۶:۸۱ — وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اس کا عطف بھی حسب بالا ہے ترکیب بھی وہی ہے

الْبِحَارُ جمع ہے الْبَجْرُ کی معنی سمندر، دریا۔ سُجِّرَتْ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب تَسَجِيرٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ وہ آگ سے پڑکی گئی، اس کا پانی بہایا گیا۔ وہ خالی کی گئی، وہ پڑکی گئی۔ مصدر تَسَجِيرٌ معنی زور سے بھڑکانا آگ کو، پانی کا بہانا، خالی کرنا۔ پڑ کرنا۔

امام فخر الدین رازی ج آیت نہا وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (جب دریا جھونکے جائیں گے)

کی تفسیر میں رقمطراز ہیں :-

یہ بالتخفیف بھی پڑھایا گیا ہے اور بالتشدید بھی یعنی سُجِّرَتْ اور سُجِّرَتْ بھی اور اس کی



مختلف وجہیں ہیں:-

یہ اصل میں کلمہ سَجَرَاتِ التَّنُورِ سے ہے جو تنور جھونکنے اور اس میں آگ بھڑکانے کے لئے آتا ہے اور کسی چیز میں جب آگ بھڑکائی جاتی ہے تو کچھ رطوبت جو اس میں ہوتی ہے وہ بھی خشک ہو جاتی ہے تو اس وقت سمندر میں ذرا سا پانی بھی نہیں بچے گا پھر چونکہ حسب تصریح وَ سُوْرَاتِ الْجِبَالِ پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اس لئے اس آن سمندر اور زمین انتہائی حرارت اور سوزانی میں ایک نئے بن جائیں گے،

اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ان کے اجزاء منتشر ہوں اور وہ مٹی کی طرح ہو جائیں۔ تو وہ مٹی سمندروں کی تہ میں جا پہنچے اور سطح زمین سمندوں کے ساتھ برابر ہو جائے اور سب بل کر ایک دھکتا ہوا سمندر بن جائے۔

۲:- سَجَرَاتٌ بِعَنَى فِجْرَاتٌ ہو جو پانی کے رواں ہونے کے لئے آتا ہے اور یہ اس

لئے کہ چونکہ حسب ارشاد: هَدَجَ الْبُحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ هَبِيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَلْبَغِيَانِ (۲۰:۱۹:۵۵) (چلائے دو دریا مل کر چلنے والے۔ ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے، سمندوں کے مابین آڑ ہے، پس جب اللہ تعالیٰ اس آڑ کو ہٹا دے گا ایک دوسرے میں رواں ہونے لگے گا اور سائے سمندر ایک ہی سمندر بن جائیں گے، کبھی کا یہی قول ہے:

۳:- سَجَرَاتٌ بِعَنَى اَوْقَدَاتٌ بِعَنَى آگ بھڑکانے کے ہو۔

تقال نے کہا ہے کہ اس تاویل میں مختلف وجوہ کا احتمال ہے۔

اول یہ کہ:- جہنم سمندروں کی تہ میں ہو۔ اس طرح سمندر اس وقت تو نہیں دہکتے کہ دنیا کو قائم رکھنا ہے لیکن جب دنیا ختم ہو جائے گی تو حق تعالیٰ شانہ آگ کی تاثیر کو سمندروں تک پہنچا دے گا۔ اس لئے وہ پورے طور پر کھولنے لگیں گے

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ آفتاب و مہتاب اور ستاروں کو سمندر میں ڈال دے گا تو وہ کھولے اٹھیں گے۔

سوم یہ کہ:- اللہ تعالیٰ سمندوں میں آتش عظیم پیدا کر دیں گے کہ پانی ابل جائیں گے۔ میں (یعنی امام رازی) کہتا ہوں کہ ان تمام وجہوں میں تکلف سے کام لیا گیا ہے ان میں سے کسی کی حاجت ہی نہیں ہے کیونکہ جو ذات تخریب اور قیامت کے قائم کرنے پر قادر ہے یقیناً وہ اس پر بھی قادر ہے کہ سمندروں کے ساتھ جو چاہے کرے ان کو کھولا دے یا ان کے

پانیوں کو آگ کی شکل میں بدل ڈالے بغیر اس کے کہ اُسے ان میں آفتاب و ماہتاب ڈالنے کی حاجت ہو یا ان کے نیچے جہنم کی آگ ہو، (لغات القرآن)

۸۱: ۷۰ — وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ؛ عطف علی آیتہ نمبر ۷۰۔  
 النفوس جمع ہے النفس کی اشخاص، لوگ۔ زُوِّجَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث فاسب، تَزَوَّجْتُ (تفعیل) مصدر سے۔ اس کا جوڑا ملا دیا جائے گا۔  
 تزویج کے معنی ہیں ایک نئے کا دوسری نئے کے جُفت و قرین کر دینا۔ اسی اعتبار سے مرد اور عورت کے عقد کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔

بیہقی رح نے حضرت نعمان بن بشیر رض کے حوالہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ:-

آیت اِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ میں وہ شخص مراد ہیں جو ایک ہی کام کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے دونوں جنت یا دوزخ میں چلے جائیں گے۔  
 امام راغب نے تین قول نقل کئے ہیں۔

۱- ہر گروہ کو اس کے گروہ کے ساتھ جنت یا دوزخ میں ملا دیا جائے گا۔

۲- ارواح کو اجساد کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

۳- نفوس کو اپنے اعمال کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

۸۱: ۸۰ — وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ عطف حسب بالا۔ الْمَوْءُودَةُ - وَادِ رباب

ضرب مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث۔ زندہ دفن کی ہوئی،

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عرب کے بعض قبائل مفلسی اور عار کی وجہ سے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے کسی کو داماد بنانا باعث عار جانتے تھے لڑکی کھائی تو کر نہیں سکتی تھی اس لئے اس کو کھلانا دشوار تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت عکرمہ مروی ہے کہ گڑھا کھود کر حاملہ عورت اس کے کنارہ پر بیٹھ جاتی تھی اگر لڑکا ہوا تو خیر۔ اگر لڑکی ہوتی تو فوراً گڑھے میں پھینک کر اوپر سے مٹی پاٹ دی جاتی تھی،

ترجمہ:- اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:-

آیت میں مدفوتہ سے سوال کرنے کی غرض یہ ہے کہ دفن کرنے والے کی تذلیل کی جائے

جیسے آیت لُعِيسِي ابْن مَرْيَمَ اَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِي وَاُمَّي الْهَيْنِ مِنْ  
قُوْنِ اللّٰهِ (۵: ۱۱۶) میں نصاریٰ کی تذلیل مقصود ہے۔

یایوں کہا جانے کہ مَوَّءٌ دَاۓ کی طرف سوال کی نسبت مجازی ہے یعنی آیت میں مراد  
اس سے سوال کرنا نہیں بلکہ اس کے متعلق سوال کرتا ہے جیسا کہ آیت اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ  
هَسُوْلًا (۱۷: ۳۴) کہ عہد کے بارے میں ضرور پریشانی ہوگی) میں عہد سے سوال کیا جانا مقصود  
نہیں بلکہ صاحب عہد سے عہد کے متعلق باز پرس کی جانی مقصود ہے۔

یَا مَوَّءٌ دَاۓ یعنی دَاۓ دَاۓ ہے یعنی دفن کرنے والی سے باز پرس کی جائے گی (اسم  
مفعول کو یعنی اسم فاعل بولا جاتا ہے جیسے آیت اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَأْتِيًا (۱۹: ۶۱) ہے بیشک  
اس کا وعدہ نیکو کاروں کے سامنے آنے والا ہے۔

یَا الْمَوَّءَ دَاۓ سے مراد الموء دَاۓ لہا (مدفونہ کی ماں اور دائی جن کی سازش سے بچی  
کو دفن کیا جاتا تھا) ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الْوَالِدَةُ وَالْمَوَّءُ دَاۓ لَهَا  
فِي النَّارِ یعنی والدہ (دفن کرنے والی دائی) اور موء دَاۓ لہا جس کی طرف سے دائی جا کر بچی کو  
دفن کرتی تھی یعنی ماں) دونوں دوزخی ہیں۔

اسی حدیث کو ابو داؤد نے اچھی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے  
نقل کیا ہے اور سوائے مذکورہ بالا تاویل کے کوئی صورت مفہوم حدیث کی صحت کی نہیں ہے  
۸۱: ۹ — يَاۤمِيۡ ذَنْبٌ قَتَلْتِ: کس گناہ کے مائے قتل کی گئی تھی۔  
۸۱: ۱۰ — وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اِس کا عطف بھی اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ: پر ہے الصُّحُفُ  
صحیفہ کی جمع ہے۔ (انیز ملاحظہ ہو ۸۰: ۱۳)

نُشِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب نُشِرَ رباب ضرب مصدر سے، کھولے جائیں  
گے: یعنی جب اعمال نامے حساب کے لئے کھولے جائیں گے: یا جن کے اعمال نامے ہوں گے  
ان کو تقسیم کئے جائیں گے:

۸۱: ۱۱ — وَاِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ، كُشِطَتْ، ماضی مجہول واحد مؤنث غائب كُشِطَ رباب  
نصر مصدر بمعنی برہنہ کر دینا۔ جگہ سے ہٹا دینا۔ گھوڑے کے اوپر سے جھول ہٹا دینا: اونٹ وغیرہ کی  
کھال اتار دینا۔ کسی چیز کو ہٹا کر لپیٹ دینا۔

یہاں بمعنی آسمانوں کو اپنی جگہ سے ہٹا کر لپیٹ دیا جائے گا۔

۸۱: ۱۲ — وَاِذَا الْجَبِيْمُ سُعِّرَتْ: الْجَبِيْمُ: دوزخ، دہکتی ہوئی آگ: جَعْدٌ کے معنی

آگ کے سخت بھڑکنے کے ہیں۔ جحیم اسی سے مشتق ہے بروزن فعل یعنی فاعل ہے،  
امام ابن جریر سے مروی ہے کہ جہنم کے سات طبقے ہیں:

۱۔ جہنم:

۲۔ نظی

۳۔ حطہ -

۴۔ سعیر

۵۔ سقر

۶۔ جحیم:

۷۔ ہاویہ

سُعْرَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب تَسْعِيرٌ (تَفْعِيلٌ مصدر سے وہ

دھکائی گئی، وہ بھڑکائی گئی۔ جب دوزخ کو خوب بھڑکایا جائے گا،

۱۳:۸۱ — وَإِذِ الْجَنَّةِ أُزْلِفَتْ — أُزْلِفَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِزْلَافٌ (افعال

مصدر سے جس کے معنی قریب لانے کے ہیں۔ جب جنت قریب لائی جائے گی:

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ: (۳۱:۵۰) اور بہشت

پر بہیزگاروں کے قریب کر دی جائے گی کہ (مطلق) دور نہ ہوگی:

مُزْدَلِفَةٌ بھی اسی سے ہے: لَيْلَةُ الْمُزْدَلِفَةِ (مزدلفہ کی رات) کو اس نام سے

اس لئے پکارتے ہیں کہ حجاج عرفات سے لوٹنے کے بعد اس رات منیٰ کے قریب پہنچ جاتے ہیں اور

حدیث میں ہے اِزْدَلِفُوا إِلَى اللَّهِ بِرُكْعَتَيْنِ كَمَا دُرُكْتَ نَمَازٌ مِنَ اللَّهِ كَأَقْرَبِ حَاصِلِ كَرُو -

۱۳:۸۱ — عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا أَحْضَرَتْ — آیت ار سے لے کر ۱۳ تک جہاں جہاں

اِذَا شَرَطِيَا ہے یہ آیت سب کے لئے جواب ہے۔

اس وقت ہر شخص اپنی کی ہوئی اچھائی یا برائی کو جان لے گا۔ أَحْضَرَتْ ماضی معروف

واحد مؤنث غائب احضار (افعال) مصدر سے۔ اس نے حاضر کیا۔ وہ ساتھ لایا۔

۱۵:۸۱ — فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ: اس میں الفار تفریع کے لئے ہے (تفریع

المسائل من الاصل۔ اصل سے استنباط کر کے فروعی مسائل نکالنا

یہاں اس (فار تفریع) کا مطلب یہ ہے کہ۔

جب ہم نے احوال قیامت کے متعلق آیات نازل کر دیں تو (آئندہ کی خبریں دینے سے ہی)

سمجھ لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس پر کوئی دروغ بیانی نہیں کی گئی۔ میں قسم کھاتا ہوں  
لَا أَقْسِمُ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:-

- ۱۔ لَا زَائِدَ ہے مطلب ہے اَقْسِمُ میں قسم کھاتا ہوں۔
- ۲۔ بعض کے نزدیک لا زائدہ نہیں ہے بلکہ نایبہ ہے تب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں ان ستاروں کی  
قسم نہیں کھاتا ہوں کیونکہ غور کرنے والے کے نزدیک خود بخود قرآن کی صداقت ظاہر ہے
- ۳۔ لَا أَقْسِمُ: میں لَا کا الف زائدہ ہے اصل میں لَا قْسِمُ ہے اس صورت میں لام تاکید  
ہوگا۔

بِالْخُنُسِ: الْمُقْتَسِدُ بِهِ جس کی قسم کھائی گئی ہو (خُنُسٌ) باب ضرب و نص) مصدر  
اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ جس کے معنی ہیں چھپ جانوالے، چھپے ہٹ جانوالے، پھر جانوالے  
رک جانوالے۔ خَانِسٌ کی جمع؛

۱۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد سیاے ہیں۔ کیونکہ وہ دن میں چھپ جاتے ہیں اور  
بعض کے نزدیک چاند اور سورج کے علاوہ پانچوں سیاے کہ جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں مراد ہے؛ یہ پانچ  
سیاے ہیں۔ مرتج، زحل، عطارد، زہرہ، مشتری؛ ان کو خمسہ متحیرہ (حیران کر دینے والے سیاے)  
اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی چال کچھ اس ڈھب کی ہے کہ کبھی یہ مشرق سے مغرب کی طرف چلتے ہیں اور کبھی  
یہ ٹھٹھک کر اُلٹے پھرتے ہیں۔ اور کبھی یہ سورج کے قریب آکر غائب ہوتے ہیں۔

۳۔ اور بعض کے نزدیک نیل گائے مراد ہے کیونکہ اس میں بھی چھپے ہٹ جانے، پھر جانے رکھنے  
اور چھپنے کی صفت موجود ہے

یہ تینوں تفسیریں سلف صحابہ اور تابعین سے مروی ہیں۔ خُنَاسٌ بھی اسی سے ہے یہ

خَانِسٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور شیطان کا لقب بھی ہے

۱۶:۸۱ — الْجَوَارِ الْكُنُوسِ پر دونوں الخنوس کی صفت ہیں الجوار جمع ہے جَارِيَةٌ  
کی۔ یعنی جاری ہونے والی۔ یعنی سیدھا چلنے والی۔

الْكُنُوسِ كَانِسٌ کی جمع ہے۔ كِنَاسٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا جمع مذکر کا صیغہ  
ہے كِنَاسٌ ہرن کے رہنے کی جھاڑی کو بھی کہتے ہیں اور اس میں ہرن کے چھپنے کو بھی۔ یہاں چھپنے  
والے سیاے مراد ہیں۔

بعض کے نزدیک عام ستارے مراد ہیں جو رات کو نکلتے ہیں اور دن کو نمودار نہیں ہوتے  
ترجمہ ہر دو آیات کا یہ ہوگا:- پس میں قسم کھاتا ہوں خُنُسِ کی جوار جوار اور الْكُنُوسِ ہیں؛

۸۱:۱۷ — وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ : وَأَوْقَسِمِہِ اللَّیْلِ الْمَقْسِمِہِ . إِذَا ظَرَفَ زَمَانَ .

عَسْعَسَ ماضی واحد مذکر غائب . عَسْعَسَتْهُ ابروزن فعلتھا مصدر سے : یہ کلمہ تضاد میں سے ہے اور اس کے معنی اَقْبَلَ اور اَدْبَرَ دونوں کے ہیں یعنی رات کا اندھیرا چھاجانے کے بھی اور چھوٹ جانے کے بھی۔ اور یہ کیفیت رات کی ابتدا میں بھی ہوتی ہے اور انتہا میں بھی ترجمہ ہوگا۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ ڈھلنے لگے یا چھاجائے۔

۸۱:۱۸ — وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ وَأَوْقَسِمِہِ الصَّبْحِ الْمَقْسِمِہِ . إِذَا ظَرَفَ زَمَانَ

تَنَفَّسَ ماضی واحد مذکر غائب (تَفَعَّلَ) مصدر سے جس کا معنی سانس کی آمد و شد، مطلب ہے کہ اس نے سانس لیا۔ اس نے دم کھینچا۔ صبح کے تنفس کا مطلب ہے پوچھنا، قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔

۸۱:۱۹ — إِنَّكَ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ بِرَبِّهِ قَسِمٍ أَوَّلٍ وَدَوْمٍ وَسَوْمٍ كَا جَوَابِہِ

قسم اول : اُقْسِمُ بِالْخُنُوسِ . قَسِمٌ دَوْمٌ وَاللَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ : قَسِمٌ سَوْمٌ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ :-

اِنَّ حرفِ مشبہ بالفعل ہے کہ ضمیر شان واحد مذکر غائب : کامر جمع قرآن حکیم ہے باقی جملہ اِنَّ کی خبر ہے ، لَقَوْلُ میں لام تاکید کا ہے قَوْلُ مضاف رسول کریم موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ بیشک یہ (قرآن) ایک معزز رسول کی زبانی ہے . رسول کریم سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ سے اس کا کلام لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے تھے۔

۸۱:۲۰ — ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٌ : اس آیت اور اس سے اگلی

آیت میں رسول کریم کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ رسول کریم بڑا طاقت ور ہے مالک عرش کی جناب میں اس کا رتبہ بڑا بلند ہے اور تمام ملائکہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور ان کی امانت میں کسی کو ادنیٰ واہمہ بھی نہیں۔

(جب لانے والا ان اوصاف عالیہ سے متصف ہو اور ان مراتب رفیعہ پر فائز ہو

تو کون یہ خیال کر سکتا ہے کہ اس نے اس کلام میں کوئی کمی بیشی کی ہوگی)

ذِي قُوَّةٍ یہ رسول کریم کی دوسری صفت ہے پہلی صفت آیت سابقہ میں كَرِيمِ اِنِّی

ہے ، رَسُوْلٍ بوجہ مضاف الیہ مجبور ہے چونکہ صفت اعراب میں اپنے موصوف کے تابع ہوا

ہے اس لئے كَرِيمٌ مجبور آیا ہے ، ذِي قُوَّةٍ مضاف مضاف الیہ ل کر رسول کریم کی دوسری

صفت ہے لہذا اعراب میں اپنے موصوف رسول کے تابع ہونے کی وجہ سے مجبور ہے :  
ذِي قُوَّةٍ بڑی طاقت والا (بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کی زبانی ہے جو بڑی طاقت  
والا ہے۔

عِنْدَ - نزدیک، پاس (اس کے) ہاں۔ ظرف زمان ظرف مکان دونوں طرح آیا ہے  
جیسے عِنْدِي مَالٌ (میرے پاس مال ہے) عِنْدَ طُلُوعِ الشَّمْسِ: سورج طلوع  
ہونے کے قریب، بطور مضاف استعمال ہوتا ہے۔ عِنْدَ مِضَانِ ذِي الْعَرْشِ مِضَانُ  
مِضَانِ الْيَهُدِ لَمْ يَمُوتْ مِضَانِ الْيَهُدِ، اپنے مضاف (عِنْدَ) کا  
صاحب عرش کے نزدیک۔ فَلَئِنْ: گون (باب نصر) مصدر سے صفت مشبہ کا  
صیغہ واحد مذکر: عزت والا۔ مرتبہ والا، جو صاحب عرش یعنی اللہ کے نزدیک بڑی عزت اور  
مرتبہ والا ہے یہ رسول کی تیسری صفت ہے۔

۸۱: ۲۱ — مُطَاعٌ ثَمَّ أَمِينٌ: اطاعت (افعال) مصدر سے۔ اسم مفعول کا صیغہ  
واحد مذکر۔ (كَلُوعٌ مَادَةٌ) اطاعت گیا گیا۔ وہ جس کی دوسرے تابعداری کریں۔ مراد حضرت جبرائیل  
جو سید الملائکہ ہیں۔ اور فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ رَسُولٌ کی چوتھی صفت ہے۔  
ثَمَّ اسم اشارہ ہے مکان بعید کے لئے آتا ہے اور باعتبار اصل کے طرف ہے، معنی  
وہاں، وہیں۔ اس جگہ۔ اِي فِي السَّمَوَاتِ آسَمَانُونَ مِي (جبلالین)

أَمِينٌ: امانت دار۔ معتبر، امن والا۔ امانتہ باب کوم مصدر سے، بمعنی امانت دار  
ہونا۔ امین ہونا۔ اور اَمِينٌ باب سمع مصدر بمعنی امن میں ہونا۔ مطمئن ہونا۔ محفوظ ہونا سے  
اسم فاعل کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی کیونکہ فاعل کا وزن دونوں میں مشترک ہے  
یہ رسول کی پانچویں صفت ہے اور وہ وہاں کا امین ہے۔ پُراعتاد ہے۔

۸۱: ۲۲: وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ۔ اس آیت کا عطف انہ لقول رسول کریم  
پر ہے اور یہ بھی جواب القسم ہے۔ وهو عطف علی جواب القسم (مدارک التنزیل)۔  
وهذا ایضاً جواب القسم (جبلالین)

وَأَوْعَاطِفُ صَاحِبُكُمْ مِضَانِ مِضَانِ الْيَهُدِ، تمہارا رفیق، تمہارا ساتھی، اور کُمُ ضَمِيرُ  
مرجع کفار کہ ہیں صاحب کہہ کر کفار کو اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ تم ان کے ساتھ رہ چکے ہو ان کا

یہاں صاحب کہہ کر کفار کو اس امر پر متنبہ کرنا ہے کہ تم ان کے ساتھ رہ چکے ہو ان کا  
تجربہ کر چکے ہو، ان کے ظاہر و باطن کو پہچان چکے ہو۔ پھر بھی تم نے ان میں کوئی خرابی یا دیوانگی

نہیں پائی ہے۔

کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا اَفْتَرَىٰ عَلٰی اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ  
بِآٰیٰتِ جِنَّةٍ ۗ (۸: ۳۲) یا تو اس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہے، یہ آیت زبیر  
مطالعہ اس قول کفار کا رد ہے۔

۲۳: ۸۱ — وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ : اللام جواب قسم محذوف ای و تالہ لقد  
رأى ہ حمد صلی اللہ علیہ وسلم جبریل بالافق المبین (افق حقیقی) لام جواب قسم محذوف  
کے لئے ہے یعنی خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو مطلع صاف میں دیکھا۔

رَاٰهُ میں ضمیر فاعل باتفاق علماء رسول کریم کی طرف راجع ہے کہ ضمیر مفعول واحد مذکر نائب یا تو  
ذی العرش (خدا) کی طرف راجع ہے یا رسول کریم (جبریل) کی طرف راجع ہے۔  
ذی العرش کا مرجع ہونے کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے کہ ضمیر  
جبریل کی طرف راجع ہے۔

روح المعانی میں ہے :-

ای و باللہ تعالیٰ لقد رآی صا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرسول الکریم  
جبریل علیہ السلام علی کرسی بین السماء والارض بالصورة التي خلقه الله تعالى  
عليها له ست مائة جناح:

(خدا کی قسم تمہارے رفیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول کریم یعنی جبریل علیہ السلام  
کو زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھے دیکھا اس صورت میں کہ جس میں خدا تعالیٰ نے اس کو پیدا  
کیا اس کے چپوٹوں پر تھے۔

بالافق المبین موصوف و صفت، روشن افق، کنارہ آسمان۔ افاق جمع، اُفوق اصل  
میں آسمان کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جہاں زمین و آسمان ملے ہوئے ہیں

بعض نے اس کے معنی مطلع آفتاب کے لئے ہیں۔ المبین ابانۃ (افعال) مصدر (بیت  
مادہ) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بمعنی ظاہر، کھلا ہوا، ظاہر کرنے والا، مصدر ثبیتین  
(تفعیل) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر مُبَيِّنٌ، کھول کر بیان کرنے والا، کھلا ہوا۔

ترجمہ۔ بے شک انہوں نے (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس پیغام بُر (حضرت  
جبریل علیہ السلام) کو آسمان کے روشن کنارے پر دیکھا تھا۔ یاد دیکھ چکے ہیں،

فائدہ: کافروں کے دل میں شک تھا کہ اگرچہ آپ سچے ہیں اور دیوانہ بھی نہیں ہیں لیکن



ممکن ہے کہ آپ نے جبریل سے کلام نہ سنا ہو اور جبریل کو دیکھا بھی نہ ہو کوئی اور شیطان اگر ان کہہ جاتا ہے اور وہ اس کو جبریل سمجھتے ہوں ان کے اس شک کو رد کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

سورۃ النجم میں بھی اسی مضمون پر ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ (۱۱) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ (۱۲) .....

..... مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ (۱۱) (۵۳: اتا ۱۱)

علماء فرماتے ہیں کہ افق الاعلیٰ اور افق المبین ایک ہی جگہ ہے یعنی مشرقی کنار

۲۴:۸۱ — وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ: واو عاطفہ ما نافیہ ہے ضنین، ظن

(باب ضرب، سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صنونہ یعنی خیال، کہنوس، فَيَقْصِرُ فِي تَبْلِيغِهِ (کلمات القرآن) یعنی غیبت جو اس پر وحی آتی ہے اس کی تبلیغ میں وہ کسی قسم کی کوتاہی یا کمی پیش نہیں کرتا۔ غیب کے جو حقائق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر کھول جاتے ہیں وہ سب کچھ تمہارے سامنے بلا کم و کاست بیان کر دیتا ہے (تفہیم القرآن)

اور وہ وحی پر خیال نہیں کہ جو چیز ان کو وحی سے معلوم ہو وہ کسی کو نہ پہنچائیں نہ سکھائیں، (مظہری)

۲۵:۸۱ — وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ: اور نہ یہ (قرآن) کسی شیطان مردود کا کلام ہے

کہ چوری سے سن کر اپنے دوست کا ہن کے دل میں ڈال دیا ہو۔

۲۶:۸۱ — فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ: ف سببیہ ہے اور جملہ استفہام انکاری ہے پس تم کہاں

جا رہے ہو۔

مراد یہ ہے کہ :-

جب وحی کا بھیجنا والا برحق ہے اور وحی لانے والا صادق و امین ہے اور جس پر وحی نازل ہوئی

ہے وہ وحی لانے والے کو اچھی طرح جانتا پہچانتا ہے اور وہ نہ شاعر ہے نہ مجنون ہے نہ کاہن ہے

تو وہ وحی منزل من اللہ جو ایک سچا اور مستقیم راستہ بتلاتی ہے اور جسے وہ (جس پر یہ وحی نازل

ہوئی ہے) بے کم و کاست اس کے ظاہر و باطن مضامین کو واضح طور پر بیان کر دیتا ہے تو وحی

کے بتانے ہوئے راہِ راست کو چھوڑ کر تم اور کس راستہ پر چل پڑے ہو، ایسا نہ کرو،

۲۷:۸۱ — إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ: ان نافیہ یعنی ماہو ای القرآن الا حرف استثناء

ذکر مستثنی مفرغ (جس کا مستثنیٰ مذکور نہ ہو) کلام غیر موجب (جس میں نفی نہیں) یا کہ

استفہام موجود ہو) لہذا ذکر مرفوع آیا ہے:

للعلمین میں لام تملیک کا ہے یا تخصیص کا (سائے جہاں کے لئے،  
عَالَمِیْنَ عَالَمِیْنَ کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام مخلوق کو خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں  
میں ہو یا ان کے درمیان ہمارے علم میں ہو یا باہر، اس کو عالم کہتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو  
لغات القرآن جلد پنجم زیر لفظ عالمین)  
ترجمہ ہوگا:-

منہیں ہے یہ (قرآن) مگر نصیحت اہل جہاں کے لئے۔  
ذِكْرًا، ذِکْرًا، پند و نصیحت، بیان، یادداشت،  
۲۸:۸۰ — لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ: یہ جملہ العلمین سے بدل ہے اَنْ مصدر  
ہے۔ يَسْتَقِيمُ: بتادیل مصدر شَاءَ کا مفعول ہے:  
ای لمن شاء منكم الاستقامة تم میں سے ان کے لئے جو استقامت کا  
خواستگار ہو یہ قرآن نصیحت ہے۔

يستقيم مضارع منصوب (بوجه عمل ان) واحد مذكر غائب استقامة (استفعال)  
مصدر سے، سیدھا چلنا، راہ مستقیم پر چلنا، راہ راست پر چلنا اور اس پر ثابت قدم رہنا،  
چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ (۳۰:۴۱) جن لوگوں نے کہا  
کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے۔  
صحیح مسلم میں ہے:-

سفيان بن عبد اللہ ثقفی نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم مجھ سے اسلام کی کوئی ایسی بات کہہ دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے اس کے متعلق کسی سے  
نہ پوچھنا پڑے، فرمایا:- کہو اَمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْتُ۔ کہ میں خدا پر ایمان لایا اور پھر اس پر  
ثابت قدم رہا۔

یہ ق و م سے مشتق ہے اس مادہ سے کثیر التعداد مشتقات مختلف المعانی میں  
مستعمل ہے:

۲۹:۸۱ — وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ۔ مَا نَافِيَةٌ۔  
تَشَاءُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، مَشِيئَةٌ (باب فتح) مصدر (ش) ی مادہ، مَا  
تَشَاءُوْنَ تم نہیں چاہو گے، یا نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ چاہے اَنْ مصدر یہ ہے

ای الابلمشیة اللہ تعالیٰ۔

رَبُّ الْعَالَمِينَ مضاف مضاف الیہ، جو سائے جہانوں کا پروردگار ہے۔ یہ جملہ مقررہ تزیلی ہے۔ اللہ کی بڑائی کے لئے لایا گیا ہے۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:-

اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم از خود اس کی خواہش بھی نہیں کر سکتے جب تک کہ توفیق الہی دست گیری نہ کرے فہم و خرد کے سائے چراغ بجھے رہتے ہیں۔ راہِ راست پر ایک قدم بھی نہیں اٹھ سکتا۔ اور جب اس کی نظرِ لطف چارہ سازی کرتی ہے تو سب حجاب اٹھ جاتے ہیں اور ساری روکاؤں دور ہو جاتی ہیں اور انسان پوری یکسوئی کے ساتھ اس منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۸۲) سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۱۹)

۸۲:۱ — اِذَا: جب، ناگہاں، جب، اس وقت۔ طرف زمان ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَ اِذَا سَرَ اَوْ اِنْتَجَرَتْ اَوْ لَهْوًا اِنْفَضُوْا اِلَيْهَا (۱۱:۶۲) اور بعض لوگوں نے جب دیکھا کسی تجارت یا تماشاکو تو کبھر گئے اس طرف۔ اگر قسم کے بعد واقع ہو تو ہمہ زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسے وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۱:۵۳) اور قسم ہے تک کی جوب کرنے لگے۔

اِذَا اکثر و بیشتر شرط ہوتا ہے مگر مفاجات (کسی چیز کے اچانک پیش آجانے) کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے یہاں اس آیت میں بمعنی جب (شرطیہ) مستعمل ہے۔

اِنْفَطَرَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب (انفعال) مصدر سے۔ وہ پھٹ گئی وہ چر گئی۔ یہاں ماضی مبنی مستقبل آیا ہے، جب آسمان پھٹ جائے گا۔

۸۲:۲ — وَ اِذَا اِنكواكِبُ اِنْتَثَرَتْ: اِنْتَثَرَتْ (افتعال) مصدر سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے مادہ ن ث ر سے۔ بمعنی جھڑ جانا۔ کبھر جانا۔ پراگندہ ہونا۔ نَثْرٌ نَدْبٌ نَظْرٌ کی۔

کواکِب جمع ہے کوکب کی بمعنی ستارے۔ اور جب ستارے کبھر جائیں گے۔

۸۲:۳ — وَ اِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ: الْبِحَارُ جمع بَحْرٌ کی بمعنی دریا، سمندر، بحر اصل میں اس وسیع مقام کا نام ہے جہاں بہت کثرت سے پانی ہو اور اسی اعتبار سے سمندر کو بَحْرٌ کہتے ہیں۔ سمندر میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک پانی کی کثرت اور دوسرے نمکینی اور کھاراپن اپنی دونوں منہجوں کے لحاظ سے کبھی بحر کا استعمال کسی چیز کی زیادتی اور وسعت کے متعلق ہوتا ہے اور کبھی ملاحیت اور نمکینی کے سلسلہ میں۔

فُجِّرَتْ: ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب تفعیل (مصدر سے):

مبعضی پھاڑ دینے جائیں گے یعنی ایک کا دہانہ دوسرے کی طرف کھول دیا جائے گا اور سب سمندر آپس میں مل جائیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَتَفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَلَهَا تَفْجِيرًا (۱۷: ۹۱) اور پھاڑ نکالے (بہادیوں) تو اس کے بیچ میں نہریں با افراط۔

۸۲: ۴ — وَإِذَا الْقُبُورُ بُعْثِرَتْ. بُعْثِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب بُعْثِرَتْ (رفع) - رباعی مجرد مصدر سے؛ بمعنی الٹ پلٹ کرنا، بکھیرنا۔ سامان کو الٹنا پلٹنا۔ جن علماء کی رائے ہے کہ رباعی و خماسی دو تلاثی سے مل کر بنتی ہے ان کے خیال میں بُعْثِرَتْ بُعِثَتْ اور أُثِرَتْ سے مل کر بنا ہے اور یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ بعثرتہ میں دونوں فعلوں کے معنی موجود ہیں پس جس طرح بِسْمَلِ (اس نے بسم اللہ پڑھی) اور هَلَلْ (اس نے لا الہ الا اللہ پڑھا) بنا ہے اسی طرح لفظ بُعْثِرَتْ بُعِثَتْ اور اِثْرَتْ سے بن گیا ہے۔

جب قبریں زیر و زبر کر دی جائیں گی یعنی مردوں کو از سر نو زندہ کر کے قبروں سے اٹھایا جائے گا۔

۸۲: ۵ — عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَأَخَّرَتْ یہ جملہ ہائے شرطیہ مذکورہ آیت نمبر ۴ تا ۴ کا جواب شرط ہے۔

ما موصولہ ہے قَدَّمَتْ ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب تَقَدَّمَ (تفعیل) مصدر سے جو اس نے آگے بھیجا۔

أَخَّرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب تَأَخَّرَ (تفعیل) مصدر سے۔ (جو) اس نے پیچھے چھوڑا

صاحب تفہیم القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

ان الفاظ کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ اور وہ سب ہی یہاں مراد ہیں۔

۱۔ جو اچھا یا بُرا عمل آدمی نے کر کے آگے بھیج دیا۔ وہ مَّا قَدَّمَتْ ہے اور جس کے کرنے سے وہ باز رہا وہ مَّا أَخَّرَتْ ہے۔

۲۔ جو کچھ پہلے کیا وہ مَّا قَدَّمَتْ ہے اور جو کچھ بعد میں کیا وہ مَّا أَخَّرَتْ ہے یعنی آدمی کا پورا نامہ اعمال ترتیب وار و تاریخ وار اس کے سامنے آجائے گا۔

۳۔ جو اچھے یا بُرے اعمال آدمی نے اپنی زندگی میں کئے وہ مَّا قَدَّمَتْ ہیں اور ان اعمال کے جو آثار و نتائج وہ انسانی معاشرے میں اپنے پیچھے چھوڑ گیا وہ مَّا أَخَّرَتْ ہیں۔

۶:۸۲ — يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ يَا حَرْفِ نِدَاءٍ مُّبَعْنِي أَيْ بِجَالْتِ نِدَاءٍ مُّبَعْنِي بِالْلامِ كَوَحَرْفِ نِدَاءٍ سَهْلًا تَابِعًا مَلَاتَا هَا حَرْفُ تَنْبِيْهِ هُوَ جَوَائِزٌ أَوْرَافُ بَعْدَ كَيْ اسْمِ مَعْرُوفٍ بِاللَّامِ كَيْ دَرْمِيَانِ فَعْلٍ كَيْ لَمْ اسْتَعْمَالَ هُوَ تَابِعًا (سِيْ عَمَلٌ يَأْتِيْهَا مِيْنِ هُوَ)

الْإِنْسَانُ مُّبَعْنِيْ - اس سے کس کو خطاب ہے اس میں مختلف اقوال ہیں :-

۱۔ انسان سے مراد کافر ہے کیونکہ وہی قیامت کا منکر ہے۔ قِيلَ الْخُطَابُ لِمَنْكُرِي الْبَعْتِ : (سَدَارُكَ التَّنْزِيلِ) خُطَابُ مَنْكُرِيْنِ الْبَعْتِ سَهْلًا هُوَ .

۲۔ عطا فرماتے ہیں کہ یہ ولید بن مغیرہ کے حق میں ہے .

۳۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ ابن الاسد بن کلده بن اسید کافر کے حق میں ہے کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی مگر اس پر خدا نے دنیا میں اس کو سزا نہ دی جس پر وہ اور بھی اتر گیا تب یہ آیت نازل ہوئی ۔

۴۔ اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ کافر اور گنہگار مومنوں سب کو شامل ہے ، مومن ہی سہی لیکن جب وہ ایک گناہ کرتا ہے اور باز نہیں آتا تو گویا اس کا حال سزا اور جزا کا برپا ہونا نہیں مانتا اور سزا کا اندیشہ دل میں نہیں۔ اور یہ اندیشہ نہ ہونا غرور اور عدالت آسمانی کا انکار ہے ۔ (تفسیر حقانی)

مَا غَرَّكَ : مَا اسْتَفْهَمِيْتَهُ هُوَ غَرٌّ مَاضِيٌّ كَاصْيَفِهِ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَايِبٌ غَرُّوْا رُبَّ رُبِّ نَصْرٍ مَعْدَرٌ مُّبَعْنِيْ فَرِيْبٌ دِيْنًا - مَبْهَكَا نَا ، غَرُّوْا كَرْنَا - كَيْ صَمِيْرٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ - كَيْ شَيْْءٍ نَعْتَجُّ مَبْهَكَا ، غَرُّوْا مِيْنِ طَالًا - دَهْوَكُوْا مِيْنِ رَكْحَا - غَافِلٌ كِيَا -

رُبَّكَ الْكَرِيْمِ : ب حَرْفِ جَزْرٍ مُّبَعْنِيْ عَنَّا . رُبَّكَ مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَيْهِ الْكَرِيْمِ صِفَتٌ رُبِّ كَيْ - مُّبَعْنِيْ بَزْرِكٌ ، بَظْرِيْ عِزَّتِ وَاللّٰهُ - مَخْلُوْقٌ پَرِ احْسَانٍ وَكَرَمٍ كَرْنِيْ وَاللّٰهُ - مَسْلَسٌ وَ لِكَا تَارِ نَعْمَتُوْنَ سَهْلًا نَوَا زْنِيْ وَاللّٰهُ - صِيْفُهُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ صِفَتٌ مُّشَبَّهَةٌ هُوَ -

ترجمہ ہو گا :-

اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں غرور میں رکھا :

۷:۸۲ — الَّذِيْ خَلَقَكَ - الَّذِيْ اسْمٌ مُّوَصُوْلٌ خَلَقَ مَاضِيٌّ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَايِبٌ كَاصْيَفِهِ اس کا صلہ - كَيْ صَمِيْرٍ مَفْعُوْلٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ - جس نے تجھے پیدا کیا۔ یہ رب کی صفت ثانیہ ہے یا الْكَرِيْمِ صِفَتٌ هُوَ رُبِّ كَيْ . اَوْرَ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوَّيْتُكَ فَعَدَّ لَكَ فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكْبِكَ اس کی کرم لوازیں ہیں ۔

فَسَوِّكَ وَ عَاطِفٌ لِّكَ اَوْ سَوِّكَ كَا عَاطِفٌ خَلْقَكَ پَر ہے پھر اس نے تجھ کو برابر کیا پورا پورا بنایا۔ سَوِّی تَسْوِیَةً (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (س وکی مادہ) تسویہ کے معنی کسی چیز کے لپستی یا بلندی میں برابر بنانے کے ہیں۔

یہاں مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہارے اعضاء کو درست بنایا اور اس قابل کر دیا کہ وہ اپنے اپنے فرائض بخوبی ادا کر سکیں۔ لَکْ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر،

فَعَدَّ لَکَ : وَ عَاطِفٌ ہے اس کا عطف خَلَقْتَ پَر ہے عَدَّ لَکَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ عَدَّ لَکَ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ہیں برابر کرنا۔ لوٹنا، پھرنا۔ ابو علی فارسی کہتے ہیں کہ عَدَّ لَکَ کے معنی ہیں کہ تیرے بعض اعضاء کو بعض اعضاء کے ساتھ اس طرح برابر کر دیا کہ سب میں اعتدال آگیا۔

۸۲:۸ — فِیْ اٰیِّ صُوْرَةٍ مَّا شِئْنَا رَکَّبْکَ — یہ کلام عَدَّ لَکَ کا بیان ہے اس لئے اس کو کسی کی طرف معطوف نہیں کیا گیا اور دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف نہیں لایا گیا۔ صُوْرَةٍ میں تنوین تشکیہ ہے اور تشکیہ کی تاکید میں مَا کو لایا گیا ہے اور اس جگہ تشکیہ مفید تکثیر ہے یعنی جس جس صورت میں چاہا تمہیں جوڑ دیا۔

الذی سے لے کر رَکَّبْکَ تک پورا کلام رَتِّبْکَ کی دوسری صفت ہے جس سے رب کی ربوبیت کا ثبوت اور کریم کے کرم کی وضاحت ہو رہی ہے اور اس بات پر تشبیہ بھی ہے کہ جو خدا اول تخلیق میں ایسے ایسے کام کر سکتا ہے وہ دوسری تخلیق پر بھی قادر ہے اس سے ممانعت کفران کی تاکید اور غرور و کفران پر زجر کرنی بھی مقصود ہے کیونکہ جس کی شان ایسی ہو اس کی ناشکری جائز نہیں۔ (تفسیر مظہری)

۹:۸۲ — کَلَّا۔ یہ اللہ کے کرم سے فریب خوردہ ہونے سے بازداشت ہے (تفسیر مظہری) یعنی اگر اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی سے ہماری لغزشوں کی سزا فوری نہیں دیتا اور اپنی نعمتیں باوجود ہماری ناشکری کے اور غرور کے ہمیں جاری و ساری رکھتا ہے تو ہمیں کسی قسم کے غرور یا دھوکہ میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

صاحب تفسیر حقانی اس کی تشریح کچھ یوں فرماتے ہیں :-

کہ کیا جس انسان کو رب کریم نے یہ کچھ دیا یہ اس کے مقابلہ میں شکر گزاری کرتا ہے ؟ کَلَّا ہرگز نہیں (مزید ملاحظہ ہو ۴۲:۳۳)

— بَلْ تَکَذَّبُوْنَ بِالَّذِیْنَ ، بَلْ حَرَفِ اضْرَابِ ہے ماقبل کے البطل اور مابعد کی

تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی رب کریم کی کرم نوازیوں کا شکر بجالانا تو کجا بلکہ تم لوگ تو رائے (السان) دین کی تکذیب کرتے ہو۔

الدین سے مراد ہے اسلام یا حشر اور سزا۔ دین۔ دَانَ يَدِيْنُ (باب

ضرب کا مصدر ہے۔

۱۰:۸۲ — وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ وَاَوْحَالِيْهِ اِنَّ حَرْفَ تَحْقِيْقٍ مُّبْنِيْ بَعْنِيْ شَكَّ، يَقِيْنًا، لَحَافِظِيْنَ میں لام تاکید کا ہے۔ حافِظِيْنَ، حِفْظُ (باب سَمِعَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب، حفاظت کرنے والے۔ نگہبان یہ جملہ حالیہ ہے اور تَكْذِبُوْنَ کے فاعل سے حال ہے۔

كِرَامًا — كَاتِبِيْنَ — يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ؛ صفات ہیں حِفْظِيْنَ کی:

۱۱:۸۲ — كِرَامًا بزرگ، عزت والے، باوقار لوگ، كَرِيْمًا واحد:

كَاتِبِيْنَ، کتابت (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، بزرگ اور معزز لکھنے والے اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کی حفاظت اور اس کے اعمال و اقوال کی کتابت پر مامور ہیں۔

۱۳:۸۲ — يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ؛ مَا موصولہ ہے وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں:-

ان کا علم ادھورا اور ان کی معلومات ناقص نہیں تمہاری ہر بات تمہارا ہر کام بلکہ اس کے پس پردہ تمہارے جو جذبات اور نیتیں ہیں وہ ان سے بھی باخبر ہیں۔ تم غور کرو کہ ایسے غیر جانبدار، دیانت دار اور ہر بات سے خبہ دار تمہارے اعمال کا جو ریکارڈ تیار کریں گے اس کو تم کس طرح حصبلاؤ گے:

۱۳:۸۲ — اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ اِنَّ حَرْفَ مُّشَبَّهٍ بِالْفِعْلِ، بِنِي تَحْقِيْقٍ، الْاَبْرَارَ اس کا اسم فِيْ نَعِيْمٍ اس کی خبر۔ الْاَبْرَارَ بَرٌّ وَّبَارٌّ کی جمع۔ نیک آدمی، نیک لوگ،

الْبُرِّ بِرٌ بَجَرٌّ کی ضد ہے (اور اس کے معنی خشکی کے ہیں) پھر معنی وسعت کے اعتبار سے

الْبُرِّ کا لفظ مشتق کیا گیا۔ جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنے کے ہیں۔

پھر اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ

(۲۸:۵۲) بے شک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرُّ الْعَبْدِ رَجَبًا: بندہ نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی،

الْبُرِّ نیکو رو قسم پر ہے: اعتقادی، عملی، آیت کریمہ لَيْسَ الْبُرُّ اَنْ تُوَلُّوْا



وَجُوهَا كُذِّبَتْ... (۲: ۱۷۷) دونوں قسم کی نیکیوں کے بیان پر مشتمل ہے؛  
بِرُّ الْوَالِدَيْنِ کے معنی ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ اور احسان کرنا جیسے وَ  
رَجَعَلْنِي، بِرًّا بِوَالِدَاتِي وَلَمْ يَحْضُرْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا (۱۹: ۳۲) اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ  
نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے، اور سرکش و بد نعت نہیں بنایا۔

نَعِيمٌ اسم نکرہ مجرور۔ نعمت، راحت، عیش،

ترجمہ: بے شک نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے۔

۱۲: ۸۲ — وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ؛ جملہ نذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور دونوں جملے  
الحفظ۔ الکتاب من الثواب والعذاب کے نتیجے کا بیان ہے اِنَّ حَرْفٌ مُّشَبَّهٌ بِالْفِعْلِ الْفُجَّارُ  
اسم اِنَّ لَفِي جَحِيمٍ؛ خبر اِنَّ، اور بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔

الفجار۔ فاجر کی جمع فجور، باب نصر، مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، فَاَجْرٌ دِينٍ کا  
پرودہ پھاڑنے والا۔ علی الاعلان گناہ کرنے والا۔ حق سے انحراف کرنے والا۔  
الفجر کے معنی پیر کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا۔ اور شق کر دینا۔ صبح کو فجر اس واسطے کہا  
جاتا ہے کہ صبح کی روشنی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے (نیز ملاحظہ ہو ۸۲: ۳)  
جَحِيمٌ دوزخ، سخت بھڑکتی ہوئی آگ۔

۱۵: ۸۲ — يَصَلُّوْنَهَا يَوْمَ الدِّينِ؛ یہ جملہ یا تو الجحيم کی صفت ہے یا جملہ مستأنف  
ہے۔ سوال مقدر کا جواب؛ جیسے کہا جائے مَا حَالُهُمْ اِنْ كَانُوا يَوْمَ الدِّينِ؟ جواب ہوگا: يَصَلُّوْنَهَا  
يَوْمَ الدِّينِ اور جزاء کو وہ اس میں داخل ہوں گے (تفسیر حقانی)

يَصَلُّوْنَ مَضَارِعَ جَمْعٍ كَا صَفِيحَةٍ مَذْكَرٌ غَائِبٌ ضَمِيرٌ فَاعِلٌ كَا مَرْجِعِ الْفُجَّارِ هِيَ صَلَاتُ  
(باب ضرب) مصدر بمعنی بھوننا۔ آگ میں پھینکنا، بدخواہی کرنا۔ ہلاکت میں ڈالنا۔ دھوکہ دینا  
خوش آمد کرنا۔ داخل کرنا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الجحيم ہے  
فجار دوزخ میں داخل ہوں گے۔

يَوْمَ مَفْعُولٌ فِيهِ اَوْ مضاف ہے الدِّينِ مضاف الیه، روز جزاء کو، قیامت کے دن۔  
۱۶: ۸۲ — وَمَا هُذًعَتْهَا اِبْعَابُ بَيْنَ يَدَيْهَا جَحِيمٌ كَيْفَ تَقْدِرُ (تفسیر حقانی)  
ایسا دوزخ جس سے وہ کبھی باہر نہ نکلیں گے۔

مَا نَافِيَةٌ۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الجحيم ہے۔ غَائِبٌ بَيْنَ يَدَيْهَا  
(باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ غائب ہونے والے، چھپ جانے والے۔

پلو شیدہ ہونے والے، ھُمُ ضمیر جمع مذکر غائب فجار کے لئے ہے۔ اور وہ فاجر لوگ کبھی دوزخ سے غائب نہ ہوں گے۔ یعنی ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ ھُمُ ضمیر الفجار کی طرف راجع ہے اس میں الف لام عہد کا ہے اور معبود وہی فجار ہوں گے جو یوم دین کی تکذیب کرتے ہیں یعنی کافر۔ (تفسیر منطہری)

۱۷:۸۲ — وَمَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ اور تجھے کیا پتہ کہ یوم الدین کیا ہے (اور تجھے کیا معلوم کہ روز جزا کیا ہے) مَا استفہامیہ ہے آدراہی ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاءُ (افعال) مصدر سے معنی خبردار کرنا، بتانا، واقف کرنا۔ لَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر یَوْمَ الدِّینِ مضاف مضاف الیہ، جزا کا دن، روزِ جزا۔

۱۸:۸۲ — ثُمَّ مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمَ الدِّينِ پھر تجھے کیا معلوم کہ روزِ جزا کیا ہے! ثُمَّ حرف عطف معنی پھر۔۔ دوہرے دوہرے سوالات عربی اسلوب بلاغت و خطابت کے مطابق اہمیت خصوصی کے اظہار کے لئے ہیں۔ (تفسیر ماجدی)

یوم الدین کی عظمت شان کو نوکد کرنے کے لئے جسد کی تکرار کی گئی ہے (تفسیر منطہری)

۱۹:۸۲ — يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئًا؛ يَوْمَ بَرَقَاتِ ابْنِ كَثِيرٍ وَابْنِ عَمْرٍو مَا يَوْمَ الدِّينِ سے بدل ہے یا ھُوَ مبتدأ محذوف کی خبر ہے۔

اور بَرَقَاتِ جہور یصلونہا یَوْمَ الدِّينِ میں یَوْمَ الدِّينِ سے بدل ہے یا فاعل محذوف کا ظرف ہے۔ یعنی دونوں فریقوں کو اس روز بدلہ ملیگا جبکہ کوئی کسی کے کام کچھ بھی نہ آئے گا۔ یا اذکر فعل محذوف ہے یعنی اس روز کو یاد کر جبکہ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔

یہ لفظ محل رفع میں ہے۔ لیکن چونکہ اس کی اضافت غیر متکمن کی طرف ہو رہی ہے اس لئے منصوب پڑھا جاتا ہے لِنَفْسٍ میں نفس سے مراد کافر ہے۔ (کذا اقال مقاتل) (تفسیر منطہری)

وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِطِ وَاَوْعَاطِقِ الْاَلَمْرِ مَبْتَدَاً لِلَّهِ خَبْرًا، يَوْمَئِذٍ يَوْمَ اسْمِ طرف منصوب اِذِ مضاف الیہ متعلق خبر۔

اَمْرٌ کام، معاملہ، حالت، حکم، امر کا لفظ نام اقوال و افعال کے لئے عام ہے جیسے وَالْيَدِ يُوجِبُ الْعَمْرُ كَلْدًا (۱۱۳:۱۱۳) اور تمام امور کا مرجع اسی کی طرف ہے۔

اور جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

۱- لِمَنْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۰: ۱۶) آج کس کی بادشاہی ہے؟  
خدا کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔

۲- الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِلْحَقِّ لِلرَّحْمٰنِ (۲۵: ۲۶) اس دن سچی بادشاہی خدا ہی  
کی ہوگی۔

۳- مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ (۱۱: ۳) انصاف کے دن کا حاکم - وغیرہ ذلک،

مطلبے سب کا یہی ہے کہ ملک و ملکیت اس دن صرف خدائے واحد

وقہار و رحمن ہی کی ہوگی گو آج بھی اسی کی ملکیت ہے وہی تنہا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے  
مگر اُس دن وہاں تو کوئی ظاہر داری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا۔

.....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

# (۸۳) سُورَةُ الْمُطَفِّفِیْنَ مَلِیَّةٌ (۳۶)

۸۳:۱— وَئِیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ هَ مُطَفِّفِیْنَ . کے لئے ویل ہے . وَئِیْلٌ مَبْنِیْ ہِلاکت عذاب ، دورخ کی ایک وادی ، عذاب کی شدت ، وَئِیْلٌ کے کئی معانی ہیں ۔

۱۔ شر اور بدی میں داخل ہونا۔ درد مند کرنا۔ مصیبت زدہ بنانا۔ (ان معانی میں ویلے مصدر ہے) افسوس ، سختی ، کلمہ وعید وزجر ، کلمہ عذاب ، عذاب ، جہنم کی ایک وادی کا نام ، جہنم کے ایک کنویں کا نام ، جہنم کے ایک دروازہ کا نام ، کلمہ حسرت و ندامت ، وَئِیْلَةٌ رسوائی ، تباہی ،

وَئِیْلٌ یَا وَئِیْلٌ کی اضافت اگر ضمیر کی جانب ہو تو غیبت اور خطاب اور تکلم کی علامات بدلتی رہتی ہیں اور وَئِیْلٌ پر ہمیشہ نصب رہتا ہے ۔  
ہاں یا۔ تکلم کی جانب اضافت ہو تو یاء کی وجہ سے مجبوراً ویل کے لام کو کسرہ دیا جاتا ہے ۔ نصب کی وجہ علمانے یہ فرض کی ہے کہ ویل اور ویلۃ بصورت اضافت فعل محذوف کے مصدر (یعنی مفعول مطلق) ہوتے ہیں ۔

المطففين . تطفیف (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے ۔  
تول ناپ میں کم دینے والے ۔ طیفیف تقوڑی چیز ، طَفَافَةٌ ناقابل اعتناء چیز ۔  
حقوق العباد میں جان بوجھ کر ، دیدہ دانستہ کمی بیشی کرنا۔ عربی میں اسے تطفیف کہتے ہیں اور اس کے مر تکب کو مطفف خصوصاً لین دین میں زیادہ لینا اور کم دینا تول یا پیمانہ کے ذریعہ سے :

سلامہ تشیری رح اور دیگر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ (الطَّفِيفِ) کثیر المعانی ہے پیمائش اور تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیانت اور خست کو بھی۔ آپس کے معاملات میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے معاملات میں بھی۔

وَيْلٌ مُّبْتَدَأٌ أَوْ مَطْفِيفٌ اس کی خبر ہے۔

۲:۸۳ — الَّذِينَ إِذَا أَكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ؛ یہ جملہ مطففین کی صفت ہے۔ یہ لوگ مطففین (وہ ہیں کہ اگر لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا تاپتے ہیں۔ اِكْتَالُوا ماضی جمع مذکر غائب اِكْتَالٌ (افتعال) مصدر سے، جب وہ پیمانہ سے ناپ کر لیتے ہیں اکتیال کے معنی ہیں پیمانہ سے تول کر لینا۔ اَلْكَيْلُ (باب ضرب) غلہ ناپنا، تولنا۔ كَيْلٌ بَعِيْرٌ (۶۵:۱۲) اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ۔ مکیال العطر بارش ماپنے کا آلہ۔

عَلَى النَّاسِ (جو ان کا حق لوگوں کے ذمہ ہے) بجائے مِنَ النَّاسِ (لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں) کے بجائے عَلَى النَّاسِ (لوگوں پر) فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ عَلَى النَّاسِ سے کہتے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں پر ان کا جو حق ہوتا ہے اس کو وہ پورا پورا لیتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ لوگوں پر اپنا حق ٹھونس کر وصول کرتے ہیں۔

يَسْتَوْفُونَ: مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب استيفاء (استفعال) مصدر سے۔ وہ پورا پورا لیتے ہیں۔ وَفَى مَادَّةُ الْوَافِي مَكْمَلٌ اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ اَوْفَى رَوَافِئُ باب ضرب (بِعَهْدِهِ) یعنی اس نے عہد و پیمان کو پورا کیا۔ لیکن قرآن حکیم میں اَوْفَى (افعال) سے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَوْفُوا بِالْعَهْدِ اَوْفِ بِالْعَهْدِ كُمْ۔ (۴۰:۲) تم اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ اور میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

آیت کا ترجمہ ہو گا:-

جو جب لوگوں سے اپنا حق لیتے ہیں تو ٹھوک بجا کر پورا پورا لیتے ہیں۔

۳:۸۳ — وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ زَنَوْهُمْ جُنُسُ الرُّسُلِ إِذَا نَظَرُ زَمَانٍ هِيَ

مبغنی جب۔

كَالُوهُمْ أَوْ زَنَوْهُمْ اصل میں كَالُوا لَهُمْ أَوْ زَنَوْا لَهُمْ تھا۔

دونوں میں حرف جار محذوف ہے۔

كَالُوا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب كَيْلٌ (باب ضرب) مصدر

ناپا۔ تولنا۔ لَهِمَّ اِنْ كَلْتُمْ۔

یعنی جب دوسروں کو تول کر یا ناپ کر دیتے ہیں (ان کے لئے تولتے ہیں) اَوْ حَرَفَ عَطْفَ وَ زَلُّوا مَا ضَمِيَّ بِمَعْرِ غَائِبٍ وَ زَنْجٌ رِبَابِ ضَرْبٍ مَصْدَرٌ سَمِيٌّ۔ یا ان کو وزن کر کے دیتے ہیں۔

يُخْسِرُونَ : مضارع جمع مذکر غائب (افعال) مصدر (تو) کمی کر دیتے ہیں۔ یعنی کم دیتے ہیں۔

۸۳: ۴ — اَلَا يَظُنُّ اَوْ لَيْكَ اَللَّهُمَّ مَبْعُو تُونَ۔ جملہ مستانفہ ہے ہمزہ استفہامیہ اور لا نافیہ ہے۔ اور يَظُنُّ کے ساتھ مل کر اسے مضارع منفی بناتا ہے لَا يَظُنُّ مضارع منفی واحد مذکر بمعنی جمع مذکر غائب كَطْنٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی یقین کرنا۔ گمان کرنا۔

اَوْ لَيْكَ اسم اشارہ جمع مذکر لَا يَظُنُّ کا فاعل۔ اس کا مشارک الیہ المطففين ہے۔ اَللَّهُمَّ میں اَنْ حرف مشبہ بالفعل ہُمْ اسم اِنْتِ۔ مَبْعُو تُونَ اس کی خبر۔ مَبْعُو تُونَ بعث (باب ضرب) مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیو گے۔ اَللَّهُمَّ مَبْعُو تُونَ مفعول ہے يَظُنُّ کا۔ ترجمہ ہو گا۔

کیا وہ (ڈنڈی مار۔ ناپ تول میں کمی کرنے والے) خیال (بھی) نہیں کرتے کہ وہ دوبارہ زندہ کر کے (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

۸۳: ۵ — لِيَوْمٍ عَظِيمٍ۔ لام علت کا ہے۔ یعنی یوم عظیم کے حساب کے لئے۔ یا ظرفیہ معنی فی ہے یعنی یوم عظیم میں۔ روز قیامت کو یوم عظیم اس لئے قرار دیا کہ اس دن کے واقعات عظیم ہوں گے۔ يَوْمٍ عَظِيمٍ موصوف صفت، عظیم دن، ایک بڑا دن۔

۸۳: ۶ — يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ۔ یہ يَوْمٍ عَظِيمٍ سے بدل اور غیر ممکن کی طرف اضافت کی وجہ سے مفتوح ہے یعنی وہ دن جس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ (منظہری) یعنی اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے اس کے حضور کھڑے ہوں گے۔

۸۳: ۷ — كَلَّا : کلمہ ردع و تنبیہ ہے ای لیس الامور کما زعمتم انه لا حساب ولا جزاء۔ بات یہ نہیں جیسے تم خیال کرتے ہو کہ کوئی حساب و جزا نہ ہوگی :

تفسیر منظر ہی میں ہے۔

کَلَّا یہ بجائے خود پورا کلام ہے۔ اور تطفیف مذکور سے بازداشت ہے۔

امام حسن بصری رحمہ نے فرمایا۔

کَلَّا اس جگہ ابتدائیہ ہے بعد والے کلام سے اس کا ربط ہے اور حَقًّا (یقیناً) کا

ہم معنی ہے۔

إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ لَفِي سَجِّينٍ : إِنَّ حَرْفَ مِثْبَدٍ بِالْفِعْلِ - كِتَابُ الْفُجَّارِ مِضَافٌ

مِضَافٌ إِلَيْهِ لِكِرَامِ إِنَّ لَفِي سَجِّينٍ اس کی خبر۔ تحقیق فجار کی کتاب سجین میں ہوگی۔

کتاب سے مراد نامہ اعمال ہے جو کراما کا تبین اس کام کے لئے ہر شخص پر متعین ہیں اور ہر وقت تیار کرتے رہتے ہیں۔

الْفُجَّارِ - فُجُورٌ بِبَابِ نَصْرٍ مَصْدَرٌ مِنْ فَعَّلَ كَمَا صَيَغُهُ جَمْعٌ مَذْكَرٌ هُوَ الْفَجْرُ

کے معنی ہیں کسی چیز کو وسیع طور پر بھاپنا۔ اور فُجُورٌ کے معنی ہیں دین کی پردہ دری کرنا۔ یعنی کہ نافرمانی کرنا۔ فَاجِرٌ بِمَعْنَى بَدَّكَارٍ مُفْرَدٌ هُوَ -

سَجِّينٌ - سَجَّيْنٌ سے مشتق ہے سجن کا معنی ہے۔ حبس۔ قید۔ قاموس میں ہے کہ

سجین بروزن سکین، دوامی سخت قید، انخس نے کہا کہ سَجِّينٌ سجن سے بروزن

فِعْلًا هُوَ جَسَّ سَجَّيْنٌ (بہت پینے والا) فِسِّيْنٌ (بڑا فاسق) ایسے ہی سَجِّينٌ (سخت

قید) عکرم نے کہا کہ سَجِّينٌ سے مراد ہے ذلت اور گمراہی حقیقت میں فجار کے مندرجہ کتاب اعمال

ان کی قید، ذلت اور گمراہی کے موجب ہیں (یعنی اپنے اعمال کی وجہ سے کافر قید اور گمراہی میں ہوں گے) مگر مجازاً کتب کو قید اور ذلت میں قرار دیا۔

احادیث اور آثار میں سے ظاہر ہے کہ سجن اس مقام کا نام ہے جہاں کفار کا حبس ہے، سجن

کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کافروں کی رو میں بند کر دی جاتی ہیں۔ (تفسیر منظر ہی)

۸۳ : ۸ - وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَجِّينٌ : اور تمہیں کیا معلوم (یا تمہیں کون چیز سمجھائے) کہ

سجین کیا ہے یہ استفہام سجن کی عظمت اور ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

الکشاف میں سجن کی فشرک یوں کی گئی ہے کتاب جامع ہود یوان الشردون اللہ

فید اعمال الشیاطین و اعمال الکفرة و الفسقة من الجن و الانس و هو کتاب

مرقوم بین الکتابہ۔ یہ ایک جامع کتاب ہے جو ایک دیوان (حسب) ہے (فجار کی برائیوں کا) جسے اللہ نے ترتیب

دے رکھا ہے اور جس میں جن و انس کے شیاطین کفار اور فاسق لوگوں کے اعمال

درج ہیں۔ وہ واضح تشریح کی ایک کتاب ہے۔

صاحب تفسیر القرآن فرماتے ہیں:-

اصل میں لفظ سجین اس شمال ہوا ہے جو سخن اجیل یا قید خانہ سے ماخوذ ہے اور آگے اس کی جو تشریح کی گئی ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ حبشہ ہے جو سزا کے مستحق لوگوں کے اعمال نامے درج کئے جاتے ہیں (تفسیر القرآن)

مولانا عبدالحق دہلوی رح اپنی تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں کہ:-

سجین مجرموں کا ایک قید خانہ عالم پستی میں ہے وہاں ذقربے جیسا کہ جیل خانوں میں ذقربہ ہوتا ہے کہ جب کوئی قیدی آتا ہے تو اس کا اس میں نام لکھ لیا جاتا ہے اس لحاظ سے اس سجین کو ذقربہ جگہ کہنا نامناسب نہیں اور بے دراصل یہ قید خانہ۔

اور علیین جس کا ذکر اگلی آیتوں میں آتا ہے یہ عالم بالا میں ایک پرفضا مقام اور

فرحت کی جگہ ہے قیامت تک بد لوگ سجین میں پھر جہنم میں اور نیک لوگ علیین میں پھر جنت میں رہیں گے۔ سجین جہنم کا ابتدائی طبقہ ہے اور علیین جنت کا ابتدائی مقام ہے۔

علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:-

(میرے نزدیک) ظاہر یہ ہے کہ سجین کافروں کے روحوں کی قرار گاہ بھی ہے

اور ان کے اعمال ناموں کا گودام بھی ہے اور کلام میں ایک لفظ محذوف ہے یا تو ما سجین اصل میں ما کتب سجین تھا۔ یا کتب مرقوم اصل میں محل کتب مرقوم تھا۔

۹:۸۳ — کِتَابٌ مَّرْقُومٌ۔ موصوف و صفت، سجین یعنی کتاب جامع حبشہ (دیوان) کی تشریح ہے۔

مَرْقُومٌ: رَقْمٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر، لکھا ہوا۔ جلی

خط سے لکھا ہوا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۸:۸۳ متذکرہ بالا) یعنی سجین کیا ہے ایک تخریر کردہ شدہ ذقربہ ایک لکھی ہوئی کتاب؛

۱۰:۸۳ — وَ لِيكَ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ - حق کو جھٹلانے والوں کے لئے اس دن بربادی

(خرابی) ہوگی (نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۵)

۱۱:۸۳ — الَّذِينَ يَكْذِبُونَ بَيِّنَاتٍ مِنَ الدِّينِ - جملہ المکذبین (آیت نمبر ۱)

مذکورہ بالا سے بدل ہے یا اس کی صفت ذمہ ہے۔ (ان مکذبین کی خرابی ہوگی) جو روز انصاف کو جھٹلاتے ہیں۔



۱۲:۸۳ — وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ وَأَوْعَاطِفٌ مَا نَافِيَهُ يَكْذِبُ  
مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب، تکذیب (تفعیل) مصدر سے بہ میں ضمیر واحد مذکر  
غائب کا مرجع یوم الدین ہے۔

إِلَّا کے متعلق علامہ سیوطی الا تقان فی علوم القرآن میں رقمطراز ہیں :

الرُّمَاتِي نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اِلَّا کے وہ معنی جو اسے لازم ہیں یہ ہیں کہ  
وہ جس چیز کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے دوسری چیزوں کو چھوڑ کر اسی کا ہو رہتا ہے مثلاً اگر تم  
کہو کہ جَاءَ نِي الْقَوْمِ إِلَّا زَيْدًا تو اس کلام میں تم نے زید کو نہ آنے کے ساتھ مخصوص کر دیا  
اور اگر کہا جائے کہ مَا جَاءَ نِي إِلَّا زَيْدًا تو اس مثال میں زید ہی آنے کے لئے خاص ہو گیا۔  
اسی طرح وَمَا يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ میں مُعْتَدٍ كَمُكْذِبٍ کے لئے خاص ہو گیا  
یعنی صرف مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ہی یوم الدین کی تکذیب کرتے ہیں۔

كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ میں كَلٌّ مضاف مُعْتَدٍ موصوف آثِيمٌ صفت، موصوف اور مضاف  
مل کر مضاف الیہ۔

مُعْتَدٍ اِعْتَدَاؤُ (افعال) مصدر سے: اسم فی عمل کا صیغہ واحد مذکر۔ حد سے  
آگے بڑھنے والا۔ حدود سے بٹ جانے والا۔ تجاوز کرنے والا۔ اَثِيمٌ۔ اَثْمٌ سے (باب  
سمع) صفت کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

حلاہ پانی پتی لکتے ہیں۔

یعنی یوم الدین کی تکذیب صرف معتد اثیم ہی کرتا ہے، مُعْتَدٍ وہ شخص جو کہ جہالت  
اور جاہل آباء و اجداد کی پیروی میں حد سے آگے بڑھ گیا ہو، یہاں تک کہ دوبارہ پیدا کرنے پر  
خدا کو قادر نہ سمجھتا ہو۔

اَثِيمٌ وہ گنہگار جو خواہشات نفس میں منہمک اور اتنا مشغول ہو کہ مخالف  
خواہش امور کو اس نے پس پشت ڈال دیا ہو اور اس انہماک نفسانی نے اس کو مخالف  
نفس چیزوں کے انکار پر آمادہ کر لیا ہو۔

ترجمہ:۔ اور نہیں جھٹلاتا اُسے یعنی یوم الدین کو، مگر وہی جو حد سے گزرنے والا گنہگار ہے  
۱۳:۸۳ — وَإِذَا تُلِيٰ عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلا جملہ شرط ہے  
اور دوسرا جملہ جواب شرط۔ وَأَوْعَاطِفٌ، إِذَا رَشَطِيْمٌ ظرف زمان معنی جب، تُلِيٰ مضارع  
واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَةٌ مصدر ۱ باب نصر، معنی پڑھنا۔ تلاوت کرنا۔ اَيَّا تُلِيٰ مضاف

مضاف الیہ مل کر مفعول بالم لیسیم فاعلہ۔ عَلَیْہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب مُعْتَدٍ کی طرف راجع ہے۔ جب اس پر ہماری آیات تلاوت کر کے سنائی جاتی ہیں۔  
 قَالَ : تو وہ کہتا ہے اَسَا طِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

اَسَا طِیْرُ جمع ہے اُسْطُوْرَۃ کی۔ وہ خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ اسطورہ کہلاتی ہے۔

اَوَّلِیْنَ جمع ہے اَوَّل کی، یعنی پہلے۔ اگلے لوگ

۱۴:۸۳ — كَاذِبًا۔ ہر معتدائیم کے لئے حرف ردع و توبیخ ہے یعنی ہر معتدائیم کو اس تکذیب سے اور اس قول (اساطیر الاولین) سے باز رہنے کے لئے سزائش ہے ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

— بَلَى : حرف اضراب ہے۔ یہاں پر اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے کہ ما سبق برائیاں تو ان میں ہیں ہی۔ لیکن مابعد کی برائیاں اس سے بھی بڑھ کر ہیں یعنی یوم جزا کی تکذیب اور آیات الہی کو اساطیر الاولین کہنا تو ان کے گناہ کے پلڑے میں تھا ہی اب اس سے بڑھ کر ایک اور بدتر گناہ ان کے میزان عمل کو بری طرح متاثر کر رہا ہے ان کے کردہ گناہوں سے ان کے دل زنگ آلود ہوتے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ ظلمت و عصیاں کے تاریک گڑھوں میں گرتے ہوئے نیچے جا رہے ہیں۔

سلامہ پانی پتی اپنی تفسیر منطہری میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

بَلَى : اس لفظ سے کلام سابق سے اعراض کر کے یہ بات بتائی ہے کہ ادراکِ حق اور باطل کی تمیز کی قابلیت ہی ان کے دلوں میں نہیں ہے (یعنی پہلے صرف یہ کہا گیا تھا کہ وہ یوم جزا کی تکذیب کرتے ہیں پھر کَلَّا کہہ کر ان کو اس تکذیب سے روکا گیا۔ اس کے بعد کہا گیا کہ یہ لوگ صرف تکذیب ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں پر بد اعمالی کا زنگ چڑھا ہوا ہے اس لئے ادراکِ حق کی قابلیت ہی ان کے دلوں میں نہیں ہے

رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ :

رَانَ۔ (باب ضرب) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے زنگ پکڑا۔ وہ زنگ آلو ہوا۔ علی کے صلہ کے ساتھ۔ وہ غالب آگیا۔ وہ چھا گیا۔ مَا مَوْصُوْلَةٌ كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ اس کا صلہ۔ جو وہ کمایا کرتے تھے۔ یہ جملہ فاعل ہے رَانَ کا یعنی جو (کرتے تھے)

وہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔ ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے  
ان کے دلوں پر چھایا گیا۔ ان کے دلوں پر غالب آ گیا۔

يَكْسِبُونَ: مضارع معروف جمع مذکر غائب کسب (باب ضرب) مصدر۔ کانسوا یکسبون  
ماضی استمراری۔ وہ کیا کرتے تھے۔ وہ کمایا کرتے تھے۔

۸۳: ۱۵ — كَلَّا حُرْفُ رَدْعٍ هِيَ زَنْجٌ پيدا کرنے والے کنا ہوں کے ارتکاب سے بازداشت  
ہے۔ ان کو ایسا کرنے سے باز رہنا چاہئے۔ یا كَلَّا مَبْنِي حَقًّا ہے: بے شک، یقیناً۔

اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّخُجُوْبُونَ۔ اِنَّ حُرُوفٌ مَّشْبَهَةٌ بِالْفِعْلِ بِمَعْنَى تَحْقِيقٍ۔  
هَذَا اسْمٌ اِنَّ مَخْجُوْبُونَ خَبْرٌ: يَوْمَئِذٍ ظرف ہے مَخْجُوْبُونَ کا، عَنْ رَبِّهِمْ  
متعلق خبر۔ لَمَّخُجُوْبُونَ میں لام تاکید کا ہے۔

مَخْجُوْبُونَ حَبِيْبٌ وَحِجَابٌ مصدر ر باب نصر) سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر  
حَبِيْبٌ وَحِجَابٌ یعنی روکنا۔ محبوب اوٹ میں رکھا جانے والا۔ دیکھنے سے روک لیا جانے والا  
ترجمہ ہوگا۔

بے شک یہ لوگ اس روز اپنے رب (کے دیدار) سے روک لئے جائیں گے؛  
۸۳: ۱۶ — ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيْمِ؛ ثُمَّ حُرُوفٌ عَطْفٌ هِيَ مَا قَبْلُهَا  
سابقہ کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ کے ہو یا  
وضع کے لحاظ سے۔ یہاں بلحاظ مرتبہ آیا ہے۔ پھر جہنم میں داخل ہوں گے (جو ان کے لئے دیدار  
الہی کی محرومی سے بڑھ کر عذاب ہوگا) صَالُوا صَلِيٌّ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ  
جمع مذکر ہے۔ مضاف ہے اضافة کی وجہ سے نون جمع حذف ہو گیا ہے اصل میں صَالُونَ تھا  
الجحيم مضاف الیه۔ صَالُوا الْجَحِيْمِ: دوزخ میں داخل ہونے والے۔

۸۳: ۱۷ — ثُمَّ يُقَالُ هَذَا الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ؛ ثُمَّ ملاحظہ ہو  
سابقہ آیت نمبر ۱۶) ثُمَّ یہاں بلحاظ وضع کے ہے یعنی پھر۔ يُقَالُ مضارع مجہول واحد مذکر  
غائب مفعول مالم یسّم فاعلاً۔ اور جمله هَذَا الَّذِي..... الخ مفعول ہے يُقَالُ کا۔ پھر ان کا  
کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔

۸۳: ۱۸ — كَلَّا اِنَّ كِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِي عَلَيَيْنَ؛ رَجُلٌ مَسْتَانِفٌ هِيَ اِبْرَارُكَ  
حال کے بیان کے لئے ہے۔ كَلَّا حُرْفُ رَدْعٍ هِيَ تَكْذِيبٌ عَذَابٌ سے بازداشت کے لئے  
آیا ہے۔ یا مَبْنِي حَقًّا (یقیناً) مستعمل ہے۔ مقاتل نے کہا کہ اس جگہ كَلَّا کا مفہوم یہ ہے

کہ جس عذاب میں وہ داخل ہوگا اس پر ایمان نہیں لاتا تھا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

بیشک نیکوں کا روزنامچہ علیین میں ہوگا۔

حَلِیْثِیْن - ۱۔ بعض کے نزدیک یہ سب سے جنت کا اعلیٰ مقام ہے جس طرح کہ سبجین سے بہتر درجہ کا نام ہے۔ ملاحظہ ہو آیات ۸۲: ۸۴ متذکرۃ الصدر۔

۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ وہاں رہنے والوں کا نام ہے اور عربیت کے لحاظ سے یہی معنی زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ جمع ذوی العقول کے ساتھ مخصوص ہے۔

۳۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ ملائکہ کی صفت ہے اس لئے واؤنوں کے ساتھ جمع آتی ہے

۴۔ قرآن کا خیال ہے کہ یہ اسم ہے جو جمع کے وزن پر وضع کر لیا گیا ہے مگر اس کے لفظ کوئی واحد نہیں آتا۔ جیسے کہ عشرین اور ثلاثین ہیں جو کہ اسم عدد ہیں اور جمع کے وزن پر ہیں مگر جمع نہیں ہیں۔ کیونکہ عشرین اگر جمع ہوتا تو کم از کم تین عشر یعنی تیس کے لئے بولا جاتا۔ حالانکہ اس کے معنی بیس کے ہیں اسی طرح ثلاثین اگر ثلاث کی جمع ہوتا تو اس کے معنی کم از کم نو کے ہوتے حالانکہ اس کے معنی تیس کے ہیں۔

اور عرب کا دستور ہے کہ جب وہ ایسی جمع بنائیں کہ جس کے واحد اور تثنیہ کا کوئی صیغہ نہ ہو تو وہ مذکر اور مؤنث دونوں میں واؤنوں کے ساتھ بولا کرتے ہیں۔  
علامہ زمخشری نے مندرجہ ذیل اقوال بیان کئے ہیں:-

۱۔ اس سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا بلند مقامات؛

۲۔ یہ نیکی کے رتبہ کا نام ہے۔ کہ جس میں وہ تمام چیزیں مدون ہیں جو کہ فرشتے اور تمام صلحاء جن و انس انجام دیا کرتے ہیں۔

۳۔ اس کے معنی دو گنی جو گنی بلندی پر بلندی کے ہیں (لغات القرآن)

۴۔ یا یہ ساتویں آسمان پر وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں ابرار کی رو عین جمع ہیں۔

۸۳: ۱۹ — اور تو کیا جانے کہ علیین کیا ہے، تجھے کیا چیز سمجھائے کہ علیین کیا ہے

۸۳: ۲۰ — كَيْشٌ مِّمَّ قَوْمٍ . ملاحظہ ہو ۸۳: ۹ متذکرۃ الصدر۔

۸۳: ۲۱ — كَيْشَهُدَا الْمَقْرَبُونَ : یہ کتاب اور کتاب الابرار کی دوسری صفت ہے

كَيْشَهُدُ مَضَارِعُ كَا صَيْفُو وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ شُهُودٌ رِبَابٌ سَمِعَ مَصْدَرٌ سَمِعَ مَعْنَى حَاضِرٌ

ہونا۔ ای محضرون المقربون ذلك الكتب ويحفظونه لانه حبل امانا

لصاحبه من النار وفوزة بالجنة (تفسیر حقانی، السیر التفاسیر)۔  
یعنی الملائکہ المقربون اس کتاب پر حاضر رہتے ہیں اور اس کی (ہر طرح سے) حفاظت کرتے ہیں۔  
کیونکہ اس میں اس کے لئے دوزخ سے امان اور جنت کی کامیابی (کے احوال) مندرج ہیں۔

يَشْهَدُ ۙ اِنَّ ۙ ضَمِيرَ مَفْعُولٍ وَاحِدٍ مُذَكَّرٍ غَائِبٍ كِتَابٌ كُنِيَ بِهٖ ۙ  
اَلْمُقَرَّبُوْنَ تَقْرِيْبٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر۔ زیادہ عزت والے  
قرب کئے گئے، قرب پالینے والے۔ قریبی۔

۲۲:۸۳ — اِنَّ اَلْاَبْرَارَ لَفِيۡ نَعِيْمٍ اِنَّ حَرْفَ تَحْقِيْقٍ، مُشَبَّهٌ بِالفِعْلِ - اَلْاَبْرَارُ: اِسْمُ اِنَّ  
لَفِيۡ نَعِيْمٍ: اِسْ كِي خَبَرٍ - لَامٌ تَاكِيْدٌ كَا -

نَعِيْمٌ بِمَعْنَى نِعْمَتٍ، رَاحَتٍ، عَيْشٍ،

۲۳:۸۳ — اَعْلَىٰ اَلرَّاٰثِكِ يَنْظُرُوْنَ جِسْمٌ سَابِقٌ سَعْدِ حَالٍ بَعْدِ اَلرَّاٰثِكِ  
جَمْعٌ اَرِيْكَةٌ كِي: وَهٖ مَرْتِيْنٌ تَحْتِ جَسْمٍ بِرِپْرَدِ لَشْكَا هُوَ اَهُو

يَنْظُرُوْنَ مَضَارِعُ جَمْعٌ مُذَكَّرٌ غَائِبٌ نَظَرٌ (بَابُ نَصْرٍ) مُصَدَّرٌ سَعْدِ - وَهٖ دَكِيْجٌ سَعْدِ هُوَ  
وَهٗ نَظَاكٌ كَرِهٌ هُوَ هُوَ كِي - (جَنَّتِ كِي عَجَابَاتٍ وَمَنَاطِرُ كَا) يَاجِمَالِ اَلْهِى كَا - چُونَكِي يِه (يَنْظُرُوْنَ)  
مَحْجُوْبُوْنَ كِي مَقَابِلِہٖ مِي اَيَاہٖ اِسْ لَعْنَةُ قَرْنِيْہٖ هَبِي اِسِي مَعْنَى كُو چَاہْتَاہٖ سَعْدِ (تَفْسِيْرُ مَاجِدِي)

ترجمہ آیات ۲۲:۲۳

بے شک نیک لوگ عیش میں ہوں گے در آسما لیکہ تختوں پر بیٹھے ہوئے جمال الہی کا نظارہ  
کر رہے ہوں گے:

۲۴:۸۳ — تَعْرِفُ فِي وُجُوْهِہِمۡ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ: يِهٖ هَبِي حَمَلٌ عَالِيہٖ سَعْدِ (اَوْرَعَالِ اِبْرَاكَا  
يِهٖ ہُو گَا کَلِے مَخَاطَبُ حَمَجِہٖ اِن كِي چہروں پر تازگی دکھائی دے گی۔

تَعْرِفُ مَضَارِعُ مَعْرُوفٍ وَاحِدٌ مُذَكَّرٌ حَاضِرٌ مَعْرِفَةٌ وَعِرْفَانٌ (بَابُ ضَرْبٍ) مُصَدَّرٌ  
تُو پہچانتا ہے، تُو پہچانے۔

کسی چیز کی نشانیوں پر غور و فکر کے بعد اس چیز کے ادراک کرنے کا نام معرفت اور  
ادراک ہے یہ علم سے اخص ہے اور انکار اس کی ضد ہے۔

فَلَا تَعْرِفُ اللّٰهَ (فَلَا اللّٰهَ كُو پہچانتا ہے) بولتے ہیں - يَعْلَمُ اللّٰهَ (وہ  
اللہ کو جانتا ہے) نہیں بولتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں ہو سکتا بلکہ آثار قدرت  
الہی پر تدبر و غور و فکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک ہوتا ہے اسی طرح ذات باری

تعالیٰ کے لئے "علم" کا لفظ استعمال ہوتا ہے معرفت کا نہیں۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُ کَذَا اور یَعْرِفُ کَذَا نہیں کہتے کیونکہ معرفت کا لفظ اس علمِ قاصر کے متعلق ہوتا ہے جس پر غور و فکر کے بعد رسائی ہوتی ہے۔

نَضْرَةَ النَّعِيمِ مضاف مضاف الیہ، نَضْرَةٌ اسم منصوب بوجہ مفعول ہونے فعل تَعْرِفُ کے نَضْرٌ و نَضَارَةٌ مصدر باب سَمِعَ و نَصْرٌ نَضْرَةٌ بمعنی تروتازگی۔ رونقِ چہرہ۔ نعیم۔ عیشِ راحت، خوش حالی۔ نَضْرَةُ النعیم: عیش و راحت کی وجہ سے چہرہ کی تروتازگی۔  
۸۳: ۲۵ - یُسْقَوْنَ مِنْ رَحِیقٍ مَّخْتُومٍ یہ جملہ بھی الابرار سے حال ہے اور ان کو پلائی جائے گی خالص شراب:

یُسْقَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب سَقَى (باب ضرب) مصدر سے۔ سَاقٍ شراب پلانے والا۔ رَحِیقٍ مَّخْتُومٍ موصوف صفت، رَحِیقٍ شرابِ ناب، اسم جامد ہے وہ شراب صاف جس میں ذرا آمیزش نہ ہو اور جس کے پینے سے بے ہوشی نہ ہو۔ مَخْتُومٍ یہ صفت ہے رَحِیقٍ کی سر بمہر، ختم و ختام (باب ضرب) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر جس پر مہر لگائی گئی ہو۔

۸۳: ۲۶ - خِثْمٌ مِشْکٌ جس کی مہر مشک (کی) ہوگی یہ رَحِیقٍ کی دوسری صفت ہے۔

وَ فِیْ ذٰلِکَ فَلِیْتَنَافِسِ الْمْتَنَافِسُوْنَ (جملہ معترضہ ہے۔ وَاَوْعَاطِفِہِ فِیْ ذٰلِکَ اِیْ لَذٰلِکَ۔ الٰی ذٰلِکَ۔ یعنی ایسی شراب حاصل کرنے کے لئے۔ فَلِیْتَنَافِسِ فعل امر واحد مذکر غائب: تَنَافَسٌ (تفاعل) مصدر سے۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر کسی چیز کی حرص کرنا۔ ایک دوسرے سے جلدی کرنا۔ مبادرت کرنا، کسی چیز میں کسی سے جلدی کرنا۔ سبقت کرنا۔ سُنْ و صِلْ کی وجہ سے مکسور ہے؛  
قرطبی نے لکھا ہے:-

وَ اِیْ ذٰلِکَ فَلِیْتَبَادِرِ الْمْتَبَادِرُوْنَ، اس کی طرف تم ایک دوسرے سے سبقت بجانے کی کوشش کرو۔

الْمْتَنَافِسُوْنَ. تَنَافَسٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

ایک دوسرے سے بڑھ کر حرص کرنے والے۔

نرمجہ ہوگا؛ پس چاہئے کہ شوق رکھنے والے اس رَحِیقِ مَخْتُومِ کے حاصل کرنے کے لئے

ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی حرص کریں۔  
 ۸۳: ۲۷ — وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ اور اس کی آمیزش ہوگی تسنیم سے یہ رحیق مختوم کی  
 ایک اور صفت ہے کہ اس میں تسنیم کو ملا یا جائے گا۔ مِزَاجُهُ مضاف مضاف الیہ۔  
 مِزَاجٌ وَمِزَاجٌ مصدر (باب نصر سے) بمعنی پانی وغیرہ سے ملانا۔ ملاوٹ کے بعد جو ایک  
 جدید کیفیت ہوتی ہے اس کو بھی مزاج کہتے ہیں۔ یعنی آمیزش، ملاوٹ، جو چیز ملائی جائے  
 مثلاً دودھ میں پانی یا چینی ملائی جائے اس کو بھی مِزَاجٌ کہتے ہیں جیسے موجودہ صورت میں مزاج  
 سے مراد تسنیم ہے یہ مضاف ہے اور لہٰذا ضمیر واحد مذکر غائب (رحیق کے لئے ہے مضاف الیہ  
 مِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ۔ اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی:

تسنیم جنت میں ایک چشمے کا نام ہے۔ لغت میں تسنیم اس چیز کو کہتے ہیں جو خوشبو  
 یا ذائقہ کے لئے شربت یا پانی میں ملاتے ہیں۔ جیسے روح گلاب یا روح کیوڑہ بیدمشک وغیرہ  
 قتادہ کہتے ہیں کہ:-

لفظ تسنیم کی وضعی ساخت بلندی کے مفہوم کی حامل ہے چونکہ سنام کا معنی ہے  
 اونچی چیز۔ اس لئے سنام اونٹ کے کوہان کو کہتے ہیں۔  
 ۸۳: ۲۸ — عَيْنًا لِيَشْرَبَ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ :

عَيْنًا کے منصوب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱۔ یہ منصوب بوجہ تسنیم سے حال ہونے کے ہے

۱۲۔ اس کا نصب اَمْدَحُ یا اَعْنِي فعل مقدرہ کا بنا پر ہے۔

بِهَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

۱۔ بَ بمعنی مِنْ - مِنْهَا یعنی اس میں سے پئیں گے

۱۲۔ بَ زائدہ ہے۔ معنی ہوں گے۔ ا سے مقربین پئیں گے۔

۱۳۔ لِيَشْرَبُ چونکہ يَلْتَذُّ (باب افتعال بمعنی لذیذ پانا) کے معنی کو متضمن ہے اس لئے

اس کے بعد بَہا لایا گیا ہے یعنی اس شراب سے لذت یاب ہوں گے :

تفسیر حقانی، تفسیر مظہری، روح المعانی

ترجمہ ۱۔ وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خدا کے) مقربین پئیں گے۔

فائدہ ۷: آیت مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ بہشت میں جتنی رحیق (شراب مصفیٰ)

پئیں گے اور ابرار کا درجہ چونکہ عام جنتیوں سے بلند تر ہوگا ان کو یہ شراب مصفیٰ تسنیم کی آمیزش

سے زیادہ لذیذ بنا کر پینے کو دی جائے گی: مقررین کا رتبہ ابرار سے بھی اوپر ہے وہ خاص اسی تسنیم کو پیا کریں گے۔

۸۳: ۲۹ — إِنَّ الَّذِينَ أَخْبَرُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ؛  
 إِنَّ حَرْفَ مَثَبٍ بِالْفِعْلِ - الَّذِينَ أَخْبَرُوا مَوْارٍ مَوْصُولٍ وَصَلَهُ لِكِرَامِ اسْمِ إِنَّ؛ كَانُوا فِعْلٌ  
 نَائِقٌ ضَمِيرٌ مُتَّصِلٌ اس کا اسم - يَضْحَكُونَ اس کی خبر - مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا متعلق خبر -  
 أَخْبَرُوا؛ ماضی جمع مذکر غائب؛ إِجْرَامٌ (افعال) مصدر - انہوں نے جرم کیا۔  
 (یہاں ضمیر فاعل کا مرجع البوجہل - ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اور ان کے ساتھی دوسرے  
 مشرکین مکہ ہیں۔

الَّذِينَ آمَنُوا سے مراد ہیں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جناب رضی اللہ  
 عنہ، حضرت صہیب و حضرت بلال اور ان کے دوسرے ساتھی نادار مسلمان رضی اللہ عنہم اجمعین  
 يَضْحَكُونَ: مزارع جمع مذکر غائب ضِحْكٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ وہ  
 ہنستے تھے۔ یعنی یہ مجرم لوگ مومنوں کا مذاق اڑانے کے لئے ان سے ہنستے تھے۔  
 ۸۳: ۳۰ — وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَخَأَّمُونَ، یہ دوسری قبیح حرکت تھی جو کفار  
 مکہ مسلمانوں سے کرتے تھے۔

وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَخَأَّمُونَ (اِذَا ظرف زمان یعنی جب؛ مَرُّوا ماضی جمع مذکر غائب مُرٌّ  
 (باب نصر) مصدر سے۔ وہ گذرتے تھے۔  
 بِهِمْ: ب الصاق کا ہے (حرف جارح) هُمْ مجرور۔ ضمیر ھم مسلمانان مکہ  
 کے لئے ہے۔

يَتَخَأَّمُونَ: مزارع کا صیغہ جمع مذکر غائب تَخَأَّمٌ (تفاعل) مصدر سے  
 وہ آنکھوں سے اٹکائے کرتے تھے۔ وہ آنکھیں مارتے تھے۔ بطور استہزاء اٹکائے کرتے  
 تھے۔ اور جب کافر مومنوں کی طرف سے گذرتے تھے تو وہ کافر مسلمانوں کی طرف  
 بطور استہزاء اٹکائے کرتے تھے آنکھوں سے؛  
 ۸۳: ۳۱ — وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ۔ یہ کفار مکہ کی تیسری  
 شرارت تھی جو وہ مسلمانوں کے معاملہ میں کرتے تھے۔

وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَخَأَّمُونَ: اِذَا ظرفیہ ہے یعنی جب؛ جب شرط کے معنوں میں بھی ہو سکتا ہے  
 اس صورت میں وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ حملہ شرط ہوگا اور دوسرا حملہ جواب شرط۔



اِنْقَلَبُوا ماضی جمع مذکر غائب (الفعال) مصدر۔ وہ لوٹے، وہ پھرے  
 اَهْلِهِمْ مضاف مضاف الیه۔ اَهْلٌ: والا۔ والے۔ وہ سب لوگ اہل کہلاتے ہیں  
 جن کو مذہب یا نسب یا ان دونوں کے علاوہ اور کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق ہو مثلاً ایک گھر  
 یا ایک ہی شہر میں رہنا، بسنا، یا کسی مخصوص صنعت یا پیشہ میں شریک ہونا۔ غرض کسی خاص  
 صفت سے متصف ہونا ایک سلسلہ میں منسلک کرنے

هَمْ ضَمِيرُ جَمْعِ مَذْكَرٍ غَائِبٍ:

اَهْلِهِمْ اَنْ كَهْرُ وَالِي۔

فَكِهَيْنَ فَكَّةٌ كِي جمع۔ باتیں بناتے ہوئے، اتراتے ہوئے، مذاق اڑاتے ہوئے۔  
 اَلْفَاكَاةُ تَخْوِشٌ طَبْعِيٌّ كِي بَاتِيں، تَخْوِشٌ كِيَاں۔  
 فِكِهَيْنَ اِنْقَلَبُوا كِي ضَمِيرٌ فَاعِلٌ سَعِ حَالٍ هِيَ۔  
 اور جب وہ اپنے گھروالوں کے پاس لوٹتے تو تَخْوِشٌ كِيَاں مارتے، مزے اڑاتے  
 جاتے،۔

۸۳: ۳۲ — وَ اِذَا رَاَوْهُمْ جَمْلَةٌ شَرْطِيَّةٌ، رَاَوْ اَمَّا ماضی جمع مذکر غائب رُوِيَةٌ رِبَابٌ (فتح)  
 مصدر۔ اس میں ضمیر فاعل کفار مکہ کے لئے ہے اور هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (مسلمانوں  
 کے لئے) یعنی حبیب وہ کافر مسلمانوں کو دیکھتے (یہ جملہ شرطیہ ہے)۔  
 قَالُوا اِنَّ هٰؤُلَاءِ لَضَالُّونٌ جملہ جواب شرط ہے، یعنی کفار مکہ کہتے اِنَّ هٰؤُلَاءِ  
 لَضَالُّونٌ یہ مقولہ ہے قَالُوا کا۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هٰؤُلَاءِ اسم اشارۃ جمع، یہ اِنَّ کا اسم ہے لام تاکید کا ہے  
 ضَالُّونٌ۔ ضَلَّ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر یعنی بہکے ہوئے۔ گمراہ۔  
 راہ بھولے ہوئے۔ اِنَّ کی خبر ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

(جب کافر لوگ مسلمانوں کو دیکھتے) تو کہتے درحقیقت یہی لوگ گمراہ ہیں۔ یہ کافروں کی  
 مسلمانوں کے خلاف جو کئی تبیح حرکت تھی۔

۸۳: ۳۳ — وَمَا اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حَفِيظِيْنَ۔ جملہ حالیہ ہے۔ قَالُوا كِي ضمیر فاعل سے  
 حال ہے وَاَوْ حَالِيہ ما نافیہ ہے اُرْسِلُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر اِرْسَالٌ (افعال)  
 یعنی بھیجنا۔ ارسال کرنا۔

حَفِظِينَ حَفِظَ سے (باب سَمِعَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب  
یعنی حفاظت کرنے والے۔ نگہبانی کرے والے:

عَلَيْهِمْ فِي هَذَا مَنِيْرٌ كَامِرٌ جَمْعُ مُسْلِمٍ اَهْلِ اِيْمَانٍ هِيَ۔

ترجمہ :- حالانکہ یہ ان پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔

۸۳:۳۴ — فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ، ف عا طف ہے  
یعنی پس، الْيَوْمَ روزِ قیامت، آج۔ آج کے دن۔ دن۔ يَضْحَكُونَ کا مفعول فیہ ہونے  
کی وجہ سے منصوب ہے۔ الَّذِينَ آمَنُوا موصول وصلہ مل کر فاعل يَضْحَكُونَ کا۔ اہل ایمان  
مسلمان۔

مِنَ الْكُفَّارِ۔ کفار سے۔ کفار پر۔ جیسے آیت ۲۹: مذکورہ بالا میں ہے۔

يَضْحَكُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ضَحِكَ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ وہ ہنستے ہیں  
وہ ہنسیں گے۔

ترجمہ ہوگا۔ پس آج مومن کافروں سے ہنسی کریں گے۔ کافروں پر ہنسیں گے۔

۸۳:۳۵ — عَلَىٰ اِلٰهٍ رَّا نِيْكَ يَنْظُرُونَ۔ جملہ يَضْحَكُونَ سے حال ہے۔ یعنی جب  
مومن اپنی اپنی مسہریوں پر بیٹھے دیدار خدا کر رہے ہوں گے اور کافروں کو طوق و دنجیر میں  
بندھا ہوا دوزخ میں دیکھیں گے۔ تو اس روز مومن کافروں پر ہنسیں گے۔

۸۳:۳۶ — هَلْ تُؤْتِبُ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ، هَلْ حرف استفہامیہ

تُؤْتِبُ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب تَتَوَيْبٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے بدلہ دیا گیا  
تتویب کا استعمال قرآن مجید میں برے اعمال کی جزا، ہی کے لئے استعمال ہوا ہے  
تَوَابٌ۔ انعام، جزا، بدلہ۔ تَوَابٌ۔ تَوَابٌ (ماذہ) سے مشتق ہے۔ انسان کے اعمال کی جزا  
کو تواب کہا جاتا ہے۔

لغوی حیثیت سے گو تواب کا استعمال اچھے اور بُرے اعمال دونوں کی جزا کے لئے  
ہوتا ہے لیکن عرف میں زیادہ تر یہ نیک اعمال کی جزا کے لئے مستعمل ہے۔ اور باب تفعیل  
سے بُرے اعمال کی جزا کے لئے آیا ہے۔

مَا موصولہ۔ كَانُوا يَفْعَلُونَ اس کا صلہ۔ جو فعل وہ کیا کرتے تھے۔

هَلْ استفہامیہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ یہ استفہام تقریری ہے یعنی کافروں کو اسی استہزار کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ دنیا میں

کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

۱۲۔ اس فقرے میں ایک لطیف طنز ہے چونکہ وہ کفار کا ثواب سمجھ کر مومنوں کو تنگ کرتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ آخرت میں مومن جنت میں مزے سے بیٹھے ہوتے جہنم میں جلنے والے ان کافروں کا حال دیکھیں گے اور اپنے دلوں میں کہیں گے کہ خوب ثواب انہیں ان کے اعمال کا بل گیا۔ (تفہیم القرآن)

۱۳۔ هَلْ يٰہاں سوالیہ نہیں متوکدہ ہے قَدْ کے معنی میں آیا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ واقعی کافروں کو ان کے کرتوتوں کا خوب بدلہ مل کر رہا۔ (تفسیر ماجدی)

۱۴۔ یہ سوالیہ ہے جواب محذوف ہے ای ہل جو ذی الکفار بما كانوا يفعلون من الکفر والشتر والفساد۔ کیا کفار کو جو وہ کفر و شر اور فساد کے کام کیا کرتے تھے ان کی جزا مل گئی۔

والجواب نعم۔ نعم۔ نعم۔ جواب ہوگا ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔

(السير التفاسیر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## سُورَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ (۸۴)

۸۴: ۱ — اِذَا السَّمَاءُ اُنشَقَّتْ اِذَا اَبْنِی حَبِیْبٍ . اس وقت : ناگہاں طرف زان  
ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے اکثر و بیشتر شرطیہ ہوتا ہے۔ آیت خدا میں بعض  
کے نزدیک اِذَا شرطیہ ہے جو اب شرط محذوف ہے جس کے مضمون پر آئندہ آیات دلالت  
کر رہی ہیں۔ یعنی جب ایسا ایسا ہوگا تو انسان اپنی کوشش کو پالے گا، اور اس کے دائیں ہاتھ  
میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ خوش خوش لوٹے گا۔ اور اگر پھٹنے کے سچے سے  
اس کو اعمال نامہ دیا گیا تو ہلاکت کو پکارتے گا: (منظہری)

مولانا عبدالحق اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

اِذَا- اِذَا کر کے یہ تو بیان فرما دیا کہ جب ایسا ہوگا اور جب ایسا ہوگا۔ مگر یہ نہیں فرمایا  
کہ جب یہ ہوگا تو کیا ہوگا؟ یعنی اِذَا شرطیہ کی حبترا یا شرط کا جواب نہیں فرمایا۔ کہ اس کو  
اہل زبان کے مذاق پر چھوڑ دیا کہ وہ خود سمجھ لیں گے: کہ اس وقت ضرور انسان کا یہ خیال غلط  
ثابت ہو جائے گا۔ کہ اس کو مر کر کسی دارِ جزا و سزا کی طرف جانا نہیں ہے۔ اور اسی لئے بعد میں  
اس مقصود کی تشریح کر دی جس کو بعض نے جواب شرط سمجھ لیا۔ (تفسیر حقانی)  
بعض نے کہا ہے کہ:-

لیست بشرطیۃ بل ہی منصوبۃ باذکر المحذوف: وہی

مبتداء وخبرها اذا الثانیۃ والواو زائداۃ (ایضاً)

بعض نے کہا ہے کہ یہ شرطیہ نہیں ہے بلکہ اذکر محذوف سے منصوب ہے اور

مبتداء ہے جس کی خبر دوسرا اِذَا ہے واو زائدہ ہے۔

= اِنْشَقَّتْ فعل محذوف کی تفسیر ہے جس کا السمار فاعل ہے کلام یوں ہوگا:-

إِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ انشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا)  
 انشَقَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب انشَقَّاقُ (الفعال) مصدر سے۔  
 جس کا معنی ہے شق ہو جانا۔ پھٹ جانا۔ وہ (آسمان) پھٹ جائے گا۔ (عربی میں السَّمَاءُ مؤنث  
 مستعمل ہے)

۲:۸۴ — وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَأَوْعَاطِفَ أَذِنَتْ كَا عَطَفَ انشَقَّتْ پر ہے ہا ضمیر واحد مؤنث  
 غائب کا مرجع السماء ہے۔  
 أَذِنَتْ ماضی واحد مؤنث غائب (باب سمع) مصدر۔ أَذِنَ لَكَ سَنَّا  
 کان لگا کر سننا۔

إِذْنٌ بِابِ سَمِعٍ مصدر سے۔ أَذِنَ لَكَ اجازت دینا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **إِلَّا  
 مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ (۲۳۸:۷۹)** مگر جس کو (خدا) رحمن اجازت بخشے۔  
 آیت زیر مطالعہ میں أَذِنَتْ أَذِنٌ مصدر سے ہے اگرچہ باب و مادہ دونوں کا ایک  
 ہی ہے۔

وَحُقِّقْتُ يَه أَذِنْتُ کی ضمیر فاعل سے حال ہے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث  
 غائب حَقٌّ (باب ضرب) مصدر سے حَقٌّ عَلَيَّ واجب ہونا۔ لازم ہونا۔ حَقٌّ لَكَ  
 أَنْ تَفْعَلَ تہا کے لئے اس کا کرنا موزوں ہے۔ حُقِّقْتُ وہ اسی لائق ہے۔ اس کے  
 لئے حق یہی ہے (کہ سنے اور عمل کرے)  
 ضحاک نے کہا کہ:-

حُقِّقْتُ اسی حق لہا ان تطیع رَبَّهَا۔ اس کے لئے واجب ہے کہ اپنے  
 رب کی اطاعت کرے۔ یعنی جو اسے حکم دیا گیا بلا جوں و چرا بجالائے۔  
 ۳:۸۴ — وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ اس کا عطف بھی آیت نمبر ۱ پر ہے مُدَّتْ  
 ماضی مجہول واحد مؤنث غائب مُدَّ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ پھیلا دی گئی۔ وہ ہوا  
 کر دی گئی۔  
 ترجمہ ہو گا:-

اور جب زمین پھیلا دی جائے گی:

۴:۸۴ — وَالْقَتَّ مَا فِئْهَا۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے جس کا عطف سابقہ جملہ پر ہے  
 الْقَتَّ ماضی واحد مؤنث غائب الْقَاءُ (افعال) مصدر سے جس کے معنی ڈالنا۔

نکال ڈالنا۔ دونوں کے ہیں:

مَا مَوْصُولَةٌ فِيهَا۔ اس کا صلہ موصول اور صلہ مل کر مفعول النشاق کا۔ اور وہ (زمین) نکال پھینکے گی جو کچھ اس میں ہے (از قسم مردہ انسان، حیوان، جن، دینے، خزلنے وغیرہ۔ جیسا کہ اور جگہ ہے وَاخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا ۱۲: ۹۹) جب زمین اپنے بوجھ۔ یعنی دینے وغیرہ نکال پھینکے گی۔

وَ تَخَلَّتْ: اس کا عطف والقت پر ہے تَخَلَّتْ ماضی واحد مونث غائب تَخَلَّى (تفعل) مصدر۔ سے یعنی خالی ہونا۔ تفعل کے وزن پر فعل میں تکلف کی خاصیت پائی جاتی ہے لہذا ترجمہ ہوگا،

اور (زمین) بہ تکلف (اپنی پوری کوشش سے) اپنے مافیہا سے خالی ہو جائے گی (کہ کوئی چیز اندر نہ رہ جائے)

۵: ۸۴ — وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اور اپنے رب کا حکم کان لگا کر سنے گی اور اس کو بجالائے گی۔ نیز ملاحظہ ہو ۲: ۸۴ متذکرۃ الصدر۔

فائدہ ۱: جن علماء کے نزدیک إِذَا (۱: ۸۴-۳) شرطیہ ہے (اور اس کا جواب بشرط محذوف سمجھا گیا ہے مندرجہ ذیل جواب محذوف نقل ہوا ہے۔

۱۔ جواب بشرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے إِذَا..... بَعَثْتُمْ حَبِيبًا..... تَوْتَمَّ قُبُورٍ سَعْدًا دُبَارًا زَنَدًا كَرَّكَ اِطْحَانًا جَاوُگے۔

۲۔ جواب بشرط آیت ۶: ۸۴ ہے اِی یَا یٰہَا الْاِنْسَانُ..... الخ

۳۔ جواب بشرط قول ربانی: فَاَمَّا مَنْ..... الخ ہے یہ قول المبرد اور الکسائی کا ہے

۴۔ جواب بشرط فَمَلَا قَبْرًا ہے۔ یہ قول اخفش کا ہے: (تفسیر حقانی)

۶: ۸۴ — يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ۔ یا حرف ندا ہے اَيُّهَا جب منادی پر الف لام داخل ہو تو منکر میں اَيُّهَا اور مونث میں اَيُّهَا یاء کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے الا انسان میں منادی پر چونکہ الف لام داخل ہے اس لئے حرف نداء کے بعد الف لام بڑھادیا گیا ہے یَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ۔ لے آدمی۔ لے انسان،

مونث کی مثال ہے۔ یَا اَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (۲۶: ۸۹) لے اطمینان

پانے والی روح۔

الا انسان منادی ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

۱۔ بعض نے کہا ہے کہ الا انسان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ اے انسان! یعنی اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ابلاغ رسالت میں اور ارشاد و تعلیم میں جو کوشش بلوغ اور سرگرمی دکھائے ہیں آپ اس کا نیک بدلہ ضرور پائیں گے آپ کی کوشش راسخاں نہیں جاتے گی :

۲۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد کافر ابو جہل و ابی بن خلف ہے کہ تمہارا کفر پر اصرار، رسالت کی تکذیب اور دنیا کی طلب آخر رنگ لائے گی اور بیعت ناک شکل میں قیامت کے روز تیرے سامنے ہوگی !

۳۔ بعض اس طرف گتے ہیں کہ یہ خطاب سب نبی نوع انسان سے ہے ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ ضرور پائے گا۔

إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا : إِنَّ حُرْفَ تَحْقِيقِ مِثْبَتِهِ بِالْفِعْلِ كَرَضْمِهِ  
متصل اسم من كَادِحٌ اس کی خبر۔ كَدْحًا مفعول مطلق إِلَىٰ رَبِّكَ متعلق خبر۔  
كَادِحٌ۔ كَادِحٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، کسی چیز کے حصول و کسب میں محنت و مشقت اٹھانا۔ كَادِحٌ کہلاتا ہے لغت عرب میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دنیا و آخرت کے سلسلہ میں کسی کام میں کوشاں ہو۔ اس کے دل میں اس کی خواہش بھی ہو اور اس کی یہ کوشش لگاتار جاری ہے ان سب امور کے مجموعہ کو كَادِحٌ کہتے ہیں۔  
امام راغب المفردات میں لکھتے ہیں :-  
الكَدْحُ معنی کوشش کرنا مشقت اٹھانا ہے،  
ترجمہ ہوگا :-

اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں) خوب کوشش کر رہا ہے :

آیت نذا کے ذیل حاشیہ ہ پر تفہیم القرآن میں تحریر کرتے ہیں :-

یعنی وہ ساری تگ و دو اور دوڑ و دوڑ و دوڑ جو تو دنیا میں کر رہا ہے اس کے متعلق چاہے تو یہی سمجھتا ہے کہ یہ صرف دنیا کی زندگی تک ہے اور دنیوی اغراض کے لئے ہے لیکن درحقیقت تو شعوری یا غیر شعوری طور پر (کشال کشال) اپنے رب ہی کی طرف جا رہا ہے اور آخر کار تجھے وہیں پہنچ کر ہی رہنا ہے ۔

فَمَلَا قَيْدًا : ف معنی انجام کار، پس ، مُلَا قَيْدًا مضاف مضاف الیہ۔ مُلَا قَيْدًا اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ مُلَا قَاةٌ (مفاعلة) مصدر سے۔ ملنے والا۔ پالینے والا۔ پاس پہنچنے والا۔

مضاف ۵ نمبر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ ۱۰، ۱۱ کا مرجع رب ہے۔ انجام کار تجھے وہیں پہنچا ہے۔

۸۴: ۷ — فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ — فمبنی بھرا، پس۔ اَمَّا تفصیل کے لئے ہے یعنی یا۔ سو۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔

فَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَوْا فَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَيَقُولُونَ مَاذَا أَرَادَ اللَّهُ بِهَذَا مَثَلًا (۲۶: ۲) سو جو لوگ ایمان لاچکے ہیں تو وہ بھی سمجھیں گے کہ وہ (مثال، یقیناً حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور جو لوگ کفر اختیار کئے ہوئے ہیں وہ بھی کہتے رہیں گے کہ اللہ کا اس مثال سے مطلب کیا تھا؟

مَنْ شَرْطِيَه ہے اور اُوْتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ جملہ شرط ہے اُوْتِيَ ما ضعی مجہول واحد مذکر غائب ابتداء ۱۱ افعال مصدر سے وہ دیا گیا۔ اس کو طاء۔ كِتَابَهُ مضاف مضاف الیہ اس کی کتاب، اس کا اعما نام۔

يَمِينِهِ اس کا دایاں ہاتھ۔ اس کا سیدھا ہاتھ۔

ترجمہ:۔ پھر جس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔

۸۴: ۸ — فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا لَيْسِيرًا۔ جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے ہے سَوْفَ فعل مضارع پر داخل ہو کر مستقبل کے لئے مختص کر دیتا ہے اور زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ عنقریب، اب ہی۔

حِسَابًا لَيْسِيرًا موصوف و صفت مل کر فعل يُحَاسَبُ کا مفعول۔

لَيْسِيرًا۔ لَيْسُرًا (بَاب سَمِعَ) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ آسان سہل۔ اس کا آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔

حضرت امام احمد کی روایت ہے کہ:۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حساب لیسیر کیا ہوگا؟ فرمایا اس کا کتابچہ دیکھ کر درگزر کی جائے گی۔ البتہ جس کی حساب فہمی پوچھ گچھ کے ساتھ کی جائے گی وہ ہلاک ہو جائے گا:

۸۴: ۹ — وَيُنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مَسْرُورًا وَأَوْعَاطِفًا، يَنْقَلِبُ مضارع واحد مذکر غائب اِنْقِلَابًا (الفعال) مصدر سے وہ لوٹے گا۔ قَلْبُ الشَّيْءِ کے معنی کسی چیز کو پھیرنے



اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے ہیں۔ انقلاب کے معنی پھر جانے کے ہیں انسان کے دل کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کثرت سے الٹتا پلٹتا رہتا ہے  
 أَهْلِهِ مِضَافٌ مِضَافٌ إِلَيْهِ۔ اس کے اہل۔ اپنے لوگ، اپنے اہل۔ اپنے لوگوں سے  
 مراد آدمی کے وہ اہل و عیال، رشتہ دار، ساتھی جو اسی کی طرح معاف کئے گئے ہوں گے  
 تفہیم القرآن (نیز ملاحظہ ہو ۸۳: ۳۱)۔

يَنْقَلِبُ كَالْعَظْفِ يُجَاسِبُ بِرَبِّهِ،

مَسْرُورًا، مَسْرُورًا بِرَبِّهِ نَصْرٌ مَصْدَرٌ مِمَّا مَعْنَى مَسْرُورٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ بِحَالَتِ  
 نَصْبٍ، خَوْشٍ كَمَا هُوَ، خَوْشٍ، اِتْرَايَا هُوَ۔ جو خوشی اندر چھپ رہی ہو وہ مسرور ہے نیز ملاحظہ  
 ہو ۷۶: ۱۱) مَسْرُورًا حَالٌ بِرَبِّهِ مَعْنَى مَسْرُورٌ۔

۸۴: ۱۰ — وَرَأَى ظَهْرَهُ مِضَافٌ مِضَافٌ إِلَيْهِ مِلْ كَرَمِضَافٍ بِرَبِّهِ وَرَأَى  
 مِضَافٌ إِلَيْهِ كَالِـ اس کی پشت کے پیچھے سے  
 وَرَأَى مَصْدَرٌ هُوَ لَكِنِ اس کا معنی ہے آڑ، حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے  
 ہونا۔ چاروں طرف ہونا۔ سوا۔ علاوہ۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے اس لئے سب معنی  
 میں شامل ہے۔

ظَهْرٌ مَعْنَى پِشْتِ، اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَأَمَّا مَنْ أَدْبَرَ كِتْبَهُ بِشِمَا  
 (۲۵: ۶۹) اور جسے اس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔

اس کی تشریح میں علامہ بیہقی نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ اس کا بائیں ہاتھ پشت  
 کے پیچھے کر دیا جائے گا۔ اور اعمال نامہ کو وہ بائیں ہاتھ سے لے گا:  
 وَأَمَّا مَنْ أَدْبَرَ كِتْبَهُ وَرَأَى ظَهْرَهُ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ اس کا جواب  
 ۸۴: ۱۱ — فَسَوْفَ يَدْعُوا ثُبُورًا۔ جواب شرط ہے۔ ف جواب شرط کے لئے ہے  
 سَوْفَ (ملاحظہ ہو ۸۴: ۸ مذکورہ بالا)

يَدْعُوا مِضَافٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ بِرَبِّهِ مَصْدَرٌ هُوَ۔ وہ پکائے گا۔ وہ  
 بلائے گا۔ ثُبُورًا۔ مفعول يَدْعُوا کا۔ باب نصر۔ ثُبُرٌ يَثْبُرُ کا مصدر ہے  
 یعنی ہلاکت، بربادی۔ موت، تو وہ موت کو پٹا پکائے گا۔

۸۴: ۱۲ — وَيَصْلِي سَعِيرًا۔ جملہ نداء کا عطف حمیلہ سابقہ پر ہے يَصْلِي مِضَافٌ وَاحِدٌ  
 مَذْكَرٌ غَائِبٌ (باب سمع) مصدر سے وہ داخل ہوگا۔ سَعِيرًا مفعول فیہ۔ یعنی

دوزخ میں۔ سَعِيْرٌ۔ سَعُوْرُ (باب فتح مصدر سے۔ جس کا معنی آگ بڑھکانا کے ہیں فَعِيْلٌ کے وزن پر معنی مفعول ہے۔ مہترکتی ہوئی آگ، دوزخ) :  
 ۸۴:۱۳ — اِنَّكَ كَانَ فِيْ اَهْلِ مَسُوْرًا۔ یہ جہلموت کو پکانے کی علت ہے کیونکہ وہ تو اپنے گھر والوں میں خوشیاں منایا کرتا تھا۔ نہ اللہ کا ڈر تھا نہ حلال و حرام کی تمیز نہ آخرت کی فکر بس عیش و عشرت میں غرق نفسانی خواہشات کا غلام ہو کر دنیاوی رنگ رلیوں میں مگن رہتا تھا۔

اس کے برخلاف اللہ کے نیک بندوں کی حالت مختلف ہوتی تھی۔ قرآن مجید میں ہے  
 قَالُوْا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ اَهْلِ مَسُوْرًا (۲۶:۵۲) اللہ کے مومن بندے بہشت میں اس کی نعمتوں سے حظ اٹھاتے ہوں گے اور ایک دوسرے سے ہم کلام ہو کر وہ کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر میں (خدا سے) ڈرتے رہا کرتے تھے۔

مَسُوْرًا۔ خوش۔ نیز ملاحظہ ہو ۸۴:۹ متذکرۃ الصدر۔

۸۴:۱۴ — اِنَّكَ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَجُوْرَ۔ تحقیق اس نے سمجھ رکھا تھا کہ اس نے کبھی پلٹ کر جانا ہی نہیں ہے۔

ظَنَّ (باب نصر) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس نے خیال کیا۔ اس نے سمجھا۔ اس نے گمان کیا۔

اَنْ مصدر یہ لَنْ يَجُوْرَ مضارع منشی تاکید بلن واحد مذکر غائب حَوْرٌ (باب نصر) مصدر سے معنی پلٹنا۔

۸۴:۱۵ — بَلِيٌّ۔ ہاں۔ بَلِيٌّ کا استعمال دو جگہ ہوتا ہے :  
 ۱۔ نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلُبًا وَّرِيْلًا لِّلْبَعَثِ  
 (۶۴:۶) کافر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔

آیت زیر مطالعہ بھی نفی ماقبل کی تردید کے لئے ہے :

۲۔ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہو خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے  
 (الف) اَلَيْسَ زَيْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جائے بَلِيٌّ۔  
 یا استفہام توجہی ہو جیسے اَلَيْسَ الْاِنْسَانُ اَلْكَلْبُ نَجْمَةٌ عِظَامَةٌ بَلِيٌّ قَادِرِيْنَ  
 عَلٰی اَنْ لَّسُوِيْ بِنَانَهُ (۵۱:۳-۴) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (کبھری ہوئی)

بڑیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ ضرور کریں گے (اور ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں)۔ (نیز ملاحظہ ہو ۳: ۷۶)

إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا۔ یہ رجوع (خدا کی طرف پلٹنا) کو ثابت کرنے کی علت ہے یعنی اس کی واپسی خدا کی طرف ضرور ہوگی۔ اللہ اس کو ضرور سزا دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، بخوبی واقف ہے۔ اس کے اعمال کو یوں ہی رائیگاں نہیں چھوڑے گا۔ انتقام لے گا۔

إِنَّ حَرْفَ مَثَبٍ بِالْفِعْلِ رَبَّهُ مضاف مضاف الیہ مل کر اسمِ اِنْتِ - كَانَ بِهِ بِصِيرًا۔ اِنْتِ کی خبر۔ كَانَ فعل ناقص ضمیر فاعل اس کا اسمِ بَصِيرًا اس کی خبر، بہ متعلق خبر۔ حملہ محل رفع میں ہے۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ شخص ہے جس کا اعمال نامہ اس کی پشت کی طرف سے دیا گیا۔

۱۶: ۸۴ — فَلَا أُنْسَ لِمَنِ اسْتَفَقَ۔ ف عاطفہ ہے لَازِمٌ ہے اُنْسٌ مضارع واحد متکلم اقسام (افعال) مصدر سے میں قسم کھاتا ہوں نیز ملاحظہ ہو ۶۹: ۳۸ الشفق مقسم بہ (جس کی قسم کھائی جائے) الشفق آسمان کی سرخی جو غروب آفتاب کے بعد ہوتی ہے یا وہ سفیدی جو اس سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں:-

سورج کے غروب کے وقت دن کی روشنی کارات کی سیاہی سے ملنا شفق ہے میں شفق کی قسم کھاتا ہوں۔

۱۷: ۸۴ — وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ۔ اس کا عطف الشفق پر ہے۔ اور میں قسم کھاتا ہوں رات کی اور میں قسم کھاتا ہوں اس کی جسے رات اکٹھا کر لیتی ہے۔ مَا موصولہ وَسَقَ اس کا صلہ دونوں مل کر اُنْسِمُ کا مقسم بہ۔ وَسَقَ وَسَقٌ (ضرب) مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے سمیٹ کر جمع کر لیا۔ مجاہد کا قول ہے کہ:-

مَا وَسَقَ کا معنی یہ ہے کہ جس چیز کو رات اپنی لپیٹ میں لے لے اور تاریکی میں چھپالے سعید بن جبیر نے کہا کہ:-

رات میں جو کچھ کیا جائے (سب ماوسق میں داخل ہے)

یعنی قسم ہے شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ دیتی ہے یا جن کو

رات اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے یا ان کی جورات میں کیا جاتا ہے۔  
 ۱۸:۸۴ — وَالْقَمَرَ إِذَا التَّقَىٰ : اس کا عطف بھی آیت نمبر پر ہے اور میں قسم کھاتا  
 ہوں چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔

التَّقَىٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اتساق (افتعال) مصدر سے۔ وہ پورا ہوا  
 وہ مکمل ہوا۔

۱۹:۸۴ — لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ۔ جملہ جواب قسم ہے۔ لَتَرْكَبُنَّ  
 مضارع معروف بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر، رکوب (باب سمع) مصدر بمعنی سواری  
 کرنا۔ اس کے اصل معنی تو جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں لیکن یہ کشتی پر سوار ہونے کے  
 لئے بھی مستعمل ہے جیسے فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِّ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ  
 الدِّينَ (۶۵:۲۹) پھر حیب یہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خدا کو پکارتے ہیں (اور) خالص  
 اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

یہاں آیت زیر مطالعہ میں مجازاً ایک منزل کے بعد دوسری منزل سے گزرنے اور  
 ایک حال سے دوسرے حال سے گزرنے کے لئے اس کا استعمال ہوا ہے۔  
 طَبَقًا مفعول فعل لَتَرْكَبُنَّ کا۔ عَن طَبَقٍ صفت طَبَقًا کی ہے طَبَقٌ بمعنی طبقہ  
 درجہ، منزل، حال، حالت، طَبَقًا اصل میں مطلقاً اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے  
 مطابق ہو اور عرف میں یہ لفظ اس حال کے لئے خاص ہو گیا ہے جو دوسرے حال کے مطابق ہو  
 امام راغب لکھتے ہیں:-

ارشاد الہی ہے: لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَن طَبَقٍ (تم کو ضرور ایک حالت سے دوسری حالت  
 پر پہنچنا ہے یعنی ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف ترقی کرنی ہے۔ دنیا میں جو انسان مختلف  
 حالات کی طرف ترقی کرتا ہے یہ ان حالات کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ۔ خَلَقْتُمْ مِّنْ  
 تُرَابٍ ثُمَّ مِّنْ نُّطْفَةٍ (۵:۲۲) تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے (ج) فرما کر بھی اسی طرف  
 اشارہ کیا ہے۔ نیز آخرت میں حشر و نشر، حساب و کتاب، اور پل صراط سے لے کر جنت دوزخ  
 میں ٹھکانا ہونے تک جو مختلف حالات پیش آنے والے ہیں یہ ان کی طرف اشارہ ہے۔

(المفردات)

۲۰:۸۴ — فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ ما استفہامیہ ہے پھر ان کو کیا ہوا کہ ایمان  
 نہیں لاتے۔ علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

اس استفہام سے مقصود ہے انکار اور تعجب کا اظہار۔ وعدۃ ابرار اور وعید فجار جو اوپر گذرا اس  
یہ کلام تعلق رکھتا ہے درمیان میں جملہ فَلَا اُقْسِمُ بطور مقررہ ذکر کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ  
یہ بھی احتمال ہے کہ اس کلام کا ربط آیت لَتُرَكَّبْنَ طَبَقًا عَن طَبَقٍ سے ہو کیونکہ تبدیل  
احوال سے تبدیل کرنے والے کی ہستی کا پتہ چلتا ہے پھر کیا وجہ کہ اس کو نہیں مانتے۔

(تفسیر مظہری)

۲۱:۸۴ — وَ اِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ جملہ معطوف ہے اس کا عطف  
جملہ سابقہ پر ہے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔

۲۲:۸۴ — بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا اِيْكَدُّوْنَ؛ بَلْ حُرْفِ اضْرَابِ ہے حکم ماقبل کو برقرار  
رکھتے ہوئے حکم مابعد کو حکم ماقبل پر زیادہ کرنے کے لئے آیا ہے یعنی قرآن کو سن کر سجدہ کرنا  
تو کجا رہا یہ اس سے بدتر عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کفار  
الٹا سے جھٹلاتے ہیں۔

۲۳:۸۴ — وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ جو انہوں نے اپنے اندر  
بھرا رکھا ہے اللہ اُسے خوب جانتا ہے؛

يُوعُونَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب (افعال) مصدر سادہ و عی

حفاظت کے لئے جمع کرنا۔ بوری یا مقیلا کو جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کر کے رکھی جائیں اس کو وعار  
کہتے ہیں اور اس کی جمع اوعیۃ ہے جیسا قرآن مجید میں ہے قَبْدًا بَاوَعِيۃً هٰذَا قَبْلَ وِعَاءِ اٰخِيۃٍ  
(۷۶:۱۲) پھر اس یوسف نے اپنے بھائی کے شیلے سے پہلے ان کے تیلوں کو دیکھنا شروع کیا۔

(راغب)

۱۲۔ اپنے اعمال ناموں میں جمع کرتے ہیں (محل)

۱۳۔ چھپاتے ہیں۔ پوشیدہ رکھتے ہیں یعنی اپنے دلوں میں (حضرت ابن عباس رضی قناده

کے نزدیک مطلب یہ کہ :-

یہ کافر لوگ اور کذاب لوگ اپنے سینوں میں کفر و عناد اور عداوتِ حق اور برے

ارادوں اور فاسد نیتوں کی جو گندگی لئے پھرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

۲۴:۸۴ — فَبَشِّرْهُم بِعَذَابِ اَلِيۡمٍ سَبِيۡۃٍ ہے تکذیب سبب بشارت ہے  
عذاب ڈرانے کی بجائے عذاب کی خوشخبری دینے کا حکم استہزاء دیا ہے (یعنی ان

کے حق میں یہی بشارت ہے)

لَبَّشُوا فَعَلَ امْرُؤًا وَاحِدًا مَذْكَرًا حَاضِرًا تَبَشِيرًا (تفعیل) مصدر، هُمُ صَمِيحٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ  
کامر جمع تکذیب کرنے والے ہیں۔ تو ان کو بشارت (خوشخبری) دیدے:

عَذَابِ ابِّ الْيَمِّ مَوْصُوفٌ صِفَتٌ دَرْدَنَاكَ عَذَابٌ:

۸۴: ۲۵ — اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ

استثنا منقطع یا استثنا متصل ہے یعنی اِلَّا کا معنی لٰكِنَّ ہے۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کو  
بشارت نہ دو جو ان میں سے ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں۔ کیونکہ ان کے لئے اجر لازوال  
ہے یا غیر ناقص (پورا پورا) ثواب ہے۔ یا بلا منت ثواب ہے۔ یہ استثناء کی علت ہے  
مَمْنُوْنٍ۔ مَنَّ رَبُّكَ بِالنَّاسِ نَصْرًا مَصْدَرٌ سَمٌّ مَفْعُولٌ كَا صَيْغَةً وَاحِدًا مَذْكَرًا كَمَ كَيْفًا هُوَا۔

قطع کیا ہوا غیر ممنون صفت ہے اجر کی جو موصوف ہے کم نہ کیا ہوا۔ غیر منقطع۔

عَذَابٌ حُرُوفٌ اسْتِثْنَاءٌ هِيَ اِسْمٌ كَيْفِيٌّ مَعْدُومٌ مَعْنَى هِيَ۔

ایسا اجر جس میں کبھی کمی نہ کی جائے گی عذاب کبھی منقطع ہو گا۔

ترجمہ: لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو بے انتہار دوامی اجر ملیگا

-----  
-----

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

# (۸۵) سُورَةُ الْبُرُوجِ مَكِّيَّةٌ (۲۲)

۸۵: ۱ — وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوجِ : و اوقسمیہ، السَّمَاءِ مقسم بہ و نیز موصوف۔  
ذَاتِ الْبُرُوجِ : معنای مضاف الیہ مل کر صفت السَّمَاءِ کی : برجوں والا۔ برجوں سے کیا  
مُراد ہے ؟ اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں !

۱۔ آسمان کے بارہ حصے۔ ان کا نام بُرج۔ ہر ایک پرستاروں کا پتہ، حد میں رکھی ہیں حساب کو“  
(موضع القرآن از شاہ عبدالقادر ۲۵: ۶۱)

علم نجوم کے جاننے والوں نے ستاروں کے حساب سے آسمان کو بارہ حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے  
ہر ایک بُرج کی اپنی خصوصیات ہیں جن کے حساب سے ماہرین علم نجوم پیشین گوئیاں کرتے ہیں یہ  
بُرج یہ ہیں :

برج بادیدم کہ از مشرق بر آوردند سر  
جبلہ در تسبیح و در تہلیل حق لایوت ؛  
چوں حمل چوں ثور چوں جوزاروہ طان واسد  
سنبہ، میزان و عقرب و قوس و جدی و حوت ؛

۲۔ بعض کے نزدیک یہ بروج منازلِ قمر ہیں۔

۳۔ بعض کا خیال ہے کہ بروج بڑے ستاروں کو کہتے ہیں۔ کیونکہ بروج کے لغوی معنی ظہور کے  
ہیں اور جو ستارے روشن اور ظاہر ہوں ان کو بروج کہتے ہیں۔

یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما و مجاہد و ضحاک، حسن، قتادہ اور سدیی کا قول ہے

اور یہ معنی مذاق عرب العریار سے زیادہ چسپاں ہیں۔

۴۔ منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں عمدہ پیدائش

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور قسم ہے آسمان برجوں والے کی :

۲:۸۵ — وَالْيَوْمِ الْمَوْعُودِ - وَاَوْعَاطِفَ، وَاَوْقَسِمَ مَحْذُوفٌ بَعْدُ - اور قِسْمُ هُوَ الْيَوْمِ الْمَوْعُودِ کی - موصوف و صفت، و وعدہ کئے ہوئے دن کی - یعنی روز قیامت کی۔

۳:۸۵ — وَشَاهِدٍ وَمَشْهُودٍ بِجَمَلِهِ عَطْفِيَّةٌ هِيَ - اس کا عطف بھی السمار پر ہے واد قسم محذوف ہے - اور قسم ہے شاہد اور مشہود کی -  
شاهد سے کیا مراد ہے :

لغت میں شاہد کے معنی سامنے ہونے والے کے ہیں - اور پاس آنے والے کے اور گواہی دینے والے کے - لفظ و سبب المعنی ہے اور اس کے کئی معنی ہیں - اس کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں -

۱۔ بعض علماء نے فرمایا کہ شاہد جمعہ کا دن ہے کہ ہر شہر اور ہر مسجد میں آتا ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے کہ تمام بلاد و اطراف سے حاجی وہاں حاضر ہوتے ہیں -

چونکہ جمعہ ہر ہفتہ میں ایک بار اور عرفہ ہر سال آتا ہے اس لئے ان کو نکرہ لایا گیا ہے اور قیامت کا دن چونکہ ایک ہی ہے اس لئے معرف باللام لایا گیا ہے :

۲۔ بعض مفسرین نے ہر ایک مجمع کو جو ذکر الہی اور دین کے لئے ہو مشہود اور جماعت کو شاہد بتایا ہے اس میں عیدین و جمعہ و عرفہ بھی شامل ہیں -

۳۔ بعض علماء نے شاہد اور مشہود میں صرف گواہی کے معنی کا لحاظ کر کے کہا ہے کہ :-  
شاہد سے مراد حق سبحانہ و تعالیٰ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے وَكَفَىٰ

بِاللَّهِ شَهِيدًا (۲۸:۴۸)

(ب) نیز حمد پیمبر اور خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ وہ قیامت میں گواہی دیں گے (ج) اور سورتوں میں مشہود توحید اور امت ہیں -

(د) انسان کے اعضاء بھی شاہد ہیں جیسا کہ فرمایا يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ  
الْسِّنُّهُمُ وَاَيْدِيهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ (۲۴:۲۴) اس صورت میں مشہود انسان کی ذات ہوگی - وغیرہ -

فَأَيْدَاؤُهُمْ : آیت ۲۱ تا ۲۲ : میں جو قسمیں آتی ہیں ان کا جواب محذوف ہے - اس کی مندرجہ ذیل صورتیں بیان کی گئی ہیں -

۱۔ اس کا جواب محذوف ہے لَتَبْعَنَّ او نحوہ - یعنی جواب قسم لتبعشن (تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے) یا ایسا کوئی اور کلام -



۲۔ بعض نے کہا ہے کہ جواب قسم ہے قَتَلَ أَصْحَابِ الْأُخْدُودِ النَّارِ لِيَكُنَ يَهْوَى  
ضعیف ہے؛ کیونکہ قسم کا جواب بغیر لام کے بہت کم آتا ہے۔

۳۔ بعض کے نزدیک إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ؛ جواب قسم ہے؛

۸۵: ۴ — قَتَلَ أَفْعَلَ ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ہے قتل کیا گیا۔ مارا گیا، برباد  
ہوا۔ بددعا یہ جملہ ہے۔ قتل ہو، مارا جائے۔ برباد ہو۔ کلام الہی میں بددعا سے مراد ہوتا ہے  
اللہ نے ان کے لئے قتل کیا جانا مقرر کر دیا۔ یا اللہ کی رحمت سے ان کو دور کر دیا گیا۔

أَصْحَابِ الْأُخْدُودِ النَّارِ — أَصْحَابُ مفعول مالم لیسیم فاعلہ۔ مضاف، الْأُخْدُودِ  
النَّارِ۔ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔

أَخْدُودٌ۔ کھائی، خندق۔ أَخَادِيدٌ جمع۔ آگ کی خندق والے لوگ۔ یعنی وہ لوگ  
جنہوں نے خندقیں کھود کر ان میں آگ جلائی اور اپنا صحیح دین نہ چھوڑنے والوں کو ان میں جھونک  
دیا۔

**فائدہ:** اصحاب الاخدود کون تھے اس کے متعلق قرآن حکیم نے صریحاً کوئی تفصیل  
نہیں بتائی۔ محض ایک فرقہ مذہب کے دوسرے فرقہ مذہب پر ظلم و استبداد کی وضاحت کے  
لئے ایک عام مثال کو بیان کر دیا ہے قرون وسطیٰ کے یورپ میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں  
اس لئے جب قرآن نے متعین کرنے کی ضرورت کو چنداں اہمیت نہیں دی تو ہمیں اس میں  
کریڈنٹ کی کیا پڑی ہے۔ پھر بھی یہی سختیوں نے اس کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے  
اور اکثریت نے اسے ذونواں کی طرف منسوب کیا ہے ذونواں حمیری خاندان سے ہیں  
کا آخری حکمران تھا۔ مذہب کا یہودی تھا۔ اس نے بخران کے عیسائی مذہب کے پیروکاروں  
کو جبراً اپنے دین سے منحرف ہو کر یہودیت قبول کرنے کی کوشش کی اور ان کے انکار پر بڑی  
بڑی خندقیں کھود کر اس میں آگ بھڑکا کر ان کو اس میں پھینک دیا۔

۸۵: ۵ — النَّارِ ذَاتِ الْوَقُودِ؛ ذَاتِ الْوَقُودِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے  
النَّارِ کی۔ یعنی ایسی آگ جو ایندھن سے بھڑکائی گئی ہو۔

وَقُودٌ یعنی ایندھن۔ جیسے اور جگہ آتا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا  
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (۲ - ۲۴) تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور  
پتھر ہوں گے۔

۸۵: ۶ — إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ؛ إِذْ طرف زمان ہے یعنی جب، جبکہ، جس وقت

طرف مکان یا حرف مفاعلات میں بھی مستعمل ہے لیکن حق یہ ہے کہ اِذْ اور اِذَا دونوں اسم طرف ہیں جن کے لئے ظرفیت لازمی ہے یعنی اکثر مواقع پر مفعول فیہ ہوتے ہیں۔

هُمَّ ضَمِيرُ جَمْعِ مَذْكَرٍ غَائِبٍ كَمَا مَرَجَعَ اصْحَابُ الْاِخْتِدَادِ هِيَ - یعنی "جب کہ وہ خود"

عَلَيْهَا میں ضمیر ہا و احد مؤنث غائب کا مرجع الاختداد ہے۔

قُعُودٌ (باب نصر) مصدر بھی اور قَاعِدٌ کی جمع بھی۔ بیٹھنے والے۔ قُعُودٌ اور جُلُوسٌ میں یہ فرق ہے کہ قُعُودٌ کے اندر طولِ مکث کی قید معتبر ہے۔ یعنی قعود کا اطلاق دیر تک بیٹھنے کے لئے ہوتا ہے اور جُلُوسٌ مطلق بیٹھنا ہے خواہ دیر تک ہو یا جلدی ختم ہو جائے۔ -  
قرآن مجید میں جہاں بھی قُعُودٌ آیا ہے یا اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے وہاں یہی معنی ملحوظ ہیں۔

اِذْ هُمْ عَلَيَّهَا قُعُودٌ، جب کہ وہ خود اس پر بیٹھے تھے۔

۸۵: ۷ - وَهُمْ سَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ؛ جملہ عالیہ ہے ترجمہ ہوگا۔

وہ آغالیکی جو وہ مومنوں کے ساتھ کرے تھے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

مَا موصولہ لَفَعْلُونَ اس کا صلہ۔ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ متعلق لَفَعْلُونَ۔ شُهُودٌ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے۔ موجودین، حاضرین۔ شَاهِدٌ کی جمع، جیسے سَاجِدٌ کی جمع سُجُودٌ۔  
۸۵: ۸ - وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ وَاَوْعَاطِفًا، مَا نَافِيَةٌ لَقَمُوا مِنْهُمْ: نَقَمُوا ماضی جمع مذکر غائب۔ نَقَمٌ باب ضَرَبَ مصدر۔ نَقَمَ... مِنْهُ وَعَلَيْهِ؛ کسی کو کسی چیز کا مجرم گردانا۔ ملامت کرنا۔ باب افتعال سے یعنی انتقام لینا۔

ترجمہ ہوگا:-

اور انہوں نے ان کو (یعنی مومنین کو) کسی عیب کا مجرم نہ پایا۔ اِلَّا (حرف استثناء) سوائے اس کے کہ۔

اَنْ يُّؤْمِنُوْا۔ اَنْ مصدریہ۔ يُّؤْمِنُوْا مضارع (منصوب بوجه عمل اَنْ) جمع مذکر غائب۔ اور بتاویل مصدر مفعول ہے فعل لَقَمُوا کا۔ کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے تھے۔  
(چونکہ لَقَمُوا ماضی ہے اس لئے يُّؤْمِنُوْا مضارع) بھی ماضی کے معنی میں ہے  
بِاللّٰهِ جَارٌ مُّجَرَّدٌ۔ اللہ پر۔

مطلب یہ ہے کہ ان مومنین کا جن کو آگ کی کھاتیوں میں پھینک کر کفارِ نظارہ کر رہے تھے اور کوئی قصور نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے تھے۔

الْعَزِيزِ (ایسا غالب اور جو اتنا بااقتدار ہے کہ اس کے عذاب کا اندیشہ کیا جاتا ہے)  
الْحَمِيدِ (ایسا مستحق حمد محسن کہ اس سے ثواب کی امید کی جاتی ہے) دونوں باری تعالیٰ  
کی صفات ہیں۔

۹:۸۵ — الَّذِي لَهُ مَلِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ : یہ بھی باری تعالیٰ کی  
صفت ہے۔ اللہ وہ ذات ہے کہ جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے  
وَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ۔ جملہ معترضہ تدریجی ہے: جملہ سابقہ کی تاکید میں  
آیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

۱۰:۸۵ — إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ، إِنَّ حَرْفَ تَخْفِيقِ  
حرف مشبہ بالفعل۔ الَّذِينَ اسم موصول فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اس  
کا صلہ۔ صلہ موصول مل کر اسمِ انّ: تَمَّ لَمْ يَتُوبُوا اسمِ انّ کے متعلق۔

فَلَهُمْ عَذَابٌ جَهَنَّمَ إِنَّ كِي جبر۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ الْحَرِيقِ: اس جملہ کا  
عطف جملہ سابقہ پر ہے یہ پہلے جملہ کی تاکید ہے۔

فَتَنُوا ماضی جمع مذکر غائب فِتْنَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ انہوں نے دکھ دیا  
انہوں نے ایذا دی۔ انہوں نے عذاب دیا۔

فَاتَنٌ کے لغوی معنی ہیں سونے کو آگ میں تپا کر کھوٹا کھرا جانا۔ یا آگ میں ڈالنا۔  
قرآن مجید میں فتنۃ کے لفظ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی کے لئے استعمال  
کیا گیا ہے مثلاً:

آزمائش کرنا۔ آزمائش میں ڈالنا۔ آفت، مصیبت، فساد۔ ایذا۔ دکھ  
عذاب وغیرہ۔

الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ دونوں فَتَنُوا کے مفعول ہیں۔  
تَمَّ لَمْ يَتُوبُوا۔ تَمَّ تراخی وقت کے لئے ہے۔ لَمْ يَتُوبُوا مضارع نفی  
جحد بلم صیغہ جمع مذکر غائب۔ تَوْبٌ (باب نصر) مصدر۔ پھر توبہ نہیں کی:  
فَلَهُمْ: ف یعنی پھر۔ انجام کار۔ تو۔

عَذَابٌ الْحَرِيقِ: مضاف مضاف الیہ۔ حَرِيقٌ۔ آگ جلانے والی۔ حَرِيقٌ باب  
نصر، مصدر سے بروزن فَعِيلٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے فَاعِلٌ مَفْعُولٌ

دونوں کے معنی دیتا ہے۔ یہاں اس آیت میں معنی آگ مستعمل ہے۔  
ترجمہ ہو گا۔

بے شک جن لوگوں نے ایذا دی مومن مردوں اور مومن عورتوں کو پھر تو یہ بھی نہ کی۔ تو ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلانے والا عذاب بھی ہے۔

۸۵: ۱۱ — اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا  
الْاَنْهَارُ اِنَّ حَرْفَ تَحْيِيْقٍ حَسْرَتٍ مَّشْبَهٌ بِالْفَعْلِ — الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ  
اسم اِنَّ — لَهُمْ جَنّٰتٌ خَيْرٌ اِنَّ — تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ — صفت جَنّٰتِ كِ  
هَآ صَمِيْرٍ كَا مَرْجٍ جَنّٰتٌ هِيَ —

ذَلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ — ذَلِكَ لِعِنِّ بَاغَاتٍ اُوْرَانِ كَيْ نِيْحِيْ جَارِي نِهْرُوْنَ كَا حَصُوْلِ يِه  
بُرِي كَا مِيَابِي هِيَ — الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ مَوْصُوْفٌ وَصْفَتِ مَلِّ كَرِ صَفْتِ ذَلِكَ كِي —  
۸۵: ۱۲ — اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ : اِنَّ حَرْفَ مَّشْبَهٌ بِالْفَعْلِ — بَطْشٌ مَضَافٌ  
اسم اِنَّ — رَبِّكَ مَضَافٌ اِلَيْهِ مَلِّ كَرِ مَضَافٌ اِلَيْهِ بَطْشٌ كَا — لَامُ تَاكِيْدِ كَا شَدِيْدٌ  
خَيْرٌ اِنَّ كِي — بَنِي شَكِّ تِيْرِي رَبِّ كِي كَرَفْتِ بُرِي سَخْتِ هِيَ —

## قَائِدًا:

اوپر ایمان داروں کو ستانے والوں اور دکھ دینے والوں کے لئے عذاب جہنم اور عذاب حریق کا اور مومنوں اور اعمال صالح کرنے والوں کے لئے باغات اور ان میں جاری و ساری نہروں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ان کے مترادف اپنی صفات ارشاد فرمائیں۔ کفار کی سزا کے مقابلہ میں فرمایا کہ اس کی گرفت بڑی مضبوط ہے اس سے کسی صورت پھینکا را نہیں مل سکیگا اور ایمان والوں کی نعمتوں کے مقابلہ میں اپنی چند صفات ارشاد فرمائیں:

۱۔ اس نے مخلوقات کو پہلی مرتبہ نیست سے بہت کیا۔

۲۔ اسی قدرت کاملہ سے وہ مرنے کے بعد نئی زندگی عطا کرے گا۔

۳۔ وہ غفور اور ودود ہے۔

۴۔ وہ صاحب عرش ہے۔

۵۔ وہ مجید ہے۔

۶۔ وہ فعال لما یرید ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے بلا تکلف کر سکتا ہے۔

۸۵: ۱۳ — اِنَّهُ هُوَ يُبْدِيْ وَيُعِيْدُ : يُبْدِيْ مُضَارِعٌ وَاَحَدٌ مُّذَكَّرٌ غَائِبٌ اِبْدَاءٌ

(افعال) مصدر سے وہ ایجاد کرتا ہے وہ تخلیق ادا کرتا ہے۔ ب و ما ذہ۔  
اسی ما ذہ سے باب افتعال سے: اِبْتَدَأَ، یعنی شہ و ع کرتا ہے۔

يُعِيدُ . مضارع موزون وائے مذکر غائب: اِعَادَةُ (افعال) مصدر سے لوٹانا۔

اعادہ کرنا۔ دوبارہ پیدا کرنا۔ و د دوبارہ پیدا کرے گا۔

۸۵: ۱۴ — وَهُوَ الْعَظِيمُ الْعَزِيزُ غَفُورٌ غَفِيرٌ (باب ضرب) مبالغہ کا صیغہ  
بہت بخشنے والا۔ غَافِرٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بخشنے والا۔

وَذُوْرٌ مَوْرَثٌ (باب سماع) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ بہت محبت کرنے والا۔ بہت  
چاہنے والا۔ ثواب دینے والا۔ وُذٌّ محبت کرنا۔ یہ بھی مصدر ہے۔

دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

۸۵: ۱۵ — ذُو الْعَرْشِ مضاف مضاف الیہ۔ صاحب عرش، عرش والا۔ تخت والا

الْمَجِيدُ بڑی شان والا۔ یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

مَجِدٌ يَمْجِدُ مَجِدٌ وَمَجَادَةٌ کے معنی کرم و شرف اور بزرگی میں وسعت اور  
پہنائی کے ہیں۔ یہ دراصل مَجِدَاتِ الْاِبْلِ کے محاورہ سے مشتق ہے جس کے معنی  
ہیں اونٹوں کا کسی وسیع اور زیادہ چارے والی چراگاہ میں پہنچ جانا؛

المجید کے معنی ہیں وہ ذات جو اپنے فضل و کرم سے نوازنے میں نہایت

وسعت اور فراخی سے کام لینے والی ہو۔

قرآن کریم کی صفت میں بھی المجید آیا ہے کیونکہ قرآن پاک بھی تمام دنیوی و

اخروی مکارم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جلیل القدر کتاب ہے، چنانچہ اسی سورۃ میں ارشاد  
باری تعالیٰ ہے بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ۔

۸۵: ۱۶ — فَعَالٌ لِّمَا يُرِيدُ، فَعَالٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ واحد مذکر ہے

بہت کام کرنے والا۔ یعنی جب بھی جس کام کو وہ کرنا چاہے اسے بلا روک ٹوک کر گزرتا ہے کوئی  
اس کے کام میں مانع نہیں ہو سکتا۔ زبردست کام کرنے والا۔ خود مختاری سے کام کرنے والا۔

مَا يُرِيدُ۔ ما موصولہ یُرِيدُ مضارع صیغہ واحد مذکر غائب اس کا صلہ اِرَادَةٌ (افعال) م

مصدر۔ فَعَالٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای هُوَ فَعَالٌ، لِّمَا يُرِيدُ متعلق خبر۔

۸۵: ۱۷ — هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ۔ جملہ استفہام تقریری ہے۔ تمہارے

پاس لشکروں کا قصہ آ ہی چکا ہے۔

۱۸:۸۵ — فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ؛ یہ الجُنُودِ سے بدل ہے یا جُنُودِ مَحْذُوفِ ہے  
یعنی فرعون اور ثمود کی فوجوں کا قصہ۔

مطلب ہے یہ کہ فرعون اور ثمود اور ان کے لشکروں کا حال تو نہیں معلوم ہی ہے کہ کفر و عناد  
میں وہ کس حد تک پہنچ گئے تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے نتیجے میں ان کے ساتھ کیا بنتی؟  
اور خدا کی طرف سے ان پر کیسا عذاب نازل ہوا۔ ایک کو دریا میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اور  
دوسرے کو ایک زلزلہ نے آیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

فَإِذَا كُذِبُوا، اوپر آیات ۱۲ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چند صفات ارشاد فرمائیں کہ اس کی گرفت  
جب وہ پکڑنا چاہے نہایت شدید ہے مخلوقات کو اس نے اولاً پیدا کیا اور اسے پھر دوبارہ  
بھی امر نے کے بعد زندہ کرے گا۔ وہ غفور ہے، و دود ہے صاحب عرش ہے عظیم المرتبت ہے  
اور یہ کہ جس امر کا وہ ارادہ کرتا ہے اسے کر گزرتا ہے کوئی اس کے ارادہ کی تکمیل میں روکاؤٹ نہیں  
ڈال سکتا۔

یہ صفات ذہن نشین کرانے کے بعد دو مٹھوس مثالیں بیان ہوئیں۔

ایک فرعون کی کہ وہ اپنے جاہ و حشم کے بل بوتے پر خدائی کا دعویٰ رکھتا تھا۔ لیکن باوجود اتنی کروفر  
کے ذلیل موت مارا گیا اور اپنے لشکر حبار کے ہمراہ سمندر میں ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا (۷۹: ۱۵ تا ۲۶)  
اور (۱۳۳ تا ۱۳۶) وغیرہ

دوسری قوم ثمود کی جو کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی یہ ایک زبردست اور پُرشوکت قوم تھی  
فوق تعمیر میں یدِ طولیٰ رکھتی تھی پہاڑوں کو تراش کر سردیوں کے عمارتیں بنانا ان کا دستور تھا۔ بت پرست  
اور ستارہ پرست تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی میں ان پر عذاب الہی ایک زلزلہ کی  
صورت میں نازل ہوا اور سوائے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے چند ایمان لانے والوں کے  
تمام قوم تباہ و برباد ہو گئی۔ (۷۳ تا ۷۹) وغیرہ

قرآن مجید میں قوم ثمود کی ہلاکت کو کہیں رجفۃ زلزلہ (۷۸: ۷) کہیں صاعقۃ کڑک  
(۱۷: ۷۱) اور کہیں صیحة جمع (۸۳: ۱۵) سے تعبیر کیا ہے۔

یہ مثالیں یعنی فرعون کی غرقابی اور قوم ثمود کی بربادی اہل مکہ کے علم میں تھیں۔  
حانت قصتہم عند اہل مکہ مشہور ہے۔ ان کی کہانی اہل مکہ میں مشہور و معروف تھی  
لہذا کفار مکہ کو چاہئے تھا کہ ان سے عبرت حاصل کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ انہوں نے

قرآن کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اٹری چوٹی کا زور لگا کر تکذیب کا ارتکاب کیا۔  
۱۹:۸۵ — بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ بَلْ حُرْفِ اضْرَابِ هِيَ مَاقِبِلِ كِي حَالَتِ كُو بِرَقَارِ  
سکتے ہوئے مابعد کے حکم کو اس پر اور زیادہ کیا گیا ہے۔

الَّذِينَ كَفَرُوا مَوْصُولٌ وَصَلَةٌ مَرَادُ اس سے کفار مکہ ہیں۔ اِی مَن قَوْمِکَ یَا مُحَمَّدُ  
رِصْلِ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (الخازن)

تکذیب جھٹلانا۔ جھوٹ کی طرف منسوب کرنا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے۔

فی تکذیب۔ اِی فی تکذیب لک و للقرآن کما کذب من کان قبلہم من  
الامم و لم یعتبروا بعین اہلکنا منهم۔ یعنی آپ کی اور قرآن حکیم کی تکذیب میں اس  
طرح منہمک ہیں جس طرح ان سے پہلی امتیں (اپنے پیغمبروں اور کتب سماوی کی) تکذیب میں  
لگی رہتی تھیں۔ لیکن ان میں سے جن (پہلی امتوں) کو ہم نے ان کے اس فعل پر ہلاک کر دیا  
ان سے انہوں نے سبق حاصل نہ کیا اس لئے یہ مکہ والے کافر لوگ پہلی امتوں کے کفار سے سزا  
کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ جو ظواہر و شواہد ان کے سامنے ہیں ان کے سامنے موجود نہ تھے۔  
سلامہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:-

بلکہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری قوم کے یہ کافر تو نزول عذاب کے گذشتہ اقوام اور  
سابق امتوں کے مقابلہ میں سزا کے زیادہ مستحق ہیں۔ انہوں نے تو گذشتہ اقوام کی ہلاکت کے  
قصے سُن بھی لئے اور ان کی بربادی کے نشانات بھی دیکھ لئے اس کے باوجود یہ قرآن کی تکذیب  
میں اس قدر منہمک ہیں کہ پچھلے کافر تکذیب انبیاء میں اتنا منہمک نہیں رکھتے تھے۔ گذشتہ آسمانی  
کتابیں نہیں تھیں اور قرآن کی عبارت بھی معجزہ ہے۔ تکذیب میں تنوین تعظیم ہے۔

(تفسیر مظہری)

۲۰:۸۵ — وَاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ۔ جملہ حالیہ ہے کفروا کے فاعل سے  
حال ہے وَّرَآءِ مصدر ہے بمعنی آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ ہر طرف ہونا۔ سوا ہونا۔ وَّرَآئِهِمْ  
ان کے ہر طرف۔

مُحِیْطٌ اِحَاطَةٌ (افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے ہر طرف سے  
گھیرنے والا۔ ہر طرف سے گرفت میں رکھنے والا۔ ایسا قابو میں رکھنے والا کہ اس سے چھوٹ  
جانا ناممکن ہو۔ اور حال یہ ہے کہ وہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

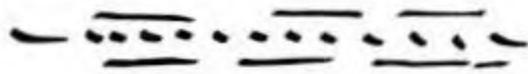
۲۱:۸۵ — بَلْ هُوَ قَوْلٌ مَّجِيدٌ۔ بَلْ حُرْفِ اضْرَابِ هِيَ مَاقِبِلِ كِي حَالَتِ كُو بِرَقَارِ

اور ما بعد کی تفسیح کے لئے آیا ہے یعنی ان کفار مکہ کی جانب سے قرآن مجید کی تکذیب صحیح نہیں کہ کبھی اس کو کسی کاہن کا کلام کہہ دیا کبھی من گھڑت کلام سے تعبیر کیا اور کبھی یہ کہا کہ یہ کسی شاعر کا کلام ہے یوں نہیں بلکہ یہ تو قرآن بڑی شان والا ہے عظیم المرتبت ہے۔

تفسیر خازن میں ہے:-

ای کریم شریف، کثیر النفع والخیر لیس ہو کما زعم المشرکون انه شعرو کہانۃ۔ یعنی کریم ہے، شریف ہے کثیر النفع والخیر اور مشرکین کے زعم کے مطابق نہ تو یہ شاعرانہ کلام ہے اور نہ کسی کاہن کا کلام۔

۲۲:۸۵ — وَفِي كَوْحٍ مَّخْفُوظٍ صِفَتٌ هِيَ كَوْحٌ كِي۔ جو ایسی لوح میں لکھا ہوا ہے جو محفوظ ہے یعنی شیطان کی دسترس اور کمی بیشی سے محفوظ ہے۔





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۸۶) سُورَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۱)

۸۶: ۱ — وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ط وَاوْقِسْمِي، السَّمَاءِ مَقْسَمٌ بِهَا، وَاوْقِسْمِي الطَّارِقِ مَقْسَمٌ بِهِ۔ السَّمَاءِ مَعْطُوفٌ عَلَيْهِ۔ الطَّارِقِ مَعْطُوفٌ، قِسْمٌ هِيَ آسْمَانُ كِي اُو ر ر ا ت كِے اُنْے وَا لَے كِی۔

الطارق اصل لغت کے اعتبار سے راستہ پکڑنے والا۔ رات کو آنے والا۔ طَرَقَ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ رات کا راہ گیر، صبح کا ستارہ، عام استعمال میں رات کو نمودار ہونے والے کو طارق کہتے ہیں۔

۸۶: ۲ — وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ؛ مَا اسْتَفْهَمِيهِ، كُونُ، كِيَا چِيزِ، اَدْرَاكَ مَا صَحِي وَا ح د م ذ ك ر غَائِبِ اِدْرَاءٌ (ا فْعَال) م ص د ر سِے كَ صَمِي م م فْعُول وَا ح د م ذ ك ر حَاضِرٍ؛ تَمْهِيں كِيَا چِيزِ تَبَا تَے۔ تَمْهِيں كُونِ تَبَا تَے، تَمْهِيں كُونِ وَا قْفِ كَرِے، خَبْر دَارِ كَرِے۔ تَمْهِيں كِيَا خَبْرٍ؟ تَمْهِيں كِيَا مَعْلُومٍ؟ كَرِے رَا ت كُونُ مُو دَارِ هُونِے وَا لَا سْتَارَه كِيَا هِے؟

۸۶: ۳ — اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ۔ جملہ مستأنف ہے اور مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ہُو النجم الثاقب۔ یہ الطارق کی تشریح ہے جیسے سوال کیا جائے کہ ما الطارق؟ جواب ہوگا ہُو النجم الثاقب؛ ترکیب توصیفی ہے (موصوف و صفت) النجم کوئی ستارہ۔ ال جنسی ہے۔ اور عہدی بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عرب ثریا کو النجم کہتے ہیں۔ اس صورت میں النجم ثریا۔ ستارہ ہوگا۔ لیکن یہاں ال جنسی ہی مستعمل ہے اور النجم سے کوئی خصوصی ستارہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ کوئی بھی ستارہ ہو۔

الثاقب - ثَقُوبٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ ثَقُوبٌ کے معنی سوراخ کرنے کے ہیں۔ اندھیرے میں روشنی کی کرن ایسے دکھائی دیتی ہے

گویا اس نے اندھیروں کی دیوار میں سوراخ کر دیا ہے، اس لئے وہ ستارہ جو نہایت چمکدار ہو اور جس کی تیز روشنی اندھیروں کو چیرتی ہوئی دور سے نظر آئے اُسے النجم الثاقب کہتے ہیں۔

لہذا آیت ہذا کا مطلب یہ ہوا کہ الطارق ایک نہایت چمکدار ستارہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ صبح کو نمودار ہونے والے ستارے کو الطارق کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ صبح کا پیغام بُر بن کر طلوع ہوتا ہے اور بڑی شان و شوکت رکھتا ہے۔

۴:۸۶ — اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيَّهَا حَافِظٌ ۚ يَهْتَدِي بِهَا سُبُلَ حَقِّهَا ۗ اِنْ نَفْسٌ كَانَتْ تَائِبَةً ۗ لَمَّا اسْتِثْنَاءِہٖ ہے گوشہ طیبہ بھی آتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ

(۶۷:۱۷) پھر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر لے جاتا ہے تم منہ پھیر لیتے ہو۔ اور بطور حرف جازم بھی آتا ہے اور لَمَّا کی طرح فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا اور ماضی منقی کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے کہ وَ لَمَّا يَدُ خُلِ الْاِيْمَانُ فِي قُلُوْبِكُمْ (۲۹:۱۳) اور ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور اِلَّا بمعنی مگر کا ہم معنی ہے

ترجمہ ہوگا۔

کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگرانِ فرشتہ مامور ہے :

۵:۸۶ — فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۗ سَبِيۡہٖ ہے نگرانِ فرشتوں کا وجود اور ہر چھوٹے بڑے عمل کا اندیشہ انداز) اس امر کا سبب ہے کہ آدمی اپنے حالات پر غور کرے :

لِيَنْظُرَ فَعَلْ اِمْرًا وَّ اِحْدَا مَذْكَرًا فَاَنْبَ (باب نصر) مصدر سے۔ چاہئے کہ وہ دیکھے۔ مِمَّ مرکب ہے مِّنْ حَرْفِ جَارٍ اور مَّا اسْتَفْہَامِيۡہٖ سے اصل میں مِّنْ مَّا تَخَّ كَسْ حِيْرَہٖ خُلِقَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، پیدا کیا گیا۔

پس آدمی خود ہی دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ جملہ مِمَّ خُلِقَ مَفْعُول ہے يَنْظُرُ کا۔

۶:۸۶ — خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۗ جَمَلٌ مُّسْتَأْنَفٌ ہے، سوالِ مقدر کا جواب ہے دَافِقٌ مَّآءٍ کی صفت ہے۔ دَفِقٌ رَّبَابٍ نصر، مصدر سے اسمِ فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ کو دینے والا۔ اچھلنے والا۔ پانی کی طرف دَفِقٌ نسبت مجازی ہے۔ دَافِقٌ اسمِ مَفْعُول بھی ہو سکتا ہے (اچھل کر نکالا گیا) جیسے کہ عِيْشَةٌ رَّا ضِيۡتَہٗ (۱۰۱:۷) میں رَا ضِيۡتَہٗ (پسند کرنے والی) یعنی مَوْضِيۡتَہٗ (پسندیدہ) ہے۔

جب دافق کا معنی یکدم بہنا۔ سرعت کے ساتھ بہنا۔ اچھل کر تیزی سے گرنا۔

لئے جائیں تو دافق کی نسبت مَاءِ کی طرف حقیقی ہوگی۔  
ترجمہ ہوگا۔

اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔

۸۶: ۷ — يَخْرُجُ مِنَ ابْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ: يَخْرُجُ فِي ضَمِيرِ فاعِلِ مَاءِ كِ  
طرف راجع ہے۔ جملہ ماء کی صفت ہے، جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔  
الصُّلْبُ - صُلْبُ کا معنی ہے مضبوط۔ اور مضبوطی کی وجہ سے ہی (اعضار انسانی  
میں سے) پشت کو صُلْبُ کہا جاتا ہے۔ اور مراد اس سے مرد کی پشت ہے۔  
التَّرَائِبُ - چھاتیاں۔ تو میت کی جمع ہے جس کے معنی چھاتی کی ہڈی اور سینہ کی پسلی  
کے ہیں۔ یہاں مراد عورت کے سینہ کی ہڈیاں ہیں۔  
ترجمہ ہوگا۔

جو پیٹھ اور سینہ کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

۸۶: ۸ — اِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهِ لَقَادِرٌ - اِنَّهُ فِي ضَمِيرِ خَالِقِ كِي طَرَفِ لَوْثِي هِي كُو لَفْظًا  
مذکور نہیں ہے مگر خَلِقَ مِنْ مَّاءٍ سے اس کا مفہوم سمجھ میں آ رہا ہے۔  
اور رَجْعِهِ میں ضمیر کا مرجع الانسان ہے رَجْعِهِ مِنْ مَّاءٍ مصدر، مضاف ہے اور  
ضمیر مضاف الیه ہے۔

لَقَادِرٌ میں لام تاکید کا ہے قَادِرٌ - قُدْرَةٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا  
صیغہ واحد مذکر ہے زبردست قدرت رکھنے والا۔  
ترجمہ ہوگا۔

وہ اس کے لوٹانے پر بھی قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

۸۶: ۹ — يَوْمَ تَبْلَى السَّرَائِرُ: يَوْمَ سے مراد یوم قیامت ہے۔ اور فعل محذوف  
اُدْكُرُ کے مفعول ہونے کی وجہ سے يَوْمَ منصوب ہے

تُبْلَى فعل مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ وہ آزمائی جائے گی، وہ جانچی جائے گی  
اس کا امتحان کیا جائے گا۔ بَلَاءٌ - بَلَوٌ (باب نص) مصدر۔ ب ل ی، ب ل و مادہ  
صاحب صیغہ القرآن تَبْلَى کے متعلق اپنی تفسیر کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔  
تُبْلَى کے دو معنی بتائے گئے ہیں۔

۱۔ تَبْلَى - یعنی تُظْهِرُ - یعنی اس دن تمام راز و فاش (ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ کوئی

بات پوشیدہ نہیں ہے گی۔

۱۲۔ دوسرا معنی۔ تَبْلِي - تَمْتَحِن - تَخْتَبِر (قرطبی) ان کو پرکھا جائے گا۔ کھوٹا کھرا الگ الگ کر دیا جائے گا۔

جن اسرار کو فاش کرنے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے ان میں وہ باتیں بھی ہیں جن کو صرف کرنے والا تو جانتا تھا لیکن دوسرے لوگوں کو اس کا علم ہی نہ ہو سکا۔ یا علم تو ہوا لیکن اس کے پس پردہ جو نیت کا فرما تھی وہ صیغہ راز میں رہی اور بعض راز ایسے ہیں کہ جن کا کرنے والے کو بھی علم دنیا میں نہ ہو سکا۔ یعنی جو کام اس نے کئے ہیں اس کے نتائج کیسے نکلے اور ان نتائج کے اثرات کہاں تک اور کب تک موجود رہے یہ ساری باتیں اس روز کھول کر سامنے رکھ دی جائیں گی

السِّرَامِيُّ سِرِّيَّةٌ كِي جَمْع - راز، پوشیدہ باتیں - مجید۔ اسی وزن پر قَبِيلَةٌ كِي جَمْع قَبَائِلٌ ہے۔

ترجمہ ہو گا۔

یاد کرو اس دن کو جب سب راز فاش کر دیئے جائیں گے۔

۸۶: ۱۰ - فَمَّا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ - وَ عَاطِفٌ مَبْعُثٌ بِمَعْنَى بَعْرٍ - مَا نَافِيَةٌ - لَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُذَكَّرٌ غَائِبٌ الْإِنْسَانِ كَمَا لَمْ يَكُنْ هُوَ -

مِنْ قُوَّةٍ جَارٍ مَجْرُورٍ - طَاقَتٌ، زَوْرٌ، مَبْعُثٌ تَوْرٌ (اس روز) الْإِنْسَانِ كَمَا كَوْنِي زَوْرٌ هُوَ كَمَا

اور نہ کوئی مددگار (جو اتے عذاب سے بچالے) نَاصِرٍ كَمَا عَطْفٌ قُوَّةٍ پَرِہے۔

۸۶: ۱۱ - وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ - حَمَلَةٌ قَسْمِيَّةٌ هِيَ ذَاتِ الرَّجْعِ مَضَافٌ مَضَافٌ إِلَيْهِ

مَلٌ كَرِصْفَتِ السَّمَاءِ كِي - الرَّجْعُ (بَابُ ضَرْبٍ) مَصْدَرٌ مَبْعُثٌ آتَا، لَوْطٌ آتَا - مَيْثَةٌ، بَارَشٌ

یہاں بطور اسم یعنی بارش استعمال ہوا ہے۔ یعنی قسم ہے آسمان بارش والے کی۔

۸۶: ۱۲ - وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ - اس آیت کا عطف آیت سابقہ پر ہے وَالْأَرْضِ ذَاتِ

اور قسم ہے زمین کی۔ ذَاتِ الصَّدْعِ مَضَافٌ مَضَافٌ إِلَيْهِ مَلٌ كَرِصْفَتِ هِيَ الْأَرْضِ كِي

الصَّدْعِ - صَدَعٌ يَصْدَعُ (بَابُ فَتْحٍ) مَصْدَرٌ سَمْعِيٌّ شَكَا فِتَّةً هُوْنَا - مَبْطِنًا، شَقٌّ هُوْنَا

یہاں زمین سے کھیتی کا بھوٹ نکلتا مراد ہے۔ قسم ہے زمین کی جس سے کھیتی بھوٹ نکلتی ہے

۸۶: ۱۳ - إِنَّهُ لَقَوْلُ فَضْلٍ - حَمَلَةٌ جَوَابٌ قَسْمٌ هِيَ لَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُذَكَّرٌ غَائِبٌ كَمَا مَرَجَعُ

الْقُرْآنِ هِيَ - (رُوحُ الْمَعَانِي، الْخَازِنُ، بِيضَاوِي)

إِنَّ حَرْفٌ مَشَبَّهُ بِالْفِعْلِ لَا ضَمِيرٌ اسْمٌ إِنَّ لَقَوْلُ فَضْلٍ اسْمٌ كِي خَبْرٌ قَوْلُ فَضْلٍ

موصوف و صفت فَضْلٌ باطل سے حق کو الگ کرنے والا کلام،

بلاشبہ یہ (قرآن) حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔

۱۴:۸۶ — وَ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ یہ قول کی صفت ثانی ہے، هَزْلٌ (باب سَمْع، ضرب)

مصدر ہے بمعنی کھیل کرنا۔ بے ہودگی کرنا۔ یہاں بطور اسم مستعمل ہے بمعنی بیہودہ کھیل۔ اور یہ (کلام) بیہودہ یا کھیل اور دل لگی نہیں ہے۔

۱۵:۸۶ — اِنَّهُمْ يَكِيدُوْنَ كَيْدًا۔ انہم میں جمع مذکر غائب کا

مرجع مشترکین مکہ ہیں۔ (الخازن)

يَكِيدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب كَيْدٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی خفیہ تدبیر کرنا۔ كَيْدًا مفعول مطلق (تاکید کے لئے)۔

ای یجتالون بالمکر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وذلك حين اجتمعوا

فی دار الندوة وتشاوروا فیہ (الخازن)

یعنی جب وہ اپنے چوپال میں جمع ہوئے ہیں اور باہم مشورہ کرتے ہیں تو نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مکر و فریب کی خفیہ تدبیریں سوچتے ہیں۔

۱۶:۸۶ — وَ اَکِيدُ كَيْدًا۔ اَکِيدُ مضارع واحد متکلم كَيْدٌ (باب ضرب) مصدر

کَیْدًا مفعول مطلق۔ میں بھی خفیہ حیلہ و تدبیر کرتا ہوں۔ یعنی ان کو ڈھیل دیتا ہوں (یعنی ان کو اس راستہ پر چلاتا ہوں کہ بالآخر وہ اپنی سازش میں ناکام رہیں۔ یا ان کو آخرت میں

ان کے فریب کی سزا دوں گا)

۱۷:۸۶ — فَمَهْلٍ الْکَافِرِيْنَ۔ ف سببیہ ہے مَهْلٍ فعل امر واحد مذکر حاضر۔

تَمَهْلٌ (تفعیل) مصدر۔ تو مہلت دے۔ یعنی چونکہ میں خود ان سے نیٹ رہا ہوں

جب چاہوں گا ان کی کرتوتوں کا ان کو مزہ چکھا دوں گا آپ ان کافروں کو ذرا مہلت دیں

ان کی ہلاکت کے لئے بددعا نہ کریں۔ اور ان کی فوری سزایابی کے لئے پریشان نہ ہوں

اَمْهَلْهُمْ رُوْدًا۔ یہ پہلے حکم مہلت کی تاکید ہے۔ مَهْلٌ اور اَمْهَلْ دونوں

کے ایک ہی معنی ہیں۔ محض تغیر لفظی ہے۔

رُوْدًا مھوڑی سی مہلت۔ اسم فعل ہے۔ ابن خالویہ کہتے ہیں یہ اصل میں

اِرْدَادًا ہے۔ یہ رُوْدًا اس کی تصغیر ہے۔ رُوْدًا کے معنی مہلت دینے اور مھڑنے

کے ہیں کہا جاتا ہے اَمْشٍ مَشِيًا رُوْدًا۔ آہستہ چل۔ جلدی نہ کر۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الا تقان میں لکھا ہے۔  
 رُوَيْدًا اسم ہے ہمیشہ مُصَغَّرٌ اور ماوربہ ہو کر بولا جاتا ہے یہ رُوْدٌ کی  
 تصغیر ہے جس کے معنی مہلت کے ہیں۔

ترجمہ ہوگا:-

پھر تم ڈھیل دو منکروں کو۔ ڈھیل دو ان کو۔ صبر کرو۔

(ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی رح)

== :: :: :: :: ==

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۸۷) سُوْرَةُ الْاَعْلٰی مَكِّيَّةٌ (۱۹)

۸۷:۱ — سَبَّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی: سَبَّحَ فعل امر واحد مذکر حاضر تَسْبِيْحٌ (تفعلیل) مصدر سے۔ تو تسبیح کر، تو پاکی بیان کر، تو عبادت کر۔  
اسْمَ مفعول سَبَّحَ کا مضاف رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر اسْمَ کا مضاف الیہ اپنے رب کے نام کی۔

الْاَعْلٰی صفت ہے رَبِّ کی۔ عَلُوُّ باب نصر، مصدر سے اور عَلَا يَعْلُوْا کا مصدر ہے۔

ترجمہ ہوگا:-

(اے پیغمبر) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو۔

بعض علماء کا قول ہے کہ آیت میں اسم سے مراد ذات مسمیٰ ہے جیسے آیت مَا لَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ اِلَّا اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ (۴۰:۱۲) جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں (یہاں اسماء سے مراد مسمیٰ ہیں) یعنی بُت۔  
بعض علماء کے نزدیک لفظ اسْمَ زائد ہے۔ مراد یہ ہے کہ زبان سے اپنے رب کی پاکی بیان کرو۔

۸۷:۲ — الَّذِيْ خَلَقَ فَسُوْیَ - الَّذِيْ خَلَقَ موصول وصلہ مل کر رب کی صفت ثانی ہے۔

فَسُوْیَ کا عطف الَّذِيْ (موصول ماقبل) پر ہے ای وَالَّذِيْ فَسُوْیَ (پاکی بیان کرو اس رب کی) کہ جس نے (انسان کو) پیدا کیا۔ اور پھر مٹیک بنایا۔ (فَسُوْیَ بھی رب کی صفت ہے) یعنی اس نے انسان کو پیدا کیا اور پیدا کر کے یونہی بے ڈول اور

بے کار نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس کو ٹھیک اور درست بھی کیا جس کے لئے جس عضو اور جس قوت کی اور صورت کی حاجت تھی وہی اس کو عطا کی۔

۸۷: ۳ — وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ ۙ (یہ بھی رب کی صفت ہے) اور رب تعالیٰ وہ ذات ہے کہ پیدا کرنے کے ساتھ ہی اپنی مشیت کے مطابق چیزوں کے اجناس، انواع، افراد، مقادیر، احوال، افعال، رزق اور مدت بقاء کو مقرر کر دیا۔

قَدَّرَ رَفَعْدِي (تفعل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے سوچ کر۔ غور کر کے اندازہ کیا۔ مثلاً یہ اندازہ کر لیا کہ یہ حیوان تمام عمر میں اس قدر کھائے گا۔ اور اتنے دنوں جئے گا اور اتنے اندازہ کردہ ایام میں اتنی مقرر کردہ خوراک ہضم کرنے میں اس کو قوت ہضم کی یہ مقدار ضروری ہوگی۔ اپنی مدت العمر میں اس کو اتنا چلنا پھرنا ہوگا۔ اور اس مسافت کے طے کرنے کے لئے اس کی ٹانگوں اور پاؤں میں اس قدر قوت درکار ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَهَدَىٰ۔ ف عاطفہ، هَدَىٰ فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هِدَايَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے رہنمائی کی۔ یعنی اس کی ضروریات کی تحصیل کے لئے اس کی راہنمائی کی۔

مجاہد نے کہا :-

انسان کو اچھائی برائی، سعادت شقاوت کا راستہ بتا دیا۔ حیوانات کو چراگاہوں کا چارہ نکالا۔

۸۷: ۴ — وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَىٰ (یہ بھی رب کی صفت ہے۔ وہ ذات جس نے المَرْعَىٰ اسم ظرف مکان۔ چراگاہ۔ جانوروں اور انسانوں کی خوراک، یعنی گھاس غنہ۔ پھل وغیرہ، اصل میں رَعَىٰ کے معنی ہیں جانور کی حفاظت کرنا۔ اس کو باقی رکھنا حفاظت کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ خوراک کے ذریعے سے۔

۲۔ دشمنوں سے نگرانی کر کے۔

۳۔ مناسب انتظام کر کے۔ اچھی سیاست کر کے، حقدار کو اس کا حق دے کر۔ ہر چیز کا اس کے مناسب لحاظ کر کے۔

ان ہی معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے مرعیٰ چرواہے کو بھی کہتے ہیں اور حاکم کو بھی



اور ہر نگران کو بھی۔

۸۷: ۵ — فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَىٰ؛ فَ بِمعنی پھر۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الْمَرْعَىٰ ہے۔

غُثَاءٌ مفعول ثانی جَعَلَ کا۔ بمعنی سیلاب کا کوڑا اور جھاگ؛  
 ہو ما یقذف بہ السیل علی جانب الوادی من الحشیش والنبا:  
 سیلاب کا کوڑا اور جھاگ، سوکھے سڑے گلے پتے۔ (روح المعانی)  
 غ ث و۔ حروف مادہ غُثًا یَغْثُو ارباب نصر غُثُو مصدر  
 الْغُثَاءُ ہانڈی کی جھاگ، اور وہ کوڑا کرکٹ جسے سیلاب بہا کر لاتے۔ یہ ہر اس  
 چیز کے لئے ضرب المثل ہے جسے بوجہ بے سود ہونے کے ضائع ہونے دیا جائے۔  
 (المفردات)

أَحْوَىٰ۔ غُثَاءٌ کی صفت ہے۔ کالا سیاہ مائل بہ سبزی، سرخ مائل بہ سیاہی۔  
 ترجمہ ہو گا۔

پھر اس (المرعی) کو کالا سیاہ مائل بہ سبزی کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ (اس میں مخلوق  
 خصوصاً حضرت انسان کی انتہا کی طرف کس عمدہ پیرایہ میں اشارہ ہے کہ جس سے غور کرنے والے  
 دل پر چوٹ لگتی ہے۔) (تفسیر حقانی)  
 ۸۷: ۶ — سَنُقَرِّبُكَ فَلَا تَنْسَىٰ؛ مَنْ جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو خالص  
 مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے پھر خود اس کا ایک جز بن جاتا ہے اس لئے مضارع میں کوئی  
 عمل نہیں کرتا۔

نُقَرِّبُكَ۔ نَقَرَّوْا مضارع جمع منکلم اقْرَأُوْا (افعال) مصدر ک ضمیر مفعول  
 واحد مذکر حاضر۔ ہم آپ کو پڑھا دیا کریں گے۔

النَّقَرَاءُ (ق ر ع مادہ) بمعنی عورت کو حیض آنا کے ہیں۔ مثلاً قَرَّوَتْ الْمَرْءَةُ  
 عورت کو حیض آنا شروع ہو گیا۔ عورت حیض میں آگئی۔ اس کے اصل معنی طہر سے حیض میں  
 داخل ہونے کے ہیں۔ اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لئے دونوں پر اس  
 کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لئے بحیثیت مجموعی وضع کیا گیا  
 ہو وہ ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاسکتا ہے مثلاً لفظ مائتہ کو دسترخوان اور کھانا دونوں  
 کے مجموعہ کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے لہذا قَرَّوَتْ نہ صرف

حیض کا نام اور نہ صرف طہر کا (بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے) اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے ذاتِ قرء نہیں کہا جاتا اور ایسے ہی حالض جسے متواتر خون آ رہا ہو۔ اور نفساء (صاحبِ نفاس) کو بھی ذاتِ قرء نہیں کہتے۔ اور آیت کریمہ **يَتَرَبَّصَّنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ** (۲: ۲۲۸) تین حیض تک اپنے تئیں روکے رکھیں میں تین مرتبہ طہر سے حالتِ حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔

بعض اہل لغت کا قول ہے کہ۔

**قُرُوءٌ** کا لفظ **قُرُوءٌ** سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں تو انہوں نے زمانہ طہر کو اور زمانہ حیض کو جمع کرنے کے معنی کا اعتبار کیا ہے کیونکہ زمانہ طہر میں خون رحم میں جمع ہوتا رہتا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

**الْقِرَاءَةُ** کے معنی حروف و کلمات کو ترتیل میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ ایک حرف کے بولنے کو قرات نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ ہر عام چیز کے جمع کرنے پر بولا جاتا ہے لہذا **الْقَوْمِ** کے بجائے **قُرُوءِ الْقَوْمِ** کہنا صحیح نہیں ہے (المفردات)

لہذا القراءۃ کے معنی ہوئے حروف اور کلمات کو حسن تناسب کے ساتھ منظم اور مرتب کر کے ادا کرنا (پڑھنا) **اِقْرَأْتُ فُلَانًا كَذَا** کے معنی کسی کو کچھ پڑھانے کے ہیں اسی طرح **سَنَقِرُ نُكَ فَلَآ تَنْسِي** آیت ہذا کا ترجمہ ہو گا۔

ہم تمہیں پڑھا دیں گے کہ تم فراموش نہ کرو گے۔

**فَلَآ تَنْسِي** کہ تم بھولو گے نہیں۔ **تَنْسِي نِسْيَانٌ** سے (بابِ سَمْع) مصدر (یعنی بھولنا۔ فراموش کرنا) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

**لَا تَنْسِي** کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے تو نہیں بھولے گا۔ یعنی ہم قرآن مجید کو تمہارے یوں ذہن نشین کرائیں گے کہ تم پھر اس کو نہیں بھولو گے۔

۲۔ فعل نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے سنی کے بعد الفت کی زیادتی فواصل آیات کی رعایت سے کر دی گئی ہے۔ ہم اسے تم کو پڑھا دیں گے پس تم اسے نہ بھولنا۔

۸۷: ۷ — **إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ**۔ صاحب تفسیر منظر ہی اس کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں۔

”مگر جس کا فراموش کیا جانا اللہ چاہے وہ تم کو فراموش ہو جائے گا۔“

اور تفسیر جہور کے موافق اس سے مراد قرآن کا وہ حصہ ہے جس کی تلاوت بھی منسوخ

ہوگئی اور حکم بھی جیسے آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ آيَةٍ أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّمَّهَا أَوْ مِثْلَهَا (۲: ۱۰۶) ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کر دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں (میں فرمایا ہے۔  
النساء) فراموش کر دینا، بھی نسخ ہی کی ایک قسم ہے اس تشریح کی بنا پر آیت میں دو طرح کا معجزہ ہے۔

۱۔ اول نسیان بالکل نہ ہونا باوجودیکہ نسیان انسان کے فطری عوارض میں سے ہے  
۲۔ آئندہ ہونے والی چیز کی پہلے خبر دینا (یہ کل تفصیل اس صورت میں ہوگی جب کہ فَلَا تَنْسِي كُو فَعْلٍ مَنفِي قَرَارٍ دِيَا جَانِي تُو اسْتِثْنَار كَا مَعْنِي يِه هُو كَا كِه قَرَان كِي يَاد دَا شْت كِه مَطَابِق وَاجِب هِي لَكِيْن اَكْر خُدَا هِي فَرَامُوش كَرَا دِيْنَا چَا هِي تُو اَدْمِي مَعْدُور هِي۔ (تفسیر مظہری)

**فائدہ**۔ ان آیات سَنُقْرِئُكَ ..... الخ کی تفسیر میں بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام جب وحی لاتے تھے تو آپ اس خوف سے کہ کہیں کچھ بھول نہ جاؤں جبریل کے ساتھ ساتھ جلدی جلدی پڑھتے جاتے۔ یہ آپ کے لئے بڑی مشقت تھی اس مشقت کے دور کرنے کو یہ آیات نازل فرمائیں کہ آپ بھول جانے کے اندیشہ کو دل سے نکال دیجئے۔ اس کا یاد کرانا ہمارا کام ہے آپ نہیں بھولیں گے اِلَّا مَا مَشَاءَ اللّٰهُ مگر جس قدر خدا چاہے کہ بشریت کی وجہ سے آپ کو نسیان یا سہو ہو جائے نہ یہ کہ بالکل ڈھول ہو جائے (تفسیر حقانی)

اِنَّهُ يَعْلمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰی یہ جملہ ماقبل کا تغلیل ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے ضمیر شان ہے بعد کا جملہ مفسرہ ہے جو ؤہ کی خبر ہے۔

يَعْلَمُ عَلِمَ (باب سَمِعَ) مصدر سے بمضارع واحد مذکر غائب۔

الْجَهْرَ (باب فَتْحَ) مصدر بمعنی زور سے کہنا۔ زور سے ظاہر کرنا۔ ظاہر ہونا۔ آشکارا ہونا اصل میں دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کا کھلم کھلا ظاہر ہونے کا نام جہر ہے۔ یہ يَعْلَمُ کا مفعول اول ہے۔

وَمَا يَخْفٰی۔ واو عاطفہ، ما موصولہ یخفی مضارع واحد مذکر غائب اخفاء و افعال مصدر سے۔ بمعنی پوشیدہ ہونا۔ صلہ۔ موصول اور صلہ مل کر مفعول ثانی ہے يَعْلَمُ کا۔

ترجمہ ہو گا۔

بے شک وہ جانتا ہے ہر اس کو جو ظاہر ہے اور (ہر اس کو) جو پوشیدہ ہے۔  
 ۸:۸۷ — وَ نُیْسِرُكَ لِیُسْرِیْ وَاَوْعَاطِفُہٗ۔ نُیْسِرُكَ كَا عَطَفَ سُنُقِرُكَ پَرِ  
 ہم تیرے لئے آسان بات کو سہل کر دیں گے۔

نُیْسِرُ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم تَیْسِرُ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے ك ضمیر واحد مذکر  
 حاضر۔ تیرے لئے ہم سہولت پیدا کر دیتے ہیں یا کر دیں گے۔ یُسِرُ ضَدَّہٗ عُسْرُكَ۔  
 آسانی، سہولت۔

الْیُسْرِیْ۔ واحد مَوْث اسم تفضیل معرف باللام۔ الْیُسْرُ واحد مذکر یُسِرُ مصدر  
 یُسِرُ یُسِرُ كَا۔ (آسان ہونا)۔ آسان (شرعیّت) یا عملِ جنت، یعنی عمل خیر (ابن عباس رضی  
 آسان طریقہ۔ یعنی وہ عمل جو رضائے الہی کے حصول کا سبب ہو۔) (معالم التنزیل)

صاحب تفسیر ضیاء القرآن اس آیت کی تشریح میں حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔  
 حقیقت میں شریعت اسلامیہ کا بنایا ہوا طریقہ بڑا آسان ہے کیونکہ اس کے قوانین فطرت  
 انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اس کے صلاحیتوں کی نشوونما میں بڑے معاون ثابت ہوئے ہیں  
 لیکن بعض لوگ جن کے مزاج بگڑ چکے ہوتے ہیں انہیں اس راہ پر قدم اٹھانا بڑا مشکل معلوم  
 دیتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ وہ اس دین کو قبول کرنا آسان بنا دے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کے لئے اس  
 کار بند رہنا آسان بنا دیا ہے اسی لئے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا كَانَ خُلُقِہٖ  
 الْقُرْآنُ، آپ کا خلق قرآن تھا۔

۹:۸۷ — فَذَكِّرْ: وَ سَبِّیْہٖ ہٖ ذَكِّرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَذَكَّرُ (تَفْعِيلٌ)  
 مصدر۔ تو یاد دلا۔ تو سمجھا۔ تو نصیحت کر، یا۔ تو سمجھاتا رہ۔ تو یاد دلاتا رہ، تو نصیحت کرتا رہ۔ یعنی  
 جب قرآن اور شریعت کو ہم نے تمہارے لئے آسان کر دیا تو تم اس کے ذریعے سے دوسروں کو  
 ہدایت کرتا رہ۔

اِنَّ تَفَعَّلْتَ الذِّكْرٰی۔ اِنَّ شَرْطِیَہٗ۔ تَفَعَّلْتَ مَاضِیْ واحد مَوْث غَآبٌ تَفَعَّلَ (بَابِ  
 فَتْحٍ) مصدر بمعنى نفع دینا۔ نفع مند ہونا۔ اصل میں تَتَّ ساکن تھی بعد کو آنے والے لفظ کے ساتھ  
 ملانے کی وجہ سے متحرک ہو گئی۔ لِاَنَّ السَّاكِنِ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ؛ کہ جب

ساکن کو حرکت دی جائے گی تو کسرہ کی حرکت دی جائے گی۔  
ترجمہ۔ اگر مفید ہو۔ ماضی شرط کی وجہ سے مہنی مستقبل ہوگئی :  
الذِّكْرُ الْكُرْبِيُّ (باب نصر) سے مصدر ہے۔ نصیحت کرنا، ذکر کرنا۔ یاد دہند، موعظت۔  
کثرتِ ذکر کے لئے ذِکْرُی بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر ان مخاطبین کو کسی قدر بھی نفع ہو جانے کی توقع ہو تو آپ  
ان کو سمجھاتے رہئے۔

گذشتہ حکم مضمون جزا پر دلالت کر رہا ہے اس لئے اس شرط کو جزا کی  
فائدہ کا : ضرورت نہیں۔

بعض علماء کا قول ہے کہ بار بار نصیحت کرنے کے باوجود بعض لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس  
ہونے کے بعد پھر (حکم تذکیر کے بعد) اس جملہ شرطیہ کو لانے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان کو دکھ میں نہ ڈالیں۔ اور ان بے ایمانوں کی حالت پر افسوس ذکر  
جیسا کہ آیت (۵۰ : ۴۵) میں آیا ہے وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (آپ ایمان لانے پر ان کو  
مجبور کرنے والے نہیں ہیں۔

بعض عالموں نے کہا ہے کہ بظاہر یہ شرطیہ کلام ہے لیکن حقیقت میں بے ایمانوں کی  
مذمت اور نصیحت کے اثر آفرین نہ ہونے کا اظہار ہے (تفسیر مظہری)

۸۷ : ۱۰ — سَيَذَّكُرُ سَيِّنَ کے لئے ملاحظہ ہو، ۸۷ : ۶ متذکرۃ الصدر۔ يَذَّكُرُ  
مضارع واحد مذکر غائب تَذَكَّرُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ یہ اصل میں يَتَذَكَّرُ تَفَعَّلُ کو  
ذال میں مدغم کیا۔ يَذَّكُرُ ہو گیا۔ نصیحت پکڑے گا۔

مَنْ يَخْشَى . مَنْ مَوْصُولٌ، يَخْشَى (صَلَّمَ) مضارع واحد مذکر غائب خَشِيَ  
(باب سَمِعَ) مصدر۔ یعنی ڈرنا۔ مَنْ يَخْشَى جو ڈرتا ہے۔

۸۷ : ۱۱ — وَيَتَجَدَّبُهَا إِلَّا شَقِيًّا . اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ يَتَجَدَّبُ  
مضارع واحد مذکر غائب تَجَدَّبُ (تَفَعَّلُ) مصدر۔ ہا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب  
کا مرجع الذِّكْرُ الْكُرْبِيُّ ہے۔ اور اس کو ترک کرتا ہے۔ اس سے دور رہتا ہے۔ اس سے پرے  
(ایک طرف) رہتا ہے۔

إِلَّا شَقِيًّا . شَقِيًّا يَشْقَى شِقْوَةً وَشَقَاوَةً (باب سَمِعَ) مصدر سے افعل

التفضیل کا صیغہ۔ بڑا بد بخت۔ بڑا بد قسمت۔

ترجمہ ہوگا۔

اور اس نصیحت سے تو بد بخت ہی الگ رہتا ہے۔

۱۲:۸۷ — الَّذِي يَصَلِي النَّارَ الْكُبْرَىٰ يَجِدُهَا بُرْءًا فَسَمَتْ —  
پڑے گا۔

يَصَلِي مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَذْكَرٌ غَائِبٌ صَلَّى ر بَابِ سَمِعَ مَصْدَرٌ سَهُ وَهُ دَاخِلٌ هُوَ كَمَا — وَهُ طَرِيْقًا  
النَّارَ الْكُبْرَىٰ — مَوْصُوفٌ وَصِفَتُهُ مَلٌّ كَرْمَفْعُ يَصَلِي كَا — كُبْرَىٰ كَبِيْرٌ كَامُوْنٌ هُوَ —  
۱۳:۸۷ — لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيَىٰ — اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا يَمُوْتُ  
فَعْلٌ مَضَارِعٌ مَنْفَىٰ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ — مَوْتُ د بَابِ نَصَرَ مَصْدَرٌ — وَهُ نَهِيْنٌ مَرَّ كَا — فِيْهَا  
مِيْنٌ هَا ضَمِيْرٌ وَاحِدٌ مَوْتٌ غَائِبٌ كَامَرْجِ النَّارِ هُوَ —

لَا يَحْيَىٰ مَضَارِعٌ مَنْفَىٰ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ — حَيَاتٌ ر بَابِ سَمِعَ مَصْدَرٌ اُوْرٌ نَزَّجَتْ كَا —  
یعنی نہ وہ خوشگوار زندگی ہی پائے گا۔

۱۴:۸۷ — قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ — قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور  
اس کو زمانہ حال سے قریب کر دیتا ہے۔

اَفْلَحَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ اس نے فلاح پائی  
اس نے کامیابی یا مقصد کو پا لیا۔ وہ مراد کو پہنچا۔

مَنْ تَزَكَّىٰ — مَنْ مَوْصُوْلٌ — تَزَكَّىٰ ماضی واحد مذکر غائب تَزَكَّىٰ (تَفَعَّلَ) مصدر  
سے جس کے معنی زکوٰۃ دینے اور پاک ہونے کے ہیں۔ وہ پاک ہوا۔ وہ سنور گیا۔

۱۵:۸۷ — وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ — ذَكَرَ كَا عَطْفٌ تَزَكَّىٰ پْر هُوَ — اُوْر صَلَّى كَا  
عطف ذکر پر ہے۔

اور جو اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا پس وہ فلاح پا گیا۔

۱۶:۸۷ — بَلْ تُوْشِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا — تُوْشِرُوْنَ مَضَارِعٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ  
اِيْتَاْرٌ ر اَفْعَالٌ مَصْدَرٌ سَهُ تَمَّ اِخْتِيَارٌ كَرْتَهُ هُوَ — تَمَّ تَرْجِيْحٌ لِيْتَهُ هُوَ — تَمَّ اِسْتَدْرَاكٌ هُوَ (نیز ملاحظہ ہو

۲۳۸:۷۹)

بَلْ حروفِ اضْرَابِ هُوَ مَاقِبِلٌ سَهُ اِعْرَاضٌ اُوْر مَآبِعِدٌ كَا اِقْرَارٌ — یعنی اے بد بختو (خطاب  
کفار مکہ سے ہے) تم نہ تزکیہ کرتے ہو نہ اللہ کی یاد کرتے ہو نہ نماز پڑھتے ہو بلکہ آخرت کی زندگی پر

دنوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ (تفسیر مظہری)

بل اس کلام مقدرہ سے اعراض ہے جس کی طرف سیاق کلام (رفتار کلام، ترتیب کلام) دلالت کر رہا ہے۔ اور جو تم نہیں کر رہے ہو بلکہ تم دنیا کی لذاتِ فانیہ و عاجلہ (جلدی ہاتھ آنے والی) کو آخرت کی نعمتوں پر جو کہ باقی رہنے والی اور بہتر ہیں ترجیح دے رہے ہو۔ (تفسیر حقانی) ترجمہ ہوگا:-

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دے رہے ہو۔

الْحَيَاةَ الدُّنْيَا مَوْصُوفٌ صِفَتٌ مَلِكٌ مَفْعُولٌ هُوَ تَوَثُّرُونَ كَا۔  
۸۷: ۱۷ — وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَى۔ وَأَوْحَالِيهِ هِيَ الْآخِرَةُ مُبْتَدَأٌ خَيْرٌ  
وَأَبْقَى اس کی خبر۔

جملہ یُوَثُّرُونَ کے فاعل سے حال ہے۔ خَيْرٌ۔ اَخِيْرٌ کے معنی میں افعْلُ التَّفْضِيْلِ کا صیغہ بھی ہے اور اسم بھی۔ اس صورت میں اس کی جمع خِيَارٌ وَاخِيَارٌ ہوگی؛ کے اَبْقَى۔ بَقَاءٌ سے افعْلُ التَّفْضِيْلِ کا صیغہ ہے۔ اگر یہ لفظ اللہ کی صفت ہوگا تو اس معنی سدا باقی رہنے والا کے ہوں گے۔ ورنہ دیر تک رہنے والے کے ہوں گے۔ ترجمہ ہوگا:-

حالانکہ آخرت کا گھر بہتر اور سدا رہنے والا ہے۔

۸۷: ۱۸ — اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِیْ۔ اِنَّ حَرْفِ تَحْقِیْقِ، بے شک،  
هٰذَا یہ مضمون۔ جو اَفْلَحَ سے جو تھی آیت تک مذکور ہے (تفسیر مظہری و خازن)

۲۔ شروع سے لے کر وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَاَبْقَى تک (جریر، ابن ابی حاتم عن ابن زید)  
۳۔ قَدْ اَفْلَحَ سے لے کر آخر تک (مدارک التنزیل)

الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِیْ مَوْصُوفٌ وَصِفَتٌ، پہلے صحیفوں میں۔ گذشتہ انبیاء کی آسمانی

کتابوں میں۔

۸۷: ۱۹ — صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوسٰی یہ بدل ہے الصُّحُفِ الْاُولٰٓئِیْ سے  
یعنی منجملہ اور آسمانی کتابوں کے حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ (علیہما السلام) کے  
صحیفے بھی تھے ان میں بھی یہی مضمون مذکور ہے۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۸۸) سُورَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ (۲۶)

۸۸:۱ — هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ ط هَلْ اسْتَفْهَمَ اِقْرَارِي هَي؟  
یعنی بے شک تمہارے پاس آگئی۔

یا هَلْ مَبْنِي قَدْ مَبْنِي هُو سَكْتَا هَي يَعْنِي تَحْقِيقُ تَمَّارِي هَي اس آچکی ہے :  
اَتَاكَ، اَتَى: اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب كَضْمِيرِ  
مَفْعُولِ وَاحِدٍ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ تِيرِي هَي اس آئی۔ آچکی۔ آگئی۔  
حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ مَضَافٌ مِضَافٌ اِلَيْهِ مَلَّ كَرَّ اَتَى كَا فَاعِلٌ - حَدِيثٌ مَبْنِي بَاتِ  
الْغَاشِيَةِ - عَشِيٌّ وَغِشَاءٌ (باب سَمْعٍ) مَصْدَرٌ سَمْعٌ مِمَّا فَعَّلَ كَا صَيغَةُ وَاحِدٍ مَوْثِقَةٌ هَي  
ہر چھپا لینے والی۔ ڈھانک لینے والی۔ چھا جانے والی چیز۔ یہ اصل وصفی معنی ہے لیکن مراد  
قیامت ہے۔ اس لئے کہ اس کی ہولناکیاں سب پر چھا جائیں گی (جلالین، المفردات)  
حاصل مطلب یہ کہ لغوی اعتبار سے وصفی معنی تھا۔ کسی چیز کا نام نہ تھا۔ لیکن قرآنی  
اصطلاح میں قیامت کا علم بن گیا۔

ترجمہ ہوگا:-

بے شک تمہارے پاس قیامت کی خبر آچکی (اس طرز سے سوال کرنے میں سامع  
کی پوری توجہ اور آئندہ کلام کو حضورِ دل سے سنوانا مقصود ہے۔  
۲۸۸ — وَجُودٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ وَجُودٌ وَجْهٌ كِي جَمْعٌ - چہرے۔ کثرت کو  
ظاہر کرنے کے لئے تنوین لائی گئی ہے، یعنی بہت سے چہرے۔  
یا تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہو۔ یعنی کافروں کے چہرے، چہروں سے مراد  
ہیں چہروں والے۔ ای صاحب وجوہ:  
يَوْمَئِذٍ - اس روز۔ اس کا تعلق غَاشِيَةِ سے ہے یعنی غاشیہ کے دن



بہت سے چہرے :  
 خَاشِعَةٌ : خُشُوْعٌ (باب سمع) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے  
 ذلیل ہونے والی۔ خوار، عاجزی کرنے والی۔ دب جانے والی۔ غم اور حقارت کی وجہ سے ذلیل  
 ترجمہ ہو گا۔

اس روز (قیامت کے دن) بہت سے چہرے ذلیل و خوار ہوں گے۔

۳: ۸۸ — عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ، عَامِلَةٌ مِّنْ عَمَلٍ (باب سمع) مصدر سے اسم  
 فاعل کا صیغہ واحد مؤنث : عمل کرنے والی۔ محنت کرنے والی۔ مشقت کرنے والی۔ (مھکی  
 ہوئی)

نَاصِبَةٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ عاجز، مصیبت میں  
 مبتلا ہونے والی۔

یہ بھی وُجُوْہٌ مبتدأ کی خبر ہے۔ یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے (یا چہرے  
 والے) اپنے دنیاوی اعمال کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوں گے اور مشقت سے عاجز اور مصیبت  
 میں مبتلا ہوں گے۔

۴: ۸۸ — تَصَلَّىٰ نَارًا أَحَامِيَّةً یہ جملہ بھی وُجُوْہٌ کی خبر ہے (دہکتی ہوئی آگ میں پڑے ہوں گے)  
 تَصَلَّىٰ۔ صَلَّىٰ سے (باب سمع) مصدر۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ آگ میں  
 پڑیں گے۔ وہ آگ میں داخل ہوں گے: نَارًا أَحَامِيَّةً موصوف و صفت مل کر تَصَلَّىٰ کا  
 مفعول۔

حَامِيَّةً۔ حَمَى (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث یعنی دہکتی  
 ہوتی۔ گرم تیز۔

۵: ۸۸ — تُسْقَىٰ مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَّةٍ۔ یہ جملہ بھی وُجُوْہٌ مبتدأ کی خبر ہے۔ ان کو  
 کھولتے چشمے کا پانی پلایا جائے گا۔

تُسْقَىٰ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب : سَقَىٰ (باب ضرب) مصدر سے۔  
 اسے پلایا جائے گا۔ وہ پلانی جائے گی۔ عَيْنٍ اٰنِيَّةٍ موصوف و صفت، سخت ابلتا ہوا  
 چشمہ۔ سخت کھولتا ہوا چشمہ۔

اٰنِيَّةٍ۔ اَنَىٰ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔  
 اَنَى الشَّيْءُ اس کا وقت قریب آگیا۔ وہ اپنی انتہا اور بختگی کو قریب پہنچ گئی۔

اِكْنَى الْحَمِيمِ بِأَنِي حَرَارَتِ فِي أُنْفِهَا كَوْبَهِنَجٍ كَيْبَا۔

عَيْنِ اِنْفِيَةِ : وہ چشمہ جس کا پانی حرارت میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہو۔ گرم المبتا ہو کھولتا ہوا۔

عَيْنِ اِنْفِيَةِ : میں عَيْنِ (بوجہ عمل مِنْ) حرف جار مجرور ہے اور اِنْفِيَةِ اپنے موصوف کی مطابقت میں۔

فَايْدَا : خَاشِعَةٌ، عَامِلَةٌ، نَاصِبَةٌ : اسم فاعل کے صیغے واحد مونث ہیں لیکن بمعنی جمع و جَوْءُ کے لئے آئے ہیں۔ اسی طرح تَصْلَى وَ تَسْقَى واحد مونث کے صیغے بمعنی جمع و جَوْءُ کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔

۶ : ۸۸ — لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اہل نار کے حال کے بیان میں۔ حال ان کا یہ ہوگا کہ ان کی خوراک ضریح کے علاوہ کچھ نہ ہوگی۔

ضَرِيْعٍ کے متعلق حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

ضَرِيْعٍ ایک چیز ہے ایلوے (ناگ بھینی خاندان کا ایک پودا) سے زیادہ تلخ، مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم، شوک یعنی کانٹے کی طرح ہوگی۔ جب کسی کو کھلائی جائے گی تو نہ اس کے پیٹ میں اترے گی نہ منہ تک اٹھ کر آئے گی۔ (زیچ میں پھنس جائے گی) نہ فریبی پیدا کرے گی اور نہ بھوک کو دفع کرے گی اور اس کے درمیان اس کو (کھولتا ہوا) پانی پلایا جائے گا۔

سعید بن جبیر کا قول ہے کہ ضریح زقوم (تھوہر) ہے۔ مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے کہ ایک خاردار گھاس ہوتی ہے قریش اس کو شبرق کہتے ہیں لیکن جب اس کی لکڑی سوکھ جائے تو اسے ضریح کہتے ہیں۔ یہ بدترین خوراک ہے۔ ابن ابی زید نے کہا ہے کہ۔

دنیا میں جس خاردار خشک جھاڑ میں پتے نہ ہوں وہ ضریح ہے اور آخرت کا ضریح آگ کا جھاڑ ہوگا۔

۷ : ۸۸ — لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِي مِنْ جُوعٍ : یہ ضریح کی صفت ہے (جو) نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک دور کرے گا۔

لَا يُسْمِعُ مَضَارِعَ مَنْفَىٰ وَاحِدٌ مَّذْكَرٌ غَائِبٌ - اِسْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ وہ فریب (موٹا) نہیں کرتا ہے یا کرے گا۔ سَمَعٌ گھٹی۔ سَمِيعٌ موٹا۔

وَادَّعَا طِفْلٌ لَا يُغْنِي مَضَارِعَ مَنْفَىٰ وَاحِدٌ مَّذْكَرٌ غَائِبٌ اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ دفع نہیں کرے گا۔ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ یعنی زدہ بھوک کو دور کرے گا۔

جُوْعٌ - بھوک :

۸۸ : ۸ — دَوُّ جُوْعَةٍ يَوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ - وَجُوْعَةٌ - مَبْتَدَاً - نَاعِمَةٌ اس کی خبر۔ یَوْمَئِذٍ خبر کا ظرف۔ بہت چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔

نَاعِمَةٌ: نَعُوْمٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے خوش، تروتازہ ہشاش بشاش۔

۸۸ : ۹ — لِسَعِيْهَا رَاضِيَةٌ : لام تَعْلِيلٌ کا نہیں بلکہ مَعْنَى ب ہے اور متعلق خبر ہے۔ اسی رَاضِيَةٌ لِسَعِيْهَا - (وَجُوْعَةٌ) مَبْتَدَاً - رَاضِيَةٌ خبر بعد خبر۔ لِسَعِيْهَا متعلق خبر لِسَعِيْهَا مضاف مضاف الیہ اس کی سعی۔ اس کی کوشش ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کے لئے ہے :

ترجمہ ہو گا۔ وہ اپنی کاوشوں پر خوش ہوں گے۔ (ضیاء القرآن)

اپنی کوشش سے خوش ہوں گے (تفسیر حقانی) تشریح میں لکھتے ہیں۔

اپنی دنیاوی کوششوں سے جو انہوں نے اللہ کی راہ میں کی تھیں خوش ہوں گے کہ ہماری کوششیں نیک ثمرہ لائیں۔

انہوں نے اللہ کی اطاعت میں رہ کر دنیا میں جو کوششیں کی تھیں آخرت میں ان کا ثواب دیکھ کر وہ خوش ہوں گے۔

اِی لِسَعِيْهَا فِی الدُّنْيَا رَاضِيَةٌ فِی الْاٰخِرَةِ حَيْثُ اَعْطِيَتْ الْجَنَّةَ بِعَمَلِهَا دُنْيَا مِیْنِ اِپْنِی کُوْشِشُوْں پَر اٰخِرَت مِیْنِ خُوْشِشِ هُوْں گے جِب ان کے اَعْمَال کے بدلے مِیْنِ انہیں جَنّت عطا کی جائے گی۔

۸۸ : ۱۰ — فِی جَنَّتِ عَالِيَةٍ - اِی وَجُوْعَةٍ يَوْمَئِذٍ رَاضِيَةٌ فِی جَنَّةٍ عَالِيَةٍ یعنی اکثر چہرے قیامت کے روز عالی مرتبہ اور بلند مقام والی جنت میں خوش ہوں گے۔

فِی جَنَّةٍ - خبر وَجُوْعَةٍ کی عالیہ صفت ہے جنت کی۔ یعنی عالی مرتبہ۔ بلند مقام۔ رَع ۸۸ : ۱۱ — لَا تَسْمَعُ فِيْهَا لِاَغْيَةٍ : یہ جملہ جنت کی صفت ہے۔ لَا تَسْمَعُ مَضَارِعَ مَنْفَىٰ وَاحِدٌ مَّذْكَرٌ حَاضِرٌ، تو (اے مخاطب) نہیں سنے گا اس میں کوئی لغوبات ہا ضمیر واحد

مَوْنَتْ غَائِبٌ جَنَّةَ كَلْتَهُ هِـ

لَا غِيْبَةً مَفْعُولٌ هِـ لَا تَسْمَعُ كَا۔ لَغَا يَلْغُو الْغَوُّ وَلَا غِيْبَةٌ بَرُوزُنْ فَاعِلَةٌ  
(باب نصر) مصدر ہے۔ بغیر سمجھے بوجھے بولنا۔ بیہودہ بولنا۔ اول نول بکنا۔ لغو سے اسم  
فاعل کا صیغہ واحد مَوْنَتْ بھی ہے۔ بگو اس۔ بیہودہ بات،  
۱۲:۸۸ — فِيهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ یہ جملہ بھی جَنَّةَ کی صفت ہے وہاں بہتا چشمہ  
ہوگا۔

فِيهَا اِي فِي جَنَّةٍ۔ عَيْنٌ جَارِيَةٌ موصوف و صفت، عَيْنٌ بمعنی چشمہ عِيُونٌ  
جمع۔ جَارِيَةٌ۔ جَرِيٌّ۔ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مَوْنَتْ جاری  
رواں۔ جَارِيَةٌ کشتی کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی سطح آب پر چلتی ہے۔  
۱۳:۸۸ — فِيهَا سُرٌّ مَرْفُوعَةٌ یہ جملہ بھی جنت کی صفت ہے۔ سُرٌّ جمع ہے  
سُرُورٌ کی۔ السُّرُورُ تخت، وہ کہ جس پر ٹھاٹھ سے بیٹھا جاتا ہے۔ یہ سُرُورٌ سے مشتق ہے  
کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں۔

مَرْفُوعَةٌ رَفَعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مَوْنَتْ ہے  
بلند۔ اوپر اٹھائی ہوئی۔ اور اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔  
۸۸: و وَاكْوَابٌ مَوْضُوعَةٌ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور آنجورے  
قرینے سے لکھے ہوئے۔

اَكْوَابٌ جمع كَوْبٌ کہ جس کے معنی اس پیالہ کے ہیں جس کا دستہ دکنڈام نہ ہو  
مَوْضُوعَةٌ۔ وَضَعُ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مَوْنَتْ ہے؛  
(قرینہ سے) لکھے ہوئے۔ اور (اس میں قرینے سے) لکھے ہوئے آنجورے ہوں گے  
۸۸: ۱۵ — وَنَمَارِقٌ مَصْفُوفَةٌ اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔  
نَمَارِقٌ جمع نَمْرُقَةٌ واحد۔ بمعنی تکیے۔ گدے۔ سہارا لینے کے لئے تکیے۔ گاو تکیے  
مَصْفُوفَةٌ، صَفٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول واحد مَوْنَتْ۔ صفوں میں  
لگے ہوئے، قطار در قطار لگے ہوئے۔

۸۸: ۱۶ — وَزَرَائِبٌ مَبْثُوثَةٌ زَرَائِبٌ محل کے نہالچے۔ زَرَائِبٌ کی جمع  
ہے: ایک قسم کا عمدہ کپڑا ہے اور ایک موضع کی طرف منسوب ہے تشبیہ اور استعارہ  
کے طور پر یعنی فرش کے بھی آتا ہے۔ قاموس میں ہے۔ زَرَائِبٌ قالیچے اور فرش ہیں۔  
یا ہر وہ چیز جو بچھائی جائے۔  
بَثٌّ (باب نصر) ضرب (مصدر سے اسم مفعول کا

صیغہ واحد مؤنث پھیلانا۔ غبار اڑانا۔ مَبْثُوثَةٌ پھیلا ہوا۔ بکھرا ہوا۔ لمبے چوڑے  
 سمجھے ہوئے فرش۔ اصل میں بَثَّ کے معنی ہیں کسی چیز کو متفرق اور پر آگندہ کرنا۔ جیسے  
 بَثَّ الرِّيحُ التُّرَابَ۔ ہوائے خاک اڑائی یا فَكَانَتْ هَبَاءً مُبْبَثًّا (۶: ۵۶)  
 پھر وہ منتشر ذرات کی طرح اڑنے لگیں، یا كَالْفَرَاشِ الْمُبْثُوثِ (۴: ۱۰۱) منتشر  
 پتنگوں کی طرح۔

۸۸: ۱۷ — أَفَلَا يَنْظُرُونَ إِلَى الْإِبِلِ: علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ نے جنت کے  
 اوصاف بیان فرمائے تو گمراہ لوگوں کو تعجب ہوا اور انہوں نے اس کی تکذیب کی تو اللہ  
 تعالیٰ نے آیت أَفَلَا يَنْظُرُونَ نازل فرمائی۔

صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ آیت وَسُورٌ مَّرْفُوعَةٌ نازل ہوئی اور رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ تختوں کی بلندی اتنی اتنی ہوگی۔  
 اور أَكْوَابٌ مَّوْضُوعَةٌ کی تشریح میں فرمایا کہ وہ بے شمار ہوں گے ان کی گنتی مخلوق نہ  
 کر سکے گی اور تکیوں کا طول اور مسندوں کا عرض حضور نے بیان فرمایا تو کافروں نے تکذیب  
 کر دی اور کہنے لگے کہ ان تختوں پر چڑھنا کیسے ممکن ہوگا اور اتنی کثرت سے کوزے اور اتنے  
 لمبے تکیے اور اتنی چوڑی مسندوں کا فرش کیسے ہوگا۔ دنیا میں تو کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں آیا  
 اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت أَفَلَا يَنْظُرُونَ نازل فرمائی۔ اس میں استفہام زجری ہے  
 وَ عَطْفٌ كَلَمَةً لَمْ يَكُنْ فِيهَا عَطْفٌ اور معطوف علیہ محذوف ہے رَاى يَعْجِبُونَ فَلَا يَنْظُرُونَ؛  
 کیا وہ تعجب کرتے ہیں کیا وہ نہیں دیکھتے.....»

إِلَى الْإِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ۔ اونٹوں کی طرف کہ کیسے پیدا کئے گئے۔ یعنی کن کن  
 عجیب و غریب خصوصیات کے حامل بنائے گئے۔

منجملہ دیگر خصوصیات کے اتنا لمبا جانور حبیب بیٹھتا ہے تو دوزانہ جھک جاتا ہے  
 پھر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اونٹوں کی طرح وہ تخت بھی مومنوں کے بیٹھنے کے لئے جھک سکتے ہیں  
 الْإِبِلِ اسم جنس ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے اسی رعایت کے  
 خُلِقَتْ صیغہ واحد مؤنث غائب لایا گیا ہے۔ خُلِقَتْ خَلْقٌ (باب نصر) مصدر سے  
 ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ وہ پیدا کی گئی۔

۸۸: ۱۸ — وَإِلَى السَّمَاءِ كَيْفَ دَفَعَتْ حَمَلَهُ سَابِقًا لَهَا۔ (پھر کیا وہ

آسمانوں کو (نہیں دیکھتے کہ) کس طرح ان کو بلند کیا گیا ہے (فلکیات کا سارا نظام اس میں آگیا ہے)

۸۸: ۱۹ — وَالْإِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ: کیا یہ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے ہیں۔

نُصِبَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب نَصَبٌ (باب ضرب) مصدر سے معنی نصب کرنا: کھڑا کرنا۔ گاڑنا۔ کَيْفَ نُصِبَتْ کیسے ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں اور جیسے ہوئے ہیں کہ باوجود اتنے طول اور جسامت کے ادھر ادھر نہیں جھکتے۔

۸۸: ۲۰ — وَالْإِلَى الْأَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ: اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہمواری کے ساتھ اس کا فرش بچھایا گیا ہے۔

سُطِحَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب سَطْحٌ (باب فتح) مصدر سے وہ بچھائی گئی۔

السَّطْحُ مکان کے اوپر کے حصے یعنی چھت کو کہتے ہیں اور سَطْحَتْ  
الْبَيْتِ: کے معنی چھت ڈالنے کے ہیں۔ لیکن سَطْحَتْ الْمَكَانَ کے معنی کسی جگہ کو چھت کی طرح ہموار کرنے کے ہیں۔

فَايِدًا: آیات ۱۷ تا ۲۰ تک سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر یہ لوگ آخرت کی یہ باتیں سن کر کہتے ہیں کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو کیا یہ خود اپنے گرد و پیش کی دنیا پر نظر ڈال کر انہوں نے کبھی نہ سوچا کہ یہ اونٹ کیسے بن گئے؟ یہ آسمان کیسے بلند ہو گیا؟ یہ پہاڑ کیسے قائم ہو گئے؟ یہ زمین کیسے بچھ گئی؟ یہ ساری چیزیں اگر بن سکتی تھیں اور بنی ہوئی ان کے سامنے موجود ہیں۔ تو قیامت کیوں نہیں آسکتی؟ آخرت میں ایک دوسری دنیا کیوں نہیں بن سکتی؟ دوزخ اور جنت کیوں نہیں ہو سکتیں؟ (تفہیم القرآن)

۸۸: ۲۱: فَذَكِّرْ — ف ترتیب کا ہے۔ امر بالبعد کا ماقبل پر مترتب ہونا۔

ذَكِّرْ: فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَذَكَّرَ (تَفَعَّلَ) مصدر سے۔ تو یاد دلاتا رہ۔ تو نصیحت کرتا رہ۔ تو سمجھاتا رہ۔ یعنی آپ دلائل متذکرہ بالا کی روشنی میں ان کو

سمجھائیں۔ نصیحت کریں۔  
إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ: تحقیق تم نصیحت کرنے والے ہی ہو۔ یعنی آپ کا کام ان کو

نصیحت کرنا ہے۔ آپ کا ذمہ صرف نصیحت پہنچا دینا ہے۔ یہ نصیحت کرنے کی علت کا بیان ہے۔  
مَذَكِرٌ تَذَكِيرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ نصیحت کرنے والا۔  
یاد دلانے والا۔

۲۲:۸۸ — لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّرٍ — المصيطر — المسيطر — المسلطُ على  
الشيءٍ ليشرف عليه ويتعهد احواله ويكتب عملا، یعنی وہ شخص جس کو  
کسی پر مسلط کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی نگرانی کرے۔ اس کے احوال کی خبر رکھے اور  
اس کے اعمال کو لکھتا ہے۔ اُسے مصیطر کہتے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے  
سَيِّطْرًا مصدر سے جس کے معنی ہے کسی کام پر مقرر ہونا، ذمہ دار ہونا۔ لہذا مصیطر  
کے معنی ہوتے ذمہ دار۔ مقرر۔ نگران۔

اس آیت میں اِنَّمَا اَنْتَ مَذَكِرٌ کے مفہوم کی تاکید ہے یعنی آپ کا ذمہ صرف  
نصیحت کرنا ہے وہ غور نہ کریں یا نصیحت نہ بکریں تو آپ ذمہ دار نہیں ہیں۔ یہی مطلب  
آیت وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (۵: ۴۵) اور آپ ان پر بردستی کرنے والے نہیں ہیں  
کا ہے۔

۲۳:۸۸ — اِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ: استثناء منقطع ہے۔ اِلَّا — لَكِنَّ کے معنی ہیں،  
مَنْ تَوَلَّىٰ جملہ شرطیہ ہے وَكَفَرَ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ہر دو جملے شرطیہ ہیں  
اور اگلی آیت جواب شرطیہ ہے۔

تَوَلَّىٰ ماضی واحد مذکر غائب تَوَلَّىٰ (تَفَعَّلَ) مصدر سے ہے جس کے معنی  
پیٹھ پھیرنے۔ منہ موڑنے۔ روگردانی کرنے کے ہیں۔

كَفَرَ اس نے (اللہ کا) انکار کیا

ترجمہ ہوگا۔

لیکن جس نے (ایمان سے) روگردانی کی اور (اللہ کا) انکار کیا۔

۲۴:۸۸ — فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ: وَ جواب شرط کے لئے ہے  
يُعَذِّبُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَعَذَّبَ (تَفَعَّلَ) مصدر۔ وہ عذاب  
دے گا۔ ۴ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ موصوف و صفت بدل کر عَذَابَ کا مفعول۔

ترجمہ ہوگا: تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا۔

## فَائِدَةٌ

ایمان سے روگردانی کرنے والوں کو اور اللہ کا انکار کرنے والوں کو اس دنیا میں بھی کئی قسم کے عذاب ملیں گے مثلاً مہوک، قحط، قتل، بیماری وغیرہ۔ لیکن یہ عذاب، آخرت کے عذاب (یعنی عذاب جہنم) سے دکھ اور تکلیف میں بہت کم درجے کے ہوں گے اور آخرت کا عذاب ان تمام عذابوں سے بہت بڑا اور دردناک ہوگا۔

۸۸: ۲۵ — اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ — اِنَّ حَسْرَةَ مِثْلِهِ بِالْفِعْلِ اِيَابَهُمْ مضاف مضاف الیه مل کر اسم اِنّ — اِلَيْنَا — اس کی خبر۔ اِيَاب مصدر ہے اب يُوْبُ کا (باب نصر) ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ لوگ ہیں جو ایمان سے پھر گئے۔ اور اللہ کے منکر ہوئے

ترجمہ :-

بے شک ان کو پھر کر ہمارے پاس ہی لوٹنا ہے۔

اُوْب اس کا مادہ ہے۔ اَلْاُوْبُ گو اس کے معنی رجوع ہونے کے ہیں لیکن رجوع کا لفظ عام ہے۔ جو حیوان اور غیر حیوان دونوں کے لوٹنے پر بولا جاتا ہے لیکن اُوْبُ کا لفظ خاص کر حیوان کے ارادہ لوٹنے پر بولا جاتا ہے۔ اب، اُوْبًا، اِيَابًا، مَاْبًا، وہ لوٹ آیا۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهِ مَاْبًا (۹: ۷۸) جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانہ بنائے۔

اَلْاُوْبُ - تَوَابٌ سے صیغہ مبالغہ ہے۔ یعنی وہ شخص جو معاصی کے ترک اور فعل طاعت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

قرآن مجید میں ہے :- اِكْلِ اُوَابٍ حَفِيْظٍ : (۳۲: ۵۰) یعنی ہر رجوع لانے اور حفاظت کرنے والے کے لئے۔

۸۸: ۲۶ — ثُمَّ اِنَّا عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ : ثُمَّ تَرَاخَىٰ فِي الرُّتْبَةِ كَلْبٌ لِّسَبِّهِ

بے شک ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے :-

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۱۸۹) سُورَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (۳۰)

۱:۸۹ — وَالْفَجْرِ وَاقْسِمِ بِهٖ الْفَجْرِ مَقْسَمٍ بِهٖ —

الفجر سے کیا مراد ہے اس میں کئی اقوال ہیں:-

- ۱۔ الفجر: سے مراد ہر روز کی فجر مراد ہے (ابن عباس، عکرمہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
- ۲۔ اس سے مراد نماز فجر ہے (عطیہ، رضا۔

۳۔ اس سے مراد محرم کے پہلے دن کی فجر مراد ہے۔ اسی سے دنیا کا سال چھوٹتا ہے (قتادہ)

۴۔ اس سے مراد ماہ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ کی فجر ہے کیونکہ اس سے ذوالحجہ کی دس راتیں (ابتدائی عشرہ) متصل ہے۔ (ضحاک)

۲:۸۹ — وَكَيْالٍ عَشْرِ — وَادْعَاطِفَ هٖ جِسِّ كَا عَطْفِ الْفَجْرِ بِرَبِّهٖ كَيْالٍ عَشْرِ

موصوف و صفت (عددی) مل کر مقسم بہ۔ وادْعَاطِفَ مَحْذُوفٌ۔ اور قسم ہے دس راتوں کی۔ اس سے کون سی دس راتیں مراد ہیں۔ ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں۔ رمضان کی آخری دس راتیں۔ محرم کی پہلی دس راتیں۔ تینوں قول ہیں۔

۳:۸۹ — وَالشَّفَعِ وَالْوَتْرِ: وَادْعَاطِفَ هٖ جِسِّ كَا عَطْفِ حَسْبِ حَمَلِهِ سَابِقَهُ الْفَجْرِ بِرَبِّهٖ۔ وَادْعَاطِفَ مَقْدَرَهُ۔ الشَّفَعِ۔ الْوَتْرِ مَقْسَمٌ بِہٖ۔ اور قسم ہے الشفع کی۔ اور الوتر کی۔

الشفع والوتر کی تشریح میں صاحب تفسیر ضیاء القرآن لکھتے ہیں۔

دو اس کے بعد فرمایا: قسم ہے الشفع کی (یعنی جفت کی) اور الوتر (طاق) کی اس کے مصداق کے بارے میں متعدد اقوال ہیں: ان میں سے مجھے یہ قول پسند ہے کہ شفع سے مراد مخلوق اور وتر سے مراد خالق۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عطیہ، مجاہد، اور دیگر جلیل القدر علماء تفسیر نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی تشریح یوں کی ہے کہ ساری مخلوق دو، دو،

کفر و ایمان، ضلالت و ہدایت، سعادت و شقاوت، لیل و نہار، زمین و آسمان، بحر و بر، شمس و قمر، جن و انس، مذکر و مؤنث، زندگی اور موت، عزت و ذلت، علم اور جہالت۔ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تمام شانوں اور صفات میں یکتا ہے، اور طاق ہے۔ وہاں زندگی ہے موت نہیں۔ عزت ہے ذلت نہیں ہے۔ علم ہے جہالت نہیں ہے۔ قوت ہے ضعف نہیں ہے۔ اس کی ذات بھی یکتا ہے اور صفات بھی یکتا ہیں۔ الشفع کے معنی کسی چیز کو اس جیسی دوسری چیز کے ساتھ ملا دینے کے ہیں۔ اور جفت چیز کو شفع کہا جاتا ہے۔ الشفاعة کے معنی دوسرے کے ساتھ اس کی مدد یا سفارش کرتے ہوئے مل جانے کے ہیں۔ عام طور پر کسی بڑے باعزت آدمی کا اپنے سے کمتر کے ساتھ اس کی مدد کے لئے شامل ہو جانے پر بولا جاتا ہے اور قیامت کے روز شفاعت بھی اسی قبیل سے ہوگی۔

الْوَتْرُ: یہ ضد ہے الشفع کی، الشفع (جفت جو دو پر تقسیم ہو سکے) الوتر (طاق۔ جو دو پر تقسیم نہ ہو سکے)

**فائدہ ۵:** الشفع والوتر سے کیا مراد ہے علماء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق اپنی تاویل کو دلائل سے ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمام معانی ہی مراد ہوں۔

۸۹: ۴ — وَاللَّيْلِ إِذَا يَسْرِ — وَأَوْعَاطِفَ، وَأَوْقَسْمِيَّةٍ مَّقْدَرَه — اللَّيْلِ سے مراد جنسِ شب ہے کوئی رات ہو۔

مجاہد اور عکرمہ کے نزدیک مزدلفہ کی رات مراد ہے۔

إِذَا: بمعنی اس وقت۔ جس وقت۔ جب۔ ظرفِ زمان ہے اور قسم کے بعد واقع ہو تو زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسے یہاں اس آیت زیر مطالعہ میں۔

اور جبکہ قرآن مجید میں ہے وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ (۵۳: ۱) اور قسم ہے تار کی جب وہ گرنے لگے۔ ڈھلنے لگے۔

يَسْرِ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَوَّيٌّ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی رات کو چلنا۔ شبِ روی۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى

لِعَبْدٍ لَا يَلِدُ مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى (۱: ۱۷۱) پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔  
یَسْرًا صِلَ فِي لَيْسَرِي تَحَا. صِي كُو حَذَفَ كِيَا كِيَا هِي۔

۸۹: ۵ - هَلْ فِي ذَلِكَ قَسَدٌ لِّذِي حِجْرٍ جَمَلٌ اسْتَفْهَامٌ تَقْرِيرِي هَيَّ يَعْنِي بِي فَشَكَّ  
اور قَسَدٌ فِي تَنَوُّنٍ تَعْلِيمٌ كِي هِي۔ يَعْنِي بِلَا شَبَهٍ اَشْيَا مَزْكُورَه كِي قِسْمِ عَظِيمِ الشَّانِ كَانِي هِي  
كيونكہ جن چیزوں كِي قِسْمِ كَهَانِي گئی هِي وہ بہت بڑی هِيں اللہ كِي قَدْرَت كِي عَجُوبِہ كَارِي اور حَكْمَت كِي  
نَدْرَت كَا ان سِي پتہ چلتا هِي۔

ذِي حِجْرٍ - مضاف مضاف الیہ (بِحَالَتِ جَرِّ) صَاحِبِ عَقْلِ، دَانَا۔ يِهْ اَلْحَجْرُ  
سِي هِي۔ جس كِي مَعْنِي سَخْتِ پتھر كِي هِي۔ چنانچہ قرآن مجید ميں هِي۔ فَهِيَ حَا النِّجَارَةَ اَوْ  
اَشَدُّ قَسْوَةً (۷: ۲) گویا وہ پتھر هِيں بلكہ ان سِي مَبِي زِيَادَه سَخْتِ۔ اَلْحَجْرُ وَالتَّحْجِيرُ  
كِي مَعْنِي هِيں كِسِي جگہ پر پتھروں سِي احاطہ كرنے كے۔ كِهَا جَاتَا هِي حَجْرَتُه حَجْرًا فَهُوَ مَحْجُورٌ  
اور جس جگہ كے ارد گرد پتھروں سِي احاطہ كيا گيا هُو سِي حَجْرٌ كِهَا جَاتَا هِي۔ اس لِي عَظِيمِ  
كعبہ اور ديارِ ثَمُود كُو حَجْرٌ كِهَا گيا هِي۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ؛  
(۸۰: ۱۵) اور (وادی) حجر كے رهنے والوں نے مَبِي پیغمبروں كِي تَكْذِيبِ كِي۔

اور حَجْرٌ (پتھروں سِي احاطہ كرنَا) سِي حِفَاظَتِ اور رُكْنِي كِي مَعْنِي لِي كَرِ عَقْلِ  
انسانی كُو مَبِي حَجْرٌ كِهَا جَاتَا هِي۔ كيونكہ وہ مَبِي انسان كُو نَفْسَانِي بِي اِعْتِدَالِيوں سِي رُكْنِي هِي  
مَثَال كِي لِي اِيْتِ زِيْرِ مَطَالَعِ كُو مَبِي رَكْهِيں۔

## فائدہ: ان آیات (۸۹: ۱ تا ۴) كِي تَفْسِيْرِي مفسرين كے درميان بہت اختلاف

پایا جاتا هِي۔ حَتَّى كِي جَفْتِ و طَاقِ كِي بارے ميں تو ۳۶ اقوال ملتے هِيں، بعض روایات ميں  
ان كِي تَفْسِيْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي طَرَفِ مَنسُوبِ مَبِي كِي گئی هِي ليكن حَقِيقَتِ يِهْ هِي  
كِي كُوْنِي تَفْسِيْرِ حَضُورِ صَلِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِي تَابِتِ نَهِيں هِي وَرَنَهْ مَمْكُنِ نَهْ تَحَا كِي صَحَابِہ اور تَابِعِيْنِ  
اور بعد كے مفسرين ميں سِي كُوْنِي مَبِي اَبِي كِي تَفْسِيْرِ كِي بعد خود ان آیات كِي تَعْيِيْنِ كرنے كِي  
جسرات كرتا۔ (تَفْهِيْمِ الْقُرْآنِ جِلْدِ شَمِ عَاشِيَهْ زِيْرِ اِيْتِ ۸۹: ۵)۔

## فائدہ آیات ۱ تا ۴ ميں مذكور قسموں كَا جَوَابِ الْقِسْمِ مَحْذُوفِ هِي (۱) لَتَبْعَانِ

ثُمَّ لَتُنَبَّوْنَ بِمَا عَمِلْتُمْ (ایسر التفاسیر) (قسم ہے ان چیزوں کی) تم ضرور دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو تمہارے اعمال سے متنبہ کیا جائے گا۔  
۲۔ جواب قسم مقدر ہے کہ منکروں کو ضرور سزا ہوگی۔

بعض کے نزدیک آیت ۱۴۔ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمُرْصَادِ (جواب القسم ہے۔ کما فی الجبلین جس پر آئندہ کلام قرینہ ہے جس میں منکرین سابقین کی تغذیب کا ذکر ہے۔  
(بیان القرآن)

۶:۸۹۔ اَلَمْ تَرَ: ہمزہ استفہامیہ الکار یہ ہے جب نفی پر داخل ہوتا ہے تو اسے اثبات میں بدل دیتا ہے۔ کیونکہ جب نفی پر داخل ہو تو نفی کی نفی ہوتی اور نفی کی نفی اثبات ہے۔ لَمْ تَرَ۔ نفی جہد بلم کا صیغہ واحد منکر حاضر (خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے) کیا تو (دل کی آنکھوں سے) نہیں دیکھا۔

ای الہ تنظر بعینی قلبک کیف فعل رَبُّكَ۔۔۔ الخ (ایسر التفاسیر)  
کیا اپنے اپنے دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ یعنی آپ نے ضرور دیکھا ہوگا۔  
علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر الاتقان حصہ اول میں رقمطراز ہیں:۔  
جب ہمزہ استفہام ”رَأَيْتَ“ پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رویت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی ”أَخْبَرْتَنِي“ (مجھے خبر دو۔ مجھے بتاؤ) کے ہوتے ہیں۔

اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ ”کیا آپ نے نہیں دیکھا“ ہی کیا ہے۔  
عَاد سے مراد قوم عاد یا قبیلہ ہے۔ عاد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گزرا ہے جس کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ اس کی نسل بھی اسی نام سے موسوم ہوئی۔ جو طوفانِ نوح کے بعد ملک عرب میں پہلی بااقتدار حکمران قوم تھی۔

۷:۸۹۔ اِرَامَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ یہ عاد کا عطف بیان ہے اور اس کی وضاحت کرتا ہے یعنی وہ عاد جو قبیلہ ارم ستونوں والوں سے تھا۔  
اِرَامَ کے متعلق لغات القرآن میں ہے۔

اس کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے لیکن زیادہ قرین صحت یہی ہے کہ یہ ایک قبیلہ کا نام ہے جو قبیلہ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ عرب

باندہ میں سے عَادِ اُولٰٓئِ اسی قبیلہ میں سے شمار کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن عظیم میں بِعَادِ اِرَہَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں عاد سے مراد عَادِ اُولٰٓئِ اور ارم سے ان کا قبیلہ مراد ہے۔  
اِرَہَ۔ یا تو تانیث اور علمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے یا علمیت اور عمجیت کی وجہ سے لہذا منصوب ہے۔

ذَاتِ الْعِمَادِ مضاف مضاف الیہ۔ ستونوں والے۔ عِمَادِ جمع ہے عِمَادَةٌ کی معنی ستون۔

علامہ احمد فیومی المصباح میں لکھتے ہیں۔ عماد وہ چیز ہے کہ جس کا سہارا لیا جائے۔ اس کی جمع عَمَدٌ (بفتحتین) ہے۔ امام راغب بھی یہی معنی لکھتے ہیں چنانچہ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔

فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ (۹:۱۰۴) (اس کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں ہونگے۔

آیات ۶-۷ کا ترجمہ ہوگا۔

اے مخاطب! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قوم عاد سے یعنی قوم ارم ستونوں والی سے کیا کیا۔  
تَارُجُ الْعُرُسِ میں ہے۔

آیت شریفہ اِرَہَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں بعض نے "ذَاتِ الْعِمَادِ" کے معنی دراز قامت بیان کئے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستونوں والی بلند عمارت والے ہیں۔ اور اس کی جمع عَمَدٌ ہے۔

۸:۸۹ — اَلَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ: یہ جملہ عاد کی صفت ہے یا اِرَہَ کی صفت ہے۔ چونکہ عاد سے قبیلہ عاد اور اِرَہَ سے قبیلہ ارم مراد ہے اس کی رعایت سے اَلَّتِي بصبغہ تانیث لایا گیا ہے۔

لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ: ہا ضمیر واحد مؤنث غائب قبیلہ عاد یا اِرَہَ کے لئے ہے۔

اَلْبِلَادِ۔ بِلَادٌ کی جمع بمعنی شہر یا ملک۔ جس قبیلہ کی مثل (دنیا کے ملکوں میں پیدا نہیں کیا گیا۔

۹:۸۹ — وَثَمُودَ۔ وَادِعَاطِفَ، ثَمُودَ کا عطف عاد پر ہے کیونکہ ایک قبیلہ کا

نام ہے اس لئے تعریف اور تائید کی وجہ سے غیر منصرف ہے لہذا منصوب آیا ہے۔

الَّذِينَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ - یہ تمود کی صفت ہے اور کیا کیا تیرے رب نے، تمود کے ساتھ جو وادیوں میں پتھروں کو تراشتے تھے۔

تمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ فن سنگ تراشی اور تعمیر عمارات میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ حضرت صالح کی اونٹنی کا واقعہ ان ہی کے ساتھ پیش آیا تھا۔

الذین - اسم موصول - جمع مذکر - جو - جو لوگ، وہ سب لوگ؛ وہ سب مرد۔

الذی کی جمع ہے۔ باقی جملہ اس کا صلہ ہے اور سارا جملہ تمود کی صفت ہے۔

جَابُوا ماضی جمع مذکر غائب جَوَّبُ (باب نصر) مصدر سے۔ انہوں نے تراشا

وہ تراشتے تھے۔

الصَّخْر - صَخْرَةٌ کی جمع - سخت پتھر - الْوَادِ - اسم مفرد - الْوَادِيَّةُ جمع

اصل میں الوادی تھا۔ دو پہاڑوں کے درمیان کا میدان - قنادر کے نزدیک شام کی ایک وادی (وادی القری) مراد ہے جو کہ مدینہ کے قریب بجانب شام ہے۔ یا وہ پہاڑی وادی مراد ہے جہاں وہ لوگ پتھروں کو تراش کر مکان بنا کر رہتے تھے۔

۱۰:۸۹ - وَقِرْعُونَ ذِي الْاَوْتَادِ - واو عطف، قِرْعُونَ بوجہ علمیت و غمیت غیر منصرف ہے

اور اس کا عطف بھی عاد پر ہے۔ اِی الْمَثَرِ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ وَقِرْعُونَ ذِي الْاَوْتَادِ - (اے مخاطب) کیا تو نے دیکھا تمہارے رب نے (قوم) عاد سے کیا کیا۔ اور قِرْعُونَ ذی الاوتاد سے کیا کیا۔

ذی الاوتاد - مضاف مضاف الیه مل کر قِرْعُونَ کی صفت ہیں۔ چونکہ قِرْعُونَ بوجہ

معطوف عاد محل جر میں ہے اس کی صفت اعراب میں اس کے مطابق ہوگی۔ لہذا ذی بمعنی والا صاحب، بحالت جر ہے۔

اوتاد - جمع ہے وَتَدٌ کی بمعنی مینیں۔ ذی الاوتاد بمعنی مینوں والا۔ اسی تفسیر میں

مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ اوتاد - لشکروں کو کہتے ہیں۔ کیونکہ حکومت و سلطنت کی یہی مینخ ہوتی ہیں۔ یہی ابن عباس کا قول ہے؛

۲۔ یہ کہ اس قدر گھوڑے اور خیمے تھے کہ بیشمار مینخیں ساتھ چلا کرتی تھیں گھوڑے باندھنے کے لئے اور خیمے گاڑنے کے لئے؛

۳:- یہ کہ وہ موذی (فرعون) ایمان والوں کو چومینا کرتا تھا اس لئے میںیں رکھ چھوڑی تھیں  
مجاہد اور مقاتل بن جان نے کہا کہ آدمی کو زمین پر چپت لٹا کر ہاتھ پاؤں سیدھے کر کے  
ان میں میںیں ٹھونک دیتا تھا۔

۸۹: ۱۱ — اَلَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ: الذین۔ اسم موصول جمع مذکر۔ جنہوں نے  
ان سب نے۔ (یعنی عاد و ثمود و فرعون نے)

طَغَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب طغیان (باب نصر، سمع) مصدر۔ سے بمعنی انہوں نے  
سرکشی کی۔ وہ حد سے گذر گئے۔ جنہوں نے ملکوں میں سرکشی کی حد کر دی  
یہ جملہ عاد و ثمود اور فرعون کی صفت ہے۔

۸۹: ۱۲ — فَكَثُرُوا فِيهَا الْفَسَادَ: ف عاطفہ ہے۔ اور انہوں نے ان ملکوں میں  
بڑا ہی فساد مچا رکھا تھا۔

۸۹: ۱۳ — فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ: ف سببیہ۔ بسبب ان کی  
اس سرکشی کے۔

صَبَّ: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ صَبَّ مصدر۔ لازم اور متعدی دونوں  
طرح مستعمل ہے۔

پہلی صورت میں بہانے کے معنی ہوں گے۔ اور اس کا فعل باب نصر سے آئیگا۔  
دوسری صورت میں بہنے کے معنی ہوں گے۔ اور فعل باب ضرب سے آئے گا۔ قرآن مجید میں یہ  
متعدی ہی استعمال ہوا ہے۔ اس نے اوپر سے بہایا۔ اس نے اوپر سے ڈالا۔  
سَوْطَ عَذَابٍ میں صفت کی اضافت موصوف کی جانب ہے۔ اصل میں عَذَابٍ  
سَوْطَ تھا۔ سَوْط کا اصل لغوی معنی ہے مخلوط کر دینا۔ کوڑے میں مختلف بل مخلوط  
ہو گئے ہیں۔ اسی لئے اس کو سوط کہتے ہیں آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں دنیا کا عذاب ایسا  
ہے جیسے تلوار کے مقابلہ میں کوڑا۔ اسی لئے دنیوی عذاب کو کوڑے سے تشبیہ دی۔  
ترجمہ:- پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ یعنی طرح طرح کا عذاب ان  
پر نازل کیا۔

۸۹-۱۴ — اِنَّ رَبَّكَ لِبِالْمُرْصَادِ: بعض کے نزدیک یہ ان قسموں کا جو آیات اتام میں  
مذکور ہیں جو اب ہے۔ اس صورت میں درمیانی کلام کلام معترضہ ہوگی۔  
ترجمہ ہوگا:- قسم ہے (ان چیزوں کی یا امور کی جو آیات اتام میں مذکور ہیں کہ بے شک

تیرا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔

صاحب تفہیم القرآن اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

ظالموں اور مفسدوں کی حرکات پر نگاہ رکھنے کے لئے گھات لگائے ہوئے ہونے کے الفاظ تمثیلی اور استعائے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ گھات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص کسی کے انتظار میں اس غرض سے چھپا بیٹھا ہوتا ہے کہ جب وہ زد پر آئے تو اسی وقت اس پر حملہ کرے۔ وہ جس کے انتظار میں بیٹھا ہوتا ہے اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی خبر لینے کے لئے کون کہاں چھپا ہوا ہے انجام سے غافل، بے فکری کے ساتھ وہ اس مقام سے گذرتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

یہی صورت حال اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان ظالموں کی ہے جو دنیا میں فساد کا طوفان برپا کئے رکھتے ہیں۔ انہیں اس کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا کہ خدا بھی کوئی ہے جو ان کی حرکات کو دیکھ رہا ہے وہ پوری بے خوفی کے ساتھ روز بروز زیادہ سے زیادہ شرارتیں کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ حد آجاتی ہے جس سے آگے اللہ تعالیٰ انہیں بڑھنے نہیں دینا چاہتا اسی وقت ان پر اچانک اس کے عذاب کا کوڑا برس جاتا ہے۔

الْمُرْصَادِ - طرف مکان - مفرد، جمع مراصد - گھات لگانے کی جگہ۔

اِنَّ رَبَّكَ بِالْمُرْصَادِ - بیشک تیرا رب گھات میں ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح گھات لگا کر کسی مخفی مقام پر بیٹھنے والے سے ادھر سے گذرنے والا دشمن بچ کر نکل نہیں سکتا۔ اور گھات لگانے والے سے دشمن مخفی نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح درپردہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے تمام اعمال سے واقف اور باخبر ہے اس سے بچ کر چھپ کر کوئی شخص راہ زندگی طے نہیں کر سکتا۔ بِالْمُرْصَادِ میں لام تاکید کے لئے ہے۔

۸۹: ۱۵ - فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلَاهُ رَبُّهُ ، فَنَحْرٍ عَظْفٍ هِيَ اَمَّا

حرف شرط ہے۔ اور اکثر حالات میں تفصیل کے لئے آتا ہے۔ اور کبھی تاکید کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں تاکید کے لئے مستعمل ہے۔

اور جو انسان ہے، لیکن انسان ایسا ہے، مگر انسان ہے کہ۔۔۔۔

اِذَا شَرَطِيَهٗ اَوْ مَا زَانِدَهٗ هِيَ۔

اِبْتَلَاهُ - اِبْتَلَى، ماضی واحد مذکر غائب، اِبْتِلَادٌ (افتعال) مصدر - بمعنی آزمانا۔ هُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ الْاِنْسَانُ کے لئے ہے۔ لیکن انسان ایسا ہے کہ



اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے۔

فَاَكْرَمَكَ وَ مَبْنِي بِحَبْرٍ لِّسَانٍ - اَكْرَمَكَ - اَكْرَمَكَ مَاضِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِكْرَامٌ  
(اَفْعَالٌ) مصدر سے۔ اَكْرَمَكَ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِنْسَانِ كَيْ لَمْ يَكُنْ هُوَ - بَحْرٌ اس کو (آزمائش  
کے لئے) عزت بخشنا ہے۔

وَلَنَعْمَ اُورَاسِ كُو نَعْمَتٍ عَطَا كَرْتَا هِي۔

فَيَقُولُ رَبِّي اَكْرَمَنِي : فِ جَوَابِ شَرْطِ كَيْ لَمْ يَكُنْ هُوَ - اَكْرَمَ مَاضِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ  
نِ وَقَايَةِ مِي ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ مَحْذُوفٌ - تُو كِهْتَا هِي كِه اِس نِي بَجِي عَزْتِ بَخْشِي اِكْيُونِكِه وَهِي  
اَعْمَالِ پَر خُوَشِ هِي۔

۸۹ : ۱۶ - وَ اَمَّا اِذَا مَا ابْتَلٰنَا - اُو رَجِبِ وَهِي اِس كُو (اُو رَطْرَحِ) اَزْمَاتَا هِي

فَقَدَّرَ عَلَيِّهِ رِزْقَهُ - اُو رَاسِ پَر رُو زِي تَنگِ كَر دِي تَا هِي قَدَّرَ مَاضِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ  
غَائِبٌ قَدْرٌ (بَابِ نَصْرِ، ضَرْبِ) مَصْدَرٌ - بِمَعْنَى خَدَا كَا كَسِي كَامِ رِزْقِ تَنگِ كَر دِي تَا - (جَمْلَةٌ  
شَرْطِيَّةٌ هِي۔

فَيَقُولُ رَبِّي اَهَانِنِ : جَمْلَةٌ جَوَابِ شَرْطِ هِي اِهَانِنِ : مَاضِي كَا صِيغَةُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ  
غَائِبٌ - اِهَانَةٌ (اَفْعَالٌ) مَصْدَرٌ سِي وَقَايَةِ مِي ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ مَحْذُوفٌ اِس نِي  
مِي رِي اِهَانَتِ كِي - اِس نِي بَجِي ذَلِيلِ كِيَا۔

فائدہ :-

انسان کا یہ حال ہے کہ وہ رات دن حصول دنیا اور اس کی لذات و شہوات  
میں مشغول ہے۔ اگر دنیا میں دولت و راحت مل گئی تو کہنے لگا میرا خدا مجھ سے خوش ہے  
جب ہی تو اس نے مجھے عزت دی ہے اور جو تنگ دستی یا تکلیف پیش آگئی تو کہنے لگا کہ  
کہ خدا ناراض ہے جی تو اس نے مجھے ذلیل کر رکھا ہے۔

گویا خداوند تعالیٰ کی رضامندی اور اس کا عزت و اکرام حصول دولت اور راحت  
دنیا پر منحصر جانا۔ اور اس کی ناراضگی اور توہین کو دنیاوی فقر و فاقہ اور تکالیف پر محمول کیا۔  
یہ اس کا خیال باطل ہے کیونکہ دنیا کی راحت و نعمت اور اسی طرح افلاس و فقر، بیماری  
و خواری اس کی آزمائش ہے کہ نعمت و راحت پا کر کیسی شکر گزاری و وفاداری کرتے ہیں  
اور مصیبت میں کیونکر صبر کرتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

۸۹ : ۱۷ - كَلَّا - حَسْرَتِ رَدِخِ وَ زَجْرِ (اِذْنِ) جَهْرِكِ، اُو رَ كَسِي كَامِ سِي رُو كُنِي

کے لئے آتا ہے، ہرگز نہیں۔ یعنی جیسا کہ انسان نعمت و راحت اور تنگ دستی و تکلیف کو معیارِ عزت افزائی و توہین خیال کرتا ہے ایسا نہیں ہے۔

بَلْ لَّا تَكْرُمُونَ الْيَتِيمَ: بَلْ حرفِ اضْرَابِ ہے ماقبل کے ابطال اور ما بعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ بات یوں نہیں کہ فقیر رکھ کر اللہ تمہاری بے عزتی کرتا ہے بلکہ اس تو تم کو مال عطا فرما کر تم کو نوازا ہے مگر تم یتیم کو نہیں نوازتے اس کی پاسداری نہیں کرتے نہ اس سے محبت کرتے ہو نہ اس پر خرچ کرتے ہو۔

ترجمہ ۱۔ بلکہ بات یہ ہے کہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے۔

فائدہ: تَكْرُمُونَ (آیت ۱۷) تَخَاضُونَ (آیت ۱۸) تَأْكُلُونَ (آیت ۱۹) اور تُحِبُّونَ

(آیت ۲۰) میں جمع حاضر کے صیغے آئے ہیں اور ان کی ضمیریں انسان کی طرف راجع ہیں کیونکہ جنس انسان مراد ہے ایک انسان مراد نہیں ہے۔ لیکن لفظ انسان مفرد ہے اس لئے اَبْتَلُمُ الْكَوْمَ، نَعَمَ، يَقُولُ (آیت ۱۵) کی مفرد ضمیریں بھی اسی کی طرف راجع کی گئی ہیں۔

۱۸: ۱۸۔ وَلَا تَخْضُونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ: اس کا عطف حملہ سابقہ پر ہے لَا تَخْضُونَ مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُحَاضَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر

تم باہم ایک دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے ہو۔ (اس کا مفعول محذوف ہے)

عَلَىٰ طَعَامِ الْمَسْكِينِ: مسکین کو کھانا کھلانے کی۔

۱۹: ۱۹۔ الْوَارِثَاتِ، مِيرَاتِ، مَرَّةٍ كَامَالٍ۔ اصل میں وِرَاثٌ تھا: وَاوَكُوتٌ بدل لیا گیا ہے۔

اَكْلًا مفعول مطلق تاکید کے لئے لایا گیا ہے یہ موصوف ہے اور لَمَّا اس کی صفت ہے

اور میراث کا سارا مال چٹم کر جاتے ہو۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں:-

وَكَانَ أَهْلُ الشُّرْكِ لَا يُورِثُونَ النِّسَاءَ وَلَا الصِّبْيَانَ بَلْ يَأْكُلُونَ مِيرَاثَهُمْ

مع میراثہم۔ یعنی مشرکین بچوں اور عورتوں کو وراثت میں سے کچھ نہ دیتے تھے بلکہ ان کے

حصے کو بھی اپنے حصہ کے ساتھ ملا کر ہٹپ کر جاتے تھے۔

لَمَّا۔ جَمْعًا۔ اصل اللمد فی کلام العرب الجمع۔ يقال لمدت الشئ

المدَّ لَمَّا إذا جمعتہ۔ ترجمہ: لَمَّا کا معنی ہے جمع کرنا۔ کلام عرب میں لمد کا مادہ

اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ جب تو کسی چیز کو جمع کرے گا اور سمیٹ لے گا تو تو کہیگا لَمُنْتُ الشَّيْءَ الْمَهْلَمًا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)۔

لَمًا مصدر ہے۔ لَمَّ يَلُمُّ لَمًّا رباب نصر، اپنا اور دوسروں کا حصہ کھا لینا۔

۲۰: ۸۹۔ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ اس کا عطف بھی جملہ مذکورہ بالا پر ہے حُبًّا۔ مفعول مطلق۔ فعل کی تاکید میں لایا گیا ہے۔ موصوف، جَمًّا اس کی صفت

بجید۔ بہت جی بھبر کر۔ مصدر ہے۔ ہر شے کی کثرت اور زیادتی کے لئے آتا ہے

اور تم دولت سے بجید محبت کرتے ہو۔

۲۱: ۸۹۔ كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا: كَلَّا حرف روع

اور زجر ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ مذکورہ حرکتوں سے بازداشت ہے۔

مقاتل نے کہا (یہ نفی ہے یعنی) جو حکم ان کو دیا گیا ہے یہ اس کی تعمیل نہیں کریں گے یا بعد والے کلام کی تحقیق کے لئے ہے۔ یعنی جس وعید عذاب اور ان کے حسرت و افسوس

کا بیان بعد والی آیات میں کیا گیا ہے اس سے شک کو دور کرنے کے لئے لفظ كَلَّا

استعمال کیا گیا ہے۔

إِذَا۔ ظرف زمان۔ جب۔ دُكَّتِ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔

دَكُّ رباب نصر مصدر ہے: دَكٌُّ یعنی ریزہ ریزہ کرنا۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ کوٹ کوٹ کر

برابر کرنا۔ دَكٌُّ اصل میں نرم اور ہموار زمین کو کہتے ہیں اور چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ

ریزہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے۔

دَكًّا مصدر منصوب فعل کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے دوسری بار دَكًّا

مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

ترجمہ:-

جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔

۲۲: ۸۹۔ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا، وَأَوَّعَاطُفَ جَاءَ کا عطف

دُكَّتِ پر ہے۔ صَفًّا صَفًّا الْمَلَكُ سے حال ہے۔ الْمَلَكُ میں الف لام

جنسی ہے یعنی ملائکہ۔

ترجمہ:-

اور جب تیرا پروردگار جلوہ افروز ہوگا اور فرشتے قطار اندر قطار حاضر ہوں گے:

صَفَاً یہ اصل میں صَفَتْ لِيَصْفُ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی قطار باندھنے کے آتے ہیں۔ اور خود قطار کے معنی میں بھی بطور اسم مستعمل ہے صَفٌّ بمعنی اسم فاعل صَاْفٌ (قطار باندھنے والا) بھی آتا ہے۔ جیسے وَإِنَّا لَنَخْنُ الصَّافُونَ (۱۶۵:۳۷) اور ہم جو ہیں سو ہم ہی ہیں قطار باندھنے والے :

۲۳:۸۹ — وَجَائِيَّ يَوْمِيذٍ بِجَهَنَّمَ : وَأَوْعَاطِفٌ، جَائِيَّ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ مَجِيئِيٌّ (باب ضرب) مصدر سے۔ جری و مادہ۔ جَهَنَّمَ مفعول مالم لیسَمَ فاعلہ۔ فاعل کا قائم مقام ہے۔

يَوْمِيذٍ۔ اسم ظرف منصوب۔ مضاف۔ اِذٍ مضاف الیہ۔ اس دن۔ اس جملہ کا عطف بھی دُکَّتُ پر ہے :

اور اس دن جہنم کو سامنے لایا جائے گا۔

يَوْمِيذٍ اس دن۔ یہ ما قبل کے يَوْمِيذٍ سے بدل ہے۔  
يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ : يَتَذَكَّرُ مضارع واحد مذکر غائب تَذَكَّرَ (تَفَعَّلَ) مصدر وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ اس کے چند ایک تراجم حسب ذیل ہیں :-

۱۔ اس دن انسان سمجھے گا۔ (تفسیر حقانی)

۲۔ اس دن انسان کو سمجھ آئے گی۔ (ضیاء القرآن)

۳۔ اس روز انسان کو سمجھ آوے گی۔ (بیان القرآن)

۴۔ اس روز انسان کو سمجھ آئے گی (تفہیم القرآن)

۵۔ اسی یَتَذَكَّرُ کو معاصیہ او یتعظ لانہ یعلم قبحها فیندم علیہا

یعنی انسان اپنے گناہوں کو یاد کرے گا یا نصیحت قبول کرے گا؛ کیونکہ وہ ان

گناہوں کی قباحت سے متنبہ ہو جائے گا اور ان پر ندامت محسوس کرے گا؛

(بیضاوی)

۶۔ اسی یتعظ الکافر ویتوب : یعنی کافر نصیحت پکڑے گا اور توبہ کرے گا

(الخازن)

۷۔ یتوب : توبہ کرے گا۔ (رازی)

مطلب یہ کہ :- قیامت کے دن انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا؛

جو اس نے دنیا میں کئے ہوں گے اور نادم ہوگا۔ کیونکہ اس کو معلوم ہو جائے گا کہ

۲ بنیارسد نے اسے جو خبر دی تھی وہ برحق تھی اور اس کی اپنی سرکشی اور نافرمانی سراسر گمراہی: وہ اپنے کئے پر توبہ کرنا چاہے گا لیکن بے فائدہ۔

الانسان سے مراد یہاں وہی کافر انسان ہے جو دنیوی سکھ میں ساری اُکْرَمَیْن اور دکھ میں ساری اُکْرَمَیْن کہا کرتا تھا۔ (آیات ۱۵-۱۶)  
وَ اِنِّیْ لَہٗ الذِّکْرٰی۔ جملہ فاعل یَتَذَکَّرُ سے حال ہے اِنِّیْ۔ کیسے، کیونکر اسم ظرف ہے۔ زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ ظرف زمان ہو تو متیٰ ر کب کے معنی دیتا ہے اور اگر ظرف مکان ہو تو اَیْن (کہاں، جہاں) کے معنی دیتا ہے۔ اور اگر استفہامیہ ہو تو کیف (کیسے، کیونکر) کے معنی دیتا ہے جیسے کہ آیت ہذا میں ہے۔  
جملہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی اس بعد از وقت ندامت سے اور توبہ سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ توبہ کی شرط تو ایمان بالغیب ہے قیامت کے ظہور کے بعد تو غیب رہا سامنے دیکھ کر توبہ ایک کو ہی ماننا پڑیگا۔

الذِّکْرٰی: ذَکَرَ یَذْکُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے کثرتِ ذکر کے لئے ذِکْرٰی بولا جاتا ہے یہ ذِکْر سے زیادہ بلیغ ہے نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند، موعظت، (اب نصیحت پکڑنے یا توبہ کرنے کا کیا فائدہ۔  
۲۴:۸۹۔ یَقُوْلُ یَلِیْتَنِیْ قَدْ مُتُّ لِحَیَاتِیْ۔ یہ یَتَذَکَّرُ کی تفسیر ہے۔ کافر انسان دنیا میں اپنے کفر اور سرکشی پر قیامت کے روز ندامت اور حسرت محسوس کرتے ہوئے کیا کہے گا۔

یَلِیْتَنِیْ..... لِحَیَاتِیْ مقولہ مفعول ہے یَقُوْلُ کا۔ یعنی وہ یہ کہے گا۔  
یا، حرف ندا ہے۔ اے۔

لِیْتَ حَرَفٌ مَّشَبَہٌ بِالْفِعْلِ ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ تمنا کے لئے مستعمل ہے کاش! فی اسم۔ اے کاش! میں.....  
قَدْ مُتُّ۔ ماضی واحد متکلم تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ میں نے آگے بھیجا  
میں آگے بھیجتا۔

حَیَاتِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری زندگی۔ میری حیات۔  
ترجمہ ہوگا۔

اے کاش! میں اپنی اس زندگی کے لئے (کچھ) آگے بھیجتا۔

بعض نے لام کو معنیٰ فیٰ لیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:-  
 اے کاش میں اپنی (دنیاوی) زندگی میں اعمال صالحہ کر کے پہلے ہی (اس لازوال  
 زندگی کے لئے) آگے بھیجتا۔

۸۹: ۲۵ [ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ وَوَلَا يُؤْتِقُ وَثَاقَهُ  
 ۸۹: ۲۶ [ أَحَدٌ۔ سو اس دن نہ کوئی اس کے عذاب کی طرح کا (کسی کو عذاب  
 دے گا اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح (کسی کو جکڑے گا۔

يَوْمَئِذٍ: اس روز۔ لَا يُعَذِّبُ اور لَا يُؤْتِقُ کا ظرف زمان ہے۔ لَا يُعَذِّبُ  
 مضارع منفی صیغہ واحد مذکر غائب۔ اور لَا يُؤْتِقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔  
 إِثْقًا (افعال) مصدر۔ وہ نہیں جکڑتا ہے۔ وہ نہیں جکڑے گا۔  
 عَذَابَهُ اور وَثَاقَهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔  
 تفسیر السیر التفاسیر میں لکھا ہے۔

ای لَا يُعَذِّبُ مثل عذاب اللہ احد فی قوتہ وشدتہ ولا یؤتیق احد مثل  
 وثاق اللہ عزوجل۔ یعنی قوت اور شدت میں اللہ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب  
 نہیں دے گا۔ اور نہ کوئی اللہ عزوجل کی جکڑ کی مانند جکڑے گا۔  
 ۸۹: ۲۷ — يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ: اس جگہ يُقَالُ محذوف ہے، یہ جملہ  
 مستأنف ہے۔ گویا ایک فرضی سوال کا جواب ہے۔ سوال پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ کافر کی حالت تو  
 مندرجہ بالا آیات سے واضح ہو گئی۔ مگر مومن کی کیا حالت ہو گی؟۔ جواب ہے کہ اس سے کہا جائیگا  
 يَا أَيُّهَا..... (تفسیر مظہری)

یا، حرف ندا ہے ائی (مذکر) آيَةُ (مؤنث) بمعنی اے۔ بحالت ندا۔ منادی  
 معرف باللام کو حرف ندا سے ملتا ہے۔

ہا حرف تنبیہ ہے جو ائی اور آيَةُ اور ان کے بعد کے اسم معرف باللام کے درمیان  
 فصل کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ مذکر صیغہ کی صورت میں اس کی شکل يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ  
 ہوگی اور مؤنث کی صورت میں يَا أَيُّهَا النَّفْسُ (آیت زیر مطالعہ) ہوگی!  
 نَفْسٌ حی، شخص، (مؤنث) آتا ہے موصوف ہے۔

المطمئنة۔ اِطْمِئِنَّا (افعیلال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث  
 قطعی سکون پانے والا۔ طمانیت اور اطمینان۔ وہ سکون اور ٹھہراؤ جو مشقت اور کوفت

کے بعد حاصل ہو ایمان کے بعد ایک مرتبہ سکون قلب کا آتا ہے جس کے حصول کے بعد کوئی شبہ اور وسوسہ ہی پیدا نہیں ہوتا جس کو صوفیاء کی اصطلاح کے مطابق اگر عین الیقین کا درجہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

علماء نے اس کے کئی معانی بیان کئے ہیں :-

۱۔ اللہ کے رب ہونے کا یقین رکھنے والا۔ (مجاہد)

۲۔ ایمان اور یقین رکھنے والا۔ (حسن بصری)

۳۔ اللہ کے حکم پر راضی۔ (عطیہ)

۴۔ اللہ کے عذاب سے محفوظ۔ (کلبی)

۵۔ اللہ کی یاد سے سکون پانے والا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے :- **الَّذِينَ كَفَرُوا**  
**اللَّهُ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ** (۱۳۱: ۲۸) اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنِّةُ : اے نفس مطمئنہ :

۲۸: ۸۹ — اِرْجِعِي اِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ اِرْجِعِي فعل امر واحد مؤنث حاضر  
رُجُوعٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ تو واپس آ۔ (اپنے رب کی طرف۔

رَاضِيَّةٌ : یہ اِرْجِعِي کے فاعل سے حال ہے۔ رِضَىٰ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، راضی۔ خوش۔

مَرْضِيَّةٌ — رِضَىٰ سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث : پسند کی ہوئی۔ راضی کی ہوئی۔ خوش کی ہوئی۔

یعنی تو اللہ کی داد و دہش و عنایات پر خوش ہوئی۔ اور اللہ کی طرف سے داد و دہش سے خوش کی ہوئی۔ یہ بھی اِرْجِعِي کے فاعل سے حال ہے۔

۲۹: ۸۹ — فَادْخُلِي فِي عِبَادِي : فَ سببیہ ہے کیونکہ اطمینانِ نفس اور نفس راضیہ مرضیہ ہونا ہی خالص عبدیت کے حصول اور باطل الوہیتِ نفسانی کی رسی سے گلو خلاصی اور شیطانی وسوسوں سے نجات مل جانے کا سبب ہے۔

ادْخُلِي۔ فعل امر واحد مؤنث حاضر۔ دُخُولٌ (باب نصر) مصدر سے۔

تو داخل ہو جا۔

فِي عِبَادِي : میرے بندوں میں۔ (اے نفس مطمئنہ) تو داخل ہو جا میرے بندوں میں

یہ وہی نیک بندے تھے جن میں داخل ہونے کی دُعا حضرت سلیمان علیہ السلام نے  
 کی تھی۔ عرض کیا تھا: **وَادْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ** (۲۷:۱۵)  
 اور حضرت یوسف علیہ السلام نے بھی ان ہی کے ساتھ شامل ہونے کے لئے  
 عرض کیا تھا۔ **تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ** (۱۲:۱۰۱)  
 (تفسیر مظہری)

۳۰:۸۹ — **وَادْخِلْنِي جَنَّاتِي**۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور میری جنت  
 میں داخل ہو جا:

.....  
 .....

.....  
 .....



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# (۹۰) سُورَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵)

۹۰: ۱ - لَا اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ : لَا - زائدہ: اُقْسِمُ مضارع واحد متکلم میں قسم کھاتا ہوں: هٰذَا - اسم اشارہ واحد مذکر، الْبَلَدِ: مشارک الیہ مراد شہر مکہ ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔

۹۰: ۲ - وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ : وَاَوْحَالِیْہِ بِنے اور حبلہ هٰذَا الْبَلَدِ سے حال ہے۔ حِلٌّ: حَلًّا یَحِلُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ بمعنی حلال ہونا۔ اترنا۔ نازل ہونا۔ جائز ہونا۔ بمعنی کسی جگہ اترنے والا بھی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ مَا زِلْتُ حِلًّا بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ میں اس شہر میں ہمیشہ اترنے والا ہوں۔ (المنجد) یعنی میں اس شہر میں ہمیشہ رہنے والا ہوں۔ اس سے محلہ ہے۔ رہنے کی جگہ۔ اترنے کی جگہ۔ فروکش ہونے کی جگہ۔ شہر کا ایک ٹحصہ جہاں رہائش رکھی جاتی ہو۔

یہاں حِلٌّ بمعنی حَالٌ۔ بمعنی اسم فاعل آیا ہے۔ رہنے والا۔ الْحَلُّ کے اصل معنی گرہ کشائی کے ہیں چنانچہ آیت کریمہ ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدًا مِّنْ لِّسَانِیْ (۲۰: ۲۷) اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ اور حَلَّتْ کے معنی کسی جگہ پر اترنا اور فروکش ہونا بھی تھے ہیں۔ اصل میں یہ حَلُّ الْاِحْمَالِ عِنْدَ النُّزُولِ سے ہے جس کے معنی کسی جگہ اترنے کے لئے سامان کی رسیوں کی گرہ کشائی کے ہیں۔ پھر محض اترنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے۔ لہذا حِلٌّ کے معنی کسی جگہ اترنا کے ہیں۔ (المفردات)

مولانا فتح محمد جاندہری اپنے ترجمہ کے اخیر میں فوائد کے عنوان کے تحت نمبر ۳۲۹ پر رقمطراز ہیں۔

مفسرین نے حِلٌّ کے معنی حلال بھی کئے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ خدا نے اس شہر میں مقاتلہ ہمیشہ کے لئے حرام کیا ہے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں فتح مکہ کے دن قتال کرنا

جائز کیا تھا۔ اس بناء پر آیت کا ترجمہ یوں ہونا چاہئے۔ کہ تم کو اس شہر میں قتال حلال ہونے والا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک زیادہ مناسب یہ ہے کہ حِلِّی کے معنی حال یعنی ساکن و نازل لئے جائیں۔ اسی وجہ سے ہم نے ترجمہ کیا ہے «تم اسی شہر میں رہتے ہو۔ اس صورت میں مکہ معظمہ کی دوسری فضیلتوں میں سے ایک یہ فضیلت بھی اس کی قسم کھانے کا موجب ہوگی کہ وہ حضرت خاتم النبیین کا مسکن تھا۔

۹۰: ۳ — وَالْوَالِدُ مَا وَلَدًا، وَالْوَالِدُ كَالْعُطْفِ بَلَدٍ پُرْبَةٍ وَالْوَالِدُ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ یا بہرِ والد (کوئی ہو)۔

وَالْوَالِدُ وَالْوَالِدَةُ اس اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ باپ۔  
وَمَا وَلَدًا: وَالْوَالِدُ كَالْعُطْفِ جملہ سابقہ پر ہے مَا کا لفظ تنکیر پر دلالت کر رہا ہے اور تنکیر اظہارِ عظمت کے لئے ہے مَن کی جگہ مَا استعمالِ تعجب کے لئے ہے جیسے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعْتَ (۳۶: ۳) میں مَن کی بجائے مَا کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَلَدًا ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، وَالْوَالِدَةُ (باب ضرب) مصدر سے (جنس کا) وہ باپ ہوا۔ مَا وَلَدًا معنی اولاد مراد اس سے کل اولاد آدم۔ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے پیغمبر یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر منطہری)

۹۰: ۴ — لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ۔ یہ جواب قسم ہے لام تاکید کا ہے۔ قَدْ فعل ماضی ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور اس جملہ فعلیہ میں جو کہ قسم کے جواب میں آیا ہو تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ تحقیق ہم نے پیدا کیا۔

الْاِنْسَانَ۔ خَلَقْنَا کا مفعول ہے۔ اس میں الف لام جنس کا ہے (کوئی انسان ہو) یا یہ ال عہد کا ہے۔ لیکن یہ اس روایت کے بموجب ہوگا۔ کہ یہ آیت ابوالاشد کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کا نام اسید بن کلدہ بن الجحی تھا۔ بڑا طاقتور تھا۔ عکاظی چمڑا اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر کہتا تھا کہ جو اس چمڑے سے میرے قدم ہٹا دے گا اس کو اتنا انعام ملے گا۔ لیکن کوئی اس کے قدم کو ہٹا نہ سکتا یہاں تک کہ چمڑا کھینچنے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا اور قدم اپنی جگہ جما رہتا تھا۔

كَبَدٌ بمعنی فضا، ریت کے تودے کا درمیانی حصہ۔ دن کا وسط۔ مصیبت، مشقت۔ الْكَبْدُ بمعنی جگر ہے اور الْكَبْدُ بطورِ كَبَدٍ يَكْبِدُ کے مصدر کے جگر پر مار کر زخمی کرنا ہے۔

ترجمہ آیت :-

تحقیق ہم نے انسان کو تکلیف و مشقت (کی حالت) میں (رہنے والا) بنایا ہے۔  
اس آیت میں متنبہ کیا گیا ہے کہ انسان کی ساخت ہی اللہ تعالیٰ نے کچھ اس قسم  
کی بنائی ہے کہ جب تک دین کی گھاٹی پر ہو کر نہ گزرے وہ نہ تو رنج و مشقت سے نجات  
پاسکتا ہے اور نہ ہی اُسے (حقیقی) چین نصیب ہو سکتا ہے۔

جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: لَكَرْكَبْنٌ طَبَقًا عَن طَبَقٍ (۱۹:۸۴) تم درجہ  
بدرجہ رتیبہ اعلیٰ پر (جڑھو گے) المفردات)

بعض علماء کے نزدیک مشقت میں پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان پیدا  
سے لے کر موت تک کسی نہ کسی مشقت و مصیبت میں گرفتار رہتا ہے خواہ وہ مصیبت  
اس کی اپنی ذات سے ہو یا دوسروں کے ساتھ معاشی و معاشرتی روابط کے سلسلہ میں پیش  
آنے والی ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو تفسیر حقانی)

۹۰: ۵ - اَيْحَسِبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْنَا اَحَدٌ - ہم نہ استفہام انکاری ہے  
الانسانُ يَحْسِبُ كَا فاعل ہے۔ ضمیر فاعل کس کی طرف راجع ہے اس کی مندرجہ  
ذیل صورتیں ہیں :-

۱۔ یہ کہ اگر انسان میں الف لام جنبی ہے تو ضمیر فاعل عام انسان کی طرف راجع ہوگی اور مطلب  
یہ ہوگا کہ باوجودیکہ انسان مصائب کش پیدا ہوا ہے سدا کا دکھیا ہے پھر بھی اس پر اس کو  
یہ غرور کہ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْنَا اَحَدٌ؛ (کہ اس پر کوئی قابو نہ پائے گا)

(تفسیر حقانی، تفسیر مظہری، ضیاء القرآن)

۲۔ اگر الف لام عہد کا ہے تو ضمیر کا مرجع وہ کافر ہے جو اپنی قوت و طاقت پر گھمنڈ کر رہا ہے  
یعنی ابوالاشد اسید بن کلدہ (الخازن، بیضاوی، السیر التفاسیر)

۳۔ بعض کے نزدیک ضمیر کا مرجع الولید بن المغیرہ المخزومی ہے۔ (تفسیر الخازن)  
يَحْسِبُ مَضارع واحد مذکر غائب حُسْبَانٌ (سمع) مصدر سے جس کا معنی ہے  
خیال کرنا۔

اَنْ مُخَفَّفٌ اَصْلٌ فِي اَنْ تَقَا۔

لَنْ يَّقْدِرَ مَضارع منفي تاكيد بَلَنْ - قُدْرَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ قدرت  
نہیں رکھتا ہے۔ عَلَيْنَا میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے اَحَدٌ

يَقْدِرُ کی ضمیر فاعل کا مرجع ہے۔ بمعنی کوئی۔  
ترجمہ ہوگا۔

کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہیں پائے گا۔  
علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں:-

يَا أَحَدٌ سے مراد اللہ ہے کہ جس نے ابوالاشد کو اتنی عظیم الشان طاقت و قوت عطا فرمائی تھی کہ اس کا خیال تھا کہ خدا بھی اس سے انتقام لینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

أَنْ تَنْ يَقْدِرَ عَلَيْكَ أَحَدٌ مفعول ہے يَحْسَبُ کا۔

۹۰: ۶ — يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَا لَا بُدَّ أ— أَهْلَكْتُ ماضی واحد متکلم۔ میں نے ہلاک کر دیا۔ میں نے اڑا دیا۔ میں نے بہا دیا۔

مَا لَا بُدَّ ا۔ موصوف و صفت مل کر مفعول أَهْلَكْتُ کا۔

لُبْدًا۔ مال کثیر۔ لُبْدٌ اور لَا بُدُّ کا بھی یہی مطلب ہے۔ اصل میں لِبْدٌ اور لِبْدَةٌ اور لُبْدَةٌ کا معنی ہے نندا۔ اور گوند یا پانی وغیرہ سے چپکایا ہوا اون یا نمدہ ہو۔ یا چپکایا ہوا اون سب میں تہ برتہ جمانی جاتی ہے۔ توسیع استعمال کے بعد لُبْدٌ لِبْدَةٌ کی جمع جیسے غُرْفٌ غُرْفَةٌ کی جمع ہے کثیر مال کو کہنے لگے۔ اتنا کثیر کہ تہ برتہ چڑھ جائے۔

لِبْدًا۔ لِبُودٌ اور لِبْدٌ (باب نصر، سمع) ایک جگہ جمع کر بیٹھ گیا۔

لِبْدٌ جمع لِبْدَةٌ واحد۔ ٹھٹ کے ٹھٹ۔ ہجوم، بھیڑ، جماعت درجماعت (لغات القرآن) لِبْدٌ بہت مال۔ لِبُودٌ سے صفت مشبہ۔ جس کے معنی چمٹنا۔ اور بعض اجزاء کا بعض سے چپکنا ہیں۔ (قاموس القرآن)

فَائِدَةٌ:-

یہ نہیں کہا اَلْفَقْتُ مَا لَا بُدَّ ا، (میں نے ڈھیر سا مال خرچ کر دیا) بلکہ کہا اَهْلَكْتُ مَا لَا بُدَّ ا۔ (میں نے ڈھیر سا مال ہلاک کر دیا۔ یعنی اڑا دیا۔ لٹا دیا۔ گویا کہنے والے کو اپنی مال و دولت پر کتنا فخر تھا۔ جو زر کثیر اس نے اپنی نشوونمو اور اپنی حفاظت میں بے فائدہ گنوائی۔ اس کی مجموعی دولت کے مقابلہ میں اسے بیچ معلوم دیتی تھی۔

کے لئے ہے یا کافر ابوالاشد

يَقُولُ کی ضمیر فاعل یا لولہ انسان

کے لئے۔ جملہ اھلکُتُ مَا لَا لُبْدًا مَفْعُول ہے یَقُولُ کا۔

۹: ۷ — اَيْحَسِبُ اَنْ لَّمْ يَرَهُ اَحَدٌ: (کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا ہی نہیں) جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً اسے مال خرچ کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ ضرور اس سے باز پرس کرے گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا)۔

لَمْ يَرَهُ اَحَدٌ یہ جملہ مفعول ہے یَحْسِبُ کا۔

لَمْ يَرَ مَضَارِعَ نَفِي حَيْدَ بَكْمٍ - واحد مذکر غائب - لا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب یا کافر ابو الاشد کے لئے ہے یا عام انسان کے لئے۔

۹: ۸ { اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ - (کیا ہم نے نہیں بنائیں اس کے لئے دو آنکھیں اور ایک زبان دو ہونٹ) لَمْ میں لا ضمیر واحد مذکر غائب يَرَهُ کی طرح یا عام انسان کی طرف راجع ہے یا ابو الاشد کی طرف۔

۹: ۹ { اَلَمْ نَجْعَلْ اِسْتَفْهَامَ تَقْرِيرِي هِيَ - یعنی ہم نے بنائی ہیں (اس کے لئے) عَيْنَيْنِ مَفْعُولٌ لَمْ مُتَعَلِقٌ نَجْعَلُ :

لِسَانًا وَشَفَتَيْنِ دونوں کا عطف عینین پر ہے۔

آنکھیں انسان کے لئے خارج کے محسوسات و مدارکات کے باب میں سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اور زبان اور ہونٹ مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ہیں شاید اسی لئے یہی تین نعمتیں نام کی صراحت کے ساتھ یہاں بیان ہوئیں۔ (تفسیر ماجدی)

ان نعمتوں کے فائدے یوں بیان کئے گئے ہیں۔

نبوی نے لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم اگر تیری زبان ناجائز چیزوں کے لئے تجھ سے کشاکش کرے تو میں نے اس کے خلاف تیری مدد کے لئے دو ڈھکن تجھے دیئے ہیں تو اس کو ڈھکن میں بند کر دے (اور ناجائز بات زبان سے نہ نکال) اور اگر تیری نگاہ ناجائز چیزوں کے لئے تجھ سے کشاکش کرے تو تیری مدد کے لئے میں نے دو غلاف تجھے دیدیئے ہیں۔ تو ان غلافوں میں اس کو بند رکھ، اور اگر تیری نثر مگاہ ناجائز امور کی طرف تجھے کھینچے تو میں نے تیری امداد کے لئے دو پردے دیدیئے ہیں ان پردوں میں اس کو بند رکھ۔ (تفسیر مظہری)

۹: ۱۰ — وَ هَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ - واوَ عاطف، هَدَيْنَا ماضی جمع متکلم هَدَا آيَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ لا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ النَّجْدَيْنِ مَفْعُولٌ ثَانِي هَدَيْنَا

کا۔ اور ہم نے اسے (حق و باطل کے دونوں راستے دکھادیئے۔  
التَّجْدَتَيْنِ - اسم تثنیہ منصوب۔ دور روشن راستے۔ یعنی نیکی اور بدی کے راستے  
النجد - کے لغوی معنی بلند اور سخت جگہ کے ہیں۔

۹: ۱۱ — فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ - اقْتَحَمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اقتحام  
رافتعال مصدر - یعنی گھس پڑنا۔ بغیر دیکھے بھالے اپنے آپ کو کسی شے میں جھونک دینا۔  
عَقَبَتًا - پہاڑ میں چڑھائی کا جو دشوار گزار راستہ ہوتا ہے اس کو عقبتہ کہتے ہیں اس کی  
جمع عُقَبٌ وَعِقَابٌ ہے۔ العقبتہ مفعول ہے اقتحمہ کا۔

تفسیر منطری میں اس آیت کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے۔  
فَلَا میں لَا لبعض کے نزدیک اپنے اصل معنی (نفی) میں نہیں بلکہ هَلَّا کے معنی میں  
آیا ہے کیونکہ جب تک تکرار نہ ہو لَّا ماضی پر نہیں آتا۔

اس وقت مطلب اس طرح ہو گا۔

کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اس نے مال خرچ کیوں نہیں کیا۔ کہ اس کے ذریعہ سے گھاٹی  
کو عبور کر لیتا۔ (زندگی کی یا جنت کی یا طاعت کی گھاٹی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی عداوت میں صرف کرنے سے طاعت رسول میں صرف کرنا اس کے لئے بہتر ہوتا۔  
اور بعض علماء نے کہا ہے کہ لَّا اپنے معنی پر ہے لَّا کا مدخول اگرچہ لفظاً مکرر نہیں  
مگر معنوی تعدد ضرور ہے۔ کیونکہ عقبتہ کے مراد ہی معنی میں تعدد ہے۔ (عقبتہ سے  
مراد ہے ۱) فَكٌ رَقِيبَةٌ (۲) اور اِطْعَامٌ مِسْكِينٍ (۳) اور مومن ہونا)  
اصل کلام اس طرح تھا۔

فَلَا فَكٌ رَقِيبَةٌ وَلَا اِطْعَامٌ مِسْكِينًا وَلَا كَانَ مِنَ الَّذِينَ اٰمَنُوْا۔ نہ اس  
کسی بردہ کی گلو خلاصی کی نہ مسکین کو کھانا دیا۔ اور نہ مومنوں میں سے ہوا۔  
اول الذکر تقدیر پر اس جملہ کا عطف اَهْلَكْتُ مَا لَا لَبَدًا پر ہو گا۔ اور مؤخر  
الذکر تفسیر پر جواب قسم پر عطف ہو گا۔

مطلب یہ ہو گا کہ ہم نے انسان کو اوامر و نواہی کے دکھ میں پیدا کیا مگر وہ تعمیل  
احکام کی گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور نہ اس نے اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کیا۔

يَا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَ لِسَانًا..... الخ کے مضمون پر عطف ہو گا۔  
مطلب یہ ہو گا۔ کہ ہم نے انسان کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ دیئے اور

دور اتے بھی اس کو بتا دیئے مگر وہ طاعت کی راہ میں داخل ہی نہیں ہوا۔ کہ ان نعمتوں کا صرف ان کے مصرف میں ہو جاتا۔ اور مُنعم کے انعام کا کچھ شکر ہو جاتا

عقبۃ اصل میں پہاڑی راستہ کو کہتے ہیں۔ اقتحام۔ گھسنا یہاں مراد ہے۔ ادام و نواہی کی پابندی کی مشقت برداشت کرنا اور ادار واجب کے عہدہ برآ ہونا۔ کیونکہ گھنگار پر گناہ کرنے کا بار اور ادار واجبات کی ذمہ داری پہاڑی گھاٹی کے مُشابہ ہے اور فرائض مذکورہ کو ادا کر دینا گھاٹی کو عبور کر لینے سے مُشابہت رکھتا ہے۔

ابن زید نے کہا:-

«اللہ فرماتا ہے: پھر کیوں راہِ نجات پر نہیں چلتا۔ (راہِ نجات کونسی ہے) آئندہ خود ہی اس کو بیان فرما دیا،»

۹۰:۱۲ — وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقْبَةُ: مَا اسْتَفْهَمِيه — کیا چیز۔ کون۔

أَدْرَاكَ — اَدْرَى ماضی واحد مذکر غائب اِدْرَاءُ (افعال) مصدر سے معنی خبردار کرنا۔ بتانا۔ واقف کرنا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، کون تجھے بتائے۔ کیا چیز تمہیں خبردار کرے:

مطلب یہ کہ تجھے کیا خبر، تجھے کیا معلوم۔

مَا الْعَقْبَةُ — مَا اسْتَفْهَمِيه: کیا۔ (العقبۃ) کیا ہے۔ تم کیا جانو کہ گھاٹی کیا ہے؟

۹۰:۱۳ — فَكُ رَقَبَةٍ — اِی هٰی فَكُ رَقَبَةٍ — فَكُ رِبَابِ نَهْرٍ مصدر سے معنی چھڑا دینا۔ آزاد کرنا۔ مضاف۔ رَقَبَةٍ مضاف الیہ۔ کسی گردن کا آزاد کرنا۔ غلام کو آزاد کرنا۔ یا قیمت دے کر آزاد کرانا۔

رَقَبَةٍ — گردن۔ غلام۔ باندی۔ اس کے اصل معنی گردن کے ہیں پھر اس کو بول کر انسان مراد لیا جانے لگا۔ پھر عُرْفِ عام میں غلام کا نام پڑ گیا۔ جیسا کہ رَأْسِ اور ظَهْرِ بول کر مرکوب (جس پر سواری کی جائے) اور سواری مراد لی جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ عقبہ غلام آزاد کرانے کو کہتے ہیں۔ غلام آزاد کرنا۔ یتیم اور مسکین کو کھانا کھلانا۔ عقبہ کی تفسیر ہیں۔

۹۰:۱۴ — اَوْ اِطْعَمَهُ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ — اَوْ حُرِفَ عَطْفُ هٰی اِطْعَامُهُ كَا عَطْفِ فَكُ بِرَبِّ هٰی اَوْ هِيَ اِطْعَمُهُ... الخ اطعام (باب افعال) سے مصدر معنی کھانا کھلانا۔

فِي حَرْفِ يَوْمٍ مَجْرُورٍ - موصوف - ذِي مَسْغَبَةٍ - مضاف مضاف الیه مل کر صفت یَوْم کی -

مَسْغَبَةٌ مصدر مہمی - بھوک، کھانے کی خواہش۔ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ - بھوک والے دن میں - بھوکے ہونے کی نسبت یَوْم کی طرف حقیقی نہیں (دن بھوکا نہیں ہوتا) مجازی ہے -

۹۰: ۱۵ - يَتِيْمًا : مفعول اِطْعَمُ كَا - موصوف، ذَا مَقْرَبَةٍ مضاف مضاف الیه مل کر صفت يَتِيْمًا کی -

مَقْرَبَةٌ مصدر مہمی (قرابت داری - قرابت - يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ قرابت دار یتیم کو،

۹۰: ۱۶ - اَوْ مِسْكِنًا ذَا مَثْرَبَةٍ - اَوْ حَرْفِ عطف - اس کا عطف يَتِيْمًا پر ہے (مفلس، نادار - موصوف - ذَا مَثْرَبَةٍ مضاف مضاف الیه مل کر صفت مِسْكِنًا کی مَثْرَبَةٌ - اسم، سخت ناداری - ایسی مفلسی جو زمین سے چمٹا دے - اٹھنے کی سکت نہ چھوڑے -

آیات ۱۲ تا ۱۶ کا ترجمہ یوں ہو گا -

اور آپ کو کیا معلوم کہ عقبہ کیا ہے - وہ کسی غلام کو آزاد کرانا ہے یا بھوک کے (قحط سالی) میں کسی قرابت دار یتیم کو یا سخت نادار (خاک نشین) مسکین کو کھانا کھلانا ہے ۹۰: ۱۷ - ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّابِرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ -

صاحب تفسیر حقانی تحریر کرتے ہیں :-

ثُمَّ اس مقام پر تراخی ذکر کے لئے ہے - یعنی ان سب باتوں کا ذکر کرنے کے بعد میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اُسے ایمان دار بھی ہونا چاہئے -

بعض علماء کے نزدیک ثُمَّ اس جگہ تاخیر وقوع کے لئے ہے - یعنی کفار کے اعمال خیر توقف میں رہتے ہیں - اگر اخیر میں ایمان لے آیا تو یہ اعمال مقبول ہو جاتے ہیں ورنہ مردود -

چنانچہ حکیم بن حزام نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے حالت کفر میں بہت سے نیک کام کئے ہیں - آپ نے فرمایا کہ تیرے ایمان نے ان سب کو



نیک اور مقبول بنا دیا۔

اولیٰ یہی ہے کہ تَمَّ تَرَاحِي ذَكَرَ كَيْ لَمْ يَكُنْ .

تَمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا كَا تَرْجَمَهُ هُوَ كَا .

پھر وہ ان لوگوں میں جو ایمان لائے۔ (یعنی بغیر ایمان کے کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی، ایمان جڑ ہے، ایمان ہی بنیاد ہے۔ اعمال صالحہ اس پر عمارت ہے کوئی عمارت بغیر بنیاد کے قائم نہیں رہ سکتی۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ اس کا عطف آمَنُوا پر ہے۔ تَوَاصَوْا ماضی جمع مذکر غائب ہے انہوں نے باہم وصیت کی۔ وہ کہہ مرے۔ انہوں نے تاکید کی۔ تَوَاصَوْا (تفاعل) مصدر وہ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۔ اس کا عطف جملہ سابق پر ہے۔ مَرْحَمَةٌ رَحِمَةٌ يَرْحَمُ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ مہربانی کرنا۔ رحم کرنا۔ ترس کھانا۔ وہ ایک دوسرے کو رحم کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔

۱۸:۹۰ — أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ۔ أُولَئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ وہ لوگ، وہی لوگ، یعنی اوپر مذکورہ صفات والے۔ مبتداء أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء کی خبر۔ الميمنة سیدھا ہاتھ۔ دائیں سمت۔ یعنی دائیں سمت والے۔ بابرکت، باسعادت

ترجمہ :-

وہی لوگ باسعادت اور خوش نصیب ہیں۔

۱۹:۹۰۔ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا هُمْ أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ۔ وَأَوْعَاطِفُ الَّذِينَ آمَنُوا مَوْصُولٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ كَفَرُوا جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ۔ كَفَرُوا (باب نَصَرَ) مصدر۔ صلہ۔ بِآيَاتِنَا متعلق كَفَرُوا۔ اسم موصول مبعولہ اپنے صلہ کے مبتداء۔

أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء کی خبر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تخصیص کے لئے لائی گئی ہے۔

اور جن لوگوں نے ہماری آیات سے انکار کیا۔ وہی منحوس (بد بخت) ہیں۔

مَشْأَمَةٌ: (ش، م، حروف مادہ) بائیں طرف (رجلا لین)

أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ۔ بائیں طرف والے۔

۹۰ : ۲۰ — عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤَصَّدَةٌ — یہ صفت ہے نَارُ کی، اسم مفعول واحد نونث  
إِصَادٌ (افعال) مصدر سے - بند کی ہوئی -  
صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں -

مُؤَصَّدَةٌ - قرأ الجهور بالواو وقرئ بالهمزة والمعنى واحد والمراد عليهم  
نارُ ابوابها مغلقة - لا تفتح ابداً .

(جمہور نے اسے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے ہمزہ کے ساتھ بھی اسے پڑھا گیا ہے معنی  
ہر دو صورت میں ایک ہی ہیں - مراد یہ ہے کہ وہ آگ کے اندر ہوں گے جس کے دروازے  
بند ہوں گے اور اب تک نہیں کھولے جائیں گے -  
صاحب ضیاء القرآن تخریر فرماتے ہیں :-

جب دروازے کو بالکل بند کر دیا جائے تو اہل عرب کہتے ہیں او صدت الباب  
ای اغلقتہ - یعنی ان کو آگ میں پھینک دیا جائے گا - اور دروازے بند کر دیئے جائیں گے  
اور نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی .

-----

-----

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۹۱) سورۃ الشمس مکیہ (۱۵)

۹۱:۱ — وَالشَّمْسِ وَضُحَاهَا — وَأَوْقِیْمِۃُ الشَّمْسِ مَقْسَمٌ — قَسَمٌ بِأَقْتَابِ كِی — وَأَوْقِیْمِۃُ ضُحَاهَا مَضَافٌ مَضَافٌ الِیْهِ لِکَرْمَقْسَمٍ —  
ضُحٰی کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ طلوع کے وقت آفتاب کی روشنی (مجاہد، کلبی)

۲۔ ضُحٰی سے مراد پورا دن ہے۔ (قادہ)

۳۔ ضُحٰی سے سورج کی گرمی مراد ہے۔ (مقاتل)

۴۔ قاموس میں ہے ضُحِیَّةٌ بَرُوْزٌ عَشِیَّةٌ دُنْ جُرْهُ جَانَا۔ ضُحٰی بغیر مدہ کے اور ضُحٰی مدہ کے ساتھ قریب دو پہر۔

ہاضمیر واحد مؤنث غائب الشمس کی طرف راجع ہے۔

قسم ہے آفتاب کی اور اس کی روشنی کی۔

۹۱:۲ — وَالْقَمَرَ اِذَا تَلَّهَا — وَأَوْقِیْمِۃُ اِذَا نَظَرَ زَمَانَ — جِب —

تَلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَلَوُّ رِبَابٍ نَصْرٌ مِّنْ صَدْرٍ — تَلٰی لِمَادَةٍ —

بمعنی پیچھے پیچھے چلنا۔ ہاضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الشمس ہے۔

ترجمہ :- اور قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے (یعنی سورج کے) پیچھے پیچھے چلے۔

ایسی صورت ہر مہینے کے نصف اول میں ہوتی ہے (تفسیر مظہری)

اصل میں تَلٰی کا استعمال کسی چیز کی متابعت اور پیروی کرنے کے لئے آتا ہے۔

اور پیروی کبھی جسم کے ذریعے پیچھے پیچھے چل کر ہوتی ہے اور کسی حکم کی اقتدار کرنے سے۔

اس صورت میں اس کے مصدر تَلَوُّ اور تَلَوُّ آتے ہیں اور کبھی پیروی پڑھنے اور معنی میں

غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لئے تِلَادَةٌ کا مصدر استعمال ہوتا ہے۔ آیت

شریفہ زیر مطالعہ میں اتباع برسبیل اقتدار و مرتبہ میں پیچھے ہونا مراد ہے کیونکہ چاند کی روشنی

آفتاب کی ہوئی ہے اور وہ آفتاب کا بمنزلہ خلیفہ ہے۔ (لغات القرآن)

۳:۹۱ — وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰهَا - وَأَوْقَسِيهٖ هِيَ إِذَا ظُرِفَ زَمَانٌ هِيَ - جَلَّىٰ مَاضِيٌّ كَاصْيَفٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - ضَمِيرٌ فَاعِلٌ النَّهَارِ كِي طَرَفٍ رَاجِعٌ هِيَ - جَلَّىٰ تَجَلَّىٰ (بَابُ تَفْعِيلٍ) مَصْدَرٌ سَعَىٰ هِيَ - حَيْثُ كَيْ مَعْنَىٰ هِيَ رُوشَنُ كَرْنَا - هَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ الشَّمْسِ كَيْ لَيْتَ هِيَ قَسْمٌ بَعْدَ وَنِ كِي حَيْثُ كَيْ وَهٖ (آفَتَابُ كُو) رُوشَنٌ (بِعْنَىٰ نَمَائِيَا) كَرَىٰ :

۴:۹۱ — وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰهَا - وَأَوْقَسِيهٖ إِذَا ظُرِفَ زَمَانٌ - يَغْشَىٰ مَضَارِعٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ غَشَىٰ (بَابُ سَمْعٍ) مَصْدَرٌ هَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ كَامْرَجِ الشَّمْسِ هِيَ - قَسْمٌ هِيَ رَاتٍ كِي حَيْثُ وَهٖ آفَتَابُ كُو حِجَابٌ - اس پر پردہ ڈال دے - ٹوہانک دے اس کو -

۵:۹۱ — وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنَاهَا - وَأَوْقَسِيهٖ هِيَ - وَأَوْدُومٌ فِي اخْتِلَافٍ هِيَ كَيْ قَسْمِيهٖ هِيَ يَا عَاطِفُ هِيَ - مَا كِي دُو صَوْرَتَيْنِ هِيَ -

۱- مَا مَصْدَرِيهٖ هِيَ -

۲- مَا مَوْصُولٌ بِمَعْنَىٰ مَنْ هِيَ -

بَنَىٰ مَاضِيٌّ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ هِيَ بَنَىٰ (بَابُ ضَرْبٍ) مَصْدَرٌ سَعَىٰ هِيَ - اس نے بنایا - هَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ كَامْرَجِ السَّمَاءِ هِيَ اس نے آسمان کو بنایا - ترجمہ (بصورتِ ما مصدریہ) اور قسم ہے آسمان کی اور (اس آسمان) کی بناوٹ کی - (آسمان کی بناوٹ جو قدرتِ کاملہ کا نمونہ ہے)

ترجمہ: (بصورتِ موصولہ) اور قسم ہے آسمان کی اور (قسم ہے) اس (آسمان) کے بنانے والے کی -

۶:۹۱ — وَالْأَرْضِ وَمَا طَحَّهَا - وَأَوْثَانِي قَسْمِيهٖ يَا عَاطِفُ - مَا مَصْدَرِيهٖ يَا مَوْصُولٌ طَحَّىٰ - مَاضِيٌّ كَاصْيَفٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - طَحَّىٰ وَطَحَّوْ (بَابُ نَصْرِ) مَصْدَرٌ بِمَعْنَىٰ مَحْيِلَانَا - امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے -

اللیث نے کہا ہے کہ طَحَّوْ - دَحَّوْ کے ہم معنی ہے جس کے معنی بَسَطٌ یعنی پھیلا کے ہیں - هَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ كَامْرَجِ الْاَرْضِ هِيَ -

ترجمہ: (بصورتِ ما مصدریہ) اور قسم ہے زمین کی اور اس کی فراخی اور کشائش کی - یعنی کیا ہی اس میں وسعت اور کشائش رکھی ہے -

ترجمہ: (بصورتِ ما موصولہ) اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اس کو وسعت بخشی

فراخ و کشادہ بنایا۔

۹۱: ۷۔ وَ لَنْفُسٍ وَ مَا سَوَّوْنَهَا۔ وَ اَوْ قَسْمِيه۔ نَفْسٍ۔ نَفْسِ الْاِنْسَانِي، الْاِنْسَانِي جَان وَ اَوْ ثَانِي عَاطِفٌ يَاقَسْمِيه هُوَ۔ مَا مَصْدَرِيه يَاصْوُولَه هُوَ۔ سَوَّوِي مَاضِي وَ اَحَدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَسْوِيَةٌ (تَفْعِيلٌ) مَصْدَرٌ سَعَى۔ بِمَعْنَى كَسَى چيزَ كُو بَلَنْدِي يَ اِلَيْسْتِي مِيں بِلَا بَر بِنَاا۔ هَا ضَمِيْرٌ مَفْعُوْلٌ وَ اَحَدٌ مَوْثٌ غَائِبٌ كَا مَرْجِعٌ نَفْسٌ هُوَ۔

ترجمہ (بصورت ما مصدریہ کے) اور قسم ہے انسان کی جان کی اور اس کی آراستگی کی۔  
... بصورت ما موصولہ کے) اور قسم ہے انسانی جان کی اور اس کی کہ جس نے اس کو آراستہ کیا۔

فائدہ: علامہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں:-

آیات ۶۵-۷ میں اول دوسرا تیسرا و اذ باتفاق علماء و اوقسمیہ ہے اور اس کے بعد والے و اؤ میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ بھی قسم کے لئے ہے بہر حال پہلے تینوں و اؤ عطف کے لئے نہیں ہیں۔

۹۱: ۸۔ فَ اَلْهَمَّهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوَانَهَا: فَ عَاطِفٌ بِمَعْنَى پھر۔ اَلْهَمَّ كَا عَطَفَ سَوَّوِي پَر هُوَ۔ هَا ضَمِيْرٌ وَ اَحَدٌ مَوْثٌ غَائِبٌ كَا مَرْجِعٌ نَفْسٌ هُوَ۔ فُجُوْرَهَا مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَيْهِ لِكِرِّ اَلْهَمَّ كَا مَفْعُوْلٌ۔ اِسی طَرَحٍ تَقْوَانَهَا مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَيْهِ لِكِرِّ مَفْعُوْلٌ هُوَ اَلْهَمَّ كَا۔

اَلْهَمَّ مَاضِي وَ اَحَدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِلْهَامٌ (اَفْعَالٌ) مَصْدَرٌ سَعَى جِسْمِ كَسَى چيزَ كُو دِل مِيں ڈال دینے کے ہیں۔

اَلْهَامُ لَهْمٌ سَعَى مَاصُوْلٌ هُوَ جِسْمِ كَسَى چيزَ كُو نَكَلْنِي كے ہيں چُونَكِه اِلْهَامٌ مِيں بِيھي اَللّٰهُ تَعَالٰی كِي طَرَفٌ سَعَى اِكْبَرٌ بَاتٌ ڈَال دِي جَاتِي هُوَ اِس لِي كَا نَامُ اِلْهَامٌ هُوَا۔ اَلْهَمَّ كَا فَاعِلٌ مَحْذُوْفٌ هُوَ يَعْنِي اَللّٰهُ تَعَالٰی۔

فُجُوْرٌ مَصْدَرٌ هُوَ فُجُوْرٌ يَفْجُوْرُ (بَابُ نَصْر) سَعَى۔ فُجُوْرٌ كَا لَغْوِي مَعْنِي هُوَ سَوَارٌ كَا زِيْنٌ سَعَى اِكْبَرٌ طَرَفٌ كُو حَبْكٌ جَانَا۔ جُھُوْطٌ بُوْلْنَا۔ كَسَى كُو جُھُوْطًا قَرَارٌ دِيْنَا۔ نَافِرْمَانِي كَرْنَا۔ مَرَادِي مَعْنِي مِيں دِيْنِ كَا پَرُوْدَ پِيَاڑْنَا۔ عَلِي الْاِعْلَانِ كِنَاہُ كَرْنَا۔ فَجَوَعِنِ الْحَقِّ۔ حَقٌّ سَعَى رُوْكَرْدَانِي كَرْنَا۔ اَيْتٌ نَبَا مِيں بَدْكَارِي وَ اَوْ شَرْعِيَّتِ كِي نَافِرْمَانِي مَرَادِي هُوَ۔

ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نفس ہے۔

تَقْوَاهَا مضاف مضاف الیہ۔ تَقْوَىٰ - اتِّقَاءُ (افتعال) مصدر سے اسم ہے۔  
 معنی برہنہ کاری۔ بچنا۔ لغت میں تقویٰ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز سے بچانا اور حفاظت  
 میں رکھنا جس کا خوف ہو۔ لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے موسوم کرتے ہیں  
 عَرُوتِ شَرَعِ میں "تقویٰ" نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف  
 لے جائے یہ بات ممنوعات کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے مگر اس کی تکمیل اس وقت  
 ہوتی ہے کہ جب بعض مباحات کو بھی ترک کیا جائے۔  
 چنانچہ مروی ہے:-

الْحَلَالُ بَيْنَ وَالْحَرَامِ بَيْنَ وَمِنْ وَقَعِ حَوْلِ الْحَمَى  
 فَحَقِيقٌ اَنْ يَلْقَعَ فِيهِ: (حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور جو چراگاہ کے  
 ارد گرد چرائے گا تو (اس کے حال کو دیکھتے ہوئے یہ خطرہ ہے) درست معلوم ہوتا ہے  
 کہ وہ اس میں داخل ہو جائے)  
 ہا ضمیر نفس کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ ہو گا:-

مجھ اس کی نافرمانی کو اور اس کی پارسائی کو اس کے دل میں ڈال دیا۔  
 مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے سامنے خیر و شر اور اطاعت و معصیت کا راستہ  
 کھول دیا تاکہ خیر و طاعت کو اختیار کرے اور شر و معصیت سے پرہیز کرے۔  
 ۹:۹۱ - قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا۔ جہور کے نزدیک یہ اور اگلا جملہ جواب قسم ہے۔ اور  
 جواب قسم کا لام مقدرہ ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے:- لَقَدْ اَفْلَحَ..... الخ۔ یا زجاج کے مطابق  
 طول کلام لام کا عوض ہوا۔ (تفسیر مدارک التنزیل)  
 بعض علماء کا قول ہے کہ:-

فَاَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا کے بعد یہ اور اس کے بعد آنے والا جملہ معترضہ  
 ہے اور دونوں نعتیں (کافر و مؤمن) کے فرق کو واضح کرنے کے لئے اس کو ذکر کیا گیا۔ اور  
 قسم کا جواب محذوف ہے۔ جس پر آیت كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا دلالت کر رہی ہے۔  
 کیونکہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تباہ کر دیا۔  
 پس تکذیب ثمود کی طرح جب کفار تکذیب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں

تو ان کو بھی خدا تعالیٰ تباہ کر دے گا: (تفسیر مظہری)

قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ قَدْ أَفْلَحَ : تحقیق وہ فلاح پا گیا۔

بے شک وہ کامیاب ہو گیا۔ یقیناً وہ کامیاب ہوا۔

زَكَهَّا۔ زَكَیُّ ماضی واحد مذکر غائب تَزَكِيَّةٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے

سنوارا۔ اس نے پاک کیا۔

زَكَیُّ کا فاعل کون ہے؟

اس کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ اس کا فاعل مَنْ ہے۔ اس صورت میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسُ

ہے۔ ترجمہ ہوگا۔

بے شک وہ شخص کامیاب ہوا۔ جس نے اپنے نفس کو (گناہوں سے) پاک کر لیا۔

(یہ ترجمہ تفسیر حقانی، تفسیر صیار القرآن، مولانا فتح محمد جالندہری، السیر التفاسیر نے

اختیار کیا ہے)

۲۔ زَكَیُّ کا فاعل اللہ ہے اور علامہ پانی پتی نے یہی اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں ہر

کامیاب ہوا وہ شخص جس کے نفس کو اللہ نے پاک کر دیا۔ زَكَیُّ کا فاعل اللہ ہے

اور ہا ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے (مگر مَنْ مذکر ہے اور ہا ضمیر مؤنث ہے اس

کی وجہ یہ ہے کہ مَنْ سے واقع میں نفس ہی مراد ہے اور نفس مؤنث ہے)

تفسیر الخازن میں ہے:-

ای فازت وسعدت نفس زَكَاها الله ای اصلحها الله وطهرها

من الذنوب ووفقها للطاعة۔ کامیاب رہی اور نیک بخت ہوئی وہ جان

جس کو اللہ نے پاک کر دیا۔ یعنی اللہ نے اس کی اصلاح کی اس کو گناہوں سے

پاک رکھا اور طاعت کی توفیق بخشی۔

اور تفسیر مدارک التنزیل ہے:-

ای طهرها الله واصلحها الله نے اس کو پاک کر رکھا اور اس کی اصلاح کی

۱۰۲۹۱۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا۔ خَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب خَيْبَةٌ

(باب ضرب) مصدر سے۔ وہ نامراد ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اس کا مطلب فوت ہوا۔

دَسَّهَا۔ دَسَّى۔ تَدُّ سَيْتَةً (تفعیل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

اس نے خاک میں ملا دیا۔ اس نے چھپا دیا۔

دَسَّهَا۔ دَسَّ اصل میں دَسَسَ تھا۔ آخری سق کو الف سے بدل دیا۔ اور

تد سبب کے معنی ہیں اخفاء بمعنی چھپانا۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ اَمْرٌ يُدُّ سُّهُ  
فِي التَّرَابِ؛ (۱۶: ۵۹) یا اس کو مٹی میں چھپا دے۔ آیت میں ہلاک کرنا مراد ہے کیونکہ ہلاک  
کرنا چھپانے کو مستلزم ہے،

نیز ملاحظہ ہو آیت ۹ مذکورہ بالا۔

۱۱: ۹۱۔ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوَاهَا۔ ثَمُود سے مراد قوم ثمود ہے۔ اسی بنا پر کذبت  
صیغہ واحد مؤنث لایا گیا ہے۔ ب سبب یہ ہے طغونها مضاف مضاف الیہ۔ ان کی سرکشی  
ہا ضمیر واحد مؤنث غائب قوم ثمود کے لئے ہے۔

طغوی۔ طغیان (باب نصر) مصدر سے اسم ہے جیسے دعاء سے دعویٰ

ہے۔ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ كَذَّبَتْ کا مفعول محذوف ہے، یعنی حضرت صالح  
علیہ السلام کی نبوت اور ہدایت

یعنی قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب حضرت صالح اور ان کی نبوت و ہدایت کی

تکذیب کی۔

۱۲: ۹۱۔ اِذَا نُبِعَتْ اَشْقَاهَا۔ اِذْ ظَرْفِ زَمَانٍ ہے کذبت کا یا طغویٰ کا  
اِنْبِعَتْ بَعَثَ کی انفعالی حالت کو ظاہر کرنے کے لئے باب انفعال سے لایا گیا  
ہے۔ کسی فعل کو رضامندی اور فرمانبرداری سے کرنا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔  
انبعات، انفعال، مصدر سے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اَشْقَاهَا۔ اَشْقَى فعل التفضیل کا صیغہ۔ بڑا بدبخت۔ شِقَاؤُهُ سے جس کے

معنی بدبختی کے ہیں۔ مضاف، ہا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ کا مرجع

قوم ثمود ہے۔ اس قوم کا سب سے بڑا بدبخت

۱۳: ۹۱۔ نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہیں۔ فعل محذوف

ہے اِی فَقَالَ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ دَرُوا اَوْ اِحْذَرُوا نَاقَةَ اللَّهِ وَسُقْيَاهَا

خدا کے رسول نے ان سے (قوم ثمود سے) کہا۔ خدا کی اونٹنی کو اور اس کے پانی پینے کو  
نہ چھڑو۔ یعنی نہ تو اس کو کسی قسم کی جسمانی گزند پہنچاؤ اور نہ اس کی پانی پینے کی باری

کو چھڑو۔



سُقِيًا سَقَىٰ سَمَّيْءٌ مِّنْ سَمَاءٍ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا

اس کا پانی پینا۔ اس کو پانی پلانا۔ اس کے پانی پینے کا انتظام یا طریقہ کار۔

۱۴۱۹۱ — فَكَذَّبُوهُ فَعَقَرُوْهَا وَتَ — تَعْقِبٌ كَا بَيِّنَةٍ — لَمْ يَضْمِرْ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ

مذکر غائب جس کا مرجع حضرت صالح علیہ السلام ہیں۔ عَقَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب عَقَرُوْا

(باب ضرب) مصدر سے۔ عَقَرُوْا بمعنی کوئیں کاٹنا۔ کوئیں کہتے ہیں پاؤں کے پھٹوں کو جو پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں۔

عرب میں دستور تھا کہ اونٹ کو حلال کرنا ہوتا تو پہلے اس کی کوئیں کاٹتے تاکہ

مجاگ نہ جائے۔ پھر اس کو نخر کرتے (یعنی حلال کرتے) ہَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ كَامَرْجِحٍ نَاقَةٌ (اونٹنی) ہے۔

۹۱: ۱۵ — فَذَمُّوْهُمْ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ. وَتَ تَعْقِبٌ كَا بَيِّنَةٍ مِّنْ سَمَاءٍ مَّوْنَتٌ

ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ذَمُّوْا ماضی مصدر سے۔ جس کے معنی ہیں

ہلاک کرنا۔ غلبہ ہونا۔ اس نے الٹ مارا۔ اس نے تباہی لا ڈالی۔ اس نے ہلاکت لا ڈالی

عَلَيْهِمْ مِّنْ ضَمِيرٍ مَفْعُولٍ هِمٌّ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا

بِذُنُوبِهِمْ سَبَبِيَّةٌ هِيَ۔ ذُنُوبُهُمْ مَّضَافٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا۔ ان کا گناہ۔

ترجمہ۔

پھر تو ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب ان کو ہلاک کر ڈالا۔

فَسَوَّوْهُمَا. وَتَ تَعْقِبٌ كَا بَيِّنَةٍ مِّنْ سَمَاءٍ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَّوْنَتٌ

(تفعیل) سے مصدر۔ اس نے برابر کر دیا۔ ہَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا ضَمِيرٌ

مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا

مطلب یہ کہ پھر اس نے سب کی تباہی ایک سی کر دی۔ ہلاکت عام کر دی

چھوٹا بڑا کوئی نہ بچا۔ (سوائے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے وہ پیروکار جو ان پر ایمان

لے آئے تھے۔

۹۱: ۱۵ — وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهَا، عُقْبَىٰ — ابْجَامٌ، بَدَلٌ، عَاقِبَتٌ — مَّضَافٌ،

ہَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَّوْنَتٌ غَائِبٌ مَّضَافٌ إِلَىٰ هَٰذَا

جملہ حالیہ ہے۔ ای فعل ذلک وهو لا يَخَافُ عُقْبَاهَا — اس نے یہ کیا درآن

حالیہ اسے اس کے ابْجَامٌ کا کوئی ڈر نہ تھا۔

لَا يَخَافُ فِي فاعل کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

- ۱- لَا يَخَافُ کی ضمیر فاعل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ کو اس تباہی یا قوم تمود کی بربادی کے انجام کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔
  - ۲- ضحاک، سدی، کلبی نے کہا کہ لَا يَخَافُ کی ضمیر فاعل اشقیٰ کی طرف راجع ہے اور کلام میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے۔ اصل کلام اس طرح تھا۔ اِذَا نُبِعْتَ اشْقٰهَا وَ لَا يَخَافُ عِقْبٰهَا۔ یعنی سب سے بڑا بد بخت اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے فوری تیار ہو گیا اور اس کے نتیجہ کی طرف سے اس کو کچھ بھی خوف نہ آیا۔
  - ۳- لَا يَخَافُ کی ضمیر حضرت صالح علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ ان کو وعدہ دیا گیا تھا کہ کافروں کے ساتھ تم ہلاک نہیں ہو گے۔
- لیکن اول معنی زیادہ بہتر اور مناسب ہیں کہ ضمیر اللہ سبحانہ کی طرف راجع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# (۹۲) سُورَةُ الْيَلِّ مَكِّيَّةٌ (۲۱)

۹۲: ۱۔ وَالْيَلِّ إِذَا يَغْشَىٰ جملہ قسمیہ ہے۔ اِذَا۔ ظرف زمان۔ یعنی جب۔  
يَغْشَىٰ مضارع واحد مذکر غائب۔ مفعول يَغْشَىٰ محذوف ہے۔

اس کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ يَغْشَىٰ کا مفعول الشمس ہے۔ جیسا کہ وَالْيَلِّ إِذَا يَغْشَىٰ (۳: ۹۱) میں آیا ہے:  
قسم ہے رات کی جب سورج کو ڈھانپ لے۔

۲۔ يَا النَّهَارِ اس کا مفعول ہے۔ جیسا کہ دوسری آیت میں آیا ہے يُغْشَىٰ الْيَلِّ النَّهَارِ  
رات سورج کو ڈھانپ لے۔ (۵۴: ۷)

۳۔ يَا اس کا مفعول ہے ہر وہ چیز جو رات کے اندھیرے میں چھپائی جاتی ہے جیسے آیت  
زیر مطالعہ۔ قسم ہے رات کی جب وہ (ہر چیز پر) چھا جائے (ترجمہ تفسیر ضیاء القرآن)

۹۲: ۲۔ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ۔ النَّهَارِ کا عطف الْيَلِّ پر ہے۔

تَجَلَّىٰ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (تَفَعَّلَ) مصدر سے۔ وہ روشن ہوا

ترجمہ ۱۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے۔

۹۲: ۳۔ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

واو قسمیہ ہے۔ مَا کی آیات (۹۱: ۵-۶-۷) کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ مَا مصدر یہ ہے۔

۲۔ یا موصولہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ قسم ہے نر و مادہ پیدا کرنے کی

اور دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور قسم ہے اس ذات پاک کی (یعنی اپنی)

کہ جس نے نر و مادہ پیدا کئے۔

۹۲: ۴۔ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ۔ جواب قسم ہے۔ إِنَّ حَرْفِ تَحْقِيقٍ۔ بے شک:

تحقیق، حرف مشبہ بالفعل - سَعَيْكُمْ مضاف مضاف الیہ - تمہاری کوشش - اسمِ اِنْتِ  
لَشْتَى اس کی خبر - لام تاکید کا - شَتَى - طرح طرح - جُدا - جُدا - متفرق، مختلف، پرگندہ  
بعض کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہے اور بعض نے اس کو شَتِيت کی جمع بیان کیا ہے  
جیسے مَرِيضٌ کی جمع مَرَضِيٌّ۔

اِنَّ سَعَيْكُمْ لَشَتَى۔ بے شک تمہارے اعمال، تمہاری کوششیں مختلف ہیں  
کوئی دوزخ سے گلو خلاصی اور مراتبِ جنت و مدارجِ قرب کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔  
اور کوئی اپنے نفس کو ہلاک کرنے کی۔  
۹۲: ۵ — فَاَنَّا مَنَّا اَعْطَى وَالتَّقَى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى : (یہ اختلاف سعی کی  
صورتیں بیان ہو رہی ہیں)

جملہ شرطیہ ہے۔ اَمَّا حَرْفِ شَرْطٍ۔ بمعنی سو۔ پھر۔ مَنَّا شَرْطِيَّةٌ  
اَعْطَى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْطَاءٌ رافعال، مصدر۔ اس نے دیا۔  
اس نے عطا کیا۔

وَادَّعَا طِفْلًا، اِتَّقَى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِتِّقَاءٌ رافعال، مصدر  
وہ ڈرا۔ اس نے پرہیز کیا۔ اور اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔  
اتَّقَى کا عطف اَعْطَى پر ہے۔

ترجمہ ہو گا۔ پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا۔ اور پرہیزگاری اختیار کی

۹۲: ۶ — وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى - وَادَّعَا طِفْلًا - اس کا عطف فَاَمَّا مَنَّا  
اَعْطَى پر ہے۔ صَدَّقَ ماضی واحد مذکر غائب تَصَدَّقَ رافعال، مصدر  
اس نے سچ مانا۔ اس نے تصدیق کی۔ وہ یقین لایا۔

الْحُسْنَى - حُسْنٌ سے بروزن فَعْلَى افعال التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے  
اچھی۔ عمدہ بات۔ یعنی کلمہ توحید اور اس نے نیک بات (کلمہ توحید) کو سچ جانا۔

۱۹۲، — فَسَيُسِّرُكَ لِلْيُسْرَى - جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے ہے۔

س بمعنی سَوَفَ - عنقریب - يُسِّرُ مضارع جمع متکلم تَيْسِّرُ (تفعیل) مصدر ہے  
ہم آسان کر دیتے ہیں۔ کا ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنَّا ہے یُسْرَى اسم تفضیل کا  
صیغہ واحد مؤنث معرف باللام۔ اَيْسِرٌ واحد مذکر يُسِّرُ مصدر۔ آسان طریقہ، یعنی  
وہ عمل جو رضائے الہی کا موجب ہو۔ تو ہم اس کے لئے سہولت پیدا کر دیں گے۔ اس کو

توفیق دیں گے یُسْرٰی کی۔  
 یعنی ایسے خصائل کو جو اس کو  
 یُسْر اور راحت تک پہنچا دیں گے۔  
 مطلب یہ ہے کہ ایسے عمل کی توفیق دیں گے جو اللہ کی خوشنودی اور جنت کے  
 حصول کا ذریعہ ہوگا۔

یہ لفظ یُسْر الفریس کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ یُسْر الفریس کا معنی ہے  
 اس نے گھوڑے کو زین اور لگام دی۔

۸:۹۲ — وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ — جملہ عاطفہ اور شرطیہ ہے ف عاطفہ  
 اور مَنْ شرطیہ ہے۔ بَخِلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بَخِلٌ رباب سمع مصدر۔ اس  
 نے بخل کیا۔ اس نے کنجوسی کی،

وَأَوْعَاطِفُهُ اسْتَغْنَىٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب استغناء (استفعال) مصدر  
 اس نے بے پروائی کی۔ اس کا عطف بَخِلَ پر ہے۔ اور جس نے کنجوسی کی اور (آخرت کی)  
 پرواہ نہ کی۔

۹:۹۲ — وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اس نے سچ بات  
 کو جھٹلایا۔ كَذَّبَ تَكْذِيبٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب  
 ۱۰:۹۲ — فَسَنِّيَسُّرَّكَ لِلْعُسْرَىٰ — ہم اس کے لئے سہولت پیدا کر دیتے ہیں۔ (ملاحظہ  
 ۷:۹۲ — مذکورہ بالا)

لِلْعُسْرَىٰ — عُسْرٰی، سختی، دشواری۔ سخت چیز، مشکل کام، عُسْرٌ سے بروزن فعلی  
 افعال التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اَعْسَرُ صیغہ واحد مذکر۔  
 جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کلمہ توجید و رسالت کا انکار کرے اور جھٹلائے تو ہم اس کو  
 ایسی خصالتوں کی توفیق دیں گے جو اس کو دشواری، شدت، اور دوزخ کی طرف لیجائیں گی  
 مقاتل نے عُسْرٰی کی تشریح میں کہا۔

بھلائی کے کام کرنا اس کے لئے دشوار ہو جائے گا۔

الْيُسْرٰی اور الْعُسْرٰی کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ یُسْرٰی سے مراد جنت ہے اور عُسْرٰی سے مراد دوزخ ہے۔

۲۔ یُسْرٰی سے مراد خیر ہے اور عُسْرٰی سے مراد شر ہے۔

۳۔ یُسْرٰی سے مراد طاعت کی طرف مڑنا اور عُسْرٰی سے مراد قبائح کی طرف رجوع کرنا۔

مثلاً بخل سے کام لینا۔ توحید اور رسالت سے انکار کرنا۔

۹۲: ۱۱ — وَمَا يَخْتَىٰ : مضارع منفی واحد مذکر غائب اِغْتَابُ (افعال) مصدر۔

کام نہیں آئے گا۔ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ دفع نہیں کرے گا۔

اِذَا ظُفِرَ زِمَانٌ - تَزَوَّدَىٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَزَوَّدَىٰ (تَفَعَّلَ) مصدر  
نیچے گرنا۔ گڑھے میں گرنا۔ (ردی مادہ) یہاں مراد قبر کے گڑھے میں گرنا یا جہنم کے  
گڑھے میں گرنا۔ یعنی جب وہ قبر کے گڑھے میں چلا جائے گا۔ مرنے کے بعد تو اس کا مال  
اوروں کے کام آئے گا اس کے اپنے کسی کام نہ آئے گا اور اگر جہنم میں پہنچ گیا تو یہ مال  
اس سے عذاب کو دفع نہ کر سکے گا۔

۹۲: ۱۲ — اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى : اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل الْهُدٰى اسم

اِنَّ عَلَيْنَا اس کی خبر۔ تحقیق ہم پر (صرف) رہنمائی کر دینا ہے۔

۹۲: ۱۳ — وَاِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةِ وَالْاٰوَّلٰى - لَلْآخِرَةِ معطوف علیہ وَالْاٰوَّلٰى

معطوف۔ دونوں مل کر اسم اِنَّ۔ لَنَا خبر اِنَّ۔ مجموعاً جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

اور آخرت و دنیا (دونوں) ہمارے ہی بس میں ہیں۔

۹۲: ۱۴ — فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظٰى - ف سببیہ ہے اللہ کا مالک دارین اور

خالق کو نین ہونا سبب تخریف ہے۔ نَارًا متعلق اَنْذَرْتُكُمْ ہے اور موصوف سے

تَلَظٰى اس کی صفت ہے۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ بھڑکتی ہے۔ وہ شعلہ مارتی

ہے۔ تَلَظٰى (تَفَعَّلَ) مصدر ہے۔ جس کے معنی آگ کے لپٹیں مارنے، شعلے بلند کرنے

اور بھڑکنے کے ہیں۔ یہ اصل میں تَتَلَظٰى تھا۔ تخفیفاً ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔

ترجمہ۔ پس میں تم کو بھڑکتی آگ سے ڈراتا ہوں۔

۹۲: ۱۵ — لَا يَصْلٰهَا اِلَّا الْاَشْقٰى - لَا يَصْلٰى مضارع منفی واحد مذکر غائب

صَلٰى (باب سَمِعَ) مصدر۔ وہ داخل ہوگا۔ ہا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع

نَارًا ہے۔ اس آگ میں نہیں کوئی داخل ہوگا۔

اِلَّا الْاَشْقٰى - استثناء متصل۔ یعنی سوائے اَشْقٰى (بد بخت) کے کوئی دوا

طور پر اس میں داخل نہیں ہوگا۔

اور اَشْقٰى وہ کافر اور مشرک ہے الَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلٰى (اگلی آیت)

اس جگہ اَشْقٰى (اسم تفضیل) یعنی شقی (صفت مشبہ) کے ہے۔ اس لئے کافر بھی اس میں

داخل ہے اور وہ مسلم فاسق بھی جس کی مغفرت نہ کی جائے۔

۹۲: ۱۶ — الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّى - الَّذِي كَذَّبَ اسْمُ مَوْصُولٍ وَصَلَهُ تَوَلَّى مَعْطُوفٌ

عَلَى تَوَلَّى - دُونِ جَمَلِ صِفَتٍ فِيهِ الْإِشْتِقَاءُ كِي -

تَوَلَّى مَاضِيٌّ كَا صَيْفُهُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَوَلَّى (تَفَعَّلٌ) مَصْدَرٌ سَيِّئٌ - بِمِثْلِ بَهِيرِنَا - رَوَّادٌ

كِرْنَا - جُو (دِينِ حَقِّ كَوْمِ) جَهْلًا تَارِبًا - أَوْرَ اس سَيِّئِ مَوْطَرِي رَكْهَا -

۹۲: ۱۷ — وَ سَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى - وَأَوْعَاطِفٌ - سَيِّئٌ مَعْنَى تَحْقِيقٌ - يُجَنَّبُ مَضَارِعُ مَجْهُولٌ

وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - تَجَنَّبُ (تَفْعِيلٌ) مَصْدَرٌ - اَكْبَ جَانِبٌ رَكْهَا جَائِئِي كَا - اَكْبَ طَرَفٌ

رَكْهَا جَائِئِي كَا - بَجَايَا جَائِئِي كَا - مَحْفُوظٌ رَكْهَا جَائِئِي كَا - هَا ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ كَا مَرْجِعٌ

نَارًا هِيَ -

الْأَتْقَى: وَتَوَلَّى سَيِّئٌ مَعْنَى تَحْقِيقٌ كَا صَيْفُهُ هِيَ سَيِّئٌ مَعْنَى تَحْقِيقٌ كَا طَرَفٌ مَعْنَى تَحْقِيقٌ

رَصْفَتٌ مَشْبَهٌ آيَا هِيَ - أَوْرَ يُجَنَّبُ كَا مَفْعُولٌ مَالِمٌ لَيْسِمٌ فَاعِلٌ هِيَ -

تَرْجَمَةُ هُوَ كَا -

أَوْرَ تَحْقِيقٌ اس اَكْبَ مَحْفُوظٌ رَكْهَا جَائِئِي كَا وَهِيَ پَكَا پَر بَهِيرِنَا كَا .....

۹۲: ۱۸ — الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّى - الَّذِي اسْمُ مَوْصُولٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ يُؤْتِي

صَلَهُ مَالَهُ مَتَعَلِقٌ يُؤْتِي - يَتَزَكَّى حَالٌ هِيَ ضَمِيرٌ فَاعِلٌ يُؤْتِي سَيِّئٌ - جَمَلٌ صِفَتٌ هِيَ

الْأَتْقَى كِي -

يُؤْتِي مَضَارِعُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ - اِبْتِئَاءً (اَفْعَالٌ) مَصْدَرٌ سَيِّئٌ - وَهِيَ دِيَتَا هِيَ -

يَتَزَكَّى مَضَارِعُ كَا صَيْفُهُ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ تَزَكَّى (تَفَعَّلٌ) مَصْدَرٌ سَيِّئٌ - وَهِيَ پَاكٌ كَرْتَا هِيَ

(كَرْ وَهِيَ پَاكٌ هُوَ جَائِئِي

دُونِ آيَاتِ كَا تَرْجَمَةُ هُوَ كَا -

أَوْرَ تَحْقِيقٌ اس اَكْبَ سَيِّئٌ وَهِيَ پَكَا پَر بَهِيرِنَا كَا مَحْفُوظٌ رَكْهَا جَائِئِي كَا جُو اِبْنَا مَالِ (خُدَا كِي رَا هِيَ

خَرْجٌ كَرْتَا هِيَ كَرْ وَهِيَ پَاكٌ هِيَ -

۹۲: ۱۹ — وَ مَا لِأَحَدٍ عِنْدَكَ مِنْ نِعْمَةٍ يُجْحَى - جَمَلٌ فَاعِلٌ يُؤْتِي سَيِّئٌ

حَالٌ هِيَ - أَوْرَ جَالٌ يَهِيَ كَرْ) اس پَر كَسِي كَا اِحْسَانٌ بَهِيرِنَا كَا جَسٌ كَا بَدَلٌ اس سَيِّئٌ تَارِنَا هُوَ

لِأَحَدٍ كَسِي كَا - عِنْدَكَ فِي ضَمِيرَةٍ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ مَوْتِي (خَرْجٌ كَرْتَا هِيَ) كِي

طَرَفٌ رَا جَمْعٌ هِيَ -

تَجْزِي مَضَارِعٍ مَجْهُولٍ وَاحِدٍ مَوْنُثٌ غَائِبٌ جَزَاءُ رِبَابٍ ضَرْبٍ مِ مَصْدَرٍ سِ  
وہ بدلہ دی جائے گی۔ اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ بدلہ ہوگی۔

۹۲: ۲۰ — اَلَا بُتْغَاءٌ وَوَجْهٍ رَبِّهِ اَلَا عَلٰی۔ یہ یا تو استثنا منقطع ہے۔ بلکہ  
اپنے رب کی خوشنودی کی طلب میں ایسا کیا۔

یا استثنا متصل ہے مگر مستثنیٰ منہ محذوف ہے۔ یعنی وہ کسی غرض کے  
لئے اور احسان کا بدلہ چکانے کے لئے ایسا نہیں کرتا سوائے اس کے کہ وہ اپنے رب کی  
مرضی طلب کرتا ہے اور اس کی خوشنودی کا طلب گار ہے۔

اِبْتِغَاءٌ (رافتعال) مصدر ہے بمعنی چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مضاف رَبِّهِ مضاف  
مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وَوَجْهٍ کا جو مضاف ہے۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مضاف  
الیہ ہوئے اِبْتِغَاءٌ کے۔

اَلَا عَلٰی۔ عَلُوٌّ سے افعَل التفضیل کا صیغہ سب سے برتر، سب سے اعلیٰ، سب سے

اوپر، غالب،

ترجمہ ہوگا۔

سوائے اس کے کہ، اپنے پروردگار اعلیٰ کی خوشنودی کی طلب میں (خرچ کرتا ہے)

۹۲: ۲۱ — وَكَسُوْنَ يَرْضٰى۔ وَاَوْعَاطِفُ۔ لَامٌ مَوْطِئَةٌ الْقِسْمُ هِیَ۔ اِی وَتَاللّٰه  
لَسَوْفَ يَرْضٰى بِمَا نُوْتِيْهِ مِنْ اَلْاَجْرِ الْعَظِيْمِ۔ خدا کی قسم وہ عنقریب اس اجر  
عظیم پر خوش ہو جائے گا جو اسے دیا جائے گا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۹۳) سُوْرَةُ الضُّحٰی مَكِّيَّةٌ (۱۱)

۹۳: ۱ — وَالضُّحٰی وَاَوْقَسِیْمِ الضُّحٰی مقسم ہے۔ اس کے معنی ہیں وقتِ چاشت دن چڑھے: وہ وقت جبکہ دھوپ چڑھ جائے اور سورج روشن ہو جائے، آفتاب کی روشنی کی قسم۔ ر ض ح و مادہ

۹۳: ۲ — وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی۔ وَاَوْقَسِیْمِ اِذَا ظَرَفِ زَمٰنٍ، یعنی جب: سَجٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ سَجُوٌّ رِبَابٍ نصر، مصدر سے۔ وہ چھا گیا۔ اس نے آرام لیا۔ اس کے قرار پڑا۔

ابن خالویہ لکھتے ہیں:-

جب رات میں ہوا تھم جائے اور اس کی اندھیاری خوب بڑھ جائے تو کہا جاتا ہے لَیْلٌ سَاجٍ؛ اسی طرح جب سمندر تھم جاتا ہے تو بَجْرٌ سَاجٍ بولتے ہیں۔ ترجمہ ہوگا:-

اور قسم ہے رات کی جب اس کا اندھیرا خوب چھا جائے۔ (ر ض ح و مادہ)  
۹۳: ۳ — مَا وَدَّرَ عَلَکَ رَبُّکَ۔ جواب قسم ہے۔ مَا نَافِیَةٌ، وَدَّرَعَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَدَّرِعُ (تفعیل) مصدر۔ یعنی چھوڑنا۔  
تَوَدَّرِعُ کے اصل معنی ہیں مسافر کو الوداع کہنا۔ آیتِ ہذا میں مہینی چھوڑنا مستعمل ہوا ہے۔ لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

تیرے پروردگار نے تجھے نہیں چھوڑا۔

وَمَا قَلٰی: وَاَوْعَاطِفَہ مَا نَافِیَةٌ۔ قَلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قَلٰی اسم مصدر۔ یعنی سخت نفرت، انتہائی بغض، قَلٰی یَقْلِبُ رِبَابٍ ضرب م اور قَلٰی یَقْلُوْا رِبَابٍ نصر کے معنی ہیں پھینکنا۔ پھینک دینا۔ قَابِلِ نَفَرْتِ چیر یا دشمن کو دل اپنے اندر

جگہ نہیں دیتا۔ باہر نکال کر پھینک دیتا ہے۔  
 قَلْبِي اس نے نفرت کی، وَمَا قَلْبِي اور نہ ہی اس نے (تجھ سے) نفرت کی  
 یا بیزاری کی۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

وَقَالَ إِنِّي لِعَمَلِكُمْ مِنَ الْقَالِينَ: (۱۶۸:۲۶) اور (لوط علیہ السلام نے) کہا  
 کہ میں تمہارے کام سے سخت بنیاد ہوں۔

۹۳: ۴ — وَلَا خَيْرَ لَكَ مِنَ الدُّوْحَىٰ - لام جواب قسم کے لئے ہے یا قسم  
 محذوف ہے یا یہ آیت گذشتہ آیت کے جوابِ قسم سے ملحق ہے۔  
 تفسیر مظہری میں ہے کہ:-

ممکن ہے یہ آیت گذشتہ آیت سے پیوستہ ہو۔ وابستگی کی وجہ یہ ہے کہ آیت مَا  
 وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ کے ضمن میں یہ بات آگئی ہے کہ اللہ وحی بھیج کر تم کو اپنے ساتھ  
 ملائے رکھیگا۔ تم حبیبِ خدا ہو اور اس سے زیادہ فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اب  
 اس آیت میں بتایا کہ آخرت میں تمہارا درجہ اس سے بڑا ہوگا۔ وہ تمہارے لئے اس سے بہتر  
 ہوگی۔ تمام انبیاء کی سرداری ہوگی، مقام محمود عطا کیا جائے گا۔ جس پر پچھلے اگلے رشک  
 کریں گے۔

یا آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ دوسری حالت پہلی حالت سے تمہارے لئے  
 بہتر ہوگی اور انجامِ امر آغاز سے اچھا ہوگا۔

دو آخرت میں آپ کو نعمتیں اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ملیں گی۔ آخرت کے  
 لفظی معنی کے ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے ”آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر ہے گی“  
 مراد یہ کہ آپ کی زندگی کا ہر دور اپنے دورِ ماقبل سے بہتر ہی ہوگا“ تفسیر ماجدی  
 ۹۳: ۵ — وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ - واو عاطفہ، لام ابتدائیہ۔  
 مؤکدہ ہے مضمون جملہ کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

ہی لام الابداء المؤکدۃ لمضمون الجملة (کشاف)

يُعْطِيكَ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِعْطَاءٌ (اَفْعَالٌ) مصدر لك ضمير مفعول واحد مذکر حاضر  
 وہ تمہیں عطا کرے گا: يُعْطِيكَ کا دوسرا مفعول اس لئے محذوف ہے کہ کسی نعمت کو ذکر کرنے  
 سے خصوصیت پیدا ہو جاتی اور عمومِ مفعول کا فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

فَتَرْضَىٰ فِي سَبِيهِ هِيَ - بوجہ ان تمام نعمتوں کی عطائے گی کے جو آپ کو دی جائیں گی  
آپ خوش ہو جائیں گے :

سَوْفَ مَضَاعٍ بِرِ دَاخِلٍ هُوَ كَرُحَالٍ كَرُ نَزْدِكِ لَانِي كَرُ لِي اسْتَعْمَالٍ  
ہوتا ہے - عنقریب -

۶: ۹۳ - اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ - اَہْمَزْدَا اسْتِفْہَامِ انْكَارِي هِيَ  
لَمْ يَجِدْ مَضَاعٍ نَفِي حَجْدِ بَلْم - نَفِي كِي نَفِي - اِثْبَات - كَوِيَا اَلَمْ يَجِدْكَ كَا  
مَطْلَبِ هُوَا قَدْ وَجَدَكَ : يَتِيمًا حَالِ هِيَ كِ ضَمِيرِ مَفْعُولِ سَي -  
لفظی ترجمہ ہوگا -

کیا اس نے تمہیں یتیمی کی حالت میں نہیں پایا؟ (مطلب یہ کہ بے شک اس نے  
تمہیں یتیمی کی حالت میں پایا -

فَاوَىٰ : فَ تَعْقِبِ كَا هِيَ - اَوَى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب - اِلْوَاؤُ  
رافعال مصدر سے - اس نے جگہ دی - اس نے اتارا - پھر اس نے (تمہیں) جگہ دی

یعنی تمہاری عافیت کا انتظام کیا -  
۷: ۹۳ - وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ - اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے -  
ضَالًّا - ضَلَّ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر - ناواقف  
بے خبر - حیران ، ضَلَّ يَضِلُّ - گمراہ ہوا - بہکا - بھٹکا - دور جا پڑا - کھو گیا - ضالِعٌ ہو گیا  
ہلاک ہو گیا -

ترجمہ ہوگا :-

اور آپ کو راستہ سے ناواقف پایا تو سیدھا راستہ دکھا دیا -  
۸: ۹۳ - وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ - اس جملہ کا عطف کلام سابقہ پر ہے -  
عَائِلًا - عَيْلٌ وَعَيْلَةٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر  
تنگ دست ، عیالدار - نادار ، محتاج -

اَغْنَىٰ : ماضی واحد مذکر غائب اِغْنَاءُ رافعال مصدر سے - اس نے  
غنی بنا دیا -

امام راغب لکھتے ہیں -  
ارشاد ہے وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَىٰ اور تجھ کو فقیر پایا سو غنی کر دیا ، یعنی فقیر



علاوہ ازیں بعض کے نزدیک فہدیٰ میں ہدایت کی نعمت کے مراد نبوت ہے جو بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ ان کے علاوہ اور ان گنت نعمتیں جو پروردگار عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرف سے نشا و رکس ان سب نعمتوں کے شکر ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۹۴) سُوْرَةُ الْمُنَشَّرِ مَكِّيَّةٌ (۸)

۹۴ : ۱ - الْمُنَشَّرُ لَكَ صَدْرَكَ : ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے اور یہ انکار نفی (لم نشرح) کے لئے ہے۔ انکار نفی، اثبات کو مستلزم ہے۔ گویا الْمُنَشَّرُ لَكَ صَدْرَكَ کا مطلب ہوا۔ شَوْحْنَا لَكَ صَدْرَكَ ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے کھول دیا ہے۔

لَمْ نَشْرَحْ مَضَارِعَ مَنفَى جَد بِلْم - جمع متکلم - شَوْحٌ (باب فتح) مصدر سے۔ کیا، ہم نے نہیں کھولا۔ یا کھول دیا۔ صَدْرًا مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا سینہ۔ اکثر علماء نے شرح صدر کو شق صدر کے معنی میں لیا ہے حالانکہ عربی زبان کے لحاظ سے شرح صدر کو کسی طرح بھی شق صدر کے معنی میں نہیں لیا جاسکتا۔ علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں رقمطراز ہیں:-

حمل الشرح علی شق الصدر ضعيف عند المحققين (محققین کے نزدیک

اس آیت میں شرح صدر کو شق صدر پر محمول کرنا ایک کمزور بات ہے۔ (تفہیم القرآن)

النشراح صدر سے مراد یہ ہے کہ نبوت سے قبل اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر قسم کے ملحدانہ اور مشرکانہ اعتقادات سے پاک و منترہ تھی اور آپ کا کوئی قول یا فعل شریعت کے خلاف نہ تھا لیکن دل میں اصل حقیقت کے متعلق ایک خلجان اور سارہٹا تھا جو غیر اطمینانی کیفیت پیدا کئے رکھتا تھا۔ خدا نے تمام حقائق اور سربستہ را آپ پر عیاں کر دیئے جس پر آپ کی ذہنی گھٹن ختم ہو کر دل کو اطمینان اور سکون آگیا۔ نبو کے بعد آپ کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ نامساعد حالات کے مد نظر فرائض نبوت سے عہدہ برآ ہونا دشوار معلوم دیتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حالات کا خاطر خواہ مقابلہ کرنے طاقت

کہ آپ کو مطمئن کر دیا۔ ایسی ہی دشواریوں کے پیش نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي... لکین یہ شرح صدر مانگنے پر ملی اور وہ بن مانگے عطا ہوئی۔

۲:۹۴ — وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ؛ جملہ کا عطف الّمنشور پر ہے۔ وَوَضَعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم وَضَعُ (باب فتح) مصدر سے۔ ہم نے اتار دیا۔ ہم نے ہلکا کر دیا۔

عَنكَ متعلق وَوَضَعْنَا۔ وِزْرَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر وَوَضَعْنَا کا مفعول۔ وِزْرٌ۔ بوجھ۔ اور جبکہ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ۔ (۱۶۵:۶) اور کوئی شخص کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔ وِزْر سے مراد وہ امور مباحہ جو اچاناً آپ کے بنا بر تصور کسی حکمت کے صادر ہو جاتے تھے اور بعد میں ان کا خلاف حکمت و خلاف اولیٰ ہونا ثابت ہو جاتا تھا اور آپ بوجہ علو شان و غایت قرب کے جس طرح کوئی گناہ سے مغموم ہوتا ہے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے۔ اس میں بشارت ہے ان امور پر متواخذہ نہ ہونے کی۔

رکذانی الدر المنثور عن مجاہد و شریح بن عبید الحفزی

ترجمہ۔ اور کیا ہم نے آپ سے آپ کا (وہ) بوجھ نہیں اتار دیا جو.....

۳:۹۴ — الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ یہ جملہ وِزْرٌ کی صفت ہے۔ الَّذِي اسم موصول أَنْقَضَ صلا۔ ظَهْرَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق أَنْقَضَ۔ أَنْقَضَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب انْقَاضٌ افعال م مصدر سے۔ اس نے توڑ دی۔ اس نے جھکا دی۔ ترجمہ ہوگا: جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

۴:۹۴ — وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ؛ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور کیا ہم نے آپ کے ذکر کا آوازہ بلند نہیں کیا۔ یعنی ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔ کیسے بلند کیا۔؟ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم نے فرمایا۔

اتانی جبریل علیہ السلام وقال ان ربك يقول اتدري كيف نفعتك ذكرك قلت الله تعالى اعلم به قال اذا ذكرت ذكرت معي۔ میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کا رب پوچھتا ہے کہ کیا آپ جانتے

ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جبریل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائیگا۔ اور صورت رفع ذکر کی یہ ہے حضرت حسان بن ثابت کا شعر ہے۔

و ضد الاله اسم النبي الى اسمه

اذ قال في الخمس المؤذن اشهد

وشق له من اسمه ليجله -

فذا العرش محمود وهذا محمد

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا دیا ہے۔ جب کہ پانچوں وقت مؤذن اشہد کہتا ہے۔ اور ان کی عزت افزائی کے لئے اپنے ہی نام سے ان کا نام نکالا ہوا ہے۔ پس مالک غریش تو محمود ہے اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔  
سلامہ اوسوی رح لکھتے ہیں۔

ترجمہ اور اس سے بڑھ کر رفع ذکر کیا ہو سکتا ہے کہ کلمہ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام ملا دیا۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجا۔ اور مؤمنوں کو درود پاک پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب بھی خطاب کیا معزز القاب کے مخاطب کیا۔ جیسے یا ایہا المدثر۔ یا ایہا المزمل پہلے آسمانی صحیفوں میں بھی آپ کا ذکر خیر فرمایا۔ تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے وعدہ لیا کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔

على هذا القياس رفع ذکر کی ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں

۹۴: ۵ — فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا — إِنَّ حَرْفَ مِثْلِهِ بِالْفِعْلِ وَحَرْفَ تَحْقِيقٍ — اسْمُ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ اس کی خبر۔

العُسْر دشواری، تنگی، سختی، مشکل، یہ يُسْر کی ضد ہے۔ عُسْر مصدر ہے اور اس کا فعل باب سَمِع اور كَرِه سے آتا ہے۔ چونکہ فقیری میں بھی تنگی اور سختی ہوتی ہے اس لئے تنگ دست ہونے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

عُسْرٌ بَرُوزٌ فَعِيلٌ صِفَةٌ مِثْلُهُ كَالصِّفَةِ هِيَ — بِمَعْنَى سَخَتْ، بَهَارِي، مُشْكَلٌ (۴):

۹ — يُسْرًا اسْمٌ نَكْرَهٌ — آسانی، سہولت، عُسْرٌ کی ضد ہے۔



ترجمہ ۱۔ پھر بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔  
 ۶:۹۴ — اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا۔ بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔  
 صاحب تفہیم القرآن حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

اس بات کو (یعنی بے شک تنگی کے ساتھ فراخی ہے) دو دفعہ دہرایا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طرح تسلی ہو جائے کہ جن سخت حالات سے آپ گزر رہے ہیں یہ زیادہ دیر تک رہنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے بعد قریب ہی اچھے حالات آنے والے ہیں۔ بظاہر یہ بات تناقض معلوم ہوتی ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی ہو کیونکہ یہ دونوں چیزیں بیک وقت جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن تنگی کے بعد فراخی کہنے کی بجائے تنگی کے ساتھ فراخی کے الفاظ اس معنی میں استعمال کئے گئے ہیں کہ فراخی کا دور اس قدر قریب ہے کہ گویا وہ اس کے ساتھ ہی چلا آرہا ہے۔

آیت کی تکرار وعدہ کی تاکید کے لئے آئی ہے۔ (تفسیر ماجدی)  
 كورۃ لتاكيد الوعد۔ آیت کی تکرار وعدہ کی تاکید کے لئے آئی ہے۔ (الخازن)  
 يحتمل ان يكون تكررًا للجملة السابقة لتقريب معناها۔ (روح المعانی)  
 ہو سکتا ہے کہ تکرار آیت سابقہ آیت کے معنی کی تائید میں ہو۔

بعض مفسرین نے لغوی باریکیوں میں جا کر اور معانی بھی اخذ کئے ہیں جس کے لئے تفسیر مظہری، روح المعانی، مدارک التنزیل وغیرہ تفاسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔  
 ۶:۹۴ — فَاِذَا فَرَغْتَ فَانصَبْ۔ اِذَا شرطیہ ہے۔ فَاِذَا فَرَغْتَ جملہ شرطیہ ہے  
 ف جواب شرط کے لئے ہے اِنصَبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، نَصَبٌ (باب سمع) مصدر سے۔ جس کے معنی جدوجہد کرنا ہے۔ اس جگہ عبادت میں جدوجہد کا حکم ہے۔  
 جب تو (تبلیغ احکام سے) فارغ ہو جائے تو عبادت میں محنت کیا کر۔

حضرت ابن عباس، قتادہ، ضحاک، مقاتل، اور کلبی نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جب فرض نماز یا مطلق نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کرنے کے لئے محنت کرو، اور رب سے مانگنے کی طرف راغب ہو۔

حسن اور زید بن اسلم نے کہا کہ:۔  
 جب دشمن سے جہاد کرنے سے فارغ ہو جاؤ تو عبادت کے لئے محنت کرو۔  
 منصور کی روایت سے مجاہد کا قول منقول ہے کہ جب امور دنیا سے فارغ ہو جاؤ

تو عبادتِ ربِّ میں محنت کرو۔

۹۴:۸۔ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ؛ یہ فَاَنْصَبْ پر عطف تفسیری ہے یعنی اللہ

سے مانگنے کی رغبت کرو دوسرے سے مت مانگو۔

اِلٰی رَبِّكَ فعل محذوف سے متعلق ہے ای فَاَرْغَبْ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ

پس اپنے رب کی عبادت کی طرف اچھی طرح لگ جا۔

اِرْغَبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَغْبَةٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے

معنی دل لگانے اور متوجہ ہونے کے ہیں۔



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۹۵) سُوْرَةُ التِّينِ مَكِّيَّةٌ (۸)

۹۵: ۱ — وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ - وَاقْصِمِيه - قسم ہے تین کی اور قسم ہے زیتون کی۔

التین اور الزیتون سے کیا مراد ہے اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ تین سے مراد یہی انجیر ہے جسے تم کھاتے ہو اور زیتون سے مراد یہی زیتون ہے جس کے پھل سے روغن نکالتے ہو۔ اپنی اپنی افا دیت اور خصوصیات کی وجہ سے ممیز ہیں اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی ہے (ابن عباس، مجاہد، حسن بصری، ابراہیم، عطار، مقاتل، کلبی)۔

۲۔ تین اور زیتون دو پہاڑ ہیں۔ (عکرمہ)

۳۔ تین وہ پہاڑ ہے جس پر دمشق آباد ہے اور زیتون مسجد بیت المقدس ہے (قتادہ)

۴۔ اصحاب کہف کی مسجد تین ہے اور ایلیا زیتون ہے (ابو محمد بن کعب)

جمہور کی رائے اس طرف ہی گئی ہے کہ تین اور زیتون وہی عام پھل ہیں جو ہم استعمال کرتے ہیں۔

۲۱۹۵ — وَطُورِ سَيْنِينَ - وَاقْصِمِيه، طُورِ مِضَانِ، سَيْنِينَ مِضَانِ الْيَهُودِ اور قسم ہے سینین

یاسینار کے طُور کی۔

طُور وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔

سَيْنِينَ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ ضحاک نے سینین کو بنطی لفظ قرار دیا ہے جس کے معنی ہیں خوبصورت۔ اچھا۔

۲۔ مقاتل نے کہا ہے کہ جس پہاڑ پر پھل دار درخت ہوں اس کو بنطی زبان میں سینین اور

سینار کہتے ہیں۔

۳۔ عکرمہ کا قول ہے کہ وہ خط جہاں طور واقع ہے اس کو سینین اور سینار کہتے ہیں

۴۔ بعض نے اس کو سریانی لفظ کہا ہے جس کے معنی ہیں گھنے درختوں کا پہاڑ۔

۱۵۔ کسی نے کہا ہے کہ حبشی لفظ ہے۔

۱۶۔ کلبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی درخت ہے یعنی درختوں والا پہاڑ۔

۱۷۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک خاص پتھر ہوتا ہے اس قسم کے پتھر کوہ طور کے قریب تھے اس لئے طور کی اضافت سینین کی طرف کر دی گئی۔

میرے نزدیک عسکرہ کا قول صحیح تر ہے کہ جس خطے میں کوہ طور واقع ہے اور ترکیب اضافی کے مطابق طُورِ سِینِین کا مطلب ہوگا سینین کے خطے میں واقع کوہ طور۔ سِینِین بوجہ عجبہ و معرفہ غیر منصرف ہے۔

۹۵: ۳ — وَ هَذَا الْبَلَدِ الْأَمِينِ : وَأَوْقِمْ هَذَا اسْمَ اِشَارَةٍ وَاحِدًا مَذْكَرًا - الْبَلَدِ الْأَمِينِ. موصوف و صفت مل کر مشار الیہ۔ اس امن والے شہر کی، یعنی مکہ مکرمہ کی۔

۹۵: ۴ — لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ؛ یہ جملہ مذکورہ بالا چاروں قسموں کا جواب ہے اور فی أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ "اَلْإِنْسَانَ سے موضع حال میں ہے لام جواب قسم کے لئے ہے۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔

بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔

الانسان سے جنس انسان مراد ہے یعنی حضرت آدم اور ان کی اولاد۔

أَحْسَنَ - اسم تفضیل - بہت خوبصورت، بہت حسین۔

تَقْوِيمٍ بروزن (تفعیل) مصدر ہے۔ درست کرنا۔ ٹھیک کرنا۔ یعنی شکل و صورت، قد و قامت، عقل و ذہن۔ قلبی اور روحانی قوتوں میں نہایت اعتدال کے ساتھ اور تسویہ کے ساتھ۔ ترجمہ ہوگا۔

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو عقل و شکل کے اعتبار سے بہترین اعتدال پر

۹۵: ۵ — ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ؛ ثُمَّ تَرَاحَى وَفَتَّ لِنَّ يَاتَرَاحَى فِي الرَّبِّهِ كَلَّ -

رَدَدْنَا ماضی جمع متکلم رَدَّ رباب نصر مصدر سے۔ ہم نے لوٹا دیا، ہم نے پھیر دیا۔

ہم نے واپس کر دیا۔ یہاں بمعنی جَعَلْنَا (ہم نے بنا دیا) ہے کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔

اَسْفَلَ السَّافِلِينَ - مضاف مضاف الیہ - (اَسْفَلَ - اَعْلَىٰ کی ضد ہے سب سے نیچا۔ سَفُولٌ سے جس کے معنی نیچے ہونے کے ہیں افعال التفضیل کا صیغہ ہے) مل کر رَدَدْنَا کا مفعول ثانی ہے۔

اَسْفَلَ السَّافِلِينَ کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ یہ مفعول (رُ) سے حال ہے۔ اس صورت میں تقدیر کلام ہوگا۔

رَدَدْنَاهُ حَالًا كَوْنِهِ اَسْفَلَ سَافِلِينَ۔ اسی اِزْدَل۔ اس حال میں کہ وہ ان

سب سے زذیل ترین ہوگا،

۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ مکان کی تعریف ہو۔ اسی رَدَدْنَاهُ مَكَانًا اَسْفَلَ السَّافِلِينَ ہم اس کو (جہنم کی) سب سے نیچی جگہ (کی طرف) پھیر دیں گے۔

۹۵: ۶۔ اِلَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ۔ یہ استثناء متصل ہے کیونکہ نیکوکار مومن دوزخ کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے اور نہ بدترین حالت کی طرف انہیں لے جایا جائے گا۔

فَلَهُمْ: میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب صالح الاعمال مومنوں کے لئے ہے اور تَبَّ سبب ہے۔ یعنی یہ سبب ان کے صالح اعمال کے (ان کو اجر غیر ممنون ملے گا) اَجْرٌ غَيْرٌ مَمْنُونٍ: اَجْرٌ۔ بدلہ، صلہ۔ ثواب۔ مزدوری۔

غَيْرٌ کا استعمال مختلف جگہ مختلف معنوں میں ہوا ہے۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال

چار طور پر ہوا ہے۔

۱۔ صرف نفی کے لئے۔ جیسے هُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرٌ مُّبَيِّنٍ (۱۸: ۴۳) دلیل پیش کرنے کے وقت، مناظرہ کرنے کے وقت وہ کھول کر بیان نہیں کر سکتا۔

۲۔ لفظ اِلَّا کی طرح صرف استثناء کے لئے۔ جیسے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللّٰهِ (۳: ۳۵) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے (نہیں ہے)

۳۔ اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے صرف ظاہری شکل و صورت کی نفی کے لئے جیسے کہ:-

كَلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّ لَهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا: (۵۶: ۴) جب

دوزخیوں کے بدن کی کھال جل جائے گی تو اللہ ان کی کھال کی صورت از سر نو بدل دیگا

۴۔ صورت اور اصل شے سب کی نفی۔ یعنی کسی شے کی مکمل نفی کر کے دوسری شے کو

اس کی جگہ قائم کرنا۔ جیسے اَغْيَرِ اللّٰهُ اَلْبَغِيَّ رَبًّا (۱۶۵: ۶) کیا اللہ کو چھوڑ کر

میں کوئی اور رب ڈھونڈوں۔

مَمْنُونٌ : مَنَّ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ کم کیا ہوا۔  
قطع کیا ہوا۔ منقطع۔ ختم ہوا ہوا۔ یعنی ان کا اجر نہ کم کیا جائے گا نہ منقطع اور ختم ہوگا؛  
یا اسی مصدر سے بمعنی احسان کرنا۔ احسان جملانا۔ یا کم کرتا ہے۔ مَمْنُونٌ  
احسان جتلیا ہوا۔ کم کیا ہوا۔

غَيْرُ مَمْنُونٍ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر صفت اجْر کی۔ غَيْرُ کی صورت وہی  
ہوگی جو اوپر مذکور ہوئی (را) میں۔ یعنی صرف نفی کی اور اجْر غَيْرُ مَمْنُونٍ کا ترجمہ ہوگا  
وہ ثوابِ آخرت جو بے حساب ہوگا۔ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ کبھی کم نہ ہوگا اور احسان جتا کر  
اس کا مزہ بھی کر کرنا نہ کیا جائے گا۔

فَلَهُمْ اجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ جملہ علتِ استثناء کے مقام میں ہے کہ احسان  
کو بچتہ کر رہا ہے۔

آیات ۴-۵-۶ میں ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا  
کیا اور اس میں ہر قسم کی جسمانی اور روحانی طاقتیں ودیعت کر دیں۔ پھر جس نے ان سے  
خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھایا وہ ضلالت اور زدالت کے گڑھے میں پڑ گئے اور جنہوں نے مشیتِ  
ایزدی کے مطابق ان سے صحیح فائدہ اٹھایا اور مومن بن کر اعمالِ صالحہ کئے وہ اجر غیر مَمْنُون  
کے مستحق ٹھہرے۔

۹۵: ۷ - فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّينِ - ما استفہامیہ ہے ما بمعنی مَنْ  
يُكَذِّبُكَ میں كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ہے۔ اور يُكَذِّبُكَ میں ضمیر فاعل مَنْ  
کی طرف راجع ہے۔ بِالدِّينِ میں باء سببیہ ہے۔ بَعْدُ ظرف متعلق بالفعل ہے  
بَعْدُ کو اضافت لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا تو ضمیر پر مبنی ہوگا یعنی  
بَعْدُ آئے گا

قرآن کے نزدیک تقدیر کلام ہے:-

فَمَنْ يُكَذِّبُكَ (یا محمد) بعد ظہور ہذا الدلائل بالدين۔ قیامت  
یا جزاء کے متعلق ان دلائل کے بعد آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے۔

الدِّينِ کے معنی ہیں۔ جزاء، اطاعت، شریعت، یوم الدین، روز قیامت  
۹۵: ۸ - أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَحْكَمِ الْحَكَمِينَ : سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم؛ پھر کیا

اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

الَّذِي، ہمزہ استفہامیہ۔ لَيْسَ فعل ناقص ماضی واحد مذکر غائب۔ یعنی نہیں ہے،  
اس فعل سے ماضی کی پوری گردان آتی ہے۔ لیکن مضارع۔ امر۔ اسم فاعل، اسم مفعول  
اس سے مشتق نہیں ہے۔

اللَّهُ فاعل۔ اور بِأَحْكَمِ الْحَاكِمِينَ اس کی خبر۔  
أَحْكَمُ۔ حُكْمٌ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر حکم کرنے والا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۹۶) سُورَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۱۹)

۹۶: ۱ — اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ط اِقْرَأْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر  
قِرَاءَةً رِبَابِ فَتَحٍ وَنَصْرٍ مَّصْدَرٌ سَے تو پڑھ۔ اِقْرَأْ کا مفعول محذوف ہے۔ ای اِقْرَأْ  
مَائُوْحٰی اِلَيْكَ۔ یعنی پڑھ جو تجھے وحی کیا جاتا ہے۔

بِسْمِ رَبِّكَ متعلق بمحذوف، ب استعانت کے لئے ہے۔ حرف جار۔ اِسْمِ  
مَجْرُور۔ مضاف، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مضاف الیہ۔ اپنے رب کے نام کے  
ساتھ۔

الَّذِي خَلَقَ: موصول و صفت مل کر جملہ صفت ہوا رَبِّكَ کی۔

ترجمہ ہوگا۔

پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کچھ) پیدا کیا۔

۹۶: ۲ — خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ۔ جملہ سابقہ کی تفسیر ہے۔ عَلَقٌ عام خون  
وہ خون جو زیادہ سرخ ہو یا جما ہوا خون۔ خون کی بھٹکی جو منی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس نے انسان  
کو خون کی بھٹکی سے بنایا۔

۹۶: ۳ — اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ: اِقْرَأْ دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے و اَوْحٰی  
رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف، الْاَكْرَمُ صفت، بڑا کریم۔ کَرَمٌ سے جس کے  
معنی باعزت ہونے اور سخاوت کرنے کے ہیں۔ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔

وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ضمیر اقرار سے حال ہے۔ پڑھ۔ اور تمہارا رب بڑا کریم ہے۔

۹۶: ۴ — الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ الَّذِي اسم موصول۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اس کا صلہ  
دونوں مل کر صفت ثانیہ ہوتی رَبِّكَ کی۔ جس نے قلم کے واسطے سے علم سکھایا۔



۹۶: ۵ — عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ، عَلَّمَ، تَعْلِيمٌ، تَفْعِيلٌ، مصدرٌ  
ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے سکھایا، اس نے علم دیا۔ الا انسان مفعول۔ ما  
موصولہ لَمْ يَعْلَمْ مضارع منفی جہد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ صلہ موصول مل کر  
مفعول ثانی عَلَّمَ کا۔ جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

۹۶: ۶ — كَلَّا إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَلْبٌ مُّكَلِّمٌ — كَلَّا کے متعلق مختلف اقوال ہیں  
۱۔ كَلَّا بمعنی حَقًّا ہے۔ یہ الکسانی کا مذہب ہے۔

۲۔ ابن جبان کا قول ہے کہ كَلَّا تنبیہ کے طور پر یعنی اَلَا آیا ہے جیسا کہ آیت اَلَا اِنَّهُمْ  
هُمُ الْمُفْسِدُونَ (۱۲: ۲) میں ہے۔

۳۔ علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

جو مشرک حد سے بڑھ کر رسالت کے منکر تھے اور نماز سے روکتے تھے۔ ان کو بازداشت  
کی گئی ہے اگرچہ اس کا ذکر کلام میں نہیں ہے۔ مگر سیاق کلام یا حال اس پر دلالت کرنا  
۴۔ علامہ بیضاوی لکھتے ہیں۔

رَدَعٌ لِمَنْ كَفَرَ بِنِعْمَةِ اللَّهِ لِيُطِغِيَانَهُ وَإِنْ لَمْ يَذْكُرْ لِدَلَالَةِ الْكَلَامِ  
عَلَيْهِ۔ رَدَعٌ اس کے لئے ہے جو سرکش کرنا ہوا اللہ کی نعمت سے انکار کرتا ہے۔  
اگرچہ اس کا ذکر کلام میں نہیں ہے مگر کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔  
اِنَّ حَرْفَ تَحْقِيقٍ هُوَ۔ حُرُوفٌ مُّشَبَّهَةٌ بِالْفِعْلِ فِي سَمْعِهِ۔ اَلَا اِنَّ الْإِنْسَانَ اِنَّ  
لَيَطْغِيْ اِسْمٌ كِي خَبْرٌ۔

لَيَطْغِيْ مضارع کا واحد مذکر غائب طَغِيَانٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی حد سے بڑھنا  
سرکشی کرنا۔

اَلَا اِنَّ الْإِنْسَانَ فِيْ اَنَّ اِسْمٌ كِي خَبْرٌ۔ اَلَا اِنَّ الْإِنْسَانَ فِيْ اَنَّ اِسْمٌ كِي خَبْرٌ۔  
مدارک التنزیل میں ہے۔

نزولت فی ابی جہل الی اٰخرا السورۃ لہ اس سورۃ کے اخیر تک کلام ابی جہل کے بارہ  
میں نازل ہوا، لہذا بعض کے نزدیک الا انسان سے مراد ابو جہل ہے اس لئے جملہ کا مطلب  
یہ ہے کہ ابو جہل کفر میں اور اللہ تعالیٰ کے مقابل غرور و سرکشی میں حد سے بڑھ رہا ہے۔

بعض نے الا انسان سے مراد عام انسان ہی لیا ہے۔

۹۶: ۷ — اَنْ رَّاكَ اسْتَعْنَىٰ۔ اَنْ اصل میں لِاَنَّ تھا۔ لام تعلیل کا اور اَنْ مصدر ہے

لام کو حذف کر دیا گیا ہے۔ لِأَنَّ، (یہ) اس لئے کہ۔ اس بنا پر کہ۔ اس وجہ سے کہ۔  
ضمیر فاعل البوجہل کی طرف راجع ہے یا الا انسان کی طرف راجع ہے۔ ضمیر مفعول واحد مذکر  
غائب بھی البوجہل کے لئے ہے یا الا انسان کے لئے ہے۔

رَأَى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب جس کا معنی دیکھنا ہے لیکن یہاں رُؤْيَةٌ بمعنی علم  
آیا ہے۔ یا دل کی آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔ آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ورنہ  
مرفوع اور منصوب دونوں ضمیروں کا مرجع ایک ہوگا اور یہ ناممکن ہے۔

لِاسْتَعْنَى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب استغناءً (استفعال) مصدر سے  
بمعنی مستغنی ہونا۔ بے نیاز ہونا۔ یہ رَأَى کا مفعول ثانی ہے۔

اب آیات ۶ و ۷۔ کا ترجمہ ہوگا۔

• انسان (یا البوجہل) اللہ کے مقابل غرور اور سرکشی کر رہا ہے اس لئے کہ اپنے

آپ کو بے پرواہ جان رہا ہے۔

۹۶: ۸ — إِنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الرُّجْعَىٰ — إِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ الرُّجْعَىٰ اس کا

اسم۔ إِلَىٰ رَبِّكَ اس کی خبر۔

رُجْعَىٰ بردزن بُشْرَىٰ (باب ضرب) مصدر ہے۔ الرُّجْعَىٰ میں الف لام مضاف

الیہ کے عوض میں ہے۔

رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر الا انسان کے لئے ہے (بیضاوی،

کشاف)

اے طاعنی انسان تیری والیسی تیرے رب ہی کی طرف ہوگی (وہ تجھے اس طغیان

کی سزا دیگا۔

۹۶: ۹ — أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَىٰ [ أَرَأَيْتَ دیکھا، بمعنی أَخْبَرَنِي (تو

۹۶: ۱۰ — عَبْدًا إِذَا صَلَّىٰ ] مجھے بتا، آیا ہے۔ اس میں ہمزہ اولیٰ محض استفہام

کے لئے نہیں ہے بلکہ تقریر و تنبیہ کے لئے ہے۔ رَأَيْتَ کا فاعل ضمیر مستتر ہے یعنی أَنْتَ

الَّذِي اسم موصول يَنْهَىٰ عَبْدًا اس کا صلہ۔ (عَبْدًا مفعول فعل يَنْهَىٰ کا)

يَنْهَىٰ فعل مضارع واحد مذکر غائب نَهَىٰ (باب فتح) مصدر سے۔ وہ منع کرتا ہے

وہ روکتا ہے) موصول اور صلہ مل کر أَرَأَيْتَ کا مفعول ہے۔

ترجمہ ہوگا: اے مخاطب! یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تو نے دیکھا بھلا بتاؤ تو

سہی اس شخص کے متعلق جو منع کرتا ہے یا روکتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

اس میں نماز پڑھنے والے سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور روکنے والا ابو جہل لعین ہے۔ ان العبد المصلیٰ هو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناشی هو اللعین ابو جہل۔ (روح المعانی)

الَّذِي يَنْهَىٰ عَنْهُ سے مراد ابو جہل ہے اور عبدًا سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ (تفسیر مظہری)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی کے تحت کعبہ میں نماز پڑھنا شروع کیا تو ابو جہل تک پہنچی تو اس نے قریش کے لوگوں سے دریافت کیا تصدیق ہونے پر اس نے آپ کو دھمکایا اور کہا کہ حرم میں اس طریق پر عبادت نہ کریں اور کہا کہ اگر میں نے اس طرح حرم کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھ لیا تو گردن پر پاؤں رکھ کر منہ زمین میں رگڑ دوں گا پھر ایسا ہوا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ تو وہ آگے بڑھا تاکہ آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھے مگر یکایک لوگوں نے دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے۔ لوگوں کے دریا منت کرنے پر اس نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق تھی جس نے مجھے ان کے قریب نہ جانے دیا۔ (تفسیر القرآن)

۹۶: ۱۱ ﴿ أَرَأَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ﴾ بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پر ہے۔  
۹۶: ۱۲ ﴿ أَوْ أَمَرَ بِالْتَّقْوَىٰ ﴾ یا پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے۔ اس جملہ

کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور دونوں جملہ شرطیہ ہیں اور دونوں میں جواب شرط محذوف ہے کلام یوں ہوگا۔

بھلا بتاؤ تو اگر وہ شخص جس کو نماز پڑھنے سے روکا جا رہا ہے ہدایت پر ہے یعنی خود بھی راہ حق پر چل رہا ہے اور دوسروں کو بھی راہ حق پر چلنے کی تلقین کرتا ہے تو کیا یہ دوسرے شخص کے لئے جائز ہے کہ اسے اس فعل سے روکے یا اگر وہ شخص پرہیزگاری کی تبلیغ کرتا ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ اسے اس کام سے منع کیا جائے۔

۹۶: ۱۳ — أَرَأَيْتَ إِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ۔ یہ جملہ بھی شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ بھلا بتاؤ تو اگر یہ شخص (جو اللہ کے بندے کو اس نیک کام سے روک رہا ہے) حق کو جھٹلائے یا منہ موڑے (تو کیا اپنے اس فعل کی پاداش سے بچ سکے گا۔

۱۴:۹۶ — اَلَمْ يَعْلَم بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى - ہمزہ استفہام انکاری ہے لَمْ يَعْلَمُ مضارع منفی جہد بلم ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ لَمْ يَعْلَمُ کی ضمیر فاعل اس شخص کے لئے ہے جو کہ دوسرے کو ہدایت اور تقویٰ کے کام سے روک رہا ہے یرویٰ کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اس کا مفعول محذوف ہے۔ مراد ہر دونوں شخص ہیں اللہ ہدایت پر چلنے والے کو بھی دیکھ رہا ہے اور کاذب سرکش کو بھی دیکھ رہا ہے۔ ہر دو کو اپنے اپنے اعمال کی جزا و سزا مل کر رہیگی، یہ جملہ مستانفہ و عید یہ ہے۔

۱۵:۹۶ — كَلَّا - ہرگز نہیں۔ یہ شخص جو دھمکی دیتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھیں تو وہ ان کی گردن پاؤں سے دبا دوں گا۔ یہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔

ردع للناس اللعین وزجولہ - (روح المعانی)

منع کرنے والے لعین کی بازداشت اور ڈانٹ کے لئے ہے۔ یہاں لعین سے مراد ابو جہل ہے لَيْسَ لَمْ يَنْتَبِهْ لام موطئة للقسمة ہے اى واللہ - اِنْ شَرَطِيہ - لَمْ يَنْتَبِهْ مضارع نفی جہد بلم کا صیغہ واحد مذکر غائب - اِنْتَهَاءُ رِافِعًا مصدر سے وہ نہیں رکا۔ وہ باز نہیں آیا۔ يَنْتَبِهْ اصل میں يَنْتَبِهْ تھو۔ عَمَلٌ لَمْ يَكِ وَجْهٌ سِى سَاقَطٌ ہو گئی۔ خدا کی قسم اگر وہ باز نہ آیا۔

لَنْسَفَعًا - اصل میں لَنْسَفَعَنَّ تھو۔ مضارع بلام تاکید جواب شرط کا ہے۔ و نون تاکید کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ قرآن کے رسم الخط کا اتباع کرتے ہوئے اسے لَنْسَفَعًا کی صورت میں لکھا گیا ہے۔ یہ سَفَعٌ (باب فتح) مصدر سے ہے جس کے معنی کسی چیز کو زور کے ساتھ کھینچ کر گھسیٹنے کے ہیں۔

النَّاصِيَةِ: اسم نکرہ، مفرد۔ پیشانی، مراد پورا آدمی۔ (اطلاق جزء علی کل جزء کا اطلاق کل پر) لَنْسَفَعًا بالنَّاصِيَةِ جملہ جواب شرط میں ہے۔ ہم (اس کو) پیشانی (کے بالوں) سے پکڑ کر زور گھسیٹیں گے۔

۱۶:۹۶ — نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ: وہ پیشانی جو جھوٹی (اور) خطا کار، پیشانی پر جو بال ہوتے ہیں اس کو ناصیۃ کہا جاتا ہے لیکن مراد اس سے پورا شخص بھی لیا جاتا ہے۔ اس لئے آیت کا مطلب ہوگا کہ

یہ ناہنجار سراسر جھوٹا اور خطا کار ہے۔

كَاْذِبَةٍ - كِذْبٌ سے (باب ضرب) مصدر۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے

جھوٹی۔

خَاطِئَةٌ - خَطَاءٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ خطا کار گنہگار۔

نَاصِيَةٌ بدل ہے النَّاصِيَةِ (آیت ۱۵ مذکورہ بالا) سے۔

۹۶: ۱۷ - قَلِيدٌ مِّمٌّ فَادِيَةٌ - قَلِيدٌ مِّمٌّ میں فَمِنْ مَحذُوفِ عِبَارَتٍ پر دلالت کرتا ہے ترمذی اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل آگیا۔ اور کہنے لگا کہ کیا میں نے اس (نماز) سے منع نہیں کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جھڑک دیا۔ وہ کہنے لگا کہ تو خوب جانتا ہے کہ مکہ میں میری جو پال (نشست گاہ، مجلس) سے بڑی کوئی جو پال نہیں (یعنی میرا جھٹا بڑا ہے) تو مجھے جھڑکتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس وادی کو تیرے خلاف اعلیٰ گھوڑوں کے سواروں اور نوجوان پیادوں سے بھر دوں گا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (تفسیر منطہری)

روح المعانی میں ہے۔

وَمَرَّ أَبُو جَهْلٍ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ لِيَصْلِي فَقَالَ أَلَمْ أَنْهَكَ فَاغْلِظْ عَلَيْهِ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَةَ - فَقَالَ اتَّهَدُ دَنِي وَإِنَّا أَكْثَرُ أَهْلِ الْوَادِي نَادِيًا -

ابو جہل کا گذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، بولا: کیا میں نے آپ کو منع نہیں کیا ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے جواب دیا۔ بولا: کیا آپ مجھے جھڑکتے ہیں حالانکہ میں وادی سے سننے والوں میں جھٹنے کے لحاظ سے سب سے زیادہ کثرت رکھتا ہوں۔

لَيْدٌ مِّمٌّ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب دُخَانٌ (باب نصر) مصدر سے۔ چلنے کے وہ پکائے۔ چاہئے کہ وہ بلائے۔

نَادِيَةٌ - نَادِيٌّ اسم مضاف، لَاضِمَةٌ دَا - نَادِيٌّ مضاف الیہ۔ اپنی مجلس، نشستگاہ۔ جو پال کے ساتھیوں کو۔ نَادِيٌّ مفعول۔ سے لَيْدٌ مِّمٌّ کا۔

یعنی: اس کو اگر اپنی جو پال پر اتنا ہی گھمنڈ ہے۔ ویسا لے اپنی جو پال کو،

۹۶: ۱۸ - سَدَّ مِثْلُ النَّبَاتِيَّةِ - شرط محذوف کا جواب ہے: سَبَّ جَبِّ مَضَارِعٍ

داخل ہوتا ہے تو اسے مستقبل قریب کے معنی میں کر دیتا ہے۔  
 نَدْعُ مَضَارِعَ جَمْعِ مَسْکَمٍ دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر سے۔ ہم بلالیں "یا" ہم بلالیں گے  
 الزَّبَانِيَّةُ: سیاست کے پیائے۔ دوزخ کے فرشتے زبانیۃ۔ عربی زبان میں  
 سیاست کے پیائے۔ یعنی پولیس کے سپاہی کو کہتے ہیں۔ یہ زَبْنِيٌّ کی جمع ہے جو زَبْنٌ  
 (باب ضرب) مصدر سے ماخوذ ہے جس کے معنی دفع کرنا، ہٹانا کے ہیں۔

ترجمہ ہو گا۔  
 ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے۔ زبانیۃ، قہر الہی کے وہ فرشتے ہیں جن  
 مقابلہ کی کسی کو بھی طاقت نہیں۔

۹۶: ۱۹ — كَلَّا - رُدِّعْ لَذِكِ اللَّعِينِ (روح المعانی)  
 ای ارتدع ایہا الکافر الکاذب (السير التفاسیر) یہ جھڑک ہے ملعون ابو جہل  
 کے لئے۔ اے جھوٹے کافر باز رہ۔ (ایسی بے جا حرکتوں سے باز رہ)  
 لَا تُطِيعُ؛ لَا تُطِيعُ فعل نہی واحد مذکر حاضر اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر سے اضمیر  
 واحد مذکر غائب۔ تو اس کی اطاعت نہ کر۔ تو اس کا کہنا مت مان۔ نماز پڑھنا رہ۔  
 اے مت چھوڑ۔

یہ جملہ مستانف ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سوال ہو سکتا تھا کہ جب یہ  
 روکتا ہے تو میں کیا کروں؟ اس کا جواب دے دیا کہ اس کی بات مت مانو۔  
 وَاسْجُدْ۔ یہ لفظاً لَا تُطِيعُ پر معطوف ہے اور معنوی اعتبار سے لَا تُطِيعُ کے  
 معنی کی تاکید ہے۔

وَأُدُّ عَاطِفٌ ہے۔ اسْجُدْ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر سَجُودٌ (باب  
 نصر) مصدر سے۔

وَاقْتَرِبْ۔ اس کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر  
 اقْتَرَبْتُ (افتعال) مصدر سے۔ تو نزدیک ہو۔ تو قربت حاصل کر۔ یعنی نماز کے ذریعہ  
 اللہ کا قرب حاصل کرو۔

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں،

سورة النشقت میں سجدة تلاوت کے مجتہد میں ہم لکھ چکے ہیں کہ اس جگہ لفظ  
 اسْجُدْ اللہ کی طرف سے سجدة تلاوت کا حکم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ مسلم نے حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ (۸۴: ۲۱) اور اقراء سورۃ زیر مطالعہ میں سجدہ کیا۔

جمہور کے نزدیک اس سجدہ کا عطف چو لا تَطِئُہُ پر ہے اس لئے اس سجدہ سے مراد نماز ہے۔ جزء بول کر مکمل مراد لیا گیا ہے۔ پس یہ نماز پڑھنے کا حکم ہے (سجدہ کا حکم نہیں) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اقراء میں سجدہ کیا ہے تو آپ کے عمل کا اتباع سنت ہے۔ اس سے سجدہ اقراء کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے وجوب نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۹۷) سُورَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۵)

۹۷:۱ — اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ — اِنَّا — اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ضمیر متکلم نا سے مرکب ہے۔ بے شک۔

اَنْزَلْنَاهُ؛ اَنْزَلْنَا ماضی جمع متکلم اَنْزَالُ (افعال) مصدر سے۔ ضمیر مفعول واحد مذکر جس کا مرجع القرآن ہے اگرچہ معبود اور معلوم ہونے کی وجہ سے اس سے قبل مذکور نہیں ہے (سورۃ کے نازل ہونے کے وقت قرآن کا عام چرچا تھا اور مکہ میں غلغلہ مچا ہوا تھا) فِيْ مُتَعَلِقٍ بِاَنْزَلْنَاهُ۔

لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ مضاف مضاف الیہ ہے۔ مل کر اسم ظرف زمان (قدر کی رات کے دوران)

یہ سارا جملہ اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ خبر ہے مبتدا کی۔ تحقیق ہم نے اس کو یعنی قرآن مجید کو شب قدر میں اتارا۔

لیلة القدر کیا ہے۔ قَدْرُ مصدر ہے بمعنی قدرت، قَدْرٌ (دال کے سکون کے ساتھ) مصدر ہے اور قَدْرٌ (دال کی حرکت کے ساتھ) یہ اسم ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔ قدر کے معنی ہیں اندازہ کرنا۔ اور قدر (اسم) کے معنی ہیں شرف و منزلت۔

چنانچہ کہتے ہیں: لِفُلَانٍ قَدْرٌ عِنْدَ فُلَانٍ۔ یعنی فلاں شخص کی فلاں شخص کے نزدیک قدر یعنی عزت ہے۔ سورۃ میں قَدْرٌ دال کی حرکت کے ساتھ آیا ہے لہذا بمعنی قدر و منزلت ہے۔ لیلة القدر کا مطلب ہوا۔ قدر و منزلت والی رات،

حضرت ابن عباس رضی فرماتے ہیں۔

اس رات کو لیلة القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں برس بھر کی آنے والی



باتیں عالم بالا میں مقدر و معین کی جاتی ہیں۔ کسی کا مرنا۔ بیمار ہونا، رزق کی فراخی، عسرت و لذت جو کچھ سال بھر میں اس جہاں میں ظاہر ہو گا وہ سب اس رات کو عالم بالا میں مشہور کر دیا جاتا ہے اور ہر کام پر ملائکہ معین کر دیئے جاتے ہیں۔

زہری فرماتے ہیں کہ:-

اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات نیک بندوں کی خدا تعالیٰ اور عالم بالا کے لوگوں کے نزدیک نہایت قدر و منزلت ہوتی ہے۔ یہ رات ماہ رمضان کے تیسرے عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے بعض کے نزدیک یہ ستائیسویں کی رات ہے۔ اس ایک رات کی عبادت دوسرے دنوں کی ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر درجہ پاتی ہے۔

۹۷: ۲- وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ جملہ استفہامیہ ہے۔ مَا استفہامیہ۔ کون۔ کیا چیز۔

أَدْرَاكَ - آدُرَاکِ - ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِدْرَاکُ (افعال مصدر سے) کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اور کیا چیز تمہیں بتائے۔ واقف کرے۔ یا خبردار کرے۔ مَا استفہامیہ معنی کیا ہے۔ تو کیا جانے۔ لفظی ترجمہ ہو گا۔

تجھے کیا چیز خبردار کرے۔ کیا چیز تمہیں بتائے، کہ شب قدر کیا ہے؟

۹۷: ۲- لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔ مکمل جملہ مذکورہ بالا استفہام کا جواب ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مبتدار۔ باقی جملہ مبتدار کی خبر۔ لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی اس رات کی عبادت ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے۔ ۹۷: ۴- تَنْزِيلُ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ۔ تَنْزِيلُ اصل میں تَنْزَلُ تھا۔ ایک تار حذف ہو گئی۔

تَنْزِيلُ (تَفَعَّلُ) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (معنی جمع) وہ اترتے ہیں۔

وَالرُّوحِ کا عطف الملائکۃ پر ہے (خاص کا عطف عام پر)۔

فِيهَا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب کا مرجع لیلۃ القدر ہے۔ اترتے ہیں فرشتے

اور روح اس رات میں۔

الرُّوحُ۔ سے کیا مراد ہے؟

بعض مفسرین کہتے ہیں الروح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو گروہ ملائکہ کے سردار ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر خاص کیا گیا ورنہ ملائکہ میں یہ بھی شامل تھے۔ بعض کے نزدیک۔ رُوح ایک اور فرشتے کا نام ہے جس کو روح القدس کہتے ہیں۔

بعض علماء کا قول ہے کہ روح سے ایمان داروں کی رو میں مراد ہیں۔ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ۔ اسی بامورد بھم۔ اپنے رب کے حکم سے یہ جملہ تنزل سے متعلق مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ۔ اسی من اجل کل امر (بیضاوی، کشاف) یعنی ہر اس کام کی غرض سے جو اس رات اگلے سال کے لئے مقدم ہوتا ہے۔

سَلَامَةٌ: معانقہ کی وجہ سے اس کی دو صورتیں جائز ہیں۔

۱۔ وقف سَلَامٌ سے قبل مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ پر کیا جائے۔ اس صورت میں اگلے جملہ کے ہی کے ساتھ ملا کر سَلَامَةٌ ہی پڑھا جائے گا۔ سَلَامٌ خیر مقدم اور ہی مبتدا مؤخر ہوگا۔

بیضاوی اور زنجشیری نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

۲۔ وقف سَلَامَةٌ کے بعد کیا جائے۔ اور سَلَامٌ سے قبل ہی محذوف متصور ہو۔ اس صورت میں ہی سَلَامَةٌ میں ہی مبتدا محذوف اور سَلَامٌ اس کی خبر ہوگی اس کو بیان القرآن اور بیضاوی میں اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی یہ رات سلامتی کی ہے شیطانی آفات اور اس کے مکر و زور کے مصائب جو ابن آدم کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس رات نیک ایمانداروں کے لئے ان سے سلامتی اور امن ہوتا ہے مفسرین نے سَلَامٌ کے اور بھی کئی وجوہات لکھے ہیں۔

۵:۹۷۔ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ هِيَ مبتدا۔ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ اس کی خبر، هِيَ ای لیلۃ القدر۔ یہ رات غروب آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک رہتی ہے

(السیراتفسیر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۹۸) سُورَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۸)

۹۸: ۱ - لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ

لَمْ يَكُنْ مَضَارِعٌ مَنْفَعِي حَجْدَ بَلْمُ، فَعَلٌ نَاقِصٌ - كَوْنٌ رِبَابِ نَصَرَةٍ مَصْدَرٌ -  
وہ نہ ہوئے۔

الَّذِينَ اسْمٌ مَوْصُولٌ - كَفَرُوا وَاصِدٌ - مَوْصُولٌ وَصَلَةٌ كَرَامَةٌ كَانٌ - مِنْ حُرُوفِ جَاءٍ  
أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مَجْرُورٌ -  
مُنْفَكِينَ - انْفِكَاءٌ (انفعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، باز  
آنے والے - خبر کَانَ کی -

اور جب کہ قرآن مجید میں ہے فَكُ رَقَبَةً (۱۳: ۹۰) غلام کا آزاد کرنا۔ اسی سے  
ہے فَكُ الرِّهْنِ: رہن کا فک کر لینا۔ یعنی کسی رہن شدہ چیز کو چھڑا لینا۔ رہن کی  
شرط پوری ہونے پر۔

المشركين کا عطف اهل الكتاب پر ہے۔ من یہاں تبعیضیہ نہیں

بلکہ بیانیہ ہے آیت کا ترجمہ علماء نے یوں کیا ہے:-

۱۔ جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز رہنے والے نہ تھے۔  
(مولانا فتح محمد جالندھری)

۲۔ جو اہل کتاب اور مشرک کفر کرتے تھے وہ اپنے کفر سے باز رہنے والے نہ تھے۔

(تفسیر منطہری)

۳۔ اهل الكتاب وهم اليهود والنصارى والمشركون هم عباد الاصنام  
لَمْ يَكُونُوا مُنْفَكِينَ عَمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الدِّيَانَةِ - (البسر التفاسیر)

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین بت پرست جس مذہب پر وہ چل رہے تھے اس سے دُور بیٹنے والے نہ تھے۔

۴۷۔ کافر لوگ یعنی اہل کتاب اور بت پرست اپنے باطل مذہب سے دور ہونے والے نہیں تھے؛

حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ؛ حَتَّىٰ انْتَهَارَ غَايَتُكَ لَمْ يَأْتِ بِهَا تَحْتِ  
جب تک،

تَأْتِي: مضارع واحد مؤنث غائب إِيْتَانُ (افعال) مصدر۔ وہ آتی ہے وہ آئے گی۔ وہ آجائے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔  
الْبَيِّنَةُ۔ الْحُجَّةُ الْوَاضِحَةُ۔ واضح دلیل۔ کھلی دلیل۔ وہ آگئی مستقبل  
یعنی ماضی، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آجائے یا آگئی۔ (یعنی رسول کریم کی ذات مبارک) صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۹۸:۲ — رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً؛  
رَسُوْلٌ بدل ہے البینة سے۔

قال الزجاج :-

رَسُوْلٌ۔ رفع علی البدل من البینة؛ رسولٌ مرفوع ہے کیونکہ البینة سے بدل ہے۔ مِّنَ اللّٰهِ صفت ہے رَسُوْلٌ کی۔ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً۔ یہ رَسُوْلٌ کی صفت ثانی ہے رَسُوْلٌ کی یا رَسُوْلٌ سے حال ہے۔  
يَتْلُوْا۔ تِلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ وہ تلاوت کرتا ہے۔ وہ پڑھتا ہے۔

صُحُفًا مُّطَهَّرَةً: موصوف و صفت مل کر يَتْلُوْا کا مفعول۔

صُحُفٌ یعنی صحیفے، کتابیں۔ اوراق، نوشتے، صحیفہ کی جمع ہے جو شاذ و نادر ہے۔ کیونکہ فَعِيْلَةٌ کی جمع فُعُلٌ پر نہیں آتی۔

قیاس میں اس کی مثال: سَفِيْنَةٌ اور سَفُنٌ ہے۔ قرآن مجید کی ہر ایک سورت ایک صحیفہ ہے۔ جس طرح توریت کے ابواب صحیفے ہیں۔

مُطَهَّرَةً: تَطْهِيرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے پاک کی ہوتی۔ پاک۔ یعنی قرآنی صحیفے جو ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں اور ان میں عمدہ اور

مستحکم مضامین مندرج ہیں۔

۳:۹۸ — فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ ، هَا ضَمِيرٌ وَاحِدٌ مَوْنُثٌ غَائِبٌ صُحُفًا كِي طَرَفٍ رَاجِعٌ هِيَ  
 كُتِبَ قِيَمَةٌ مَوْصُوفٌ صِفَتٌ - قِيَمَةٌ صَيْغَةُ صِفَتٍ - مَرْفُوعٌ مَوْنُثٌ - نَكْرَهٌ هِيَ -  
 مَعْنَى دَرَسَتْ ، سَجِي ، يَامَعَاشِ اَوْر مَعَادُ كُو تُحِيكُ كَرْنَةُ وَاوِي -

مطلب یہ کہ :-

گذشتہ آسمانی صحیفے اور کتابیں درست تھیں مستقیم اور انسانی زندگی کی اصلاح  
 کرنے والی تھیں۔ قرآن مجید ان کا پتھر ہے اور ان کے مضامین کو حاوی ہے۔

جملہ صحف کی صفت ہے یا ضمیر ہا سے حال ہے۔

۴:۹۸ — وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ  
 الْبَيِّنَةُ جملہ مستانفہ ہے۔ وَاوَعَاظُفًا مَا نَافِيہ - تَفَرَّقَ مَضَارِعٌ صِيغَةُ وَاوَعَاظُفًا  
 مَذْكَرٌ غَائِبٌ - تَفَرَّقَ (تَفَعَّلٌ) مَصْدَرٌ سَع - وَه مَتَفَرَّقٌ هُوَ كِيَا - وَه مَجْهُوْطَا - وَه جُدَا  
 هُوَا -

الَّذِينَ اسْمٌ مَوْصُولٌ - أُوتُوا الْكِتَابَ صَدْرٌ - الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ فَاعِلٌ  
 تَفَرَّقَ كَا -

اُوتُوا مَاضِي مَجْهُولٌ جَمْعٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ اِيتَاءٌ (اَفْعَالٌ) مَصْدَرٌ مَعْنَى دِيئے گئے۔  
 اِن كُو دِي گئی - الْكِتَابَ مَفْعُولٌ ثَانِي اُوتُوا كَا -  
 الَّذِينَ اُوتُوا الْكِتَابَ - حِن كُو كِتَابٌ دِي گئی - يَعْنِي اَهْلُ كِتَابٍ (يَهُودٌ وَنَصَارَى) م  
 اِلَّا - اِسْتِثْنَاءٌ مَفْرُغٌ (جِس كَا مَسْتَثْنِي مِنْ مَذْكَورٌ هُو) م  
 الْبَيِّنَةُ - مَرَادُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي ذَاتٌ هِيَ - مَلَاخِظٌ هُوَا اَيْتٌ مَبْرُ ۱ - ۲ -  
 مَذْكَورٌ بِالَا

ترجمہ ہوگا :-

اور نہیں بٹے فرقوں میں اہل کتاب مگر بعد اس کے کہ آگئی ان کے پاس روشن دلیل  
 (یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد ہی رسول پر ایمان لانے کے  
 متعلق اہل کتاب کے اندر اختلاف پیدا ہوا۔ ورنہ تو آپ کی بعثت سے پہلے تو یہ  
 آنے والے رسول کی تصدیق پر سب کا اتفاق و اتحاد تھا۔ اور سب بعثت نبی کے

منتظر تھے۔ کافروں کے خلاف نبی منتظر کے وسیلے سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے (وَكَانُوا  
 مِنْ قَبْلِ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا  
 كَفَرُوا بِهِ (۲: ۸۹) یعنی وہ پہلے (ہمیشہ) حضور کے وسیلے سے کفار پر فتح طلب کیا  
 کرتے تھے۔ لیکن جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے تو  
 انہوں نے نہ پہچانا آپ کے ساتھ کفر کرنا شروع کر دیا۔ (ضیاء القرآن)  
 لیکن جب وہ جانا پہچانا نبی آگیا تو محض حسد و عناد کی وجہ سے اس کی تصدیق  
 نہیں کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچہ بعض اہل کتاب کا عقیدہ صفات الہیہ کے متعلق  
 درست نہ تھا۔ اللہ کو مخلوق کا باپ قرار دیتے تھے (اور بعض اہل کتاب کا عقیدہ درست  
 تھا۔) لیکن بعثت نبی پر سب کا اتفاق تھا۔ کیونکہ آنے والے نبی کے اوصاف ان کی  
 کتابوں میں بیان کر دیئے گئے تھے۔

چونکہ قبل البعثت تصدیق نبی پر صرف اہل کتاب کا اتفاق تھا اور مشرکین اس  
 اتفاق میں شریک نہ تھے۔ اس لئے اس آیت میں صرف اہل کتاب کا ذکر کیا تاکہ جن  
 اہل کتاب نے تصدیق رسول نہیں کی ان کی مزید شناخت ہو جائے۔ (تفسیر منطہری)  
 ۹۸: ۵ — وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ: یہ سارا جملہ الَّذِينَ أُوْتُوا  
 الْكِتَابَ سے حال ہے۔

ای والحال انہم ما امروا بشئى يخالف اصول دينهم بل بشئى  
 يطابقها۔ حال یہ ہے کہ ان کو کسی ایسی چیز کے متعلق حکم نہیں دیا گیا تھا جو ان کے  
 دین کے اصول کے خلاف ہو بلکہ (جو حکم دیا گیا ان کے دین کے اصول کے) مطابق تھا  
 مَا نَافِيہ۔ أُمِرُوا ما ضمی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ان کو حکم دیا گیا۔  
 إِلَّا حرف استثناء لِيَعْبُدُوا میں لام زائدہ ہے اور اَنْ محذوف مقدر ہے ای  
 إِلَّا أَنْ يَعْبُدُوا اللَّهَ۔ اور یہ مَا أُمِرُوا کا مفعول ہے۔ یعنی ان کو صرف اللہ کا حکم  
 دیا گیا تھا۔

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ۔ یہ يَعْبُدُوا کی ضمیر فاعل سے حال ہے خالصتہً  
 اس کی اطاعت کی نیت سے۔

مُخْلِصِينَ۔ إِخْلَاصٌ (افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ کسی چیز  
 کو آمیزش سے پاک رکھنے والے۔ الدین۔ اطاعت، شریعت۔

حُفَاءً۔ مُخْلِصِينَ کی ضمیر سے حال ہے۔ یک رُخے ہو کر۔ یہ حَنِيفٌ کی جمع ہے۔ حنیفی، اللہ کی طرف ہونے والے، یعنی دوسرے سب عقائد چھوڑ کر صرف اللہ کے راہِ مستقیم پر چلنے والے۔

ماثلین من جمیع العقائد الزائغۃ الی الاسلام۔ (روح المعانی) پڑھے عقائد سے ہٹ کر اسلام کی طرف مائل ہونے والے۔  
وَيَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ: دونوں کا عطف يَعْبُدُوا پر ہے دونوں میں نون اَنْ مقدرہ کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے۔

آیت کا ترجمہ ہو گا۔  
اور ان کو کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ اللہ کی عبادت کیا کریں۔ خالص اسی کی اطاعت کی نیت سے یک رُخے ہو کر اور نماز پڑھا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں۔

ذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ۔ ذَلِك: اى الذى امر وابه (الخازن)  
جس کا ان کو حکم دیا گیا۔ یعنی

- ۱۔ خالصتہ اللہ کی اطاعت کی نیت سے اسی کی عبادت کرو۔
- ۲۔ نماز قائم کیا کرو۔
- ۳۔ زکوٰۃ دیا کرو۔

یہی دینِ قیَم ہے۔ — قیَم بمعنی سچا، صحیح، مستحکم، مضبوط۔  
دِينُ الْقِيَمَةِ: مضاف مضاف الیہ۔ اصل میں موصوف و صفت ہیں۔ القیَمۃ میں تاء تانیث کی نہیں ہے بلکہ مبالغہ کی ہے جیسے علامۃ میں۔ دین کو جو اصل میں موصوف ہے صفت کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔

القیَمۃ۔ التى لا عوج فیہا۔ جس میں کوئی کجی نہ ہو۔

۹۸: ۶ — اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِیْنَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ:

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ الَّذِیْنَ كَفَرُوا۔ موصول وصلہ۔ مِنْ بیانیہ، اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِیْنَ بیان ہے كَفَرُوا کا۔ الَّذِیْنَ كَفَرُوا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِیْنَ۔ اسم اِنَّ۔ فِي نَارِ جَهَنَّمَ۔ سارا جملہ خبر ہے اِنَّ کی۔

نَارِ جَهَنَّمَ مضاف مضاف الیہ۔

خَلِيدِينَ فِيهَا۔ یہ جہنم میں جانے والے کافر اہل کتاب و کافر مشرکین، سے حال ہے۔ یعنی جن اہل کتاب اور مشرکوں نے کفر کیا۔ وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِيهَا میں ضمیر ہا واحد مؤنث غائب کا مرجع نار جہنم ہے۔  
 اُولَئِكَ هُمُ الشُّرَاطِرُ۔ اُولَئِكَ اسم اشارہ بعید ہے جمع مذکر،  
 مبتدا۔ هُمُ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔  
 الشُّرَاطِرُ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر ہے مبتدا کی۔  
 جس سے سب کو نفرت ہو وہ شر ہے۔

الْبَرِيَّةِ۔ مخلوق، خلق۔ بَرءٌ (باب نصر) مصدر سے فَعِيلَةٌ کے وزن پر بمعنی مفعول واحد مؤنث ہے۔ بَرءٌ کے معنی عدم سے وجود میں لانے کے ہیں۔ اسی سے بَارِيٌّ ہے جو خدا تعالیٰ کے اسمِ حسنیٰ میں سے ہے۔ پیدا کرنے والا، نیست سے ہست میں لانے والا۔

۹۸: ۷۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمُ خَيْرُ  
 الْبَرِيَّةِ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اسمِ اِنَّ  
 هُمُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ اس کی خبر نیز ملاحظہ ہو آیت (۶) مذکورہ بالا  
 ترجمہ ہو گا۔

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی سب خلق سے بہتر ہیں۔  
 ۹۸: ۸۔ جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّتٌ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا  
 الْاَنْهَارُ: جَزَاؤُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔

رَهُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (آیت سابقہ کی طرف راجع ہے)  
 عِنْدَ ظرف مکان ہے بمعنی پاس، قریب۔ مضاف، رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ  
 مل کر مضاف الیہ۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ اپنے رب کے ہاں، طرف ہے جس کا تعلق جزاء سے  
 ہے۔

جَنَّتٌ عَدْنٍ: مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔  
 عَدْنٍ۔ رہنا۔ بسنا۔ کسی جگہ مقیم ہونا۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب اور



نہ سے آتا ہے۔  
جَنَّتُ عَدْنٍ کا معنی ہے۔ رہنے بسنے کے باغات، یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ  
رہنا ہوگا۔

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ۔ یہ جملہ صفت ہے جَنَّتِ کی، جن کے نیچے  
نہریں بہتی ہیں۔ ہَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّتِ ہے۔  
خَلِيدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔ یہ حال ہے جَزَاءُ هُمْ کی ضمیر هُمْ سے۔ أَبَدًا  
تاکید کے لئے ہے۔ یا یہ خَلِيدِينَ کا ظرف ہے یعنی ان باغات میں وہ ہمیشہ ہمیشہ  
رہیں گے۔

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ۔ یہ جَزَاءُ هُمْ کی خبر ثانی ہے۔  
رَضِيَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ راضی ہوا۔ وہ خوش ہوا۔ رَضِيَ (باب سَمِعَ)  
مصدر سے۔

امام راغب لکھتے ہیں۔  
اللہ کا بندے سے راضی ہونا یہ کہ اس کو اپنے حکم کا فرماں بردار اور اپنی نبی سے پرہیزگار  
دیکھے۔ اور یہ کہ جو کچھ اس پر قضا الہی سے جاری ہو وہ اُسے مکروہ نہ سمجھے۔  
رَضُوا ماضی جمع مذکر غائب رَضِيَ مصدر۔ وہ راضی ہوئے۔  
ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ : ذَلِكَ مبتدا۔ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ اس کی خبر،  
ذَلِكَ اسم اشارہ بعید واحد مذکر۔ اس میں ذل اسم اشارہ ہے اور ك حرف خطاب  
ہے۔ خَشِيَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ خَشِيَ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ وہ  
ڈرا۔ اس نے خوف کھایا۔ رَبَّهُ مضاف، مضاف الیہ مل کر خَشِيَ کا مفعول۔  
اپنے رب سے؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۹۹) سُوْرَةُ الزَّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ (۸)

۹۹: ۱ — اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔ اِذَا شَرْطِيَّةٌ، زُلْزِلَتْ ماضِي  
 مجہول واحد مؤنث غائب، زِلْزَالٌ (رفع لال) مصدر سے۔ اَلْاَرْضُ مفعول مالم  
 يُسَمُّ فاعله۔ زِلْزَالَهَا میں زلزال مفعول مطلق مضاف ہا ضمیر واحد مؤنث غائب (جس کا  
 مرجع الارض ہے) مضاف الیہ۔ (زلزال مصدر ہے اور اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے)  
 مطلب یہ کہ مصدر کو مفعول مطلق لانے کا مقصد فعل کی تاکید ہے۔ یعنی حرکت  
 الارض حرکت شدیداً۔ یعنی زمین شدت کے ساتھ بار بار ہلائی جاتے گی۔ جیسے کہ  
 دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا (۵۶: ۲۴) جب زمین بھونچال سے لرزے گی!  
 اِذَا شَرْطِيَّةٌ۔ ظرف زمان معنی جب۔ زِلْزَالٌ ہلانا۔ جھڑ جھڑ دینا۔ زلزلہ میں ڈالنا۔  
 ۹۹: ۲ — وَ اَخْرَجَتْ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابق پر ہے۔  
 اَثْقَالَهَا: اَثْقَالٌ۔ ثِقْلٌ کی جمع ہے بمعنی بوجھ۔ مضاف۔ ہا ضمیر واحد مؤنث  
 غائب جس کا مرجع الارض ہے۔ مضاف الیہ۔ اپنا بوجھ،

جب زمین اپنے بوجھ نکال پھینکے گی۔ بوجھ سے مراد دھینے اور خزانے ہیں۔

۹۹: ۳ — وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا۔ اس کا عطف بھی اِذَا زُلْزِلَتْ پر ہے۔  
 الْاِنْسَانُ سے مراد یا تو جنس انسانی ہے یا کافر لوگ ہیں جیسا کہ بعض علماء کا قول  
 ہے لیکن راجح یہی ہے کہ یہاں مراد جنس انسان ہے۔

کافر لوگ تو متعجب اس لئے ہوں گے کہ ان کو قبروں کو دوبا اٹھنے کی امید ہی نہیں تھی  
 اور مؤمن واقعہ کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوتے کہیں گے کہ بے شک یہ وہی ہے جس کا  
 اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔

مَا لَهَا فِي مَا مَبْتَدَا اور لَهَا اس کی خبر، اس کو کیا ہو گیا ہے۔ جملہ استفہامیہ قَالَ کا مفعول ہے۔

۹۹: ۴ — يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا: یہ جملہ، مذکورہ بالا تینوں جملہ ہائے شرطیہ کا جواب ہے۔ يَوْمَئِذٍ بدل ہے اِذَا ہے۔

اَخْبَارَهَا مضاف مضاف الیہ مفعول ثانی ہے تَحْدِثُ کا۔ النَّاسِ مفعول اول محذوف ہے۔ يَوْمَئِذٍ تَحْدِثُ النَّاسِ اَخْبَارَهَا (اس روز زمین لوگوں کو اپنی خبریں سنائے گی)۔

يَوْمَئِذٍ — يَوْمٌ اسم ظرف منصوب، مضاف، اِذٍ مضاف الیہ۔ اس روز۔ ان واقعات کے دن۔

تَحْدِثُ مزارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب: تَحْدِثُ (تفعیل) مصدر سے معنی کہنا۔ باتیں کرنا۔ بیان کرنا۔ وہ بتائے گی۔ وہ بیان کرے گی۔

حَدِيثٌ بات، بیان۔

۹۹: ۵ — يَا نَّ رَبِّكَ اَوْحٰی لَهَا: ب سببیہ، لام معنی الیٰ ہے۔ اَنَّ حرف

مشبہ بالفعل۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔ اسم اَنَّ۔ اَوْحٰی لَهَا اس کی خبر۔ یعنی زمین کی تحدیث (خبر دینا) اس سبب سے ہوگا۔ کہ اللہ کی طرف سے اس کو یہی وحی ہی ہوگی۔ (اس کو یہی اشارہ یا اذن ہوگا) یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کلام قَالَ اِلَّا نَسَانُ مَا لَهَا کے جواب میں ہو۔ یعنی انسان کے سوال کے جواب میں زمین یہ کہے گی کہ مجھے اللہ کا حکم ہی یوں ملا ہے۔

۹۹: ۶ — يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ۔

يَوْمَئِذٍ۔ پہلے يَوْمَئِذٍ سے بدل ہے۔ یعنی اس روز۔ ان واقعات کے وقوع کے دن۔

يَصْدُرُ مزارع واحد مذکر غائب صَدْرٌ باب نصر، ضرب) سے مصدر معنی لوٹنا۔ مڑنا۔ سینہ پر مارنا۔ پانی پی کر گھاٹ سے واپس ہونا۔ صَادِرٌ چشمہ سے پانی پی کر واپس آئیوالا۔ اسم فاعل وَاِرِدٌ کی ضد ہے۔

مَصْدَرٌ وہ اسم جس تمام افعال اور صفت کے صیغے مشتق ہوتے ہیں۔ اَشْتَاتًا۔ جُدا جُدا۔ طرَحَ طرَحَ۔ مَشَتْ مَشَتْ کی جمع ہے۔

أَشْتَاتًا فاعل ہے یَصْدُرُ کے فاعل سے ؛  
لِيُرَوَّا۔ لام تعلیل کا ہے یُرَوَّا ماضی مجہول جمع مذکر غائب رُؤْيَةٍ (باب فتح) مصدر  
کہ ان کو دکھائے جائیں۔

أَعْمَالَهُمْ مضاف الیہ۔ مل کر یُرَوَّا کا مفعول مالم لیسیم فاعلاً۔  
اس روز لوگ مختلف حالتوں میں پھر کر آئیں گے تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے  
جائیں۔

مطلب یہ کہ حساب کی پیشی کے بعد مقام حساب سے لوگ متفرق طور پر لوٹیں گے  
کچھ دائیں جانب سے جنت کو جائیں گے اور کچھ بائیں سمت کو دوزخ کی طرف۔ یہ اس لئے  
کہ ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دکھادی جائے، یعنی جنت اور دوزخ کے اندر اپنے  
مقامات پر جا کر اتریں۔ (تفسیر مظہری)

۹:۹۔ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ (یہاں سے لے کر اخیر سورۃ  
تک لِيُرَوَّا کی تفسیر ہے)

فَ تفسیر یہ ہے مَنْ شَرْطِيَّة۔ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ جملہ شرطیہ یَرَهُ  
جواب شرط۔

مِثْقَالَ اسم مفرد۔ مِثْقَالٌ جمع۔ ہموزن، برابر۔ ثقل مادہ۔  
ثقیل مجازی۔ ذرئی، مضاف۔

ذَرَّةٌ۔ ذرہ۔ جمع ذَرَّات۔ چھوٹی چھوٹی۔ ذرہ کے ہم وزن نیکی، چھوٹی چھوٹی  
کے ہم وزن۔ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر يَعْمَلْ کا مفعول۔

خَيْرًا۔ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ کا بدل۔ ذرہ کے ہموزن نیکی۔

پھر جس نے بھی ذرہ بھر نیکی کی۔ (جملہ شرطیہ)

يَرَهُ؛ میں کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع خَيْرًا ہے۔ وہ اسے  
دیکھ لے گا۔ (جواب شرط)

۹:۸۔ وَ مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ

پر ہے۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

ترکیب کے لئے آیت بالا ۹:۹۔ ملاحظہ ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

# (۱۰۰) سُورَةُ الْعُدِیَّتِ مَكِیَّةٌ (۱۱)

۱۰۰:۱۔ وَالْعُدِیَّتِ ضَبْحًا، جسدِ قسیمہ ہے۔ واؤ قسم کے لئے ہے۔  
العُدِیَّتِ جمع ہے عَادِیَّةٌ کی۔ اس کا مادہ عَدُو ہے جس سے اسمِ فاعل  
کا صیغہ واحد مَوْنُثٌ عَادُو لہے واؤ ماقبل مکسور کو یاء سے بدل دیا عَادِیَّةٌ  
ہوا۔ جس کی جمع عَادِیَاتٌ ہونی جیسے عَزُو کی جمع غَازِیَاتٌ (جمع مَوْنُثٌ غَائِبٌ  
کا صیغہ)

ضَبْحًا۔ کی درج ذیل دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ضَبْحًا مصدر ہے منصوب ہے جس کا فعل یَضْبَحُنَّ (باب فتح) مخدوف ہے

ای یَضْبَحُنَّ ضَبْحًا اور جملہ موضع حال میں ہے۔

۲۔ ضَبْحًا مفعول مطلق ہے اسمِ فاعل کی تاکید کے لئے ہے۔

الْعُدِیَّتِ: تیز دوڑنے والی گھوڑیاں یا گھوڑے۔ عَدُو سے اسمِ فاعل کا  
صیغہ جمع مَوْنُثٌ ہے۔

امام راغب فرماتے ہیں۔

عَدُو کے معنی ہیں تجاوز کرنے اور پیوستگی ختم کرنے کے۔ اگر یہ چیز چلنے

میں ہو تو اس کو عَدُو (دوڑنا) کہتے ہیں۔

یہاں عَدِیَّتِ سے کیا مراد ہے اس کے متعلق مفسرین کے دو قول ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، کلبی، قتادہ، مقاتل

اور ابوالعالیہ کا قول ہے کہ یہ غازیوں کے گھوڑوں کی صفت ہے۔

۲۔ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد اونٹنیاں ہیں۔

ضَبْحٌ مصدر۔ جس کے معنی ہیں (گھوڑے کا) دوڑنے کے سبب پیٹ سے

آواز نکالنا۔ ہانپنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:-  
چوپاؤں میں سے سوائے کتے اور گھوڑے کے کوئی جانور نہیں ہانپتا۔

سوائے کاتر حجبہ ہوگا:-

قسم ہے (غازیوں کے) ان گھوڑوں کی جو سرپٹ دوڑنے سے ہانپتے ہیں۔  
۱۰۰:۲ — فَأَلْمُورِيَّتِ قَدْ حَا۔ اس کا عطف آیت نمبر ۱ پر ہے۔  
مُورِيَّتِ اسم فاعل جمع مؤنث۔ مُورِيَّةٌ واحد۔ اِيْرَاءٌ (افعال)  
مصدر۔ آگ روشن کرنے والے (کرنے والیاں) مراد وہ گھوڑے جو پتھریلی  
زمین پر چلتے ہیں تو ان کے سموں کی آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ دِيَّةٌ صُورِہ چیز جس  
سے آگ جلائی جاتی ہے۔

اِيْرَاءٌ — لکڑی، پتھر وغیرہ کو رگڑ کر آگ نکالنا۔

قَدْ حَا: مصدر ہے (باب نصر سے) چقماق کو مار کر آگ نکالنا۔ پتھر پر پتھر مار کر  
یا لوہے کو مار کر آگ نکالنا۔ یہاں مراد ہے گھوڑے (یا گھوڑیوں) کا نعل دار ٹاپوں کو  
پتھریلی زمین پر مار کر آگ نکالنا۔

مطلب پھر قسم ہے ان گھوڑوں یا گھوڑیوں کی جن کے نعل جب رات کے  
وقت تیزی سے چلتے ہیں پتھروں پر کھٹا کھٹ پڑتے ہیں تو آگ چمک اٹھتی ہے۔  
۱۰۰:۳ — فَأَلْمُغِيْرَاتِ صُبْحًا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ پھر (قسم ہے)  
المغیرات کی۔

صُبْحًا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔

ترجمہ ہوگا:-

پھر قسم ہے (ان کی) جو صبح ہوتے ہی (دشمنوں پر) دھاوا کرتے ہیں۔ المغیرات  
جمع ہے المغيرة کی۔ اغارة (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث  
ٹوٹ پڑنے والے۔ چھاپہ مارنے والے۔

یعنی پھر قسم ہے (غازیوں کے) ان چھاپہ مار گھوڑوں کی جو صبح ہوتے ہی ٹوٹ  
پڑتے ہیں۔

۱۰۰:۴ — فَأَثْرَنَ بِهِ نَقْعًا۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے و کا عطف کلام محذوف

پر ہے۔ اسی عَدَوْنَ فَاشْرُونَ : وہ (حملہ کرتے وقت) سرپٹ دوڑتے یا دوڑتی ہیں پھر غبار اڑاتی یا اڑاتے ہیں (گھوڑے)

أَشْرُونَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب اِثَارَةٌ (باب نصر، ضرب) مصدر  
مبغنی اٹھانا۔ برا نگیختہ کرنا۔ اڑانا۔

لَقَعًا: مفعول بہ۔ گرد و غبار، خاک، بہہ کی ضمیر دشمن پر چھاپ مارنے کے وقت کی طرف راجع ہے۔ (بیضادی) یعنی وہ گھوڑے جو چھاپ مارنے کے وقت (جوش میں اپنے سموں سے) غبار اڑاتے ہیں۔

فَاشْرُونَ بِهِ لَقَعًا۔ اسی هَيَجُونَ فِي الصُّبْحِ غُبَارًا۔ (کلمات القرآن)  
وہ صبح کے وقت (جب دشمن پر حملہ کرتے ہیں) غبار اٹھاتے ہیں۔

بعض کے نزدیک بہہ کی ضمیر دشمن کے مقام کی طرف راجع ہے بہہ اسی  
بمکان عدوہا۔ (یعنی اپنے دشمن کے مقام پر) غبار اٹھاتی ہیں) (اليسر التفاسير)  
پھر ان کی قسم جو صبح میں دھاوے کے وقت بڑے زور سے دوڑنے میں گرد و  
غبار اٹھاتے ہیں۔

۱۰۰: ۵۔ فَوَسَطْنَ بِهِ جَمْعًا: اس کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے  
ف حرف عطف وَسَطْنَ ماضی جمع مؤنث غائب وَسَطَ (باب ضرب) مصدر  
درمیان میں ہونا، درمیان میں بیٹھنا۔ یہاں یعنی درمیان میں جا گھسنا ہے۔

بہہ اسی بذلک الوقت۔ او بالعدو او بالنقع۔ اس وقت دشمن کے درمیان  
گرد و غبار کے اندر (بیضاوی وغیرہ)

جمعًا: حال ہے۔ اکٹھے، جماعت کی جماعت۔ یا یہ وَسَطْنَ کا مفعول  
ہے اور جَمْعًا سے مراد جموع الاعداء۔ دشمنوں کا گروہ ہے۔

ترجمہ: پھر وہ اسی وقت (دشمن کے لشکر میں) گھس جاتے ہیں۔ (ضیاء القرآن)  
پھر ان کی قسم جو صبح کے وقت دھاوا کرنے اور غبار اٹھانے کے بعد مخالفوں کے  
انہوں میں گھس جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ دھمکی دے کر رہ جاتے ہیں پھر وقت پر نامردی  
کرتے ہیں۔

د یہ پانچ وصف جنگی گھوڑوں کے ہیں بالترتیب، لیکن بعض علماء فرماتے  
ہیں کہ یہ حج میں جانے والے اونٹوں کے اوصاف ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے

اس بارے میں ایک روایت بھی کرتے ہیں (تفسیر حقانی)

۱۰:۶ — إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ: یہ جملہ اور آئندہ آنے والے دو جملے متذکرہ  
بالاجملہ ہائے قسمیہ کے جواب القسم ہیں۔

إِنَّ حَرْفٌ مَّشْبُوهٌ بِالْفِعْلِ الْإِنْسَانَ اسْمٌ مَبْسُوطٌ - بنی نوع انسان - اسم إِنَّ -  
لَكَنُودٌ لام تائید کا ہے - كَنُودٌ بمعنى ناشكراً - بخیل، نافرمان، إِنَّ کی خبر - لِرَبِّهِ  
متعلق خبر - بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

۱۰:۷ — وَإِنَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشَهِيدٌ - جملہ هذا کا عطف ماقبل پر ہے -  
وَأُو عطف - إِنَّ حَرْفٌ مَّشْبُوهٌ بِالْفِعْلِ - كَ صمیر واحد مذکر غائب کا مزج الانسَان  
ہے۔ اسم إِنَّ -

لَشَهِيدٌ لام تائید کے لئے ہے شَهِيدٌ خبر إِنَّ: عَلَىٰ ذَٰلِكَ متعلق خبر،  
ذَٰلِكَ کا اشارہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر انسان کا بخیل، جحود اور نافرمانی کی طرف ہے۔  
اور وہ اپنے اس بخیل کو دیکھ بھی رہا ہے۔ اس کے اپنے اعمال و اطوار اس کے  
بخیل دنا شکر کی گواہ ہیں۔ یہ جملہ بھی جواب القسم میں ہے۔

۱۰:۸ — وَإِنَّهُ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ: (ترکیب نحوی کے لئے ملاحظہ ہو  
آیت سابقہ۔

الْخَيْرِ سے یہاں مراد مال و دولت ہے اور مال و دولت کے انسان کی محبت اظہر  
من الشمس ہے۔ گناہوں کا یہ سیل بے پناہ، مظالم کی یہ آندھیاں، مزدور اور سزایہ  
دار کے درمیان یہ خونریز تصادم، سب کے پس پردہ دولت کی یہی بے پناہ محبت  
اور لالچ کا فرما ہے۔

ترجمہ:-

اور بے شک وہ (یعنی انسان) مال کی محبت میں بہت پکا ہے۔

۱۰:۹ — أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ - آہنزہ استفہامیہ ہے۔  
ف کا عطف محذوف پر ہے۔ ای الا ینظر فلا یعلم - يَعْلَمُ کا مفعول محذوف  
ای الوقت۔

تقدیر عبارت ہوگی: الا ینظر فلا یعلم الوقت۔ کیا وہ نہیں دیکھتا ہے  
پھر نہیں جانتا ہے اس وقت کو (کہ جب.....)



اِذَا بُعِثَ مَا فِي الْقُبُورِ۔ اِذَا ظَرْفِیۡہٗ مَعْنٰی حَب۔ بُعِثَ مَاضِیۡ مَجْہُولِ کَا صِیغَہٗ وَاحِدٌ مَذْکُورٌ غَایِبٌ مَصْدَرٌ مَعْنٰی کَرِیْدٌ کَرِیْدٌ نَکَالًا جَاہِیۡنِوَالَا۔ اَلْطَّیْلُ کَرِیْدٌ مَعْنٰی ہِی۔ مَا مَوْصُولٌ فِی الْقُبُورِ اِسْ کَا صِلَہٗ۔ مَوْصُولٌ وَصَلٌ مَلْ کَرِیْدٌ مَعْنٰی کَا مَفْعُولٌ مَالِمٌ لِسِمِ فَاعِلٌ۔ یٰہَاں مَا مَوْصُولٌ مَعْنٰی مَآءٌ ہِیۡ جِس سے مراد مردہ انسان ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں۔ حَب جَو کَچھ قبروں میں ہِیۡ کَرِیْدٌ کَرِیْدٌ نَکَالٌ یَا جَاہِیۡنِوَالَا۔ یٰعْنٰی مَرْدَہٗ اِنْسَانِیۡنِوَالَا کَو قَبْرِیۡنِوَالَا نَکَالٌ یَا جَاہِیۡنِوَالَا۔

بَعِثَ۔ جن علماء کی رائے یہ ہے کہ رباعی اور خماسی۔ دو تلاثی سے مل کر بنتی ہے ان کے خیال میں بُعِثَ اور اُثِیْرٌ سے مل کر بنا ہے اور یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ بَعِثَ میں دونوں فعلوں کے معنی موجود ہیں۔

پس جس طرح بِسْمَلٍ (اس نے بسم اللہ پڑھی) بِسْمِ اور اللہ کے لام سے مرکب ہے اسی طرح لفظ بَعِثَ اور اُثِیْرٌ کی راء سے مرکب ہے۔ ۱۰۰:۱۰۰۔ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ۔ اس کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ حُصِّلَ مَاضِیۡ مَجْہُولِ کَا صِیغَہٗ وَاحِدٌ مَذْکُورٌ غَایِبٌ تَخْصِیْلِ تَفْعِیْلِ مَصْدَرٌ مَعْنٰی جِس سے۔ جِس کے معنی چھلکے سے گودا نکالنے کے ہیں۔

مَا مَوْصُولٌ فِی الصُّدُورِ اِسْ کَا صِلَہٗ، مَوْصُولٌ وَصَلٌ مَلْ کَرِیْدٌ مَعْنٰی کَا مَفْعُولٌ مَالِمٌ لِسِمِ فَاعِلٌ۔ وہ حاصل کیا گیا۔ وہ ظاہر کیا گیا۔

اور جو کچھ سینوں میں ہے اسے ظاہر کیا جائے گا۔ سینوں کے راز آشکارا کر دیئے جائیں گے۔ (لوگوں کے پوشیدہ افعال، خفیہ ارادے، مخفی نیتیں، سر بہتہ راز، قلبی جذبات، باطنی کیفیات سب ظاہر کر دیئے جائیں گے) ۱۰۰: ۱۱۔ اِنَّ رَبَّهُم بِمَا یُؤْمِنُوْنَ لَخَبِیْرٌۙ اِنَّ حَسْبَ تَحْقِیْقٍ، حَسْبٌ مَشْبُہٌ بِالْفِعْلِ، رَبَّهُمْ مَضَافٌ مَضَافٌ اِلَیْہِ مَلْ کَرِیْدٌ اِسْمٌ اِنَّ؛ لَخَبِیْرٌۙ اِسْ کَا خَبْرٌ بَاقِی کَلَامٌ مَتَعَلِّقٌ خَبْرٌ۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِذَا بُعِثَ تَا فِی الصُّدُورِ جِملہ شرطیہ ہو اور اِنَّ رَبَّهُم بِمَا یُؤْمِنُوْنَ لَخَبِیْرٌ۔ جواب شرط۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ شرط اور جواب شرط فعلی یَعْلَمُ کَا مَفْعُولٌ ہو۔ ترجمہ ہو گا:۔ یَقِیْنًا اِن کَا رَبُّہٗ اِن سے اس دن خوب باخبر ہو گا۔ اگرچہ

اللہ تعالیٰ آج بھی ان کے حالات کے اچھی طرح واقف ہے لیکن اس روز کی آگاہی اور بانجری  
کی کیفیت اس روز جداگانہ ہوگی (ضیاء القرآن)

زجاج کا بیان ہے کہ :-

خَبِيرٌ سے مراد ہے بدلہ دینے والا۔ سو مطلب یہ ہے کہ ان کا رب اس دن بدلہ

دے گا۔ (تفسیر منطہری)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

# ۱۰۱۔ سورۃ القارعة مکیہ (۱۱)

۱:۱۰۱ — الْقَارِعَةُ — مبتدا (۱)  
 ۱۰۱:۲ — مَا الْقَارِعَةُ: ما مبتدا۔ الْقَارِعَةُ خبر۔ مبتدا اور خبر مل کر مبتدا (۱) کی خبر۔

۱۰۱:۳ — وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ مَا استفہامیہ مبتدا۔ أَدْرَاكَ خبر۔  
 مَا الْقَارِعَةُ۔ ما مبتدا۔ الْقَارِعَةُ خبر۔ مبتدا اور خبر مل کر أَدْرَاكَ کا مفعول  
 ثانی (مفعول اول ک ضمیر واحد مذکر حاضر)

الْقَارِعَةُ اسم فاعل واحد مؤنث قَارِعَاتٌ وَقَوَارِعٌ جمع۔  
 مصیبت، بلا، حادثہ۔ یا۔ اچانک آجانے والی مصیبت۔ اصل مادہ قَرَعٌ ہے  
 اس میں (باب فتح) کے معنی ہیں کھٹکھانا۔ مثلاً قَرَعَ الْبَابَ۔ اس نے دروازہ  
 کھٹکھایا۔ یا قَرَعَ رَأْسَهُ بِالْعَصَا۔ اس کے سر کو لاٹھی سے کھٹکھایا۔ یعنی لاٹھی  
 سر پر ماری۔ قَرَعَ زَيْدٌ سِنَّةً۔ زید نے اپنے دانت پسے یعنی پشیمان ہوا۔  
 قَرَعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث قَارِعَةُ ہے۔

ساعتِ قیامت بھی ناگہاں آجانے والی مصیبت اور حادثہ عظیم ہے اس لئے  
 قیامت کو الْقَارِعَةُ کہا گیا ہے۔ اصل میں یہ صیغہ صفت تھا۔ پھر قیامت کا  
 وصفی نام بنا دیا گیا۔

مَا استفہامیہ ہے معنی کیا ہے۔ أَدْرَاكَ أَدْرَى ما ضی واحد مذکر غائب اِدْرَاؤُ  
 (افعال مصدر سے جس کے معنی واقف کرنے اور بتانے کے ہیں۔ لک ضمیر مفعول واحد مذکر  
 حاضر۔ مَا أَدْرَاكَ۔ تجھے کون بتائے۔ تجھے کون خبردار کرے۔ محاورہ تجھے کیا معلوم  
 تجھے کیا خبر، تو کیا جانے۔ (کہ کھٹکھانے والی چیز کیا ہے)

۱۰۱:۴ — يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوتِ۔ يَوْمَ ظرف منصوب  
 ہے اس کا فعل محذوف مضمرب ہے جس پر الْقَارِعَةُ کا لفظ دلالت کر رہا ہے یعنی

وہ ساعت اس روز کھٹکھٹاتے گی جب لوگ اس طرح ہوں گے (یعنی کالفراش  
المبتوث)

یا لفظ یَوْمَ کا نصب اس وجہ سے ہے کہ اس جگہ جملہ کی طرف مضاف ہے۔  
ورنہ اس کو مرفوع ہونا چاہئے۔ کیونکہ مبتدأ محذوف کی خبر ہے یعنی وہ ساعت ایسا دن ہوگا  
جس میں لوگ کالفراش المبتوث ہوں گے۔ (تفسیر منطہری)

کَالْفَرَّاشِ الْمُبْتُوثِ - ك حرف تشبیہ - الفرائش جمع - الفرائشة واحد  
پتنگے، پروانے، موصوف،

المُبْتُوثِ - بَثُّ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد  
مذکر، پراگندہ، کبھرے ہوتے - صفت - کبھرے ہوتے پتنگوں کی طرح -  
(جس روز لوگ کبھرے ہوتے پتنگوں کی طرح ہوں گے)

۱۰: ۵ - وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ : اس جملہ کا عطف جملہ سابق  
پر ہے۔

العِهْنُ وہ رنگین اون جو مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی ہو۔  
مَنْفُوشٌ - نَفَشٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ہے  
دھنکی ہوئی۔

اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔

۱۰: ۶ - فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ (يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ فِي النَّارِ) کی

حالت مجمل بیان کی گئی تھی یہاں سے تفصیل شروع ہے۔  
یہ جملہ شرطیہ ہے۔ ف یعنی پھر، اَمَّا حرف شرط ہے اکثر تفصیل کے لئے آتا ہے  
یعنی سو ہے۔ مَنْ شرطیہ استعمال ہوا ہے۔ یعنی جس کا۔

ثَقُلَتْ مَاضِي کا صیغہ واحد مَوْنُوثٌ غَائِبٌ ثَقُلْتُ (باب كس) مصدر سے  
ہے جس کا معنی گراں بار ہونے کے ہیں۔

مَوَازِينُهُ جمع ہے مَوَزُونٌ کی یا مِيزَانٌ کی جو وزن سے اسم مفعول کا صیغہ  
واحد مذکر ہے۔ وزن کیا ہوا۔

مَوَازِينُ وہ اعمال جو ترازو میں تولے گئے ہوں جو وزن کئے گئے ہوں۔ مضاف  
کے ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنْ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

پھر تو جس کے اعمال تول میں بھاری ہوں گے:

۱۰:۵/فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ - جواب شرط - ف جواب شرط کے لئے ہے۔

عِيشَةٍ موصوف: زندگی - زندگانی، عَاشٍ يَعِيشُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔  
رَاضِيَةٍ - رِضَى (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے: بمعنی پسند کرنے والی - پس وہ پسند کرنے والی زندگی میں ہوگا۔

عِيشَةٍ کی طرف پسند کی نسبت مجازی ہے۔ اصل میں پسند کر نیوالا زندگی والا ہوتا ہے نہ کہ خود زندگی۔

وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ - اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ جملہ شرطیہ ہے۔ خَفَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب - خَفَّتْ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی ہلکا ہونا۔

اور جس کے اعمال کا تول ہلکا ہوگا:

۱۰:۹ - فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ - جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط میں ہے۔ أُمُّهُ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی ماں - اس کا ٹھکانا - مسکن، ماں کو مسکن اس لئے کہا جاتا ہے کہ اولاد کے سکون کا مقام ماں ہی ہوتی ہے۔  
کافیہ واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

هَاوِيَةٌ دوزخ میں ایک درجہ کا نام ہے یہ ایک نہایت ہی گہرا گڑھا ہے جس کی گہرائی خدا ہی کو معلوم ہے۔

پس اس کا ٹھکانا ہاویۃ ہوگا۔

۱۰:۱۰ - وَمَا أَدْرَاكَ مَا هِيَةٌ - وَأَوْعَاطُف مَا اسْتَفْهَامِيَّةٌ، هَاوِيَةٌ کی ہولناکی کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ هِيَ کی ضمیر ہاویۃ کی طرف راجع ہے۔

مَا هِيَةٌ میں لا سکتے کے لئے ہے۔ حمزہ نے اس کو وصل کی حالت میں بغیر لا کے پڑھا ہے اور باقی قرار نے لا کو ہر حالت میں سکتے کے ساتھ پڑھا ہے یعنی مَا هِيَةٌ وہ کیا ہے۔

۱۰:۱۱ - فَأَرْحَامِيَّةٌ - یہ هَاوِيَةٌ سے بدل ہے۔ یعنی وہ آگ ہے دیکھتی ہوئی یا مستبدار محذوف ہے اور نَارٌ اس کی خبر ہے۔ (فَأَرْحَامِيَّةٌ - موصوف و صفت م)

ای ہی نَارُ حَامِيَّةٌ۔ ھی مبتدأ محذوف، نَارُ حَامِيَّةٌ موصوف صفت مل کر  
مبتدأ کی خبر۔

حَامِيَّةٌ۔ دہکتی ہوئی، صلیبی ہوئی۔ حَمَى سے جس کے معنی دہکنے اور گرم  
ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ اسی سے ہے حَامِي حَمایت کرنے  
والا۔ مدافعت کرنے والا۔ دوست؛ کیونکہ دوست دوست کی مدافعت میں گرمی  
اور جوش میں آجاتا ہے؛

: اللہ اکبر :

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ:

## (۱۰۲) سُوْرَةُ التَّكْوِيْنِ (۸)

۱۰۲:۱ — اَلْهٰكُمُ التَّكْوِيْنُ: اَللّٰهُيْ مَا ضَى وَاَحَدٌ مِّنْكَرٍ غَايْبٍ اِلِھَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے بمعنی زیادہ ضروری چیز سے غافل رکھنا۔

كُمُ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو غفلت میں رکھا۔

التکاشر۔ بہتات۔ زیادہ طلبی، دولت و جاہ، عزت و مرتبہ، مال اور اولاد کی کثرت کے لئے باہم جھگڑنا۔

بروزن تفاعل مصدر ہے۔ مال و متاع کی مزید چاہت و طلب (حرص) نے تم کو غافل کر رکھا۔ باب تفاعل کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت باہمی اشتراک بھی ہے یعنی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے تم نے مال و متاع کی مزید سے مزید طلب و سعی میں دیگر بہتر اور زیادہ ضروری امور سے غفلت برتی۔

۱۰۲:۲ — حَتّٰی زُرْتُمْ الْمَقَابِرَ حَتّٰی اَنْتَہَارِ غَايْتِ كَے لئے ہے۔ یہاں تک کہ۔ زُرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر زِيَادَةٌ رِبَابِ نَصْرٍ مصدر سے۔ تم نے جا دیکھا۔ تم نے جا زیارت کی۔

اَلْمَقَابِرَ۔ جمع مَقْبَرَةٍ کی، قبریں۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

۱۰۲:۳ — كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ كَلَّا حروف رد و جر ہے۔ کسی امر سے

بازداشت (روکنے) اور جھڑک دینے کے لئے ہے۔ یہاں تکاشر سے بازداشت کے

لئے ہے مطلب یہ کہ تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے۔

سَوْفَ مضارع پر داخل ہو کر اسے مستقبل سے حال کی طرف زیادہ قریب کر دیتا ہے

سَوْفَ تَعْلَمُونَ: تم عنقریب جان لو گے،

تَعْلَمُونَ کا مفعول محذوف ہے یعنی عذاب کے وقت تم جان لو گے کہ اس تکثیر کا انجام کیا ہے؟

۱۰۲: ۴ — ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ — ثُمَّ یہاں تراخی ربہ کے لئے آیا ہے یعنی

یہ دوبارہ وعید پہلی دھمکی سے زیادہ سخت ہے۔ اس کو وعید اول کی تاکید و تائید مزید کے لئے لایا گیا ہے۔ تمہیں پھر خبردار کیا جاتا ہے کہ تم قریب ہی اس تکثیر کے انجام کو جان لو گے۔

۱۰۲: ۵ — كَلَّا لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ: كَلَّا یہ ممانعت تکثیر کی تاکید

در تاکید کے لئے آیا ہے (تم کو پھر خبردار کیا جاتا ہے)

لَوْ تَعْلَمُونَ عِلْمَ الْيَقِينِ جملہ شرطیہ ہے تَعْلَمُونَ کا مفعول محذوف

ہے یعنی اس تکثیر و تفاخر کا انجام۔

عِلْمَ كَانَصْبٌ بوجہ مصدر ہونے کے ہے۔ اور عِلْمَ الْيَقِينِ میں موصوف

کی اضافت اس کی صفت کی طرف ہے۔ اگر تم کو (اس انجام کام یقینی علم ہوتا اگر تم یقینی طور پر جان لیتے)

جواب شرط محذوف ہے یعنی: تو تم اس تکثیر و تفاخر میں وقت ضائع نہ کرتے

اور ضروری امور سے غافل نہ رہتے۔

۱۰۲: ۶ — لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ۔ جملہ جواب قسم میں ہے جس کا جملہ قسمیہ محذوف ہے

ای وَاللّٰهِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيمَ۔ خدا کی قسم تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے: یعنی تم کو دوزخ ضرور دیکھنا ہوگا۔

(یہ سب کو خطاب ہے یعنی نیک و بد دونوں دوزخ کو اپنی آنکھوں سے

دیکھیں گے۔ نیک لوگوں کے لئے یہ محض ایک گذرگاہ ہوگا اور وہ سرعت کے ساتھ گذر جائیں گے اور بدوں کے لئے یہ گھر ہوگا کہ اس میں ہی رہیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔

وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا (۱۹: ۷۱) اور تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اُسے

اس پر گذرنا ہوگا۔

لام جواب قسم کا ہے تَرَوُنَّ دُوِّيَّةً سے مضارع تاکید بانون ثقیلہ کا



جمع مذکر حاضر،  
 ۱۰۲: ۱ — ثُمَّ لَتَرَوْهَا عَيْنَ الْيَقِينِ ، ثُمَّ تَرَاحَى وَقْتِ كَلِّهِ لَمْ يَكُنْ بِمَعْنَى بَعْدِ  
 لَتَرَوْهَا - لام تاکید کا - تَرَوْتُمْ مَضَارِعَ تَاكِيدَ بَانُونَ ثَقِيلَةً كَصَيْغَةِ جَمْعِ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ - هَا  
 ضَمِيرٌ مَفْعُولٌ وَاحِدٌ مَوْثِقٌ غَائِبٌ كَا مَرْجِعٌ جَعِيمٌ هُوَ -  
 مَہر (یعنی قبروں سے اٹھنے کے بعد، قیامت کے روز) تم اس کو ضرور بالضرور دیکھ  
 لو گے -

عَيْنَ الْيَقِينِ مضاف مضاف الیہ - یقین کی آنکھ - یہ لَتَرَوْتُمْ کا مفعول مطلق ہے  
 علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں :-

رُؤْيَا اور معانہ ہم معنی ہیں - (اس لئے یہاں علم سے مراد ہے مشاہدہ) عَيْنَ الْيَقِينِ  
 لَتَرَوْتُمْ کا مفعول مطلق ہے اگرچہ دونوں کا مادہ جُذَاءٌ ہے مگر معنی ایک ہی ہے - اس تقریر  
 سے رویت کو اس جگہ بمعنی علم قرار دینے کا قول دفع ہو گیا -

مطلب یہ ہے کہ تم اپنی آنکھوں سے ایسا معائنہ کر لو گے جو یقین کا موجب ہوگا - یہی  
 سبب ہے کہ رویت اور مشاہدہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو عَيْنَ الْيَقِينِ کہا جاتا ہے رویت  
 چشم حصول علم کا سب سے قوی ذریعہ ہے (تفسیر منطہری)

۱۰۲: ۸ — ثُمَّ لَتَسْأَلَنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ : ثُمَّ تَرَاحَى وَقْتِ كَلِّهِ لَمْ يَكُنْ بِمَعْنَى بَعْدِ  
 بمعنی مَہر -

لَتَسْأَلَنَّ مَضَارِعَ مَجْهُولٌ لَامٌ تَاكِيدٌ بَانُونَ ثَقِيلَةً صَيْغَةُ جَمْعِ مَذْكَرٍ حَاضِرٍ - تَمَّ ضَرُورٌ پُوچھے  
 جاؤ گے - تَمَّ سے ضرور سوال کیا جائے گا -

يَوْمَئِذٍ - يَوْمَ اسْمِ نَظْرٍ مَنْصُوبٍ - مَضَافٌ اِذٍ مَضَافٌ اِلَيْهِ - اِسْمٌ دُنْ اِلَيْهِ  
 واقعات کے دن -

النَّعِيمِ : اسْمٌ مَعْرُوفٌ مَجْرُورٌ نِعْمَتٌ رَاحَتٌ عَيْشٌ - مَرَادُ اللّٰهِ تَعَالٰی كِي حَبْلَةِ نَعْمَتِيْنَ -  
 ترجمہ :- مَہر اس روز تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا:

اللّٰهُ تَعَالٰی كِي نَعْمَتِيْنَ بِي حَدِّ حَسَابٍ هِيْنَ جَيْسَا كِي فَرَمَا يَا وَ اِنْ تَعَدُّ وَا نِعْمَةً  
 اللّٰهُ لَا تُحْصُوْهَا - (۱۴: ۲۳۴) اگر تم اللّٰهُ كِي نَعْمَتِيْنَ شَمَار كَرْنِي لَكُو تُو تَمَّ اِنْ كُو كَمِّنْ نَسْكُو كِي  
 نَعْمَا نَظَاهِرِيَهٗ بَاظِنِيَهٗ - تَنَدْرَسْتِيْ جِسْمِ كِي اَعْضَا كِي خُوْبِي - رَزَقٌ رُوْزِي - كَرْمِيُوْنِ مِيْنَ طَهْنَدَا  
 پَانِيْ سَايُوْ غَيْرِهٖ - جِسْمِ كُوْنِيْ فَرْدِ بَشَرٍ خَالِي نَهِيْنَ - اِنْ كِي عَلَاوَهٗ بِي شَمَارِ نَعْمَتِيْنَ هِيْنَ جِن كَا بِنْدَهٗ

شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔

اللہ اکبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۱۰۳) سُوْرَةُ الْعَصْرِ مَكِّيَّةٌ (۳)

۱۰۳:۱ — وَالْعَصْرِ: واو قسمیہ ہے الْعَصْرِ مقسم بہ۔ قسم ہے عصر کی۔  
الْعَصْرِ سے کیا مراد ہے اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: مثلاً

(۱) اس سے مراد زمانہ ہے۔ (حضرت ابن عباس رضی)

(۲) اس سے مراد رات و دن ہے۔ (ابن کیسان)

(۳) اس سے مراد زوال سے غروب آفتاب تک العصر ہے۔ (حسن بصری)

(۴) دن کی آخری گھڑی العصر ہے (قتادہ)

(۵) اس سے مراد عصر کی نماز ہے (مقاتل)

(۶) الدھر کلہ (زمانہ مطلقاً) السیر التفاسیر

(۷) الزمن کلہ او جزء منه (زمانہ مطلقاً یا اس کا کوئی حصہ) انوار البیان

وغیرہ۔

قسم اس شے کی کھائی جاتی ہے جو قسم کھانے والے کے نزدیک اہم اور عظیم  
اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی قسم کھائی ہے اپنی مخلوق کی یا اپنی صفات کی، وہاں مقسم  
عظمت و حکمت کے اظہار کو مد نظر رکھتے ہوئے کھائی ہے لہذا متذکرہ بالا مختلف معا

جو علماء نے العصر کے لئے ہیں وہ سب اس تعریف میں صادق آتے ہیں

۱۰۳:۲ — اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهِۦٓ لَكٰفِرٌ جَدٍ ۙ اِنَّ اَحْسَنَ مَا كَسَبَ  
یہ جملہ جواب قسم ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ

بِالْفِعْلِ إِلَّا نَسَانَ اس کا اسم اور لَفِي خُسْرٍ اس کی خبر۔

خُسْرٌ - گھاٹا۔ ٹوٹا۔ نقصان، خسران۔ اس میں تنوین مفید عظمت ہے۔

کیونکہ خُسْرٌ کا معنی ہے اصل پونجی کا ضائع ہو جانا۔ اور انسان۔ اپنی جان، اپنی عمر، اپنا مال ایسے کاموں میں برباد کرتا ہے جو آخرت میں اس کے لئے ہرگز سود مند نہ ہوں گے۔

خُسْرٌ - خُسْرٌ يَخْسُرُ (باب سَمْعٍ) کا مصدر ہے۔

۱۰۳ - ۳ - إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ - إِلَّا حُرُوفِ اسْتِثْنَاءٍ  
یہ إِلَّا نَسَانَ سے استثناء متصل ہے۔ اور اگر إِلَّا نَسَانَ سے یہاں مراد کافر لئے جاویں تو استثناء منقطع ہے۔

الَّذِينَ اسْمِ مَوْصُولٍ آمَنُوا اس کا صلہ۔ مَوْصُولٍ وَصْلَةٌ لَمْ يَكُنْ اسْتِثْنَاءً۔  
اور إِلَّا نَسَانَ اسْتِثْنَاءٌ مِنْهُ۔

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ - وَتَوَّأ صَوًّا بِالْحَقِّ - وَتَوَّأ صَوًّا بِالصَّبْرِ

تینوں جملوں کا عطف آمَنُوا پر ہے اور تینوں اِلَّا کے تحت مستثنیٰ ہیں  
تَوَّأ صَوًّا - تَوَّأ صَوًّا (تَفَاعُلٌ) مصدر سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر

غائب ہے۔ انہوں نے وصیت کی۔ وہ کہہ مرے۔ انہوں نے تاکید کی۔

چونکہ باب تَفَاعُلٍ کی خاصیت میں سے ایک خاصیت اشتراک بھی اہم

خاصیت ہے۔ لہذا معنی ہوں گے :-

اور باہم حق بات کی تلقین کرتے ہیں اور صبر کی تاکید باہم کرتے

ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۱۰۴) سُورَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (۹)

۱۰۴:۱ — وَنِيلٌ تِكَلُّ هُمَزَةٌ لُّمَزَةٌ — وَنِيلٌ مُتَبَدِّلٌ بِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ اس کی خبر۔

وَنِيلٌ دوزخ کی ایک وادی کا نام۔ عذاب، ہلاکت، عذاب

کی شدت۔

بِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔ لام حرف جار۔ کُلُّ هُمَزَةٌ مضاف مضاف الیہ مجرور  
لُّمَزَةٌ مَعَطُوفٌ: اس کا عطف هُمَزَةٌ پر ہے۔ وَاوَعَا طِفْ مَحذُوفٌ ہے  
هُمَزَةٌ صِغَةُ صِفْتِ بَرَاءٍ مَبَالِغَةٍ۔ بَرَاءٌ عَيْبٌ كَوْبٌ۔ بَهْتٌ غَيْبٌ كَرِيهُوَالَا۔  
طَعَنَ كَرْنَةً دَالَا۔

هُمَزٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ بطور طعن آنکھ سے اشارہ کرنا۔

چھونا۔ عیب گوئی کرنا۔ دور کرنا۔ مارنا۔ کاٹنا۔ توڑنا۔

اور صرف باب نصر سے زمین پر پکنا۔ هَمَزُ الشَّيْطَانِ شَيْطَانِيٌّ وَ

هُمَزٌ كِي جَمْعُ هَمَزَاتٍ هُوَ۔

مِهْمَزٌ۔ مِهْمَازٌ۔ سوار کے جوتے کی اڑی پر جو لوہا نکلا ہوتا ہے

اور اس سے گھوڑے کے پہلو پر (تیز چلانے کے لئے) مارتا ہے۔

مِهْمَزَةٌ (رُؤْدُو میں مہمیز) کوڑا۔ کوبہ۔ لاکھی۔ وہ لکڑی جس کے سرے پر

کیل لگی ہوتی ہے اور اس سے جانور کے آر چھوئی جاتی ہے۔

هَمَّازٌ۔ بَرَاءٌ عَيْبٌ كَوْبٌ، (مبالغہ کا صیغہ) هُمَزَةٌ کا ہم معنی ہے؛

لُّمَزَةٌ۔ یہ لَمَزٌ (باب ضرب) مصدر سے صیغہ صفت بَرَاءٍ مَبَالِغَةٍ ہے

لَمَّازٌ بَهِیْ مَبْنِي لَمَزَةٍ هُوَ۔ یعنی عیب چین، غیبت کرنے والا۔ پس پست برائی

کرنے والا۔

لَمُنْزَا کا معنی ہے طعن کرنا۔ چبھونا۔ ابرو اور آنکھ سے بطور طنز اشارہ کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ - (۵۸:۹) اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تقسیم صدقات میں تم پر طعن زنی کرتے ہیں۔ ترجمہ ہو گا۔

ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لئے جو رد برو طعن دیتا ہے اور پس پشت عیب جوئی کرتا ہے۔

ہَمَزَةٌ لُحْمَةٌ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب لفہیم القرآن رقمطراز ہیں:-  
اصل الفاظ ہیں هَمَزَةٌ لُحْمَةٌ۔ عربی زبان میں هَمَزٌ و لُحْمٌ کے اعتبار سے باہم اتنے قریب ہیں کہ کبھی دونوں ہم معنی استعمال ہوتے ہیں اور کبھی دونوں میں فرق ہوتا ہے مگر ایسا فرق کہ خود اہل زبان میں سے کچھ لوگ هَمَزٌ کا جو مفہوم بیان کرتے ہیں کچھ دوسرے لوگ وہی مفہوم لُحْمٌ کا بیان کرتے ہیں اور اس کے برعکس کچھ لوگ لُحْمٌ کے جو معنی بیان کرتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کے قریب هَمَزٌ کے معنی ہیں۔ یہاں چونکہ دونوں لفظ ایک ساتھ آئے ہیں اور هَمَزَةٌ لُحْمَةٌ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس لئے دونوں مل کر یہ معنی دیتے ہیں کہ اس شخص کی عادت یہی بن گئی ہے کہ وہ دوسروں کی تحقیر و تذلیل کرتا ہے کسی کو دیکھ کر انگلیاں اٹھاتا اور آنکھوں سے اشارے کرتا ہے کسی کے نسب پر طعن کرتا ہے کسی کی ذات میں کیڑے نکالتا ہے کبھی منہ در منہ چوٹیں کرتا ہے کبھی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں کرتا ہے کہیں چغلیاں کھا کر اور لگائی بجھائی کر کے دوستوں کو لڑواتا ہے اور کہیں بھائیوں میں پھوٹ ڈلواتا ہے لوگوں کے برے نام رکھتا ہے ان پر چوٹیں کرتا ہے اور ان کو عیب لگاتا ہے۔“

= قرآن مجید کی عبارت میں لُحْمَةٌ نِ الذِّمِّيِّ آیا ہے۔ یہ چھوٹا سانوں۔ نونِ قطنی کہلاتا ہے۔ جس حرف پر تنوین ہو اور اس کے بعد والے حرف پر جزم ہو تو اس تنوین کو نونِ مکسور سے بدل کر پڑھیں گے ایسے مقامات پر چھوٹا سانوں لکھ دیا جاتا ہے اس نون کو نونِ قطنی کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ أَعْمَالُهُمْ كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ

السَّيْحُ فِي يَوْمٍ عَصِيفٍ (۱۸:۱۴) جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اس پر زور کی ہوا چلے (اور) اڑا کر لے جائے۔

۱۰۴:۲ — نِ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ۔ یہ جملہ کُلِّ سے بدل ہے۔  
یعنی ہر وہ شخص جس نے مال جمع کیا اور اس کو (بار بار) گننا۔  
وہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مال کی طرف راجع ہے۔  
عَدَّدَ ماضی واحد مذکر غائب تَعَدَّدٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر۔ بمعنی بار بار گننا۔  
گن گن کر رکھنا۔

امام ابو جعفر بیہقی نے تاج المصادر میں تعدید کے معنی لکھے ہیں:۔  
بڑی تعداد میں مال جمع کرنا۔ نہایت اہتمام سے کسی چیز کا گننا۔  
علامہ فیومی نے مصباح میں تصریح کی ہے کہ:۔  
عَدَّدَ بالتشديد استعمال مبالغہ کے لئے ہوتا ہے۔  
امام رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:۔  
ارشادِ الہی وَعَدَّدَهُ کے معنی کسی طرح ہو سکتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ عَدَّدَهُ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ذخیرہ کے ہیں چنانچہ اَعْدَدْتُ الشَّيْءَ لِكَذَا۔ اور عَدَّدْتُكَ كَذَا کا استعمال ایسے موقع پر ہوتا ہے جب کہ اس غرض کے لئے مال کو روک رکھا ہو اور حوادثِ زمانہ کے خیال سے اس کا ذخیرہ اور اندوختہ کیا جائے۔

۲۔ یہ کہ عَدَّدَهُ کے معنی ہیں اس کو خوب گننا اور تشدید کثرت معدود کے لئے آتی ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے فُلَانٌ يُعَدِّدُ فُلَانًا فُلَانًا (فُلَانٌ شَخْصٌ فُلَانٌ کی فضیلتوں کو بہت گناتا ہے)۔

اسی لئے سَدَى نے عَدَّدَهُ کے معنی بیان کئے ہیں کہ۔

أَحْصَاهُ یعنی اس نے خوب شمار کر رکھا ہے اور کہتا ہے یہ بھی میرا ہے یہ بھی میرا ہے غرضیکہ دن بھر اسی مالی مصروفیت میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور رات آتی ہے تو چھپا کر رکھ دیتا ہے۔

۳۔ یہ کہ عَدَّدَهُ بمعنی کثرت ہے یعنی اس کو خوب زیادہ کر لیا۔ محاورہ ہے

فِي بَنِي فُلَانٍ عَدَدٌ - یعنی بنو فلاں میں بڑی کثرت ہے۔  
 اخیر کی دونوں توجیہوں کا تعلق عدد کے معنی سے ہے اور پہلی کا عَدَدٌ کے معنی سے ہے۔

زجاج نے پہلے معنی ہی کو اختیار کیا ہے۔

اور ضحاک نے اس کی تفسیر ان لفظوں میں کی ہے۔ اَعَدَّ مَالَهُ لِيُورَثَهُ۔  
 یعنی اپنے وارثوں کے لئے مال کا اندوختہ کیا۔ اس تفسیر پر بھی یہ عَدَدٌ سے ماخوذ ہے  
 ۱۰۴: ۳ — يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَةٌ - یہ جملہ محل نصب میں ہے اور  
 جَمَعٍ کے فاعل سے حال ہے۔

أَنَّ حَرْفٌ تَحْقِيقٌ أَوْ حَرْفٌ مُشَبِّهٌ بِالفعل میں سے ہے مَالَهُ اسمٌ أَنَّ  
 أَخْلَدَةٌ اس کی خبر۔

أَخْلَدَ ماضی کا صیغہ بمعنی مضارع ہے، أَخْلَدَ وَهْدَارًا - إِخْلَادٌ  
 (افعال) مصدر سے جس کا معنی ہمیشہ رہنے کا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہیگا۔ (تفسیر ماجدی)  
 وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہیگا۔ کبھی فنا نہ ہوگا  
 کبھی ختم نہ ہوگا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

سورة الکہف میں صاحب الجنۃ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔  
 قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هَذِهِ أَبَدًا (۱۸، ۳۵) کہنے لگا میں خیال نہیں کرتا  
 کہ یہ باغ تباہ ہو۔

۱۰۴: ۴ — كَلَّا - حرف رد و تزجیہ شخص مذکور کے حسابان باطل سے باز  
 داشت کے لئے۔

علامہ آلوسی رقمطراز ہیں۔

انا لا اری باسأنی کون ذلک ردعاً له عن کل ما تضمنته الجبل  
 السابقه من الصفات القبیحتہ۔

میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ گذشتہ جملوں میں اس شخص کی  
 جو صفات قبیحہ بیان ہوئی ہیں (مثلاً اس کے ہمنہ، المنزہ ہونے کی حیثیت سے کرتوتیں)۔

اس کی ذخیرہ اندوزی، اس کی مال کی محبت اور طولِ آرزو وغیرہ ان سب سے بازداشت کے لئے کھلا آیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں جیسا کہ وہ سوچ رہا ہے یا خیال کر رہا ہے اس کے اعمال کی حشر کے دن باز پرس ہوگی اور اپنے افعالِ شنیعہ کی سزا اس کو ضرور ملیگی یہ عذاب کس صورت میں ہوگا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

لَيُنْبَذَنَّ - قسم مقدر کا جواب ہے۔ اور لام قسم مقدر کے جواب کے لئے۔

يُنْبَذَنَّ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب تاکید بانون ثقید۔ نَبَذَ رباب نصر مصدر۔ وہ ضروری پھینکا جاوے گا۔

الْحُطْمَةِ - اس کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو توڑنا۔ ریزہ ریزہ کرنا اور روندنے پر حَطْمٌ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔

لَا يَخْطِبُكُمْ سُلَيْمٌ وَجَبُودٌ (۱۸:۲۷) ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کا لشکر تم کو روند ڈالیں۔

کہا جاتا ہے کہ حَطَمْتُ فَأَخْطَمَ میں نے اسے توڑا چنانچہ وہ چیز ٹوٹ گئی تشبیہ کے طور پر بہت زیادہ کھانے والے کو حُطْمَةٌ کہا جاتا ہے۔ دوزخ کو بھی حُطْمَةٌ کہتے ہیں کیونکہ دوزخ میں جو چیز بھی ڈالی جائے گی تو اس کی آگ اُسے توڑ موڑ دے گی اسی وجہ سے اس کا نام حطمة ہوا۔

بہت زیادہ کھانے کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے۔

يَوْمَ نَقُولُ لِجَهَنَّمَ هَلْ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ (۳:۵۰)

اس روز ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے؟

۱۰۴: ۵ - وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطْمَةُ - اور تمہیں کیا چیز بتائے کہ حطمة کیا ہے

تمہیں کیا معلوم کہ حطمة کیا ہے یہ استفہام سوالیہ نہیں بلکہ جملہ معترضہ ہے اور جہنم کی عظمتِ شان کو بتانے کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تم جہنم کی شدت کو نہیں جانتے۔ اس کی شدت ناقابل تصور ہے

۱۰۴: ۶ - نَارُ اللَّهِ الْمَوْقَدَةُ : نَارُ اللَّهِ مَبْدَأُ مَحذُوفٌ كَيْفِيَّةٌ - ای

ہی نارِ اللہ وہ اللہ کی آگ ہے۔ آگ کی نسبت اللہ کی طرف، نار کی عظمت کو

ظاہر کر رہی ہے



الْمَوْقَدَةُ : اسم مفعول واحد مؤنث اِيقَادُ (افعال) مصدر سے۔ بھڑکانی ہوتی۔ یہ آگ کی صفت ہے یعنی وہ آگ بھڑکانی گئی ہے۔

فاعل مذکور نہیں ہے کیونکہ اگر فاعل متعین ہو اور فعل ایک ہی فاعل سے مخصوص ہو تو فاعل کو مبہم رکھنا اور ذکر نہ کرنا فعل کی عظمت پر دلالت کرتا ہے)

مطلب یہ ہے کہ سوائے خدا کے اس کو بھڑکانے والا کوئی دوسرا نہیں اور خدا کی لگائی ہوئی آگ کو کو بجھا نہیں سکتا۔ (تفسیر مظہری)

وَقَدْ وَقُوذٌ (باب ضرب) آگ بھڑکانا۔ وَقُوذٌ اَیْذَنْ، شَعْلَةٌ، اِيقَادٌ (افعال) بھڑکانا۔

۱۰۴: ۷ — اَلَّتِي تَطَّلِعُ عَلٰی الْاَفْئِدَةِ۔ یہ آگ کی صفت ہے۔ یعنی وہ آگ جو دلوں تک پہنچے گی۔

اطلاع اور بلوغ (پہنچنا) دونوں ہم معنی ہیں۔ عرب کا محاورہ ہے اَطَّلَعَتْ اَرْضَنَا۔ تو ہماری زمین تک پہنچ گیا۔

۱۰۴: ۸ — اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّوْصَدَةٌ۔ جملہ مستانفہ ہے۔ سوال تھا کہ دوزخی دوزخ سے کیوں نہیں نکلیں گے اور کیوں نہ بھاگ سکیں گے۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا دوزخ (اوپر سے) بند ہوگی۔

اِنَّهَا میں ہا ضمیر واحد مؤنث غائب نار اللہ کی طرف راجع ہے۔ عَلَيْهِمْ کا تعلق مُّوْصَدَةٌ سے ہے اور جمع غائب کی ضمیر اس لئے ذکر کی کہ لفظ كَلِّ رَاٰیْتُمْ نَبْرَا) معنوی حیثیت سے جمع ہے۔

مُّوْصَدَةٌ اسم مفعول واحد مؤنث اِیْصَادُ (افعال) مصدر۔ بمعنی بند کی ہوئی۔ وَصَدٌ بنا۔ وَصِیدٌ اور وَصِیدَةٌ جانوروں کے لئے پتھروں کا بنایا ہو حظیرہ (بارہ) لکڑیوں سے بنایا ہوا بارہ۔

اِیْصَادُ (افعال) بارہ بنانا۔ دروازہ بند کرنا۔ قفل لگانا۔ جب کسی دروازے کے کواڑوں کو بھینچ کر بند کر دیا جائے اور کنڈی لگادی جائے اور ان کے دوبا ان کے کھلنے کی کوئی صورت نہ ہے تو عرب کہتے ہیں اَوْصَدْتُ الْبَابَ۔ میں نے دروازہ بند کر دیا۔

ترجمہ ہو گا:۔ بے شک وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی۔

۱۰۴:۹ - فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَاتٍ : بلے ستونوں کے اندر۔ اس کا تعلق  
مُؤَصَّدَاتٍ سے ہے۔

عَمَد - عُمُود کی جمع ہے بمعنی ستون۔ یعنی اس آگ کے شعلے  
بلے بلے ستونوں کی صورت میں بلند ہوں گے نہ وہ بجھیں گے اور نہ ان دوزخیوں  
کے درد و الم میں تخفیف ہوگی۔

مُمَدَّدَاتٍ اسم مفعول واحد مَوْنَتْ تَمْدِيدٌ (تفعیل) مصدر  
لانے کئے گئے۔ لانے لانبے۔

اللہ اکبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۱۰۵) سُورَةُ الْفِيلِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۵)

۱۰۵:۱ — اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيلِ ۚ جملہ استفہام انکاری ہے جو کہ مفید تقریر ہے۔ کیونکہ نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے۔ یا یہ استفہام تقریری ہے بمعنی تری ہے۔ تری میں الف بوجہ جازم رکن حذف کر دیا گیا ہے آہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ نفی جہلم رُوِيَةٌ (رأى يروى باب فتح رأى ما) مصدر۔ معنی دیکھنا۔ رائے رکھنا۔ خیال رکھنا۔ خیال کرنا۔

مجاورہ بولتے ہیں اَلَمْ تَرَ۔ کیا تمہیں نہیں معلوم؟ (یہاں علم کو معنی رُوِيَةٌ

سے تعبیر کیا گیا ہے)

كَيْفَ یہ تعجب آگین استفہام ہے اسی لئے مَا فَعَلَ کی جگہ كَيْفَ فَعَلَ

فرمایا۔

اَصْحَابِ الْفِيلِ مضاف مضاف الیہ۔ ہاتھی والے۔

**فائدہ:** باوجودیکہ اَصْحَابِ جمع کا صیغہ ہے الفیل کو مفرد ذکر کیا گیا

ہے۔ اسکی وجہ؟

۱۔ ضحاک نے کہا کہ ہاتھی آٹھ تھے اور سب بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔

بعض نے کہا کہ محمود کے علاوہ بارہ ہاتھی تھے۔ الفیل کہہ کر اس سب سے

بڑے ہاتھی کی طرف سب کی نسبت کرنا مقصود ہے۔

۲۔ بعض نے کہا کہ مقطع آیات کے توافقت کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔

۳۔ الفیل۔ اسم جنس ہے اور جمع کے معنی میں آیا ہے۔

ترجمہ ہوگا:-

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔

۲:۱۰۵ — اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ: ترکیب مطابق آیت نمبر ۱

(استفہام تقریری)

کَيْدٌ مضاف مضاف الیہ - کَيْدٌ مصدر واسم مصدر - بُرئ تدبیر، مکر چال، فریب، داؤں، چالاکئی، اور یہ لفظ حسن تدبیر کے معنوں میں بھی آیا ہے۔ مثلاً: وَأَمْلِي لَهُمْ إِنْ كَيْدِي مِتَّيْنُ (۱: ۱۸۳) اور میں انہیں مہلت دیتے جاتا ہوں میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

تَضْلِيلٌ: بروزن (تفعیل) مصدر ہے۔ بے راہ کرنا۔ غلط کرنا۔ کسی تدبیر کا ناکام ہو جانا۔ کسی کوشش کا بار آور نہ ہونا۔ کسی جدوجہد کا اکارت جانا۔  
ترجمہ ہوگا:-

کیا اس نے ان کے مکر و فریب کو (یا بری تدبیروں کو) ناکام نہیں بنا دیا۔

۳:۱۰۵ — وَأَرْسَلْ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ: وَأَرْسَلْ كَاعْطَفَ الْكُفْرَ

يَجْعَلُ پر ہے کیونکہ اَلَمْ يَجْعَلُ کا معنی جَعَلَ ہے (اس لئے خبر کا عطف

خبر پر ہو گیا۔ تفسیر مظہری)

أَرْسَلَ فَلَانًا عَلَيْهِ: کسی کو کسی پر مسلط کرنا۔ کسی کو کسی کے خلاف مقابلہ

کے لئے بھیجا۔ تسلط جانے کے لئے ان پر بھیجا۔

طَيْرًا - أَرْسَلَ کا مفعول ہے (واحد و جمع) پرندہ - (طَيْرٌ جمع اور واحد،

مذکر، مؤنث سب کے لئے آتا ہے۔)

أَبَابِيلَ یہ طَيْرًا کی صفت ہے، بمعنی جھنڈ کے جھنڈ، پرے کے پرے،

جنا پتھ اہل عرب بولتے ہیں جاءت الخيل ابابيل من ههنا وههنا

رادھ اور ادھر سے سواروں کے پرے کے پرے آئے

انفش اور فرار کے نزدیک اس کی واحد نہیں ہے۔ جیسے شما طيط (ٹولی۔

جاءت الخيل شما طيط۔ گھوڑے مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوئے آئے، اور

عَبَادِيدُ لوگوں کے فرقے، گھوڑوں کے گلے کی واحد نہیں آتی۔ اور کسائی

کے قول کے مطابق عَجُولٌ (واحد) عَجَا جِيلٌ جمع کے وزن پر ابابیل کی واحد

اَبُولُ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

اور ان پر پرندوں کے جُھنڈ کے جُھنڈ بھیجے۔

۱۰۵: ۴ — تَوْمِيَهُمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيلٍ۔ یہ جملہ طُيْرًا کی صفت ثانی ہے (اول صفت حسب متذکرہ بالا ابا بیل ہے) یعنی وہ پرندے اصحاب فیل پر کنکر والے پتھر مار رہے تھے۔

تَوْمِيٌّ، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ رَمِيٌّ باب ضرب مصدر ہے جس کے معنی پھینکنے کے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال اجسام کے متعلق بھی ہوتا ہے مثلاً پتھر پھینکنا، تیر پھینکنا۔ جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔  
وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لَكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی۔ (۸: ۱۷) اور اے محمد جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

اور تہمت لگانے کے معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے مثلاً۔  
وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ (۲۴: ۲۴) اور جو لوگ پاکدامن عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں۔

حِجَارَةٌ پتھر۔ حِجْرٌ کی جمع۔

سِجِّيلٍ۔ اس میں مفسرین کے مختلف، متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ بعض کہتے ہیں یہ سنگِ گل کا معرب ہے اور سنگِ گل (مٹی) کا پتھر وہ ہے جو بھیڑی میں بپ کر مٹی پتھر بن جاوے۔ جس کو کھنکر کہتے ہیں۔  
۲۔ بعض کہتے ہیں کہ اصل میں سِجَّيْنِ تھا۔ نَ لَام سے بدل گیا جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنکریاں اور پتھر معمولی کنکر نہ تھے بلکہ عالم غیب میں اس طبقہ کے تھے کہ جہاں ارواح کفار کو عذاب دیا جاتا ہے ان کنکریوں کی یہ تاثیر تھی کہ جس پر پڑتی تھیں پار نکل جاتی تھیں۔

۳۔ بعض کہتے ہیں کہ سِجِّيلٍ سے مشتق ہے جس کے معنی لکھنے کے ہیں یا لکھی ہوئی چیز یا دفتر۔ جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنکریاں ازل میں ان بد بختوں کے لئے لکھی ہوئی تھیں اور یہ ان کے لئے موت کے پروانے یا وارنٹ تھے ہر کنکری پر

بخطِ غیب جس کو اس جہان کے لوگ پڑھ نہیں سکتے لکھا تھا کہ یہ فلاں بن فلاں کے لئے ہے  
تَوَمَّيْهِمْ میں ضمیر فاعل طَيَّرًا ابا بیل کی طرف راجع ہے اور هُمْ ضمیر جمع  
مذکر غائب اصحاب فیل کے لئے ہے۔

۱۰۵: ۱ — فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ — وَتَسْبِيحٍ — جَعَلَهُمْ  
میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب رَبِّ کی طرف راجع ہے۔ اور هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر  
غائب اصحاب الفیل کے لئے ہے كَ تشبیہ کا ہے۔

العَصْفِ — حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق وہ مچھلکا ہے جو گیہوں  
کے دانہ پر ہوتا ہے۔ سورۃ الرحمن میں بھی اسی معنی میں آیا ہے:-

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-  
وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالتَّرِيحَانُ (۱۲: ۵۵) اور اس میں، اناج ہے  
جس پر بھس ہوتا ہے۔

مَّا كُوِّلٍ؛ اسم مفعول واحد مذکر اَكْلًا (باب نصر) مصدر سے۔ کھایا  
ہوا۔ عَصْفٌ کی صفت ہے۔  
پس بنا ڈالا ان کو کھایا ہوا بھوسہ۔

اللَّهُ أَكْبَرُ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# سورة قریش مکیة (۱۰۶)

۱۰۶:۱ — لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ — اس پہلے حرف لام کے متعلق مختلف اقوال ہیں  
۱۔ عربی زبان کے ماہرین نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ عربی محاورے کے  
مطابق تعجب کے معنی میں ہے۔

مثلاً عرب کہتے ہیں لِزَيْدٍ وَمَا صَنَعْنَا بِهِ یعنی ذرا اس زید کو تو دیکھو  
کہ ہم نے اس کے ساتھ کیسا نیک سلوک کیا ہے۔ اور اس نے ہمارے ساتھ  
کیا کیا۔

پس لِإِيلَافٍ کا مطلب یہ ہوا کہ قریش کا رویہ بڑا ہی قابل تعجب ہے  
کہ اللہ ہی کے فضل کی بدولت وہ منتشر ہونے کے بعد جمع ہوئے اور ان تجارتی  
سفروں کے خوگر ہو گئے جو ان کی خوشحالی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اور وہ پھر بھی اللہ ہی  
کی بندگی سے روگردانی کر رہے ہیں۔ یہ رائے اخفش، کسائی، قراء کی ہے اور  
اس رائے کو ابن جریر نے ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ۱۔

عرب اس لام کے بعد جب کسی بات کا ذکر کرتے ہیں تو وہی بات یہ ظاہر  
کرنے کے لئے کافی سمجھی جاتی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے جو شخص کوئی رویہ اختیار  
کر رہا ہے وہ قابل تعجب ہے۔

۱۲۔ بخلاف منبراء، متذکرہ بالا کے غلیل بن احمد، سیبویہ اور زمخشری کہتے ہیں کہ ۱۔  
یہ لام تعلیل ہے اور اس کا تعلق آگے کے فقرے فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا  
الْبَيْتِ سے ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ یوں تو قریش پر اللہ کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں ہے  
لیکن کسی اور نعمت پر نہیں تو اسی ایک نعمت کی بناء پر وہ اللہ کی بندگی کریں کہ اُس کے

فصل سے وہ ان تجارتی سفروں کے خوگر ہوئے۔ کیونکہ یہ بذات خود ان پر اس کا بڑا احسان ہے۔ (تفسیر القرآن)

۱۳۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لِیْلِفِ کو سابق سورۃ (الفیل) کے آخری حصہ سے وابستہ قرار دیا جائے۔ اس صورت میں دونوں سورتوں کا معنوی ربط اس طرح ہوگا کہ اللہ نے اصحاب فیل کو ہلاک کر دیا اور ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح بنا دیا تاکہ گرمی اور جاڑے کے سفر میں قریش کے ساتھ لوگوں کو مانوس بنا دیا جائے یعنی اس کی علت یہ ہے کہ قریش کی پاسداری کے لئے اللہ نے اصحاب فیل کو تباہ کیا۔ تاکہ اس خبر کو سن کر لوگ قریش کی تعظیم اور پاسداری کریں اور اس طرح ہر سفر میں قریش کو امن حاصل ہو۔ اور کوئی ان پر حملہ کرنے کی جرات نہ کرے اس معنوی تعلق کی وجہ سے کچھ لوگ قائل ہیں کہ سورۃ فیل اور یہ سورت دونوں ایک ہی ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے مصحف میں بھی ان دونوں سورتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس توجیہ پر لا یلف کالام جعلہم سے متعلق ہوگا،

(تفسیر مظہری)

لیکن جمہور صحابہ وغیرہم کے نزدیک یہ ایک الگ سورت ہے ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ (الخازن)

موجودہ عثمانی قرآن کی ترتیب میں یہ سورۃ سورۃ فیل سے علیحدہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم کا فاصلہ بھی موجود ہے (ابن کثیر)

اِیْلِفِ قُرَیْشِ مِضَافٌ مِضَافٌ اِلَیْهِ۔ یہ اَلْفٌ سے ہے جس کے معنی خوگر ہونے مانوس ہونے۔ پھٹنے کے بعد مل جانے اور کسی چیز کی عادت اختیار کرنے کے ہیں اُردو میں میں الفت اور مالوف کے الفاظ بھی اسی سے ماخوذ ہیں۔ (تفسیر القرآن)

ایلاف (افعال) کے وزن پر مصدر ہے۔ الفت کرنا۔ مانوس رکھنا، ہم آہنگی پیدا کرنا مالوف کرنا (راغب)

اگر لِیْلِفِ کالام تعجب کے لئے یاجعلہم سے متعلق مانا جائے تو فاء عاطفہ اور سببیہ ہوگی۔ اور اگر لام کو یَعْبُدُوا سے متعلق کیا جائے تو فاء زائدہ ہوگی!

قریش۔ نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی قبیلہ سے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، بن عبد اللہ



بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرہ بن كعب بن لوی بن غامد بن فہر بن مالک بن نصر بن کنانہ۔

لَا يَلْفِ قُرَيْشٍ - قریش کے مالوں کرنے کے سبب میں، قریش کے دلوں میں محبت پیدا کرنے کی بنا پر۔ قریش کے خوگر ہونے کی بنا پر، قریش کے شوق کے لئے

۱۰۶: ۲ — الْفِيهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ - یہ لَا يَلْفِ قُرَيْشٍ سے بدلے یعنی ان کا سردیوں اور گرمیوں میں سفر کا خوگر ہونا۔

الْفِيهِمْ مضاف مضاف الیہ - ان کا خوگر ہونا۔

رِحْلَةَ؛ منصوب بوجه ظرفیت مضاف۔

الشِّتَاءِ رجاڑے کا موسم مضاف الیہ -

وَالصَّيْفِ - واو عاطف، الصَّيْفِ گرمی کا موسم مضاف الیہ - رحلتہ مضاف

ای ورحلتہ الصیف؛ یعنی سردیوں اور گرمیوں کے موسم کا سفر،

۱۰۶: ۳ — فَلْيَعْبُدُوا - فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب؛ عِبَادَةٌ رباب نصر مصدر چاہتے کروہ عبادت کریں۔

رَبِّ هَذَا الْبَيْتِ - هَذَا اسم اشارہ - الْبَيْتِ مشاؤ الیہ - دونوں مل کر

مضاف الیہ رَبِّ مضاف - (مفعول فعل لِيَعْبُدُوا کا) اس گھر کے رب کی،

۱۰۶: ۴ — الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَأَمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ: الَّذِي اسم

موصول - أَطْعَمَهُمْ... الخ صلہ - موصول وصلہ مل کر رَبِّ کی صفت۔

أَطْعَمَهُمْ: أَطْعَمَ ماضی واحد مذکر غائب أَطْعَمَ (افعال) مصدر سے۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - اس نے ان کو کھانا کھلایا۔

جُوعٍ مہوک،

أَمِنَ ماضی واحد مذکر غائب إِيمَانٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی امن

دینے کے بھی آتے ہیں - هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب - اس نے ان کو امن دیا۔

ترجمہ ۱۔ جس نے ان کو کھانے کو دیا اور خوف سے امن میں رکھا۔

جُوعٍ - خَوْفٍ دونوں کا صیغہ نکرہ - مہوک اور خوف کی شدت اور اہمیت

کے اظہار کے لئے ہے۔ (الکشاف، تفسیر کبیر)

اللَّهُ أَكْبَرُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۱۰۷) سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۷)

۱۰۷:۱ — اَرَأَيْتَ : آھنزہ استفہامیہ ہے۔ رَأَيْتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر  
رُؤْيَاً (باب فتح) مصدر سے بمعنی تونے دیکھا۔  
اَرَأَيْتَ (کیا تونے دیکھا۔ مہلک تونے دیکھا) میں الف اولیٰ بلفظ استفہام تقریری و تنبیہ  
کے لئے ہے محض استفہام کے لئے نہیں ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں :-

اَرَأَيْتَ - اَخْبَرْتَنِي (تو مجھے بتا) کے قائم مقام ہوتا ہے اور اس پر ک داخل  
ہوتا ہے اور ت کو تشنیہ جمع، تانیث میں اسی کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور  
تغیر و تبدل ک پر ہوتا ہے ت پر نہیں۔ جیسے :- قَالَ اَرَأَيْتَكَ هَذَا الَّذِي  
(۶۲:۱۷) قُلْ اَرَأَيْتَكُمْ (۴۰:۶)  
بحر مواج میں ہے کہ :-

یہ استفہام تقریری ہے اور رویت بمعنی علم ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے؟ کیا تو

جاننا ہے؟

== اَلَّذِي : ایک روایت میں مقاتل کا قول ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے  
متعلق نازل ہوئی۔ بعض نے کہا ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ضحاک نے کہا  
کہ عمرو بن عامر مخزومی کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ آیت ایک منافق شخص کے حق میں نازل ہوئی  
ان تمام روایات پر الذی عہدی ہوگا۔ بعض لوگوں نے الف لام جنس کا قرار دیا،  
اَلَّذِي اسم موصول۔ مُكذَّبٌ بِالذِّينِ صلہ۔ دونوں مل کر مفعول د آیت کا۔

دین سے مراد اسلام یا روز جزا ہے۔

بجلا تم نے اس شخص کو جانتے ہو جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے۔

يُكَذِّبُ : مضارع واحد مذکر غائب، تَكْذِيبٌ (تفعیل) مصدر۔ جھٹلانا۔

۱۰۷:۲ - فَذَلِكَ الَّذِي يَدْعُ الْيَتِيمَ - جملہ جواب شرط ہے اور شرط محذوف

ہے ای ان لم تعرفه فذلك..... الخ ف جزایہ جواب شرط کے لئے ہے۔

الذی اسم موصول واحد مذکر۔ يدع الیتیم اس کا صلہ، دونوں مل کر ذلک کی صفت، یا ذلک مبتدا ہے اور باقی اس کی خبر،

(اگر تم اُسے نہیں جانتے تو سمجھ لو) یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔

يَدْعُ مضارع واحد مذکر غائب دَعَّ رباب نصر مصدر سے۔ وہ دھکے دیتا ہے

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:-

يَوْمَ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ نَارِ جَهَنَّمَ دَعَاً (۵۲:۱۳) جس دن ان کو

نار جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا۔

۱۰۷:۳ - وَلَا يَحْضُ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ، اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

وَأَوْ عَاطَفَ لَا يَحْضُ مضارع منفی واحد مذکر غائب حَضَّ رباب نصر

مصدر سے۔ جس کا معنی ہے آمادہ کرنا۔ ترغیب دینا۔ ابھارنا۔ وہ ترغیب نہیں دیتا

اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

وَلَا تَحَا ضُّوْنَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ (۸۹:۱۸) اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی

ترغیب دیتے ہو۔

۱۰۷:۴ - فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ - فویل مبتدا۔ للمصلین اس کی خبر، ف

ترتیب کے لئے ہے۔ یعنی ف کے ماقبل پر یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ مصلین

کے لئے ویل ہے۔

یا ف سببیہ ہے یعنی ماقبل ف مابعد ف کا سبب ہے۔

رَلْهُدٰی کی جگہ للمصلین فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مخلوق کے ساتھ معاملہ

ذکر تھا اور اب اس جگہ خدا کے ساتھ معاملہ کرنے کا ذکر ہے

وَيْلٌ - عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام، رسوائی، تباہی، ہلاکت، شدت

عذاب۔ (وَيْلٌ قرآن مجید میں ۲۷ جگہ آیا ہے)

مُصَلِّينَ تَصَلِّيَةً (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

نماز پڑھنے والے :

۱۰۷: ۵ — الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ: یہ آیت اور اگلی آیت

مصلین کی صفت میں ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں۔ وقت پر نماز نہیں پڑھتے، رکوع و سجود پورا نہیں کرتے۔ پرواہ نہیں کرتے پڑھ لی تو پڑھ لی نہ پڑھی تو نہ پڑھی، وغیرہ۔

سَاهُونَ بے خبر، بھولنے والے، غافل، سَهُوٌ (باب نصر) مصدر سے

اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔

یہ اصل میں سَاهِيُونَ تھا۔ سی مضموم ماقبل مکسور۔ ضمہ سی پر ثقیل ہوا نقل کر کے ماقبل کو دیا۔ اب واو اور می جمع ہو گئے سی کو حذف کر دیا گیا سَاهُونَ ہو گیا۔

۱۰۷: ۶ — الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ (آیت بالا سے چل کر دوسری صفت ہے)

جو ریا کاری کرتے ہیں۔

يُرَاءُونَ مضارع جمع مذکر غائب مُرَاءَةٌ (مفاعلة) مصدر سے۔

وہ دکھاؤٹ کرتے ہیں۔ وہ ریا کاری کرتے ہیں۔

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

جس نے دکھاؤٹ کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاؤٹ کا روزہ

رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاؤٹ کی خیرات کی اس نے شرک کیا۔

۱۰۷: ۷ — وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ۔ اس کا عطف يُرَاءُونَ پر ہے اور

برتنے (روزمرہ کے استعمال) کی چیزیں نہیں دیتے۔ (اور وہ ماعون کو روک

رکھتے ہیں)

يَمْنَعُونَ مضارع جمع مذکر غائب مَنَعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ وہ روک

رکھتے ہیں۔ وہ نہیں دیتے، وہ منع کرتے ہیں۔

الْمَاعُونَ سے کیا مراد ہے اس میں چند اقوال ہیں :-

۱۔ لغت میں ماعون تھوڑی سی چیز کو کہتے ہیں۔ اور یہاں مراد زکوٰۃ ہے (حضرت

علی رض۔ حضرت ابن عمر رض۔ حسن بصری رض۔ قتادہ۔ ضحاک) زکوٰۃ کو ماعون

- کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے مال کی زکوٰۃ تھوڑی سی ہوتی ہے (صرف ڈھائی فیصد)
- ۲:- ماعون سے مراد روزمرہ کے استعمال کی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔ مثلاً کلہاڑی، ڈول، ہانڈی وغیرہ (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما)
- ۳:- ماعون سے مراد مستعار لی ہوئی چیز ہے۔ (مجاہد)
- ۴:- ماعون سے مراد وہ معروف چیزیں ہیں جن کا لین دین لوگ آپس میں کرتے ہیں!
- (عکرمہ)
- ۵:- قطرب نے کہا۔ ماعون ثلثہ قلیل ہے عرب کا محاورہ ہے مَا لَهُ سَعَةٌ وَلَا مَعْنَةٌ نہ اس کے پاس کوئی بڑی چیز ہے اور نہ چھوٹی۔
- ۶:- بعض لوگوں کا قول ہے ماعون وہ چیز ہے جس سے کسی کو روکنا شرعاً حلال نہیں جیسے پانی، نمک، آگ وغیرہ۔
- ۷:- مَا عُوْنُ لَغْتِ اضْدَادٍ میں سے ہے جو چیز کسی مانگنے والے کی مدد کے لئے دیکھائے وہ بھی ماعون ہے اور جو روک لی جائے وہ بھی ماعون ہے۔
- ۸:- اس کے علاوہ ماعون بمعنی مہلانی، حُسنِ سلوک، بارش، پانی، گھر کا سامان، فرمانبرداری، زکوٰۃ وغیرہ بھی مستعمل ہے:
- اللَّهُ أَكْبَرُ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۱۰۸) سُوْرَةُ الْکُوْثِرِ مِکِّيَّةٌ (۳)

۱۰۸: ۱ — اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْکُوْثِرَہٗ اِنَّا مَبْتَدَا اَعْطَيْنٰكَ الْکُوْثِرَ اس کی خبر۔

اَعْطَيْنَا ماضی جمع متکلم اِعْطَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ عطا کرنا۔ دینا۔ لَکَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، (مفعول اول اَعْطَيْنَا کا) الْکُوْثِرُ: مفعول ثانی اَعْطَيْنَا کا۔

ترجمہ ۱۔ تحقیق ہم نے آپ کو (اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کوثر عطا کی۔

الکوثر کے متعلق چند اقوال ہیں۔

- ۱۔ الکوثر جنت کی ایک نہر اور حوض کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی طور پر عطا کی ہے (عن انس مرفوعاً۔ مسلم)
- ۲۔ حضرت ابن عمر رضی کی مرفوع روایت سے ثابت ہے کہ جنت کے ایک حوض کا نام ہے (معالم التنزیل)

۳۔ اس سے مراد قرآن ہے (حسن بصری)

۴۔ اس سے مراد قرآن اور نبوت ہے (عکرمہ)

۵۔ اس سے مراد عام خیر کثیر ہے؛ (سعید بن جبیر از ابن عباس رض)

اہل لغت نے لکھا ہے کہ کوثر۔ کثرت سے بنا ہے جیسے نُوْفِلٌ۔ نَفْلٌ سے جو چیز تعداد میں کثیر اور مرتبے میں با عظمت ہو اس کو اہل عرب کوثر کہتے ہیں۔ صاحب معجم القرآن نے حضرت ابن عباس رض کے قول کو ترجیح دی ہے۔

علامہ نیشاپوری رح اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ۔

اس آیت میں گونا گوں، مبالغہ ہے۔ ابتداء اِنَّا سے کی گئی ہے جو تاکید پر دلالت

کرتا ہے پھر ضمیر جمع استعمال کی گئی ہے۔ جو تعظیم کا مفہوم دیتی ہے۔  
 نیز یہاں اعطاء کا استعمال ہوا ہے ایتاء کا نہیں اور اعطاء میں ملکیت پائی جاتی  
 ہے ایتاء میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔ پھر یہاں ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو تحقیق  
 پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی کام ہو گیا۔ (ضیاء القرآن)

علماء تفسیر الکوثر کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کئے ہیں چند ایک یہ ہیں۔  
 ۱۔ کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے کہ جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں (ابن عمر)  
 ۲۔ کوثر اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہو گا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔

۳۔ اس سے مراد نبوت ہے۔

۴۔ اس سے مراد قرآن شریف ہے۔

۵۔ اس سے مراد دین اسلام ہے۔

۶۔ اس سے مراد صحابہ کرام کی کثرت ہے۔

۷۔ اس سے مراد رفع ذکر ہے۔

۸۔ اس سے مراد مقام محمود ہے

۹۔ اس سے مراد خیر کثیر ہے۔ (ابن عباس)

۱۰۔ امام جعفر صادق کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا نور ہے

(اقتباس از ضیاء القرآن)

۲:۱۰ — فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ وَ سَبِيَّةٌ هِيَ۔ صَلِّ امر کا صیغہ واحد مذکر  
 حاضر، تَصَلَّيْتَ (تفعیل) مصدر۔ تو نماز پڑھ۔

لِرَبِّكَ صَلِّ سے متعلق ہے۔ اپنے پروردگار کی۔ لِ حرف تملیک۔ رَبِّكَ  
 مضاف مضاف الیہ۔

وَانْحَرْ؛ وَادَّعَاطَفَ، اِنْحَرُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ فَخَرَّ (باب فتح)  
 مصدر سے۔ بمعنی اونٹ کو گلے میں نیزہ مار کر ذبح کرنا۔ تو ذبح کر۔ تو قربانی کر۔  
 تو اسی کے لئے قربانی کر۔ اِنْحَرُ کا عطف صَلِّ پر ہے۔

۳:۱۰ — اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الَّذِي تُؤْتِيهِ اِنَّ حَرْفِ تَحْقِيقٍ، مُشَبَّهٌ بِالْفِعْلِ  
 شَانِئَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر اِنَّ کا اسم۔ هُوَ تَاكِيْدٌ كَلِمَةٌ لَمْ يَلِمْ

أَلَّا بُتْرُ خَيْرَاتٍ كِي -

یا هُوَ ضمیر فصل ہے اور أَلَّا بُتْرُ اِنَّ کی خبر ہے۔ خبر پر ال اور مبتداء خبر کے درمیان ضمیر فصل کا لانا حصر پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا دشمن ہی اتر ہے تم اتر نہیں ہو۔

یا هُوَ مبتداء ہے اور أَلَّا بُتْرُ اس کی خبر۔

شَانِيٌّ؛ شَنَّاءُ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بمعنی بغض رکھنے والا۔ نفرت کرنے والا۔ بدخواہ، دشمنی رکھنے والا۔

شَانِيٌّ کی جمع شَنَّاءُ اور مَوْنِثٌ شَانِيَّةٌ ہے۔

أَلَّا بُتْرُ؛ دُمٌ کٹا۔ جس کی اولاد نہ ہو۔ جس کا ذکر باقی نہ ہے۔ بُتْرٌ رباب

نصر مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

بُتْرٌ کا ٹنا۔ اَبْتَرُ (اللہ کا کسی کو) بے اولاد کرنا۔

اِنَّ شَانِيَّكَ هُوَ اَلَّا بُتْرٌ؛ تحقیق تمہارا بدخواہ ہی دُم بریدہ ہے۔ اس کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۱۰۹) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۶)

۱۰۹:۱ — قُلْ يَا أَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ هَ قُلْ فَعَلْ اَمْرًا وَّاحِدًا مِّنْكَرًا حٰضِرًا قَوْلٌ  
رَّبَّابٍ نَّصْرٍ مَّصْدَرٌ۔ تو کہہ دے۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) باقی ساری سُورَتِ قُلْ  
کا مقولہ ہے۔

يَا أَيُّهَا حَرْفٌ نِّدَاءٌ هِيَ الْكٰفِرُوْنَ مَنَادِيٌّ۔ (اے کافرؤم  
ابن حاتم نے سعید رضی کی روایت بیان کی ہے کہ۔)

ولید بن مغیرہ رضی۔ عاص بن وائل، اسود بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف، رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور کہا کہ تم اس کی پوجا کرو کہ جس کو ہم پوجتے ہیں اور ہم  
اس کی پوجا کریں جس کو تم پوجتے ہو۔ اس تمام معاملہ میں ہم تم شریک ہو جائیں۔ اس پر  
اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور اس میں خاص طور پر خطاب کافروں کی اس عجا  
سے ہے۔

۱۰۹:۲ — لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ، بیضاوی نے کہا ہے کہ:۔  
فان لا۔ لا تدخل الا على مضارع بمعنى الا استقبال كما ان ما لا تدخل الا  
على مضارع بمعنى الحال۔

( لا صرف مضارع پر آتا ہے جو مستقبل کے معنی میں ہو جیسے ما صرف اس مضارع  
پر آتا ہے جو معنی حال ہو۔)  
ترجمہ ہوگا:۔

(اے کافرؤم میں عبادت نہیں کروں گا (ان معبودانِ باطل کی) جن کی تم عبادت  
کرتے ہو۔)

۱۰۹:۳ — وَلَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ۔ اور نہ تم آئندہ عبادت کرنے

والے ہو (چونکہ یہ جملہ لَا اَعْبُدُ کے مقابل آیا ہے اس لئے یہاں بھی مستقبل کی نفی ہے) جس خدائے وحدہ لا شریک کی میں عبادت کرتا ہوں۔

یہاں لفظ مَا جو بے علم چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے بجائے مَنْ کے (جو اہل علم کے لئے استعمال ہوتا ہے) ذکر کیا گیا ہے حالانکہ مَا اَعْبُدُ میں مَا سے مراد اللہ کی ذات ہے اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے اس لئے مَنْ کہنا چاہئے تھا۔ اس کی وجہ یا تو صرف لفظی مطابقت ہے۔ (کہ پہلے مَا تَعْبُدُونَ تھا اس کے مطابق یہاں بھی مَا اَعْبُدُ فرمایا) محض وصفِ معبود ملحوظ ہے۔ بے علم اور ذی علم ہونے کی حیثیت ملحوظ نہیں ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس جگہ مَا مصدر یہ ہے موصولہ نہیں ہے۔

۱۰۹:۴ — وَلَا اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُمْ اور نہ میں (ماضی میں نہ آئندہ) عبادت کرنے والا ہوں اُن (معبودانِ باطل) کی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۱۰۹:۵ — وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُونَ مَّا اَعْبُدُ : اور نہ تم عبادت کرنے والے بنو گے اس (خدائے واحد لا شریک) کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں؛

## فائدہ (۱) متذکرہ بالا آیات میں تکرار کلام ہے اور عرب کسی کلام میں یا لفظ

میں تکرار اس وقت کرتے ہیں جب مخاطب کو سمجھانا اور اس کلام یا لفظ کو موکد کرنا ہوتا ہے جس طرح کلام میں اختصار اس وقت کرتے ہیں جب تخفیف اور اعجاز پیش نظر ہوتا ہے پس اس جگہ تکرار کلام تاکید کے لئے ہے۔ کلام عرب میں اس قسم کی تاکید نظم و نثر دونوں میں کثیر الاستعمال ہے۔

چنانچہ ایک شعر ہے :-

لغق الغراب ببین لیلی غدوۃ : کم کم و کم لفراق لیلی ینعق

(جدائی کا کوا صبح کے وقت لیلی کی جدائی کی خبر دینے کے لئے بولا۔ وہ کب تک، کب تک لیلی کے فراق پر چلاتا رہے گا۔)

## فائدہ (۲) ان آیات کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے

چوتھی آیت دوسری آیت کی تاکید کر رہی ہے کیونکہ دوسری آیت جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اور چوتھی جملہ اسمیہ ہے جو ثبات اور پختگی پر دلالت کرتا ہے

چوتھی آیت کے دوسری آیت کو نوکد کر دیا۔

تیسری آیت کی تاکید پانچویں آیت کر رہی ہے۔ کیونکہ الفاظ بالکل یکساں ہیں۔

**فائدہ (۳)** اس تکرار کا مدعا یہ ہے کہ کفار کو ہمیشہ کے لئے مایوسی ہو جائے کہ مسلمان ان کے کفر کو ایک لمحے کے لئے بھی قبول نہیں کریں گے۔ نیز ان کے بارے میں بتا دیا کہ وہ کبھی مسلمان نہیں ہوں گے۔

۶:۱۰۹ — لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ: دِينُكُمْ مضاف الیه مل کر مبتدا (مؤخر) لَكُمْ خبر مقدم، وَاَوْعَاطِفْ۔ دِينِ اصل میں دِیْنِ تھا۔ سی ضمیر واحد مستکمل کو حذف کر دیا گیا۔ یہ مبتدا مؤخر ہے۔ لِيَ خبر مقدم۔ تمہیں تمہارا بدلہ ملیگا اور مجھے میرا بدلہ ملیگا۔

مولانا دریا بادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ توحید پر انعام اور شرک پر عذاب۔ بعض لوگوں نے عجب خوش فہمی سے کام لے کر اس آیت کو اسلام کی رواداری اور مرنجاں مرنج پالیسی کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ اسلام ہر مذہب والے کو اپنی اپنی جگہ پر قائم اور باقی رہنے کی اجازت دی ہے حالانکہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ آیت تو اکبر (فرمانروائے ہند) کے نکالے ہوئے مخلوطی دین اور اسی قبیل کی ساری کوششوں کی لا حاصلی اور ناکامی کا اعلان کر رہی ہے۔

دین بے شک اردو میں مذہب کے مترادف ہے لیکن عربی میں اس کے یہ معنی صرف ثانوی اور مجازی ہیں۔ اصلی اور اولیٰ معنی جزاء اور بدلہ کے ہی ہیں۔

الدین هو الحساب۔ ای لکم حسابکم ولی حسابی۔ (تفسیر کبیر) جائز ہے کہ یہاں بھی دینکم سے مراد شرک اور دینی سے مراد توحید لی جاتے۔ ای لکم شرکم ولی توحیدی۔ (کشاف)

آیت کی ترکیب حصر کے معنی لے رہی ہے یعنی تمہاری جزاء تمہی کو ملے گی نہ کہ کسی اور کو۔ اور میری جزاء مجھی کو ملے گی نہ کہ کسی اور کو۔

لیفید الحصر ومعناه لکم دینکم ولا لغيرکم ولی دینی لا لغيری

(کبیر)

مُرشد تھانوی نے فرمایا ہے کہ سورت میں اہل ضلال سے تبری و مفارقت کی تصریح ہے

اور اسی کا دوسرا نام بغض فی اللہ ہے۔

علامہ پانی پتی فرماتے ہیں۔

یہ دونوں جملے خبری ہیں یعنی جس دین پر تم ہو کبھی اس کو نہیں چھوڑو گے اور جس دین پر میں ہوں انشاء اللہ میں بھی اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

اللہ اکبر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۱۱۰) سُورَةُ النَّصْرِ مَكِّيَّةٌ (۳)

۱۱۰: ۱ — إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ — إِذَا شَرْطِيَّةٌ مَبْعُثَةٌ إِذْ ظَرْفِيَّةٌ — نَصْرُ اللَّهِ مضاف مضاف الیہ ل کر فاعل:

وَالْفَتْحُ: وَاذْ عَاطِفٌ، الْفَتْحُ كَالْعَطْفِ نَصْرٌ پَرْتِہ۔ جِبِ اللّٰهِ كِ مَدَدِ اَوْ فَتْحِ اَجَلِي:

نَصْرٌ مَصْدَرٌ مَبْعُثَةٌ مَدَدٌ۔ النَّصْرُ مَدَدٌ كَرْنًا۔ مَطْلُوبٌ كِ حَاصِلٌ كَرْنِہ مِہ مَدَدٌ۔ اَوْرِ الْفَتْحُ مَطْلُوبٌ كِ حَاصِلٌ كَرْلِيْنَا۔

الفتح سے کونسی فتح مراد ہے: اس میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے فتح مکہ مراد ہے۔

۲۔ اس سے مراد خیبر کی فتح ہے:

۳۔ جمیع فتوحات مراد ہیں۔

۴۔ فتوحات غیبیہ و علوم اسرار ملکوتیہ مراد ہیں (تفسیر حقانی)

۵۔ فتح مکہ اور فتح بلاد شُرک مراد ہیں۔ (مدارک)

جہور کے نزدیک الفتح سے مراد فتح مکہ ہے۔

۲:۱۱۰ — دَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدُ خُلُوعٍ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَجًا — وَأَوْعَاطِفِ  
 مَآئِيَتِ مَا ضَمِي وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ، رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر سے رَأَيْتَ کا عطف  
 جَاءَ پڑھے النَّاسَ مفعول فعل رَأَيْتَ کا۔  
 اگر رُؤْيَةٌ بمعنی علم یا جائے تو النَّاسَ اس کا مفعول اول اور يَدُ خُلُوعٍ  
 مفعول ثانی ہوگا۔

اور اگر بمعنی دیکھنا یا جائے تو يَدُ خُلُوعٍ فِي دِينِ اللَّهِ حال ہوگا النَّاسَ  
 ہر دو صورت میں أَفْوَجًا فاعل يَدُ خُلُوعٍ سے حال ہے۔  
 اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیا۔  
 ۳:۱۱۰ — فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ: جملہ جواب شرط ہے فَ جواب  
 شرط کے لئے ہے۔

سَبَّحَ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَسْبِيحٌ (تَفْعِيلٌ) مصدر سے۔  
 تو تسبیح کر۔ تو پاکی بیان کر۔ تو عبادت کر۔

بِحَمْدِ رَبِّكَ محل نصب میں ہے اور حال ہے ای سَبِّحِ اللَّهَ حَامِدًا  
 اللہ کی پاکی بیان کر اس کی حمد و ستائش کرتے ہوئے۔

وَاسْتَغْفِرْهُ وَأَوْعَاطِفِ وَاحِدٌ مَذْكَرٌ حَاضِرٌ اسْتِغْفَارٌ (استغفار)  
 مصدر سے بمعنی بخشش مانگنا۔ معافی مانگنا۔ مُضْمِرٌ مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع  
 رَبِّكَ ہے۔ اور اس سے معافی مانگ۔

إِنَّهُ كَانَ تَوَّابًا۔ یہ جملہ حمله استغفرہ کی تعلیل ہے۔ کیونکہ توبہ  
 قبول کرنا اس کی شان ہے۔

كَانَ فعل ناقص۔ إِنَّهُ اسم کان۔ تَوَّابًا اس کی خبر۔

تَوَّابًا۔ تَوْبَةٌ بِرَبِّكَ مصدر سے فَعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے  
 لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَّابٌ  
 کہا جاتا ہے۔ بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اس لئے  
 اس کا استعمال اللہ تعالیٰ اور بندہ دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے

ہوں گے: چنانچہ جب وہ یکے بعد دیگرے گناہوں کو مسلسل ہر وقت چھوڑتے چھوڑتے بالکل تارک الذنوب ہو جاتا ہے تو تَوَابُ کہلاتا ہے۔  
 اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے مسلسل بار بار بندوں کی توبہ قبول فرمانے والے کے ہیں۔  
 قرآن مجید میں جتنی جگہ تَوَابُ کا لفظ آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت میں آیا ہے۔

ترجمہ ہوگا:-

بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## (۱۱) سُورَةُ اللَّهَبِ مَكِّيَّةٌ (۵)

۱۱:۱ — تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ هُ يہ دونوں جملے تَبَّتْ يَدَا

أَبِي لَهَبٍ اور وَتَبَّ: بد دعا کے لئے ہیں۔

تَبَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب: تَبَّ و تَبَّابٌ رباب

ضرب مصدر بمعنی ٹوٹنا۔ یا ٹوٹے میں رہنا۔

يَدَا اصل میں يَدَانِ تھا۔ اضافت کی وجہ سے ن گرا دیا گیا۔ مضاف

دونوں ہاتھ۔ أَبِي لَهَبٍ مضاف الیہ۔ ابی لہب کے دونوں ہاتھ

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ۔ ابی لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

لغت عرب میں ید کے مختلف معانی ہیں۔  
 آیت بَلْ یَدَاہُ مَبْسُوطَتَیْنِ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَاءُ (۵: ۶۴) میں بمعنی جود  
 و کرم مستعمل ہے۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ یعنی وہ بڑا صاحب جود و سخا ہے  
 وہ جس طرح اور جتنا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

اور آیت وَ نَسِیَ مَا قَدَّمَ مَتَّ یَدَاہُ (۱۸: ۵۷) میں بمعنی ذات، شخص  
 ہے۔ اور مہول گیا جو اعمال وہ آگے کر چکا۔ وغیرہ۔

وَ تَبَّ وَ اَوْ عَاطِفٌ اَجْمَلٌ نَدَاکَ عَطْفٌ جَمَلٌ سَابِقٌ پَرَّیْے۔ اور وہ ہلاک  
 ہوا۔ وہ ٹوٹ گیا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَّ مَصْدَرٌ سے۔ یعنی  
 ہلاک ہونا۔ ٹوٹے میں رہنا۔

تَبَّ کی ضمیر فاعل ابولہب کی طرف راجع ہے۔ آئندہ ابولہب یقینی طور  
 پر ہلاک ہونے والا تھا اس لئے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا۔  
 ۱۱۱: ۲ — مَا اَعْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ : مَا نَافِیَہ۔ اَعْنٰی فَعْلٌ  
 عَنْہُ مَتَعَلِقٌ بِفَعْلٍ۔ مَالُہٗ اس کا فاعل۔ (معطوف علیہ)

وَ اَوْ عَاطِفٌ مَا مَوْصُولٌ کَسَبَ اس کا صلہ۔ مَوْصُولٌ وَ صَدْرٌ مَلٌّ کَرْمَعُطُوفٌ  
 اَعْنٰی عَنْہُ کَذَا۔ کسی چیز کا کافی ہونا۔ فائدہ بخشنا۔  
 مَا اَعْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا۔

اور جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ مَا اَعْنٰی اَعْنٰی مَالِیَہٗ۔ (۶۹: ۲۸)  
 میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا۔

کہتے ہیں :- هٰذَا مَا یُعْنٰی عَنْکَ شَیْئًا۔ یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دیگا۔  
 اَعْنٰی ماضی کا صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر سے  
 وہ کام آیا۔ اس نے غنی بنا دیا۔ اس نے دولت دی۔ غَنِیٌّ مَالِدَارٌ اَغْنِیَاءُ جَمْعُ  
 مَالِدَارٍ لَوْکٌ :

کَسَبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ کَسَبٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی مال  
 کمانا۔ کمائی کرنا۔

یہاں آیت نَدَاہِیْنِ وَ مَا کَسَبَ (اور جو اس نے کمایا) سے مراد اولاد ہے  
 یعنی نہ ہی اس کی اولاد اس کے کام آئی

۱۱۱:۳ — سَيَصَلِّي نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ: س۔ مستقبل قریب کے لئے ہے

یعنی عنقریب۔

يَصَلِّي مَضَارِعَ وَاحِدٍ مَذَكَّرَ غَائِبٍ صَلَّى (باب سمع) مصدر سے وہ داخل ہوگا۔ ضمیر فاعل ابو لہب کی طرف راجع ہے۔

نَارًا مفعول بہ۔ موصوف، ذَاتَ لَهَبٍ، مضاف مضاف الیہ۔ مل کر صفت۔ وہ عنقریب داخل ہوگا آگ شعلہ زن میں۔

ذَاتَ لَهَبٍ۔ ذَاتَ (والی۔ صاحبہ) ذو کا مؤنث مضاف۔ لَهَبٍ شعلہ۔ مضاف الیہ۔ شعلوں والی آگ۔ لَهَبٍ (باب سمع) مصدر۔ یعنی آگ کا مشتعل ہونا۔

۱۱۱:۴ — وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ: وَادْعَا طِفْلًا، امْرَأَةً مَعْطُوفًا

جس کا عطف کا ضمیر متصل پر ہے۔ اور اس کی کھجور بھی (دہکتی ہوئی آگ میں عنقریب داخل ہوگی)

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۔ یہ جملہ امْرَأَتًا سے حال ہے۔ (جو اس حال میں پھرتی ہے کہ) لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے ہے

حَمَّالَةَ خُوبٍ اٹھانے والی۔ حِمْلٌ سے بروزن فَحَّالَةٌ مبالغہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

ایندھن سر پر لئے پھرنے والی۔ ابو لہب کی بیوی کی صفت ہے اس کا نام اروی بنت حرب ہے۔ کنیت اُمّ جمیل اور لقب عورار (کافی) ہے اپنے بد بخت شوہر کی طرح اس شقیہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت ترین عداوت تھی۔

ایندھن سر پر لئے پھرنے کو بعض نے حقیقت پر محمول کیا ہے ان لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ خست کے ماے ایندھن جنگل میں سے خود چن کر لاتی تھی اور کانٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ڈال دیتی تھی تاکہ آتے جاتے چبھیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سخن چینی سے استعارہ ہے چونکہ چغل خوری کے سبب قبیلہ میں لڑائی کی آگ بھڑکاتی تھی اس لئے قرآن مجید نے اس کو حمالة الحطب کہا ہے۔ الحطب۔ لکڑی، ایندھن۔ ہیزم۔

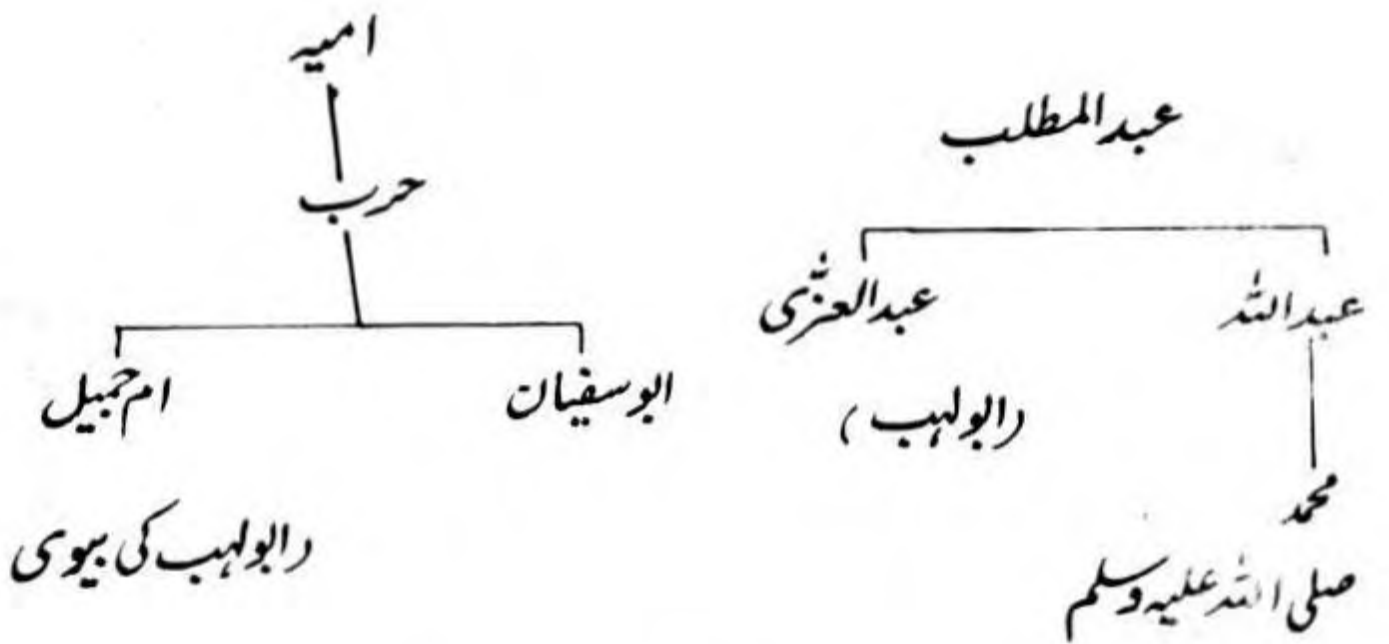
۱۱۱:۵ — فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ: یہ جملہ حمالة کی ضمیر واحد مؤنث کے



حال ہے۔ درآن حالیکہ منج کی رسی اس کی گردن میں ہے۔

جیدِ ہا مضاف مضاف الیہ۔ جید بمعنی گردن۔ جیوڑ و اجیاد جمع ہے  
ہا ضمیر واحد مؤنث غائب امواتہ کی طرف راجع ہے۔ اس کی گردن۔  
حَبْلٌ موصوف منْ مَسَدٍ اس کی صفت۔ موصوف و صفت مل کر مبتدا  
توخر۔ فی جیدِ ہا خبر مقدم۔  
یہ بھی کہا گیا ہے کہ امواتہ مبتدا۔ حمالة الحطب اس کی خبر۔ فی جید ہا  
حمالة کی ضمیر سے حال ہے۔

حَبْلٌ۔ رسی۔ عہد، پیمان، اس کے اصل معنی تو رسی کے ہیں لکن مجازاً  
عہد و پیمان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔  
مَسَدٌ اسم۔ درخت کھجور کی شاخوں سے نکالے ہوئے ریشے، مُونَج۔  
مَسَدٌ رباب نصر، رسی بٹنا۔  
ابولہب اور اس کی بیوی کا نسب نامہ مختصراً۔



اللہ اکبر:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## (۱۱۲) سُورَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۱۲)

۱۱۲: ۱ — قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ — قُلْ فَعَلَ اَمْرًا وَّاحِدًا مَّا كَرِهَ اِي قُلْ  
یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو کہہ دے  
(ان کافروں سے)

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ : هُوَ ضَمِيرُ شَانِ مُبْتَدَاً هِيَ اَوْرَاقُ اَسْمَاءِ جَمَلَةٍ (اللّٰهُ اَحَدٌ)  
اس کی خبر۔ (روح المعانی و تفسیر مظہری)  
صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں:-

هُوَ ضَمِيرُ شَانِ مُبْتَدَاً هِيَ اَوْرَاقُ اَسْمَاءِ جَمَلَةٍ اِسْ كِي خَبْرٌ هِيَ اِسْ صَوْرَتٌ مِیْنِ مَرَجِعِ كِي ضَرْوَرٌ  
نہیں ہے۔

یَا هُوَ ضَمِيرٌ هِيَ اَوْرَاقُ رِبِّ كِي طَرَفٌ رَاجِعٌ هِيَ جِسْمٌ كِي اَوْصَافٌ سَوَالٌ كَرْنِ  
دالوں نے پوچھے تھے۔

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو کہ میرے رب کے اوصاف جو تم پوچھتے  
ہو تو وہ اللہ ایک ہے۔ اَحَدٌ بدل ہے اللہ سے۔ یا هُوَ كِي دوسری خبر ہے۔

اَحَدٌ اَصْلٌ مِیْنِ وَحَدٌ مَثَلًا۔ وَحَدٌ اَوْرَاقُ دَوْنُوں ہَمَّ مَعْنٰی ہِیْنِ۔

اگر هُوَ کو ضمیر شان اور اللہ کو مبتداء اور اَحَدٌ کو خبر کہا جائے تو کلام کی صحت  
ظاہری معنی پر مبنی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ جزئی حقیقی کا نام ہے اور جزئی حقیقی میں یہ حال  
ہی نہیں ہوتا کہ چند اشخاص پر اس کا اطلاق ہو سکے۔

(مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری جلد دوازدہم)

ترجمہ ہو گا:-

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے اللہ یگانہ (یکتا) ہے۔

۲۱۱۱۲ — اللّٰهُ الصَّمَدُ — اللّٰهُ مُبْتَدَاً — الصَّمَدُ خَبْرٌ —

صَمَدٌ کے لغت میں دو معنی ہیں:-

اَوَّلٌ: قصد و ارادہ کرنے کے۔ اس تقدیر پر صمد بمعنی مسمود ہو گا۔ اس لئے کہ فعل

بمعنی مفعول زبان عرب میں بکثرت مستعمل ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک کا مقصود ہے۔ ہر کوئی اس کی طرف قصد کرتا ہے۔

دوہ: صمد کے معنی ہیں مٹھوس کے کہ اس پر کوئی تغیر نہیں آتا۔ وہ قوی اور مستقل ہے اس تقدیر پر یہ لفظ واجب الوجود کے معنی میں ہے۔

یہ تو لغوی معنی کی تحقیق تھی۔ مگر عرب میں یہ لفظ بہت سے معانی میں

مستعمل ہے اس لئے مفسرین میں سے ہر ایک نے ایک ایک معنی اختیار کئے ہیں۔

۱- یہ وہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے کس لئے کہ بغیر اس کے حاجت روائی کرنا ممکن نہیں ہے۔

۲- ابن مسعود کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں سردار کے۔ جو سب سے اعلیٰ سردار ہیں

۳- اصم کہتے ہیں کہ صَمَدٌ جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہیں:-

۴- سُدّی کہتے ہیں کہ صَمَدٌ اس کو کہتے ہیں کہ جو ہر کام میں مقصودِ اصلی ہو اور اس کی طرف فریاد لے جاتے ہوں۔

۵- حسین بن فضل کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے:

۶- صمد: فردِ کامل اور بزرگ کو کہتے ہیں۔

۷- صمد: بے نیاز۔ کہ جس کو کسی کی کسی بات میں حاجت نہ ہو۔

۸- صمد: وہ کہ جس کے اوپر کوئی بالادست نہ ہو۔

۹- صمد: قتادہ کہتے ہیں کہ وہ جو نہ کھائے نہ پیئے۔

۱۰- صمد: وہ جو مخلوق کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے فنا نہ ہو جائے

۱۱- صمد: وہ ہے کہ جس کو زوال نہ ہو، جیسا تھا ہمیشہ ویسا ہی ہے

(حسن بھری)

- ۱۲۔ صَمَدٌ وہ ہے جو کبھی نہ مرے اور نہ کوئی اس کا وارث بنے (ابن کعب)
- ۱۳۔ صَمَدٌ وہ ہے جو نہ کبھی سوئے نہ بھولے۔ (یمان۔ ابو مالک)
- ۱۴۔ صَمَدٌ وہ ہے کہ کوئی دوسرا اس کی صفات سے متصف نہ ہو۔
- ۱۵۔ صَمَدٌ وہ ہے جو بے عیب ہو۔ (مقاتل بن حیان)
- ۱۶۔ صَمَدٌ وہ ہے کہ جس پر کوئی آفت نہ آئے۔ (ربیع بن النعمان)
- ۱۷۔ صَمَدٌ وہ ہے جو اپنی جمیع صفات اور افعال میں کامل ہو۔  
(سعید بن جبیر)
- ۱۸۔ صَمَدٌ وہ ہے جو غالب ہے کبھی مغلوب نہ ہو۔ (جعفر صادق)
- ۱۹۔ صَمَدٌ وہ ہے جو سب کے بے نیاز اور سب سے بے پروا ہو۔  
(حضرت ابوہریرہ رضی)
- ۲۰۔ صَمَدٌ وہ ہے جس کی کیفیت اور ریاضت کرنے سے مخلوق عاجز ہو۔  
(ابوبکر وراق)
- ۲۱۔ صَمَدٌ وہ ہے کہ جو کسی کو نظر نہ آسکے۔
- ۲۲۔ صَمَدٌ وہ ہے جو نہ کسی کو جننے اور نہ کسی نے اس کو جنا ہو۔
- ۲۳۔ صَمَدٌ وہ ہے وہ بڑا کہ جس کے اوپر کوئی بڑا نہ ہو۔
- ۲۴۔ صَمَدٌ وہ ہے جو زیادتی اور نقصان سے پاک ہو۔
- ۲۵۔ چند اور صفات قرآن مجید میں اسی سورت میں آئی ہیں۔
- ۱) لَمْ يَلِدْ۔ کہ اس نے کسی کو نہیں جنا۔ یعنی وہ کسی کا باپ نہیں ہے
- ۲) وَلَمْ يُولَدْ۔ اور وہ کسی سے پیدا بھی نہ ہوا۔ یعنی کوئی اس کا باپ نہیں
- ۳) وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔ وہ اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی  
اس کا مثل اور ہمسر اور کنبہ و قبیلہ ہو۔

(تفسیر حقانی سے)

اللَّهُ أَحَدٌ کہنے کے بعد اللَّهُ الصَّمَدُ اور بعد والے جملے کہنے کی کوئی ضرورت  
نہ تھی کیونکہ اللَّهُ أَحَدٌ کے اندر یہ تمام معانی موجود ہیں ہاں ان جملوں کو مزید  
تاکید کی طرح قرار دیا جا سکتا ہے۔

۱۱۲: ۳ — لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ مَضَارِعُ مَعْرُوفٌ نَفِيٌّ جَدُّ بِلْمٍ أَوْ مَضَارِعُ مَجْهُولٌ نَفِيٌّ جَدُّ بِلْمٍ كَا صَيِّغَةٌ وَاحِدَةٌ مَذْكَرٌ غَائِبٌ: وَلَا دَوَّاهُ (بَابُ ضَرْبٍ) مَصْدَرٌ بِمَعْنَى جَنَّا يَه دُونِوٓنِ جَمَلِ الصَّمَدِ كِي تَفْسِيرِ هِيٓنِ - يَعْنِي الصَّمَدُ وَهٓ هِيٓ جَسَّ نِي نِي كَسِي كُو جِنَا اُوْر نِي اَس كُو كَسِي نِي جِنَا:

۱۱۲: ۴ — وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ اَس كَا عَطْفٌ جَمَلٌ سَابِقٌ يَرِي هِيٓ - نِ وَ اُوْ عَاطِفٌ - لَمْ يَكُنْ مَضَارِعُ مَعْرُوفٌ نَفِيٌّ جَدُّ بِلْمٍ - فَعْلٌ نَاقِصٌ - أَحَدٌ اِسْمٌ كَا اُوْر اَس كِي خَبْرٌ كِي دُو صُوْرَتِيٓنِ هِيٓنِ -

۱- يَه كُفُوًا كَانِ كِي خَبْرِيٓ هِيٓ اُوْر لَهٗ مُتَعَلِّقٌ كَانِ هِيٓ  
۲- لَهٗ كَانِ كِي خَبْرِيٓ هِيٓ اُوْر كُفُوًا اِحَالِ هِيٓ أَحَدٌ سِيٓ اِيٓ وَ لَمْ يَكُنْ لَهٗ أَحَدٌ كُفُوًا - مَرْتَبِيٓنِ بَرَابَرٍ - مَسَاوِيٓ الْقَدْرِ -

فضائل اس سورۃ کے بے شمار ہیں خدا تعالیٰ ہم سب کو نصیب میں فرماتے - اَمِيْنِ :

اَللّٰهُ اَكْبَرُ  
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## (۱۱۳) سُورَةُ الْفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۵)

۱۱۳: ۱ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ : قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ قَوْلٌ (باب نصر) مصدر سے تو کہہ۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو یوں دعا مانگ) چونکہ قُلْ کا لفظ اس پیغام کا ایک حصہ ہے جو تبلیغ رسالت کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل ہوا ہے۔ اس لئے اگرچہ اس ارشاد کے اولین مخاطب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر آپ کے بعد ہر مومن بھی اس کا مخاطب ہے۔

اَعُوْذُ: مضارع کا صیغہ واحد متکلم عَوَّذٌ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی دوسرے سے التجا کرنے، اس سے متعلق ہونے اور پناہ مانگنے کے ہیں۔ میں پناہ چاہتا ہوں۔

بِرَبِّ الْفَلَقِ رَبّ جار متعلق بِاَعُوْذُ۔ رَبِّ الْفَلَقِ مضاف مضاف الیہ۔ صبح کارب۔ (پروردگار) میں پناہ چاہتا ہوں صبح کے رب کی۔ رب الفلق کی تشریح میں صاحب تفسیر القرآن رقم طراز ہیں۔

فَلَقٌ کے اصل معنی بھانڈنے کے ہیں مفسرین کی عظیم اکثریت نے اس سے مراد رات کی تاریکی کو بھانڈ کر سپید صبح نکالنا لیا ہے کیونکہ عربی زبان میں فَلَقٌ الصبح کا لفظ طلوع صبح کے معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لئے فَاَلِقُ الْاِصْبٰحِ کا لفظ استعمال ہوا ہے (یعنی وہ جو رات کی تاریکی کو بھانڈ کر صبح نکالتا ہے) (۹۶: ۶)

اور فلق کے دوسرے معنی خَلَقَ کے بھی لئے گئے ہیں کیونکہ دنیا میں جتنی

چیزیں بھی پیدا ہوئی ہیں وہ بھی کسی نہ کسی چیز کو بھاڑ کر ہی نکلتی ہیں تمام نباتات بیج اور زمین کو بھاڑ کر اپنی کوئل نکالتے ہیں تمام حیوانات یا تو رحمِ مادر سے برآمد ہوتے ہیں یا انڈہ توڑ کر نکلتے ہیں یا کسی اور مانعِ ظہور چیز کو چیر کر باہر آتے ہیں۔ تمام چشمے پہاڑ یا زمین کو شق کر کے نکلتے ہیں۔ دن رات کا پردہ چاک کر کے نمودار ہوتا ہے بارش کے قطرے بادلوں کو چیر کر زمین کا رخ کرتے ہیں۔

عسرض موجودات میں سے ہر چیز کسی نہ کسی طرح کے انتشاق کے نتیجے میں عدم سے وجود میں آتی ہے۔ حتیٰ کہ زمین اور سائے آسمان بھی پہلے ایک ڈھیر تھے جس کو بھاڑ کر ان کو جدا جدا کیا گیا۔

سَاَنَّا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا (۲۱:۳۰) پس اس معنی کے لحاظ سے فَلَاقَ

کا لفظ تمام مخلوقات کے لئے عام ہے۔

اب اگر پہلے معنی لئے جاویں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ:-

میں طلوعِ صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔

اور اگر دوسرے معنی لئے جاویں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا:-

میں تمام مخلوق کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات چھوڑ کر اس کا اسم صفت «رب» اس

لئے استعمال کیا گیا ہے کہ پناہ مانگنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے «رب» یعنی مالک

و پروردگار اور آقا و مربی ہونے کی صفت زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

پھر رب الفلق سے مراد اگر طلوعِ صبح کا رب ہو تو اس کی پناہ لینے کے

معنی یہ ہوں گے کہ:-

جو رب تاریکی کو چھانٹ کر صبح روشن نکالتا ہے میں اس کی پناہ لیتا ہوں

تاکہ وہ آفات کے بھوم کو چھانٹ کر میرے لئے عافیت پیدا کر دے۔

اور اگر اس سے مراد ربِ خلق ہو تو معنی یہ ہوں گے کہ:-

کہ میں ساری خلق کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تاکہ وہ اپنی مخلوق کے شر سے

مجھے بچالے۔

۱۱۳:۲ — مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ : جملہ متعلق بِأَعُوذُ ہے مَا موصول ہے

بمعنی الَّذِي : اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ (میں پناہ چاہتا ہوں

صبح کے پروردگار کی) ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا۔ ای من شر کل ما خلق

یا ما مصدر یہ ہے اور ترجمہ ہوگا۔

میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی تمام مخلوق کے شر سے۔

(یہ استعاذہ عام ہے۔ بعد کے شرورِ ثلاثہ تخصیص کے لئے ہیں)

۱۱۳: ۳ — وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ۔ جملہ معطوف ہے یعنی خاص کا عطف عام پر ہے۔

شَرِّ غَاسِقٍ مضاف مضاف الیہ۔ تاریک رات کے شر سے۔

غَاسِقٍ غَسَقٌ سے (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ غَسَقٌ رَّاتٍ کا تاریک ہونا۔ غَاسِقٍ تاریک ہونے والا۔ بمعنی تاریک رات۔ اس کے اور معانی بھی ہیں۔

۱۔ گرہن کے سبب سیاہ پڑ جانے والا چاند۔

۲۔ غروب آفتاب کے بعد آنے والی تاریکی۔

۳۔ غروب آفتاب کے بعد آنے والی تاریک رات،

۴۔ ڈوبنے والا چاند۔

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر چاند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

تَعُوذِي بِاللَّهِ مِنْ شَرِّ هَذَا فَإِنَّهُ الْعَاسِقُ إِذَا وَقَبَ :

اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کیونکہ جب یہ ڈوب جاتا ہے تو

سخت تاریکی لاتا ہے۔

رات کو آنے والی مصیبتوں سے بچاؤ دشوار ہوتا ہے دشمن کا شب

خون۔ چوری، نقب زنی، ڈاکہ اور طرح طرح کے حوادث عموماً رات کی تاریکی

میں ہوتے ہیں۔ اسی لئے عربی ضرب المثل ہے۔

الليل اخفى للويل : رات اپنے اندر ہلاکتوں کو چھپائے

رکھتی ہے۔



وَقَبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، دُقُوبٌ (باب ضرب) مصدر  
(جب) داخل ہو جائے۔ (جب) چھا جائے۔

محلی نے لکھا ہے کہ۔

اللیل اذا اظلم او القمر اذا غاب۔ یعنی اگر غاسق سے مراد رات  
ہو تو وقب کے معنی ہوگا تاریک ہو جانا۔

اور اگر غاسق سے مراد چاند ہو تو وقب کے معنی ہوں گے۔ ڈوب  
جانا۔ غائب ہو جانا۔

رات کی نسبت سے قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

اقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ اِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْانَ الْفَجْرِ:  
(۱۷:۸۰) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک نمازیں  
(ظہر، عصر، مغرب، عشاء) اور صبح کو قرآن پڑھا کرو،  
ترجمہ ہوگا۔

اور (خصوصی طور پر پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی) رات کی تاریکی  
کے شر سے جب وہ چھا جائے۔

۱۱۳:۴ — وَ مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ — (ملاحظہ ہو آیات مذکورہ بالا  
۲ تا ۳)

ترجمہ ہوگا۔

(اور خصوصی طور پر پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی) ان کے شر سے جو  
پھونکیں مارتی ہیں گرہوں میں۔

النَّفَّاثَاتِ جمع نَفَّاثَةٌ: کی۔ مبالغہ کا صیغہ ہے جمع متونث۔ نَفَّثٌ  
باب ضرب، نصر) مصدر سے۔ خوب دم کرنے والیاں۔ خوب پھونکیں مارنے  
والیاں۔ نَفَّثٌ کے معنی ہیں قدے تھوک تھوکتا۔

علامہ ابن منظور کہتے ہیں:-

تھوڑی تھوک تھوکنے کو التِّفْلُ کہا جاتا ہے نَفَّثٌ بھی اس سے نیچے کا درجہ ہے  
جو پھونک مارنے کے زیادہ متا بہت رکھتا ہے۔

عُقَدٍ جمع ہے عُقْدَةٌ کی جس کے معنی گرہ (گانٹھ) کے ہیں۔ یہاں مراد

وہ گرہیں ہیں جن کو جا دو گرنیاں ڈوروں پر افسوں پڑھ کر پھونکنے کے بعد لگایا کرتی ہیں  
 اسی لئے عربی میں ساحر کو مَعْقِدُ بھی کہتے ہیں۔  
 آیت ہذا میں النَّفَّاتِ فِي الْعُقَدِ سے مراد لبید بن اعصم یہودی کی لڑکیاں  
 ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جا دو کیا تھا۔  
 ۱۱۳: ۵ — وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ؛ (ملاحظہ ہو آیات ۲-۳ متذکرہ بالا)  
 ترجمہ:۔ (اور میں خصوصاً طور پر پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے  
 جب وہ حسد کرے۔

حاسد کے شر سے اس وقت پناہ مانگنے کو فرمایا جب وہ حسد کو عملی  
 جامہ پہنائے کیونکہ اس سے قبل حسد کی آگ خود حاسد کے اندر ہی بھڑکتی رہتی ہے  
 اور اس کی اپنی ذات کے لئے سوہان روح بنی رہتی ہے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ط

# سُورَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (۶)

۱۱۴: ۱ — قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ: قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر قول و باب نصر مصدر سے۔ تو کہہ۔ تم (یوں) کہا کرو۔ تم (یوں) دعا کیا کرو۔ خطاب گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر آپ کے بعد ہر مومن اس کا مخاطب ہے۔  
 اَعُوذُ مضارع کا صیغہ واحد متکلم اَعُوذُ باب نصر مصدر سے۔ جس کے معنی دوسرے سے التجا کرنے اور اس سے متعلق ہونے اور پناہ مانگنے کے ہیں۔ میں پناہ چاہتا ہوں۔

رَبِّ النَّاسِ - بَ جار متعلق بِاَعُوذُ ہے۔ رَبِّ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجبور (میں پناہ مانگتا ہوں) لوگوں کے رب (پروردگار) کی۔  
 ۱۱۴: ۲ — مَلِكِ النَّاسِ - عطف بیان ہے رب الناس کا (وہ اسم جو صفت نہ ہو اور اپنے بتبوع کی وضاحت کرے) یعنی وہ لوگوں کا رب کون ہے؟ لوگوں کا بادشاہ۔ (یعنی میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی) سب انسانوں کے بادشاہ کی۔  
 ۱۱۴: ۳ — اِلٰهِ النَّاسِ: سب انسانوں کے معبود کی۔ یہ بھی رب الناس کا عطف بیان ہے۔

۱۱۴: ۴ — مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ہ متعلق بِاَعُوذُ ہے اور المستعاذ منه ہے یعنی وہ جس سے پناہ لینے کی دعا کی جا رہی ہے۔  
 شَرٌّ - بُرائی (خیر کی ضد) مضاف الْوَسْوَاسِ: مضاف الیہ۔ یہ موصوف بھی ہے اور الخناس اس کی صفت ہے۔  
 الْوَسْوَاسِ: بردزن منالزال اسم ہے وسوسہ کا ہم معنی ہے۔ وسوسہ

اس خفیف آواز کو کہتے ہیں جس کا مفہوم تو دل تک پہنچ جائے اور تلفظ سنائی نہ دے۔ یعنی ذہنی آواز۔

یہاں وسواس سے مراد شیطان ہے یعنی وسوسہ پیدا کرنے والا۔ یا تو اس وجہ سے کہ مبالغۃً مصدر کو بجائے اسم فاعل استعمال کر لیا جاتا ہے یا مضاف محذوف ہے۔ یعنی وسوسہ ڈالنے والا۔

الْخَنَاسِ: یہ الوسواس کی صفت ہے۔ خَنَسٌ وَخُنُوسٌ کا معنی ہے چپکے سے پیچھے ہٹنا۔

شیطان کا طریقہ اور معمول یہ ہے کہ اللہ کی یاد کے وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے اس لئے اس کو خَنَاسٌ فرمایا۔

الوسواس الخناس کی وضاحت فرماتے ہوئے صاحب صیار القرآن رقمطراز ہیں۔

جب کوئی شخص کسی کو اس کی افتاد طبع کے خلاف کسی کام پر اکساتا ہے تو اس کا پہلا رد عمل شدید ہوتا ہے اور وہ بڑی حقارت سے اس خیال کو جھٹک دیتا ہے۔ ہر وسوسہ انداز اصرار نہیں کرتا بلکہ پیچھے کھسک جاتا ہے بظاہر پسپائی اختیار کرتا ہے پھر موقع ملنے پر وہی بات کانوں میں ڈالتا ہے اگر پھر بھی وہ تیوری چڑھائے تو وہ دبک جاتا ہے یہ تسلسل جاری رہتا ہے آہستہ آہستہ اس کا رد عمل کمزور ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ دن آجاتا ہے کہ یہ شخص جس بات پر پہلی بار برا فروختہ ہو گیا تھا وہ خود لپک کر اس کی طرف بڑھتا ہے۔

شیطان کا یہی طریقہ ہے کہ وہ انسان کو گمراہ کرتے ٹھکتا نہیں بلکہ لگاتار اپنی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ کبھی حملہ کرتا ہے کبھی پسپائی اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بڑے سے بڑے زیرک انسان کو بھی اگر اسے اپنے رب کی پناہ حاصل نہ ہو تو چاروں شانے چیت گرا دیتا ہے اس کی ان دونوں چالوں کو وَسْوَاسٍ اور خَنَاسٍ کے الفاظ استعمال کر کے بیان کر دیا۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کا ترجمہ ہو گا۔

بار بار وسوسہ ڈالنے والے بار بار پسپا ہونے والے کے شر سے۔

۱۱۲: ۵ - الَّذِي يُوسُّسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ - جو لوگوں کے سینوں کے

اندر وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ یعنی جب اللہ کا ذکر نہ کریں۔  
 الَّذِي سَوَّاهُ سَوَّاهُ اس کی دوسری صفت بیان کی گئی ہے اس لئے (محللاً)  
 مجرور ہے یا (محللاً) منصوب علی الذم ہے۔ یا مخذوف بتدارک کی خبر ہونے کی وجہ  
 سے مرفوع ہے۔

يُوسُوسُ مزارع معروف واحد مذکر غائب وَسُوسَةٌ (رباعی مجرور)  
 مصدر۔ وہ وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

صُدُورِ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ۔ لوگوں کے سینے، صُدُورِ  
 صَدْرٌ کی جمع ہے۔ بمعنی سینے۔

۱۱۴: ۶۔ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ؛ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :-

۱۔ یہ جملہ وَسَوَّاهُ کا بیان ہے یا الَّذِي کا۔ (مطلب دونوں صورتوں میں  
 ایک ہی ہو گا) یعنی وسوسہ پیدا کرنا جنات کا فعل بھی ہے اور انسانوں کا بھی۔  
 اور جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَاطِئِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ  
 (۱۱۴: ۶) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن (بہت سے) شیطان، انسان اور جنات  
 (دونوں) میں سے پیدا کر دیئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ جنّ والنس کے شر سے پناہ مانگو۔  
 ۱۲۔ يَا مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ کا تعلق يُوسُوسُ سے ہے۔ یعنی لوگوں کے سینوں  
 کے اندر جنات اور انسانوں کے معاملات کے متعلق وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

۱۳۔ کلمہ نے کہا ہے کہ صُدُورِ النَّاسِ میں جو النَّاسِ ہے (جملہ) مِنَ  
 الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ اسی کا بیان ہے۔ گویا انسان کا لفظ دونوں کو شامل ہے  
 جنّ کو بھی اور انسان کو بھی۔

(یعنی انسان جنّ بھی ہوتا ہے اور آدمی بھی)۔

جنّ پر انسان کا اطلاق اسی طرح کیا گیا جس طرح کہ آیت وَآتَهُ كَانَ  
 رِجَالًا مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (۶: ۲) اور انسانوں میں  
 بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔  
 میں رِجَالٍ کا اطلاق جنّ پر کیا گیا ہے۔

۴۔ یہ بھی جائز ہے کہ مِنَ الْجَنَّةِ بیان ہو اَلْوَسْوَسِ کا۔ اور النَّاسِ پر عطف ہو۔ اس صورت میں مطلب ہوگا:۔  
میں پناہ مانگتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے جن شیطان کے شر سے اور  
انسانوں کے شر سے۔

اللَّهُ أَكْبَرُ:

الحمد لله بعونه ومنه تعالى آج قرآن مجید کی  
لغوی وضاحت میری استطاعت کے مطابق مکمل ہوئی  
یا اللہ العالمین اس بندہ ناچیز کی یہ حقیر سی محنت قبول فرما۔

(امین)

# دُعَاءُ خَاتَمِ الْقُرْآنِ

صَدَقَ اللهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ه وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيمُ ط  
وَنَحْنُ عَلَى ذَلِكَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ه رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ  
إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ه اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا بِكُلِّ حَرْفٍ مِّنَ  
الْقُرْآنِ حَلَاوَةً وَبِكُلِّ جُزْءٍ مِّنَ الْقُرْآنِ جِزَاءً. اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا  
بِالْأَلْفِ الْفَةِ وَبِالْبَلَدِ الْبُرْكَةِ وَبِالشَّاءِ تَوْبَةً وَبِالشَّاءِ ثَوَابًا وَ  
بِالْجِيمِ جَمَالًا وَبِالْحَاءِ حِكْمَةً وَبِالْخَاءِ خَيْرًا وَبِالدَّالِ دَلِيلًا  
وَبِالدَّالِ ذِكَاءً وَبِالرَّاءِ رَحْمَةً وَبِالزَّاءِ زَكَاةً وَبِالسِّينِ  
سَعَادَةً وَبِالشِّينِ شِفَاءً وَبِالصَّادِ صِدْقًا وَبِالضَّادِ ضِيَاءً وَ  
بِالطَّاءِ طَرَاوَةً وَبِالظَّاءِ ظَفْرًا وَبِالْعَيْنِ عِلْمًا وَبِالْغَيْنِ غِنَى  
وَبِالْفَاءِ فَلَاحًا وَبِالقَافِ قُرْبَةً وَبِالْكَافِ كَرَامَةً وَبِاللَّامِ لُطْفًا  
وَبِالْمِيمِ مَوْعِظَةً وَبِالنُّونِ نُورًا وَبِالْوَاوِ وُصْلَةً وَبِالْهَاءِ هِدَايَةً

وَبِالْيَأْيِ يَقِينًا اللَّهُمَّ افْعُنَا بِالْقُرْآنِ الْعَظِيمِ هـ وَارْفَعْنَا بِالذُّبُوتِ  
وَالذِّكْرِ الْبَحْكِيمِ وَتَقَبَّلْ مِنَّا قِرَاءَةً تَنَادَتْ جَاوَرَعْنَا مَا كَانَ  
فِي تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ مِنْ خَطَاٍ أَوْ نِسْيَانٍ أَوْ تَحْرِيفٍ كَلِمَةٍ عَنْ  
مَوَاضِعِهَا أَوْ تَقْدِيمٍ أَوْ تَأْخِيرٍ أَوْ زِيَادَةٍ أَوْ نَقْصَانٍ أَوْ تَأْوِيلٍ  
عَلَى غَيْرِ مَا أَنْزَلْتَهُ عَلَيْهِ أَوْ رَيْبٍ أَوْ شَكٍّ أَوْ سَهْوٍ أَوْ سُوءِ الْإِحْسَانِ  
أَوْ تَعْجِيلٍ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْآنِ أَوْ تَسْلٍ أَوْ سُرْعَةٍ أَوْ تَرْغِ  
لِسَانٍ أَوْ وَقْفٍ بغيرِ وَقْفٍ أَوْ إِدْعَامٍ بغيرِ مَدْعَمٍ أَوْ إِظْهَارٍ  
بغيرِ بَيَانٍ أَوْ مَدٍّ أَوْ تَشْدِيدٍ أَوْ هَمَزَةٍ أَوْ جَزْمٍ أَوْ إِعْرَابٍ  
بغيرِ مَا كَتَبَهُ أَوْ قِلَّةٍ رَغْبَةٍ وَرَهْبَةٍ عِنْدَ آيَاتِ الرَّحْمَةِ  
وَآيَاتِ الْعَذَابِ فَاعْفِرْ لَنَا رَبَّنَا وَكُتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ اللَّهُمَّ  
نُورِ قُلُوبَنَا بِالْقُرْآنِ وَزَيِّنْ أَخْلَاقَنَا بِالْقُرْآنِ وَنَجِّنَا مِنَ  
النَّارِ بِالْقُرْآنِ وَأَدْخِلْنَا فِي الْجَنَّةِ بِالْقُرْآنِ هـ اللَّهُمَّ اجْعَلِ  
الْقُرْآنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِينًا وَفِي الْقَبْرِ مَوْئِسًا وَعَلَى الصِّرَاطِ



---

نُورًا فِي الْجَنَّةِ رَفِيقًا وَمِنَ النَّارِ سِئْرًا وَحِجَابًا وَإِلَى  
الْخَيْرَاتِ كُلِّهَا دَلِيلًا فَكُتِبْنَا عَلَى السَّمَاءِ وَارْزُقْنَا آدَاءً  
بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَحُبِّ الْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ وَالْبِشَارَةِ مِنَ  
الْإِيمَانِ . وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيَّ خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ مَطْهَرٍ  
لَطْفِهِ وَنُورِ عَرْشِهِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ  
أَجْمَعِينَ . وَسَلَّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا كَثِيرًا .

---